# محاسبۂ قادیانیت

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ

جلد ۱۱

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب : محاسبہ قادیانیت جلد گیارہ (۱۱)

مصنف : حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ

صفحات : ۶۴۸

قیمت : ۳۵۰ روپے

مطبع : طیب شمشاد پرنٹنگ پریس لاہور

طبع اوّل : ستمبر ۲۰۲۰ء

ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4783486

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# فہرست



| عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|
| الہامی قاتل مرزاغلام احمد، اس کے الہام کا مقتول پنڈت لیکھرام، ہندو، مسلمان اور گورنمنٹ | ۹ |
| حصہ اوّل میں تین سوالوں کا حل وجواب ہے | ۳۴ |
| پہلے سوال کا حل وجواب | ۳۵ |
| نقل خط الہامی صاحب | ۴۱ |
| نقل خط محمد احسن امروہی | ۴۳ |
| لاہور سے آمدہ خط | ۴۴ |
| جواب قسم ومباہلہ | ۴۷ |
| نقل خط | ۵۲ |
| اس خط پر جو کچھ مرزاجی کے نام لکھا گیا تھا، اس کی نقل | ۵۳ |
| نقل عبارت رسالہ برکات الدعا | ۵۴ |
| دوسرے سوال کا حل وجواب | ۵۷ |
| سوال سوم کا حل وجواب | ۶۲ |
| حصہ دوم | ۶۶ |
| حصہ سوم | ۶۷ |
| بقیہ جواب رسالہ انجام آتھم وغیرہ...... تیسرے رسالہ مباہلہ کا جواب | ۷۲ |
| چوتھے رسالے مکتوب عربی کا جواب | ۷۶ |
| ضمیمہ رسالہ انجام آتھم کا جواب | ۷۷ |
| حاشیہ جات | ۸۱ |
| مخبر دکن کی جھوٹی مخبری | ۸۷ |
| نمبر اوّل | ۸۸ |

| | |
|---|---|
| پہلی دروغ گوئی | ۸۸ |
| اس بیان کے کذب ہونے کی وجہ ثبوت | ۸۹ |
| دوسری دروغ گوئی | ۹۱ |
| اس کی وجہ ثبوت | ۹۱ |
| تیسری دروغ گوئی | ۹۲ |
| اس کی وجہ ثبوت | ۹۲ |
| چوتھی دروغ گوئی | ۹۳ |
| اس کی وجہ ثبوت | ۹۳ |
| حاشیہ جات | ۹۴ |
| ہماری قسم کی منظوری سے الہامی قاتل اور خونی مسیح کی گریز | ۹۵ |
| حاشیہ جات | ۱۰۰ |
| الہامی قاتل وخونی مسیح کے استتار بعد فرار کے چند مفتریانہ اسرار کا اظہار | ۱۰۱ |
| رسالہ سراج المنیر کا جواب | ۱۱۲ |
| موقوفی جنگ کا دوبارہ اعلان | ۱۱۶ |
| حاشیہ جات | ۱۱۶ |
| خواجہ غلام فرید سجادہ نشین چاچڑاں اور مرزا غلام احمد الہامی قاتل وخونی مسیح قادیان | ۱۱۷ |
| خونی مسیح کادیانی کی سلطان المعظم کی جناب میں بدزبانی | ۱۲۱ |
| سراج الاخبار جہلم مطبوعہ ۲۱؍جون ۱۸۹۷ء میں ہے | ۱۳۷ |
| اخبار چودھویں صدی مطبوعہ ۱۵؍جون ۱۸۹۷ء | ۱۴۰ |
| نقل مضمون از اخبار چودھویں صدی | ۱۵۷ |
| اخبار چودھویں صدی سے اقتباس | ۱۶۱ |
| مرزا صاحب کی پردہ دری، ہمارے بزرگ کی کرامت | ۱۶۲ |
| اس کے پہلے دعویٰ کے جھوٹ اور دھوکہ کا بیان وثبوت | ۱۶۵ |
| اس کے دوسرے دعویٰ کے جھوٹ اور دھوکہ کا بیان | ۱۶۵ |
| اس کے تیسرے (۳) دعویٰ کے جھوٹ اور دھوکہ کا بیان | ۱۶۶ |
| حاشیہ جات | ۱۶۸ |

| | |
|---|---|
| جواب درخواست کیّا دکادیانی (مؤرخہ ۱۵؍جولائی ۱۸۹۷ء) | ۱۶۹ |
| غلام فاطمہ لیّہ کا اشتہار | ۱۷۲ |
| فقیر محمد سیالکوٹ کی ایک گواہی | ۱۷۳ |
| محمد سید عالم گوجرانوالہ | ۱۷۴ |
| رؤیائے صادقہ | ۱۷۴ |
| جواب درخواست | ۱۷۶ |
| مرزا کے متعلق منذر خوابیں | ۱۸۳ |
| کادیانی کے متمسکہ دونوں بناوٹی الہام اور تیسری جھوٹی خواب کا ردوابطال | ۱۸۵ |
| نقل پرچہ محمد سید عالم طالب العلم | ۱۸۵ |
| کادیانی کی جعل سازی | ۱۸۶ |
| دھوکے کا انجام رسوائی | ۱۸۷ |
| ہمارے الہاموں کی سچائی اور کادیانی کی رسوائی | ۱۸۷ |
| پہلے الہام کے افتراء ہونے کی وجوہات (اشتہار لیّہ) | ۱۸۹ |
| فقیر محمد سیالکوٹ کے دوسرے الہام کی من گھڑت ہونے کی وجوہات | ۱۹۰ |
| کادیانی کی جوڈیشل مقدمہ میں شکست | ۱۹۳ |
| جنگ کی کیفیت اور اس میں نئے عیسائیوں (مرزائیوں) کو شکست | ۱۹۶ |
| قصہ کرسی کے متعلق کادیانی کے اشتہار ۷؍مارچ ۱۸۹۸ء کا ذکر وجواب | ۲۱۶ |
| حاشیہ جات | ۲۱۹ |
| مرزا کے دام سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے ایک دل پذیر تقریر | ۲۲۳ |
| مے باید شنید (یہ رسالہ اس دفعہ کیوں غیر معمولی دیر سے نکلا؟) | ۲۲۷ |
| حاشیہ جات | ۲۳۰ |
| مرزا کو ہم نے کیوں چھوڑا؟ | ۲۳۱ |
| موقوفی جنگ کا اعلان | ۲۳۳ |
| موقوفی جنگ کا دوبارہ اعلان | ۲۳۳ |

| | |
|---|---|
| مسٹر ڈوئی کی عدالت میں مرزا قادیانی کا اقرارنامہ نقل فیصلہ مسٹر جے.ایم ڈوئی صاحب بہادر آئی سی.ایس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور بمقدمہ مرزاغلام احمد ساکن قادیان | ۲۳۵ |
| حکم | ۲۳۵ |
| نقل اقرارنامہ مرزاغلام احمد قادیانی بمقدمہ فوجداری۔ اجلاسی مسٹر جے.ایم ڈوئی صاحب بہادر۔ ڈپٹی کمشنر وڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور | ۲۳۵ |
| اقرارنامہ | ۲۳۶ |
| حاشیہ جات | ۲۴۲ |
| مراسلت (جس کے نقل کرنے کا مضمون سابق میں وعدہ دیا گیا تھا) | ۲۴۳ |
| قادیان کے مرزااوراس کی جماعت کی درخواست وغیرہ کا جواب | ۲۴۷ |
| خلاصہ فیصلہ آسمانی کا خلاصہ | ۲۵۱ |
| خلاصہ جواب فیصلہ مذکور | ۲۵۲ |
| حاشیہ جات | ۲۵۸ |
| ضروری نوٹ (جس میں مرزاکو حکم کہلانے کا مغالطہ اور جلسہ لاہور کی مختصر کیفیت) | ۲۵۹ |
| فتویٰ جواز امامت مرید قادیانی میں ان حضرات کی دھوکہ بازی | ۲۶۵ |
| حاشیہ جات | ۲۷۲ |
| پرافٹ قادیاں کی پیشین گوئی کا پورانہ ہونا (۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء) | ۲۷۳ |
| خلاصہ بیان اشتہارات پرافٹ قادیان | ۲۸۱ |
| حضرات علماء وقت سے استفسار واستشہاد | ۲۸۴ |
| پرافٹ قادیان کو الٹی میٹم (آخری اعلان جنگ) | ۲۸۷ |
| طاعون کا روحانی سبب اور علاج | ۲۸۹ |
| طاعون کی پیش گوئی پر بحث | ۳۰۰ |
| طاعون | ۳۰۲ |
| جلسۂ طاعون | ۳۱۴ |
| طاعون | ۳۱۶ |

| | |
|---|---|
| الطاعون | ۳۲۱ |
| عدالت میں کرسی ملنے کی حقیقت | ۳۶۲ |
| درخواست چندہ برائے توسیع مکان | ۳۶۴ |
| اس دروغ گوئی کی تکذیب | ۳۶۹ |
| مرزا قادیانی کا جھوٹ | ۳۷۴ |
| ایسے مال دولت عیش وآسائش دنیاوی کی نسبت قرآن وحدیث کا فیصلہ | ۳۹۲ |
| ایسی صحت وطاقت کی نسبت قرآن وحدیث کا فیصلہ | ۳۹۵ |
| ایسی کثرت وجمعیت کی نسبت قرآن وحدیث کا فیصلہ مذکور | ۳۹۶ |
| حاشیہ جات | ۴۲۴ |
| کرشن قادیان اور مسلمانان | ۴۳۳ |
| زلزلے کا روحانی سبب اور اس کا علاج | ۴۳۷ |
| الوصیت | ۴۴۳ |
| الانذار | ۴۴۷ |
| النداء من وحی السماء | ۴۵۳ |
| اس روحانی علاج کا خلاف اور اس پر عذاب کا خوب | ۴۶۰ |
| کرشن قادیانی کی گورنمنٹ اور پبلک کو دھوکہ دہی | ۴۶۳ |
| کیا گورنمنٹ اب بھی دروغ گوئی ودھوکہ دہی کرشن قادیانی کا نوٹس نہ لے گی؟ | ۴۷۹ |
| کھلی چٹھی ...... بحضور نواب المعلّٰی القاب ہز اکسیلنی وایسرائے وگورنر جنرل ہندو ہز آنر لفٹنٹ گورنر پنجاب | ۴۸۱ |
| حاشیہ جات | ۴۸۲ |
| کرشن قادیانی کی دھوکہ دہی میں اس کے چیلے کی تیز قدمی سے پیروی | ۴۸۳ |
| سلسلہ احمدیہ کی سچائی پر ایک ہی دلیل کافی ہے | ۴۸۸ |
| اسلامی حکم سیاسی متعلق جہاد وقتل مرتد اور سید محمد ومرزا غلام احمد ...... لائق توجہ گورنمنٹ | ۴۹۱ |
| کھلی چٹھی | ۵۰۱ |
| خط مولانا بٹالوی بنام مرزا قادیانی | ۵۰۶ |

| | |
|---|---|
| حقیقت الوحی پر ریویو | ۵۱۴ |
| مرزا کی پانچ نئی باتوں کا تجزیہ | ۵۱۹ |
| حاشیہ جات | ۵۲۴ |
| **آسمانی مسیح اور اس کا رفیق مہدی اور گورنمنٹ انگلشیہ (تمہیدی ریمارک)** | ۵۲۵ |
| امر اوّل وششم کا بیان | ۵۴۴ |
| امر دوم وسوم ونہم ودہم کا بیان | ۵۴۵ |
| امر چہارم وپنجم کا بیان | ۵۴۸ |
| امر ہفتم وششم کا بیان | ۵۴۸ |
| آمد مہدی کی نسبت اہل اسلام قدیم کا اعتقاد وخیال | ۵۶۳ |
| اعتقاد اوّل وسوم اور اس کے متعلقات کا بیان | ۵۶۴ |
| ان احادیث کا نتیجہ جو اہل اسلام قدیم اس سے نکالتے ہیں | ۵۶۷ |
| اس حدیث کے نتائج | ۵۶۹ |
| نتائج بحق اہل اسلام | ۵۸۴ |
| نتیجہ بحق گورنمنٹ | ۵۸۸ |
| مرزائی پارٹی سے سوال | ۶۰۰ |
| مرزائیوں کے ایک اعتراض کا جواب | ۶۰۱ |
| حاشیہ جات | ۶۰۲ |
| **مفتح الکلام ومقطع الخصام فی اثبات الحیوۃ والمجیئ للمسیح علیہ السلام** | ۶۰۹ |
| مدعیان وفات مسیح کی قرآن وحدیث واجماع اہل سنت سے خلاف ورزی اور خدا ورسول وصحابہ ودیگر ائمہ دین بخاری وغیرہ پر افتراء پردازی | ۶۳۹ |
| حاشیہ جات | ۶۴۴ |
| **تکفیر عقائد کفریہ قادیانی** | ۶۴۵ |


○ ...... ○ ...... ○

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

# الہامی قاتل مرزا غلام احمد

## اس کے الہام کا مقتول پنڈت لیکھرام

## ہندو، مسلمان اور گورنمنٹ

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

**الحمد للّٰہ و کفٰی و سلام علی عبادہ الذین اصطفٰی**

کس بشنود تا نشنود من گفتگوئی میکنم

لاہور اور دیگر بلاد پنجاب میں اس وقت ہندو اور مسلمانوں میں تفرقہ وفساد کا جوش موج زن ہے جس کی لہریں دن بدن ترقی پکڑتی جاتی ہیں۔

اس وقت تو یہ جوش ریلیجنز (مذہبی) جوش ہے اور اگر اس کا انسداد نہ ہوا تو واقعات کی ظاہری صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مذہبی جوش پولیٹیکل (ملکی) جوش ہو جائے گا اور اس کا اثر گورنمنٹ تک پہنچے گا۔

ہم اپنے مذہب اسلام کے حکم ’’**الدین النصیحۃ**‘‘ کی ہدایت سے اس کا سبب وعلاج بیان کرنا چاہتے ہیں۔ گو ہم کو اس کی تعمیل وتاثیر کی امید کم ہے، بلکہ مایوسی ہے اس کو سن کر غالباً ہندو یہ کہیں گے کہ یہ سبب وعلاج بیان کرنے والا ایک کٹر مسلمان اور مسلمانوں کا ایک مذہبی لیڈر (رہنما) ہے اور جو سبب اس جوش کا اس نے بیان کیا ہے۔ اس میں ہندوؤں کی غلط فہمی اور زیادتی کا اظہار کیا ہے اور جو علاج بتایا ہے اس میں زیادہ تر اسلام ومسلمانوں کا فائدہ سوچا ہے اور ہندوؤں کی خواہشوں اور منصوبوں کو دبانا چاہا ہے۔

ہم اس کی کیوں سنیں، نادان وعوام مسلمان (جو نہ علم رکھتے ہیں، نہ صحبت اہل علم جس سے وہ اسلام وایمان کی حقیقت جان سکیں اور وہ صرف غلام محمد وغلام احمد نام سن کر موسوم کو مسلمان سمجھ لیتے ہیں) یہ کہیں گے کہ اس جوش کا قوی اور قریب سبب ایک مسلمان کی تحریرات کو (جو بغایت درشت الفاظ اور غلیظ سب وشتم سے بھرے ہوئے ہیں اور جن کا سلسلہ جب سے شروع ہوا ہے۔ درشت زبانی میں روز بروز ترقی کر رہا ہے اور اس کے الہامات کو جن میں لوگوں کے قتل کے پیش گوئیاں ہیں) قرار دیا ہے اور جو آخری علاج بتایا ہے، اس میں بھی اس مسلمان کو تکلیف ونقصان پہنچنے کا ایک احتمال ہے۔ گو پورا یقین نہیں۔ پھر ہم اس کو کیوں مانیں گورنمنٹ یہ کہے گی کہ فریقین کے بڑے بڑے لیڈروں نے جو گورنمنٹ کے معتبر اور مشیرین یہ باتیں نہیں کہیں، تم کون ہو کہ ہم تمہاری سنیں:

رموز مملکت و ملک خسرواں دانند ۔۔۔ گدائے گوشہ نشینی تو مولوی مخروش

اس مایوسی کے ساتھ ایک خوف بے امنی بھی مانع ہے۔ اس معاملہ میں کئی دوست ہم کو کہہ چکے ہیں کہ تم برطبق مثل ’’تو نہ مان میں تیرا مہمان‘‘ خواہ مخواہ فریقین اور گورنمنٹ کے خیر خواہ تو بنتے ہوا یسا نہ ہو کہ تم بھی اس لپیٹ میں آجاؤ اور قومی شہیدوں میں داخل کئے جاؤ۔

ادھر ہندو ڈراتے اور دھمکاتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کے فلاں فلاں لیڈروں کو جام شہادت پلائیں گے اور تمام مسلمانوں کو آریہ ورت سے نکال دیں گے۔ ادھر ان کے اصلی مقابل اور ان کے مقتول کے الہامی قاتل بذریعہ اشتہارات وغیرہ تحریرات مشتہر کر رہے ہیں کہ جو شخص ہماری اس ظاہری کرامات کو نہ مانے گا اور اس میں ’’ہر کہ شک آرد کافر گردد‘‘ کا مصداق بن کر ان کا ظاہر کرے گا۔ اس کو بھی ہم پنڈت لیکھرام کے پاس پہنچا دیں گے۔

ہندوؤں کی اس دھمکی سے عوام مسلمان تو ڈر رہے ہی تھے۔ تعجب ہے کہ ان سے بڑھ کر وہی زمان کے بہادر اور الہامی قاتل صاحب ڈرے ہیں۔ چنانچہ اس ڈر کا اظہار آپ عریضہ گورنمنٹ عالیہ انگریز مؤرخہ ۲۲/مارچ ۱۸۹۷ء مندرجہ (مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۳۶۶ تا۳۷۶) میں کر کے گورنمنٹ سے التجاء کرتے اور کہتے ہیں: ’’میرا باپ اور بھائی مفسدہ ۱۸۵۷ء میں گورنمنٹ کی خدمت اور گورنمنٹ کے باغیوں کا مقابلہ کر چکے ہیں اور میں بذات خود سترہ (۱۷) برس سے گورنمنٹ کی یہ خدمت کر رہا ہوں کہ بیسوں کتابیں عربی، فارسی اور اردو میں یہ مسئلہ شائع کر چکا ہوں کہ گورنمنٹ سے مسلمانوں کو جہاد کرنا ہرگز درست نہیں ہے اور میں گورنمنٹ کی پولیٹیکل خدمت وحمایت کے لئے ایسی جماعت تیار کر رہا ہوں، جو آڑے وقت میں گورنمنٹ کے مخالفوں کے مقابلے میں نکلے گی۔ (شائد اس سے اس کی یہ مراد ہو کہ اگر گورنمنٹ کا مسلمانان مکہ ومدینہ وروم وشام وکابل وایران سے مقابلہ ہوگا تو اس وقت یہ جماعت گورنمنٹ کی حمایت میں مسلمانوں سے لڑے گی۔ چنانچہ الہام آئندہ اس پر شاہد ہے) اور گورنمنٹ کے متعلق مجھے یہ الہام ہوا ہے: ’’وما کان اللہ لیعذبهم وانت فیهم واینما تولّوا فثمّ وجه اللہ‘‘ یعنی جب تک تو گورنمنٹ کی عملداری میں ہے۔ خدا گورنمنٹ کو کچھ تکلیف نہیں پہنچادے گا اور جدھر تیرا منہ ہوگا اس طرف خدا کا منہ ہوگا اور چونکہ میرا منہ گورنمنٹ انگلشیہ کی طرف ہے اور اس کے اقبال وشوکت کے لئے دعا میں مصروف ہے۔ کیونکہ مجھ کو جیسا گورنمنٹ کی سلطنت وظل حمایت میں امن ہے، نہ مکہ میں ہے،

نہ مدینہ میں، نہ روم میں، نہ شام میں، نہ کابل میں، نہ ایران میں۔ لہٰذا خدا کا منہ بھی اسی گورنمنٹ کی طرف ہے۔

اور اس امر کی شہادت گورنمنٹ خود ہی دے سکتی ہے کہ اس کو میرے زمانے میں کس قدر فتوحات نصیب ہوئی ہیں۔ ان وجوہات سے گورنمنٹ میری جان کی حفاظت کرے اور میری حفاظت کے لئے قادیان میں جہاں اس وقت بجز چوکیداروں کے نہ کوئی تھانہ ہے، نہ چوکی پولیس، پولیس متعین کرے جو میری جان کو ہندوؤں سے بچاوے اور جن ہندوؤں نے مجھے ڈرایا اور دھمکایا ہے۔ گورنمنٹ ان کی ضمانتیں اور مچلکے لے۔''

اس التجا اور عجز والحاح کے وقت الہامی صاحب اپنے وہ سب الہامات کو بھول گئے۔ جن کو وہ اس التجا سے سات روز پہلے اشتہار ۱۵/ مارچ ۱۸۹۷ء (مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج۱،ص۳۴۲) میں اور کئی سال پہلے دیگر تحریرات میں شائع کر چکے تھے کہ ''جب مشکلات کے پہاڑ پر خدا تجلی کرے گا تو انہیں پاش پاش کر دے گا (یعنی تجھے ان سے بچالے گا۔'') اے عیسیٰ (مرزا غلام احمد) تجھے میں تیری اپنی موت سے ماروں گا اور جو ہندو تیرے ذلیل اور لعنتی موتوں کے لئے کوشش کر رہے ہیں، میں ان سے تجھے بچا لوں گا (اشتہار ۱۵/ مارچ ۱۸۹۷ء) اور تجھے خدا تعالیٰ اسی (۸۰) برس کی عمر تک یا اس کے قریب تک (جن میں سے بقول آپ کے ہنوز کچھ اوپر پچاس برس گزرے ہیں) زندہ رکھے گا۔

(ازالہ ص۶۳۵، خزائن ج۳ ص۴۴۳)

''یعصمک اللہ من عندہ وان لم یعصمک الناس'' (براہین) اور اگرچہ تمام لوگ تیرے بچانے سے دریغ کریں، مگر خدا تجھے بچائے گا۔

(براہین احمدیہ ص۵۱۰، خزائن ج۱ ص۶۰۹)

''انا کفیناک المستھزئین'' اور ہم تیرے لئے ٹھٹھا کرنے والوں کو سنبھالنے کے لئے کافی ہیں۔ (انجام آتھم وغیرہ ص۵۱، خزائن ج۱۱ ص۵۱)

''سیھزم الجمع ویولّون الدبر یا عبدی لاتخف انی اسمع واریٰ'' سب بھاگ جائیں گے اور پیٹھ دکھلائیں گے۔ اے میرے بندے مت خوف کر میں دیکھتا ہوں اور سنتا ہوں۔ (انجام آتھم ص۵۴، خزائن ج۱۱ ص۵۴) وغیرہ۔

’’یخوفونک من دونہ ائمۃ الکفر لاتخف انک انت الاعلٰی‘‘ یعنی تجھے خدا کے سوا اوروں سے ڈراتے ہیں۔ یہ کفر کے پیشوا ہیں، مت ڈر غلبہ تجھ ہی کو ہے۔(انجام آتھم ص۵۹، خزائن ج۱۱،ص۵۹)وغیرہ۔

الہامی قاتل صاحب اس خوف اور دہشت کے وقت یہ خیال نہ کر سکے کہ جب مجھے خداتعالیٰ خاص طور پر ہندوؤں سے بچانے اور سلامت رکھنے کا وعدہ دے چکا ہے تو میں جھوٹی خوشامد کر کے گورنمنٹ سے کیوں التجا کرتا ہوں کہ جس طرح ہوسکے میری جان کو بچا لے۔ جب آسمانی عدالت سے حفاظت کا یقین دلایا گیا ہے تو پھر کون سی ضرورت پیش آئی ہے کہ انگریزوں کے دروازہ پر سرگردانی وسرافگندگی کررہا ہوں۔ الہامی قاتل کی اس دھمکی نے عوام وخواص کو ڈرادیا ہے۔

ایک خاص بہادر مسلمان پیسہ اخبار کا ایڈیٹر جو اس وقت اپنی وسعت وکثرت کی وجہ سے بڑا دلیر بہادر تھا۔ پرچہ (۲۰/مارچ ۱۸۹۷ء) میں الہامی قاتل سے ڈر کر التجا کرتا ہے کہ ’’مجھے کچھ عرصہ زندہ رہنے دیجئے اور میری نسبت کوئی پیش گوئی نہ کیجئے گا‘‘ اوراس دھمکی کے خوف سے وہ پرچہ (۲۷/مارچ ۱۸۹۷ء) میں الہامی صاحب کے ایک نامعقول[۱] جواب کو جواب معقول کہہ کر اس کی تائید کرتا ہے۔

اسی طرح وہ اصحاب واحباب الہامی قاتل کی دھمکی سے ڈر گئے ہیں جو اس خاکسار کو اس موقعہ پر کچھ بیان کرنے سے مانع ہورہے ہیں۔ یہ صورت خوف، بے امنی اور وہ حالت ناامیدی ومایوسی ہم کو اجازت نہ دیتی تھی کہ ہم اس جوش کے سبب اور علاج کے متعلق اپنی رائے ظاہر کریں اور اپنی جان کو خطرہ میں اور اپنی رائے کو بیوقعتی کے معرض میں ڈالیں۔ مگر حکم مذکور ’’الدین النصیحۃ‘‘ نے ہم کو اس سبب اور علاج کے بیان پر جرأت دلائی اور خوف بے امنی، سے ہم کو اس آیت نے تسلی دی ’’وان یمسسک اللّٰہ بضرٍ فلا کاشف لہ الا ھو. وان یمسسک بخیر فھو علٰی کل شئ قدیر وھو القاھر فوق عبادہ ھو الحکیم الخبیر (انعام:۱۷،۱۸)‘‘ اوراس مایوسی سے ہم کو اس عربی شعر نے روکا:

فقل[۵] ما یفیض الوقت من غیر سامع ففی الدھر من یرجی بہ الفوز ظافراً

اور عدم توجہ مخاطبین کے خوف سے ہم کو یہ شعر فارسی مانع ہوا:

حافظ وظیفۂ تو دعا کردن است وبس در بند آن مباش کہ نشنید یا شنید

علاوہ برآں اس خیال نے بھی ہماری جرأت وحوصلہ کو بڑھایا کہ جو باتیں ہم کہنی چاہتے ہیں، وہ ایسی حق ہیں کہ باوجودیکہ ان میں بادیٔ الرائی اور اول استماع میں تلخی معلوم ہوگی جو بحکم ''الحق مرٌّ'' حق کے لوازم سے ہے۔ مگر صبر واستقلال وتحمل واستکمال کے ساتھ سن لینے کے بعد امید ہے وہ تینوں فریق (ہندوؤں، مسلمانوں اور گورنمنٹ) کو بھلی اور شیریں معلوم ہوں گی اور مصرع:

صبر تلخ است و لیکن برشیریں دارد

والا نتیجہ پیدا کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! خصوصاً الہامی صاحب کے حامیوں کو جو ان کو مسلمان سمجھ کر ان کی حمایت کا خیال رکھتے ہیں۔ کیونکہ ہماری تجویز سے اس کو انعام واکرام کی امید ہے، نقصان کا احتمال اس صورت میں ہے کہ وہ ہماری تجویز کو نہ مانیں۔ اس امید وخیال سے ہم بتوفیق حق متعال کہتے ہیں کہ اس جوش کا ایک سبب جو قدیم اور بعید سبب ہے، ہندوؤں کا یہ خیال ہے کہ ہم ایک مدت مسلمانوں کی غلامی کر چکے ہیں، اب ان کو غلام بنائیں گے۔

سلاطین اسلام، سلطان محمود غزنوی اور اورنگ زیب کے عہد میں طرح طرح کی ان سے تکلیفیں اٹھا چکے ہیں۔ اب ہم کو موقعہ ہاتھ آیا ہے، اس کے بدلے میں اب ہم ان کو تکلیفیں پہنچائیں۔ مغربی تعلیم اور اس کے ذریعہ سے دولت نے ان کو قوت دی تو اس خیال نے اور ترقی کی اور اس کی عملی تاثیر یہ ظاہر ہوئی اور ہورہی ہے کہ جس محکمہ میں ہندوؤں کا غلبہ یادخل ہے۔ وہاں حتی الوسع ہندو مسلمانوں کو داخل نہیں ہونے دیتے اور جو پہلے سے داخل ہیں وہ مصرع:

اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمے ماند

کے مصداق ہورہے ہیں اور جو مسلمان طمانینت کے ساتھ دخیل ہیں، وہ اپنی حکمت عملی اور عقل مندی سے کام لے رہے ہیں۔ اس تاثیر کا ایک اثر نیشنل کانگریس کا قیام ووجود ہے، جس کا جو نتیجہ ہندو اور مسلمانوں کے حق میں ظاہر ہورہا ہے اور جو ہوگا وہ محتاج بیان نہیں ہے۔

اس سبب کا ازالہ اور اس سبب سے جو جوش ہندوؤں کے خون میں نیا پیدا ہوگیا ہے۔ اس کا معالجہ ہمارے اختیار اور بیان سے باہر ہے۔ تاہم ہم صرف انسانی اور ملکی ہمدردی کے تقاضا سے ہندو صاحبوں کی خدمت میں اس قدر عرض کرتے ہیں، کہ اس وقت دولت آپ کے ہاتھ ہے، مغربی تعلیم آپ کی قوم میں، اتفاق قومی آپ کی جماعتوں میں۔ آپ اسی ترجیح اور بزرگی کو غنیمت سمجھیں اور اس کے فخر میں آ کر ناجائز وسائل سے مسلمانوں کے زیر کرنے کی کوشش نہ کریں۔ وہ لوگ اپنی اس ناگفتہ بہ حالت یعنی ترک پابندی دین، باہمی اختلاف، کمی دولت، قلت وسائل ثروت وتجارت وغیرہ اور کمی تعلیم میں گرفتار رہیں گے اور تنبیہ اور عبرت حاصل نہ کریں گے (خدایا تو ایسا نہ کریو اور رحم کیجیو) تو وہ خود بخود آپ کے ہینگ یا پھٹکڑی لگانے کے بغیر آپ کے غلام بن جائیں گے۔ (اے خدا تو ایسا دن نہ دکھائیو)

آپ مذہبی جوش وخیال، انتقام کو دل ودماغ سے نکال دیں اور یہ بات بھی انصاف کر کے خیال میں لاویں کہ اگر بالفرض کسی وقت بعض سلاطین اسلام سے ہندوؤں کے حق میں نامہربانیاں ہوئی ہیں تو ان کے مقابلہ میں دیگر سلاطین اسلام سے ہندوؤں کے حق میں مہربانیاں بھی تو ہوئی ہیں جو ان مہربانیوں سے ہرگز کم نہ تھیں جو مسلمانوں پر ہوئی تھیں۔

سلطان محمود غزنوی اور شاہ اورنگ زیب کی واقعی یا فرضی سختیاں یاد دلا کر آپ ہندوؤں کے خون میں جوش پیدا کرتے ہیں۔ اکبر بادشاہ کے عہد کی مہربانیاں یاد میں کیوں نہیں لاتے، جس کے دربار میں دیوان ٹوڈرمل کی ویسی عزت تھی جیسے ابوالفضل یا فیضی کی۔ دور نہ جاؤ، اس وقت کابل جا کر دیکھ لو اس میں ہندو بھی ویسے ہی دیوان وارکان ہیں، جیسے کہ مسلمان۔ پھر ان اہل اسلام کی مہربانیوں کو یک لخت فراموش کر کے کسی زمانہ کی سختیاں ہندوؤں کو یاد دلانا انصاف کا خون کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟

اس کے مقابلہ میں وہ جوش جو مسلمانوں میں ہندوؤں کے ایسے خیالات کے برملا اظہار سے پیدا ہوا ہے یا جو پیدا ہوسکتا ہے، اس کا روکنا بھی علاج اور تدبیر سے باہر ہے، کون چاہتا ہے کہ میں آقا بن کر پھر غلام بنوں۔ یا افسر رہ کر ماتحتی قبول کروں۔ اسی خیال سے مسلمان بھی خدا خدا کر کے مغربی تعلیم میں مصروف ہوئے ہیں اور ان کی ترقی تعلیم کے وسائل سوچنے کے لئے ایجوکیشنل کانفرنس اور ان کے حقوق کی حفاظت کے لئے اینگلو اورینٹل ڈیفنس ایسوسی ایشن آف اپر انڈیا قائم ہوئی ہے۔

ان کی خدمت میں ہم برادرانہ التماس کرنے کی زیادہ جرأت کرتے ہیں اوراس کی قبولیت کی زیادہ امید رکھتے ہیں کہ آپ صاحبان ہندوؤں کے اس جوش مذہبی اور خیال انتقام کے مقابلے میں کوئی جوش مذہبی اور خیال انتقام دل ودماغ میں نہ آنے دیں۔ بلکہ صبر وتحمل اور استقلال سے کام لیں اور اپنی بہتری اور اصلاح کی تدبیر ورفتار کو استحکام کے ساتھ برابر جاری رکھیں اور اگر ایسا حوصلہ اور ہمت نہیں رکھتے تو اپنے ملکی بھائیوں کی جو تعلیم میں، دولت میں، قومی اتفاق میں، تم سے بڑھ گئے ہیں، غلامی کو قبول کرلیں۔ اس صورت سے غالباً کچھ دن آرام سے گزر جائیں گے، ورنہ آئے دن مصیبتوں کا سامنا رہے گا۔

اور اگر غلامی میں رہنے سے عار ہے اور اپنے بزرگوں کے فاتح ہونے کا کوئی قصہ یا افسانہ یاد ہے اور آبائی عزت وغیرت کے خون کا تمہاری رگوں میں کچھ اثر ہے تو مغربی تعلیم میں جس کے واسطے گورنمنٹ نے ہندو اور مسلمانوں کے لئے یکساں وسائل بہم پہنچا دیئے ہیں، کوشش اور ترقی حاصل کر کے موجودہ فاتح قوم کی سلطنت کے ارکان بنیں اور دولت وثروت اور حشمت وشوکت کے حصول میں تعلیم کے علاوہ تجارت وحرفت کے ذریعے کوشش کو حد کمال تک پہنچائیں اور اس کے ساتھ اپنے مذہب اور علوم مذہب میں بھی ترقی کریں اور دوسرے مذاہب اور ان مذاہب والوں سے ناجائز مزاحمت کا جس کی (تمہارا مذہب اجازت نہیں دیتا) خیال دل میں ہرگز نہ آنے دیں۔ ہماری ان گزارشات پر فریقین نے توجہ کی تو امید ہے کہ اس جوش کی کمی ہو جائے گی۔

مسلمان تو پہلے ہی اپنی خستہ حالی کی مصیبت میں مبتلا ہونے کی وجہ سے خدا کا شکر ہے کہ چپ ہیں اور ایسے وقت میں جبکہ ہندوؤں کے جوش کا دریا کناروں سے باہر ہو رہا ہے۔ وہ کسی ناجائز وخلاف قانون حرکت کے مرتکب نہیں ہوتے اور اپنے لیڈروں، روزانہ کی ہدایتوں اور نصیحتوں پر (جو صبر وتحمل کے باب میں وہ ان کو کررہے ہیں) کاربند ہیں۔ ہندو صاحبان بھی اگر حوصلہ وانصاف کو کام میں لائیں گے تو ہماری اس ناصحانہ التماس سے فائدہ اٹھائیں گے۔

وہ سلطان محمود اور اورنگ زیب کی فرضی یا واقعی کہانیاں چھوڑ کر شاہان اکبر جہانگیر اور شاہجہان کی مہربانیوں کو پیش نظر رکھ کر مذہبی کدورت سے صاف سینہ ہو کر اپنے کام ترقی تعلیم ودولت میں (جس میں وہ مسلمانوں سے پہلے ہی بہت بڑھ گئے ہیں) مصروف

رہیں اور یہ یقین رکھیں کہ جو اس دوڑ میں بڑھے گا، وہی آقا ہوگا اور جو پیچھے رہے گا، وہی غلام ہوگا۔ اس تدبیر ترقی کے سوا اور کسی تدبیر کی ضرورت نہیں ہے۔

دوسرا سبب (جو قریب اور جدید ہے) یہ ہے کہ مسلمانوں کی بدقسمتی وبداقبالی کی وجہ سے ان میں الہامی قاتل صاحب پیدا ہوگئے۔ جنہوں نے پہلے تو اسلام کا وکیل بن کر مخالفین اسلام نصاریٰ، یہود اور ہنود وغیرہ سے مباحثہ ومناظرہ کا بیڑا اٹھایا اور ان کے مقابلہ میں ایک کتاب براہین احمدیہ نام تصنیف کر چکنے اور اس میں قرآن اور اسلام کی حقیقت پر تین سو دلائل عقلیہ قرآن ہی سے نکال کر درج کر دینے کا اشتہار دے دیا اور اس اشتہار میں یہ درج کیا کہ مخالفین میں سے جو شخص اس کا جواب دے گا، دس ہزار روپیہ اس کو انعام دوں گا۔

اس اشتہار کے ذریعہ مسلمانوں کو دام میں لاکر اور اپنا معتقد ومفتون بنا کر اور اس کتاب کی صرف چند جلدیں چھاپ کر خریداروں اور معاونوں سے باعتراف خود دس ہزار روپیہ پیشگی وصول کر کے خورد برد کر لیا اور ان جلدوں میں ان تین سو دلائل میں سے جن کے درج کر دینے کا اظہار کیا تھا ایک دلیل بھی پوری بیان نہ کی، صرف چند تمہیدی باتوں کو مختلف پیرائیوں، نظم اور نثر میں اور تکرار کے ساتھ لکھ کر خریداروں کی تسلی کر دی۔

پھر جب یہ خیال آیا کہ اس کتاب کی بقیہ جلدوں کا تو خارج اور نفس الامر میں بجز اپنے خیال کے کہیں نام ونشان نہیں اور ان تین سو دلائل کا تو اپنے خیال میں بھی وجود نہیں۔ لہٰذا اس بقیہ حصوں کتاب کا چھاپنا ناممکن ہے اور اس روپیہ کا جو اس کے عوض میں لیا گیا ہے، ہضم ہونا مشکل تو اس کتاب کی تیسری اور چوتھی جلد سے آپ نے الہام بازی شروع کر دی اور اپنے خریداروں اور معتقدوں کی توجہ عقلی دلائل کی طرف سے اپنے الہامات کے تماشے کی طرف منعطف فرمادی۔ نیز خریداروں کا دل بہلانے اور ان کے دماغ سے تین سو دلائل اور باقی حصوں کتاب کا خیال اچھی طرح بھلا دینے کی غرض سے چند رسالے، سرمہ چشم آریہ اور شحنۂ حق وغیرہ جن میں متفرق مسئلوں پر بحث کی گئی ہے، شائع کر دیئے اور چند دوسرے ایسے رسالوں کی بذریعہ اشتہارات بشارت دے دی، جن میں بہت سے الہاموں اور پیش گوئیوں کے درج کرنے کا وعدہ کیا۔

ازانجملہ ایک رسالہ ''سراج المنیر'' ہے جس کی نسبت اشتہار (۲۰؍فروری ۱۸۹۶ء) میں چند ہفتوں میں ختم کر کے چھاپ دینے کا اقرار کر کے صدہا روپیہ اور بھی

مسلمانان پٹیالہ وغیرہ سے وصول کرلیا۔لیکن وہ رسالہ اس وقت تک کہ مئی ۱۸۹۷ء ہے شائع نہ کیا[۴]۔

ان جلدوں براہین اور رسائل اور اشتہارات میں ہندوؤں کو کوسنا ان کو بہو بیٹیوں[۵] کی گالیاں دینا اور اپنے الہامات میں ان کو دھمکانا اور الہامی قتل سے ڈرانا اور ان کے معبودوں کو برا کہنا شروع کیا۔انہیں ڈرانے والے الہامات میں آپ کا وہ الہام بھی تھا، جو مقتول لیکھرام کے متعلق اپنی کتاب آئینہ کمالات میں شائع ومشتہر کیا تھا۔ یہ دونوں امر (ہندوؤں اوران کے معبودوں کو برا کہنا اورالہامی قتل[۶] سے ان کوڈرانا) ہندوؤں کے کمال اشتعال اور عداوت کے قریب اور قوی سبب ہوگئے ہیں۔ پہلے تو ان کے بے خبر اور زبان دراز مذہبی اور قومی وکیل پنڈت مقتول نے جوان میں ایک چلتا پرزہ تھا۔

سالہا سال دل کوکھول کر اسلام اوراس کے ہادی کو برا بھلا کہااور براہین احمدیہ کے مقابلہ اور جواب میں چند کتابیں جومحض بدگوئی اور بدزبانی سے بھرئی ہوئی تھیں اور جن کا بہت سا حصہ متعصب عیسائیوں کی تحریروں سے انتخاب کیا ہوا تھا۔ادھرادھر سے جمع کراکے چھپواکر شائع کردیں اور ساتھ ہی اس کے عام مجلسوں میں تقریروں کے ذریعے بھی ہادیٔ اسلام ﷺ کو برا کہہ کر مسلمانوں کورنج پہنچایا۔

پھر جب وہ کسی سبب سے جس کی تعیین میں اہل الرائے کا اختلاف ہے (جو اشتہاروں میں بیان ہوا ہے) قتل کیا گیا۔تو ہندوؤں کوالہامی قاتل صاحب کے الہام مذکور کا بہانہ ہاتھ آگیا۔انہوں نے اس کی دست آویز سے یہ یقین ظاہر ومشتہر کردیا کہ ہمارے قومی وکیل کواس شخص نے اپنے الہام کی تصدیق کی غرض سے قتل کروادیا ہے۔

بعض ہندوؤں نے اور مسلمانان کوبھی اس قتل کی سازش میں شریک کردیااور یہ کہا ہے کہ ان کے مقدمہ فوجداری میں جو پنڈت کوسزا نہ ملی اوراس سے ان مسلمانوں کوخفت حاصل ہوئی،تو ملاؤں سے فتویٰ لے کراس کوقتل کروادیا۔وہ بھی اس قتل کی سازش والزام سے الہامی قاتل کو بری نہیں کرتے اورفتویٰ قتل کے ساتھ اس کی پیش گوئی مذکور کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

الہامی قاتل یہ پیش گوئی نہ بھی کرتا اور ہندوؤں میں اس کی پیش گوئی کا نونس نہ لیا جاتا اورصرف ان مسلمانان اہل مقدمہ پر الزام قتل قائم کیا جاتا۔تو بھی اس کا رجوع اسی الہامی قاتل کی طرف ہوتا۔ان مسلمانوں نے پنڈت مقتول پر مقدمہ کیوں چلایا؟ اس کی بدگوئی وتوہین اسلام کی وجہ سے، پنڈت نے ایسی بدگوئی اورتوہین کیوں کی؟ جس سے مقدمہ

چلانے کی نوبت آئی؟

اسی الہامی قاتل کے ان کو اور ان کے معبودوں کو برا بھلا کہنے ور کمال اشتعال دلانے سے اور جس حالت میں وہ اس بدگوئی اور اشتعال کے علاوہ لیکھرام کے قتل ہو جانے کی پیش گوئی بھی کر چکا تھا اور تمام ہندوؤں کو اس پیش گوئی کا علم وخیال ہو گیا۔ تو اس سے ان کو حق یہ پیدا ہو گیا اور بہانہ ہاتھ آ گیا، کہ یہ قتل اسی کا کام ہے، گو اس میں بعض ہندوؤں نے اور مسلمانان کو بھی شریک ومعاون قرار دیا ہے۔ بلکہ اکثر ہندوؤں کا تو یہ خیال ہو گیا ہے، کہ تمام مسلمان اس کام میں الہامی قاتل کے مددگار یا کم سے کم ہمدرد اور متفق الرائے ہیں۔

اور اس خیال سے انہوں نے سبھی مسلمانوں کو اپنا دشمن سمجھ لیا ہے اور اس کے بدلے میں ان کی ایذاء رسانی کا خیال پختہ کر لیا ہے۔ ہندو ایڈووکیٹ وغیرہ ہندو اخبارات نے جو کچھ مسلمانوں کے برخلاف لکھا ہے وہ اسلامی اخباروں میں مشتہر ہو چکا ہے۔ ہم اس کے ذکر واعادہ کو پسند نہیں کرتے اور جو عملی کارروائیاں زبردست ہندو زیردست مسلمانوں کی تباہی کے واسطے کر رہے ہیں، ان کو بیان کر کے اپنے مسلمانوں کے رنج کو تازہ کرنا نہیں چاہتے۔

اس کے مقابلے میں مسلمان جو تدبیریں سیلف ڈیفنس (اپنی حفاظت کے واسطے کر رہے ہیں اور جو ان کی عملی کارروائی شروع ہو گئی ہے۔ اس میں ہم ان کے اس وجہ سے شکر گزار وثنا خوان ہیں۔ کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے۔ اس میں کسی امر خلاف قانون کا ارتکاب نہیں کیا اور نہ اپنے مذہبی رنج کو جو انہیں پہنچایا گیا۔ پولیٹیکل اجیٹیشن (ملکی جوش) کا مخزن اور منبع بنایا۔ لیکن اس قدر برادرانہ وناصحانہ التماس ضرور کریں گے کہ اس سے بہتر اور آسان تدبیر وہ ہے جو ہم تحریر کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا نتیجہ ان کی تجاویز کے نتیجے سے مفید تر اور آسانی سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ مگر ہم پہلے ہندوؤں کی خدمت میں کچھ گزارش کر لیں، پیچھے ان کی خدمت میں وہ تدبیر عرض کریں گے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ۔

ہندو صاحبان کے اس حد اعتدال سے گزرے ہوئے جوش کو اعتدال میں لانے کے لئے ہم گزارش کرتے ہیں اور وہی اس فساد کا جو اس جوش پیدا ہونے والا ہے علاج ہے، کہ اول تو اس یقین کو دل ودماغ سے نکال دیں، کہ پنڈت مقتول کا قاتل کوئی مسلمان ہے اور اس یقین کے مقابلہ میں اس احتمال کو بھی خیال میں لاویں کہ اس کا قاتل کوئی ہندو ہو۔ جس کی وجہ مذہبی یہ ہو سکتی ہے کہ اس پنڈت سے جیسے مسلمان آزار رسیدہ اور ناخوش تھے۔

ویسے ہی ہندو بھی تھے۔

اور بقول ایڈیٹر اخبار عام (جو ایک پنڈت ہے) وہ ہندوؤں کے بزرگوں کو بھی ویسا ہی پانی پی پی کر گالیاں دیتا تھا۔ جیسے مسلمانوں کے بزرگوں کو، اس وجہ سے اس قتل کو شبہ وگمان جیسا کہ ایک کٹر مسلمان پر ہوسکتا ہے۔ ویسا ہی ایک کٹر ہندو پر بھی۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ مسلمانوں کو اس شبہ کے لئے مخصوص کیا جائے اور اس کی پرائیویٹ وجہ وہ ہے جو اخباروں میں مشتہر ہو چکی ہے اور اس وجہ کی نظر سے سول اینڈ ملٹری گزٹ نے جو نیوٹرل (غیر طرف دار) اخبار ہے اور ہندو ومسلمان دونوں سے علیحدہ ریمارک کرتا ہے۔ کہ ''ممکن ہے کہ آخر کار یہ ایک پرائیویٹ قتل ہو۔''

اور گو ہندو صاحبان اس احتمال کو خیال میں جگہ نہ دیں اور بلا دلیل اس احتمال اول پر اپنا یقین وایمان قائم رکھیں کہ ضرور اس کو کسی مسلمان نے مارا ہے اور الہامی قاتل نے اس کو بہکا کر اس قتل کا مرتکب بنایا ہے، تو پھر بھی ان کو یہ حق کہاں پہنچتا ہے کہ اس جرم قتل میں تمام مسلمانوں کو اس کا شریک ومددگار یا ہمدرد ومتفق الرائے سمجھیں۔ کیا ان کو معلوم نہیں ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں بہت ہی کم لوگ ہیں جو الہامی قاتل کو مسلمان سمجھتے ہوں۔ وہ تو جمہوری رائے سے اس کو دائرہ اسلام سے خارج کر چکے ہیں۔

اور علماء ہندوستان وپنجاب، پشاور سے کلکتہ اور مدراس وبمبئی تک اس پر تکفیر کا فتویٰ لگا چکے ہیں۔ جو (اشاعۃ السنۃ ج ۱۳) میں درج ہوکر تمام ملکوں میں شائع ہوگیا ہے اور اس کی ایسی کارروائیوں سے کہ وہ ہندوؤں اور ان کے معبودوں اور اکابر مذہب کو گالیاں دیتا ہے۔ وہ لوگ بھی ناراض ہیں جو ہنوز اس کا کافر نہیں کہتے۔ بلکہ صرف گمراہ یا خطا کار قرار دیتے ہیں اور اس دشنام دہی سے وہ اپنے ہادی کی تاکیدی ہدایتوں کو مانع پاتے ہیں۔ قرآن شریف میں جو مسلمانوں کا دین وایمان ہے، خدا کا یہ ارشاد ہے:

''لا تسبّوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبّوا اللہ عدواً بغیر علم (انعام:۱۰۸)'' جن کو تمہارے مخالف خدا کے سوا پکارتے اور پوجتے ہیں۔ ان کو تم گالی نہ دو وہ دشمنی سے اس کے بدلے ومقابلے میں خدا کو گالیاں دیں گے۔

بخاری ومسلم میں جو مسلمانوں میں قرآن کی مانند واجب العمل تسلیم کی جاتی ہیں۔ ایک حدیث ہے:

’’عن عبدالله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ من الكبائر شتم الرجل والديه قالوا يا رسول الله وهل يشتم الرجل والديه قال نعم يسب ابا الرجل فيسب اباه ويسب امه فيسب امه. متفق عليه(مشكوٰة ص ۴۱۱)‘‘

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ بڑے بھارے گناہوں سے یہ عمل ہے کہ انسان اپنے ماں باپ کو گالیاں دے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسا بھی کوئی ہے جو اپنے ماں باپ کو گالیاں دیتا ہو۔ آپ نے فرمایا ہاں (لوگ یوں گالیاں دیتے ہیں) کہ اس نے اس کے باپ کو گالی دی۔ وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے۔ اس نے اس کی ماں کو گالی وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔

اور اس الہامی قاتل کی ان پیش گوئیوں کو جو لوگوں کے مرنے کی نسبت وہ مشتہر کرتا ہے۔ بعض وہ لوگ بھی نہیں مانتے، جو اس کے اتباع میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ان پیش گوئیوں میں وہ اس کو خطا پر سمجھتے ہیں۔ گو اس کی اور باتوں کے دھوکہ میں پھنسے ہوئے ہیں۔ بہرحال اس کے قتل کے الہاموں اور گالیوں کو تسلیم کرنے والے مسلمان بہت ہی کم ہیں۔

ہاں! اس میں شک نہیں کہ مقتول پنڈت کی گالیوں سے تمام مسلمان بہت تنگ دل وآزردہ خاطر ہیں اور ایسا مسلمان کوئی نہ ہوگا، جس کے دل میں ان گالیوں کا سخت رنج نہ ہوگا۔ مگر اس رنج کو اس ذریعے سے نکالنا کہ وہ اس کو قتل کر ڈالیں یا اس قتل کی سازش میں شریک ہوں یا اس سے اتفاق کریں، وہ ہرگز پسند نہیں کرتے۔ اس پر روشن دلیل یہ ہے کہ گالیوں اور مذہبی توہین کے بدلے ایک غیراسلامی سلطنت کے زیرحکومت رہ کر توہین کنندہ کے قتل کو وہ بحکم مذہب جائز نہیں سمجھتے اور خلاف ورزی قانون سلطنت سے اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنا وہ گناہ جانتے ہیں۔ اگر وہ اس امر کو جائز سمجھتے اور اس کی جرأت رکھتے تو اس پنڈت کے پہلے الہامی قاتل کا کام تمام کر چکے ہوتے۔

کیونکہ وہ شخص باوجود منافقانہ دعویٰ اسلام آنحضرت ﷺ کی سخت توہین کر چکا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کو توڑ کر خود نبی بن بیٹھا ہے اور آنحضرت کے حق میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس بشارت کو کہ میرے بعد ایک رسول آئے گا، جس کا نام احمد ہوگا۔ آپ سے چھین کر اپنے اوپر لگا چکا ہے اور حضرت مسیح کے معجزات کو مسمریزم اور قابل نفرت کہہ کر ان کی سخت توہین کی ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کے مذہب اور اعتقاد میں مسیح علیہ السلام بھی

ویسے ہی واجب التعظیم ہیں جیسے آنحضرت ﷺ اور دوسرے انبیا علیہم السلام۔

اور اس توہین کے علاوہ اس نے ان کو برملا گالیاں دیں اور لعنتیں کہی ہیں، جس پر بھی مسلمانوں نے صبر کیا اور اس پر صرف فتویٰ کفر لگا کر اپنی جماعت سے اس کو خارج کر دیا اور بلحاظ خوف قانون گورنمنٹ جس کی پابندی وہ بلحاظ مذہب بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اوپر بیان کیا گیا ہے اور آئندہ علیحدہ بھی بیان ہوگا، اس کے قتل کا ارادہ نہ کیا۔

اس مثال کے جواب میں اگر ہندو یہ کہیں کہ وہ بظاہر تو مسلمان کہلاتا ہے اور نام ہی کا اکثر مسلمانوں کو لحاظ ہوتا ہے۔ اس لئے مارا نہیں گیا۔ تو ہم دوسری مثال پیش کرتے ہیں۔ پادری لوگ ہمیشہ گلی کوچوں میں مذہب اسلام کی توہین کرتے ہیں اور ہادی اسلام کو برا کہتے ہیں۔ مگر کسی نے نہ سنا ہوگا کہ کسی پادری کو کسی مسلمان نے گالیوں کے بدلے مار ڈالا ہے۔

تھوڑے دن گزرے ہیں کہ گڑگانوے کے ایک پادری نے آنحضرت ﷺ کی توہین میں ایک رسالہ اردو میں شائع کیا تھا۔ اس رسالہ کو دیکھ کر بھی مسلمانان دہلی اور قرب وجوار کو جن کو اس قتل کے الزام میں شامل کیا جاتا ہے، جوش نہ آیا اور انہوں نے اس پادری کو قتل نہ کیا، بلکہ صرف ایک ڈیپوٹیشن کے ذریعہ سے جس میں یہ خاکسار راقم مضمون بھی شامل تھا۔ سابق لفٹنٹ گورنر پنجاب کی خدمت میں اس شکایت کو پیش کیا۔ جس پر ہزآنرز لفٹنٹ گورنر صاحب نے صرف اس قدر مسلمانوں کی دل جوئی اور دادرسی کی کہ اس رسالے کی اشاعت روک دی اور کوئی اور کسی قسم کی سزا اس پادری کو نہ دی۔ تب بھی مسلمانان دہلی وغیرہ نے پادری کے برخلاف کوئی کارروائی نہ کی۔

اس مثال سے جس کے ماننے میں کسی کو عذر کی گنجائش نہیں۔ ہندوؤں کو یقین حاصل ہوسکتا ہے کہ اپنے ہادیوں کے حق میں گالیاں سن کر بھی مسلمانوں کو صبر کی عادت ہے اور ان کو مذہب کی طرف سے اجازت نہیں ہے کہ غیر اسلامی سلطنت کے ماتحت رہ کر وہ گالیوں کا انتقام قتل سے لیں۔ کیونکہ اس سے ان کو اپنے قتل وہلاکت کا خوف ہے۔ جس سے ان کو یہ حکم خداتعالیٰ مانع ہے: ’’ولا تلقوا بایدکم الی التہلکۃ (بقرہ:۱۹۵)‘‘ یعنی اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

مسلمانوں کے اس عمل واعتقاد کو اور الہامی قاتل کی نسبت مسلمانوں کے خیالات مذکورہ بالا کو ہندو انصاف سے سوچیں گے اور اس میں غور وتامل کو کام میں لائیں گے۔ تو وہ

یقین کریں گے کہ اگر بالفرض والتسلیم ان کے مقتول کو الہامی قاتل نے قتل کرادیا ہے تو بھی مسلمانوں کو اس کے فعل سے کوئی تعلق نہیں ہے نہ مسلمان اس کے اس فعل میں (اگر وہ بقول وزعم ہندوؤں کے اس سے وقوع میں آیا ہے) شریک ہیں نہ معاون نہ ہمدرد۔

اور اس یقین سے امید ہے کہ وہ اپنے اس غلط خیال کو واپس لیں گے اور بذریعہ ان ہی اخبارات کے جن میں وہ غلط خیال شائع کر چکے ہیں۔ عام مسلمانوں کی برأت کا خیال ظاہر ومشتہر کریں گے اور آئندہ مسلمانوں سے اپنا وہی برتاؤ رکھیں گے جو اس سے پہلے ان میں جاری تھا اور دنیاوی امور میں ان سے وہی ساتھ رکھیں گے، جو قدیم سے چولی دامن کا ساتھ چلا آتا ہے۔

بھائی مسلمانوں کی خدمات بابرکات میں باادب وکمال محبت سے یہ ناصحانہ التماس ہے کہ جو تدبیرات اپنی حفاظت کی آپ کررہے ہیں وہ آپ کی موجودہ حالت کی نظر سے باوجود فی نفسہا مفید ہونے کے مفید نہ ہوں گے اور چل نہ سکیں گے۔

ان تدابیر کا اصل اصول علیحدگی ہے اور ان کا نتیجہ تفرقہ ودشمنی ہے اور آپ کی موجودہ حالت اس کی مصوب ومجوز نہیں۔

۱...... زر اس قدر آپ کے پاس نہیں ہے (جس قدر ہندوؤں کے پاس ہے)

۲...... اتفاق قومی آپ میں نہیں جو ہندوؤں میں ہے۔

۳...... تعلیم علوم مغربی وفنون صنعتی (جو تحصیل زر کا وسیلہ ہے اور اسی سے آج کل نوکری مل سکتی ہے اور اس سے ترقی تجارت وصناعت مقصود ہے) آپ کی قوم میں نہیں (جس قدر ہندوؤں میں ہے)

اب رہا جوش مذہبی سو اگرچہ عوام مسلمانوں میں ہندوؤں کی نسبت زیادہ ہے۔ مگر خواص کا جوش ان کے خواص کی نسبت کم ہوگیا ہے۔ پھر آپ کس حوصلہ پر آپ ان کے مقابلہ میں تجارت[9] چلائیں گے اور کس ہمت پر ان سے عدالت میں مقدمات لڑیں گے۔ لہٰذا آسان تدبیر ہندوؤں کے ناجائز منصوبوں اور ان کے برے ارادوں سے بچنے کی آپ کی موجودہ حالت کی نظر سے یہی ہے کہ آپ صاحبان ان کے سامنے ان خیالات کا اظہار کریں جو میں نے آپ کی طرف سے وکالتاً ظاہر کئے ہیں۔

اور اپنی اسلامی مجلسوں، میٹنگوں میں اس مضمون کے ریزولیوشن (تجاویز) پاس

کریں کہ الہامی قاتل کی بدگوئی اور الہامی قاتل کے مضمون پیش گوئی سے ہم کو اتفاق نہیں ہے اور ہم اس قتل کے (وہ الہامی یا کسی اور مسلمان سے سرزد ہوئی ہے) مجوز وحامی نہیں اور ان خیالات کی اخبارات میں اشاعت کریں۔ امید ہے اس سے ہندوؤں کے خیالات بدل جائیں گے اور ان کے برخلاف خیالات صلح پسندی کو وہ ظاہر کریں گے۔ وہ بھی یہ خوب جانتے ہیں کہ گو وہ مال ودولت وتعلیم واتفاق میں مسلمانوں سے فائق ہیں۔

مگر علیحدگی اور تفرقہ میں مسلمانوں ہی کا نقصان نہیں ہے۔ بلکہ ہندوؤں کا بھی سخت نقصان ہے۔ ان کی تجارت کا بڑا مدار مسلمان ہی ہیں اور اپنے بہی کھاتوں اور روزمرہ کے گاہکوں کی طرف رجوع کریں گے۔ تو ہندوؤں کی نسبت زیادہ مسلمانوں کو اپنا خریدار پائیں گے۔ ہندو سو روپیہ کی ماہوار آمدنی سے دس نہایت بیس خرچ کرے گا۔ مسلمان کو بیس کی آمدنی ہوگی تو تیس خرچ کرے گا۔ ان کا روپیہ خوراک اور پوشاک کے ذریعہ سے اکثر ہندوؤں ہی کی دکانوں اور گھروں میں جاتا ہے، ان کے اپنے گھروں میں کم رہتا ہے۔

اس سے بڑھ کر مفید تدبیر جس سے ہندوؤں کی آتش جوش پر دفعتاً پانی پڑ جائے یہ ہے کہ مسلمان ہندوؤں کو قاتل کا پتہ لگانے میں مدد دیں۔ جس کی آسان صورت یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے وہ لوگ جو الہامی صاحب کے معتقد و مرید ہیں، ان کی خدمت میں حاضر ہو کر دست بستہ عرض کریں کہ یا حضرت! آپ کی پیش گوئی متعلق لیکھرام کی وجہ سے ہندوؤں کو یہ غلط گمان پیدا ہوگیا ہے کہ وہ آپ کی سازش سے قتل کیا گیا ہے۔

اور اس خیال سے ہندو تمام مسلمانوں کے جانی دشمن ہوگئے ہیں اور ان بیچاروں پر ایک آفت برپا ہے۔ ازانجا کہ آپ ہم مریدوں کے اعتقاد میں مسلمانوں کے امام وقت اور خلیفہ ہیں ومسیح موعود ومہدی مسعود۔ لہٰذا مسلمانوں کی دستگیری اور اس آفت عظیم سے ان کی جان بری آپ نہ کریں گے تو پھر دنیا بھر میں اور کون ہے جس سے یہ آفت دور ہو اور اس کی مدد سے ان کی جان بچ جائے۔

اب للہ مسلمانوں پر رحم کریں اور اس مقتول اس کے وارثوں سے بھی انسانی ہمدردی کریں۔ (جس کا آپ اشتہار ۹؍مارچ ۱۸۹۷ء میں وہ وعدہ دے چکے ہیں) اور اپنے خداداد الہام اور وحی کے ذریعے خداتعالیٰ سے (جس کو آپ سو دفعہ پکارتے ہیں تو سو ہی دفعہ وہ آپ کے جواب دیتا ہے۔ چنانچہ (براہین احمدیہ کے ص۲۵۹، خزائن ج۱ ص۲۸۸) میں حضور نے فرمایا ہوا

ہے) دریافت کر کے اس قاتل کو (جس کو آپ کے اشتہار ۱۵؍مارچ ۱۸۹۷ء نابکار خونی کہہ چکے ہیں اور پھانسی اور بدتر سے بدتر سزا کے لائق قرار دے چکے ہیں) پتہ بتاویں تاکہ اس سے انتقام لیں اور مسلمانوں کو اپنے لئے بے حد غضب وعتاب سے رہائی بخشیں۔

اور اگر معتقدین ومریدین الہامی صاحب یہ جرأت نہ کریں اور غالباً نہ کریں گے اور حضرت اقدس الہامی صاحب کے شان کو اس سے ارفع سمجھیں گے، کہ بلا الہامی اجازت ان کے حضور میں کسی کی سفارش کریں اور یہ کہیں گے: ''**من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ**'' یعنی کس کی جرأت وطاقت ہے کہ ان کے حضور میں بلا اذن حضور اقدس کے کسی کی سفارش کرے تو بدرجہ دوم بھی کام اہل اسلام کریں۔

اہل اسلام کے چند اعیان جن کو قوم کی صلاح وفلاح و بہبود کا خیال ہے اور وہ قومی کاموں میں حصہ لیتے ہیں اور ان کو الہامی صاحب سے معتقدانہ تعلق نہیں ہے، ان کی خدمت میں اتفاق کے ساتھ اس مضمون کے مراسلت پہنچیں کہ آپ مسلمان کہلاتے ہیں اور اکثر لوگوں (خصوصاً ہندوؤں) میں مسلمان تسلیم کئے جاتے ہیں اور آپ نے لیکھرام کی موت کے متعلق ایک پیش گوئی کی تھی جس سے مسلمانوں پر مضرت پہنچی ہے کہ اس وقت لیکھرام خدا جانے کس سبب سے اور کس کے ہاتھ سے قتل ہوا ہے۔ مگر ہندوؤں کو اس پیش گوئی کی وجہ سے ''اونگھتی کو ٹھیلتے کا بہانہ'' آ گیا ہے اور ان کا یہ خیال ہو گیا ہے کہ اس قتل میں آپ کی بلکہ تمام مسلمانوں کی سازش ہے اور اس خیال سے وہ سب مسلمانوں کے دشمن جانی ہو گئے ہیں اور جب تک ان کا یہ گمان غلط ثابت نہ ہو، ان کو اس دشمنی کا کسی قدر موقعہ بھی ہے۔ کیونکہ ہمارے بزرگ اہل اسلام کے یہ بات لکھ گئے ہیں:

چو از قومے یکے بیدانشی کرد نہ کہ راز منزلت ماند نہ مہ را
نمے بنی کہ گاوے در علف زار بیا لائید ہمہ گاوان دہ را

لہٰذا آپ مسلمانوں پر رحم فرماویں اپنے الہام کا ٹیلی فون یا ٹیلی گراف لگا کر خداتعالیٰ سے پوچھ کر بتادیں کہ قاتل کون ہے؟ جس کے سبب سے تمام مسلمان بدنام ہو رہے ہیں، آپ کی توجہ سے قاتل کا پتہ لگ گیا تو تمام مسلمانوں کی جان اور مال وآبرو کو امن ہو جائے گا اور آپ کا الہامی ہونا منکروں میں بھی مسلم ہو جائے گا۔

اور اگر وہ لوگ بھی اس مراسلت کی جرأت نہ کریں اور غالباً نہ کریں گے کیونکہ اول تو اعیان اور خواص اہل اسلام میں اب مذہبی جوش کم ہوگیا ہے۔ (چنانچہ سابق معروض ہوا) یہی وجہ ہے کہ الہامی صاحب سالہا سال سے رسالت ونبوت ووحی الہام کا دعویٰ اور انبیاء کی توہین اور معجزات انبیاء کے نفی اور اپنے لئے کرامتوں کے تودے کے تودے اور انباروں کے انبار ثابت کررہے ہیں اور ان مسلمانوں کے (جو اعیان کہلاتے ہیں) کان پر جوں نہیں چلتی اور وہ اتنا نہیں جانتے کہ الہامی صاحب ان کو کہہ کیا رہے ہیں۔ اس وقت الہامی صاحب کی تکفیر وعلیحدگی کی بابت جو کچھ کیا غربا اور علماء نے کیا۔ جو اس زمانہ میں اعیان کی نظروں سے گرے ہوئے ہیں اور وہ ان کے اس فعل کو وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے اور اگر کسی میں کچھ جوش وحمیت باقی ہے تو اس کے ساتھ اس کو الہامی صاحب کے الہامات قتل وموت اور گالیوں کا ڈر لگا ہوا ہے۔

ہم نے بڑے بڑے اعیان کا یہ مقولہ سنا ہے کہ قادیانی ہے، تو لیکھرام ثانی مگر ہم اس کو چھیڑ نہیں سکتے۔ ایک بڑے مالدار مشہور لکچرار مسلمان کا مقولہ ہے کہ ''میاں اس سے کون گالیاں سنے'' آپ قادیان میں پہنچ کر الہامی صاحب کی خبر لینا چاہتے تھے مگر یہ کہہ کر رک گئے۔

تو بدرجہ سوم ہم ہندوؤں کی خدمت میں بھی عرض کریں گے کہ آپ ہیں بھی صاحب غرض اور اہل حاجت آپ اپنی غرض پوری کرنے کی طرف بھی توجہ کریں اور آپ مسلمانوں پر رحم فرما کر ان کا پیچھا چھوڑ دیں اور اس صورت سے جو ہم مسلمانوں کی خدمت میں عرض کر چکے اپنے قاتل کا پتہ الہامی صاحب سے دریافت کریں۔ وہ خواہ اپنا ڈی افیشل خط یا میموریل الہامی صاحب کے حضور میں بھیجیں یا افیشل طور پر (بذریعہ عدالت) آپ سے سوال یا درخواست کریں۔

مضمون خط یا سوال یا درخواست یہ ہونا چاہئے کہ آپ نے پرچہ (۱۵/مارچ ۱۸۹۷ء) میں ضمیمہ انیس ہند میرٹھ کا یہ قول کہ ہمارا ماتھا تو اسی وقت ٹھنکا تھا، جب مرزاغلام احمد قادیانی نے ان کی وفات کی بابت پیش گوئی کی تھی۔ ورنہ ان ''حضرت کو کیا علم غیب تھا'' نقل کر کے اس کے جواب میں فرمایا ہے، کہ ''یہ تمام صاحب آپ اس بات کو تنقیح طلب ٹھہراتے ہیں کہ کیا خدا نے اس شخص کو علم غیب دیا تھا اور کیا خدا سے ایسا ہونا ممکن ہے۔ سو اس

وقت ہم بطور نمونہ بعض اور پیش گوئیوں کو درج کرتے ہیں تاکہ ان نظائر کو دیکھ کر آریہ صاحبوں کی آنکھیں کھلیں۔'' (مندرجہ مجموعہ اشہارات ج۲ص۳۵۹،۳۶۰)

(پھر آپ نے نو پیش گوئیاں نقل کی ہیں) اور عریضہ اسمی گورنمنٹ مؤرخہ ۲۲/مارچ ۱۸۹۷ء (مجموعہ اشتہارات ج۲ص۳۷۱،۳۷۲) میں آپ نے کہا ہے کہ ''بجز خدا کے کس کی قدرت میں ہے کہ ایسی پیش گوئی کرے جس کی میعاد چھ سال تک محدود کردی گئی ہے اور ساتھ ہی اس کے حملہ کے دن کی بھی تعیین کردی گئی اور وہ تاریخ بھی بتلائی گئی جس تاریخ میں یہ واقعہ ظہور میں آیا۔ یعنی دوسری شوال جو۶/مارچ ۱۸۹۷ء کو ہوتی ہے اور موت کا دن مقرر کردیا گیا۔ یعنی یہ کہ اس کی وفات کا دن یک شنبہ رات کا وقت ہوگا اور عربی الہام میں بعض جگہ صرف چھ کا لفظ بھی ہے اور وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کی موت سے چھ کے عدد کو خاص تعلق ہے۔ یعنی یہ کہ وہ چھ برس کے اندر فوت ہوگا اور چھ مارچ کے دن میں اور چھ بجے بعد دوپہر کے حملہ ہوگا۔ غرض تینوں صورتوں میں برابر چھ کا تعلق ہے۔ پس کیا باتیں انسان کے اختیار میں ہیں کہ وہ سترہ (۱۷) برس پہلے یعنی اس وقت کہ جب لیکھرام بارہ تیرہ برس کی عمر کا ہوگا، خبر دے دی، بلکہ یہ خدا کا کام جو زمین وآسمان کو بنانے والا اور عالم الغیب ہے۔'' اور اس عریضہ میں آپ خدا کا یہ الہام اپنے حق میں نقل کر چکے ہیں کہ ''جدھر تیرا منہ ہوگا، خدا کا اسی طرف منہ ہوگا۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۲ص۳۷۰ حاشیہ) یعنی خدا دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے۔

اور اس سے پہلے اشتہار (۱۵/مارچ ۱۸۹۸ء ملخص مجموعہ اشتہارات ج۲ص۳۵۲،۳۵۳) میں لکھ چکے ہیں کہ ''جو شخص مجھے سازش قتل میں شریک سمجھتا ہے وہ قسم سے یہ بات کہے تو میں اس کے لئے بددعا کروں گا اور وہ ایک سال میں مرجائے گا۔'' اور اشتہار (۱۵/اپریل ۱۸۹۷ء) اپنی اس قبولیت دعا پر ایسا بھروسہ کیا ہے کہ درصورت عدم قبولیت دس ہزار روپیہ جرمانہ دینا اور اپنے لئے پھانسی کی سزا پانا بھی قبول کرلیا ہے اور اس واقعہ سے پہلے عبداللہ آتھم کے مقابلہ میں بھی آپ نے متعدد اشتہاروں میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ اگر عبداللہ آتھم قسم سے کہہ دے کہ میں اس پیش گوئی سے نہیں ڈرا تو وہ ایک سال میں مرجائے گا، نہ مرا تو میں چار ہزار تک اس کو جرمانہ دوں گا۔

اور ان دنوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں (رسالہ انجام آتھم ص۳۲،۳۳، خزائن ج۱۱ ص۳۲،۳۳) میں بھی یہ دعویٰ کیا ہے کہ عبداللہ آتھم کی پیش گوئی کے متعلق کوئی اور عیسائی قسم کھالے اور مباہلہ کر کے کہہ دے کہ وہ پوری نہیں ہوئی تو وہ بھی ایک سال کے اندر مر جائے گا۔

اور کتاب (براہین احمدیہ ص۲۵۹، خزائن ج۱ حاشیہ ص۲۸۸) میں آپ یہ دعویٰ بھی کر چکے ہیں کہ اگر آپ کو خدا تعالیٰ سے سو مرتبہ سوال اور دعا کا اتفاق ہوتا ہے تو اس کا جواب سو ہی مرتبہ صادر ہوتا ہے اور اس کا متواتر تجربہ آپ کو ہو چکا ہے۔

اور کتاب (آئینہ کمالات اسلام ص۶۸،۶۹، خزائن ج۵، ص ایضاً) میں آپ نے لکھا ہے کہ اہل کمال (یعنی اولیاء اللہ) جو مرتبہ لقاء اللہ کو پہنچ جاتے ہیں۔ (جس میں آپ اپنے آپ کو داخل اور بہت سے سابق اولیاء اللہ سے بہتر سمجھتے ہیں اور اشتہار اردو وانگریزی بیس ہزاری میں یہ دعویٰ کر چکے ہیں) تو ان کا لفظ کن (یعنی جو وہ کہتے ہیں سو ہو جاتا ہے) آپ کے ان کوٹیشنوں (حوالجات) سے جو ہم نے کوٹ کئے ہیں (یعنی جن کے حوالہ دیئے ہیں اور عبارات نقل کی ہیں) صاف ثابت ہوتا ہے کہ خدا کے حضور میں آپ کا بڑا قرب ہے اور اس کے امور قضاء وقدر، مارنے جلانے میں آپ کو بڑا دخل ہے۔ گویا خدائی کے حصہ میں آپ کا ساجھا ہے اور جو بات آپ خدا کو کہتے ہیں خدا کو وہ مان ہی لینی پڑتی ہے۔

اس دعویٰ میں اور ان بیانات میں جو ہم نے آپ کی کتابوں اور اشتہاروں سے نقل کئے ہیں، آپ سچے ہیں تو آپ ہم پر ترحم فرما خدا سے پوچھ کر قاتل کا پتہ بتاویں اور اس کے قاتل ہونے کے دلائل وعلامات بھی جو خدا کے علم میں ہیں اور وہ جہاں کے عقلاء اور بیرسٹروں اور ججوں کے بیانات اور دلائل سے ضرور پرزور اور مدعا کے مثبت ہوں گے ارشاد کریں۔ اس صورت میں نہ ہم صرف آپ کو یا آپ کے مسلمان بھائیوں اپنے غلط گمان سازش قتل سے بری کریں گے۔ بلکہ اس کے ساتھ معقول انعام بھی دیں گے۔ علاوہ اس انعام کے جو پولیس نے دینا کیا ہے اور آپ کی کرامات کے سب لوگ قائل ہو جائیں گے۔

اس سوال کے جواب میں اگر وہ کہیں (اور غالباً یہی کہیں گے۔ چنانچہ آپ کے رسالہ (برکات الدعا ص۴ سرورق آخری، خزائن ج۶ ص۳۳) کا الہام حاشیہ اس پر گواہ ہے) کہ ''قاتل انسان نہ تھا۔ بلکہ خدا کا فرشتہ تھا جو انسان کی صورت میں دکھائی دیتا تھا۔'' تو اس کے

جواب میں آپ سے اوّلاً یہ کہا جائے کہ اس صورت میں آپ نے اس قاتل کو نابکار خونی اور لائق بدتر سے بدتر سزا کیوں کہا۔ پھر یہ درخواست کی جائے کہ آپ مہربانی کر کے اس فرشتہ کو جو آپ کے زیر کمان اور آپ کی تائید و خدمت کے لئے مامور تھا، حکم دیں یا خدا سے اس کو حکم دلوا دیں کہ وہ اسی صورت میں جس میں قتل کرنے کو آیا تھا، پھر ایک دفعہ ظاہر ہو اور ایک جماعت کو اپنا آپ دکھاوے۔

اس صورت میں بھی نہ صرف آپ یا آپ کے مسلمان پیرو الزام سازش قتل سے بری ہوں گے۔ بلکہ آپ تمام دنیا میں مقدس اور خدا کے ملہم مخاطب اور آخری زمانہ کے پیغمبر (جیسا کہ آپ کو دعویٰ ہے) تسلیم کئے جائیں گے اور تمام خلقت حتی کہ سلطنت کا رجوع آپ کی طرف ہو جائے گا اور دنیا میں ایک مذہب جس کی طرف آپ بلائیں گے، قائم ہو جائے گا اور ملک میں ہمیشہ کے لئے امن قائم ہو جائے گا۔

اور اگر اس سوال کے جواب میں وہ یہ عذر کریں کہ آخر میں بندہ ہوں، خدا نہیں۔ میں خدا کی جناب میں قاتل کی نشان دہی کے لئے عرض کروں گا۔ وہ چاہے گا تو اس عرض کو منظور کرے گا اور چاہے گا تو نامنظور کرے گا، میرا اس پر کوئی زور تو نہیں ہے تو اس کے جواب میں آپ لوگ کہیں کہ یہ جواب آپ کے ان بیانات وعبارات کے جو نقل کئے گئے ہیں، مخالف ہے۔ ان عبارات میں تو آپ نے خدا کو ایسا محکوم بنایا ہوا ہے کہ ''جدھر آپ کا منہ اسی طرف خدا کا منہ'' (مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۳۷۰)

آپ سو دفعہ بلاویں تو وہ سو ہی دفعہ لبیک (حاضر ہوں) پکارے۔ پھر وہ اس سوال نشان دہی قاتل کے جواب میں وہ کیونکر آپ کا خلاف کر سکتا ہے اور اگر آپ یہ کہیں کہ جب میں کسی منکر پیش گوئی کو (مسلمان ہو یا ہندو، ایک ہو خواہ سو) قتل کرنے یا مارنے کے لئے خداتعالیٰ سے سوال کرتا ہوں تو وہ میرا سوال سن لیتا ہے اور جب قاتل کا پتہ بتانے (جس سے قصاص لیا جاسکتا ہے اور اس قصاص سے بحکم آیت ''**ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب** (البقرہ:۱۷۹)'' دوسروں کی زندگی مقصود ہے) کی بابت سوال کروں تو وہ نہیں سنتا اور مجھے خدا نے تم کو مارنے کے لئے بھیجا ہے۔ جیسا کہ مجھ سے پہلے مسیح کو مردوں کو زندہ کرنے کے لئے بھیجا تھا۔

تو اس پر یہ سوال کریں کہ پھر آپ نے (براہین احمدیہ ص۲۵۹، خزائن ج۱ص ۲۸۸) اور (آئینہ کمالات اسلام ص ۶۸، ۶۹، خزائن ج۵ص ایضاً) اورعریضہ اسمی گورنمنٹ کے (ص اوّل) کے بیانات والہامات میں یہ قید کیوں نہ لگادی تھی تاکہ آپ سے قاتل کے پتہ لگانے کا سوال نہ کیا جاتا اور نیز اگر آپ لوگوں کو مارنے ہی کے واسطے ماموراور خدا کی طرف سے منصور ہوکر آئے ہیں تو پھر آپ تمام مسلمانوں اور عیسائیوں کے خیال واعتقاد میں آنے والے مسیح کو خونی مسیح کیوں کہتے ہیں۔ اس صورت میں تو خونی مسیح کا لقب آپ ہی کے لئے موزوں ومخصوص ہونا مناسب ہے۔[۱۲]

ان سوالات کا جواب وہ کافی نہ دیں تو پھر ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہندو یا ان کے درخواست پر عدالت الہامی صاحب سے کیا سلوک کرے، کیونکہ یہ امر قانون کے متعلق ہے اور ہم قانون نہیں پڑھے۔

اور اگر ہندو صاحبان بھی اپنی دولت وروز افزوں ترقی کے غرور سے یا اپنے دوسرے منصوبوں اور تدبیروں کے (جو مسلمانوں کو زیر اور ذلیل کرنے کے لئے وہ کر چکے ہیں) بھروسہ پر ہماری اس تجویز کو نہ مانیں تو پھر بدرجہ چہارم ہم گورنمنٹ کی خدمت میں گزارش کریں گے۔ مگر کس عنوان اور صورت میں اور کس سبیل اور کس ذریعہ سے؟ اس کی بابت ہم سردست کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھتے اور ابھی ہم کو اوّلاً نام کے مسلمانان اتباع الہامی صاحب کے جواب کا انتظار مناسب ہے۔

ثانیاً دوسرے راشد مسلمانوں کے اعیان کے جواب کا ثالثاً ہندو صاحبوں کی مہربانی وتوجہ کا، ہاں بالفعل ہم گورنمنٹ اور اس کے ماتحت عدالتوں سے اس قدر سفارش کرتے ہیں کہ وہ قانون سیاست وتعزیر کے متعلق اس سوال پر غور کریں کہ اگر مثلاً کوئی دودھ فروش دودھ میں پانی ملاکر فروخت کرے یا کوئی زرگر چاندی سونے میں کھوٹ ملاکر بیچتا ہو یا کوئی حکیم کسی دوا میں زہر ملاکر لوگوں کو دیتا ہے یا کسی دوا میں ایسی چیز کی آمیزش کرتا ہے، جس سے اس کی تاثیر کم ہوجاتی ہو تو اس شخص کو پولیس بغیر استغاثہ یا باستغاثہ کے جا پکڑتی ہے۔

پھر کیا وجہ ہے کہ ایک شخص جھوٹے الہام (جس میں لوگوں کی تخویف مجرمانہ پائی جاتی ہو اور کسی شخص کی کسی خاص میعاد کے اندر مرجانے کی خبر ہو) ازخود بنا کر شائع کرتا ہو اور خود اس کے اقبال سے اس الہام کے اثر سے موت کا وقوع بھی ہوگیا ہو اور اس کے انتقام میں

اس کے تمام فریق کو جس میں وہ شمار کیا جاتا ہو طرح طرح کی تکالیف پہنچ رہی ہوں تو پھر گورنمنٹ یا اس کے ماتحت عدالت یا پولیس اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتی اور اس کو ایسے خوفناک الہامات شائع کرنے سے نہیں روکتی۔ کیا انسان کا خون ایک پیسہ کے دودھ کے برابر بھی قیمت نہیں رکھتا۔

اور قانون شہادت کے متعلق وہ اس سوال پر غور کریں کہ ایک شخص ایک واقعہ قتل یا سرقہ کی نسبت قبل از وقوع سارے پتہ دیتا ہے کہ فلاں وقت وہ قتل یا سرقہ واقعہ ہوگا اور فلاں ہتھیار یا آلہ نقب سے وہ وقوع میں آئے گا اور قاتل یا سارق کا اس وقت یہ لباس ہوگا وغیرہ وغیرہ اور پھر باعتراف اس شخص کے ایسا ہی وقوع میں آ گیا تو پھر کیا عدالت کا فرض یا حق نہیں ہے، کہ اس شخص سے قاتل یا چور کی سراغ رسانی کی بابت سوال کرے اور اس کو گواہ بنا کر قتل یا سرقہ کا ثبوت بہم پہنچادے۔

ہم قانون پیشہ نہیں، مگر قانون کی کتابوں میں ایسی دفعات دیکھتے ہیں کہ ازاں جملہ بعض الہامی صاحب کی ایسی پیش گوئیوں پر پوری منطبق ہوتی ہیں اور بعض کا اصل اصول منطبق ہوتا ہے اور گورنمنٹ کا خسروانہ فرض ہے کہ انتظامی طور پر ہی خود بخود یا کسی شخص یا جماعت مسلمانان یا ہندوؤں کی توجہ دلانے پر زیادہ نہیں، تو اتنا تو کرے کہ الہامی صاحب سے پرائیوٹیلی یا ڈی افیشل چھٹی کے ذریعہ سے قاتل کا سراغ پوچھے اور آئندہ ایسی پیش گوئی سے اس کو روک دے۔

یہ بات گورنمنٹ پر مخفی نہیں کہ یہ امر مذہب میں دست اندازی نہیں اور گورنمنٹ کی نیوٹرلٹی کے مخالف نہیں۔ قانون سیاست جو الہامی صاحب کی ایسی پیش گوئیوں پر پورا منطبق ہوتا ہے دفعہ ۵۰۸ تعزیرات ہند ہے اور قانون شہادت (جس کا اصل اصول ان پر منطبق ہوتا ہے) کی دفعہ ۱۳۲ ہے۔

ہم اس مقام میں نہ گورنمنٹ کی آگاہی کے لئے (کیونکہ وہ اپنے قانون کو ہم سے بہتر جانتی ہے) بلکہ پبلک اہل اسلام اور ہنود کی اطلاع کے لئے جن کو ہم سراغ رسانی کے وسائل کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ ان دفعات کی کسی قدر تشریح کر کے الہامی صاحب پر ان کو منطبق کرتے ہیں۔

دفعہ ۵۰۸ تعزیرات ہند کی یہ عبارت ہے جو کوئی شخص بالارادہ کسی شخص سے کوئی ایسا امر کرادے یا اس کے کرانے کا اقدام کرے، جس کا کرنا اس پر قانوناً واجب نہ ہو یا کوئی ایسا امر ترک کرادے یا اس کے ترک کرانے کا اقدام کرے، جس کے کرنے کا وہ قانوناً مستحق ہے۔ اس شخص کو یہ باور کرنے کی تحریک کرنی اور اس تحریک کے اقدام کے ذریعہ سے کہ اگر وہ شخص اس امر کو نہ کرے گا، جس کا کرانا اس شخص مجرم کو منظور ہے یا اگر اس امر کو ترک نہ کرے گا جس کا ترک کرانا اس شخص سے مجرم کو منظور ہے تو مجرم کے اس فعل کے ذریعہ سے وہ شخص یا کوئی اور شخص جس سے وہ غرض رکھتا ہے، مورد غضب الٰہی ہوگا یا کیا جائے گا تو شخص مذکور کو دونوں قسموں کی میں کسی قسم کی قید کی سزا دی جائے گی، جس کی میعاد ایک سال تک ہوسکتی ہے۔

تمثیلیں:

الف...... زید بکر کے دروازہ پر دھرنا دے، یہ بات باور کرانے کی نیت سے کہ ایسے بیٹھنے سے وہ بکر کو مورد غضب الٰہی کردے گا تو زید اس جرم کا مرتکب ہوا، جس کی تعریف اس دفعہ میں کی گئی ہے۔

ب...... زید بکر کو دھمکائے کہ اگر بکر فلاں فعل کو ترک نہ کرے گا تو زید اپنے اطفال میں سے کسی ایک طفل کو مار ڈالے گا، کہ یہ بات باور کی جائے کہ اسے مار ڈالنے سے بکر مورد غضب الٰہی ہوجائے گا تو زید اس جرم کا مرتکب ہوا، جس کی تعریف اس دفعہ میں کی گئی ہے۔

تطبیق: اس دفعہ کی مطابقت الہامی صاحب کے اس مضمون کی پیش گوئیوں پر کہ اگر فلاں شخص[۱] میری فلانی بات کو سچی نہ کہے گا یا اس کو جھوٹی کہنے کو ترک نہ کرے گا تو ایک سال کے اندر وہ مورد غضب عذاب الٰہی (سزا موت وغیرہ) ہوگا۔ ظاہر ہے، وہ اپنے مخاطب کو دھرنا دینے والے کی مانند دھمکاتے ہیں اور ڈراتے ہیں کہ اگر وہ ان کی تصدیق نہ کرے گا یا ان کی تکذیب کو نہ چھوڑے گا تو مورد عذاب ہوگا اور مارا جائے گا۔

کسی مذہبی مقدس واعظ اور روحانی اعلیٰ افسر کا اپنی قوم کو جو اس کا تقدس اور روحانی افسر مانے ہوئے ہو، اپنے وعظ میں بلاغرض فائدہ دنیاوی یہ کہنا کہ اگر تم مثلاً نماز نہ پڑھو گے یا زنا کو ترک نہ کرو گے تو تم کو آخرت میں عذاب ہوگا۔ یا دنیا میں تم پر اس عمل کی شامت سے خدا کی طرف سے کوئی وبال آئے گا۔ الہامی صاحب کی دھمکی مذکور کی نظیر نہیں ہوسکتی۔

اوّلاً: اس لئے کہ الہامی صاحب کا تقدس اور روحانی اعلیٰ افسر ہونا ان لوگوں میں مسلم نہیں، جن کو آپ دھمکاتے ہیں۔

ثانیاً: اس لئے کہ آپ صاحب غرض دنیاوی ہیں۔ ان دھمکیوں سے اپنی کرامت کا سکہ جمانا اور لوگون کے مال مارنا (جس کا اعتراف آپ کر چکے ہیں) آپ کا مقصود ہے۔

ثالثاً: اس لئے کہ آپ کی ان پیش گوئیوں میں جو ایک سال کا میعادی عذاب موت وغیرہ بیان کیا جاتا ہے، انسانی سازش کا دخل ہوسکتا ہے۔

قانون شہادت کی دفعہ ۱۳۲ کا منشاء یہ ہے کہ کسی واقعہ کے متعلق جس شخص کو کچھ علم ہو وہ عندالاستفسار شہادت دینے سے یہ عذر نہیں کرسکتا کہ اس کے بتانے سے میں مجرم ٹھہرایا جاؤں گا یا کسی قسم کی سزا یا تاوان کا مستوجب ہوں گا۔

تطبیق: یہ علم متعلقات واقعہ عام ہے، قانون میں اس کی تخصیص رویت چشم سے یا سماع گوش سے نہیں ہوئی۔ وبناءً علیہ جو شخص دعویٰ کرے کہ میرے پاس حواس ظاہری کے علاوہ مشاہدہ واقعات کا ایک اختیاری آلہ الہام کا ٹیلی گراف یا ٹیلی فون ہی ہے اور میں خدا سے سو (۱۰۰) دفعہ کوئی بات پوچھتا ہوں تو سو (۱۰۰) ہی دفعہ مجھے اس کا جواب مل جاتا ہے اور فلاں واقعہ قتل کے وقت اور دن اور تاریخ اور آلہ قتل اور قاتل کی نوعیت کا کہ وہ کس قوم یا جماعت سے ہے مجھے علم ہے، جس کو میں نے بتادیا تھا یا آئندہ بتا سکتا ہوں تو عدالت (اگر وہ اس کو اس دعویٰ میں سچا مان لے) اس سے یہ پوچھنے کا حق رکھتی ہے کہ وہ قاتل کا نام بھی بتاوے اور وہ یہ عذر نہیں کرسکتا کہ اس میں مجھے مجرم ہونے کا اور مستوجب سزا ہونے کا اندیشہ ہے۔

وازاں جا کہ آپ کو اس اختیاری آلہ کا دعویٰ ہے اور واقعہ قتل لیکھرام کے متعلق یہ دعویٰ ہے کہ میں تاریخ اور دن اور وقت اور نوعیت قاتل کہ وہ صاحب وحی انسان ہے یا کوئی فرشتہ، سب کچھ بتا چکا ہوں۔ لہٰذا عدالت کا حق ہے کہ اگر وہ ان دعاوی میں آپ کو سچا جانتی ہے، تو اس دفعہ کے اصل اصول کی نظر سے آپ سے اس قاتل کا پتہ پوچھے اور اگر وہ آپ کو ان دعاوی میں جھوٹا وفریبی جانتی ہے تو پھر اس کا یہ حق ہے کہ وہ آپ کو جھوٹ ودغا وفریب کی سزا میں اصل اصول دفعہ ۲۷۲ لغایت: ۲۷۵ تعزیرات ہند کا مورد بنا کر اس جھوٹ اور فریب سے جس کا اثر بد لوگوں کی جان ومال پر اس قدر ہوتا ہے کہ وہ اس دودھ یا دوا سے نہیں ہوتا، جس میں غیر چیز کی آمیزش ہو، روک دے اور اگر اس کو ایسی دعاوی میں پاگل جانتی ہے تو اس

سے پاگلوں کے لائق سلوک کرے۔

ہندو اور مسلمانوں میں باہمی فساد و جوش کا سبب اور اس کا علاج ہم بتا چکے۔ اس میں فریقین غور کریں اور خاص کر مسلمانوں کے اخبار اس پر انصاف اور غور کی نگاہ ڈالیں، وہ انصاف کریں گے اور جوش مذہبی کو ایک طرف رکھ کر فکر و تامل سے کام لیں گے تو ہماری اس تدبیر و علاج کو اس سے بہتر پائیں گے۔ جو علاج اور تدبیر وہ کررہے ہیں اور ہمارے اس جواب کو جو ہندوؤں کے الزام کا ہم نے دیا ہے۔ اپنے جواب سے (جو جواب ترکی بہ ترکی وہ دے رہے ہیں) مفید تر خیال کریں گے۔

حضرات! آپ صاحبوں کا جواب ترکی بہ ترکی گو حق ہے اور انصاف کا اس میں خلاف نہیں ہوتا۔ مگر یہ وقت استیفاء حق کا نہیں ہے، بلکہ پھر مصالحت کا وقت ہے، جس میں اپنا کچھ حق چھوڑ دینا مصلحت ہے۔ آپ کا جواب ترکی بہ ترکی ہندوؤں کے جوش پر کروشین آئل ڈال رہا اور یہ وقت اس جوش پر پانی ڈالنے کا ہے جو اس جواب سے متصور ہے جو اس خاکسار نے دیا ہے۔ آئندہ آپ لوگوں کا اختیار ہے اس کو سن کر مانیں خواہ رد کریں۔

یہ اس مضمون کی تمدنی بحث ہے جس میں سبب فساد اور اس کے علاج کا بیان منظور تھا۔ اب ہم اس میں مذہبی اور علمی بحث کرتے ہیں اور پیش گوئی متعلق قتل لیکھرام اور اس کے متعلق الہامات واشتہارات الہامی صاحب پر علمی اور مذہبی نظر ڈالتے ہیں۔ اس بحث کے تین حصے ہیں۔ حصہ اوّل تمام مسلمانوں اور الہامی صاحب اور ان کے معتقدین کی توجہ کے لائق ہے۔ حصہ دوم وسوم مسلمانوں کے علاوہ گورنمنٹ کی توجہ کے بھی لائق ہے اور وہ ایک پولیٹیکل پہلو بھی رکھتے ہیں۔

## حصہ اوّل میں تین سوالوں کا حل وجواب ہے

سوال اوّل: یہ کہ یہ پیش گوئی پوری ہوئی اور سچی نکلی یا جھوٹی ہوئی اور سراسر فریب ثابت ہوئی۔

سوال دوم: یہ کہ اگر یہ پیش گوئی سچی ہوتی تو پھر کیا وہ الہامی مسلّم ہوتی اور اس کے بیان کرنے والے الہامی ثابت ہوتے۔

سوال سوم: یہ اگر یہ سچے اور الہامی ثابت ہوتے تو اس سے اسلام ومسلمانوں کی فتح اور فائدہ متصور ہوتا یا سراسر نقصان۔

# پہلے سوال کا حل و جواب

عنوان مضمون میں جو ہم نے الہامی صاحب کو قاتل اور لیکھرام کو ان کے الہام کا مقتول کہا ہے اور اسی کے مطابق جا بجا الہامی قاتل ومقتول کا لفظ بولا ہے اور چھکڑیوں والے الہام کی نظر سے الہامی صاحب کو لائق جواب دہی ٹھہرایا ہے۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ ہم نے اس کی پیش گوئی کو صادق وراست مان لیا ہے اور موت لیکھرام اسی پیش گوئی کا اثر ہے۔ نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔ ہم اس پیش گوئی کو محض لاف زنی اور اس کی نسبت دعویٰ وقوع وصدق کو الہامی صاحب کی دروغ گوئی جانتے ہیں۔ یہ الفاظ ہم نے صرف ان کے ادّعاء کے موافق استعمال کئے ہیں اور ہمارے تحقیق واعتقاد میں یہ پیش گوئی بھی آپ کی جھوٹی نکلی ہے، جیسے کہ اس نے پہلے پیش گوئیاں متعلق تولد فرزند بشیر عنموائیل، موت عبداللہ آتھم، موت شوہر ثانی منکوحہ آسمانی الہامی صاحب وغیرہ وغیرہ جھوٹی ہو چکی ہیں۔

الہامی صاحب نے تو عجیب کتر بیونت کر کے اپنے احمق اتباع کو ثابت کر دکھایا ہے کہ یہ پیش گوئی کمال صفائی سے سچی ہوئی ہے۔ مگر ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ کمال صفائی سے اپنا جھوٹا ہونا ظاہر کر رہی ہے۔ آپ نے اس کے صادق ہونے کے لئے یہ کاری گری اور چالاکی کی ہے کہ اوّلاً اپنے اشتہار ۱۵/مارچ ۱۸۹۷ء (مجموعہ اشتہارات ج۲،ص۳۵۵ تا۳۶۰) میں ایک الہام سترہ (۱۷) برس کا اپنی کتاب براہین کے (ص۲۴۱) سے نکال کر درج کیا، جس کے الفاظ یہ ہیں:

’’الفتنة ھھنا ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء ‘‘اور اس کا ترجمہ براہین میں کچھ نہ کیا۔ اسی اشتہار میں ان الفاظ سے ترجمہ کیا ہے۔ کہ’’ پادریوں اور یہود صفت مسلمانوں کی طرف سے فتنہ برپا ہوگا...... وہ لوگ تیری مدد کریں گے، جن کے دلوں پر ہم خود آسمان سے وحی نازل کریں گے۔‘‘ اور اس اشتہار میں یہ دعویٰ کیا کہ یہ پیش گوئی پنڈت لیکھرام کی نسبت ہوئی تھی۔ جو سترہ برس بعد ظہور میں آئے اور کہا کہ’’ جو براہین احمدیہ حصہ چہارم کے (ص۵۰۶،خزائن ج۱ص۶۰۳) میں عربی الہام ہے:’’لم یکن الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین منفکین حتی تاتیھم البیّنہ ‘‘وہ بھی اسی قتل لیکھرام کی بابت ہے۔‘‘ اور جو اس کے (ص۵۲۲،خزائن ج۱ص۶۲۳) میں فارسی الہام

ہے: بخرام کے وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیان برمنار بلندتر محکم افتاد‘‘ وہ بھی اسی واقعہ کی نسبت ہے اور ’’جواس کے (ص ۵۵۷، خزائن ج ۱ ص ۶۶۵) میں ہندی الہام ہوا ہے کہ میں اپنی چمکار دکھاؤں گا‘‘ وہ بھی اسی نشان قتل کی نسبت ہے۔

اور ثانیاً اسی اشتہار میں سرمہ چشم آریہ کے ایک کشف کو نقل کر کے اس کی نسبت یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ بھی لیکھرام کے متعلق تھا اور وہ گیارہ برس کے بعد اس کی قتل کے واقعہ ہونے سے صادق ہوا۔ چنانچہ کہا اور ’’سرمہ چشم آریہ میں ایک کشف ہے جس کو گیارہ برس ہوگئے، جس کا ماحصل یہ ہے کہ خدا نے ایک خون کا نشان دکھلایا، وہ خون کپڑوں پر پڑا۔ جواب تک موجود ہے۔ یہ خون کیا تھا وہی لیکھرام کا خون تھا۔ خدا کے آگے جھک جاؤ، کہ وہ برتر و بے نیاز ہے!‘‘

اور ثالثاً عریضہ اسمی گورنمنٹ مؤرخہ ۲۲؍مارچ ۱۸۹۷ء (مجموعہ اشتہارات ج ۲، ص ۳۷۱) ان الہامات سترہ سالہ کو دوبارہ نقل کر کے کہا ہے کہ اسی قتل لیکھرام کی پیش گوئی کو غور سے دیکھنا چاہئے کہ بجز خدا تا آخر عبارت جو ص (۲۵) منقول ہو چکی ہے اور اس الہام کی تائید میں اپنے اشتہار ۱۵؍مارچ ۱۸۹۷ء میں یہ مصرعہ نقل کیا ہے:

ستعرف یوم العید والعید اقرب

مگر اس مصرعہ کا اور اس چھکڑیوں والے الہام کا پتہ نہیں بتایا کہ یہ الہام کہاں آپ نے بیان کئے ہیں۔

ان الہاموں کی بھرمار دیکھ کر الہامی صاحب کے دام افتاد الّو تو لٹو بن گئے اور از سر نو ایمان لائے اور بول اٹھے کہ ’’نشھد انک رسول اللہ‘‘ ہم گواہ ہیں کہ تو خدا کا ملہم ومخاطب ہے۔ ان کے علاوہ بعض مسلمان، مگر محض احمق اور صرف جاہل جو نہ دنیا کی عقل رکھتے ہیں، نہ دین سے خبردار ہیں کہ دین کس کو کہتے ہیں، آپس میں کہنے لگ گئے ہیں کہ ہاں یارو واقعی یہ شخص صاحب الہام معلوم ہوتا ہے۔ جس کی ۱۷/ اور گیارہ برس کی کہی ہوئی باتیں سچ نکلتی ہیں۔ ان میں سے کسی بھلے مانس نے عقل سے کام لے کر اتنا نہ کیا کہ وہ کتاب براہین احمدیہ اور سرمہ چشم آریہ اور اس عربی الہام عید اور چھکڑیوں والے الہام کی اصل عبارتیں تو دیکھ لیتے اور ان سے دعویٰ الہامی صاحب کو مطابق کر کے ان کے صدق وکذب کا امتحان تو کر لیتے۔ پھر اس کی نسبت کوئی رائے ظاہر کرتے۔

یہ حصہ خاکسار ہی کا تھا، جس کو خدا تعالیٰ نے اظہار مکائد الہامی صاحب کے لئے ایک خاص ملکہ عطا کیا ہے۔ لہٰذا خاکسار حضرت کی اس کاری گری اور چالاکی کی حقیقت کھولتا ہے اور کس وناکس کو ثابت کر دکھاتا ہے کہ الہامی صاحب نے جو کچھ ان تینوں مقام میں کہا ہے۔ وہ محض کذب ودروغ بے فروغ ہے اور وہ لوگ اندھے اور بے عقل ہیں، جو ان اقوال سے دھوکہ میں آکر اس پیش گوئی کو سچی سمجھ بیٹھے ہیں۔

مقام اول میں جو آپ نے (براہین ص۲۴۱، خزائن ج۱ ص۲۶۶) عربی الہام نقل کر کے اس کی نسبت دعویٰ کیا ہے، کہ وہ لیکھرام کی موت کی نسبت الہام تھا محض کذب ہے۔ مقام مذکور براہین احمدیہ میں لیکھرام یا اس کے قتل کا نہ صریح ذکر ہے نہ اشارہ۔ ایسا ہی آپ کے الہامات عربی وفارسی وہندی (براہین ص۵۰۶، خزائن ج۱ ص۶۰۲، ۶۰۳) (ص۵۲۲، خزائن ج۱ ص۶۲۳) (ص۵۵۷، خزائن ج۱ ص۶۶۴) میں لیکھرام یا اس کے قتل کا نام نشان نہیں ہے اور چونکہ وہ الہامات آپ کے من گھڑت اور خانہ ساز افترأت ہیں۔

لہٰذا ان کے جو معنی آپ چاہتے ہیں، بنا لیتے ہیں اور جدھر چاہتے ہیں ان کو کھینچ کر لے جاتے ہیں۔ مگر سننے والوں کو جائز ومناسب نہیں ہے کہ ہر ایک دعویٰ کو بلا دلیل مان لیں۔ بلکہ لازم ہے کہ آپ سے ان دعاوی کے وقت یہ سوال کریں کہ ان الہامات کے جو معنی آپ نے اب بتائے ہیں، یہ معنی آپ کے ملہم نے ان الہامات سے اس وقت جب کہ یہ الہام کئے تھے، مراد ٹھہرا لئے اور آپ کو بتا دیئے تھے یا یہ معنی اس نے اب گھڑے اور ان الہامات میں ڈالے ہیں اور ابھی آپ کو بتائے ہیں۔

اگر آپ یہ جواب دیں کہ یہ معنی پہلے ہی سے ملہم نے مراد ٹھہرائے اور آپ کو بتائے ہوئے تھے تو پھر وہ آپ سے اول یہ سوال کریں کہ پھر آپ نے یہ معنی اس وقت لوگوں کو کیوں نہ بتائے اور کتاب براہین میں ان کا ترجمہ کر کے کیوں درج نہ کئے، جس سے آپ کی پیش گوئی بڑی روشنی سے لوگوں پر ظاہر ہوتی اور آپ کی نبوت کس وناکس پر ثابت ہو جاتی۔

دوسرا یہ سوال کہ اگر ان الہامات میں قتل لیکھرام کی نسبت فیصلہ ہو چکا تھا، تو پھر آپ نے ان الہامات سے بارہ برس کے بعد ۱۸۹۳ء میں لیکھرام کی نسبت خدا کے قضا وقدر کی بابت کیوں سوال کیا، جن کے جواب میں آپ کو یہ الہام ہوا ’’**اعجل جسدٌ له خوار له نصب وعذاب**‘‘ یعنی یہ صرف ایک بے جان گوسالہ ہے، جس کے اندر سے مکروہ آواز

نکل رہی ہے اور اس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقرر ہے۔ جو ضرور اس کو مل کر رہے گا۔

جس کو آپ نے کتاب (ضمیمہ آئینہ کمالات ص۲، خزائن ج۵ ص۶۵۰) کے اخیر میں نقل کیا ہے اور اس الہام کے بعد آپ نے اس کی تعیین مدت کی بابت سوال کیا تو اس کے جواب میں آپ کو چھ سال کی میعادی موت کا الہام ہوا۔ جو اس مقام میں آئینہ کے منقول ہے اور اس کے بعد آپ نے کہا ہے کہ اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر ہیبت رکھتا ہو تو سمجھو کہ میں خدا کی طرف سے نہیں اور اگر آپ کے ملہم نے ان الہامات براہین میں وہ معنی پہلے ہی سے گھڑ کر ڈالے اور آپ کو بتا دیئے ہوتے۔ تو آپ بارہ برس کے بعد لیکھرام کی قضاوقدر کی بابت اس سے وہ سوال نہ کرتے اور نہ وہ جواب پاتے۔

ہاں! تعیین مدت کے سوال کا آپ کو حق تھا۔ سوجھی اس وقت ان الہامات کے ساتھ اور اس کے جواب میں ۱۷برس کی میعاد (جب کہ بقول آپ کے لیکھرام کے بارہ میں تیرہ برس کا تھا) مقرر کی جاتی اور اس سے وہ پیش گوئی بڑی کامل اور پرزور اور اکمل معجزہ متصور ہوتی۔ ان معنی کو آپ کے درج براہین نہ کرنے اور اس الہام سے بارہ برس بعد لیکھرام کی نسبت اوّل سوال قضاوقدر کرنے، پھر اس کا وعدہ ملنے پر تعیین مدت کا سوال کرنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت آپ کے ملہم نے ان الہامات میں یہ معنی نہ ڈالے تھے اور نہ ان کو بتائے تھے۔

اور اگر آپ یہ جواب دیں کہ یہ معنی ان الہامات کے میرے ملہم نے اب ہی گھڑے اور ان الہامات میں ڈالے ہیں اور ابھی مجھے بتائے ہیں، جب کہ لیکھرام قتل ہوا اور اس سے اس کو موقعہ ہاتھ آ گیا کہ اس کے قتل کو ان الہامات کی مراد بتا کر ان الہامات کے وہ معنی گھڑ کر ان میں ڈال دے تو اس صورت وہ لوگ خود ہی خیال فرماسکتے کہ یہ معنی کیا اختیار رکھتے ہیں۔

نیز الہام (براہین احمدیہ ص۲۴۱، خزائن ج۱ ص۲۶۶) کی نسبت آپ سے ایک سوال کریں کہ اس الہام (ص۲۴۱) کی نسبت متن اشتہار ۱۵/مارچ ۱۸۹۷ء (مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۳۵۶) میں تو آپ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ لیکھرام کے قتل کی نسبت ہوا ہے اور اس کے حاشیہ میں اس الہام کو اول فتنہ بنا کر اس کو پادریوں اور یہود صفت مسلمانوں کے متعلق

کردیا اور لیکھرام کے متعلق تیسرے فتنہ کو قرار دیا۔ جس کا ذکر براہین (ص۵۵۷) میں ہے۔ یہ اختلاف واضطراب بھی اس الہام اور آپ کے ملہم کی دروغ گوئی پر دلیل ہے۔

مقام دوم میں جو آپ نے سرمہ چشم آریہ سے نقل کیا اور اس کی نسبت جو کچھ دعویٰ کیا ہے وہ بھی محض کذب ودروغ بے فروغ ہے۔ اس کشف سرمہ چشم آریہ میں بھی نہ لیکھرام یا اس کے قتل کا صریح ذکر ہے نہ اشارہ اور نہ یہ معنی اس الہام کے اس رسالہ میں درج ہوئے اور نہ اس وقت آپ کے ملہم کو سوجھی اور نہ الہامی صاحب کو اس نے سوجھائے اور نہ آپ نے کسی کو بتائے اور وہ معنی بعینہ ان ہی سوالات کے مورد ہیں جو الہامات مقام اوّل پر کئے گئے ہیں۔

اور طرفہ یہ ہے کہ اس مقام میں اسی کشف کے اندر لیکھرام کے (ناپاک) خون کا نشان دکھانے کا دعویٰ کیا ہے۔ حالانکہ سرمہ چشم کی عبارت میں اس کو خدا تعالیٰ کی مقدس دوات کی سرخ سیاہی کی چھینٹوں کا جو قلم رحمانی میں تھی اثر کہا گیا ہے۔ اصل عبارت (سرمہ چشم ص۱۳۱،۱۳۲، خزائن ج۲ ص۱۷۹،۱۸۰) سے نقل کی جاتی ہے: ’’ایک مرتبہ مجھے یاد ہے کہ میں نے عالم کشف میں دیکھا کہ بعض احکام قضا وقدر میں نے اپنے ہاتھ سے لکھے ہیں کہ آئندہ زمانہ میں ایسا ہوگا اور پھر اس کو دستخط کرانے کے لئے خداوند قادر مطلق جل شانہ کے سامنے پیش کیا ہے (اور یاد رکھنا چاہئے کہ مکاشفات اور رویاء صالح میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعض صفات جمالیہ یا جلالیہ الٰہیہ انسان کی شکل پر متمثل ہوکر صاحب کشف کو نظر آجاتی ہیں اور مجازی طور پر وہ بھی خیال کرتا ہے کہ وہی خداوند قادر مطلق ہے اور یہ امر ارباب کشوف میں شائع ومتعارف ومعلوم الحقیقت ہے۔ جس سے کوئی صاحب کشف انکار نہیں کرسکتا) غرض وہی صفت جمالی جو بعالم کشف قوت متخلیہ کے آگے آگئی، ایسی دکھلائی دی تھی، جو خداوند قادر مطلق ہے اس ذات بے چوں وبے چگوں کے آگے وہ کتاب قضا وقدر پیش کی گئی اور اس نے جو ایک حاکم کی شکل پر متمثل تھا۔ اپنی قلم کو سرخی کی دوات میں ڈبو کر اوّل اس سرخی کو اس عاجز کی طرف چھڑکا اور بقیہ سرخی کا قلم کے منہ میں رہ گیا۔ اس سے اس کتاب پر دستخط کردیئے اور ساتھ ہی وہ حالت کشفیہ دور ہوگئی اور آنکھ کھول کر جب خارج میں دیکھا تو کئی قطرات سرخی کے تازہ بتازہ کپڑوں پر پڑے۔ چنانچہ ایک صاحب عبداللہ نام جو سنور ریاست پٹیالہ کے رہنے والے تھے اور اس وقت اس عاجز کے پاس نزدیک ہوکر بیٹھے ہوئے تھے۔ دو، تین قطرہ سرخی کے ان کے ٹوپی پر پڑے۔‘‘

اب اس کشف کو سن کر الہامی صاحب کو ماننے والے ایسے مسلمان انصاف کریں اور دل میں سوچ کر اس سے پوچھیں کہ سرمہ چشم میں مقدس دوات کی پاک چھینٹوں کا ذکر ہے یا لیکھرام کے ناپاک خون کا تو پھر آپ نے ایسا سفید جھوٹ کیوں بولا اور لیکھرام کے خون کو اس سرخی قلم رحمانی کا مصداق کیوں بنادیا۔افسوس الہامی کے اتباع میں کوئی سوچ اور سمجھ نہیں رکھتا اور کوئی ان سے نہیں پوچھتا کہ آپ پہلے کیا کہہ چکے ہیں اور اب اس کو کیا بنا رہے ہیں۔شاید وہ ان سے سوال کریں گے،تو وہ جواب دیں گے کہ ملہم کو اختیار ہے کہ اپنے الہام کے جو معنی چاہے بیان کرے۔اپنے الہام کے جو معنی سمجھتا ہے وہ بحکم ''صاحب البیت ادری بما فیه'' کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔

اس کا جواب وہ ان کو یہ دیں کہ ہاں ہر شخص کو اپنی کلام کے معنی بیان کرنے کا اختیار حاصل ہے۔مگر وہی معنی جو اس کلام سے عرف مخاطبین میں حقیقتاً یا مجازاً مراد ہو سکیں اور اس کلام میں ایسے الفاظ پائے جائیں جو ان معنی عرف تخاطب میں دلالت کریں، نہ ایسے معنی اور ایسے الفاظ جو ''المعنی فی بطن الشاعر'' (یعنی مطلبش در بطن شاعر) کا مصداق ہوں۔ سو بھی ایسے کہ کلام آج کریں اور اس کا مطلب سترہ یا بارہ برس کے بعد آپ بتاویں جو پہلے بتائے ہوئے مطلب کا مخالف ہو، جیسے آپ سے وقوع میں آیا ہے کہ پہلے کشف دوازدہ رسالہ کے وقت چھینٹا سرخی دوات اور قلم رحمانی کا بتایا گیا تھا اور جب لیکھرام قتل ہوا تو وہی چھینٹا اس کا خون بن گیا۔ یہ کلام یا الہام کیا ہوا،موم کی ناک ہوئی،جس کو جدھر چاہا پھرا دیا۔

تیسرے مقام میں آپ نے سب مقامات سے بڑھ کر دلیرانہ افتراء کیا ہے اور مصرع:

چہ دلاور است دز دے کہ بکف چراغ دارد

کا نمونہ دکھایا ہے۔عید کا دن یا عید کے قریب دن اور چھٹی تاریخ مارچ کی اور چھٹا گھنٹہ اس دن کا اور یک شنبہ نام اس دن کا قتل لیکھرام کے متعلق سے الہام میں آپ نے کہیں نہیں بتایا اور نہ اس کو قتل سے پہلے شائع ومشتہر کیا۔اس باب میں جو کچھ آپ نے اشتہار ۱۵/مارچ ۱۸۹۷ء (مجموعہ اشتہارات ص۳۵۶) اور عریضہ ۲۲/مارچ ۱۸۹۷ء (مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۳۷۰،۳۷۱) میں کہا ہے کہ ان قیود چھکڑیوں کے ساتھ میں نے اس پیش گوئی کا اظہار واشتہار کیا تھا یہ سفید جھوٹ ہے۔

ہم نے آپ کے جملہ اشتہارات جو اس باب میں آپ نے شائع کئے اور ان کے حوالے اشتہار ۹، ۱۲، ۱۵، ۲۲/مارچ وغیرہ میں دیئے ہیں۔ یعنی اشتہار ۲۰/فروری ۱۸۸۶ء و۲۳/فروری ۱۸۹۳ء جو آئینہ کمالات میں شائع ہوا ہے۔ الہام ٹائٹل پیج برکات الدعا اور کرامات الصادقین وغیرہ کو دیکھا اور ٹٹولا، ان میں اس چھکڑیوں والے اشتہار کا نام نشان نہ پایا۔

آپ کے حواریان لاہور سے اس کا پتہ پوچھا انہوں نے بھی پتہ نہ دیا۔ آخر حضرت الہامی صاحب سے بذریعہ رجسٹری شدہ خط اس کا پتہ دریافت کیا تو آپ نے بھی باوجودکہ ہمارے خط کا جواب دیا۔ مگر اس میں اس چھکڑیوں والے الہام کا پتہ نہ بتایا۔ آپ نے اور آپ کے حواریوں نے صرف یوم العید والے الہام کا پتہ (کرامات الصادقین ص۵۴، خزائن ج۷ ص۹۶) میں یہ شعر بتایا:

وبشرنی ربی و قال مبشراً ستعرف یوم العید والعید اقرب

جس کے پہلے یہ شعر ہے۔ جس کے پہلے مصرع کی تقطیع درست نہیں[14]:

الا اننی من کل حرب غالب فکدنی بما زورت فالحق یغلب

سن رکھ میں ہر ایک لڑائی میں غالب رہوں گا۔ تو میرے مقابلہ میں جو بات بنا چکا ہے، اس کے ساتھ مجھ سے مکر کر حق غالب رہے گا۔ میرے خدا نے مجھے بشارت دی ہے اور یہ بات کہہ دی ہے کہ شتاب تو عید کے دن کو پہچان لے گا اور وہ عید کا دن قریب آنے والا ہے۔

حضرات! عید سے عید معروف مراد ہوتی ہے یا کوئی ایسا خوشی کا امر جو دیر کے بعد آوے۔ لہٰذا اسی شعر میں کسی خوشی یا غلبہ کی بشارت ہے اور اس کے قریب آنے کی خبر ہے۔ ان اشعار سے کوئی شخص جو ادنی فہم وانصاف رکھتا ہو، یہ نہیں سمجھ سکے گا کہ ان میں عید کے دوسرے دن قتل لیکھرام کے واقعہ ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ جیسا کہ الہامی صاحب نے اشتہار ۱۵/مارچ ۱۸۹۷ء (مجموعہ اشتہارات ص۳۵۶) میں اس شعر کی تشریح کی ہے۔ اس سے بڑھ کر آپ کی وہ تشریح ہے جو ہمارے خط کے جوابی خط میں انہوں نے کی ہے۔ اس مقام میں اس خط کی نقل مناسب معلوم ہوتی ہے۔

## نقل خط الہامی صاحب:

جناب مولوی صاحب۔ سلام!

آپ کا کارڈ پہنچا۔ آپ نے جو شعر دریافت کیا ہے وہ (کرامات الصادقین

ص۵۴، خزائن ج۷ ص۹۶) میں ہے وہ شعر دو ہیں۔ پہلا یہ ہے:

**الا اننی فی کل حرب غالب فکدنی بما زورت فالحق یغلب**

اس شعر میں حق کے غالب ہونے کی پیش گوئی ہے اور دوسرے شعر میں اس کی تفصیل ہے کہ ایسا کب ہوگا اور وہ یہ ہے، جو اس کے بعد کا شعر ہے:

**وبشرنی ربی و قال مبشراً ستعرف یوم العید والعید اقرب**

دوسرا مصرع اس کا الہامی ہے جو لیکھرام کے نشان کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کے معنی مجھے یہ تفہیم ہوئی ہے جس کو اسی وقت میں نے اکثر لوگوں کو بتا دیا کہ لیکھرام کی نسبت نشان عید کے قریب ظاہر ہوگا اور یہ مصرع کہ:

**ستعرف یوم العید والعید اقرب**

اس میں دو لفظ عید کے ہیں۔ پہلی عید سے مراد فتح ہے اور دوسری عید سے مراد معمولی عید ہے جو ہمیشہ سال کے بعد آتی ہے۔ ماحصل کلام یہ ہے کہ ہو یوم الفتح عید کے دن کے قریب واقع ہوگا اور عید کے دن سے ملا ہوا ہوگا۔ چونکہ یہ مصرع لیکھرام کے حق میں کثرت سے شہرت پا گیا تھا۔ اس لئے پرچہ سماچار وغیرہ پرچوں میں اس شعر کے مضمون کا ذکر ہے۔ مگر انہوں نے غلطی سے بجائے ''**اقرب من العید**'' کے عین عید کا دن سمجھ لیا ہے۔

مگر اصل معنی یہ ہیں کہ مصرع میں ''**والعید اقرب**'' بطور حال کے واقعہ ہے، یعنی وہ یوم الفتح جس کا نام بباعث فتح اسلام کے اور واقعی خوشی اہل ایمان کے ''**یوم العید**'' رکھا گیا ہے۔ اصلی عید کے دن سے ملا ہوا ہوگا اور یہی مضمون جو مصرع ''**وبشرنی ربی**'' میں ہے، یہی بشارت (کرامات الصادقین کے ٹائٹل پیج، خزائن ج۷ ص۱۶۲، ۱۶۳) پر موجود ہے، عبارت یہ ہے: ''**ومنها ما وعدنی ربی واستجاب دعائی فی رجل مفسد عدو الله ورسوله المسمی لیکھرام الفشاوری واخبرنی انه من الهالکین. انه کان یسب نبی الله ویتکلم فی شانه بکلمات خبیثة فدعوت علیه. فبشرنی ربی بموته فی ست سنة ان فی ذلک لاٰیة للطالبین**'' اور یہ فقرہ یعنی ''**فبشرنی ربی**'' یہ اس مصرع کی ایک جزء ہے۔ یعنی ''**وبشرنی ربی وقال مبشراً**'' مطلب یہ ہے کہ اس شعر کی اس جگہ پر تفسیر کر دی گئی ہے۔ **والحمد علی ما فعل!**

یہ میں نے محض للہ آپ کی تفہیم کے لئے لکھ دیا ہے تا آپ کو اصل واقعات سے مدد

مل سکے۔ چونکہ آپ نے نیک نیتی اور اخلاص کا ذکر کیا ہے۔ اس لئے مجھے یہ جرأت ہوئی کہ جو کچھ مجھے معلوم تھا میں نے ظاہر کر دیا۔ دوسری یہ بات بھی شاید آپ کو کسی وقت کام آوے کہ مجھ کو خداتعالیٰ نے تین مرتبہ اطلاع دی ہے کہ محمد حسین کو رجوع دیا جائے گا۔ اس لئے میں نے اس پیش گوئی کو اس رسالہ ''سراج منیر'' میں جواب چھپ رہا ہے، درج کر دیا ہے اور جہاں تک میری طاقت ہے۔ میں دعا بھی کروں گا۔ مجھ کو اس بات سے بہت ہی خوشی ہوئی کہ خداتعالیٰ نے ایسا ارادہ فرمایا ہے: **واللہ علی کل شیٔ قدیر!**

اس میں یہ بھی آپ کو لازم ہے کہ برکات الدعا کا ٹائٹل پیج اور حاشیہ کا مضمون (ایک سطر خط یہاں سے پڑھی نہیں گئی تھی وہ کاٹ کر آپ کے پاس واپس بھیجی گئی، آپ نے اس کی تصحیح کر کے اس کو واپس نہیں کیا اور ٹائٹل پیج پر (برکات الدعا، خزائن ج۷ ص۱۶۲) سے نمونہ استجابت دعاء بھی دیکھ لیں۔ چاہیں تو ایک پرچہ اس کا مجھے بھیج دیں۔

عبداللہ الصّمد غلام احمد۔ ۲/اپریل ۱۸۹۷ء

اس خط کے آخری فقرہ الہامیہ کی تصدیق وتائید میں آپ کے خلیفہ ثانی منشی (یا مولوی) محمد احسن امروہی بھوپالی بھی ایک خط میں تحریر کرتے ہیں۔ اس مقام میں ان کے خط کو نقل کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

## نقل خط محمد احسن امروہی

حضرت مولوی محمد حسین صاحب مہتمم اشاعۃ السنۃ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آج کے روز عاجز نے معتبر ذرائع سے معلوم کیا ہے کہ جناب نے الہام جو درباره لیکھرام حضرت اقدس مرزا صاحب کا تھا، آپ نے نیک نیتی سے تسلیم فرمالیا ہے۔ اگر یہ خبر سچ ہے تو **جزاکم اللہ فی الدارین خیرا** اور اگر صحیح نہیں ہے تو عاجز کی درخواست مکرر خدمت عالی میں یہ ہے کہ بالضرور اس الہام میں غور فرمایا جاوے۔

حضرت اقدس مرزا صاحب نے عاجز سے بارہا فرمایا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بالآخر بہ سبب اپنی علمی برکات کے پھر اسی ریو یوسابق کی طرف رجوع فرماویں گے۔ یہ جملہ معترضہ جو ان کو پیش آ گیا ہے، وہ ایک ''زلۃ الاقدام'' کی قسم سے ہے۔ والسلام خیر ختام۔ جواب طلب ضروری۔

راقم سید محمد احسن از امروہ شاہ علی سرائے ضلع مراد آباد۔ ۶/اپریل ۱۸۹۷ء

## لاہور سے آمدہ خط

آج ایک خط میرے ایک مخلص دوست اور عزیز بھائی حافظ بہادر دین ٹھیکہ دار لاہور کا میرے پاس بٹالہ میں پہنچا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت الہامی صاحب کے پاک فرقہ اور سچی جماعت نے لاہور میں اپنے پیر کے الہامی الہام مذکور کا وقوع بھی مشہور کردیا ہے کہ ابوسعید محمد حسین نے لیکھرام کی پیش گوئی کا صادق ہونا مان لیا ہے اور مرزا صاحب کی طرف رجوع کرلیا ہے۔ الہامی صاحب کے خط منقولہ بالا سے روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ الہام ''یوم العید'' کی یہ تشریح اور معنی جو آپ اب بیان کررہے ہیں اور اس شعر میں ڈال رہے ہیں۔ یہ معنی اس الہام کے وقت آپ کے ملہم کو نہ سوجھے اور نہ اس نے سوجھائے تھے۔

آپ لکھتے ہیں کہ: ''خداتعالیٰ کی طرف سے اس معنی کی مجھے یہ تفہیم ہوئی جس کو اسی وقت میں نے اکثر لوگوں کو بتلا دیا کہ لیکھرام کی نسبت نشان عید کے قریب ظاہر ہوگا۔'' اس میں یہ صاف اور صریح اقرار ہے کہ وہ معنی آپ نے عام لوگوں میں مشتہر نہیں کئے اور کسی کتاب یا اشتہار کے ذریعہ پبلک میں شائع نہیں کئے تھے۔ یہی امر ہمارے اس دعویٰ کی دلیل ہے کہ اس وقت آپ اور ان کے ملہم کو یہ معنی نہ سوجھے تھے۔ سوجھتے تو ضرور بذریعہ اشتہار ان کو شائع کرتے، کیونکہ جب تک آپ کو آسمانی فرزند بشیر وعنموائیل کے پیدا ہونے کی امید رہی، تب تک آپ کی بی. بی کو حمل ہوتا، فوراً شائع کرتے اور اس سے کچھ شرم نہ کرتے۔ (جس سے ہر ایک بھلامانس، شریف شرم کرتا ہے، بلکہ عام مجلس میں ایسے ذکر کو پسند نہیں کرتا) یہ معنی آپ کو اس وقت سوجھائے جاتے تو آپ اس کی دس ہزار کاپی چھپوا کر تمام ملکوں میں شائع کرتے۔

آپ کا یہ کہنا کہ ہم نے اس وقت اکثر لوگوں کو بتلا دیا تھا (یعنی زبانی کہہ دیا تھا) اوّل تو محض دروغ بے فروغ ہے۔ آپ اس بیان میں سچے ہیں، تو ان لوگوں کے نام بتاویں، جن جن کو آپ نے زبانی فرمادیا تھا۔ ہم ان لوگوں کو دیکھیں گے کہ کیا وہ لوگ وہی ہیں جو آپ کے لنگر (باورچی خانہ) سے ٹکڑا کھاتے ہیں یا آپ سے نقد وظیفہ پاتے ہیں یا وہ اور لوگ ہیں۔ آپ نے قادیان کے آریوں سے بعض لوگوں کا نام لیا تو ہم ان میں بھی نظر

کریں گے کہ وہ لوگ وہی تو نہیں جو ایک مدت آپ سے حلویٰ پوریاں کھا کر قادیان سے دہلی تک آپ کے ساتھ پھرے اور آپ کے الہامات کی جوان کے نام وشہادات آپ نے درج براہین کئے ہوئے ہیں، تصدیق کرتے رہے۔ مگر خود ہندو کے ہندو ہی رہے اور آخر اپنی قوم سے شرما کر آپ کے مخالف بھی ہوگئے یا وہ اور لوگ ہیں۔

وہی نکلے تو ہم ان کی شہادت قبول نہ کریں گے، جب تک کہ وہ پچھلی کرتوت سے تائب ہوکر مسلمان نہ ہوجائیں گے اور اگر اور لوگ نکلے یعنی نہ وہ حلویٰ پوری خور ہندو اور نہ ٹکڑے خور یا وظیفہ خوار مسلمان، تو اس بیان میں آپ کو سچا سمجھ کر پھر آپ سے یہ سوال کریں گے کہ آپ نے اس معنی سے جوگیوں کی طرح (جو ایک گھر میں لڑکا پیدا ہونے کی خبر دیتے ہیں اور اس کے ہمسایہ میں یہ کہہ جاتے ہیں کہ لڑکا نہیں، لڑکی پیدا ہوگی۔ پھر جب لڑکی پیدا ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہمسائیوں کو بھی کہہ گئے تھے کہ لڑکی پیدا ہوگی اور اس سے اپنی پیش گوئی سچی بناتے ہیں)

خاص خاص لوگوں کو صرف زبانی کیوں مطلع کیا گیا۔ اس کا اظہار عام لوگوں میں اشتہار کے ذریعہ سے کیوں نہ کیا، جیسے کہ آپ اپنی بی. بی کا حمل مشتہر کیا کرتے تھے۔ اس سوال کا جواب آپ سے کچھ نہ بن پڑے گا اور اس سے ثابت ہوگا کہ وہ معنی آپ نے اور آپ کے ملہم نے آپ گھڑے ہیں اور ابھی اس شعر میں ڈالنے چاہے ہیں۔ اس سے پہلے یہ معنی آپ کے اور آپ کے ملہم کے خیال میں نہ آئے تھے۔

آخر خط میں جو آپ نے منامی الہام بیان فرمایا ہے اور تین مرتبہ اس کا خدا کی طرف سے الہام ہونا ظاہر کیا ہے اور اس کے وقوع کا آپ کے خلفاء اور مریدوں نے لاہور سے امروہہ تک اشتہار کردیا ہے۔ یہ آپ کی چالاکی اور حکمت عملی سے ترغیب وترہیب ہے۔ آپ مجھے طمع اور خوف سے اس پیش گوئی کی مخالفت سے روکنا چاہتے ہیں، مگر میں خدا کے فضل وتوفیق سے نہ اپنی ذاتی قابلیت ولیاقت سے (کیونکہ میں ذاتی لیاقت کوئی بھی نہیں رکھتا۔ محض ناکارہ اور نالائق ہوں) آپ کے اس دام میں نہیں پھنستا اور جب تک زندہ ہوں اور قرآن پر ایمان رکھتا ہوں اور دین اسلام کا معتقد اور پابند ہوں، آپ کی موجودہ حالت، عقائد اور اعمال واخلاق کے ساتھ آپ سے اتفاق نہ کروں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ وتقدس اس حرص وطمع موافقت کو آپ دماغ سے نکال دیں۔

اور طرفہ کہ اس الہام کی منامی کے نو دن کے بعد آپ کے اس کا خلاف کیا اور ۱۱/اپریل کو ایک اشتہار قتل لیکھرام کے متعلق چھاپ کر آج ۱۳/اپریل ۱۸۹۷ء (مجموعہ اشتہارات ج۲ص ۳۸۲، ۳۸۳) کو میرے پاس ارسال کیا ہے۔ جس کے متن (ص۲ کی سطر۴) میں آپ نے لکھا ہے: ''میں نے سنا ہے کہ بعض مولوی صاحبان جیسے مولوی محمد حسین بٹالوی اس کھلی کھلی پیش گوئی کی نسبت بھی جو دونوں مذہبوں کے پرکھنے کے لئے معیار کی طرح ٹھہرائی گئی تھی۔ جانکاہی سی کوشش کررہے ہیں، کہ کس طرح لوگ اس پر اعتقاد نہ لائیں۔''

ہم مسلمانوں کو صلاح دیتے ہیں کہ اگر اسلام سے محبت ہے تو ایسے مولویوں سے پرہیز کریں اور اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: ''مولوی محمد حسین صاحب اگر سچے دل سے یقین رکھتے ہیں کہ یہ پیش گوئی لیکھرام والی جھوٹی نکلی۔ تو انہیں تحریر مخالفانہ کی تکلیف اٹھانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ ہم خدا تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہتے ہیں، کہ اگر وہ جلسہ عام میں میرے روبرو یہ قسم کھالیں کہ یہ پیش گوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھی اور نہ سچی نکلی اور اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے تھی اور فی الواقعہ پوری ہوگئی تو اے قادر مطلق ایک سال کے اندر میرے پر کوئی عذاب شدید نازل کر۔ پھر اگر مولوی صاحب موصوف اس عذاب شدید سے ایک سال تک بچ گئے تو ہم اپنے تئیں جھوٹا سمجھیں گے اور مولوی صاحب کے ہاتھ پر توبہ کریں گے اور جس قدر کتابیں ہمارے پاس اس بارہ میں ہوں گی جلادیں گے۔''

خاکسار اس کے جواب میں کہتا ہے کہ اگر آپ کا وہ الہام منامی جو تین بار آپ کو ہوا ہے سچا اور خدا کی طرف سے تھا اور آپ اس کے بیان میں سچے تھے۔ تو پھر آپ کو میری مخالفانہ تحریر کی فکر کیوں پڑی۔ جب میں آپ کی طرف رجوع اور آپ کے موافق ہونے والا ہوں، تو چاہوں ہزار مخالفت کروں۔ آخر میدان تو آپ کے ہاتھ آنے والا ہے۔ پھر اس مخالفت سے آپ کا کیا نقصان ہے۔ بلکہ سوچو تو فائدہ ہے۔ جس قدر مخالفت کے بعد موافقت ہوتی ہے۔ اسی قدر وہ زیادہ مؤثر ہوتی ہے اور ان لوگوں کی نظروں میں وقعت پیدا کرتی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ایسا سخت مخالف اور اس زور شور سے مخالفت کرنے والا آخر آپ کا تابع ہوگیا ہے۔ چلو ہم بھی تابع ہوجائیں اور چھوٹے بڑے مخالف سب تابع ہوجاتے ہیں۔

آپ کا میری مخالفت سے خوف کرنا اور مجھے اس پیش گوئی پر نکتہ چینی سے روکنا اور بجائے نکتہ چینی قسم ومباہلہ کی طرف بلانا اور عذاب شدید سے ڈرانا صاف یقین دلاتا ہے کہ وہ

الہامی منامی آپ کا محض ڈھکوسلہ اور خدا تعالیٰ پر افتراء ہے اور آپ کا ایک فعل دوسرے کا مکذب ہے۔ آپ کا یہ الہام چاہتا ہے کہ یہ خاکسار آپ کا مخالف رہے گا تو عذاب میں مبتلا ہوگا اور چونکہ مخالف رہنا خاکسار کا دم نقد موجود ہے اور مباہلہ کو بھی خاکسار حاضر ہے۔ لہٰذا اس تعیین کرنے کی کافی وجہ موجود ہے کہ وہ الہام آپ کا محض افتراء ہے۔ جس سے آپ کی غرض یہ ہے کہ یہ خاکسار آپ کی پیش گوئی، نکتہ چینی نہ کرے اور اس سے آپ کی پردہ دری نہ ہو۔

اس غرض سے آپ نے دعوت قسم ومباہلہ کی ہے تاکہ اس عذاب شدید سے ڈر کر خاکسار اس پیش گوئی پر نکتہ چینی نہ کرے۔ پھر آپ فرماتے ہیں مخالفانہ تحریر کی کیا ضرورت ہے۔ مباہلہ سے جو آسانی سے فیصلہ ہوسکتا ہے۔ اس کے جواب میں عرض ہے کہ مباہلہ آپ کر چکے۔ آپ کی شروط مباہلہ نہ پہلے بھی کسی سے طے ہوئے اور آئندہ نہ ہوں گے۔ اس موہوم امید اور خیالی پلاؤ پر ہم دم نقد اور تازہ واریا فیئر کو بھی ہاتھ سے کیوں جانے دیں اور مسلمانوں کو آپ کے فریبوں پر آگاہ نہ کریں۔ یہ آپ کے منامی الہام کے کذب ہونے کے متعلق گفتگو ہے۔ اب آپ کی دعوت قسم مباہلہ کا جواب دیا جاتا ہے۔

## جواب قسم ومباہلہ

یہ عاجز خاکسار اپنی نیک نیتی اور سچائی کی نظر سے اور خدا تعالیٰ کی ناصر ومعاون حق ہونے کی امید وبھروسہ پر آپ کی دعوت قسم کی قبول کرنے کو بغیر کسی معاوضہ یا تاوان کے حاضر ہے اور مسلمانوں کی مجلس عام میں (لاہور میں یا بٹالہ میں جہاں آپ آسکیں، نہ قادیان میں کیونکہ آپ نے اس اشتہار میں یہ شرط نہیں کی) اس مضمون کے جو آپ کے مضمون قسم سے زیادہ زور رکھتا ہے۔ قسم کھانے اور اس کو رسالہ میں چھاپ دینے کو مستعد ہے کہ ’’مجھے اس خدا تعالیٰ کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری اور سب کی جان ہے، میرے اعتقاد میں یہ پیش گوئی متعلق لیکھرام خدا کی طرف سے نہ تھی اور نہ سچی نکلی اور نہ یہ شخص پیش گوئی کرنے والا اس اعتقاد اور اخلاق کے ساتھ خدا کا ملہم ومخاطب اور الہامی پیش گوئیوں کا محل ومصدر ہوسکتا ہے اور اگر یہ پیش گوئی الہامی اور خدا کی طرف سے تھی اور فی الواقعہ پوری ہوگئی ہے اور یہ شخص واقعہ میں خدا کا ملہم ومخاطب ہے اور میں نے اس پیش گوئی کے وقوع سے اور اس شخص کے الہامی ہونے سے جحوداً وعناداً انکار کیا ہے۔ تو اے خدائے قادر مطلق تو مجھے فوراً اس عذاب میں مبتلا کر جو آج تک کسی معذب کو نہ ہوا ہو۔‘‘

مگراس مضمون کی قسم کھانے اوراس کو رسالہ میں چھاپ دینے کے لئے میری ایک شرط ہے کہ آپ اس کے مقابلہ میں کچھ نہ بولیں اور میری قسم کھالینے کے بعد نہ کسی قسم کی میرے حق میں پیش گوئی کریں اور نہ میرے متعلق کسی امر کے وقوع کے بعد اپنی کرامت کا اظہار کریں، کہ فلاں امر جو واقعہ ہوا ہے وہ ہماری بدعا کا اثر ہے۔

ہاں! اپنے گھر میں بیٹھ کر اور اپنی جماعت کو ساتھ ملا کر جس قدر چاہیں، بددعا کرتے رہیں۔ اگر آپ کی بددعا سے مجھ پر فوراً یا کسی قدر وقفہ سے عذاب نازل ہوجائے گا تو اسلامی دنیا خود دیکھ لے گی اور یقین کرے گی اور آپ کو سچا کہے گی اور اگر میں اپنے صدق ونیک نیتی کی برکت اور خدا کے فضل سے ایسے عذاب سے بچ گیا تو اسلامی دنیا پر واضح ومنکشف ہوجائے کہ آپ مفتری وکذاب ہیں اور اس پیش گوئی لیکھرام کے اور ہر ایک پیش گوئی کے خدا کی طرف سے ہونے کے دعویٰ میں خداتعالیٰ پر افترا کرتے ہیں۔

میں مدعی کرامت ونبوت کا نہیں کہ آپ کے لئے جلد عذاب کی دعا کروں۔ ہاں! یہ امید رکھتا ہوں کہ اﷲتعالیٰ اپنے وعدہ قرآنیہ کے مطابق آپ کو یا تو ہدایت کرے گا اور توبہ کی توفیق دے گا یا جب چاہے گا آپ کو ہلاک کرے گا تا تمام دنیا کی نظروں میں ذلیل ورسوا کرے گا۔ جیسا کہ اکثر کی نظروں میں اب بھی ذلیل ہیں۔

جب آپ میری اس شرط کو بذریعہ تحریر مطبوع منظور کریں گے۔ تب میں اس مضمون کی قسم مسلمانوں کی مجلس میں کھا کر اس کو اپنے رسالہ میں چھاپ دوں گا اور اگر آپ میرے اس مضمون قسم کو کافی نہ سمجھیں اور اپنی یہ نئی شرطیں پیش کریں:

۱…… میں قادیان میں آؤں اور آپ کے سامنے اس مضمون کی قسم کھاؤں۔

۲…… میری قسم کھانے کے بعد آپ بھی کچھ بولیں اور میرے حق میں بددعا کریں اور اس بددعا کے بعد میرے حق میں کسی قسم کے عذاب کی پیش گوئی کریں۔

۳…… پھر سال گزر جانے کے بعد اس عذاب کے معنی بتاویں اور جس قسم کے معمولی امر کو آپ چاہیں، اس بددعا کا اثر قرار دے کر اشتہار دے دیں کہ یہی عذاب ہماری دعا کا اثر ہے اور اس ذریعہ سے اپنی کرامت ونبوت کا اظہار واثبات کریں۔

تو اس صورت میں میری طرف سے اوّل شرط یہ ہے کہ جیسا کہ آپ نے اشتہار ۵؍اپریل ۱۸۹۷ء (مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۳۷۹) میں گنگا بشن آریہ کے لئے دس ہزار روپیہ

پیشگی گورنمنٹ کے پاس جمع کر دینا منظور کیا ہے۔ میری قسم کے عوض میں جمع کرادیں اور باضابطہ یہ معاہدہ کریں کہ درصورت ظاہر نہ ہونے اثر بددعا آپ کے وہ روپیہ آپ سے بطور شرعی جرمانہ لیا جائے گا جو کسی اسلامی کار خیر میں خاکسار کی رائے سے صرف کیا جائے گا اور نیز اس صورت عدم ظہور اثر بددعا جو آپ نے میرے ہاتھ پر توبہ کرنا اور کتابیں جلانا قبول کیا ہے۔ اس کی یہ تشریح وتعیم کر دیں کہ میں اپنے جدیدہ عقائد کو کفر اور گمراہی قرار دے کر ان سے توبہ کروں گا اور عقائد قدیمہ اسلامیہ قبول کر کے از سر نو مسلمان بنوں گا اور اپنی جملہ کتابوں کو براہین سے لے کر آخری رسالہ یا اشتہار تک جن میں وہ عقائد کفریہ مجملاً یا مفصلاً یا صراحۃً یا اشارۃً درج ہیں، جلادوں گا۔ درصورت پوری نہ کرنے اس شرط کے سزا قتل کو جو آپ نے منظور کیا ہے۔ اس کو گورنمنٹ سے منظور کرادینا آپ کے ذمہ ہے کیونکہ آپ مجوز ہیں۔

دوسری شرط یہ کہ جس عذاب شدید سے آپ ڈراتے ہیں۔ اس کی شرح وتعیین کر دیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ اگر مجھے ریزش یا کھانسی وغیرہ سے آپ بیمار دیکھیں یا میرے کبھی کپڑے میلے یا پرانے آپ کو نظر آویں یا میرے متعلقین میں سے کسی پر کوئی بیماری یا ابتلاء آوے تو آپ یہ کہہ دیں کہ یہی عذاب شدید ہے جس کی ہم نے پیش گوئی کی تھی۔

جیسا کہ پہلے آپ سے وقوع میں آچکا ہے کہ ۱۸۹۳ء آپ نے خاکسار کے لئے عذاب کی دعا کی تو آپ کو چالیس (۴۰) روز کی میعاد کے عذاب کی خبر ملی۔ چنانچہ (آئینہ کمالات ص۶۰۴، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں آپ نے کہا ہے: ’’چند ماہ کا عرصہ ہوا ہے جس کی تاریخ مجھے یاد نہیں کہ ایک مضمون میں نے میاں محمد حسین کا دیکھا جس میں میری نسبت لکھا ہوا تھا کہ یہ شخص کذاب اور دجال اور بے ایمان اور باایں ہمہ سخت نادان اور جاہل اور علوم دینیہ سے بےخبر ہے۔ تب میں جناب الٰہی میں رویا کہ میری مدد کر تو اس دعا کے بعد الہام ہوا کہ ’’ادعونی استجب لکم ‘‘یعنی دعا کرو کہ میں قبول کروں گا۔ مگر میں بالطبع نافر تھا کہ کسی عذاب کے لئے دعا کروں۔ آج جو ۲۹؍شعبان ۱۳۱۰ھ ہے۔ اس مضمون کے لکھنے کے وقت خداتعالیٰ نے دعا کے لئے دل کھول دیا۔ سو میں نے اس وقت اسی طرح سے رقت دل سے اس مقابلہ میں فتح پانے کے لئے دعا کی اور میرا دل کھل گیا اور میں جانتا ہوں کہ قبول ہوگئی اور میں جانتا ہوں کہ وہ الہام جو مجھ کو میاں بٹالوی کی نسبت ہوا تھا کہ: ’’انی مھین من اراد اھانتک ‘‘ وہ اسی موقعہ کے لئے ہوا تھا۔ میں نے اس مقابلہ کے لئے چالیس دن کا

عرصہ ٹھہرا کر دعاء کی ہے اور وہی عرصہ میری زبان پر جاری ہوا۔ اب صاحبو! اگر میں اس نشان میں جھوٹا نکلا یا میدان سے بھاگ گیا یا کچے بہانوں سے ٹال دیا تو تم سارے گواہ رہو کہ بے شک میں کذاب اور دجال ہوں۔ تب میں ہر ایک سزاء کے لائق ٹھہروں گا۔ کیونکہ اس موقعہ پر ہر ایک پہلو سے میرا کذب ثابت ہو جائے گا اور دعا کا نامنظور ہونا کھل کر میرے الہام کا باطل ہونا بھی ہر ایک پر ہویدا ہو جائے گا۔‘‘

جب چالیس روز کے عرصہ میں کوئی عذاب اس خاکسار پر نہ آیا تو آپ نے پھر یہ بات بنائی کہ اس عذاب سے وہ اہانت مراد ہے جو بمقام امرتسر ہم سے مباہلہ کرنے سے انکار کرنے کے سبب اس کو حاصل ہوئی تھی۔ (حالانکہ یہ بات بھی محض خلاف واقعہ ہے، مباہلہ سے انکار انہوں نے کیا تھا نہ اس خاکسار نے) اور اب ۱۸۹۷ء میں رسالہ انجام آتھم شائع کیا۔ تو اس کے (ص۹۴،۹۵،۱۰۰، خزائن ج۱۱ص ایضاً) میں اس اہانت کی تفسیر و مراد یہ بیان کی ہے کہ یہ شخص اب مفلس ہو گیا ہے اور کپڑے پرانے پہنتا ہے کابل گیا تھا تو وہاں اس کا اکرام نہیں ہوا اور وہاں سے محروم و بیمار ہو کر واپس آیا۔

حالانکہ یہ باتیں سب کی سب خلاف واقعہ ہیں۔ ہاں! کابل میں بیمار رہا تھا۔ سو یہ بیماری ایک ایسا امر ہے جس سے کوئی بشر خالی نہیں رہتا اور آپ کا دائم المرض رہنا تو آپ کی تحریرات میں بھی مرقوم ہے۔ ایسی ہی تاویلات عذاب شدید آپ اس وقت کریں گے۔ جب میعاد گزر گئی اور خدا کے فضل و کرم سے خاکسار پر کوئی آفت نہ آئے۔ اس لئے ضروری ہے کہ آپ ابھی سے عذاب شدید کی تعیین مراد کریں۔

تیسری شرط یہ کہ آپ سال کی میعاد کو موقوف کریں اور اگر اپنی بددعا کی تاثیر اور کرامت دکھانے کا دعویٰ ہو تو ایسی قسم کھانے وقت دکھاویں۔ جیسے آنحضرت ﷺ کے مقابلہ میں نجران کے عیسائیوں کے مباہلہ کے فوراً عذاب نازل ہونے کی بابت آنحضرت ﷺ نے خبر دی تھی اور وہ ہمارے مضمون جواب مباہلہ میں منقول ہے۔

اور اگر فوری عذاب اور کرامت دکھانے کی آپ کے ملہم[۱۱] میں قدرت و طاقت نہیں یا کسی دور اندیشی و احتیاط کی نظر سے کسی قدر مہلت کا وہ محتاج ہے تو آپ کے اس اعتراف کے بعد ہم میعاد بھی منظور کر لیں گے۔ مگر وہ میعاد تین دن سے زیادہ منظور نہ ہوگی۔ کیونکہ عبداللہ آتھم کے عذاب کے لئے آپ تین دن منظور کر چکے ہیں اور اشتہار انعامی تین

ہزار (مجموعہ اشتہارات ج ۲ص ۳۷) میں لکھ چکے ہیں ’’کہ ہم تین دن ہی منظور کرلیں گے۔‘‘ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تین دن کے وقفہ میں آپ اور آپ کے ملہم صاحب اپنے منکروں پر عذاب لاسکتے ہیں۔

اور اگر آپ یہ اقرار کریں گے کہ ہمارے ملہم اب تین دن کی مہلت میں بھی اثر دکھانے سے عاجز ہوگیا ہے اور وہ سال بھر کی مہلت لینے کے بغیر کچھ نہیں کرسکتا تو ہم اس میعاد کو بھی منظور کرلیں گے اور اگر آپ کو اس میعاد کے مسنون ہونے کا دعویٰ ہے۔ چنانچہ ایک اشتہار مباہلہ میں آپ نے تحریر کیا ہے تو آپ اس کا مسنون ہونا کسی دلیل سے ثابت کریں۔ اس میعاد کے مسنون ثابت ہونے کے بعد ہم اس کو تسلیم کرلیں گے۔

جو دلیل مسنون ہونے کی آپ نے اس اشتہار میں بیان کی ہے۔ اس دلیل سے شرط کا مسنون ہونا ثابت نہیں ہوتا جس کی تفصیل ہم مضمون جواب مباہلہ میں کر چکے ہیں۔ کوئی اور دلیل آپ بیان کریں گے تو ہم آپ کی اس شرط کو مان لیں گے۔ آپ ایک دفعہ میدان میں تو نکلیں۔

ہماری ان تینوں شروط کو آپ قبول کرلیں گے اور عدالت کے ذریعہ سے اس معاہدہ کی تکمیل کرادیں گے۔ تو ہم قادیان میں پہنچ کر آپ کے سامنے قسم کھانے کو حاضر ہیں، مگر ہم کو امید نہیں کہ آپ ہماری شرطوں کو منظور کریں یا ان شروط کی عدم تسلیم کی وجوہات عقلیہ صحیحہ بیان کریں۔ آپ باتوں ہی میں ٹلا دیں گے اور اپنے معتقدوں کا دل بہلائیں گے۔ اب شوق سے اپنا کام کریں۔ ہم بھی آپ کا کام کر چکے اور آپ کی اس پیش گوئی کی حقیقت پبلک پر ظاہر کر چکے اور کر رہے ہیں۔

یہ آپ کے اس خط کے متعلق کلام ہے جس میں آپ نے اس شعر ’’یوم العید‘‘ کے معنی گھڑ کر اس میں ڈالنے چاہے ہیں۔ اب ہم چھکڑیوں (۶ تاریخ، چھٹے گھنٹے روز یک شنبہ) والی پیش گوئی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس کا سفید جھوٹ ہونا ناظرین پر ظاہر کرتے ہیں۔

حضرات! چھکڑیوں والا الہام نہ آپ کو ہوا۔ نہ ان قیود کے ساتھ آپ نے یہ پیش گوئی متعلق قتل لیکھرام کبھی مشتہر کی۔ اس دعویٰ میں آپ نے اپنے معتقدوں اور ناواقف مسلمانوں کی آنکھ میں خاک ڈال کر ان سے یوں ہی تسلیم کرالیا ہے، کہ ان قیود کے ساتھ واقعہ قتل سے ۱۷برس پہلے پیش گوئی کی گئی تھی، جو سچی نکلی۔

ہم نے اپنے رجسٹرڈ خط کے ذریعے سے اس پیش گوئی کا پتہ آپ سے پوچھا تو آپ نے اس کا پتہ نہ بتلایا صرف الہام ’’یوم العید‘‘ کا پتہ بتایا۔ چنانچہ آپ کا خط منقولہ مشاہد ہے۔

پھر ہم نے اپنے خط (نمبری ۱۱۷) مؤرخہ ۱۷/ اپریل ۱۸۹۷ء میں مضمون زیر قلم کا خلاصہ لکھ کر آپ کے پاس بھیجا تو اس میں بھی یہ لکھ دیا کہ بجز پیش گوئی میعادی شش سالہ جس قدر پیش گوئیاں کرنے کا آپ کے اشتہارات میں دعویٰ ہے وہ محض غلط ہے۔ (یعنی وہ پیش گوئیاں واقعہ قتل سے پہلے لیکھرام کے متعلق آپ نے مشتہر نہیں کیں) اس خط کے جواب میں بھی آپ نے سکوت اختیار کیا اور اس پیش گوئی کا پتہ نہ بتایا۔ اس خط کے حامل اور آپ کے قاصد وکیل مہر نبی بخش نمبردار بٹالہ و بابو علی محمد ٹھیکہ دار بٹالہ۔ زبانی مظہر اور مدعی ہوئے کہ ہم نے یہ پیش گوئی دیکھی ہوئی ہے اور اول الذکر نے وعدہ کیا ہم اس کو کل لا کر پیش کریں گے وہ بھی نہ لائے اور کئی کل گزر گئے۔ آخر ان دونوں صاحبوں کے نام ایک خط لکھا گیا، جس کی نقل ذیل میں درج ہے۔

انہوں نے یہ خط وصول نہ کیا۔ اوّل الذکر تو وصولی خط سے صاف انکاری ہوئے اور ثانی الذکر جموں چلے گئے تو اس خط کی نقل الہامی صاحب کے پاس قادیان بھیجی گئی اور اس پر لکھا گیا کہ اگر آپ نے اس الہام کا پتہ نہ بتایا تو یک طرفہ کارروائی کی جائے گی۔ اس نقل کے پہنچنے پر بھی آج تک کہ ۸/ مئی ۱۸۹۷ء ہے۔ پتہ نہیں بتایا جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس پیش گوئی کو انہوں نے کسی اشتہار یا کتاب میں مشتہر نہ کیا تھا۔

## نقل خط

بٹالہ ۱۵/ اپریل ۱۸۹۷ء نمبر ۱۲۵

مہر نبی بخش صاحب۔ و بابو علی محمد صاحب وکیلان مرزا غلام احمد صاحب سلام!

۱۲/ اپریل ۱۸۹۷ء کو آپ دونوں صاحب کہہ گئے تھے کہ ہم نے مرزا جی کا وہ الہام دیکھا ہوا ہے جس میں چھ تاریخ چھٹے گھنٹے، روز یک شنبہ میں قتل واقعہ ہونے کی پیش گوئی ہے اور مہر صاحب وعدہ کر گئے تھے کہ وہ الہام ہم کل ارسال کریں گے۔ مگر اب تک ارسال نہیں کیا۔ مرزا جی سے ہم نے اس الہام کا پتہ پوچھا تو انہوں نے بھی نہیں بتایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مضمون کا کوئی الہام مرزا جی نے واقعہ قتل سے پہلے شائع نہیں کیا اور آپ لوگوں نے بھی اس مضمون کا کوئی الہام ان کا نہیں دیکھا، اب آپ لوگ اپنے مؤکل کی بات

پیچ کرتے ہیں اوران کے جھوٹ پر پردہ ڈالتے ہیں۔

اگر یہ امر (جو آپ کے اس فعل سے مفہوم ہوتا ہے) واقعی ہے تو کمال افسوس کی بات ہے۔ آئندہ اگر آپ نے یا مرزاصاحب نے کل شام تک وہ الہام نہ بھیجا تو میں یقین کر لوں گا کہ اس مضمون کا کوئی الہام آپ کے اوران کے پاس نہیں ہے۔ میں ہفتہ کے دن ۱۷/اپریل کولاہور کا ارادہ رکھتا ہوں، کل شام تک الہام یا جواب خط آنا چاہئے۔

ابوسعید محمد حسین

## اس خط پر جو کچھ مرزاجی کے نام لکھا گیا تھا، اس کی نقل

مرزاصاحب وحکیم صاحب! آپ صاحبوں نے میرے خط (نمبری ۱۱۷) کا جس سے میری نیک نیتی عیاں ہے، جواب نہ دیا اور نہ حکیم صاحب خود تشریف لائے۔ اس سے آپ کی نیت معلوم ہوگئی۔ یہ اس خط کی نقل ہے جو آپ کے وکیلوں نے نہیں لیا۔ بابو علی محمد تو جموں چلے گئے، مہر نبی بخش صاحب اس کے لینے سے انکاری ہوئے۔ لہٰذا آپ کی خدمت میں مرسل ہے۔ اگر الہام چھ دن، چھ گھنٹہ والا جلد نہ پہنچا تو یک طرفہ کارروائی، پھر ہم کو ترک نیک نیتی کا الزام نہ دیں۔ اپنی رائے اور نفس کو متہم کریں۔ ابوسعید محمد حسین

اس خط کے پہنچنے پر بھی آپ کچھ نہ بولے اوراب تک ساکت ہیں۔

لاہور کے تابعین ومقلدین الہامی صاحب حکیم فضل الٰہی اور حافظ فضل احمد صاحب سے اس امر کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا کہ رسالہ برکات الدعاء کے حاشیے والے الہام میں یک شنبہ کا لفظ موجود ہے۔ اسی وقت ان کے سامنے رسالہ برکات الدعا پیش کیا گیا۔ تو اس میں یہ نہ نکلا، کہ یک شنبہ کولیکھرام قتل ہوگا۔ لفظ یک شنبہ تو اس میں ہے۔ مگر اس کو قتل کا دن نہیں بتایا گیا۔ بلکہ قتل کے متعلق جو مرزاجی کوایک خواب دکھایا گیا تھا۔ اس خواب کی رویت کا دن یک شنبہ اور وقت چار بجے صبح کا بتایا گیا ہے۔

اس مقام میں اصل عبارت حاشیہ صفحہ اخیر رسالہ برکات الدعاء نقل کی جاتی ہے، تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ بات کیا ہوتی ہے اور یہ حضرات استاد وشاگرد وپیر ومرید اس کو کیا بنا لیتے ہیں اور یہ سب کے سب دھوکہ دینے اور جھوٹ بولنے میں کیسے مشاق ہیں۔ مصرع

این خانہ تمام آفتاب است

کے مصداق ہیں۔

## نقل عبارت رسالہ برکات الدعا

’’لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک اور خبر۔ آج جو ۲/اپریل ۱۸۹۳ء مطابق ۱۴/ماہ رمضان ۱۳۱۰ھ ہے۔ صبح کے وقت تھوڑی سی غنودگی کی حالت میں میں نے دیکھا کہ میں ایک وسیع مکان میں بیٹھا ہوا ہوں اور چند دوست بھی میرے پاس موجود ہیں، اتنے میں ایک شخص قوی ہیکل گویا اس کے چہرہ سے خون ٹپکتا ہے۔ میرے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک نئی خلقت اور شمائل کا شخص ہے۔ گویا انسان نہیں، ملائک شداد غلاظ میں سے ہے اور اس کی ہیبت دلوں پر طاری تھی اور میں اس کو دیکھتا ہی تھا کہ اس لئے مجھ سے پوچھا کہ لیکھرام کہاں ہے اور ایک اور شخص کا نام لیا کہ وہ کہاں ہے؟ تب میں نے اس وقت سمجھا کہ یہ شخص لیکھرام اور اس دوسرے شخص کی سزادہی کے لئے مامور کیا گیا ہے۔ مگر مجھے معلوم نہیں رہا کہ وہ دوسرا شخص کون ہے۔ ہاں! یہ یقینی طور پر یاد ہے کہ وہ دوسرا شخص انہیں چند آدمیوں سے تھا جن کی نسبت میں اشتہار دے چکا ہوں اور یک شنبہ کا دن اور ۴ بجے صبح کا وقت تھا۔ فالحمد ﷲ علی ذلک۔‘‘ (برکات الدعاص آخری، خزائن ج۶ ص۳۳)

اس آخری جملے کی نسبت کوئی صاحب فہم وانصاف نہیں کہہ سکتا کہ اس میں یک شنبہ کو وقوع قتل وظہور پیش گوئی کا وقت بتایا گیا ہے۔ بلکہ ہر کوئی یقین رکھتا ہے کہ وہ اس خواب کے دیکھنے کا وقت ہے۔ وقوع پیش گوئی کا وقت وہ کیونکر ہوسکتا ہے، جب کہ اس میں چار بجے صبح کا وقت بتایا گیا ہے۔ حالانکہ ظہور پیش گوئی اور وقوع قتل لیکھرام کا وقت یہ حضرات چھ بجے شام کے بتاتے ہیں۔ یہ عقل کے اندھے اور سیاہ دل اپنے الفاظ کو غور سے نہیں پڑھتے۔ انا ﷲ وانا الیہ راجعون!

آئندہ اس چھکڑیوں والی پیش گوئی کو قبل از وقوع مشتہر کرنے کا ثبوت یہ لوگ کیا پیش کریں گے؟ اس کا جواب قیاس وقرینہ سے دیا جاتا ہے کہ یہ یا تو کوئی جعلی پچھلی تاریخ کا اشتہار بنا کر چھاپیں گے اور کہیں گے کہ اس اشتہار کے ذریعہ یہ پیش گوئی مشتہر کی گئی تھی اور یا اپنی تصانیف سے کہیں لفظ ستہ یا چھ کا اور لفظ یک شنبہ نکال کر دعویٰ کریں گے (جیسا کہ حکیم فضل الٰہی نے دعویٰ کیا ہے) کہ ان الفاظ سے وقت قتل لیکھرام مراد ہے۔ گو اس میں قتل لیکھرام کا کہیں ذکر واشارہ تک بھی نہ ہو۔ مگر ہم خدا کے فضل سے اس جعل کی قلعی پورے طور پر کھولیں گے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ!

بالجملہ چھکڑیوں والی پیش گوئی کا کہیں وجود معلوم نہیں ہوتا اور یوم العید والے الہام میں قتل لیکھرام کا کہیں ذکر و اشارہ تک نہیں۔ اس باب میں جو کچھ آپ نے کہا ہے، سفید جھوٹ ہے۔ ہاں! اس قدر مسلم ہے کہ چھ سال کی معیاد قتل لیکھرام کے لئے اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۹۳ء (مجموعہ اشتہارات ج۱،ص ۳۷۳) میں ضرور مقرر کی گئی تھی۔ مگر اس میعاد کے مطابق یہ قتل وقوع میں نہیں آئی، بلکہ اس میعاد سے دو سال پہلے چار ہی سال کے بعد قتل وقوع میں آ گئی ہے۔ اس سے وہ پیش گوئی جھوٹی ہوئی نہ سچی۔

جو لوگ چار (۴) اور چھ (۶) میں فرق کر سکتے ہیں وہ اس پیش گوئی کے جھوٹے ہونے میں شک نہ کریں گے۔ اس کے جواب میں اگر الہامی صاحب یہ کہیں کہ چار کا عدد چھ کے عدد میں داخل ہے۔ لہٰذا چار سال میں پیش گوئی کے پورے ہونے سے چھ سال میں اس کا پورا ہونا صادق آ سکتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ چار کا عدد چھ میں داخل ہے، دس (۱۰)، بیس (۲۰) اور سو (۱۰۰) میں بھی داخل ہے۔ پھر کیا اس نظر سے جو واقعہ چار سال میں واقعہ ہونے والا ہو۔ اس کا دس، بیس، سو برس کی میعاد میں وقوع بیان کرنا اور اس کو تحدی اور کرامت کے طور پر مخالفین کے مقابلہ میں پیش کرنا جائز ہے؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔

اس سے تو تحدی اور کرامت باطل ہوتی ہے اور تحدی اور کرامت اور اخبار غیب تو اسی صورت میں متصور ہے، کہ جو اس واقعہ کے وقوع کی اصلی حد ہو۔ وہ بتا دی جائے، کسی میعاد قریب کو بعید کر کے بتانا نہ صرف مبطل تحدی وخلاف کرامت ہے۔ بلکہ وہ حکمت کے بھی برخلاف ہے اور سراسر حماقت وسفاہت ہے، جو خدا حکیم وعلیم ملہم الصادقین کے شان کے مخالف ہے اور اس کا عکس کہ ایک امر بعید الوقوع کو ایسے سچے اور صحیح الفاظ سے بیان کرنا جن سے اس کا قریب ہونا مفہوم ہو عین حکمت ہے۔

اسی اصول پر اسلام میں اور پہلے دینوں میں قیامت کو قریب بتایا گیا ہے۔ باوجودیکہ ہزارہا برس گزر چکے ہیں اور اسی وجہ سے خبر فتح روم کو جو سات برس میں واقعہ ہونے والی تھی۔ لفظ بضع سے (جس کا اطلاق عرب میں تین سے نو تک ہوتا تھا اور اس لفظ کے بولنے سے تیسرے ہی سال کے بعد فتح کی امید شروع ہو گئی تھی اور اس سے دوستوں کو خوشی اور دشمنوں کو خوف پیدا ہو گیا تھا) بتایا گیا ہے۔ الہامی صاحب نے موت لیکھرام کے متعلق پیش

گوئی میں اس اصول حکمت کا خلاف کیا اور اس سے یہ ثابت کیا کہ وہ پیش گوئی الہامی اور رحمانی نہ تھی۔ بلکہ ایک وسوسہ شیطانی تھا جو جھوٹا نکلا۔

ایک وجہ اس پیش گوئی شش سالہ کے جھوٹی نکلنے اور سچی نہ ہونے کی یہ بھی ہے کہ اس عذاب کی (جس کی اس پیش گوئی میں خبر دی گئی تھی) الہامی صاحب نے ضمیمہ (آئینہ کمالات اسلام ص اخیر، خزائن ج۵ ص۶۵۰،۶۵۱) میں ان الفاظ سے کہ ''وہ غیر معمولی اور خارق عادت ہوگی'' تفسیر کی ہے۔ چنانچہ کہا ہے کہ: ''اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا۔ جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر ہیبت الٰہی رکھتا ہو، تو سمجھو کہ میں خدا کی طرف سے نہیں۔'' اور یہ قتل جس کیفیت سے وقوع میں آیا ہے۔ وہ معمولی کیفیت ہے، نہ نرالی، نہ غیر معمولی، نہ خارق عادت، ایسے واقعات صدہا وقوع میں آتے ہیں۔ ہسپتالوں میں جا کر ایسی زخمی لاشیں دیکھ لو۔ پولیس اور عدالت میں صدہا کیس ملاحظہ کرلو۔ تھوڑے دن ہوئے کہ لاہور کے بازار انارکلی میں ایک میم کو ایک فقیر نے چھری سے مارڈالا۔

اس سے پہلے چھاؤنی پشاور اسٹیشن پر ایک فوجی افسر کو ایک سرحدی افغان نے چھری سے قتل کیا۔ ایسے واقعات کو آنکھ سے دیکھنے ہوں تو پشاور کے قریب چلے جاؤ اور مشاہدہ کرلو۔ ایسے واقعات کو کوئی ذی عقل اور صاحب فہم معمول سے نرالے اور خارق عادت نہیں کہہ سکتا۔ معمول سے نرالے اور خارق عادت عذاب وہ تھے۔ جو پہلی امتوں کے منکروں پر آئے۔ کوئی زمین میں دھنسایا گیا، کوئی آسمانی سخت آواز سے ہلاک ہوا۔ کسی پر آسمان سے پتھر برسے اور کئی غیر معمولی طور پر بحیثیت مجموعی غرق آب ہوئے۔ جن کا ذکر قرآن کی سورہ عنکبوت کے (رکوع:۲) میں ہوا ہے۔

آج کل کا طاعون جو بمبئی اور کراچی پر مسلط ہے کاش اسی کا حصہ اکیلے لیکھرام کو پہنچتا تو بھی تسلیم کیا جاتا کہ اس شہر میں جو عذاب سے مامون ہے، صرف لیکھرام کے لئے وہ غیر معمولی اور خارق عادت عذاب ہے۔ چھری مارنے کو جو رات دن لوگوں کو لگتی ہیں، غیر معمولی وخارق عادت قرار دینا آپ ہی کا کام ہے جو الہام سے ہوتا ہے۔ اس بیان سے سوال اوّل کا حل وجواب پورا ہوا، اور یہ ثابت ہوا کہ یہ پیش گوئی اور اس کے متعلق جس قدر الہامات الہامی صاحب نے بیان کئے ہیں۔ وہ سچے نہیں نکلے، بلکہ سراسر کذب وفریب ظاہر ہوئے۔

## دوسرے سوال کا حل وجواب

اگر ہم فرض کریں اور بطور محال مان لیں کہ الہامی صاحب نے اس پیش گوئی کے متعلق جو دعاوی کئے ہیں کہ ہم نے اس واقعہ قتل کو ۱۷یا۱۲برس پہلے بتادیا تھا اوراس کی تاریخ دن، گھنٹہ (بلکہ آلہ قتل ولباس قاتل ورنگ قاتل وعمر قاتل وغیرہ وغیرہ جن امور کا الہامی صاحب نے دعویٰ بھی نہیں کیا) سے بھی سترہ برس پہلے آگاہ کردیا تھااور جو کچھ کہا وہ بلاتفاوت سرموئے صادق ومطابق نکلا تو اس صورت میں بھی وہ پیش گوئی اسلام اور مسلمانوں میں الہامی تسلیم کئے جانے کے لائق نہ ہوتی اورکوئی مسلمان (بجز ان چند لوگوں کے جو اسلام سے مرتد ہوکر روٹی اور پیسہ کی طمع سے الہامی صاحب کے پیرو ہوگئے۔ یا وہ ناواقف ہونے کی وجہ سے ان کے دام میں پھنسے ہوئے ہیں) اس کو الہام نہ سمجھتا، بلکہ یہ خیال کرتا کہ وہ ایک نجومی یا جوتشی یا رمال یا جعفری وغیرہ کی پیش گوئی ہے۔ جو حسب اتفاق قواعد علم کے موافق ہونے کی وجہ صادق ہوگئی ہے۔

اس انکار کی وجوہ مسلمانوں کے نزدیک دو ہیں۔ ایک وجہ (جس میں الہامی صاحب اوران کے موافقین اور بے غرض اتباع کو دم مارنے کی جگہ نہیں ہے) یہ ہے کہ پیش گوئی اس شخص کی بالیقین الہامی مانی جاتی ہے، جس کی لاکھ پیش گوئیوں میں سے ایک بھی خطا اور غلط نہ نکلی ہواور یہی امر نبیوں کی پیش گوئیوں اور نجومیوں جوتشیوں، جعفریوں، کاہنوں وغیرہ کی پیش گوئیوں میں فارق ہےاور مرزاجی کی بہت سی پیش گوئیاں ایسی خطا نکلی ہیں، جن کے خطا ہونے میں کسی مسلمان کو شک نہیں۔ اگرچہ مرزاجی کے دام افتادا حمق یا خودغرض انکو صادق مان رہے ہیں اور بعض پیش گوئیاں ایسی خطا نکلی ہیں، جن کے خطا ہونے پر مرزاجی کو بھی دم مارنے کی جگہ نہیں ہے۔

منجملہ قسم اول آپ کی پیش گوئی متعلق موت آتھم میعادی پندرہ ماہ میں ہے جو جھوٹی نکلی۔ وازاں جملہ آپ کی پیش گوئی متعلق موت شوہر ثانی منکوحہ آسمانی خود بدولت ہے کہ وہ بھی جھوٹی ہوچکی ہےاور وہ شخص اب تک مرزا صاحب کی منکوحہ آسمانی سے حظ اٹھا رہا اور لطف اڑا رہا ہے۔

منجملہ قسم دوم آپ کی پیش گوئی متعلق تولد فرزند بشیر عنموائیل جو تین دفعہ جھوٹی ہوچکی ہے۔

اوّل اس وقت جب پہلے حمل سے دختر پیدا ہوئی۔ پھر جب مرزاجی نے اس کی تاویل کر کے کہ میں نے اس حمل سے نہ لکھا تھا۔ دوسرے حمل کے وقت اس کے تولد کی خبر دی اور بشیر صاحب آسمان سے نازل ہوئے اور ’’**کأن اللہ نزل من السماء**‘‘ کے مصداق بنے۔ تو باردوم وہ پیش گوئی اس کی وفات سے جھوٹی ہوئی۔ ان دونوں دفعہ میں اس پیش گوئی کے جھوٹے ہونے کی تفصیل ہوچکی ہے۔

ان دونوں دفعہ میں اس پیش گوئی کے جھوٹے ہونے میں مرزاصاحب اور ان کے خودغرض یا ناواقف اتباع نزاع کرتے ہیں۔ لہٰذا ہم تیسری دفعہ اس پیش گوئی کے خطاء ہونے کو پیش کرتے ہیں جس میں مرزاجی کو بھی دم مارنے کی جگہ نہیں ہے اور اسی وجہ سے یہ مثال قسم دوم کی مثال ہوسکتی ہے۔

تیسری بار اس کا خطا ہونا یوں ہوا ہے کہ مدت نوسال جس کے اندر اس فرزند کے تولد کی خبر دی گئی ہے۔ پوری ہوگئی ہے۔ کیونکہ ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۰۱) کے اشتہار میں اس کے تولد کی خبر دی تھی اور ۲۱؍مارچ ۱۸۸۶ء (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۱۳) کولڑکے کے تولد کی میعاد نوبرس مقرر کی تھی اور اس وقت مئی ۱۸۹۷ء اور اس وعدہ سے یہ بارہواں سال گزررہا ہے اور وہ لڑکا ہنوز ماں کے پیٹ یا باپ کی پشت میں یا آسمان پر ہے وہیں سے نہیں اترا۔ کیا اب بھی اس پیش گوئی کے جھوٹے ہونے میں کوئی شبہ باقی رہا؟ اور اس میں کسی عذر سے دم مارنے کی آپ کو جگہ ہے، ہرگز نہیں۔

مگر آپ بڑے شیر بہادر ہیں، شائد موجودہ لڑکوں میں سے کسی کو بشیر عنموائیل قرار دیں۔ چنانچہ بعض حضرات مقلدین الہامی صاحب کہہ رہے ہیں کہ کیا تعجب ہے کہ ان ہی تین میں سے کوئی لڑکا اس پیش گوئی کا مصداق ہوجاوے۔ مگر اس دعویٰ پر ان پر تین سخت سوال وارد ہوں گے جن کا کوئی جواب باصواب وانصاف مرزاصاحب اور ان کے اتباع سے بن نہ پڑے گا۔ اگرچہ سب کے سب مل جائیں اور ایک دوسرے کے مددگار بنیں۔

اوّل یہ کہ اگر وہ لڑکا ان تین میں سے کوئی ایک ہے تو پھر آپ نے (ضمیمہ انجام آتھم ص۱۴،۱۵، خزائن ج۱۱ ص۲۹۸،۲۹۹) میں کیوں لکھا ہے کہ ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء والی پیش گوئی کے لڑکے کا انتظار ہے جو تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ اس مقام میں اصلی عبارت ضمیمہ انجام آتھم نقل کی جاتی ہے: ’’پھر ایک اور الہام ہے جو فروری ۱۸۹۶ء میں شائع ہوا تھا اور وہ یہ

ہے کہ خدا تین کو چار کرے گا۔ اس وقت ان تین لڑکوں کا جواب موجود ہیں، نام ونشان نہ تھا اور اس الہام کے معنی یہ تھے کہ تین لڑکے ہوں گے اور پھر ایک اور ہوگا۔ جو تین کو چار کردے گا۔ سو ایک بڑا حصہ اس کا پورا ہوگیا۔ یعنی خدا نے تین لڑکے مجھ کو اس نکاح سے عطاء کئے جو تینوں موجود ہیں۔ صرف ایک کی انتظار ہے جو تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ اب دیکھو کہ کیسا بزرگ نشان ہے۔ کیا انسان کے اختیار میں ہے کہ اوّل افتراء کے طور پر تین یا چار لڑکوں کی خبر دے اور پھر وہ پیدا بھی ہوجائیں۔ پھر ایک اور نشان یہ ہے کہ جو یہ تین لڑکے موجود ہیں۔ ہر ایک کے پیدا ہونے سے پہلے اس کے آنے کی خبر دی گئی ہے۔ چنانچہ محمود جو بڑا لڑکا ہے۔ اس کی پیدائش کی نسبت اس سبز اشتہار میں صریح پیش گوئی معہ محمود کے نام کے موجود ہے جو پہلے لڑکے کی وفات کے بارے میں شائع کیا گیا تھا جو رسالہ کی طرح کئی ورق کا اشتہار سبز رنگ کے ورقوں پر ہے اور بشیر جو درمیانی لڑکا ہے اس کی خبر ایک سفید اشتہار میں موجود ہے جو سبز اشتہار کے تین سال بعد شائع کیا گیا تھا اور شریف جو سب سے چھوٹا لڑکا ہے۔ اس کے تولد کی نسبت پیش گوئی ضیاء الحق اور انوار الاسلام میں موجود ہے۔ اب دیکھو کہ کیا خدائے عالم الغیب کا نشان نہیں ہے کہ ہر ایک بشارت کے وقت میں قبل از وقت وہ بشارت دیتا رہا۔''

حضرات ناظرین! یہ عبارت صاف پکار رہی ہے کہ موجودہ تین لڑکے محمود، بشیر، شریف اس پیش گوئی کے مصداق نہیں۔ ان تینوں کے بعد ایک چوتھا لڑکا آنے والا ہے جو ان تین کو چار کرے گا اور اس پیش گوئی ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء کا مصداق ہوگا۔

حضرات! کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ دعویٰ آپ نے کس بناء پر کیا تھا اور آنے والے لڑکے کی صرف اسے ایک صفت وعلامت کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ کیوں اس اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۰۱) سے نقل کیا اور اس کی باقی اکیس صفات کو جن کا بیان عنقریب آتا ہے کیوں چھوڑ دیا۔

حضرات! اس کی وجہ اس خاکسار حقیقت شناس الہامات قادیانی سے سنیں۔ آپ کی بی. بی کو اس وقت جب کہ یہ ضمیمہ آپ نے شائع کیا ہے، حمل تھا اور اس حمل کی نسبت آپ نے اپنے احمق اتباع کو یہ کہہ رکھا تھا کہ اس حمل سے لڑکا پیدا ہوگا اور وہ چنیں چناں ہوگا اور وہی تین کو چار کرنے والا ہوگا جس کا ذکر اس پیش گوئی ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء (ایضاً) میں ہے۔

اس خیال وامید پر آپ نے وہ دعویٰ کیا ہے اور اس لڑکے کی صرف ایک علامت (تین کو چار کرنے) کا ذکر کیا۔ باقی اکیس علامات وصفات کا ذکر چھوڑ دینے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو اس امر کا یقین ہے کہ میرے دام افتادہ پورے احمق اور الّو بنے ہوئے ہیں وہ صرف اس وصف وعلامت کو اس لڑکے پر صادق ہوئی دیکھ کر اس لڑکے کو اس پیش گوئی کا مصداق مان لیں گے اور اشتہار ۲۰رفروری ۱۸۸۶ء (ایضا) کی طرف رجوع کر کے باقی علامات کو اس پر منطبق کر کے میری اس پیش گوئی کے امتحان کرنے کا کبھی قصد نہ کریں گے۔

اور وہ اپنی افراط تقلید اور کمال حمق کی وجہ سے یہ بات بھی خیال میں نہ لائیں گے کہ میعاد پیش گوئی ۱۸۸۶ء تو مدت ہوئی ختم ہو چکی ہے۔ اس حمل سے اگر لڑکا پیدا بھی ہوگیا اور اس نے پہلے تین اولاد کو چار کر دیا تو کیا ہوا وہ تو ''مشتے کہ بعد از جنگ یاد آمد الخ'' کا مصداق ہی ہوگا۔ مگر خدا تعالیٰ اپنے مخلص بندوں پر رحیم اور ان کا ہادی ہے۔ گو الہامی صاحب کے دام افتادہ احمق اس رحمت ہدایت کا محل نہیں اور وہ اس سے محروم ہیں۔ لہٰذا اس نے نہ چاہا کہ کوئی مخلص مسلمان الہامی صاحب کے اس دھوکہ میں پھنسے۔ اس موجودہ حمل سے الہامی صاحب کو لڑکی دی جس سے الہامی صاحب کی وہ پیش گوئی ۲۰رفروری ۱۹۹۸۶ء (ایضاً) اب چوتھی بار جھوٹی ہوئی اور اس سے الہامی صاحب کو کمال رسوائی وذلّت حاصل ہوئے اور مخلص مسلمانوں کو اس کے اس دام میں پھنسنے سے نجات ملی۔ گو اس کے حمقاء اتباع اس دعویٰ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۱۵، خزائن ج۱۱ ص ۱۹۹) کے جھوٹے ہونے پر بھی اس کی پیروی سے دست بردار نہیں ہوئے اور اب تک ان کو ملہم صادق کہے جاتے ہیں۔

بالجملہ یہ دعویٰ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۱۵، خزائن ج۱۱ ص ۱۹۹) باوجودیکہ جھوٹا ہو چکا ہے۔ یہ سچی بات ہے کہ موجودہ تین لڑکوں میں سے کوئی لڑکا آپ کی اس پیش گوئی ۲۰رفروری ۱۸۸۶ء کا مصداق نہیں ہے۔ پھر اب وہ کیونکر کسی لڑکے کو اس کا مصداق بنا سکتے ہیں۔

سوال دوم یہ کہ اگر ان تین میں سے کوئی لڑکا اس پیش گوئی کا مصداق ہے تو جب انہوں نے اس کے حمل میں ہونے کا اشتہار دیا تھا۔ چنانچہ عبارت (ضمیمہ انجام آتھم ص ۱۵، خزائن ج۱۱ ص ۱۹۹) میں ذکر ہے تو اس کے اشتہار میں کیوں نہ کہا کہ وہ ہی لڑکا آتا ہے جس کا پیش گوئی ۲۰رفروری ۱۸۸۶ء (ایضاً) میں وعدہ تھا اور جب وہ لڑکا ہوا تھا تو کیوں آپ نے

اشتہار نہ دیا کہ وہ الہامی وآسمانی لڑکا پیدا ہوگیا۔ جیسا کہ اس سے پہلے الہامی لڑکے بشیر کا (جو فوت ہوگیا ہے) اشتہار دیا تھا۔

تیسرا سوال یہ کہ آپ اس لڑکے میں وہ علامات وصفات جو اس الہامی لڑکے کی ہیں ثابت کردیں اور ہرگز نہ کرسکیں گے۔ اگرچہ اعلیٰ اسفل تک زور لگاویں۔

ہم اس الہامی لڑکے کی صفات جو آپ کے اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء (ایضاً) میں بیان ہوئی ہیں اور (ضمیمہ انجام آتھم ص۱۴،۱۵) میں وہ صفات اڑا دی گئی ہیں۔ بیان کرتے ہیں اور ان صفات پر از خود نمبر لگاتے ہیں اور منتظر ہیں کہ مرزاصاحب ہمارے پہلے دوسوالوں کا جواب کافی دے کر ان صفات کو موجودہ لڑکوں میں سے کون سے لڑکے پر منطبق کرتے ہیں اور اس کے کیا دلیل بیان کرنے میں پھر اس کے جواب اور اثبات، عدم انطباق میں قلم اٹھائیں گے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ!

وہ صفات یہ ہیں جو آپ کی عبارت اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۰۱تا۱۰۳) سے نقل کئے جاتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں: ’’سو تجھے بشارت ہو کہ ایک (۱) وجیہہ اور (۲) پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک (۳) زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت ونسل کا ہوگا۔ (۴) خوب صورت، پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام (۵) عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو (۶) مقدس روح دی گئی ہے اور وہ (۷) رجس سے پاک ہے اور وہ نور اللہ ہے (۸) مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے۔ جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب (۹) شکوہ اور (۱۰) عظمت اور (۱۱) دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو (۱۲) بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ (۱۳) کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ (۱۴) سخت ذہین وفہیم ہوگا اور دل کا (۱۵) حلیم اور (۱۶) علوم ظاہری وباطنی سے پر کیا جائے گا اور وہ (۱۷) تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دو (۱۸) شنبہ ہے، مبارک دوشنبہ فرزند دلبند گرامی ارجمند ’’مظهر الاوّل والآخر، مظهر الحق والعلاء كان الله نزل من السماء‘‘ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے، نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور

خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ (۱۹) وہ جلد بڑھے گا اور (۲۰) اسیروں کی رست گاری کا موجب ہوگا اور (۲۱) زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور (۲۲) قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔'' و کان امراً مقضیاً''

ان تینوں پیش گوئیوں کے جھوٹے ہونے، خصوصاً پیش گوئی سوم کے بارسوم، چہارم کے جھوٹے سے کس وناکس کو یقین ہے کہ اگر پیش گوئی متعلق قتل لیکھرام سچی اور مطابق بیان ثابت ہوتی تو بھی وہ بشہادت وجہ اوّل (جس کے تسلیم میں مرزاصاحب کو بھی کلام نہیں) الہام متصور نہ ہوتی۔ اس صورت میں وہ ایک نجومی یا جوتشی یا جعفری وغیرہ کی پیش گوئی تسلیم کی جاتی۔

دوسری وجہ (جو خاص کر مسلمانوں میں تسلیم کی جاتی ہے اور ان ہی کی فہمائش اس مقام میں ہم کو منظور ہے) یہ ہے کہ اہل اسلام میں صاحب الہام وہی شخص ہوسکتا ہے جو مسلمان ہو اور مسلمانوں میں اکمل اور اعلیٰ درجہ کا متقی ہو۔ یعنی عقائد صحیحہ کاملہ رکھتا ہو اور اخلاق سنیہ فاضلہ۔

اور اس سے پہلے اس فتویٰ علماء ہندوستان وپنجاب میں جو الہامی صاحب کے حق میں (رسالہ نمبر۵ وغیرہ ج۱۳) میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ مسئلہ بیان ہوا ہے اور مرزا صاحب مسلمانوں کے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور عقائد کفریہ رکھتے ہیں اور اخلاق سیّئہ سے مجسم ہیں۔ ذرا سی بات سے جوش میں آکر مسلمانوں کو گالیاں دینے اور فحش بکنے میں وہ بازاریوں کو مات کر رہے ہیں۔ پھر وہ مسلمانوں کے نزدیک الہام اور الہامی پیش گوئی کے محل ومصدر کیونکر ہوسکتے ہیں۔ ان اعتقادات اور اخلاق کے ساتھ وہ مسلمانوں کو ہزار پیش گوئی سچی کر دکھاویں، لاکھ کرامات ظاہر کریں، دریا کو الٹا بہادیں، ہوا میں اڑنے لگ جائیں، پانی پر سوکھے پاؤں چلیں۔ وہ ان کو ایسے افعال سے ولی اور الہامی نہ مانیں گے اور ان کی ایسی پیش گوئیوں کو نجومی یا کاہنوں یا جعفریوں کی پیش گوئی سمجھیں گے اور ان کے ایسے افعال خارق عادات استدراج یا مسمریزم یا ہتھ ناٹک خیال ہوں گے۔

## سوال سوم کا حل وجواب

یہ پیش گوئی صادق اور اپنے بیان کے مطابق نکلتی اور الہامی تسلیم کی جاتی تو اس سے اسلام ومسلمانوں کو سخت مضرت پہنچتی اور اسلامی دنیا میں گمراہی پھیلتی۔ خدا نے اسلام پر رحم اور مسلمانوں پر کرم کیا کہ اس کو جھوٹا کر کے مسلمانوں کو اس کی مضرت سے بچالیا۔ الہامی

صاحب نے تو اسی پیش گوئی کو ہندوؤں پر اسلام کی فتح قرار دیا ہے اور اشتہار ۱۱/اپریل ۱۸۹۷ء (مجموعہ اشتہارات ج۲،ص۳۸۲) وغیرہ میں کہا ہے کہ:''یہ پیش گوئی اسلام اور آریہ مذہب کی ایک کُشتی ہے اور فریقین نے سچی نیت سے اپنے خدا پر توکل کر کے دونوں مذہبوں کے پرکھنے کے لئے آسمانی فیصلہ کی درخواست کی تھی (یعنی جو اس پیش گوئی نے کردیا ہے) مگر مسلمان خوب سمجھتے ہیں کہ یہ الہامی صاحب کا مکر و محض فریب اور ٹکے کمانے کا ایک وسیلہ۔

حضرات ناظرین! الہامی صاحب نے عام اہل اسلام کے پھنسانے کے لئے یہ دام پھیلا رکھا ہے کہ اپنے ہر ایک امر میں تائید اسلام کا دعویٰ اور اپنی ہر ایک چیز میں اسلام یا ہادیٔ اسلام علیہ السلام یا ان کی کتاب قرآن وغیرہ کا نام داخل کر رکھا ہے۔

سب سے پہلا آپ کا دام کتاب براہین ہے۔ اس میں بھی اسلام اور قرآن کا نام داخل ہے۔ ایسا ہی اکثر تصانیف ورسائل اشتہارات میں اسلام کا نام شامل ہے۔ فتح اسلام، انوار الاسلام وغیرہ وغیرہ حتی کہ مطبع کا نام بھی ضیاء الاسلام ہے اور جو مضامین آپ ان کتابوں اور رسائل واشتہارات میں شائع کرتے ہیں۔ ان میں بھی لفظ اسلام اور قرآن اور دین کی حمایت کا دعویٰ ہے۔ کسی مخالف اسلام سے مقابلہ ہوتا ہے تو وہ بھی اسلام کی طرف سے اور اس کے وکیل بن کر ہوتا ہے جس سے آپ کا مقصود اصلی اور مطلب دلی زرطلبی ہے:

ایں ہمہ از پے آنست کہ زر مے طلبی

جو کسی قدر حاصل بھی ہوگیا ہے۔ کئی عقل کے اندھے اور گانٹھ کے پورے آپ کے دام میں آپھنسے ہیں اور وہ یقین کر بیٹھے ہیں کہ حضرت اقدس اسلام پر فدا ہیں۔ مخالفین اسلام سے سینہ سپر ہوکر مقابلہ کررہے ہیں۔ رات دن اسی شغل حمایت اسلام میں لگ رہے ہیں۔ ان پر فدا ہو جاؤ اور اپنے مال اور جان اور زن وفرزند کو ان کے ملک کردو جس سے ان کا کام چل رہا ہے اور ہزار ہا روپیہ آتا ہے جس کا اظہار وہ اپنی اکثر تحریرات میں کرتے ہیں۔ اس خیال اور اعتقاد والے دام افتادہ آپ کے تو آپ کی اس پیش گوئی کو اور ہر ایک پیش گوئی کو اسلام کی نصرت سمجھتے ہیں۔

مگر آپ کی حقیقت شناس اور اسلام کی اصلی حقیقت سے واقف یقیناً جانتے ہیں اور یقین کو وہ ظاہر کر چکے ہیں کہ آپ اسلام کے مقابلہ میں ایک نیا دین کھڑا کرنا چاہتے ہیں اور موجودہ اصول ومسائل اسلام کو ملیا میٹ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ درپردہ نہیں،

بلکہ علانیہ مدعی نبوت ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کو توڑ کر خود نبی، بلکہ رسول اور وہ رسول احمد جن کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام خبر دے گئے ہیں، بن بیٹھے ہیں۔ انبیاء کے معجزات سے انکاری ہیں اور اپنے معجزات کے اشتہاری۔ حضرت انبیاء علیہم السلام پر ملائکہ کے نازل ہونے اور آسمان سے وحی لانے سے منکر ہیں اور اپنے لئے آسمانی وحی کے مقرو مثبت۔

قرآن اور حدیث کے ان معانی اور حقائق کو جو آنحضرت ﷺ اور ان کے اصحاب وتابعین وتبع تابعین سمجھے تھے۔ خلاف نیچر وقانون قدرت سمجھ کر ان میں ایسی تاویلات کرتے ہیں، جو آنحضرت اور صحابہ وتابعین وتبع تابعین کے قرارداد کے مخالف ہیں اور مذاہب فلاسفہ وملاحدہ اور زندیقوں کے مطابق ہیں۔ آپ کے دام میں جو پھنستا ہے اور وہ آپ کا پیرو بن جاتا ہے وہ اسلامی عقائد کو خیرباد کہتا ہے اور آپ کی تقلید کا ربقہ اطاعت گردن میں ڈال لیتا ہے۔ نام کا وہ مسلمان رہتا ہے۔ مگر اسلامی کاموں اور فرائض کے ادائے سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔

جھوٹ[15] بولنا اور مسلمانوں کو برا کہنا، اس کا شعار ہو جاتا ہے اور تکذیب اصول مسائل قدیمہ اسلامیہ اس کا وثار (انتقام) اس سے ناظرین خیال کر سکتے ہیں کہ اگر یہ اس کی پیش گوئی سچی ہوتی تو ہزاروں ناواقف مسلمان ان کو ولی، پیغمبر مان کر ان کا اتباع اختیار کر لیتے اور پہلے دام افتادگان کی طرح احکام اسلام کو سلام کر کے تکذیب اصول ومسائل اسلام میں اپنے مرزائی بھائیوں کے ساتھ شامل ہو جاتے۔ خداتعالیٰ نے مسلمانوں پر کرم کیا کہ اس پیش گوئی کو جھوٹا کیا اور مسلمانوں کو اس کے دام میں پھنسنے سے بچالیا۔

ہمارا یہ جواب سوال سوم سن کر الہامی صاحب ہم کو خوب کوسیں گے اور صلواتیں سنائیں گے اور اس جواب کے جواب میں کہیں گے (چنانچہ پہلی تحریرات ورسائل میں کہہ چکے ہیں) کہ ''یہ سب جھوٹ وافترا ہے۔ ہم کو کوئی نیا دین قائم کرنا منظور نہیں اور نہ کسی اصول مسلمہ قدیمہ سے انکار ہے۔ ہم ہر ایک حکم اسلام کو مانتے ہیں جس کو تمام مسلمان مانتے چلے آئے ہیں۔'' (ملخص مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۲۳۰ تا۲۳۳)

اس کے جواب میں کمال ادب وعجز سے پیشگی التماس ہے، کہ پھر آپ کسی مجلس میں مباحثہ کر کے اس امر کا کیوں تصفیہ نہیں کر لیتے، جب سے آپ نے فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام، آئینہ کمالات وغیرہ رسائل نکالے ہیں۔ تب سے آپ کو مباحثہ کے لئے بلایا جاتا

ہے۔ آپ نے ہمیشہ شروط کی پناہ لے کراس سے انکار کیا۔ جب اقرار کیا تو صرف اس مسئلہ میں بحث کرنے کا اقرار کیا کہ: ''حضرت مسیح زندہ ہیں یا فوت ہوگئے۔'' ایسا ہی آپ کے حواریوں وانصار سے وقوع میں آیا۔ یہ امر (ج۱۳و۱۴) اشاعۃ السنہ کے ناظرین پر مخفی نہیں ہے۔ یہ کبھی خود حضرت سے یا آپ کے اتباع سے نہ ہوسکا کہ آپ اپنے عقائد کفریہ میں بحث کرتے اوران کا اسلام ہونا ثابت کردکھاتے۔ بعض تحریرات ورسائل میں آپ اورآپ کے انصاران باتوں سے انکار کو ظاہر کرتے ہیں۔ مگر وہ تحریرات آپ کی پہلی تحریرات متضمن کفریات کے حال کو ظاہر نہیں کرتیں اوران متناقض تحریرات کو سبھی لوگ پڑھتے ہیں اوراپنی لیاقت سے انکا فیصلہ کرسکتے ہیں اوران کے مقابلہ میں تحریرات فریق ثانی کو تو آپ کے اتباع ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔ پھران باتوں کا تصفیہ ہوتو کیونکر ہو۔

مدت سے آپ نے مباحثہ کو قطعی موقوف کردینا اوراس کی سند میں ایک یہ الہام گھڑلیا: ''یا علی دعھم وانصارھم وزراعتھم ''یعنی اے علی! (تذکرہ ص۲۰۹) اپنے نفس نفیس کو مراد بتاتے ہیں، حضرت علیؓ ابن عم اورختن رسول اورزوج بتول کو دیکھواور آپ کے منہ کو ذرا قادیان میں جاکر دیکھو:

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

(توان مولویوں اوران کے پیروٴں کو چھوڑ دے۔ یعنی ان سے بحث وخطاب نہ کر) اور بجائے مباحثہ تصفیہ مسائل کے لئے مباہلہ کو وسیلہ بنایا۔ مگر جب مباہلہ کا جو صوفی عبدالحق غزنوی سے بمقام امرتسر کیا کوئی اثر عوام پر ظاہر نہ ہوا۔ جس سے آپ کا مسلمان ہونا آپ کے مخالفوں کو معلوم ہوجاتا۔ تو اس مباہلہ کو سخت شروط قیود کے ساتھ مشروط ومقید کردیا تاکہ نہ وہ شرطیں وقوع میں آویں اورنہ مباہلہ واقعہ ہو۔

چنانچہ مضمون جواب مباہلہ میں مفصل بیان ہوا ہے پھر فرمادیں۔ ان مسائل کا تصفیہ ہوتو کیونکر ہو، اورعام لوگوں کو کیونکر معلوم ہو کہ آپ دعویٰ اسلام میں سچے ہیں یا آپ کے مکفّر ومخالف تمام ہندوستان وپنجاب کے مولوی (جو یہ کہتے ہیں کہ آپ مسلمان نہیں ہیں اورآپ کے فلاں فلاں عقائد کفریہ وملحدانہ ہیں) اس سوال کا جواب آپ ہی انصاف سے دیں، ہم کچھ نہیں کہتے۔

خلق خدا پر رحم کریں روباہ بازیاں چھوڑ دیں یا مسلمانی قبول کریں اورعقائد کفریہ،

ملحدانہ سے تائب ہو کر تجدید ایمان کریں یا ان عقائد کا کفر نہ ہونا مباحثہ سے یا مباہلہ سے آپ ثابت کر دیں جس میں آپ کو اگر اور مگر اور لیکن اور ممکن کہنے کی حاجت نہ پڑے۔

اس پیش گوئی کے متعلق قتل لیکھرام کے ساتھ اشتہار ۱۵/مارچ ۱۸۹۷ء (مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۳۴۲) آپ نے اور بھی بعض پیش گوئیاں بلا تعلق و بے وجہ مناسبت ذکر کی ہیں جس میں کسی کو ہامان بتایا، کسی کو ابولہب اور اپنی تقریر جلسہ مذاہب کا سب تقریروں پر غلبہ ظاہر کیا۔ اس مقام میں ہم ان پیش گوئی پر بحث کرنے کو اجنبی اور فضول سمجھتے ہیں۔ خدا نے چاہا تو آپ کی تقریر جلسہ مذاہب کی قلعی مضمون جواب ضمیمہ آتھم میں کھولیں گے۔

## حصہ دوم

الہامی صاحب نے جو ان اشتہارات میں قتل لیکھرام پر انسانی ہمدردی کی راہ سے رنج وافسوس ظاہر کیا ہے اور اس امر کا دعویٰ کیا ہے۔ اگر وہ ہماری ہمدردی سے بچ سکتا تو ہم کبھی فرق نہ کرتے اور اس کے قاتل کی نسبت لکھا ہے کہ: ’’گورنمنٹ کا فرض ہے کہ کسی نابکار خونی کو پکڑے، اس کو پھانسی دے۔ بدتر سے بدتر سزا کے ساتھ اس کو تنبیہ کرے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۳۴۵)

اس میں گورنمنٹ اور پبلک کو دھوکہ دیا ہے اور اس سے یہ جتایا ہے کہ اس کے قتل میں میری سازش ناممکن امر ہے۔ میرے خیال میں تو وہ شخص ہمدردی کے لائق تھا اور اس کا قاتل نابکار لائق سزا تھا۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ اس قتل میں میری سازش ہو۔

سازش قتل کی بابت ہم کچھ نہیں کہتے۔ الہامی صاحب کے اظہار ہمدردی اور قاتل کو برا کہنے کی بابت ہم یہ کہتے ہیں کہ اس میں آپ نے جھوٹ بولا ہے اور اپنے ان الہامات کا خلاف کیا جن میں یہ بیان ہے کہ: ’’اس کو قتل کرنے کے لئے خدا نے کسی انسان کے دل کو ابھارا اور خدا نے اس کے دل پر آسمان سے وحی نازل کی اور ایک منامی الہام میں جس کو الہامی صاحب نے رسالہ (برکات الدعاء آخری صفحہ حاشیہ، خزائن ج۶ ص۳۳) میں بیان کیا ہے۔

اس قاتل کو ایک فرشتہ قرار دیا ہے۔ ان الہامات میں صاف تصریح ہے کہ قاتل کوئی صاحب وحی الٰہی انسان تھا یا کوئی فرشتہ آسمانی۔ اب الہامی صاحب اگر دل سے قاتل کو نابکار خونی اور لائق سخت سزا سمجھتے ہیں اور اس قاتل سے لیکھرام کو بچانے کے لئے ہمدردی کا

اظہار کرتے ہیں تو ان کے الہام جھوٹے ہیں اور اگر وہ الہام سچے ہیں تو ان کا وہ کلام جھوٹا ہے جس میں انہوں نے ہمدردی کا اظہار کیا اور قاتل کو برا کہا۔ نیز اگر واقعہ میں مقتول سے آپ کو انسانی ہمدردی ہے (جو آپ کے بغیر کسی مسلمان کو نہیں ہے اور نہ ہوسکتی ہے۔ کسی مسلمان کو اس کے قتل سے رنج وافسوس نہیں، بلکہ باوجودیکہ قتل کے فعل اقدام قتل سے ان کو اتفاق نہیں جس کی وجہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس فعل کے نتیجہ سے وہ خوش ہیں کہ خوب ہوا۔ ایک ایذاءرسان مسلمانان جوان کے پیغمبر کو گالیاں دیتا تھا مارا گیا۔ اس نتیجہ سے رنج ہے تو الہامی صاحب کو ہے جو درحقیقت خدا اور رسول کا دشمن ہے)

تو اب وہ اس قاتل نابکار کا اپنے الہام سے پتہ بتادیں اور اس کو بدتر سے بدتر سزا دلوانے سے اس کے وارثوں سے ہمدردی پوری کریں۔ یہ امر آپ سے نہ ہوسکے گا تو گورنمنٹ اور پبلک یہ جان لے گی کہ اس اظہار ہمدردی اور ان الہامات میں آپ گورنمنٹ اور پبلک کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ رہا یہ کہ اس دھوکہ دہی کے ساتھ الزام سازش قتل سے بری ہوسکتے ہیں یا نہیں۔ سو ہم نہیں جانتے، کیونکہ ہم قانون نہیں پڑھے۔

## حصہ سوم

الہامی صاحب نے عریضہ اسمی گورنمنٹ مؤرخہ ۲۲/مارچ ۱۸۹۷ء (مجموعہ اشتہارات ج۲ ص ۳۳۸ تا ۳۶۶) میں جو لکھا ہے کہ: ’’میں ۱۷برس سے گورنمنٹ کی اس پولیٹیکل خدمت میں مصروف ہوں کہ میں نے گورنمنٹ سے جہاد جائز نہ ہونے کی بابت بیسوں کتابیں عربی فارسی اردوں میں لکھی ہیں اور میں نے گورنمنٹ کی رعایت وحمایت کے لئے ایک جماعت تیار کی ہے جو گورنمنٹ کے مخالفوں کے مقابلہ میں کام آنے والی ہے اور مجھے یہ الہام ہوا ہے کہ جب تک تو اس گورنمنٹ کی عملداری میں ہے۔ تب تک گورنمنٹ کو کوئی تکلیف نہ پہنچا پائے گا۔‘‘

اور اس سے پہلے اشتہار ۱۵/مارچ ۱۸۹۷ء (مجموعہ اشتہارات ج۲ ص ۳۴۷) میں لکھا ہے: ’’گورنمنٹ کو یہ فخر ہونا چاہئے کہ اس کے ملک میں اور اس کی بادشاہت میں خدا اپنے بندوں سے وہ تعلق پیدا کر رہا ہے جو قصوں اور کہانیوں کے طور پر کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور اس ملک پر یہ رحمت ہے کہ آسمان زمین کے نزدیک ہوگیا ہے۔ ورنہ دوسرے ملکوں میں

اس کی نظیر نہیں۔'' یہ سب زور وفریب وافتراء ہے جس سے آپ گورنمنٹ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور اس افتراء سے یہ ثابت کررہے ہیں کہ آپ کو خدا تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور آپ خدا تعالیٰ کے مخاطب وملہم ہرگز نہیں ہوسکتے۔

آپ کا پولیٹیکل خدمت کرنے اور ممانعت جہاد کے رسالے شائع کرنے کا دعویٰ اس لئے زور وفریب اور دھوکہ ہے کہ آپ کی کتاب آئینہ کمالات جس کا دوسرا نام دافع الوساوس ہے کے (ص۶۰۱، خزائن ج۵ ص ایضاً) کا وہ فقرہ کہ''نافرمان انسان کا مال اور جان اس کے ملک سے خارج ہوکر خدا کے ملک ہوجاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو بلاواسطہ رسولوں کے ان نافرمانوں کے مالوں کو تلف کرے اور ان کی جانوں کو معرض عدم میں پہنچادے یا کسی رسول کے واسطے سے یہ تجلی قہری نازل کرے ایک ہی بات ہے۔'' ان تمام رسائل کو ملیا میٹ کرتا ہے اور ان پر پانی پھیرتا ہے اور بتارہا ہے کہ جس وقت آپ کی جماعت کامل قوت پکڑ لے گی اور کثرت کو پہنچ جائے گی۔ اس وقت آپ گورنمنٹ کے مال وجان پر ہاتھ صاف کریں گے۔ آپ تو بلاواسطہ رسولوں کے ان کی ہلاکت کو تجویز کررہے ہیں اور جس حالت میں آپ خود مدعی رسالت بھی ہیں تو پھر ان کے ہلاک کرنے میں بجز تکمیل جمعیت کیا کسر وتوقف ہے۔

آپ کی جماعت میں ہم کو کئی آدمیوں کا علم ہے کہ وہ آپ کو امام وقت اور خلیفہ مہدی سمجھ کر آپ کے پیرو ہورہے ہیں اور وہ اس امید پر بیٹھے ہیں کہ وہ دن جلد آتا ہے کہ آپ اس ملک کی بادشاہت کریں گے۔

پیش گوئی میعادی ہشت سال ان کی امید کا ذریعہ ہے جس کی طرف ہم گورنمنٹ کو توجہ دلاچکے ہیں۔ ہم نے اس فقرہ آئینہ کمالات کو اپنے رسالہ میں کئی دفعہ کوٹ کیا (نقل کیا) ہے۔ الہامی صاحب نے اس کا جواب تو کبھی کچھ نہیں دیا۔ ہاں! ہمارے اس خیال کے مقابلہ میں ہمارے ریویو براہین احمدیہ کی عبارت (رسالہ نمبر۶ ج۷) سے نقل کر کے آپ نے گورنمنٹ کو جتایا ہے کہ یہ شخص (خاکسار) اپنے ریویو مذکور میں ہماری طرف سے گورنمنٹ کو مطمئن وبے فکر کرچکا ہے۔ اب اس کے برخلاف اس کے قول وخیال کا کیا اعتبار ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ خاکسار نے اس وقت گورنمنٹ کو آپ کی طرف سے مطمئن

کیا تھا، جب کہ آپ نے موعود مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا اور اس اطمینان کی ایک یہ دلیل بیان کی تھی کہ آپ مغل ہیں اور امام مہدی کا سید ہونا مسلم ہے۔ لہٰذا ممکن نہیں کہ آپ مہدی ہونے کا دعویٰ کریں۔ آپ نے میری اس دلیل اور خیال کو توڑ کر مہدی ہونے کا بھی دعویٰ کر لیا تو آپ میرے اس خیال کے محل کیونکر رہ سکتے ہیں اور اس ریویو کے مضمون سے کیونکر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

اور آپ کی طرف سے گورنمنٹ کیونکر مطمئن ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں تب ہی سے گورنمنٹ کو جتا رہا ہوں کہ یہ شخص محل خوف ہے۔ اس سے گورنمنٹ کو مطمئن نہ رہنا چاہئے اور اب یہ میرے اس ریویو کا محل نہیں رہا۔ اب یہ کچھ کا کچھ بن گیا ہے۔ اب یہ وہ مرزا غلام احمد نہیں رہا جس کی طرف سے میں نے ریویو میں گورنمنٹ کو مطمئن کیا تھا۔

ہمارا گورنمنٹ کو بار بار یہ امر جتانا مخبری نہیں ہے۔ (جیسا کہ الہامی صاحب نے رسالہ (شہادت القرآن کے اخیر، خزائن ج۶ ص ۳۷۸ تا ۳۸۳) میں دعویٰ کیا ہے) بلکہ اپنی کلام سابق کی تشریح وتوضیح ہے اور اس کا استدراک وتدارک مافات ہے۔

مخبری کرنا آپ جیسے الہامی مقدسوں کا کام ہے۔ چنانچہ تجویز تعطیل جمعہ میں آپ سے وقوع میں آیا ہے اور آپ نے مسلمان میں سے باغیان گورنمنٹ کی فہرست تیار کرنے کا گورنمنٹ کو وعدہ دیا تھا۔

آپ کا یہ الہامی دعویٰ کہ گورنمنٹ کی حفاظت کا باعث آپ کا وجود ودعاء برکت ہے۔ محض دروغ ومغالطہ ہے۔ آپ ایسے ہوتے اور یہ الہام خدا کی طرف سے ہوتا جو گورنمنٹ کو آپ نے سنایا ہے تو آپ گورنمنٹ کو یہ کہتے کہ موجودہ فوج جو سرحد کی اور ملک کی حفاظت کے لئے گورنمنٹ نے رکھی ہوئی ہے۔ گورنمنٹ وہ بھی موقوف کردے۔ میرے ہوتے کسی فوج کی حاجت نہیں۔ آپ نے اس کا عکس کیا اور گورنمنٹ کے آگے ہاتھ جوڑے اور سر رگڑ کر کہا کہ گورنمنٹ مجھے قاتلوں سے بچالے اور میری حفاظت کے لئے قادیان میں پولیس بھیج دے۔ ورنہ میری جان نہ بچے گی، میں چلا، میں مرا گورنمنٹ میری جان رکھ لے۔

اور اگر خدا کی طرف سے آپ کو وہ الہام ہوتا اور ایسے ہی اور الہام، جو آپ سے منقول ہو چکے ہیں، تو آپ گورنمنٹ کے آگے ہاتھ نہ جوڑتے جیسا کہ آپ نے عبداللہ آتھم

پر الزام خلاف واقعہ کی علت سے نالش نہ کرنے کی وجہ رسالہ (انجام آتھم ص۲۰،۲۱، خزائن ج۱۱ ص ایضاً) میں یہ بیان کی ہے کہ: ’’جس حالت میں آسمانی عدالت سے ہمیں یقین دلایا گیا تھا کہ عبداللہ آتھم عنقریب آسمانی وارنٹ سے گرفتار کیا جائے گا تو پھر ہمیں کونسی ضرورت پیش آئی تھی کہ انگریزوں کی عدالت کے دروازہ پر اپنے تئیں سرگرداں کرتے۔‘‘

آپ کے اس قول کی رو سے آپ کی درخواست حفاظت گورنمنٹ اور گورنمنٹ کی جھوٹی خوشامد پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ جس حالت میں خداتعالیٰ نے الہامات مذکورہ بالا میں آپ کو حفاظت کا وعدہ دے دیا تھا۔ بلکہ آپ کے وجود باجود کے ذریعہ اور طفیل سے گورنمنٹ کو حفاظت کا وعدہ دے دیا تھا تو پھر آپ گورنمنٹ انگریزی کے دروازہ پر کیوں سرگرداں ہوئے اور کیوں ہاتھ جوڑے؟

حضرات ناظرین! آیت حفاظت ’’**واللہ یعصمک من الناس**‘‘ (انجام آتھم ص۶۰، خزائن ج۱۱ ص۶۰) جس کے اپنے حق میں نزول کا الہامی صاحب کو دعویٰ ہے۔ جب آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی تو آپ نے اس باڈی گارڈ (حفاظت جان کا پہرہ) کو جو آپ پیشتر رکھوایا کرتے تھے۔ اٹھادیا اور صاف فرمادیا، تم سب اٹھ جاؤ۔ خدا نے میری حفاظت کا ذمہ خود لے لیا ہے۔

مگر الہامی صاحب نے اس کے برعکس اس آیت کے نزول اور دیگر بشارات والہامات حفاظت کے نزول کے بعد گورنمنٹ سے پہرہ کا سوال کیا اور جب گورنمنٹ نے اس سوال کو لغو وفضول سمجھ کر قبول نہ کیا تو آپ نے اپنے وظیفہ خواروں سے پہرہ مقرر کردیا جو رات دن آپ کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ امر صاف اور قطعی دلیل اس امر پر ہے کہ وہ الہامات نہیں محض ڈھکوسلہ اور من گھڑت افترأت ہیں۔

الہام عریضہ میں یہ بھی آپ نے گورنمنٹ کو جتایا ہے کہ جس قدر گورنمنٹ کو فتوحات ہوئے ہیں۔ میرے ہی طفیل سے نصیب ہوئے اور میں گورنمنٹ کی سلطنت کے لئے بمنزلہ جزء ہوں اور جب تک میں اس سلطنت میں ہوں سلطنت کو تکالیف سے امن رہے گا۔ اس پر ہم یہی صاد کرتے ہیں اور گورنمنٹ کو صلاح دیتے ہیں کہ وہ الہامی صاحب کی ایسی حفاظت ضرور کرے۔ جیسی اپنی جان کی کررہی ہے۔ کسی مفسدہ کے خوف سے ان کو رنگون میں

یا اپنی حدود سلطنت سے خارج کرنے کا کبھی اور ہرگز قصد نہ کرے۔ جب یہ ہندوستان یا برٹش سلطنت سے نکالے جائیں گے تو پھر گورنمنٹ کی بھی خیر نہ ہوگی۔

گورنمنٹ اپنی خیر چاہتی ہے تو اس ناقتہ اللہ کو حفاظت سے رکھے۔ آپ کی گورنمنٹ کو یہ بشارت گورنمنٹ کو ایک قسم کی دھمکی بھی ہے۔ جیسا کہ اور مخالفوں مقتول لیکھرام عبداللہ آتھم وغیرہ وغیرہ کو آپ نے دھمکیاں دی ہیں۔ وہ اور رنگ میں ہیں یہ اور پیرایہ میں۔ گورنمنٹ کو مناسب ہے کہ اس دھمکی سے ڈر جائے اور اس شعر پر عمل کرے:

در بیشہ گمان مبر کہ خالی است — شائد کہ پلنگ خفتہ باشد

اوراس دھمکی کے لحاظ سے بھی الہامی صاحب کی ضرور حفاظت کرے۔ بہتر تو یہ ہے کہ ان کو گورنمنٹ ہاؤس لاہور میں یا شملہ یا کلکتہ کے ایک کمرہ میں مقفل کر کے رکھے۔ یہ نہ ہوسکے تو خاص آپ کے مسکن دارالامان قادیان شریف میں آپ کی حفاظت ونگرانی کے لئے پولیس مقرر کردے اور جب کبھی کسی ملک کے الحاق یا اس پر چڑھائی کرنے کا قصد کرے۔ تب بجائے لشکر کے صرف آپ سے دعا کرالیا کرے۔ مگر آپ کے اس الہام پر ایک شبہ گزرتا ہے کہ آپ کا سلسلہ الہامات وبرکات کا پچیس برس سے جاری ہے۔ (جس میں آپ خاتم المرسلین آنحضرت ﷺ سے بھی دو برس بڑھ گئے اور اس فضیلت اور سبقت کا اظہار اشتہار کرامت مؤرخہ ۹/مارچ میں کر چکے ہے۱۶۔

پھر اس عرصہ میں آخری دفعہ سلطنت کابل گورنمنٹ کی انگریزی کے ہاتھ سے کیوں نکل گئی اور اس دفعہ سرکوگناری گورنمنٹ کے نائب اور اعلیٰ افسر کابل میں کیوں قتل ہوئے۔ آپ نے اس کے بچ جانے اور گورنمنٹ کے ہاتھ سے اس سلطنت کے نکل نہ جانے کے لئے کیوں دعا نہ کی۔ کیا سابق امیر کابل یعقوب خان نے کچھ چٹا دیا تھا یا اس وقت الہام کا قبض تھا۔ اس کا جواب آپ شافی نہ دیں تو پھر ہم نہیں کہہ سکتے کہ گورنمنٹ آپ سے کیا سلوک کرے۔ کیونکہ یہ پولیٹیکل کوسچن (انتظام سلطنت کے متعلق سوال) ہے اور ہم پالیٹکس (انتظامی امور) میں کم دخل رکھتے ہیں۔

اب اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ مگر ختم کرنے سے پہلے درخواست یا مشورہ دینے سے نہیں رہ سکتے کہ گورنمنٹ الہامی صاحب کو ایسے الہامات کے ارزاں کرنے اور عام لوگوں

کی نسبت الہام بازی کرنے سے روک دے اور اس نعمت کبریٰ اور موہبت عظمیٰ کو اپنے ہی لئے مخصوص رہنے دے اور ریزرورڈ (محفوظ) کر دے) کیونکہ اور لوگوں کی نسبت تو وہ الہام موت اور قتل ہی ہوتے ہیں جن سے بدامنی و ہلاکت کا اندیشہ ہے اور گورنمنٹ کی نسبت فتوحات کے ہوتے ہیں، پھر ان کو کیوں ریزرورڈ نہیں کر دیتے، جس سے ملک میں امن ہو اور گورنمنٹ کی سلطنت کو روزافزوں ترقی ہے۔ راقم ابوسعید محمد حسین ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ

# بقیہ جواب رسالہ انجام آتھم وغیرہ

## تیسرے رسالہ مباہلہ کا جواب

اس رسالہ کا خلاصہ (نمبر۱۲ ج۱۷) میں بیان ہوا ہے اور اس کا جواب بھی وہاں شروع ہوا تھا۔ اس مقام میں اس خلاصہ کا خلاصہ بیان کر کے شروع سے جواب دیا جاتا ہے۔ تاکہ ناظرین کو اس جلد کی طرف رجوع کی ضرورت نہ رہے۔

خلاصہ: آپ لکھتے ہیں: ۶۸ علماء (جن پر ۲۶ کے نام آخر صفحہ مکتوب عربی میں اور زیادہ کئے ہیں تو جملہ ۹۴ ہوئے) اور ۴۸ مشائخ دس دس مل کر مجھ سے مباہلہ کریں کہ اے خدا یہ شخص دعویٰ الہامات میں کذاب اور کافر ہے۔ ہم جھوٹے ہیں تو ایک سال میں ہلاک ہو جائیں یا اور عذاب یا نقصان مال یا آبرو میں مبتلا ہوں یہ ایک سال کی میعاد کی شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ یہ میعاد مسنون ہے۔ چنانچہ آنحضرتﷺ کا قول نصاریٰ کے حق میں ''لما حال الحول الخ'' شاہد ہے۔

جواب: صوفی عبدالحق غزنوی و مولوی غلام دستگیر قصوری مباہلہ کو تیار ہیں ان سے آپ مباہلہ کیوں نہیں کرتے۔ اس کی وجہ معقول بیان کریں۔ تو بدرجہ سوم میں مباہلہ کو حاضر ہوں۔ مگر اس شرط و تفصیل سے کہ آپ مدعی ہیں کہ میں مسلمان اور ملہم ہوں اور میرا یہ اعتقاد ہے کہ آپ جیسے اعتقاد اور اخلاق اور اعمال والا کوئی شخص ملہم نہیں ہوسکتا اور نہ آپ کے عقائد جدیدہ اسلامی عقائد ہیں۔ آپ ان دونوں خیال و مقال کو ان ہی الفاظ سے بیان کر کے یہ کہہ دیں ''اللهم العن الكاذب فی هذا القول'' اے خدا ہم دونوں فریق سے جو شخص اپنے قول و اعتقاد میں جھوٹا ہے (یعنی زبان سے وہ بات کہتا ہے جو دل اور اعتقاد میں

نہیں رکھتا) تو اس پر لعنت کر اور میں اس کے مقابلہ میں آمین کہوں گا۔

جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے نصاریٰ نجران کے مباہلہ کے وقت تجویز کیا تھا اور ایسا ہی آپ نے (انجام آتھم ص۴۰و۴۴ خزائن ج۱۱ص ایضاً) میں اپنے رسالہ کے کہا ہے۔ پس اگر آپ کی اس بددعا کا اثر اسی وقت ظاہر ہوگیا اور جھوٹے پر فوراً عذاب نازل ہوگیا تو آپ سچے ہوں گے۔ ورنہ کذاب، دجال سمجھے جائیں گے اور اسی وقت میرے ہاتھ پر تائب ہوکر ازسرنو مسلمان ہوں گے۔ یہ شرط اس لئے لگائی گئی ہے اور آپ کی شرط کہ ایک سال میں اثر مباہلہ ظاہر ہونا چاہئے باطل کی گئی ہے کہ مباہلہ میں کوئی شرط سنت آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں اور فوری اثر مباہلہ ظاہر ہونا آنحضرت کے ارشاد واجب الاعتقاد سے ثابت ہے۔ لہٰذا یہ شرط بدعت ہے اور فوری اثر مباہلہ ظاہر ہونا ضروری ہے۔

مسند امام احمد کی حدیث ابن عباس میں آیا ہے: ''روی احمد فی مسنده عن ابن عباس ؓ قال لو خرج الذین یباهلونه لرجعوا لایجدون اهلاً ولا مالاً وفی روایة لو رجعوا لا حترقوا (جلالین مطبوعه لکهنو ص۴۵) فقال علیه السلام والذی نفسی بیده لو تباهلوا المسخوا قردة والخنازیر ولاضطرم علیهم الوادی ناراً ولا استاصل الله نجران واهله حتی الطیر علی الشجر (بیضاوی ص۱۴۰) '' کہ اگر وہ لوگ نکلتے تو پھر کر اپنے مال وعیال کچھ نہ پاتے۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر نکلتے تو جل جاتے۔ ایسا ہی تفسیر جلالین میں ہے اور تفسیر بیضاوی میں ہے کہ خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور وہ نصاریٰ نجران مجھ سے مباہلہ کرتے تو بندروں اور خنزیروں کی صورت میں ہوجاتے اور اس جنگل میں ان پر آگ بھڑک اٹھتی اور نجران کے تمام لوگوں کی خدا بیخ کنی کر دیتا۔ یہاں تک کہ درختوں پر جانوروں کی۔

اور کشاف میں ہے: ''وقال والذی نفسی بیده ان الهلاک قد تدلی علی نجران ولولا عنوا مسخوا قردة وخنازیر ولا ضطرم علیهم الوادی ناراً ولاستاصل الله نجران واهله حتی الطیر علیٰ رؤس الشجر ولما حال الحول علی النصاریٰ کلهم حتی یهلکوا (کشاف ص۲۰۸) '' کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا بخدا ہلاکت نصاریٰ نجران کی قریب آپہنچی تھی اور اگر وہ جھوٹے پر

لعنت کرتے تو بندر، خنزیر بن جاتے اوران پر جنگل میں آگ لگ جاتی اور نجران کے سب لوگوں کی بیخ کنی ہوجاتی حتی کہ درختوں پر جانوروں کی اور سال نہ گزرتا یہاں تک کہ کل نصاریٰ (یعنی نجران کے علاوہ) بھی ہلاک ہوجاتے۔

ان آیات میں صاف تصریح ہے کہ نصاریٰ نجران اگر مقابلہ پر نکلتے، تو اسی وقت عذاب آجاتا اور باقی دنیا کے نصاریٰ بھی برس کے گزرنے سے پہلے ہلاک ہوجاتے۔ اس آخری جملہ (برس گزرنے سے پہلے کل نصاریٰ پر عذاب آجانے کی مخبر ومشعر) سے جو الہامی صاحب نے برس کی شرط کا مسنون ہونا نکالا ہے۔ تو یہ ان کی بے علمی اور معنی شرط سے ناواقفی پر مبنی ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے اور نہیں جانتے کہ شرط وہ ہوتی ہے جو مشروط سے پہلے کی جاتی ہے اور یہ جملہ آنحضرت ﷺ نے پہلے سے بطور شرط نہ فرمایا تھا اور نہ دعوت مباہلہ کے وقت اس کا ذکر آپ کی زبان مبارک پر آیا۔ یہ جملہ تو آپ نے اس وقت فرمایا جب کہ انہوں نے مباہلہ سے گریز کیا اور مباہلہ وقوع میں نہ آیا۔ پھر اس سے میعاد سال کی شرط کا مسنون ہونا، بجز الہامی صاحب کے کس کے خیال سے آسکتا ہے۔

دس آدمی کا مقابلہ میں نکلنے کی شرط کرنا ایک بے دلیل بات اور ایک نئی بدعت ہے اور اثر مباہلہ کو ایسا وسیع کرنا کہ وہ ادنیٰ نقصان مال کو شامل ہو بھی ایک نئی اور نرالی شرط ہے اور اس سے آپ کا یہ مقصود ہے کہ نہ دس آدمی متفق ہوکر نکلیں گے اور نہ مباہلہ کی نوبت آئے گی۔ کیونکہ میرے دعاوی کو دنیا کے بھر کے مسلمان اور غیر اقوام لغو جانتے ہیں اور ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

میری خوش قسمتی سے صرف دو، چار اشخاص میرے مقابلہ کے لئے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ جن کی تعداد دس تک نہ پہنچے گی اور اگر بالفرض دس ہی پورے ہوکر نکل کھڑے ہوئے تو ان میں سے کوئی نہ کوئی تو ضرور ایسا ہوگا کہ جس کا سال بھر میں کچھ مالی نقصان ہوجاوے گا یا اس کی عزت کو کوئی (واقعی یا کسی کا خیالی) صدمہ پہنچے گا۔ کوئی ان کو گالی دے دے یا ایک دھپڑ مار دے اور یہ دونوں نقصان تو ہر کسی کی نسبت آسانی سے تجویز کئے جاسکتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے خاکسار کی نسبت ۲۹ ؍شعبان ۱۳۱۰ھ کو اپنا یہ الہام بطور پیش گوئی معیادی چالیس روز کتاب (وساوس ص۶۰۴، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں درج کر کے شائع کیا۔

’’انی مھین من اراد اھانتک ‘‘یعنی میں اس شخص کی اہانت کرنے والا ہوں جو تیری اہانت کا ارادہ کرتا ہے اوراس کے عدم وقوع کی صورت میں اپنا کذاب ودجال اور ہرایک سزا کے لائق ہونا قبول کرلیا تھا۔

چنانچہ اصل عبارت اس کی گزرچکی ہے اور جب اس کا ظہوراس معیاد مقررہ تک کچھ نہ ہوا تو آپ نے اس تاویل میں یہ مشتہر کردیا کہ یہ شخص (خاکسار) امرتسر میں ہمارے مباہلہ سے انکاری ہوا (جو محض خلاف واقعہ امر تھا اور میں مباہلہ کے لئے مستعد رہا اور آپ نے گریز کیا تھا۔ یہی اس کی اہانت ہے، جس کا خدا کی طرف سے اس پیش گوئی میں وعدہ تھا۔

اوراب ۱۸۹۷ء میں اس مجموعہ رسائل اربعہ وغیرہ میں اس الہام اور پیش گوئی کی یہ تفسیر کی ہے کہ یہ شخص پہلے مالدار تھا۔ اب غریب ہوگیا ہے اور کپڑے پرانے پہنتا ہے اور کابل میں بامید انعام واکرام گیا تو وہاں سے اس کو کچھ نہ ملا۔ تہی دست واپس آیا وغیرہ وغیرہ۔ حالات (جن حالات کو بیان کیا ہے وہ محض خلاف واقعہ ہیں)

اورہم ان کے جواب میں کچھ کہنا نہیں چاہتے۔ بجزاس کے کہ آپ ہمارے ساتھ کابل چلیں اور وہاں سے اپنے بیانات کی تصدیق کراویں۔ ان حالات کے بیان میں جو جھوٹا ہوگا۔ وہاں سے ان شاء اللہ تعالیٰ زندہ نہ آئے گا اور خس کم جہان پاک کا مقولہ صادق آئے گا۔ وہاں جانے سے آپ کو مباہلہ کی حاجت بھی نہ رہے گی، جو اثر مباہلہ ہونا چاہئے وہاں خودبخود ظاہر ہوجائے گا۔ آپ کے الہامات وکرامات واعتقادات کا بھی وہاں بخوبی امتحان ہوجائے گا۔ وہاں کے فرمانروائے سلطنت ضیاء الملت والدین امیر عبدالرحمٰن خان خلداللہ ملکہ وسلطانہ آپ جیسے ولیوں اور اصحاب کرامات کے بڑے قدردان ہیں اور وہاں علماء کا بھی مجمع ہے۔ سارے قصے یکبارگی طے ہوجائیں گے۔ آپ جانا منظور کریں وہاں لے جانا میرے ذمہ رہا۔

پس جیسے آپ نے اس پیش گوئی ’’انی مھین من اراد اھانتک ‘‘ کی تفسیر کی ہے۔ ویسے آپ نقصان مال وعزت کی تفسیر کریں گے۔

ان وجوہات سے آپ کی یہ شرط ناممکن الوقوع کہ دس، دس آدمی مل کر مباہلہ کریں، نامنظور ہے۔ ایک ایک شخص پیش ہوگا۔ اولاً صوفی عبدالحق غزنوی مباہلہ کریں گے۔ ثانیاً مولوی غلام دستگیر قصوری۔ ان دونوں کے مباہلہ سے آپ گریز کریں اوراس کی وجہ معقول بیان کریں، تو بدرجہ سوم یہ خاکسار۔

آپ اکیلے نکلیں گے تو آپ کا مقابل بھی اکیلا نکلے گا اور اگر آپ اپنی جورو اور لڑکوں کو ساتھ لاویں گے تو وہ بھی معہ عیال آئیں گے۔

ایسے ہی آپ کی تعمیم عذاب کہ وہ ایک دو روپیہ کے نقصان اور چوری اور ایک دو گالیوں کو شامل ہے اور اس کی عدم تعیین بھی نامنظور ہے۔

آپ الہام کا ٹیلی فون لگا کر اپنے ملہم سے پوچھ دیں کہ کس قسم کا عذاب ہوگا۔ تاکہ پھر آپ کو اس کی شرح کرنے اور اس کے معنی بتانے کی حاجت نہ رہے اور اگر آپ تعیین عذاب سے عاجز ہیں تو پھر کسی قسم کے عذاب کی پیش گوئی نہ کریں اور نہ بعد الوقوع اس کے معنی کی تشریح کریں۔ عذاب جو آسمانی اور غیر معمولی ہوگا۔ اس کو ایک عالم خود دیکھ لے گا اور اس سے آپ کا تقدس دنیا میں تسلیم کیا جائے گا اور اگر ایسا کوئی عذاب کسی پر نہ آیا تو کس و ناکس پر آپ کا کذاب اور دجال اور مفتری علی اللہ! ہونا ثابت ہو جائے گا۔ پھر آپ کا حق نہ ہوگا کہ آپ تاویل کر کے اپنے آپ کو کذاب ہونے سے بچاویں اور اگر مگر، لیکن وممکن کہہ کر عذاب کو ثابت کرنے کے درپے ہو جاویں۔

## چوتھے رسالے مکتوب عربی کا جواب

یہ رسالہ آپ کا دوسو دس (۲۱۰) صفحہ کا رسالہ ہے۔ اس کا اکثر حصہ تو گالیاں ہیں جن میں منجملہ علماء نو اشخاص کو خاص کر مخاطب کیا گیا ہے جن میں سے ایک حضرت شیخنا ومولانا شیخ العرب والعجم مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی ہیں اور ایک جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ہیں اور ان سب میں زیادہ اس خاکسار کو بھی گالیوں سے مشرف فرمایا ہے۔

اور کچھ حصہ اپنے الہامات وکرامات واعتقادات کے بیان میں ہے۔ منجملہ کرامات ایک یہ کرامت ظاہر فرمائی ہے کہ: ’’میں نے امی ہوکر عربی زبان میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور میرا مخاطب (خاکسار) اس کے مقابلے سے عاجز ہے، بلکہ ان عبارتوں کے پڑھنے اور ترجمہ کرنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا وغیرہ وغیرہ۔‘‘

(مکتوب احمدیہ ص۲۶۴ تا ۲۶۶، خزائن ج۱۱ ص۲۶۴ تا ۲۶۶)

الجواب: گالیوں کا جواب تو وہی ہے جو پہلے مضمون میں دیا گیا ہے:

بدہم گفتی وخرسندی عفاک اللہ نکو گفتی جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا

آپ کے اعتقادات پر مفصل بحثیں ہوچکی ہیں۔ان ابحاث سے چشم پوشی کر کے ان اعتقادات کو پیش کرنا۔آپ کے دعویٰ نبوت یا محدثیت سے (جس کے لئے غیرت اور حیا لازمی شرط ہے) مناسبت نہیں رکھتا۔الہامات وکرامات کا جواب بھی ان تصانیف میں کافی دیا گیا ہے اور اب بھی بضمن جواب مباہلہ عرض کیا گیا۔

کرامت سے عربی نویسی کا جواب بھی دیا گیا ہے کہ اگر آپ الہام سے یہ عربی عبارت لکھتے تو اس میں ایک غلطی نہ کرتے۔ چہ جائے کہ غلطیوں کا دریا اس کی تصانیف میں موجیں ماررہا ہے۔ بالمقابلہ عربی لکھنے کا جواب بھی دیا گیا کہ آپ کسی مجلس میں تشریف لایئے اور اپنی عربی کے جوہر دکھایئے اور بالمقابلہ کچھ سنئے، کچھ لکھوایئے، غلطیوں کے جواب میں آپ نے اپنے بعض رسائل میں یہ عذر کیا ہے کہ وہ کاتب کی غلطیاں ہیں یا سمجھنے والے کے فہم کی غلطیاں۔اس امر کے تصفیہ کے لئے بھی آپ کا کسی مجلس میں آنا ضروری ہے۔کاغذوں میں اس کا تصفیہ نہیں ہوسکتا، زیادہ ہم کیا کہیں۔**سلام علیٰ من اتبع الهدیٰ!**

## ضمیمہ رسالہ انجام آتھم کا جواب

یہ ضمیمہ ۶۴ صفحہ کا ہے۔اس میں الہامی صاحب نے اکثر پچھلے دعاوی اور پرانی لن ترانیوں کا اعادہ کیا ہے کہ میں نے تین ہزار نشان آسمانی دکھائے ہیں۔

۱...... میری پیش گوئی سے مرزا احمد بیگ مرا۔

۲...... میری پیش گوئی سے اس کا داماد (آپ کی منکوحہ آسمانی کا شوہر ثانی) بھی مرجاتا، مگر وہ ڈر گیا تھا اس لئے بچ گیا۔آئندہ وہ بھی مرجائے گا۔

۳...... میری پیش گوئی کے مطابق عبداللہ آتھم مرا۔

۴...... مجھے فروری ۱۸۸۶ء کو الہام ہوا تھا کہ خدا تین کو چار کرے گا۔اس پیش گوئی کے مطابق میرے ہاں تین لڑکے، محمود، بشیر اور شریف پیدا ہوئے ہیں۔اب چوتھا ہوگا جو تین کو چار کرے گا اور اس سے وہ پیش گوئی پوری ہوگی۔

۵...... مجھے الہام ہوا تھا: ’’**یا احمد فاضت الرحمة من شفیتک** ‘‘اے احمد فصاحت وبلاغت کے چشمہ تیرے لبوں پر جاری کئے گئے ہیں۔اس پیش گوئی والہام کے مطابق میں نے کئی عربی میں کتابیں تصنیف کی ہیں، جن کا مقابلہ کوئی مولوی نہیں کرسکتا۔

۶...... مجھے یہ الہام ہوا تھا کہ تو مشہور ہو جائے گا اور لوگ دور سے تیرے پاس آئیں گے۔ اس پیش گوئی کے مطابق ساٹھ ہزار اشخاص سے زیادہ میرے پاس آئے ہیں اور آٹھ ہزار سے کچھ زیادہ مرید ہو گئے ہیں۔

ایسی ہی اور پرانی لن ترانیاں آپ نے ہانکی ہیں اور دو نئی ہانکی ہیں:

۱...... سکھوں کو دعوت اسلام کی غرض سے میں نے ایک کتاب ست بچن لکھی ہے جس سے سولہ لاکھ سکھوں کی ہدایت کی امید ہے۔

۲...... جلسہ اعظم مذاہب میں اپنے مضمون کے غالب رہنے کی میں نے پیش گوئی تھی جو پوری ہوئی۔ سب سے بڑھ کر میرا ہی مضمون لوگوں کو پسند آیا۔ حتیٰ کہ شیخ محمد حسین بٹالوی بھی اس روز طوعاً وکرہاً قائل ہو گئے کہ یہ تمام تاثیر خدا کی طرف سے تھی اور یہ مضمون اسلام کی فتح کا موجب ہوا۔

اور تیسری حرکت یہ کی ہے کہ اس ضمیمہ کے (ص۵تا۷) تک حضرت مسیح علیہ السلام کو دل کھول کر گالیاں دی ہیں کہ: ''وہ موٹی عقل کا آدمی تھا، جھوٹ بھی بولا کرتا تھا۔ بدزبان تھا، لوگوں کو گالیاں دیا کرتا تھا اور ان سے مار کھاتا تھا۔ اس کی حسب ونسب میں یہ خلل تھا کہ اس کی تین دادیاں اور تین نانیاں زنا کار کسبیاں تھیں۔''

الجواب: آپ کے پچھلے دعاوی اور پرانی لن ترانیوں کا جواب ہم دے چکے ہیں۔ ہم آپ کی مانند فارغ وبیکار اور ہمارا مال مفت دل بے رحم نہیں کہ بار بار اس کا اعادہ کریں اور اس کو تفصیل سے لکھ کر چھاپنے سے مال اور وقت کو ضائع کریں۔

نمبر۱: کا ہم نے پچاس سوال کے ضمن میں جواب دیا اور وہ جواب موجود ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مرزا احمد بیگ میعاد پیش گوئی کے مطابق فوت نہیں ہوا۔

نمبر۲: کا جواب تفصیل کے ساتھ دیا ہے جس کا حاصل ہوا ہے کہ وہ آپ کی پیش گوئی سے نہیں ڈرا اور وہ آپ کی منکوحہ آسمانی سے لطف اٹھا رہا ہے اور اگر وہ واقعہ میں ڈر گیا ہے تو بھی وہ پیش گوئی جھوٹی ہو گئی ہے۔

نمبر۳: کا جواب تفصیلی دیا گیا ہے کہ وہ پیش گوئی بھی جھوٹی نکلی ہے۔

نمبر۴: کا جواب اسی صفحہ میں دیا گیا ہے کہ یہ پیش گوئی ایسی جھوٹی ہوگئی ہے کہ آئندہ بھی اس کے سچا ہونے کا وقت نہیں رہا۔

نمبر۵: کا جواب مفصل دیا گیا ہے کہ آپ کی عربی، عربی نہیں۔ اس لئے کوئی عالم اس کی طرف التفات نہیں کرتا۔ آپ کو عربی دانی کا دعویٰ ہے تو میدان میں نکلیں اور بالمشافہ جوہر دکھلاویں اور ہماری اس نکتہ چینی کا جواب دیں جو ہم نے آپ کی عربی پر کی ہیں[۱۸]۔

نمبر۶: کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ آنے والے لوگوں کی یہ تعداد محض لاف زنی ہے۔ آپ سچے ہیں تو ان کے نام بتادیں۔

اس مقام میں اس جواب کی تائید میں کہا جاتا ہے کہ ساٹھ ہزار کی تعداد تو آپ نے (فتح الاسلام ص۲۱، خزائن ج۳ ص۱۴) میں بتائی تھی جو ۱۸۹۰ء میں شائع ہوا تھا۔ اب ۱۸۹۷ء میں بھی وہ ہی تعداد بتائی ہے۔ حالانکہ آپ کو روز افزوں ترقی مہمانوں کا دعویٰ ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے اس تعداد کے بیان میں جھوٹ بولا ہے اور ''دروغ گوراحافظ نباشد'' کو تصدیق کیا ہے۔ مریدوں کی تعداد کہیں آپ آٹھ ہزار بتاتے ہیں، کہیں دس ہزار اور ان کی فہرست آئینہ کمالات میں چھاپے تو اس میں صرف تین سو بتیس (۳۳۲) نام درج کئے، اس ضمیمہ میں صرف تین سو تیرہ (۳۱۳) ہی ذکر کئے، یہ اختلاف بھی آپ کے کذب پر دلیل ہے۔

نئی لن ترانیوں میں سے پہلی کا جواب یہ ہے کہ اگر اس رسالہ ست بچن سے جو سکھوں کو ہدایت ہوگی، اس کا نمونہ آپ نے اشتہار ۱۸/اپریل ۱۸۹۷ء (مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۳۹۴ تا ۴۰۱) میں خوب دکھایا ہے کہ راج اندر سنگھ ایڈیٹر خالصہ گزٹ نے اس رسالہ کو پڑھ کر آنحضرتﷺ کو گالیاں دیں، اس پر باقی ماندہ سکھوں کی ہدایت یابی کا قیاس ہوسکتا ہے۔ ان گالیوں کا جو سکھ دے رہے ہیں یا آئندہ دیں گے، ثواب آپ ہی کے نامہ اعمال میں داخل ہوگا۔ کیونکہ آپ نے ان کے پیشوا ہندو کو مسلمان کہہ دیا (مسلمان کو یہودی اور نصرانی کہنے کے برابر ہے) تو انہوں نے آنحضرتﷺ کو برا کہا۔ گویا آپ نے برا کہا۔

کسی مسلمان پر اس رسالہ کی ہدایت کا اثر ظاہر ہوگا تو یہی ہوگا کہ درپردہ تو وہ مسلمان کہلائے گا اور ظاہراً ہندوؤں کے سے کام کرے گا۔ جیسے آپ کے باوا اور ولی اور

سکھوں کے گرونانک کرتے رہے کہ تمام عمر ہندوؤں میں رہے ہندو کہلائے۔ علانیہ مسجدوں اور مسلمانوں کی مجالس میں نمازوں اور جماعتوں میں شامل نہ ہوئے، علانیہ حج نہ کیا، روزہ نہ رکھا، زکوٰۃ نہ دی۔ اگر بقول آپ کے کچھ کیا تو خفیہ کیا۔ (جس کی عہد سلاطین اسلام میں جو ان کا زمانہ تھا کچھ ضرورت نہ تھی)

معہ ہذا وہ آپ کے نزدیک مسلمان اور ولی علیہ الرحمۃ کہلانے کے مستحق ہوئے تو اس سے یہ نتیجہ پیدا ہوگا کہ جو شخص آپ کے اس رسالہ کو حق جان کران کو مسلمان مان لے گا وہ ظاہر میں نماز، روزہ چھوڑ کر مسلمانوں کی مجلسوں ومسجدوں سے علیحدہ اور خارج ہوکر، دھوتی باندھ کر، مالا ہاتھ میں لے کر، موچھیں بڑھا کر، سر پر کیس رکھا کر۔ واہ گرو، واہ گرو کہتا ہوا، کسی بونگہ یا دھرم سالہ میں جاپڑے گا اور پھر دل سے مسلمان کا مسلمان کہلائے گا۔

دوسری نئی لن ترانی کا جواب یہ ہے کہ یہ آپ کا محض دروغ بے فروغ ہے، کسی اہل علم مسلمان نے آپ کے مضمون کو پسند نہیں کیا گو علوم دین سے جاہلوں، صرف انگریزی، اردوخوانوں نے اس کو پسند کیا ہو اور خاکسار نہ تو آپ کے مضمون پڑھنے کے وقت یا اپنا مضمون سنانے کے سواء کسی اور وقت اس جلسہ میں گیا اور نہ آپ کا مضمون سنا اور نہ اس کی نسبت وہ کلمہ کہا جس کو آپ نے میری طرف منسوب کیا ہے۔ اس کی تفصیل ہم مضمون ''مخبر دکن کی جھوٹی مخبری'' میں کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

تیسری حرکت حضرت مسیح کو دشنام دہی کے جو آپ سے اس ضمیمہ میں ہوئی ہے۔ حکومت وسلطنت اسلام ہوتی تو ہم اس کا جواب آپ کو دیتے۔ اسی وقت آپ کا سر تلوار سے کاٹ کر آپ کو مردار کرتے۔ سچے نبی کو گالیاں دینا مسلمانوں کے نزدیک ایسا کفر اور ارتداد ہے جس کا جواب بجز قتل اور کوئی نہیں ہے۔ مگر کیا کریں مجبور ہیں۔ سلطنت غیر اسلامی ہے۔ اس کے ماتحت رہ کر ہم اس فعل کے مجاز نہیں اور سلطنت کو (جو عیسائی کہلاتی ہے) اس امر کی پرواہ نہیں ہے۔ رہے پادری جو مذہب ہی کی خدمت وحمایت کے صدقہ وطفیل سے ٹکڑا کھاتے ہیں۔ سو بھی اپنی تنخواہ سے کام رکھتے ہیں۔ حمیت وغیرت مذہب کو خیر باد کہہ چکے ہیں۔ اب آپ شوق سے جس قدر چاہیں، حضرت مسیح کو یا کسی اور نبی کو گالیاں دیں، کوئی پوچھنے اور پکڑنے والا نہیں ہے۔ (اشاعۃ السنۃ ج۱۸ ش۱،۳ ص۱ تا ۹۵)

# حاشیہ جات

۱؎ الہامی صاحب کو بھی اس کا اعتراف ہے دیکھو اس کا عریضہ بنام گورنمنٹ (ص اول، کالم اول، سطر آخیر اور کالم دوم سطر ۱۶)

۲؎ یہ دھمکی عام طور پر پہلے تو اشتہار ۱۵/مارچ ۱۸۹۷ء میں آریہ کے ساتھ مولویوں کو شامل کر کے خود الہامی قاتل نے شائع کی۔ پھر ان کے خلفاء میاں معراج الدین صاحب وغیرہ نے آسمانی فیصلہ کے ذریعہ مشتہر کی۔ پھر خصوصیت کے ساتھ خاکسار کو مخاطب کر کے الہامی قاتل صاحب کے خلیفہ اکبر وحواری اعظم حکیم نور الدین صاحب بھیروی نے ایک خط کے ذریعے سے جو الہامی قاتل کے مرید میاں محمد صادق صاحب کلرک اکوٹنٹ جنرل اوفس اور میاں عبدالرحمٰن صاحب کلرک ریلوے میرے پاس لائے۔ وہ دھمکی دی اور یہ بات لکھی کہ اس کے لئے بشرط انکار کم سے کم پنڈت لیکھرام کی طرح کسی پیش گوئی کے واسطے صاف ارادہ ظاہر فرماویں۔

آخر حضرت الہامی نے بھی اشتہار متعلق قتل لیکھرام مطبوعہ ۱۱/اپریل ۱۸۹۷ء (مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج۲ص۳۸۱) میں صاف لکھ دیا ہے کہ: ’’اگر مولوی محمد حسین صاحب قسم کھالیں کہ یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی تو پھر ایک سال میں بچ گئے تو ہم جھوٹے سمجھے جائیں گے۔‘‘ اس کا جواب اس مضمون میں آگے آئے گا۔

۳؎ حاصل جواب الہامی صاحب یہ ہے کہ اخبار پنجاب سماچار میں جو مجھ پر سازش قتل کا الزام لگایا اور یہ کہا ہے کہ اس کے مرید نے مقتول کو قتل کر دیا ہوگا۔ اس سے میں پوچھتا ہوں کہ آپ کے راجہ رام چندر یا کرشن نے کسی اپنی پیش گوئی کو پورا کرنے کے لئے ایسا حیلہ کیا اور کسی چیلہ سے کہا تھا کہ میری عزت رکھنے کو ایسا کر۔ پیر اگر مرید سے کہے تو وہ اس کا معتقد اور مرید کب رہتا ہے؟

اس جواب کے نامعقول ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جو ہندو آپ پر سازش قتل کا الزام لگاتے ہیں۔ وہ آپ کو راجہ رام چندر کا سا کب سمجھتے ہیں اور آپ کے مریدوں کو ایک صادق پیر کے مرید کب خیال کرتے ہیں وہ تو ہندو ہیں اکثر مسلمان آپ کو فریبی اور آپ کے کئی مریدوں کو بناوٹی مرید اور کرایہ کے ٹٹو خیال کرتے ہیں اور:

یکے دزد باشد دگر پردہ دار

کا مصداق ’’نصف لی و نصف لکم‘‘ کے شرکاء۔ آپ کے جو ایسے مریدوں کی پاکی و نیک چلنی بیان کرتے ہیں، اس کے مقابلہ میں وہ ان کے حالات یہ دیکھ رہے ہیں کہ وہ اسلامی انجمنوں کے وکیل بن کر اور ان کی طرف سے واعظ ہو کر بیگانی عورتوں کے اغواء کے مقدمات میں مأخوذ ہوئے۔ گو آخر مستغیث کو جھوٹا وعدہ دے کر کہ ہم تیری عورت کو علیحدہ کر دیں گے، سزا سے بچ گئے۔ مگر عورت کو علیحدہ نہ کیا

اور انجمنوں کے چندہ سے زنا کاری وشرابخوری کے مرتکب ہوئے۔ اس وجہ سے انجمنوں نے ان کو اپنی وکالت سے علیحدہ کیا اور ان کے حالات کو بذریعہ اشتہارات مشتہر کیا۔

ایسے بناوٹی مریدوں کا ایسے فریبی پیر کی ایسی کارروائیوں میں اگر وہ وقوع میں آئی ہوں، مددگار ہونا کون سے تعجب کا محل ہے اور کیا مشکل ہے۔ اس صورت میں اس جواب کو معقول کہنا کیونکر معقول ہوسکتا ہے۔ پہلے آپ اپنا صادق پیر اور مریدوں کا نیک چلن اور نیک نیت مرید ہونا ثابت کریں۔ پھر ہندوؤں کے سامنے راجہ رام چندر بنیں اور مسلمانوں کے سامنے ولی مسلم ہوں تو اس وقت یہ جواب معقول ہوسکتا ہے۔

اس اعتراض میں ہم نے اپنے فرض منصبی کو اداء کیا ہے الہامی صاحب نے اپنی ساری جماعت کو پاک کہا اور اس کا اثر بدقوم پر ظاہر ہونے والا تھا تو ہم کو ہمارے فرض نے مجبور کیا کہ ہم اس امر کا اظہار کردیں کہ اس جماعت میں ناپاک خصائل وافعال کے لوگ بھی ہیں۔ الہامی صاحب کے دھوکہ میں آکر ساری جماعت کو پاک نہ سمجھ لینا چاہئے۔ ورنہ ہم کو ذاتیات سے کوئی پرخاش نہیں ہے۔

۴؎ اور اگر اللہ مجھے ضرر پہنچاوے تو اس کو بجز خدا کوئی اٹھانے والا نہیں اور اگر بھلائی پہنچاوے تو ہر چیز پر قادر ہے وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور باخبر حکیم ہے۔

۵؎ تو کہتا رہ زمانہ سامع سے خالی نہیں گزرتا۔ زمانہ میں ایسے لوگ بھی ہیں جس کے لئے مطلب پر ظفریاب ہونے کی امید ہے۔

۶؎ آپ کے خط آئندہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے آپ اس کو چھاپنا شروع کردیا ہے، دیکھئے ہوتا کیا ہے۔

۷؎ (شحنۂ حق ص۱۹، خزائن ج۲ ص۳۴۵) میں آپ آریہ کو کہتے ہیں کہ: ''تم نے مجھ سے اپنی لڑکی کا رشتہ تو نہیں کرنا کہ میری جائداد کی تحقیق کرتے پھرتے ہو۔'' ایسا ہی (سرمہ چشمہ آریہ ص۴۹، خزائن ج۲ ص۹۷) میں آریہ کی لڑکیوں کا ذکر مکروہ طور پر لائے ہیں۔

۸؎ اس امر کا اعترف الہامی صاحب نے بھی کیا ہے۔ ان کا اشتہار ۱۵؍مارچ ۱۸۹۷ء اور عریضہ اسی گورنمنٹ مؤرخہ ۲۲؍مارچ ۱۸۹۷ء۔

۹؎ اس سے یہ مقصود نہیں کہ جو ہمارے مسلمانوں نے تجارت کی تدبیر کی ہے اور کچھ شروع کردی ہے۔ اس کو چھوڑ دیں اور ہمیشہ کے لئے ہندوؤں کے دست نگر رہیں جو ایسا خیال رکھتا ہے وہ مسلمانوں پر سخت ظلم کرتا ہے۔ اس تجویز تجارت سے صدہا مسلمان جو بیکار تھے اور اس وجہ سے طرح طرح کے اوہام اور اندیشوں کے محل تھے وہ کام میں لگ گئے ہیں اور ٹکڑا کما کر کھانے لگے ہیں۔ لہٰذا اس تجارت کی موقوفی کا خیال کرنا

مسلمانوں کو مثل سابق بیکار بنا دینا اور توہمات کا نشانہ بنانا ہے۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ وہ مقابلہ کا خیال نہ رکھیں اور ہندوؤں کو بھی ان کی تجارت پر یہ خیال مناسب نہیں، وہ تجارت ہمارے ہی مقابلہ کے لئے کرنے لگے ہیں۔

۱۰ یہ باتیں آپ خود اشتہار ۱۵ر مارچ ۱۸۹۷ء وعریضہ بنا گورنمنٹ میں فرما چکے ہیں۔

۱۱ اشتہار جوابی سردار راج اندر سنگھ مطبوعہ (۱۸ر اپریل ۱۸۹۷ء، مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۴۰۱) میں آپ اپنا خونی مسیح ہونا فخر سے قبول کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مسیح ابن مریم کے حق میں آیا ہے کہ: ''کافر اس کے دم سے مریں گے۔'' یعنی اس کی دعا سے، ان پر عذاب نازل ہوگا۔ سو اگر عذاب کی پیش گوئیاں بدنامی ہیں تو یہ بدنامی تو خدا کے قول سے ہمارے حصہ میں آگئی:

در کوئے نیک نامی ما را گزر ندادند  گر تو نمے پسندی تغییر کن قضا را

اس میں آپ نے کمال چالاکی کی ہے۔ اپنے خونی ہونے کے اعتراف کے ساتھ حضرت مسیح کو بھی خونی بنا لیا ہے اور یہ ٹائٹل (خطاب) خدا کی تقدیر سے ان کے اور اپنے ثابت کیا ہے اور اس میں مسلمانوں کو کئی دھوکے دیئے ہیں۔

۱...... کہ یہ خون اور قتل ہم دونوں کے کمالات سے ہے، نہ عیب۔

۲...... اور ہم دونوں اسی کام کے لئے مخصوص و مامور ہو کر آئے ہیں۔ کہ لوگوں کو قتل کریں۔ آپ کے اس اعتراف نے ہمارے اس سوال کو پکا کر دیا کہ پھر آپ مسلمانوں پر یہ طعن کیوں کرتے ہیں کہ وہ خونی مسیح کے منتظر ومعتقد ہیں کیا خدا تعالیٰ سے کسی کا خون کرنے اور کسی کو تلوار سے مار ڈالنے میں کچھ فرق ہے؟ ہرگز نہیں۔

دوسرا سوال اس اعتراف پر یہ وارد ہوتا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم نے مردہ بھی تو زندہ کئے اور لاعلاج بیمار اور مادرزاد اندھے اور کوڑھی اچھے کئے۔ چنانچہ نص قرآن سے ثابت ہے۔ لہٰذا وہ صرف خونی کہلانے کے مستحق نہیں ہو سکتے اور آپ صرف مارتے ہیں یا منکروں کو کوڑھی اور اندھے بنانے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لہٰذا خونی کہلانے کے آپ ہی مستحق ہیں۔ پھر آپ مسیح ابن مریم کو اپنے ساتھ کیونکر ملا سکتے ہیں اور خود ان کے نظیر کیونکر بن سکتے ہیں۔ یہی آپ کے اس اعتراف میں دھوکے ہیں، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

اوّل یہ کہ آپ نے حضرت مسیح کے حق میں صرف یہ نوشتہ تو نقل کیا ہے کہ: ''کافران کے دم سے مریں گے۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۴۰۱) اور ان کا مردوں کا زندہ کرنا اور لاعلاج بیماروں اور کوہڑیوں اور اندھوں کو اچھا کرنا نظر انداز کیا اور یہ جتانا کہ اس کا کہیں ذکر نہیں آیا۔

دوسرا دھوکہ یہ دم کی تفسیر بطور تحریف اپنی دعا سے کی، جو کسی حدیث یا روایت میں وارد نہیں ہے۔ بلکہ اس کی تفسیر روایت حدیثہ میں ایسی صفات سے ہوئی ہے، جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس سے

سانس مراد ہے۔ (جو خوشبو دار ہوگی اور وہاں تک پہنچے گی، جہاں تک ان کی نگاہ پہنچے گی) نہ دعا جو نہ خوشبو رکھے، نہ کسی مسافت میں محدود ہوسکتی ہے۔ الفاظ حدیث یہ ہیں۔’’**فلایحل لکافر یجد ریح نفسه الا مات ونفسه ینتهی طرفه**‘‘ (مسلم ج۱ ص۹۷)

تیسرا دھوکہ یہ دیا کہ اپنے فعل قتل عام کو حضرت مسیح کے فعل خاص قتل کفار کے مماثل و مانند بتایا حالانکہ حضرت مسیح کے دم سے صرف کافر مریں گے اور آپ کافروں کے ساتھ مسلمانوں کو بھی مارنے یا اندھا، کوہڑے کرنے کی فکر اور ادّعاء میں ہیں اور خاص کر اس عاجز خاکسار کو اشتہار (مؤرخہ ۱۱/اپریل ۱۸۹۷ء مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۳۸۱) میں اس قتل سے ڈرتے ہیں۔

اس کے جواب میں اگر آپ یہ کہیں کہ تم اور تمہارے دوسرے بھائیوں، مولویوں کو بھی ہم کافر جانتے ہیں۔ کیونکہ تم حضور ایں جناب کو کافر کہتے ہو، تو اس کے جواب میں عرض کیا جائے گا کہ میرے بھائی، سبھی مولوی اور مشائخ تو آپ کو کافر نہیں کہتے، بعضے آپ کی نسبت گمراہ کا لفظ کہتے ہیں۔ بعضے آپ کو صرف خطا کار ٹھہراتے ہیں۔ کئی مجنون کہتے ہیں، کئی مبتدع کا خطاب دیتے ہیں۔ چنانچہ فتویٰ تکفیر حضرت اقدس میں جو (اشاعۃ السنۃ نمبر۴ وغیرہ ج۱۳) میں درج ہوکر شائع ہوا۔ یہ تفصیل مصرح ہے۔

اور بعضے حضرات ایسے ہیں کہ جنہوں نے آج تک آپ کے حق میں کچھ نہیں کہا سکوت محض اختیار کیا ہے (یہ صاحب چاچڑاں والے سجادہ نشین مولوی صاحب ہیں، جن کا تکفیر الہامی سے سکوت ضمیمہ انجام آتھم میں الہامی صاحب نے نقل کیا ہے) (جس کا آپ کو بھی اعتراف ہے) باایں ہمہ آپ نے ہندوستان و پنجاب کے چورانوے علماء اور اڑتالیس مشائخ وسجادہ نشینوں کو اشتہار مباہلہ کے میں مار ڈالنے یا بیمار کر دینے کی دھمکی دی ہے۔ کیا آپ یقین رکھتے ہیں کہ وہ سب کے سب آپ کو کافر کہتے ہیں؟ امید نہیں کہ آپ ان سب کی نسبت اس یقین کا اظہار کریں۔ پھر آپ نے ان سب کو مار ڈالنے کی دھمکی دی تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا فعل قتل ان لوگوں سے مخصوص نہیں جو آپ کو کافر کہتے ہوں اور اس وجہ سے آپ ان کو کافر سمجھتے ہوں۔ بلکہ وہ ان سب مسلمانوں کو بھی شامل ہے، جو آپ کے کسی الہام یا پیش گوئی کو نہ مانیں۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا فعل قتل عام کو قتل حضرت مسیح خاص قتل کفار کے مشابہ کہنا دھوکہ ومغالطہ ہے۔

۱۲؎ لیکھرام کے متعلق جو اس کی پیش گوئی ہے وہ بھی اس مضمون میں داخل ہے۔

۱۳؎ اگر بجائے غالب لفظ مغالب لکھتے تو درست ہو جاتی۔

۱۴؎ ہمارے اعتقاد میں آپ کا ملہم معلم الملکوت ہے، اسی وجہ سے ہم اس کا عجز واحتیاج تجویز کرتے ہیں۔

۱۵… الہام آپ خود تصنیف کریں، اس کے معنی گھڑ کر اس میں آپ ڈالیں۔ پھر اس کے معنی سمجھ میں نہ آنے کے کیا معنی۔ حضرت اس کے معنی تو آپ نے گھڑے ہوئے ہیں۔ پر اس وقت ظاہر اس واسطے نہیں کئے تھے کہ جیسا موقعہ پائیں گے، ویسے معنی بنا کر اس میں ڈال دیں گے۔ جب پہلی دفعہ لڑکا بشیر عنموائیل پیدا ہوا تو اس کے معنی آپ نے نہ بتائے کہ پہلے تین اولاد (دولڑکے فضل احمد اور سلطان احمد اور ایک لڑکی جو غلطی سے الہامی لڑکے کی جگہ آ گئی تھی) موجود ہیں۔ اب یہ چوتھا لڑکا آیا ہے جو تین کو چار کرنے والا ہے۔ (یہ تشریح آپ کی اس خط میں ہے۔ جو اصل منشی یا مولوی محمد احسن صاحب امروہی کے پاس ہے اور اس کی نقل دستخطی مولوی احسن ومصدقہ مولوی محمد بشیر صاحب میرے پاس موجود ہے) اور جب وہ لڑکا فوت ہوا اور اس معنی کرنے کا موقعہ ہاتھ سے جاتا رہا اور موجودہ تین لڑکوں کے بعد بی. بی کو حمل ہوا تو اس کے معنی یہ گھڑ لئے گئے کہ جو پہلے تین لڑکے محمود، بشیر اور شریف موجود ہیں۔

(پہلی بی. بی کے لڑکوں سلطان احمد کو اور فضل احمد کو اس لئے ذکر نہیں کیا کہ ان کو آپ نے عاق کر کے اولاد سے خارج کیا تھا۔ لڑکی جو (اسی محبوبہ بی. بی سے پیدا ہوئی ہے اور موجود ہے) کیوں شمار نہ ہوئی۔ جیسے پہلے لڑکے کی باری وہ شمار کی گئی تھی۔ اس سوال کا جواب آپ دیں گے تو ہم آپ کے ممنون ہوں گے)

اب یہ چوتھا لڑکا آئے گا وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ اب جو لڑکی پیدا ہو گئی ہے تو یہ معنی بھی خطاء گئے۔ دیکھئے آئندہ کون سے معنی گھڑے جاتے ہیں۔ ایک معنی اس کلام کے ہم کو الہام ہوئے ہیں۔ پسند ہوں تو وہ بھی قبول کر لئے جاویں۔ وہ یہ ہیں کہ پہلے آپ رسالہ توضیح المرام میں تثلیث کے قائل ہو چکے ہیں۔ یعنی (۱) باپ خدا، (۲) بیٹا (مرزا غلام احمد) (۳) روح القدس۔

پھر جب وہ الہامی لڑکا جو ''کأن اللّٰہ نزل من السماء'' کا مصداق ہوگا تو وہ تثلیث کی تربیع کر دے گا۔ یعنی باپ، بیٹے، روح القدس، تینوں کے بعد چوتھا، ایسا شخص آئے گا جو ان تین کو چار کر دے گا۔ وہ خدا بھی ہوگا اور وہ آپ کا بیٹا اور بڑے خدا کا پوتا بھی کہلائے گا۔ ذرا انصاف سے داد دینا ہم نے کیسے عجیب معنی بتائے ہیں:

گر قبول افتد زہے عز وشرف

۱۶… اتباع ومریدان الہامی صاحب میں سے جس شخص کو ہم نے دیکھا اور اس سے ہم کو سابقہ پڑا اس کو ہم نے ایسا ہی پایا ہے۔ جھوٹ بولنا تو اس کا ایسا خاصہ لازمہ ہے، جیسے حبشی کو سیاہی۔

جس شخص کو ہمارے اس دعویٰ کے صدق میں تأمل ہو، وہ لاہور، امرتسر، بٹالہ، سیالکوٹ، جموں، بھیرہ وغیرہ کے مرزائیوں میں سے جس شخص کا نام لے ہم سے اس کے اکاذیب کی فہرست سن لے۔

یہ جھوٹ بولنا گویا ان کے مذہب کا جزء ہے۔ جیسے فرقہ خطابیہ کے مذہب کا جزء جو نصرت

مذہب کے لئے جھوٹ بولنا مباح سمجھتے ہیں۔

اس مقام میں اس کی ایک تازہ مثال دروغ گوئی کی ذکر کی جاتی ہے۔ جس سے لاہور کے جملہ مرزائیوں کا حال ناظرین کو معلوم ہوسکتا ہے۔ ان دنوں ایک صاحب ترکی کے نائب سفیر متعینہ کراچی، لاہور میں تشریف لائے، تو یہ خاکساران کے فرودگاہ پران کی ملاقات کے لئے پہنچا۔ وہاں جملہ مرزائیان لاہور کو مجتمع پایا۔

نائب صاحب نے مجھ سے قیام مکہ مکرمہ کی بابت عربی میں سوال کیا، میں نے عربی میں یہ مختصر جواب دیا ''اقمت بها ستة اشهر'' یعنی میں مکہ مکرمہ میں چھ مہینے ٹھہرا تھا۔ جس پر نائب صاحب نے حاضرین سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ مولوی صاحب کتاب کے موافق عربی بولتے ہیں۔ (یعنی عوام اور بازاریوں کی مانند نہیں بولتے) عام لوگ اقمت کی جگہ سکنت بولتے ہیں۔

اس پر حضرات مرزائیان لاہور کے بازاروں میں اور انجمن حمایت اسلام لاہور کے اسکول میں (جہاں انکا دخل ہے) مفتریانہ گپیں اڑا رہے ہیں۔ ہم ان کی نقل کی ضرورت نہیں دیکھتے۔ شاید حضرت اعلیٰ ان کاذبوں کے امام ان کا ذکر کسی اشتہار میں کریں۔ اس وقت ہم بھی کچھ کہیں گے اور ثابت کریں گے کہ جو فقرہ ہم نے کہا تھا وہ محاورہ قرآن اور حدیث کے عین مطابق ہے اور لفظ اقمت اس موقعہ پر بولنا سکنت سے فصیح تر ہے۔

۱۷ اصل عبارت اشتہار کرامت یہ ہے۔ ''اب تو اس کاروبار کا زمانہ اس سچے اور برگزیدہ نبی کے زمانہ کے برابر ہوگیا ہے۔ جو تئیس برس اس مسافر خانہ میں رہ کر اور ایک دنیا کو زندہ کر کے رفیق اعلیٰ کو جا ملا تھا، کیونکہ الہامی سلسلہ کو اب پچیسواں سال چڑھا ہے۔''

حضرات ناظرین! آپ نے مسلمانوں سے ڈر کر لفظ تو برابر کا بولا ہے۔ مگر اس کی دلیل یعنی آپ کا یہ قول کہ الہامی سلسلہ کو اب پچیسواں سال چڑھا ہے، معنی ہے کہ آپ آنحضرت ﷺ کے برابر نہیں۔ بلکہ بڑھ گئے ہیں، جیسے عدد بیس (۲۰) سے پچیس (۲۵) کا عدد بڑھا ہوا ہے تو اب کیا پردہ رہا، اب تو کھلم کھلا آنحضرت ﷺ پر فضیلت کا دعویٰ کر دیا۔ مسلمانو! اب بھی الہامی صاحب کی شان میں شک کروگے؟

۱۸ ہم نے الہامی صاحب کی بارہ سال کی دھمکیوں اور تخویف مجرمانہ کی متضمن پیش گوئیوں کی فہرست مرتب کی ہے جس میں آپ نے ایک سو پینتالیس (۱۴۵) اہل اسلام اور سات (۷) عیسائیوں اور بہت سے ہندوؤں وغیرہ کو دھمکایا اور موت یا عذاب سے ڈرایا ہے اور ان پیش گوئیوں کی نظر سے آپ کا لقب خونی مسیح کا مستحق ہونا ان ہی کی اعتراف سے ثابت کیا ہے۔ وہ فہرست ان شاءاللہ! بہت جلد گورنمنٹ اور پبلک کے ملاحظہ میں گزرے گی۔ ان شاءاللہ تعالیٰ! شاید اس فہرست کو دیکھ کر گورنمنٹ کی توجہ ہو کہ وہ اس خونی ہاتھی کو قابو میں لاوے اور اس کے الہامی قتل عام سے پبلک کو بچاوے۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی
میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

# مخبر دکن
## کی
# جھوٹی مخبری

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## نمبر اوّل:

روئیداد جلسہ اعظم مذاہب کے بیان میں مخبر دکن نے اپنے پرچہ ہائے ۱۴ر جنوری اور ۱۱، ۱۸، ۲۵ر فروری اور ۱۷ر مارچ ۱۸۹۷ء میں جو کچھ کہا ہے اس میں دروغ گوئی سے کام لیا ہے اور وہ دروغ گوئی نہ صرف ہمارے حق میں اور ہمارے مضمون کی نسبت اس سے عمل میں آئی ہے۔ بلکہ دوسرے اسلامی وکیلوں مولوی عبداللہ صاحب پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور اور مولوی ثناء اللہ صاحب مدرس تائید الاسلام امرتسر اور دیگر مذاہب کے وکیلوں (ہندوؤں، سکھوں) وغیرہ کے بیانات کی نسبت بھی اس سے سرزد ہوئی ہے۔

ہم اس مقام میں عدم گنجائش وقت وصفحات رسالہ کی وجہ سے صرف اپنے مضمون کی نسبت اس کی چار دروغ گوئیوں کو ذکر کر کے ان کے دروغ ہونے کی وجہ ثبوت بیان کرتے ہیں۔ اس پر اایڈیٹر مخبر دکن نے (جو ایک مدراسی سلطان محمود مرزائی کے دھوکہ میں آئے ہوئے ہیں) اپنے بیان کی اصلاح نہ کی تو اس مضمون کے نمبر دوم میں زیادہ تفصیل کریں گے اور اس وقت تک تو ہم اس دروغ گوئی کا مرتکب صرف مخبر دکن کے نامہ نگار کو (الہامی قاتل اور خونی مسیح کے ایک حواری میاں کمال الدین صاحب ہیں یا خود حضرت اعلیٰ ان دروغ گوئیوں کے پیشوا۔ چنانچہ ان کے بیانات وتحریرات آئندہ سے معلوم ہوتا ہے) قرار دیتے ہیں اور اگر ہمارے دلائل اور وجہ ثبوت کو سن کر ایڈیٹر مخبر دکن نے داد انصاف نہ دی اور سلطان محمود (مرزائی) کی تقلید سے آزاد ہو کر اپنے نامہ نگار کی تکذیب نہ کی، تو ہم ان کو بھی اس دروغ گوئی میں شریک قرار دے کر ان کی خدمت میں بھی کچھ التماس کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

## وہ دروغ گوئیاں یہ ہیں:

پہلی دروغ گوئی: مخبر دکن کا پرچہ ۱۴ر جنوری ۱۸۹۷ء میں یہ بیان ہے کہ ”ایک دو عالم صاحبوں نے جلسہ میں قدم رکھا مگر الٹا اس لئے کہ انہوں نے یا تو مقرر کردہ مضامین پر گفتگو نہ کی یا بے سروپا کچھ ہانک دیا۔ ہر ایک مذہب کے مقرر کو اپنے اپنے بیانات کی عمارت کو اپنی اپنی کتب مقدسہ کے استدلات پر مبنی کرنا نہایت ہی ضرور تھا اور اس امر کو بجز حضرت مرزا صاحب اور کسی نے پورا نہ کیا۔ سوائے مرزا صاحب کے کسی وکیل مذہب نے پانچوں سوال کا جواب نہ دیا۔

خلقت حیران تھی کہ مولوی صاحب (خاکسار کو کہتے ہیں) کس سوال مجوزہ کا جواب دے رہے ہیں۔ آپ کا بیان ثبوت نبوت، خوابوں کی حقیقت استنجاء کی فلسفیت، غسل جنابت کی علت اور جہاد کی ماہیت اور دیگر مسائل کے متعلق تھا۔

مولوی صاحب کا بیان علیٰ وجہ التجر گو کیسا ہی کیوں نہ ہو، کل حاضرین ایک طرف اور کارکنان و پریذیڈنٹ صاحبان دوسری طرف حیرت میں تھے کہ مولوی صاحب کو کس نے ان امور پر وعظ فرمانے کے لئے بلایا تھا۔ یہ وہ مولوی صاحب ہیں جن پر آج اہل اسلام کو بھروسہ تھا۔ مگر مولوی صاحب نے مسلمانوں کی امیدیں خاک میں ملادیں، ان کو کس نے کہا تھا کہ وہ جہاد کے مسائل سنائیں اور جہاد کے متعلق اسلام پر اعتراضات کو دور کریں۔ مولانا صاحب نے مجوزہ پانچ سوالات کو شاید لغو سمجھا۔ ان دو گھنٹوں کو موقعہ سمجھ کر ان مسائل کو سنانا شروع کیا، جن میں ان کو دسترس تھا۔''

## اس بیان کے کذب ہونے کی وجہ ثبوت:

اس بیان کے کذب ہونے کی وجہ ثبوت اول تو ہمارا وہ مضمون ہے جو (اشاعۃ السنۃ ج۱۷) میں مستقل طور پر بعنوان خطبہ (یا لیکچر) شائع ہوگیا ہے۔ ناظرین اس کو پڑھیں گے تو یقین کرلیں گے کہ اس میں جلسہ کے پانچوں سوال کا جواب ہے، جس میں اولاً آیات قرآن سے استدلال ہے۔ پھر اس کی تائید میں احادیث نبویہ سے استشہاد اور کوئی مسئلہ منجملہ مسائل محل اعتراض مخبر دکن سوالات مجوزہ جلسہ سے اجنبی اور بے تعلق نہیں ہے۔

دوسری وجہ ثبوت خود مخبر دکن کے اعتراضات منقولہ ذیل ہیں، جن میں صاف اور صریح طور پر اس نے مان لیا ہے، کہ جو آیات اس خاکسار نے پڑھی تھیں۔ وہ سوالات خمسہ کے عین مطابق تھیں۔

۱...... پرچہ ۱۴ر جنوری ۱۸۹۷ء (ص۴، ۵، کالم ۳، سطر ۲۳، ۲۴) میں میاں کمال الدین صاحب کا یہ اعتراف ''مولوی صاحب جب آپ نے ابتداء تقریر میں قرآنی آیات پڑھیں تو میں نہایت ہی خوش ہوا۔ کیونکہ وہ ہمارے سوالات کے متعلق تھیں۔ لیکن نہایت افسوس سے کہتا ہوں کہ جناب کی توجہ بعد پر کسی اور طرف منعطف ہوگئی اور آیات قرآنی کو معرض بیان میں آنے کا موقعہ نہ ملا۔''

۲...... پرچہ ۱۱ر فروری ۱۸۹۷ء کے (ص۲، کالم ۲۴، سطر ۳۰) میں آپ کا یہ بیان واعتراف،

مولوی صاحب نے پہلے اس بات پر زور دیا کہ ’’میرے گذشتہ بیان کے متعلق جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ انہیں سوالات مشتہرہ سے کچھ تعلق نہ تھا، یہ غلط ہے۔ میں نے جس قدر آیات پڑھیں، بالکل سوالات کے متعلق تھیں‘‘۔ مولوی صاحب کا یہ فرمانا بالکل ٹھیک تھا، لیکن سوال یہ ہے کہ کیوں آپ نے اپنے بیان کو ان قرآنی آیات کے صرف معنی بیان کرنے میں محدود نہ رکھا۔ آپ کیوں صرف ایک دفعہ آیات کا ترجمہ کر کے ادھر ادھر بھٹکتے پھرے۔

۳...... اس پرچہ کے (ص۳، کالم۳، سطر۲) میں آپ کا بیان واعتراف ’’مولوی صاحب نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر میں نے اس دن نبوت کا بیان شروع کیا تھا تو وہ اس لئے تھا کہ انسان کی اعلیٰ روحانی حالت نبوت ہے۔ مولوی صاحب کا یہ فرمانا بھی درست تھا، مگر کاش کوئی سلسلہ اس بیان میں ہوتا۔ یعنی یہ کہ مولوی صاحب پہلے مجوزہ سوال کی طرف حاضرین کو متوجہ کر کے انسان کی جسمانی اور اخلاقی حالت کا ذکر فرماتے اور بعد پر روحانیت کا مضمون چھیڑ کر نبوت کی طرف آتے۔ مگر مولوی صاحب سے یہ نہ ہوسکا اور بے جوڑ طریق پر نبوت کا قصہ شروع کر دیا۔‘‘

یہ تینوں اعتراف ’’مخبر دکن‘‘ کے اس امر پر روشن دلائل ہیں کہ جو پہلے بیان میں اس نے ان کے برخلاف کہا ہے۔ وہ محض دروغ بے فروغ ہے اور ہمارے مضمون میں جلسہ کے سوالات کا پورا جواب تھا اور وہ عین مطابق تھا اور اس میں کتاب مقدس قرآن کی آیات سے استدلال کیا گیا ہے۔

اعتراف اوّل کے اخیر میں جو آیات قرآن کی معرض بیان میں نہ آنے یعنی ان کی تشریح کرنے کا موقعہ نہ ملنے پر افسوس ظاہر کیا گیا ہے، اس کا اظہار خود ہم اپنے ریمارک میں شروع خطبہ سے پہلے کیا ہے کہ ہم کو کافی وقت نہ ملا، جس میں ہم پوری تشریح آیات کرتے۔

لہٰذا ہم نے انتخاب سے کام لیا اور جو اس افسوس کے ساتھ یہ افسوس ظاہر کیا ہے کہ مولوی صاحب کی توجہ دوسری طرف منعطف ہوگئی اور ایسا ہی اعتراف دوم وسوم میں کہا ہے کہ مولوی صاحب ادھر ادھر پھرتے رہے اور نبوت کا ذکر سلسلہ وار نہ کیا۔ بے جوڑ وطریق پر کیا۔ اس میں سفید جھوٹ سے کام لیا گیا ہے۔ خاکسار ایک منٹ دوسری طرف متوجہ نہیں ہوا اور نہ ادھر ادھر پھرا اور نہ ذکر نبوت بے جوڑ کیا۔ اس امر کا یقین ناظرین کو مضمون خطبہ یا لیکچر کے ملاحظہ سے بخوبی ہوسکتا ہے۔ ہم کیا کہیں:

مشک آنست کہ خود ببوئد نہ کہ عطار بگوئد

دوسری دروغ گوئی: مخبر دکن کا بحوالہ قول میاں کمال الدین صاحب پرچہ ۱۴ر جنوری ۱۸۹۷ء میں یہ بیان ہے کہ: ''مولوی صاحب (خاکسار) نے آپ کے پاس مرزاجی کے مضمون کی تعریف کی اور اس مضمون کی نظر سے فتح اسلام کا اقبال کیا اور کہا کہ کل یعنی الہامی صاحب کے لیکچر کے دن مجھے ماسٹر درگا پرشاد ملے اور انہوں نے کہا کہ ہمیں آج یعنی مرزا صاحب کا مضمون سن کر اسلام کی حقیقت معلوم ہوئی اور یہ بیان کہ میاں کمال الدین نے مرزا صاحب کے مضمون کی کیفیت مذکور...... بالوضاحت بیان کی اور خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب جج نے اس کی تصدیق وتائید فرمائی۔''

حضرات ناظرین! یہ دروغ گوئی الہامی ہے۔ اولاً اس دروغ گوئی کا الہام الہامی قاتل صاحب کو معلم الملکوت کی طرف سے ہوا ہے اور اس الہام کی مدد سے آپ نے یہ دعویٰ کیا ہے جو رسالہ (نمبر۳ کے ص۹۳) سے آپ سے منقول ہوا ہے۔ پھر یہ الہام دروغ بحکم خلافت وبطور وراثت آپ کے خلیفہ میاں کمال الدین صاحب کے حصہ میں آیا اور در حقیقت نہ میں نے الہامی صاحب کا مضمون سنا اور نہ اس کی نسبت میں نے اپنا کوئی خیال اچھا یا برا ان کے پاس ظاہر کیا اور نہ ماسٹر درگا پرشاد مجھے الہامی صاحب کے لیکچر کے بعد ملے اور نہ انہوں نے اس مضمون کی نسبت اپنا کوئی خیال میرے پاس ظاہر کیا۔

میں نے جو کچھ میاں کمال الدین صاحب کے پاس کہا تھا، وہ اپنے مضمون کی نسبت اور اسی کی نظر سے کہا تھا اور اسی مضمون کی نسبت ماسٹر درگا پرشاد کا قول نقل کیا تھا۔ اسی لیکچر خاکسار کے دن اور اس کے بعد شام کے قریب وہ مجھے میری فرودگاہ کے قریب گزرسید مٹھ میں ملے تھے اور اسی مضمون کی نسبت انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ ہم کو اسلام کی یہ حقیقت پہلے معلوم نہ تھی، جو آج یہ مضمون سن کر معلوم ہوئی ہے۔

## اس کی وجہ ثبوت:

اس بیان مخبر دکن کا مستند ومنتہی چونکہ ماسٹر درگا پرشاد اور خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب کے اقوال ہیں، لہٰذا اس کا صدق وکذب ان ہی کی شہادت میں منحصر کیا جاتا ہے۔ میاں کمال الدین صاحب اپنے بیان مذکورہ میں سچے ہیں تو وہ ماسٹر درگا پرشاد سے میرے سامنے کہلوائیں کہ وہ مجھے الہامی قاتل صاحب کا لیکچر سننے کے بعد ملے تھے اور اسی لیکچر کی انہوں نے میرے پاس تعریف کی تھی اور اسی کو سن کر وہ کلمہ کہا تھا، جو میاں کمال الدین نے نقل کیا ہے اور انہوں نے یہ نہ کہا

، بلکہ اس کے برخلاف یہ کہا میں ابوسعید محمد حسین کو اسی دن ملا تھا۔ جس دن انہوں نے اپنا مضمون سنایا تھا اور اس مضمون کی نسبت میں نے وہ کلمہ کہا تھا جو مجھ سے نقل کیا گیا ہے۔

تو اس سے ہر ایک اہل بصیرت وانصاف کو یقین ہوگا کہ میاں کمال الدین صاحب کا بیان محض دروغ بے فروغ ہے۔ ایسا ہی وہ سچے ہیں تو خان بہادر سے میرے سامنے کہلوا دیں کہ میاں کمال الدین ...... نے میرے سامنے مرزا صاحب کے مضمون کی مذکورہ کیفیت بیان کی اور خان بہادر نے اس کی تصدیق فرمائی۔

تیسری دروغ گوئی: ''مخبر دکن'' کا پرچہ ۱۱رفروری ۱۸۹۷ء میں یہ بیان ہے ''گیارہ بجے پران کا (خاکسار کا) وقت ختم ہوگیا۔ ایگزیکٹو کمیٹی نے خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب کی معرفت مولوی صاحب کو ٹھہرا دینے کے لئے بہت تقاضا کیا۔ مگر آپ نے کسی کی ایک نہ سنی، لیکن پھر بھی خان بہادر ممدوح کی موجودگی نے آپ کو زبردستی بیٹھائے جانے کی ذلت سے بچادیا۔ لیکن آخر کار خان بہادر بھی تنگ آ گئے اور مولوی صاحب کو بیٹھنے پر مجبور کیا۔

مولوی صاحب نے جب اور وقت کا مطالبہ کیا اور سیکرٹری کا محولہ بالا وعدہ یاد دلایا تو خان بہادر تعلق قریبہ کے باوصف یہ کہنے سے نہ رک سکے کہ مولوی صاحب! کیا آپ نے وقت کا ٹھیکہ لے لیا ہے؟ اگر کوئی وعدہ ہو بھی تو آپ نالش کیجئے۔'' یہ دروغ گوئی بھی سفید جھوٹ ہے، نہ مجھے کسی نے بٹھلایا اور نہ میں نے اپنا وقت پورا کر کے اور کچھ کہنا چاہا اور نہ تو سیع وقت کا (کسی وعدہ کو یاد دلا کر) خواست گار ہوا۔ جب میرا وقت پورا ہوا، میں نے بغیر کسی کے کہنے کے اپنے بیان کو ختم کر دیا۔

## اس کی وجہ ثبوت:

اس دروغ گوئی میں اپنے خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب جج لاہور اور ماڈیٹران چارج جلسہ (جو اس وقت مہتمم اجازت وممانعت تقریر جلسہ تھے) ذکر کیا ہے اور پہلی دروغ گوئی میں بھی بشمول دیگر ماڈریٹران جلسہ ان کی طرف اشارہ کیا ہے۔ لہٰذا اس دروغ گوئی کے دروغ ہونے کے ثبوت میں ہم اس سے زیادہ کہنا ضروری نہیں سمجھتے کہ میاں کمال الدین صاحب یا الہامی صاحب کے دوسرے خلیفے جو لاہور میں آپ کے ایجنٹ ہیں اور وہ اس مضمون مخبر دکن کو سچا سمجھتے ہیں۔ خان بہادر شیخ صاحب سے اولاً میرے سامنے کہلوا دیں اور ان کی قلم سے لکھوا دیں، پھر اس کو لاہور کے اخباروں میں چھپوا دیں کہ ہاں ہم نے ابوسعید محمد حسین کو مجبوراً بٹھا دیا تھا اور وہ کلمہ کہا تھا جو ان سے نقل کیا گیا ہے اور یہ بھی ان سے کہلا دیں،

جس کا دروغ گوئی اوّل میں آپ کو دعویٰ ہے کہ ابوسعید محمد حسین نے اپنے بیان میں غیر متعلق اوراجنبی امور کی طرف رخ کیا تھا اوران کا مضمون وجواب سوالات جلسہ کے مطابق نہ تھا اور الہامی صاحب کا مضمون ان کے مضمون سے بہتر تھا۔

تو اس صورت میں یہ بیان مخبر دکن صادق سمجھا جائے گا اور اگر شیخ صاحب موصوف نے اس بیان مخبر دکن کو سچا نہ کہا، بلکہ اس کے برعکس ہمارے بیان کو تصدیق کیا تو اس صورت میں مخبر دکن کو یہ مشتہر کرنا پڑے گا کہ اس بات میں اس کا بیان جھوٹا، اس کا نامہ نگار میاں کمال الدین یا اور جو کوئی ہو، جھوٹا۔ ان سب کا امام الہامی قاتل جھوٹا اور یہ جماعت سب کی سب جھوٹی۔

__چوتھی دروغ گوئی:__ مخبر دکن کا پرچہ ۱۱/مارچ ۱۸۹۷ء میں یہ بیان ہے، کہ افسوس روئے زمین پر اسلامی دنیا میں کوئی ولی نہیں ہے جو اپنے الہامات کا عملی ثبوت دے۔ اب مرزا صاحب کی اسلامی وکالت پر نظر انصاف ڈال کر دیکھئے کہ انہوں نے الہام کی حقیقت کو کھولتے ہوئے، اس کو دین اسلام کا خاصہ ٹھہرایا اور اپنے کو اس میں صاحب تجربہ بتایا۔''

یہ بھی محض دروغ ہے، میں نے روئے زمین سے وجود اولیاء کی نفی نہیں کی۔ بلکہ اپنے رویت نفی کی تھی اور یہ بات کہی تھی، کہ دعویٰ کرنے والے تو بہت ہیں (جو الہامی قاتل صاحب کی طرف اشارہ تھا) مگر دکھانے والے آنکھوں سے غائب ہیں۔

## __اس کی وجہ ثبوت:__

اس دروغ گوئی کے دروغ ہونے کی وجہ ثبوت اولاً تو خاکسار کے چھپے ہوئے مضمون یا لیکچر میں (ص ۲۹۷، نمبر۱۰، ج۱۷۔ رسالہ) اور (ص ۶۱ خطبہ جداگانہ) میں خاکسار کے الفاظ شاہد ناطق موجود ہیں اور علاوہ برآں اس مضمون میں (ص ۳۶۶، رسالہ نمبر۱۲، ج۱۷) و (ص ۱۳۰ خطبہ جداگانہ) صاف یہ کہا گیا ہے کہ اس قسم کے لوگ امت محمدیہ میں، دنیا میں، ہر زمانہ میں پائے گئے ہیں اور اب بھی موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ گو بعض ملکوں اور شہروں میں ہم کو نظر نہ آویں۔

اور اگر یہ بہتانی ان الفاظ کی نسبت یہ کہیں کہ یہ الفاظ اس وقت نہ کہے گئے تھے، بلکہ روئے زمین سے نفی وجود اولیاء کی نفی کہے گئے تھے تو وہ اس کی شہادت بھی شیخ صاحب موصوف سے (جو اس وقت ان چارج تقریر جلسہ تھے) دلوادیں اور یہ کہلادیں کہ اس وقت روئے زمین سے وجود اولیاء کی نفی کی گئی تھی۔ شیخ صاحب سے یہ شہادت وہ دلوانہ سکے، تو ہمارے الفاظ مندرجہ خطبہ ان کے کذب پر بلامزاحمت شاہد عدل متصور ہوں گے اور یہ لوگ جھوٹے ٹھہریں گے۔

بقول مخبر دکن الہامی صاحب نے جو اپنے بیان میں الہام کو خاصۂ اسلام ٹھہرایا اور پھر اپنے الہامات کو اس کی تمثیلات بتایا ہے، تو اس میں مخالفین اسلام کو اسلام پر اعتراض کرنے کا موقعہ دیا۔ آپ کے الہامات وکرامات تو سب کے سب اس بیت کے مصداق ہیں:

ایں کرامت ولے ماچہ عجیب گربہ شاشید گفت باران شد

مخالفین اسلام آپ کے اس بیان میں آپ کو سچا سمجھیں گے تو اسلام کو بھی ان ہی ذلیل کرامات اور جھوٹے الہام کا محل ومظہر قرار دیں گے اور صاف کہیں گے کہ جیسے کرامات والہامات وکیل نے دکھائے ہیں، کہ خبر تو دیں لڑکا پیدا ہونے کی اور نکل آوے لڑکی اور پھر نو برس کی میعاد میں ایک آسمانی لڑکے کی پیش گوئی کریں اور ۱۲ سال گذر جائیں اور وہ لڑکا وجود میں نہ آوے۔ ویسی ہی کرامات آپ کے مؤکل نے دکھائی ہوں گی۔

ایسا اقبال الہام وکرامت اسلام کے لئے باعث عار ہے نہ موجب فخر، اس اقبال سے تو اپنی رویت کا انکار ہزار درجہ بہتر ہے، جو کسی اعتراض کا محل نہیں ہوسکتا۔

اب ہم اس مضمون کو ان ہی چار دروغ گوئی کے بیان پر ختم کرتے ہیں اور منتظر ہیں کہ ہمارے نادیدہ دوست، ہم عصر سید عبدالقادر صاحب ایڈیٹر اخبار مخبر دکن بتقلید سلطان محمود مرزائی اور ان دروغ گوئیوں کو سچ بتانے کے لئے کوئی تاویل کرتے ہیں یا ان کو جھوٹ مان کر اپنے نامہ نگار کی تکذیب اور اپنے بیان کی اصلاح عمل میں لاتے ہیں۔ ان کے حق میں بہتر ہے کہ وہ سلطان محمود کے دھوکہ میں آکر حق کا مقابلہ نہ کریں، بلکہ حق کے آگے جھک جائیں اور اگر سلطان محمود ان کو مقابلہ پر آمادہ رکھے تو پہلے اشاعۃ السنۃ چار سال کی گزشتہ جلدیں منگا کر یہ دیکھ لیں کہ اس مقابلہ کا صلہ ان کے امام الہامی قاتل نے کیا پایا ہے۔ اسی کا حصہ ان کو بھی ملے گا۔

ان کی نسبت ہماری بھی رائے وصلاح ہے کہ وہ حق کا مقابلہ نہ کریں اور ان کے حق میں یہ دعا ''اللھم وفقہ الاتباع الحق والصواب ونجہ من اشاعت اکاذیب المفترین واماالھم الکذاب'' (اشاعۃ السنۃ ج۱۸ ش۴ ص۱۰۲ تا ۱۱۰)

## حاشیہ جات

۱؎ اس کا اعتراف میاں کمال الدین کے اس قول منقولہ مخبر دکن ۱۴ ر جنوری ۱۸۹۷ء میں موجود ہے مگر ''افسوس کے آپ موجود نہ تھے۔''

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

# ہماری قسم کی منظوری سے الہامی قاتل اور خونی مسیح کی گریز

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا جو چیرا تو ایک قطرہ خون نکلا

خاکسار (راقم) پیش گوئی متعلق قتل لیکھرام کے جھوٹی ہونے پر قسم کھانے کے لئے مستعد ہوا اور اس مضمون کو رسالہ (اشاعۃ السنۃ نمبر۲، ج۱۸ کے ص۵۳) میں بہ تفصیل درج کر کے اس کے خلاصہ سے بذریعہ اشتہار الہامی قاتل کو مطلع کیا تو آپ نے اپنی ناجائز شروط سابقہ اور ایک نئی شرط کی پناہ اور آڑ لے کر اس قسم کی منظوری سے انکار کیا۔ وہ مدت کا شور اور جوش وخروش اشتہار مستعدی قسم کے شائع ہونے کے بعد ایک منٹ بھی نہ ٹھہرا اور بیت زیب عنوان کا مصداق بن گیا۔

پہلے تو آپ نے قلمی خط مؤرخہ ۲۶/اپریل ۱۸۹۷ء میں چند گالیوں اور مکروہ الفاظ (فترتی، غبی، حمق، سفاہت وغیرہ) سے یاد فرما کر تین شرطیں پیش کیں۔ اوّل وہی پرانی شرط کہ میعاد عذاب ایک سال کی مقرر ہوگی۔ دو وجہ سے، اوّل یہ کہ یہ شرط الہامی ہے اور الہامی شرط کو ملہم بدل نہیں سکتا۔ دوسری یہ کہ یہ میعاد مسنون ہے اور کہا کہ یہ سچ ہے کہ آنحضرت نے برس کا نام لے کر یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر وہ مباہلہ کرتے تو بلاتوقف عذاب نازل ہو جاتا۔ اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ خداتعالیٰ نے اپنی نبی کو برس تک عذاب نزول کا وعدہ دے کر پھر اس خاص زمانہ سے اطلاع بھی دے دی، جو برس کے اندر مگر بہت قریب اور بلاتوقف ظہور میں آنے والا تھا۔

دوسری شرط (جو نئی شرط آپ نے بڑھائی ہے) یہ ہے کہ قبل اس کے کہ آپ قسم کھاویں، ٹھیک ٹھیک دو گھنٹہ بالمواجہہ تقریر سے میں آپ کے پاس اپنے اسلام اور الہام اور لیکھرام والی پیش گوئی کے متعلق وجوہات مفصل بیان کروں، پھر پوچھوں کہ کیا آپ کو اس سے انکار ہے اور اس کے جواب میں آپ صرف اس قدر کہنے کے مجاز ہوں گے کہ مجھے انکار ہے۔ پھر تین دفعہ اپنے مشتہرہ الفاظ سے قسم کھائیں گے اور بجائے فوری عذاب کے ایک سال بیان کریں گے۔

تیسری شرط یہ کہ اگر سال کے اندر اس جھوٹی قسم کا کوئی عذاب آپ پر نازل ہوا، تو ضرور ہوگا کہ میں بذریعہ اشتہار اس کا اظہار کروں۔ پھر آخر خط میں لکھ دیا کہ یہ تمام شرائط قطعی ہیں، ان کو کم وبیش کرنا جائز نہ ہوگا۔ پھر اس مضمون کا ایک اشتہار (مجموعہ اشتہارات ج۲، ص۴۰۵ تا ۴۱۰) مؤرخہ یکم/مئی ۱۸۹۷ء آپ نے شائع کیا۔ اس میں بھی دل کھول کر گالیاں بالفاظ حماقت، شرارت، خباثت، لعنت، منہ پر تھوکنا وغیرہ دے کر ان ہی شرائط پر اصرار کیا۔

اور شرط دوم میں یہ فقرہ بڑھا دیا کہ آپ کو میرے دو گھنٹہ کی تقریر کے مقابلہ میں کچھ بولنے کا اختیار نہ ہوگا۔ میت کی طرح چپ رہنا ہوگا اور اس شرط کی نسبت کی کہا کہ یہ گریز

نہیں۔ ’’اور چور کی داڑھی میں تنکا‘‘ والی مثال پر عمل کر دکھایا اور اس سے مقصود صرف رفع شبہ واتمام حجت بتایا اور جو مقصود اس سے پہلے قلمی خط میں بتا چکے تھے کہ ہم اپنے اسلام کی وجوہات بیان کریں گے۔ اس کو اس اشتہار میں چھپایا اور شرط سوم کی تفصیل اور عذاب کی تشریح میں بضمن حاشیہ کہا کہ وہ عذاب ایسا ہوگا، جس کا مزہ آپ نے پہلی زندگی میں نہ چکھا ہوگا۔ خواہ وہ زمین سے ہو، خواہ آسمان سے، خواہ آپ کی مالی حالت پر ہو، خواہ عزت پر، خواہ ہمارے لئے ایسا نشان ظاہر ہوگا، جس سے لوگ آپ پر لعنت کریں گے اور تھوکیں گے۔

ان شرائط کے ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ ہمارا آخری اشتہار ہے، ان شرائط کو آپ نہ مانیں گے تو آئندہ ہم آپ کو مخاطب نہ کریں گے۔

اس کے جواب میں خاکسار نہایت عجز وکمال ادب سے گزارش کرتا ہے کہ گالیوں کا جواب تو ہی ہے جو بارہا (نمبر۱۸، ج۱۷) وغیرہ میں عرض کیا گیا ہے:

بدم گفتی وخورسندی عفاک اللہ نکو گفتی  جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا

آپ الہامی ہیں، یہ گالیاں بھی الہامی ہوں گی۔ ان کا مقابلہ وہ کرے جو آپ جیسا الہامی ہو (خدا کسی مسلمان کو ایسا نہ کرے) میعاد کے مسنون ہونے کا دعویٰ تو آپ کو پہلے بھی تھا۔ ہمارے اشتہار میں اس کی دلیل کا مطالبہ ہوا تھا۔ اپنی دلیل تو کوئی پیش نہ کی، اسی دعویٰ کا اعادہ کر دیا، جو شرم اور حیا کے بالکل مخالف ہے۔

آپ کا اس امر کو سچ تسلیم کر کے کہ ’’نصاریٰ نجران کے لئے آنحضرت نے بلاتوقف عذاب نازل ہونے کے لئے خبر دی تھی۔‘‘ یہ کہنا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے نبی کو برس تک نزول عذاب کا وعدہ دیا تھا اور یہ امر حدیث ’’لما حال الحول‘‘ سے سمجھ میں آتا ہے۔ ایک اور دعویٰ دروغ ہے۔

اس حدیث میں یہ ذکر نہ صراحۃً ہے نہ اشارۃً کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو دعوت مباہلہ کے وقت اور گریز نصاریٰ نجران سے پہلے سال بھر تک عذاب آنے کی خبر دی تھی اور نہ یہ ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے مباہلین نصاریٰ کو بطور شرط پہلے سے یہ بات کہہ دی تھی یا آنحضرت ﷺ نے اپنے پیرو مسلمانوں کو یہ خبر دے دی تھی کہ ان پر برس کے اندر عذاب نازل ہوگا۔ اس حدیث میں جو برس گزرنے سے پہلے کل نصاریٰ پر عذاب ہونے کا آنحضرت ﷺ نے ذکر کیا ہے وہ تو نصاریٰ نجران کے مباہلہ سے گریز کر جانے کے بعد ذکر فرمایا تھا۔ جس سے ہرگز یہ ثابت ومفہوم نہیں ہوسکتا کہ خدا تعالیٰ نے پہلے بھی آنحضرت ﷺ کو اس میعادی عذاب کی خبر دی تھی یا آنحضرت ﷺ نے بطور شرط مباہلین سے یہ بات کہہ دی تھی۔

الہامی صاحب نے اس حدیث سے اس مفہوم کو نکالنے میں دروغ گوئم بروئے تو پر عمل کیا ہے اور مصرعہ: ''چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد'' کا مصداق بن کر دکھادیا ہے۔ پھر یہ ذکر مابعد بھی کل (یعنی تمام دنیا یا کل عرب کے نصاریٰ) کی نسبت ہوا تھا۔ کیونکہ مقابلہ میں نکل کر مباہلہ کرنے والوں کی نسبت تو صاف یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ وہاں سے بچ کر نہ جاتے اور اس جنگل میں آگ لگ جاتی، جس سے درختوں پر جانور بھی نہ بچتے۔ یعنی ان پر بلاتوقف عذاب نازل ہوجاتا۔ جس کا الہامی قاتل صاحب کو بھی اعتراف ہے اور الفاظ حدیث جو (ص۸۶وغیرہ، نمبر۳، ج ہذا) میں منقول ہیں نیز اس کی مصدق ہیں۔ شرط میعاد کے الہامی ہونے اور اسی وجہ سے اس کی تبدیلی نہ ہوسکنے کا دعویٰ بھی کمال شرم کا موجب ہے۔

یہ بات آپ اس شخص کو کہہ سکتے تھے جو آپ کو ملہم اور آپ کی شرط کو الہامی جانتا ہو اور جو شخص آپ کو دعویٰ الہام میں کذاب اور دجال جانتا ہو اس کے سامنے یہ عذر پیش کرنا شرم کا مقتضا نہیں ہے اور اگر منکر کے سامنے بھی الہام کو بطور حجت دوست آویز پیش کرنا جائز ہے تو وہ بھی آپ کو کہہ سکتا ہے کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ یہ شرط میعاد ایک سال کی ناجائز اور شیطان کی تجویز کردہ شرط ہے۔ اس کو قبول کرنا مسلمان کا کام نہیں ہے۔ پس جو جواب آپ اس کو دیں گے، وہیں جواب آپ کو واپس کردے گا۔

خاکسار کا میعاد ایک سال کو منظور نہ کرنا اور فوراً عذاب دکھانے کا مطالبہ کرنا یا میعاد ضروری ہو تو صرف تین دن کی میعاد منظور کرنا، اس وجہ سے نہیں کہ میں آپ کے الہام سے ڈر گیا ہوں۔ اگر میں آپ کے الہام سے ڈرتا تو آپ سے یہ سلوک وخدمت گزاری نہ کرتا۔ جو عرصہ پانچ سال سے کر رہا ہوں، بلکہ اس وجہ سے ہے کہ ایک سال کے عرصہ میں آپ بہت سے انسانی منصوبوں اور چند بدمعاش مریدوں کی سازشوں سے جس کا چاہیں قتل کراسکتے ہیں۔ چنانچہ عبداللہ آتھم کے لئے آپ نے ایسا کیا۔ (جس کا عبداللہ آتھم کو دعویٰ تھا) اور بقول ہندوؤں کے لیکھرام کے لئے بھی آپ نے ایسا کیا اور یہ امر بنظر آپ کی فریب بازیوں اور حیلہ سازیوں کے کچھ بعید نہیں ہے۔ اگرچہ اس پر ظاہری کوئی دلیل اب تک قائم نہیں ہوئی اور تین دن تک اپنی حفاظت آپ جیسے خونی قاتلوں سے ہر کوئی کرسکتا ہے، گھر میں چھپ کر یا کہیں نقل مکانی کر کے۔

امرتسر کے ایک اخبار کے ایڈیٹر یعقوب، حواری الہامی قاتل صاحب جنہوں نے ہماری عدم منظوری شرط ایک سال کو گریز قرار دیا تھا۔ اب بھی ہماری یہ دلیل سن کر اس کو گریز کہیں گے؟ کیا ان کے نزدیک ایسے اقبالی خونیوں کے دست تظلم سے اپنی جان کی حفاظت نہ کرنا اور سال بھر تک اس کو سازشوں کا موقع دینا عقلمندی کا کام ہے؟

دو گھنٹہ تک قسم سے پہلے وعظ کرنے کی شرط سے آپ کا جو مقصود ہے، اس کو آپ نے قلمی خط میں صاف الفاظ میں بتادیا ہے کہ آپ حاضرین کو منافقانہ اقرار اصول ومسائل اسلام کرنے سے اپنا مسلمان ہونا جتادیں اور عقائد کفریہ ملحدانہ وزندیقانہ کو چھپا کر اپنے مقدس چہرہ سے داغ فتویٰ تکفیر کو جو باتفاق علماء پنجاب وہندوستان لگ چکا ہے، مٹادیں۔

اس مقصود کے ساتھ جو اشتہار یکم رمئی ۱۸۹۷ء (مجموعہ اشتہارج ۲ص ۴۰۶تا ۴۱۰) میں رفع شبہات واتمام حجت کا بہانہ بھی گھڑ لیا اور اس کے ساتھ دعویٰ بھی کیا ہے کہ یہ رفع شبہ اور وعظ مباہلہ سے پہلے مسنون ہے، یہ محض دروغ بے فروغ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے کسی سے تمام عمر مباہلہ نہیں کیا اور نہ کسی مجلس مباہلہ میں آپ کو رفع شہادت مباہلین کا اتفاق ہوا۔ پھر یہ امر کیونکر مسنون ہوسکتا ہے؟ اور رفع شبہات اور اتمام حجت کی یہ صورت بھی نہیں ہے کہ آپ جو چاہیں جو دو گھنٹہ تک بولتے چلے جائیں اور آپ کا خصم کچھ نہ بولے اور میت کی طرح چپ رہے۔ آپ اس دعویٰ مقصود رفع شبہات اور اتمام حجت میں سچے ہیں تو مباہلہ اور قسم سے پہلے ایک مجلس مناظرہ منعقد کریں اور اس میں اپنے اسلام اور الہام وپیش گوئی متعلق لیکھرام کے وجوہات علاوہ ان وجوہات کے جن کو آپ تصانیف قدیمہ اور جدیدہ (اشتہار ۱۵ر مارچ ۱۸۹۷ء مندرجہ (مجموعہ اشتہارات ج ۲ص ۳۴۲) واشتہار ۲۲ر مارچ ۱۸۹۷ء وغیرہ مندرجہ (مجموعہ اشتہارات ج ۲ص ۳۶۶) اور کانفیڈنشل[1] (مخفی) استفتاء مطبوعہ ۱۲ر مئی ۱۸۹۷ء مندرجہ (خزائن ج ۱۲ص ۱۰۳) میں بیان کر چکے) بیان کریں۔

اور اپنے خصم سے اس پر اعتراضات سنیں اور اس کا جواب اس کو دیں اور اگر اس مجلس مباہلہ وقسم میں ان وجوہات کے بیان کا ضروری ہونا ثابت کریں، تو پھر اسی مجلس میں اپنے خصم کو بھی دو گھنٹہ کے مقابلہ میں دو گھنٹہ تقریر کرنے کا موقع دیں۔ آپ ایسا نہ کریں گے تو اس سے صاف ثابت ہوگا کہ آپ کا مقصود اس دو گھنٹہ کے وعظ سے صرف وہی ہے، جو آپ قلمی خط میں ظاہر کر چکے ہیں کہ ناواقف مسلمانوں کو (جو آپ کے مجموعہ کفریات تصانیف نہیں دیکھتے) یہ جتادیں کہ میں مسلمان ہوں اور اسلامی عقائد کو مانتا ہوں۔ علمائے پنجاب وہندوستان جو مجھے کافر کہتے ہیں، وہ مجھ پر ظلم کرتے ہیں۔

شرط سوم کی تفصیل اور عذاب کی تشریح میں جو کچھ آپ نے کہا ہے اس میں صاف اقرار کر لیا ہے کہ آپ اور آپ کا ملہم قسم کھانے والے پر کوئی غیر معمولی عذاب نہیں لاسکتے جو ہوگا، صرف یہ ہاتھ ناٹک ہوگا کہ کسی معمولی امر کو عذاب آسمانی بنالیا جائے گا۔ آپ کے مخالف کے کپڑے میلے ہوئے یا کوڑتہ کی کھونٹی ٹوٹ گئی تو آپ یہ کہہ دیں گے کہ یہی عذاب

ہے، جس کا ہمارے ملہم نے وعدہ کیا تھا۔

زیادہ کریں گے تو یہ کریں گے کہ چند بدمعاش مریدوں کو کہہ دیں گے فلاں شخص کو برسر بازار گالیاں دو اور ایک مکا لگادو اور کپڑے اتارلو، پھر اشتہار دے دیں گے کہ ہم نے جو کہا تھا، بعینہ وہی ہوا۔ اس شخص کی مال وجان وعزت تینوں کو ایسا نقصان پہنچا کہ اس کا مزہ آگے اس نے نہ چکھا تھا اور یہ امر اگر ہوگا تو ہوگا بھی واقعی ہوگا۔ کیونکہ اس سے پہلے ہم نے اپنے ہوش واختیار کے زمانہ میں نہ کبھی کسی سے ہاتھا پائی کی اور نہ برسر بازار گالیاں سنیں اور نہ کپڑا اتروایا۔

اس سے بھی زیادہ کریں گے تو میرے مقابلہ میں ایک رسالہ اشتہار شائع کردیں گے اور اس میں معمول سے زیادہ گالیاں دیں گے اور اس کے ذریعہ سے اپنے مریدوں سے گالیاں دلوائیں گے اور اسی کو آسمانی نشان قرار دیں گے۔ جیسا کہ جلسہ مذاہب اعظم میں اپنے بیان کو آسمانی نشان قرار دیا۔ آخر میں جو آپ نے کہا ہے کہ آئندہ ہم آپ کو مخاطب نہ کریں گے، اس میں آپ نے گریز کا صاف اقرار کرلیا ہے۔ جس پر آپ تعریف کے مستحق ہیں۔ اس سے زیادہ تعریف کا مستحق آپ کا اشتہار ۱۹؍مئی ۱۸۹۷ء مندرجہ (مجموعہ اشتہارات ج۲،ص۱۰۰) آپ کو بنا رہا ہے۔

جس میں آپ نے صاف طور پر قسم لینے اور اس کے مقابل میں کرامت دکھانے سے انکار کیا ہے اور اپنے منکروں اور مخالفوں کو اپنے سامنے بلانے سے معافی دے کر یہ کہہ دیا ہے وہ اپنی جگہ پر اور میں اپنی جگہ پر خدا کی جناب میں دعا کریں اور اس کے بدلے، کسی قسم کا عذاب دکھانے سے دست بردار ہوکر صرف یہ دعویٰ کیا ہے کہ میری تائید میں کوئی نشان فوق العادت ظاہر ہوگا۔ چونکہ یہ اشتہار آپ کا آخری اشتہار ہے۔ لہٰذا اس نے آپ کی اس دعوت بالمشافہ قسم کو جس میں آپ نے رسالہ (سراج المنیر ص۴۹، خزائن ج۱۲، ص۵۷) میں نو اشخاص، اس خاکسار، سرسید، مولانا وشیخنا سید محمد نذیر حسین صاحب وغیرہ کو مخاطب کر کے حکم دیا تھا کہ قادیان میں آویں اور دو گھنٹہ تک خاموش رہ کر میرا وعظ سنیں، اس کے بعد قسم کھائیں، پھر اکتالیس (۴۱) دن میں عذاب کا مزہ پاویں، منسوخ کردیا ہے۔

اب تو کس وناکس کو معلوم ہوگیا اور عموماً کہا جاتا ہے کہ آپ کوئی عذاب نہیں دکھا سکتے۔ اس لئے آپ اشتہار ۱۹؍مئی ۱۸۹۷ء میں بظاہر سب کو حاضرین سے بالمشافہ قسم کھانے سے معافی دیتے ہیں اور درحقیقت خود معافی چاہتے ہیں۔ دیکھئے آئندہ کیا الہامی حکم ہوتا ہے، غائبانہ قسم کھانے کا جواب ہم (ص۱۳۲) میں دیں گے۔ ان شاءاللہ! (اشاعۃ السنہ ج۱۸ نمبر۴ ص۱۱۲تا۱۱۸)

## حاشیہ جات

۱؎ تحریر مضمون ہذا کے وقت آپ نے اس کو مخفی رکھا۔

أنا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

الہامی قاتل وخونی مسیح کے استتار بعد فرار کے

# چند مفتریانہ اسرار کا اظہار

(جس میں رسالہ استفتاء اور سراج المنیر کا جواب ہے)

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الہامی قاتل وخونی مسیح نے جب دیکھا کہ متعدد اشخاص نے اس کی پیش گوئی متعلق قتل لیکھرام کے جھوٹے ہونے پر قسم کھانے کا عزم بالجزم کرلیا ہے اور اس قسم پر اس کی دھمکی عذاب کو گیدڑ بھبکی سمجھ لیا اور اس سے کوئی نہیں ڈرا اور اس کے یا اس کے ملہم (معلم الملکوت) کے اختیار میں کوئی عذاب نہیں ہے جو قسم کھانے والوں پر نازل ہو اور اس سے اس کی نبوت یا ولایت قائم رہ سکے تو آپ نے قسم لینے سے فرار واستتار (پردہ نشینی) کو اختیار فرمایا اور ظاہراً اس کا بہانہ بنایا کہ یہ لوگ ہماری شرطوں کو نہیں مانتے۔ لہٰذا ہم بخوف خدا ان کے خطاب سے منہ پھیرتے ہیں اور اپنا وقت ضائع کرنا نہیں چاہتے اور اس فرار واستتار سے اس بیت کا مصداق بن کر دکھایا:

زاہد نداشت تاب وصال پری رخاں　　　کنجے گرفت وترس خدا را بہانہ ساخت

پھر آپ کو یہ خیال آیا کہ اس سکوت وگوشہ نشینی سے ہمارا کام نہیں چلے گا۔ اس سے پیش گوئی مذکور کو جھوٹا سمجھا جاوے گا۔ ازاں الوؤں کا (جو اس قسم کی پیش گوئیوں کو سچا سمجھ کر ہمارے دام میں پھنسے ہوئے ہیں) ڈربا خالی ہو جائے گا۔ پھر سونا، موتی، روپیہ، پیسہ، کہاں سے آوے گا اور قوت لایموت وسامان حفظہ موت کون بہم پہنچائے گا۔

یہ سوچ کر آپ نے اس پیش گوئی کو سچا بنانے اور اس ذریعہ سے ان الوؤں کو دام میں پھنسائے رکھنے کے لئے یہ مخفی تدبیر نکالی کہ ۴۸ صفحہ کا ایک رسالہ کانفیڈنشل (مخفی) طور پر خاص خاص لوگوں میں جو آپ کے مرید ہیں یا ایسے مسلمان جو آپ کے عقائد کفریہ ومکائد الحادیہ اور تصنیفات پر از تلبیسات سے آگاہ نہیں، متداول کیا اور اس میں اس پیش گوئی کے صادق ہونے کے ان وجوہات کو جن کے پورے پورے جوابات ہم دے چکے ہیں، درج کر کے ان لوگوں سے یہ استفتاء وسوال کیا ہے کہ وہ اس پیش گوئی کے صادق ہونے کی شہادت دیں اور اپنے اپنے دستخط ومواہیر اس پر ثبت کریں۔

اس تجویز کی جرأت آپ سے اس امید پر ہوئی کہ آپ کے زعم میں آپ کے آٹھ دس ہزار چیلوں اور پوجاریوں میں بہت لوگ ایسے ہیں کہ وہ بے سوچے بن سمجھے آپ کی ہر ایک باتؐ پر واہ سبحان اللہ کہہ دیتے ہیں۔ آپ دن کو رات کہیں تو وہ ستارے بتانے اور گنوانے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ وہ اس استفتاء پر بلافکر وتأمل دستخط کر دیں گے اور ان کو دیکھ کر

صد ہا ناواقف مسلمان بھیڑ چال اختیار کر کے پھنس پڑیں گے۔ کیونکہ دنیا میں ایسے سمجھ دار کم ہیں جو اپنی عقل اور تحقیق سے کام لیں اور بھیڑ چال نہ چلیں۔ اس صورت میں وہ دام افتادہ الو اس پیش گوئی کو سچا سمجھتے رہیں گے اور دام سے نہ نکلیں گے۔

ازآنجا کہ الہامی قاتل وخونی مسیح اسلام اور مسلمانوں کا پکا دشمن ہے اور ان سے آپ نے پیش گوئیوں کی صداقت منوا کر ان کو اپنا حامی اسلام ہونا جتا کر ان کو اپنے دام میں لانا اور ان کے مال مارنا چاہتا ہے اور اکثر مسلمان اس کے مکاید وتزویرات سے واقف نہیں ہیں۔ لہٰذا بحکم:

اگر بیند کہ نا بینا وٴ چاہ است اگر خاموش بنیشند گناہ است

محض ''حسبة للّٰہ وخالصاً نصحاً لخلق اللّٰہ'' مسلمانوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ وہ اس مکار کے اس دام تزویر سے بچیں، اس کے دعویٰ حمایت اسلام سے دھوکہ میں آکر بے سوچے، بن سمجھے، اس کے استفتاء پر دستخط نہ کریں اور اس بیت پر عمل کریں:

دام میں زر کے اگر موتی کا دانہ ہوگا جو نہ اس دام میں آئے گا تو دانا ہوگا

اور اس پیش گوئی کو پرکھنے اور اس کی وجوہات مفسرہ رسالہ واستفتاء مذکور جو جانچنے کے لئے ہمارے کو ملاحظہ کریں۔ اس میں اس کی جملہ وجوہات کا جواب دیا گیا ہے اور دلائل قطعیہ سے اس پیش گوئی کا جھوٹا ہونا ثابت کیا گیا ہے۔

یہ رسالہ اہل وسعت کو اور غریب مسلمانوں کو ان کی یا ان کے کسی دوست کی شہادت واعتبار پر بطور رعایت اشخاص ومقامات ذیل سے مل سکتا ہے۔

(۱) دفتر اشاعة السنة لاہور وبٹالہ (۲) شیخ فتح محمد صاحب گجرات محلّہ خواجگان (۳) شیخ عبدالعزیز صاحب سوداگر بوٹ فروش امرتسر کٹرہ گنھیاں (۴) میاں الٰہی بخش صاحب کتب فروش لاہوری کشمیری بازار (۵) حاجی گل محمد صاحب وقاضی سلیمان صاحب پٹیالہ (۶) منشی ومولوی سعد اللہ صاحب ڈرانگ ماسٹر لدھیانہ ہائی سکول۔

اس رسالہ واستفتاء میں الہامی قاتل کی غرض مذکور کے علاوہ کئی اور مفتریانہ راز واسرار بھی ہیں، جس کا افشاء واظہار ضروری ہے اور ان کی طرف پبلک اور گورنمنٹ کو توجہ دلانا لازم ہے اور وہی رسالہ استفتاء کا جواب ہے۔

ازانجملہ اوّل یہ ہے کہ آپ نے رسالہ (استفتاء کے ص۳، خزائن ج۱۲، ص۱۱۱) میں کہا

ہے کہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ نے ایک خط میری طرف بھیجا ہے۔ جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ: ’’میں نے اپنی نیک نیتی سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔‘‘

پھر خاکسار کے اس قول کی تفسیر اپنی طرف سے بایں الفاظ کی ہے ’’یعنی لیکھرام کی موت صرف ایک اتفاقی امر تھا۔ جس میں خدا کا کچھ دخل نہیں۔‘‘ (ایضاً) اور پھر کہا کہ مولوی صاحب نے ’’اس بات پر زور دیا ہے کہ کیوں یہ امر ثابت شدہ مان لیا جائے کہ پیش گوئی سچی ہوئی اور کیوں یہ قبول نہ کیا جائے کہ یہ ایک اتفاقی موت ہے۔ جو پیش گوئی کے زمانہ میں وقوع میں آ گئی۔‘‘ (ایضاً)

خاکسار کہتا ہے کہ اس مقام میں جو فقرہ زیر خط ہے وہ بیشک خاکسار کا قول ہے اور جو لفظ یعنی سے اس کی تفسیر کی ہے اور جو بات اس کے بعد کہی ہے وہ سراسر مجھ پر افتراء ہے۔ جس کا سرّ اور اس سے آپ کا دلی مقصود یہ ہے کہ آپ خاکسار کو بحسب اتفاق اس پیش گوئی کے وقوع کا قائل بناویں اور عام مسلمانوں کو یہ جتادیں کہ یہ شخص باوجود مخالفت کلی اس پیش گوئی کے اپنے وقت پر صادق اور واقعہ ہونے کا قائل ہوگیا ہے۔ گو اس کو ایک اتفاقی امر سمجھتا ہے، تاکہ یہ سن کر وہ لوگ مجبور ہو جاویں اور وہ اس پیش گوئی کی تصدیق کر کے اس استفتاء پر اپنے اپنے دستخط ثبت کر دیں اور درحقیقت میرے اس فقرہ زیر خط کی یہ تفسیر نہیں ہوسکتی میں نے اس فقرہ میں اس پیش گوئی کے سچے ہونے کی نفی کی ہے اور یہ تفسیر اس پیش گوئی کے صادق اور واقع ہونے کا (گو بحسب اتفاق ہو) اثبات کرتی ہے۔ پھر وہ اس کی تفسیر کیونکر ہوسکتی ہے۔

ناظرین غور کریں اور داد انصاف دے کر کہیں کہ آپ نے میرے فقرہ مذکور کی تفسیر کی ہے یا اس میں تحریف کی ہے، میں تو یہ کہوں کہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی، جس کے صاف اور صریح معنی یہ ہیں، کہ وہ اپنے وقت پر واقع نہیں ہوئی اور نہ اپنے مضمون کے مطابق وقوع میں آئی ہے۔ چنانچہ اس معنی کی بخوبی تشریح ہوچکی ہے اور آپ اس کی یہ تشریح وتفسیر کریں کہ یہ پیش گوئی اپنے زمانہ میں اور اپنے وقت کے اندر حسب اتفاق واقعہ ہوگئی ہے ’’دروغ گوییم برروئے تو‘‘ کی مثل سنا کرتے تھے مگر اس کا پورا عمل آپ نے یہ تفسیر کر دکھایا ہے مصرع:

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

زبان زد خلائق ہے، مگر ہم نے اس کا پورا مصداق آپ ہی کو پایا ہے۔

دوم: اپنے رسالہ کے (ص۴، خزائن ج۱۲ ص۲۱۱) میں آیت ’’وان یک صادقا یصبکم بعدالذی یعدکم ‘‘نقل کر کے اس کی تفسیر میں کہا ہے۔ ’’یعنی صادق کی نشانی یہ ہے کہ اس کی بعض پیش گوئیاں پوری ہو جاتی ہیں۔ بعض کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ وعید کی پیش گوئیوں میں رجوع اور توبہ کی حالت میں عذاب کا تخلف جائز ہے گو کوئی بھی شرط ہو جیسا کہ قوم یونس کے لئے ہوا۔‘‘

خاکسار کہتا ہے اس قول میں آپ نے خدا اور اس کے رسول پر افتراء کیا ہے۔ جس کا سرّ اور اس سے آپ کا مقصود یہ ہے کہ آپ کی پیش گوئیاں جو کھلم کھلی جھوٹی نکلی ہیں (جیسے تولد فرزند آسمانی بشیر عنموائیل میعاد نو سال میں اور وفات عبداللہ آتھم اندرون میعاد پنج ماہ ویک سال اور وفات شوہر ثانی منکوحہ آسمانی (الہامی) وغیرہ ان پر پردہ پڑ جائے اور ان کی نظیر انبیاء علیہم السلام کی پیش گوئیوں میں نکل آوے۔

اور درحقیقت یہ آپ کا خدا پر اور اس کے تمام رسولوں پر افتراء ہے۔ رسولوں کی پیش گوئیوں اور دوسرے لوگوں کی پیش گوئیوں جو جفر یا نجوم یا جوتش وغیرہ سے کرتے ہیں، یہی فرق ہے کہ رسولوں کی لاکھ بلکہ جملہ پیش گوئیوں میں سے ایک بھی جھوٹی نہیں نکلتی۔ بخلاف اور لوگوں کے کہ ان کی بعض پیش گوئیاں جھوٹی بھی نکلتی ہیں اور اس آیت کی جو تفسیر آپ نے کی، وہ بھی سراسر افتراء وتحریف ہے۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ مومن آل فرعون کا (جو فرعونیوں سے ڈر کر اپنے ایمان کو چھپاتا تھا اور ان کے سامنے صاف صاف الفاظ میں حضرت موسیٰ کی تائید نہ کر سکتا تھا) قول نقل کیا ہے:

’’وقال رجل من اٰل فرعون یکتم ایمانه اتقتلون رجلا ان یقول ربی الله وقد جاء کم بالبیّنات من ربکم وان یک کاذباً فعلیه کذبه وان یک صادقاً یصبکم بعض الذی یعدکم (مومن:۲۸) ‘‘جس کا پورا ترجمہ یہ ہے کہ فرعون کے لوگوں میں ایک شخص جو اپنے ایمان کو چھپاتا تھا بولا، کیا تم ایک ایسے آدمی (حضرت موسیٰ) کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ حالانکہ وہ تمہارے پاس نشان (ید بیضا وعصا وغیرہ) بھی لایا ہے۔ اب اگر وہ (دعویٰ نبوت میں) جھوٹا ہے، تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہے تو تم کو بعض (کچھ) عذاب جس کا وہ وعدہ کرتا ہے، پہنچ رہے گا۔

اس قول میں اس مومن کا (فرعونیوں کو) صرف بعض عذاب کے پہنچنے سے ڈرانا یا تو اس وجہ سے ہے کہ وہ فرعونیوں سے ڈر کر کسی قدر عذاب سے ڈراتا تھا۔ پورے پورے عذاب کا ڈر نہیں سنا سکتا، وہ کہتا ہے کہ اگر حضرت موسیٰ صادق ہیں تو کم سے کم کچھ تو عذاب تم کو پہنچ رہے گا۔ ''فلا اقل من ان یصیبکم بعضه وفیه مبالغة فی التحذیر واظهار للانصاف وعدم التعصیب ولذلک قدم کونه کاذباً او یصبکم ما یعدکم من عذاب الدنیا وهو بعض مواعیده کانه خوفهم بما هو اظهر احتمالاً عندهم (بیضاوی ج۲،ص۲۵۶ ومثله فی فتح البیان ج۴،ص۱۰۵ والجلالین ص۳۷۵ والمعالم ص۷۷۹ والتفسیر الکبیر ج۷، ص۲۱۸)''۔

اس میں مخاطبوں کے نزدیک اس کا منصف اور غیر متعصب ہونا ثابت ہوتا ہے، اسی ڈر کی وجہ سے اور بے تعصبی جتانے کی غرض سے اس نے حضرت موسیٰ کے کاذب ہونے کا احتمال پہلے ذکر کیا اور صادق ہونے کا پیچھے یا اس کی مراد یہ ہے کہ یہ شخص حضرت موسیٰ (جو دنیا وآخرت دونوں جگہ کے عذاب سے ڈراتا ہے) سچا ہے تو عذاب دنیا تم پر آجائے گا۔ جو اس کے بتائے ہوئے عذابوں کا کچھ حصہ ہے۔ اس حصہ عذاب دنیاوی سے ان کو اس لئے ڈرایا کہ ان کے اعتقاد میں (جو قیامت کے منکر ہیں) اس دنیا کے عذاب کا ظاہری احتمال تھا، جو آخرت کے عذاب نہ تھا۔

اس لئے ان کو دنیا کے عذاب سے ڈرایا، آخرت کے عذاب کا ڈر نہ سنایا۔ یہی معنی اس آیت کی عامہ تفاسیر بیضاوی، معالم، فتح البیان، تفسیر کبیر، جلالین وغیرہ میں بیان کئے ہیں اور کسی کتاب اسلامی چھوٹی یا بڑی، نئی یا پرانی میں اس آیت کے یہ معنی نہیں لکھے اور نہ اس آیت سے مفہوم ہوسکتے ہیں کہ اس میں خداتعالیٰ نے صادقوں کی پیش گوئی کی یہ نشانی بتائی ہے کہ وہ بعض سچے ہوتے ہیں اور بعض اُوت جاتے اور جھوٹے نکلتے ہیں، جن کے مخاطب ڈر جائیں یا توبہ کریں۔

یہ بات کسی اور آیت یا حدیث سے بھی ثابت نہیں ہوتی جیسے اس آیت سے مفہوم نہیں ہوتی اور قطعی موعود عذاب کسی قوم سے کبھی نہیں ٹلا۔ خواہ کتنا ہی اس عذاب سے خوف پیدا ہوا اور کیسا ہی انہوں نے رجوع وتوبہ، اظہار ایمان کیا ہو۔

قوم یونس کا جو الہامی قاتل بار بار اپنی تصانیف میں ذکر کرتا ہے اس میں وہ عقل ونقل وحیا سب کا مقابلہ کرتا ہے۔ حضرت یونس کی قوم کو خدا کی طرف سے قطعی عذاب کا وعدہ نہ دیا گیا تھا۔ اس لئے ان کا عذاب ان کی توبہ سے ٹل گیا ہے اور آثار دیکھنے کے بعد ان کا ایمان مقبول ہوگیا۔ اس کی تفصیل ہم کر چکے ہیں۔ الہامی قاتل بڑا دلیر اور بڑا بہادر شیر ہے کہ ہماری تحریر ودلائل کے جواب سے تعرض نہیں کرتا اور بار بار حضرت یونس کی قوم سے عذاب ٹل جانے کا ذکر تحریر میں لاتا ہے اور اپنے احمق اور الّو اتباع بہکاتا ہے۔

سوم اس رسالہ استفتاء کے (ص۵،۶،۷، خزائن ج۱۲ص۱۱۳تا۱۱۵) میں آپ نے لیکھرام کے پانچ خط نقل کر کے آخری معاہدہ کا یہ خلاصہ بیان کیا ہے کہ جو پیش گوئی الہامی صاحب بیان کریں گے وہ سچی نکلے گی تو پنڈت لیکھرام اسلام قبول کرے گا۔ ورنہ الہامی صاحب آریہ دھرم قبول کریں گے یا تین سوساٹھ (۳۶۰) روپیہ جرمانہ دیں گے۔ خاکسار کہتا ہے کہ ان پانچ خطوں کو بالفاظہا نقل کرنا اور اس آخری معاہدہ کا جو مدار کار ہے۔ صرف خلاصہ بیان کرنا الہامی صاحب کی قدیم چال کی طرف نظر کرنے سے یقین دلاتا ہے کہ یہ خلاصہ بھی افتراء سے خالی نہ ہوگا۔

مگر ہم اس مقام میں اس خلاصہ کو صحیح تسلیم اور فرض کر کے اس کے متعلق دو باتوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ ایک کی طرف اہل اسلام کی پبلک کو۔ دوسری طرف گورنمنٹ کو۔

اہل اسلام کی توجہ کے لائق اس فیصلہ میں الہامی صاحب کا یہ اقرار ہے کہ اگر پیش گوئی الہامی صاحب کی سچی نہ نکلے گی تو الہامی صاحب آریہ دھرم کو قبول کر کے آریہ بن جائیں گے یا تین سوساٹھ (۳۶۰) روپیہ جرمانہ دیں گے۔ (جس کو آریہ اپنے دھرم کی اشاعت میں خرچ کریں گے) یہ مصرف اگرچہ اپنے اس فیصلہ میں بیان نہیں کیا۔ مگر عبداللہ آتھم کے فیصلہ میں جو اس کا ہم رنگ ہے یہی مصرف بیان کیا ہے۔ چنانچہ آپ کے رسالہ حجت الاسلام کے (ص۷، خزائن ج۶ص۸۴) سے اشاعۃ السنۃ (نمبر۹ ج۱۵ص۲۲۳) میں منقول ہوا۔

یہ اقرار صاف مشعر ہے کہ الہامی صاحب کو دین اسلام کے حق ہونے کا یقین نہیں ہے اور اس کا دعویٰ اسلام محض منافقانہ دعویٰ ہے۔ کسی صادق الاسلام مسلمان اور یقینی الایمان مومن سے ہرگز ممکن ومتصور نہیں کہ وہ کسی عیسائی یا یہودی یا ہندو کو بطور شرط یہ کہہ دے کہ اگر میری فلاں بات سچی نہ نکلے تو میں اسلام چھوڑ کر عیسائی یا یہودی یا ہندو بن جاؤں گا۔ جو مسلمان

ایسا کہے اور ایسا وعدہ آئندہ کے لئے کرے وہ دم نقد اور فی الحال کافر ہو جاتا ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل و دلیل اشاعۃ السنۃ (نمبر۹ ج۱۵ میں ص۲۳۴ سے ص۲۴۰) تک ہو چکی ہے۔

گورنمنٹ کی توجہ کے لائق اس فیصلہ میں الہامی صاحب کا یہ بیان ہے کہ لیکھرام نے الہامی صاحب سے ایسے نشان اور پیش گوئی کا سوال کیا تھا، جس کو دیکھ کر وہ مسلمان ہو سکے اور ایسا نشان، نشان طلب کرنے والے کی نیت و مراد میں اسی کی موت نہیں ہو سکتی۔ اپنی موت کو کون دیکھ سکتا ہے اور اس کو دیکھ کر وہ ایمان کب لاسکتا ہے۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ موت کی پیش گوئی کے نشان نمائی کے لئے پنڈت کی طرف الہامی صاحب کو اجازت نہ تھی اور جو الہامی صاحب نے مشہور کر رکھا ہے اور اپنے کئی اشتہارات میں مشتہر کیا ہے کہ یہ پیش گوئی پنڈت کی اجازت سے کی گئی تھی محض دروغ و مغالطہ ہے۔ لہٰذا اب گورنمنٹ کا فرض ہے کہ اس پیش گوئی کو اجازت پنڈت کے بغیر قرار دے کر اس کا نوٹس لے اور اس کو زیر دفعہ ۵۰۸۔ تخویف مجرمانہ میں داخل کر کے اس کے مطابق الہامی صاحب سے سلوک کرے۔

یہی بات الہامی صاحب نے عبداللہ آتھم کی حق میں پیش گوئی کرنے کے وقت کہی تھی اور ہم نے بھی اسی وقت یہ بات جتا دی تھی کہ بخیال ہدایت یابی طالب نشان آسمانی کے لئے موت کی نشان نمائی آسمانی نشان نہیں ہے۔ بلکہ یہ شیطانی کام ہے، جس سے لوگوں کو ڈرانا مقصود ہے۔ گورنمنٹ نے اس کی طرف توجہ نہ کی تو الہامی صاحب نے یہ دھمکی بہت لوگوں کو دی، جس سے آخر پنڈت کے قتل واقعہ ہونے کی نوبت آئی۔ اب بھی گورنمنٹ اس طرف توجہ نہ کرے گی تو گورنمنٹ کی نسبت یہ بات عموماً خیال کی جائے گی، کہ جس قدر الہامی صاحب کی الہامی تلوار چل رہی اور خونریزی ہو رہی ہے۔ یہ گورنمنٹ کی رضامندی سے ہو رہی ہے اور گورنمنٹ کو برملا یہ بات کہی جائے گی:

اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

عام لوگ یہ بھی کہیں گے کہ گورنمنٹ سیر و تماشا دیکھ رہی ہے اور اس نے مست اور خونی ہاتھی یا سانڈ اس غرض سے چھوڑ رکھا ہے کہ وہ لوگوں کو دھمکاوے اور ڈروائے اور ان پر الہامی تلوار چلا کر ان کا خون کرتا رہے۔ جیسے بعض ظالم و بے رحم دولت مند اور امیروں کا دستور ہے کہ وہ شکاری چیتے کو عاجز بکری پر چھوڑ کر اس کی جان مروا ڈالتے ہیں اور خود سیر دیکھ لیتے ہیں۔

چہارم اس رسالہ استفتاء (ص۱۷، خزائن ج۱۲، ص۱۲۵) کے حاشیہ میں آپ نے کہا ہے کہ ''لیکھرام کے متعلق ایک یہ پیش گوئی تھی کہ 'یقضی امرہ فی ست' یعنی چھ دن میں اس کا کام تمام کیا جائے گا۔ اب تک مجھے معلوم نہیں کہ یہ پیش گوئی ہمارے کسی اشتہار یا کتاب یا کسی دوست کی تالیف میں چھپ گئی ہے یا نہیں۔ لیکن ہماری جماعت میں اس کی عام شہرت ہے اور یقین ہے کہ دوسروں تک بھی یہ پیش گوئی پہنچ گئی ہوگی۔ جیسا کہ آریوں میں عید کی پیش گوئی پہنچ گئی۔ کیونکہ ہماری کوئی بات راز کے طور پر نہیں رہتی۔ اس پیش گوئی کا جیسا کہ مفہوم ہے ویسا ہی ظہور میں آیا۔ یعنی لیکھرام ۶؍مارچ ۱۸۹۷ء کو زخمی ہوا اور دن کے چھٹے گھنٹے زخمی ہوا۔ بٹالوی صاحب اگر اس زبانی روایت کا انکار کرتے ہیں تو حدیثوں کے قبول کرنے میں انہیں مشکل پڑے گی۔ کیونکہ وہ صرف زبانی روائتیں نہیں، بلکہ کم سے کم سوڈیڑھ سو برس کے بعد لکھی گئی ہیں۔''

خاکسار کہتا ہے کہ اس قول میں بھی آپ نے کئی افتراء بازیاں کی ہیں۔ ازانجملہ یہ کہ وہ حدیث کے زبانی سلسلہ وار روایتوں کو (جن میں ایک ثقہ عادل ضابطہ صادق امین اپنے مثل دوسرے ثقہ سے سنے جو زمانہ صحابہ وتابعین وغیرہ میں پایا گیا ہے، روایت کرتا ہے۔ اپنی جماعت کے کذابین، دجالین کی (جس نے زنا کرنا، شراب پینا، لواطت کرنا، ناحق مال مردم کھانا، زہر دے کر خونریزی کرنا، جس کی رپورٹ ایک خاص مراسلت کے ذریعہ ہمارے پاس کل کی ڈاک میں پہنچی ہے) روایت کے مانند قرار دیتا ہے، جو کسی مسلمان کا کام ہرگز نہیں ہوسکتا اور اس افتراء کا سرّ اور اس سے آپ کا مقصود یہ ہے کہ آپ کی امت میں آپ جماعت کذابین کی مرویات کا بھی وہی اعتبار ہوجائے، جیسا کہ اہل اسلام میں احادیث نبویہ کا اعتبار ہے اور احادیث نبویہ وآثار صحابہ کو کوئی امتیاز واعتبار وخصوصیت نہ رہے۔

مگر ہم ان مفتریات سے آنکھ بند کر کے اس قول کی ایک بات کی طرف گورنمنٹ کو توجہ دلاتے ہیں اور ایک کی طرف اہل اسلام کی پبلک کو۔ گورنمنٹ کی توجہ کے لائق یہ بات ہے۔ جو اس میں کہی گئی ہے کہ ''ہماری کوئی بات راز کے طور پر نہیں رہتی'' جو سراسر کذب ہے اور گورنمنٹ کو دھوکہ دینے کی غرض سے کہی گئی ہے اور آپ کی بہت باتیں ایسی ہیں جو ہمیشہ پولیٹیکل راز کے طور پر سربستہ رہتی ہیں۔ ازانجملہ پیش گوئی میعادی ہشت سال ہے، جس کی

طرف ہم گورنمنٹ کو بارہا توجہ دلا چکے ہیں، گورنمنٹ اب تو اس سے پوچھے کہ وہ پیش گوئی کیا تھی وہ نہ بتاوے تو ہم سے پوچھے۔

پبلک اہل سلام کی توجہ کے لائق کی یہ بات ہے جو اس میں صراحت کے ساتھ اقرار کیا گیا ہے کہ ''چھکڑیوں والی پیش گوئی ہم نے کسی کتاب کے اشتہار میں مشتہر نہیں کی۔'' اس سے ہمارے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے جو (ص۵۶ وغیرہ، نمبر۲، ج ہذا) میں ہم نے کیا ہے۔ اب بھی ناواقف مسلمان الہامی صاحب کو دھوکہ باز نہ کہیں گے؟ اور اس بات پر ایمان نہ لائیں گے کہ یہ صاحب جھوٹ بول کر اپنی پیش گوئی متعلق قتل لیکھرام کو صادق اور واقع کے مطابق بتا رہے ہیں اور ہمارے اس سوال کے جواب میں کہ یہ پیش گوئی آپ نے کہاں مشتہر کی ہے جو آپ نے سکوت کیا اور آپ کے پیروؤں مہر نبی بخش بٹالوی وغیرہ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ''ہم نے یہ پیش گوئی بچشم خود دیکھی ہوئی ہے، ہم اس کو کل پیش کریں گے۔'' یہ محض جھوٹ اور مغالطہ تھا اور یہ پاک جماعت ادنیٰ امتی سے لے کر اعلیٰ حضرت امام فرقہ تک جھوٹی ہے۔

پنجم (استفتاء ص۱۷، خزائن ج۱۲ ص۱۲۵) میں آپ نے کہا ہے ''اب سید صاحب (انرابیل سرسید کو کہتے ہیں جو ان کو مستجاب الدعوات نہیں مانتے اور ان کے پیرو نہیں بن جاتے) کا فرض ہے کہ اپنی رائے ناقص کو بدل دیں، ایسا نہ ہو کہ ایک شخص کی تو جان گئی اور سید صاحب وہیں کے وہیں رہے''۔

خاکسار کہتا ہے کہ اس قول میں آپ نے سرسید کو اشارۃً دھمکی دی ہے کہ اگر اب بھی وہ اپنی رائے نہیں بدلیں گے اور الہامی صاحب کو مستجاب الدعوات نہیں مانیں گے تو جیسے لیکھرام کی جان گئی، ان کی جان بھی نہیں بچے گی۔

ہرچند یہ دھمکی بھی اس کی معمولی گیدڑ بھبکی ہے، مگر سرسید کو اس سے بے فکر نہ رہنا چاہئے۔ سرسید مسلمانوں کی بنیادی ترقی کے حامی ہیں اور گورنمنٹ کے بھی خیر خواہ۔ خادم گورنمنٹ ان ہی لحاظ سے الہامی صاحب کی ایسی باتوں کا نوٹس لے اور سرسید کو ان کی الہامی تلوار سے بچائے۔ ابھی مسلمانوں کو بھی اس بوڑھے ناخدا کی ضرورت ہے اور گورنمنٹ کے لئے بھی وہ پیر مرد کارآمد ہے۔

ششم رسالہ (استفتاء ص۲۱،۲۲،۲۳، خزائن ج۱۲ ص۱۲۹ تا ۱۳۱) میں آپ نے ان تین

پیش گوئیوں کو نقل کیا ہے جو براہین (ص۲۴۱،خزائن ج۱ص۲۶۶، ۵۱۰،خزائن ج۱ص۶۰۸، ۵۵۶، خزائن ج۱ص۶۶۴) میں آپ کو معلم الملکوت کی طرف سے وحی ہوئی تھیں۔ ازانجملہ پیش گوئی (ص۲۴۱) کو پادریوں کا فتنہ قرار دیا ہے اور پیش گوئی (ص۵۱۰) کو فتنہ لیکھرام۔

خاکسار کہتا ہے کہ آپ کا یہ بیان اس بیان کے مخالف ہے جو اشتہار ۱۵؍مارچ ۱۸۹۷ء (مجموعہ اشتہارات ج۲،ص۳۴۲) میں آپ نے کہا ہے، اس اشتہار کے متن میں آپ نے پیش گوئی (ص۲۴۱) کو قتل لیکھرام کے متعلق کیا ہے اور اس کے حاشیہ میں پیش گوئی (ص۵۵۷) کو قتل لیکھرام کے متعلق اور آریوں کا فتنہ قرار دیا ہے اور اس رسالہ استفتا میں پیش گوئی (ص۵۵۶) کو قتل لیکھرام کے متعلق اور آریہ کا فتنہ قرار دیا ہے۔ یہ اختلاف واضطراب اس بات پر کامل دلیل ہے کہ آپ ان پیش گوئیوں کو بحسب خواہش خود موقعہ پر جمانے اور ان کے ذریعے واقعہ قتل لیکھرام کو ۱۷برس کی الہامی پیش گوئی کو مورد بنانے میں آپ کذب سے کام لے رہے ہیں۔ یہ تضاد و مخالفت اس امر پر کامل دلیل ہے کہ وہ پیش گوئیاں آپ کی من گھڑت ڈھکوسلے ہیں، خدا کی طرف سے نہیں ہیں۔

ہفتم رسالہ (استفتاء ص۲۷ حاشیہ،خزائن ج۱۲ص۱۳۵) میں آپ نے کہا ہے کہ شیخ ابو سعید محمد حسین نے میرے پر افتراء کیا ہے کہ اور بھی بعض پیش گوئیاں جھوٹی نکلی ہیں۔ پھر اس کے جواب میں لعنت سنا کر کہا ہے ’’ہم شیخ مذکور کو فی پیش گوئی ایک سو روپیہ نقد دینے کو تیار ہیں۔ اگر وہ ثابت کر سکے کہ فلاں پیش گوئی خلاف واقعہ ظہور میں آئی ہے‘‘۔ مگر کیا وہ بات سن کر تحقیقات کی درخواست کرے گا،نہیں اس کو نخوت نے اندھا کر دیا ہے۔

خاکسار کہتا ہے کہ یہ قول بھی آپ کا افتراء سے خالی نہیں۔ جس کا سرّ اور اس سے آپ کا مقصود یہ ہے کہ آپ کے دام افتادہ احمق یہ سمجھ لیں کہ حضرت اقدس تو مولوی صاحب کو پیش گوئیوں کی تحقیق کی طرف بلاتے ہیں۔ مگر وہ اس طرف رخ نہیں کرتے۔

میں اس کے جواب میں ’’**لعنت اللہ علی الکاذبین**‘‘ کیوں کہوں۔ جھوٹے پر خدا کی لعنت ہر وقت برس رہی ہے۔ ’’**اولٓئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللّٰعنون**‘‘ میں تحقیقات کی درخواست اب کیا کروں گا۔ میں پہلے سے بارہا کر چکا اور آپ کی پیش گوئیوں کو جھوٹا بتلا کر ثابت کر چکا ہوں۔ مگر آپ بڑے صاحب حوصلہ وحیا ہیں۔ میری درخواست وتحقیقات کو شیر مادر کی طرح غٹ غٹ کر کے کونوش فرما کر ڈکار بھی نہیں لیتے۔ (اشاعۃ

السنہ ص ۶۵ نمبر۲ ج ۱۸) میں آپ کی پیش گوئی متعلق تولد فرزند آسمانی بشیر عنموائیل کے جھوٹے ہونے کی تحقیق موجود ہے۔ (ص ۳۳ سے ۵۱ تک نمبر۲ وغیرہ،۱) میں عبداللہ آتھم کے متعلق آپ کی پیش گوئی کے کذب ہونے کی تفصیل موجود ہے۔ (ص ۱۸۹ وغیرہ نمبر۶ ج ۱۶) میں شوہر ثانی زوجہ آسمانی جناب کے متعلق آپ کی پیش گوئی کی تکذیب موجود ہے۔ لیکھرام کے متعلق آپ کی پیش گوئی پر اس جلد کے (ص ۳۹) وغیرہ میں کچھ گزارش ہو چکا ہے۔

آپ زندہ ہیں اور کچھ شرم وغیرت رکھتے ہی تو ان پیش گوئیوں کو سچی بنانے کے لئے مجلس مناظرہ میں قدم رکھیں، یہ نہ ہوسکے اور ہرگز نہ ہوگا۔ تو پھر بذریعہ تحریر ہی ہمارے ان مضامین کا جواب دیں، یہ نہ ہوسکے اور ہرگز نہ ہوگا (یہ بھی الہامی پیش گوئی ہے اور سچی ہے) تو بالفعل مبلغ چار سو روپیہ نقد حسب وعدہ مرحمت فرماویں، باقی پھر سہی۔

__نوٹ:__ اس چار سو روپیہ میں سے ہم اپنے ذاتی خرچ میں ایک پیسہ نہ لائیں گے۔ تین سو روپیہ تو مدرسہ نعمانیہ کے ہم ملک کرتے ہیں۔ مولوی تاج الدین صاحب وکیل رکن مدرسہ ہمت کریں تو آپ سے وصول کریں اور ایک سو روپیہ ہم زیور کے لئے آپ کی محبوبہ بی۔ بی کو دیں گے۔ ان سابق شاگردانہ تعلقات کی وجہ سے جو اس کے والدین کو مجھ سے حاصل تھے اور وہ اس تعلق کی وجہ سے بارہا غریب خانہ سے نان ونمک کھا گئے اور معہ عزیزہ وغیرہ ذریات غریب خانہ پر رہ گئے ہیں۔

## رسالہ سراج المنیر کا جواب:

یہ رسالہ ۷۶ صفحہ کا ہے اور یہ وہ رسالہ ہے جس کو آپ نے براہین احمدیہ کی موجودہ جلدیں چھاپ دینے کے بعد ۱۸۸۶ء میں تصنیف کرنے اور چند ہفتوں میں ختم کر کے چھاپ دینے کا وعدہ اشتہار ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء (مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۹۷) میں مشتہر کیا تھا۔ آپ نے براہین کی لاف زنیوں (پیش گوئیوں) کو تسخیر حمقاء اتباع کے لئے کافی سمجھ کر اس رسالہ میں اور پیش گوئیوں کا ان احمقوں کو لالچ دیا تھا اور اس کے ذریعہ سے ان کا روپیہ خوب بٹورا۔

مگر اب ۱۸۹۷ء میں وہ رسالہ چھاپا (سراج منیر مندرجہ خزائن ج ۱۲ ص ۱) تو اس میں ۳۷ ایسی پیش گوئیاں درج کیں کہ وہ بجز ایک پیش گوئی ازالہ وچند پیش گوئیاں اشتہارات ۱۸۹۷ء سب کی سب اسی براہین کی پرانی لن ترانیاں ہیں۔ الغرض کسی نئی پیش گوئی کا اس میں

نام ونشان نہیں ہے اور اس طرفہ پر یہ طرہ کہ پانچ ہزار پیش گوئیوں میں سے (جن کا آپ کو دعویٰ ہے) اس رسالہ میں صرف سینتیس (۳۷) پیش گوئیاں بمشکل آپ نے درج کی ہیں۔ سو بھی اس حیلہ اور فریب سے کہ ایک ایک پیش گوئی کو کئی بار ذکر کیا اور ان کا نمبر شمار جداگانہ بنالیا۔ مثلاً پیش گوئی متعلق عبداللہ آتھم ولیکھرام کو کئی بار ذکر کر کے ان کا نمبر۱۳و۱۵و۲۰و۳۲و۳۳ بنالیا۔ وعلیٰ ہذا القیاس!

آپ کی اس چالاکی کو دیکھ کر آپ کی جرأت وجسارت پر کمال تعجب آیا کہ آپ نے حیا سے کام لے کر یہ نہ سوچا کہ میرا وعدہ کیا تھا اور میں نے کیا کیا اور آپ کے اتباع دام افتادہ حمقاء پر کمال افسوس آیا کہ وہ اس رسالہ کو دیکھ کر بھی الہامی قاتل صاحب کے بدعہد، فریبی وغدار ومکار ہونے کا یقین نہیں کرتے اور اس کی پیروی تقلید سے ہاتھ نہیں کھینچتے اور اس سے نہیں پوچھتے کہ حضرت اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء میں آپ نے ایک نیا رسالہ مشتمل بر نشانات جدیدہ کا وعدہ دے کر ہم سے روپیہ بٹورا تھا یا اسی سڑیل کتاب خوگیر کی بھرتی مجموعہ احتمالات شیطانی براہین کے دوبارہ چھاپ دینے کا اور اسی کی پرانی لن ترانیوں کا اس میں اعادہ کردینے کا وعدہ تھا۔

اب اس گمراہ پارٹی کی کوئی صورت امید نہیں ہے۔ ایسی صریح بدعہدی وچالاکی اور فریب بازی پر وہ متنبہ ہوکر راہ یاب نہ ہوئے تو آئندہ کیونکر ہوں گے۔ الحق وہ اس کی تقلید میں اندھے، بہرے ہوگئے اور ان آیات کے مصداق بن گئے ہیں: ’’اولٓئک الذین طبع اللہ علی قلوبھم وسمعھم وابصارھم واولٓئک ھم الغٰفلون (نحل:۱۰۸)‘‘ ’’فمن یھدی من اضل اللہ وما لہ من ناصرین‘‘

ہم ان کی اشتہارات ۱۸۹۷ء اور پرانی لن ترانیوں براہین احمدیہ کا جواب کیا دیں، جو بارہا دے چکے ہیں اور اپنے وقت، رسالہ اور روپیہ کا خون کیوں کریں۔ وہاں تو بر طبق ’’خرسواری مفت، فوج طفلان مفت‘‘ مطبع مفت کا، روپیہ مفت کا، وقت بے مصرف (جس کو بجز ان فریب کاریوں کے کوئی کام نہیں) اور یہاں تو سب کچھ قیمتی ہے اور جن پیش گوئیوں براہین کا جواب ہماری تحریرات سابق میں نہیں آیا وہ الہامی قاتل کے صرف دعاوی ہیں۔ ان کے وقوع وتحقق کا ہنوز اس کو دعویٰ نہیں، تو ثبوت کجا اور اس کے جواب دینے کی ضرورت ہی کیا۔

ہاں اس مقام میں ان لاف زنیوں کے علاوہ اس کی چندلن ترانیوں کا جواب دینا ضروری ہے جو ذیل میں دیا جاتا ہے۔

اوّل: آپ نے اس رسالہ (سراج منیرص۳، خزائن ج۱۲ص۵) میں یہ اعتراف کیا ہے کہ رسول، مرسل و نبی ہونے کا مجھے دعویٰ ہے۔ مگر نہ حقیقی معنی سے بلکہ مجازی معنی سے جیسا کہ حدیث میں مسیح موعود کے حق میں مجازی معنی سے نبی کا لفظ بولا گیا ہے۔

الجواب: قرآن وحدیث میں غیر رسول وغیر نبی کو خدا کا رسول و نبی نہیں کہا گیا۔ آپ میں ایک ذرہ شرم وحیا ہے تو ایک آیت یا حدیث ایسی بتادیں جس میں غیر نبی کو خدا کا رسول یا خدا کا نبی کہا گیا ہو۔ حضرت مسیح موعود کے حق میں جو لفظ نبی بولا گیا ہے وہ حقیقی معنی سے بولا گیا ہے۔ فتویٰ تکفیر میں حدیث ملاحظہ کریں اور دھوکہ بازی سے شرماویں۔

دوم: اس کے (ص۴، خزائن ج۱۲ص۶) میں آپ نے فرمایا ہے میں نے کسی نبی کی توہین نہیں کی۔ ہاں! یہ سچ ہے کہ میں فضل خدا اپنے پر مسیح سے کم نہیں دیکھتا۔

الجواب: آپ نے جو انبیاء کی توہین کی وہ ہم بضمن فتویٰ اور جواب آسمانی فیصلہ میں بیان کر چکے ہیں۔ ہم ان سب توہینات سے قطع کر لیں تو آپ کی تکفیر کے لئے یہی توہین کافی ہے۔ جو آپ کے اس قول میں پائی جاتی ہے کہ میں مسیح سے کم نہیں۔''

سوم: (سراج منیرص۵، خزائن ج۱۲ص۷) میں آپ نے کہا ہے کہ میرے کاموں سے مجھے پہچانو۔

الجواب: ہم نے آپ کے یہی کام دیکھے ہیں۔ غیر مذاہب کے لوگوں اور ان کے معبودوں کو گالیاں دینا اور ان کے بدلے آنحضرت ﷺ کو گالیاں دلوانا اور مسلمانوں کے علماء ومشائخ کو لعنتیں کہنا اور بدذات، حرامزادہ وغیرہ گالیاں دینا، تقریر وتحریر میں سچ نہ بولنا، اسلام کا وکیل بن کر جھوٹی پیش گوئیاں کرنا اور مخالفوں سے اسلام کی ہنسی کرانا وغیرہ وغیرہ انہیں کاموں سے ہم نے آپ کو پہچانا ہے کہ آپ بڑے کذاب ہیں، زیادہ کیا کہیں نیا طرز خطاب مانع ہے۔

چہارم: اس کے (ص۴۹، خزائن ج۱۲ص۵۷) میں آپ نے کہا ہے کہ ابوسعید محمد حسین وسرسید احمد خان وفلاں فلاں نو اشخاص قادیان میں آویں اور دو گھنٹہ تک چپ رہ کر

میرا وعظ سنیں اور پھر قسم کھاویں کہ پیش گوئیاں متعلق عبداللہ آتھم ولیکھرام وغیرہ دروغ گوئیاں ہیں اور اکتالیس روز میں عذاب کا مزہ پاویں۔

الجواب: ان نو اشخاص میں سے اور تو کوئی بھی آپ کی لن ترانیوں کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ ہاں ایک میں ہی آپ کا گاہک ہوں، جو آپ کی خوش قسمتی سے آپ کے رد خیالات ومقالات کے جوش وولولہ میں مصرعہ:

قرعۂ فال من دیوانہ زدند

کا مصداق ہو رہا ہوں۔ سو میں حاضر ہوں، جب حکم ہوگا میں قادیان میں حاضر ہو جاؤں گا۔ بشرطیکہ آپ میرے رسالہ وغیرہ کو ملاحظہ فرما کر میری جائز شروط کو مان لیں اور اپنی ناجائز شروط کو واپس لیں یا میرے اعتراضات کا جواب دے کر اپنی شرائط کی ضرورت ثابت کریں۔

اشتہار قطعی فیصلہ ۱۹ رمئی ۱۸۹۷ء (مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۱۰۰) کا جواب یہ خاکسار تو تعمیل حکم اشتہار ۱۹ رمئی کو بھی تیار ہے۔ جیسا کہ تعمیل حکم رسالہ سراج المنیر (حاضری قادیان) کے لئے تیار ہے۔ دیر صرف یہی ہے کہ آپ بیان کر دیں کہ قادیان میں آنے کا حکم جو رسالہ سراج المنیر میں ہوا تھا، اس حکم سے منسوخ ہوا یا ان دو متخالف حکموں کے اجراء میں الہام غلطی کھا گیا اور ایک آنچ جو یہ کسر رہ گئی ہے کہ آپ نے وہ نشان جو ایک سال کے عرصہ تک آپ دکھلائیں گے، متعین نہیں کیا اس کسر کو بھی نکال دیں، تاکہ ایسا نہ ہو کہ میرے کوڑتہ کی کھنڈی ٹوٹ جاوے یا کپڑے میلے ہو جاویں تو آپ اس کو اپنے لئے نشان آسمانی قرار دیں یا اپنے پاجامہ میں سے ایک جوں نکال کر مار دیں یا ایسا ہی کوئی اور نشان دکھاویں جو اس بیت کا مصداق ہو:

ایں کرامت ولی ماچہ عجب گربہ شاشید گفت باراں شد

زیادہ کیا عرض کروں (ج ہذا ص۵۶ و۱۱۵) ملاحظہ فرماویں۔

نوٹ: ہم نے معتبر ذریعہ سے سنا ہے کہ جن جھوٹوں نے ہمارے مضمون خطبہ کی نسبت مخبر دکن میں جھوٹی مخبری کی تھی وہ رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب میں جو لاہور میں چھپ رہی ہے۔ ہمارے مضمون خطبہ یا لیکچر میں چھاٹ کاٹ کا تصرف کر رہے ہیں۔ جس سے ان کا مقصود یہ ہے کہ وہ پورا مضمون چھپ کر ان کے الہامی مضمون کی قلعی نہ کھول دے اور کساد

بازاری نہ کردے۔ میاں غلام محی الدین صاحب مہتمم طبع رپورٹ کو اطلاع دیتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے مضمون میں ایک لفظ کی کمی وبیشی کرنا چاہتے ہیں تو ہماری طرف سے ان کو مضمون چھاپنے کی اجازت نہیں ہے وہ اس میں تصرف کریں گے تو جواب دہ ہوں گے اور عام مسلمانوں سے امید رکھتے ہیں کہ اگر انہوں نے اس مضمون میں تصرف کیا یا اس نوٹس کو پڑھ کر اس مضمون کو درج رپورٹ کرنا ملتوی کر دیا۔ تو اس سے مسلمان سمجھ جائیں گے کہ ہمارا مضمون ان کے مضمون کی رونق کو کم کرنے والا تھا، اس لئے انہوں نے یہ عمل کیا۔

(اشاعۃ السنۃ ج۱۸ش۴ص۱۱۸تا۱۳۲)

## موقوفی جنگ کا دوبارہ اعلان

۱۸۹۶ء میں ہم نے کادیانی کو موقوفی جنگ کا اعلان دیا تھا پر اس نے موقوفی جنگ کو منظور نہ کیا اور ہم سے چھیڑ چھاڑ کو نہ چھوڑا۔ لہٰذا ہم کو بھی بمجبوری اس کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اب ہم نے اس کو دوبارہ شکست دینے اور اس کی الہامی گولہ باری اور اندازی تیر اندازی بند کردی ہے۔ جس کی تشریح نمبر(۸و۹، ج ہذا) میں ہو چکی ہے۔

لہٰذا ہم دوبارہ موقوفی جنگ کا اعلان دیتے ہیں وہ آئندہ ہم سے تخاطب نہ کرے گا تو ہم بھی اس کا تعاقب نہ کریں گے۔ وہ ہم سے چھیڑ چھاڑ کرنے میں اپنی دکان کی رونق سمجھ کر اس کو ترک کرنا نہ چاہے تو اس کے نیک خیال پیرو، جو دھوکہ میں آکر اس کی اتباع میں پھنس گئے ہیں۔ اس کو سمجھاویں اور کہیں کہ آپ اشاعۃ السنۃ کو ان یونی ٹیرین عیسائیوں کی جو اس وقت اسلام پر سخت بے رحمی و بے انصافی سے تلوار چلا چکے ہیں، خبر لینے دیں۔ اپنے مقابلہ میں ان کے اوقات کو مصروف نہ کراویں۔ (اشاعۃ السنۃ ج۱۸ش۵ص۱۳۳)

## حاشیہ جات

۱؎ ص۱۱۷، دیکھو۔

۲؎ جناب سفیر المعظم کسی مصلحت کی وجہ سے قادیان پہنچے تو وہاں الہامی قاتل کی مجلس میں آپ نے ترکوں کی صنعت وفنون کے بیان میں ترکی ٹوپی کی تعریف کی، الہامی قاتل صاحب بھی اس ٹوپی کی تعریف سن کر سفیر صاحب کے ہم صفیر ہو گئے تو آپ کے اردگرد جو حواری بیٹھے تھے۔ انہوں نے اس کو بھی الہام سمجھا اور اس پر سبحان اللہ کا نعرہ بلند کیا۔ جس سے سفیر صاحب کو ان احمقوں کی کورانہ تقلید پر کمال تعجب پیدا ہوا، جس کو انہوں نے لاہور کے دوستوں کے سامنے ظاہر کیا۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب سجادہ نشین چاچڑاں

اور

# مرزا غلام احمد

# الہامی قاتل و خونی مسیح قادیان

---

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الہامی قاتل وخونی مسیح مسیلمہ زمانی مرزا غلام احمد کادیانی نے اسلامی دنیا میں ایک نیا جال پھیلانا اوراس میں معتقدین مشائخ کرام کو پھنسانا چاہا تھا۔ رسائل انجام آتھم میں اس نے اپنا پرانا ڈھکوسلہ مباہلہ درج کیا تو اس میں علمائے اسلام کے ساتھ مشائخ عظام پنجاب وہندوستان کو بھی اپنا مخاطب بنالیا۔

اس کی اس گیدڑ بھبکی کو اکثر علماء ومشائخ ہندوستان وپنجاب نے تولاشی محض سمجھا اوراس کی طرف نگاہ التفات سے نہ دیکھا۔ مگر ایک گوشہ نشین وخلوت گزیں بزرگ نے جو اس زمانہ کی چالاکیوں اور مکاریوں کی دھوکہ بازیوں سے واقف نہیں اور ذکر وشغل وارشاد وطلاب وتلقین خاص احباب میں مصروف رہتے ہیں (یعنی جناب خواجہ غلام فرید صاحب سجادہ نشین چاچڑاں نے) محض دفع شر ورفع ضرر کی غرض سے کادیانی کو اس کی درخواست مباہلہ کے جواب میں اس مضمون کا عربی میں خط لکھوایا کہ مجھ کو آپ سے پرخاش نہیں ہے۔ مجھے اس خطاب سے معاف رکھیں۔

کادیانی نے خواجہ صاحب کے اس قدر اعراض کو ازبس غنیمت سمجھا اوراس کو اپنی توثیق قرار دے کر (ضمیمہ انجام آتھم ص۳۹، خزائن ج۱۱، ص۳۲۳) میں چھاپ کر مشتہر کردیا اور اس کے شکریہ میں ایک طولانی خط عربی خواجہ صاحب کی تعریف وتوصیف میں لکھ کر ان کے حضور میں بھیج دیا۔

اس کے بعد اور دو خط فارسی خواجہ صاحب کی طرف سے کادیانی کے نام بھیجے گئے، جن میں پہلے خط کی نسبت کادیانی کی تائید وتعریف بھی پائی جاتی ہے۔ ان خطوں کو کادیانی نے اپنی برأت وتوثیق کا کافی ذریعہ سمجھا اور ایک عمدہ سرٹیفکیٹ خیال کرکے رسالہ (سراج المنیر، خزائن ج۱۲ص۹۰تا۹۲) میں مشتہر کیا۔

ان خطوں کے شائع ہونے سے مسلمانوں میں خصوصاً ان اصحاب میں جو مشائخ کرام واولیائے عظام سے حسن عقیدت رکھتے ہیں، کمال تشویش وتردد پیدا ہوا اورانہوں نے بالواسطہ وبلا واسطہ مراسلت کے ذریعہ سے اپنی تشویش وتردد کا خواجہ صاحب کے حضور میں

اظہار کیا۔ ایک مولوی صاحب ضلع لاہور سے بذات خود خواجہ صاحب کے حضور میں حاضر ہوئے اور تدارک مافات اور اصلاح فساد کادیانی کے درپے سعی ہوئے۔

ان کو اپنی تحقیق وتفتیش سے یہ معلوم ہوا کہ خواجہ صاحب بذات خود کادیانی کی تحریرات واشتہارات کو ملاحظہ نہیں فرماتے، ان کے بعض خدام (ان میں غلام محمد اختر اچوی قادیانی بھی تھا جو حضرت خواجہ صاحب کے مریدوں میں دجل ودھوکہ سے شامل تھا۔ مرتب: فقیر) ایسے جو کادیانی کے رسائل واشتہارات دیکھ کر اس کے دام میں پھنس گئے ہیں، وہی لوگ خواجہ صاحب کے حضور میں کادیانی کی خداپرستی وبزرگی کی تعریفیں کر کے اس مراسلت کے موجب ہوئے ہیں۔ انہوں نے جو کچھ چاہا لکھا اور خواجہ صاحب کی طرف سے کادیانی کے نام پر روانہ کیا۔

مولوی صاحب موصوف نے ہر چند کوشش کی کہ وہ عقائد ومکائد کادیانی اس کی اصل تحریرات سے نکال کر خواجہ صاحب کے حضور میں پیش کریں اور خطوط مذکورہ کے برخلاف ان کی رائے قائم کریں، مگر وہ اس کوشش میں کامیاب نہ ہوئے۔

ازانجا کہ اظہار عقائد ومکائد کادیانی واصلاح فساد اس مسیلمہ ثانی کا قرعہ اس خاکسار کے نام ڈال دیا گیا ہے اور اس عاجز کو اس کام کے اہتمام میں ایک خاص ملکہ عطا کیا گیا ہے۔ لہٰذا خداتعالیٰ نے اس عاجز کے دل میں یہ القاء کیا کہ یہ ناتواں خود خواجہ صاحب کے حضور میں حاضر ہوکر عقائد ومکائد کادیانی اس کی اصل تصانیف سے دکھا کے خواجہ صاحب کی رائے زریں ان کی نسبت ظاہر کرائے۔ بناءً علیہ خاکسار وسط محرم الحرام ۱۳۱۵ھ، اگست ۱۸۹۲ء میں ڈیرہ نواب صاحب بہاول پور میں پہنچا اور خواجہ صاحب کی ملاقات سے مشرف ہوا اور کادیانی کے عقائد ومکائد اصل تصانیف سے نکال کر خواجہ صاحب موصوف کو دکھائے۔ جن کو دیکھ کر خواجہ صاحب، کادیانی سے سخت متنفر اور بیزار ہوئے۔

اور معلوم ہوا کہ حضرت ممدوح نے جو کچھ کادیانی کے حق میں کہا تھا۔ وہ محض دفع شرورفع مضرت پر مبنی تھا اور تعمیل ’’یکرم انزل مخافة شرہ‘‘ کا نتیجہ تھا اور اگر حضرت

ممدوح کو کسی قدر کادیانی کی نسبت نیک گمان تھا تو وہ اس وجہ سے تھا کہ کادیانی مسلمان کہلاتا تھا اور حضرت ممدوح کو مسلمانوں سے حسن ظن تھا اور اس کی اصلی تصانیف دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ اس حسن ظنی اور عدم اطلاع تصانیف کادیانی کی وجہ سے آپ نے اس کے حق میں کلمہ خیر فرمایا تھا اور شیخ سعدی کے اس قول پر عمل کیا تھا:

مرا پیر دانائے مرشد شہاب دو اندرز فرمود بروئے آب
یکے آنکہ در خویش خود بین مباش دگر آنکہ بہ غیر بد بین مباش

حضرت ممدوح نے اصل تصانیف کادیانی میں اس کے عقائد ومقالات دیکھے تو اس پر بہت آشفتہ ہوئے اور اس کی شوخیوں اور بے ادبیوں پر (جو حضرت خاتم المرسلین عالی جناب ﷺ میں اس سے سرزد ہوئیں) کلمہ استغفر اللہ زبان پر لائے اور فرمایا کہ یہ شخص اہل اللہ اور مؤید من اللہ نہیں ہے اور کمال درجہ کا بے ادب ہے اور خودستائی کرنے والا اور نام آوری اور شہرت کا طالب ہے اور اپنے دعاوی میں سچا نہیں ہے۔ حضرت کے بعض خدام حضار مجلس نے حضرت کے سامنے فرمایا کہ آئندہ حضرت اس شخص سے خط وکتابت نہ کریں گے اور حضرت نے اس پر سکوت فرما کر اس کو تسلیم کر لیا۔

اس سے ناظرین کو یقین ہوسکتا ہے کہ وہ خطوط ثلاثہ جو حضرت کی طرف سے کادیانی کو پہنچے ہیں، کادیانی کی برأت وتوثیق کے دلائل نہیں ہوسکتے اور نہ وہ اس کے لئے سرٹیفکیٹ تسلیم کئے جاسکتے ہیں۔

کادیانی اب بھی لن ترانیاں ہانکے اور حضرت ممدوح کو اپنا مصدق ومؤفق قرار دے تو اس کو لازم ہوگا کہ وہ اسی مضمون کا ایک اور خط حضرت ممدوح سے حاصل کرے اور اپنے کسی رسالہ میں چھپوائے۔ یہ امر اس سے نہ ہوسکے (اور ہرگز نہ ہوسکے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ) تو اہل اسلام معتقدین مشائخ کرام یقین کریں کہ خواجہ صاحب اس کے مصدق ومؤید نہیں ہیں اور اس کے دعاوی سے ناخوش ہیں۔ راقم خاکسار ابوسعید محمد حسین عفا اللہ عنہ ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ۔ (اشاعۃ السنۃ ج۱۸ ش نمبر۵ ص۱۳۷ تا ۱۴۰، مئی ۱۸۹۵ء)

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

# خونی مسیح کادیانی

کی

## حضرت سلطان المعظم کی جناب میں بدزبانی

(قوم کی طرف سے لعنت وملامت پراس کی منافقانہ دروغ آمیز معذرت وپشیمانی
اوراسی معذرت کے بعداس کی وہی کارستانی)

حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کادیانی نے اشتہار ۲۴؍مئی ۱۸۹۷ء (مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۴۱۴) میں حضرت سلطان المعظم کی توہین وبدگوئی کر کے گورنمنٹ کو دھوکہ دیا اور یہ جتایا کہ وہ سلطان روم اور سلطنت ترکی کا بدخواہ ودلی دشمن ہے۔ اس لئے وہ برٹش گورنمنٹ کا خیرخواہ متصور ہونا چاہئے اور اشتہار ۲۵؍جون ۱۸۹۷ء (مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۴۲۹) میں اس توہین وبدگوئی سے انکار کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دیا اور یہ جتایا کہ اس نے حضرت سلطان المعظم کی توہین نہیں کی، بلکہ سلطنت ترکی اور اس کے ارکان کی بدگوئی کی ہے۔ اس لئے مسلمانان محبین ومعتقدین حضرت سلطان المعظم اس کو اسلام اور مسلمانوں کا دشمن قرار نہ دیں۔

پھر جب بعض اسلامی اخباروں نے اس کی خبر لی اور اس کے اس دھوکہ کی قلعی کھل گئی اور ایک مقدمہ میں عدالت ضلع گورداسپور میں اس کی طلبی ہوئی اور دوران سوالات وجوابات میں اس کے مخالف گورنمنٹ ہونے کی حقیقت کھلنے لگی تو پھر اس نے وہی کارستانی کی اور عدالت کو یہ بات جتائی کہ وہ سلطان روم کا بدگو ومخالف ہے۔ اس لئے مسلمان اس کے دشمن بن گئے ہیں۔

اور اشتہار ۲۰؍ستمبر ۱۸۹۷ء (مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۴۵۶) میں اپنی اسی کارستانی (وبدگوئی وبدزبانی) کی سند پیش کر کے اس سے سلطنت ترکی سے اپنی مخالفت اور برٹش گورنمنٹ کی خیرخواہی وموافقت ثابت کی۔

وازانجا کہ اس کی یہ مختلف ومتضاد کارروائیاں محض روباہ بازیاں ہیں۔ جن سے گورنمنٹ اور اقوام اہل اسلام کو دھوکہ دینا اس کا مقصود ہے اور اشاعۃ السنۃ گورنمنٹ کا مسلم خیرخواہ اور اسلام ومسلمانوں کا سچا ہمدرد وثابت قدم خادم ہے۔ لہٰذا اس کا فرض ہے کہ وہ قادیانی کی ان روباہ بازیوں کی پوری تشریح کرے اور حقیقت کھولے اور گورنمنٹ اور اہل اسلام کو اس کے دھوکہ سے بچاوے۔

اسی نظر سے اس نے اس مضمون میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ کادیانی سلطان المعظم کی بدگوئی ومخالفت سے برٹش گورنمنٹ کا خیرخواہ نہیں بن سکتا اور نہ وہ اس بدگوئی سے انکار میں سچا اور اس وجہ سے وہ اسلام ومسلمانوں کی دشمنی سے بری ہوسکتا ہے، بلکہ ان متضاد کارروائیوں کی وجہ سے وہ اس مصرع کا مصداق ہوگیا ہے:

نہ خدا ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

گورنمنٹ اور اہل اسلام اس مضمون کو پوری توجہ سے پڑھیں اور اس کی حقیقت اورنیت پر آگاہ ہوکر اس کے دھوکہ سے بچے رہیں۔

اس کے اشتہار ۲۴رمئی ۱۸۹۷ء کا عنوان یہ ہے جو (مجموعہ اشتہارات ج۲ص۴۱۴) پر درج ہے: ''حسین کامی سفیر سلطان روم''

اوراس کے جن فقرات میں اس نے سلطنت ترکی کی عداوت کا اظہار اور حضرت سلطان المعظم کی توہین کا ارتکاب کیا ہے وہ یہ ہیں۔ جو معہ تشریح وتوضیح (ان بریکٹ یعنی دو وحدانی خطوط ہیں) نقل کئے جاتے ہیں۔

۱...... ''مجھے دنیا داروں اور منافقوں کی ملاقات سے اس قدر نفرت ہے کہ جیسا کہ نجاست سے'' (مجموعہ اشتہارات ج۲ص۴۱۵) (یہ کلمات بظاہر سفیر کے حق میں ہیں اور درپردہ حضرت سلطان المعظم کے حق میں۔ کیونکہ ان کو بھی کادیانی صرف دنیادار بادشاہ سمجھتا ہے، نہ دین دار اور خلیفۃ المسلمین۔ چنانچہ فقرہ مابعد اشتہار ہذا اور فقرہ آئندہ اس کے اشتہار ''جشن جوبلی'' کا اس پر شاہد ہیں)

۲...... ''نہ مجھے سلطان روم کی طرف سے کچھ حاجت ہے، نہ اس کے سفیر کی ملاقات کا شوق'' (ص۴۱۵) (حضرت سلطان المعظم سے اپنے استغناء و بے پرواہی ظاہر کرنا اور ان کو مفرد الفاظ بلاتعظیم سے یاد کرنا، حضرت ممدوح کی صریح اہانت ہے۔ حضرت سلطان المعظم کی جو مسلمانوں کے مذہبی پیشوا ہیں اور ان کے معاہد ومشاعر، مکہ مکرمہ ومدینہ طیبہ وغیرہ مشاہد کے خادم ومحافظ ہیں) ہر ایک مسلمان کو مذہبی حاجت ہے، ان سے استغناء و بے پرواہی ظاہر کرنا درپردہ مکہ ومدینہ سے بے پروائی ظاہر کرنا ہے۔ جو کسی مسلمان کا کام نہیں، بلکہ ان ہی کافروں کا کام ہے جو قادیان کو مکہ سمجھتے ہیں اور اس کو خطاب دارالامان سے جو کہ مکہ کا خطاب ہے یاد کرتے ہیں اور حج کعبہ کی جگہ اسی قادیان کا حج کرتے اور اس کو بجائے حج کعبہ کافی سمجھتے ہیں)

۳...... ''میرے نزدیک واجب التعظیم اور واجب الاطاعت اور شکرگزاری کے لائق گورنمنٹ انگریزی ہے، جس کے زیر سایہ امن کے ساتھ یہ آسمانی کارروائی میں کررہا ہوں۔'' (ص۴۱۵) (گورنمنٹ انگریزی کو سلطنت ترکی کے مقابلہ میں واجب التعظیم

وواجب الاطاعت اور لائق شکر گزاری کہنے کا یہ مفہوم ہے کہ سلطنت ترکی واجب التعظیم وواجب الاطاعت اور قابل شکر گزاری نہیں ہے اور یہ صاف اور صریح سلطنت ترکی کی توہین ہے جو کسی مسلمان کا کام نہیں ہے۔ بے شک گورنمنٹ انگریزی مسلمانان رعایا گورنمنٹ کے نزدیک دنیاوی امور میں اور پولیٹکل نظر سے واجب التعظیم، واجب الاطاعت اور قابل شکر گزاری ہے۔ مگر مذہبی امور اور مذہبی نظر سے سلطنت ترکی مسلمانوں کے لئے واجب الاطاعت، واجب التعظیم اور قابل شکر گزاری ہے اور جو شخص مسلمان کہلا کر مذہبی امور کی نظر سے جو مسلمانوں کو حج وزیارات کے سفر میں پیش آنے لازم ہیں، سلطنت ترکی کی تعظیم اور اطاعت اور شکر گزاری کو واجب نہیں سمجھتا۔ وہ درپردہ سخت کافر (ناشکر) ہے اور وہ اپنے مذہبی پیشوا کی اہانت کرتا ہے، جس کی توہین خدا تعالیٰ کرتا ہے۔

چنانچہ حدیث میں وارد ہے: ''**السلطان ظل اللہ فی الارض من اکرمہ، اکرمہ اللہ. ومن اهانه، اهانه اللہ** (مشکوۃ ص ۳۱۳، ۳۱۵) '' کہ سلطان زمین میں خدا کا سایہ ہے جو اس کی عزت وتوقیر کرتا ہے۔ خدا اس کی عزت کرتا ہے۔ جو اس کی اہانت کرتا ہے خدا اس کی اہانت کرتا ہے۔ اس توہین آسمانی کا یہ اثر جو کادیانی پر ظاہر ہورہا ہے کہ جب سے اس نے سلطان المعظم کی توہین کی ہے (اس کی) اسلامی دنیا میں اس کی توہین ہورہی ہے اور چاروں طرف سے لعنت کی بوچھاڑ پڑ رہی ہے، جس کا کسی قدر بیان آئندہ ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ)

۴...... ''ترکی سلطنت آج کل تاریکی سے بھری ہوئی ہے اور وہی شامت اعمال بھگت رہی ہے۔'' (ص۴۱۵) (یہ صاف اور صریح طور پر سلطنت ترکی کی توہین ہے اور اس کے فتوحات روز افزوں کو ''کان لم یکن'' سمجھنا اور ان پر حسرت ورنج ظاہر کرنا ہے کادیانی ان فتوحات کو فتوحات سمجھتا اور دل میں ان پر ماتم نہ کرتا تو یہ کلمہ خبیثہ کہ وہ شامت اعمال بھگت رہی ہے، زبان پر لانے سے شرماتا اور یہ خیال کرتا کہ ان دنوں سلطنت ترکی کو وہ توفیق نصیب ہوئی ہے، جو اس سے دوسو برس پہلے نہ ہوئی تھی اور یہ روز افزوں برکت ہے نہ اعمال کی شامت ہے)

۵...... ''نام بردہ (سفیر حضرت سلطان المعظم) نے خلوت کی ملاقات میں سلطان روم

کے لئے ایک خاص دعا کرنے کے لئے درخواست کی اور یہ بھی چاہا کہ آئندہ اس کے لئے جو کچھ آسمانی قضاوقدر سے آنے والا ہے اس سے وہ اطلاع پاوے۔ میں نے اس کو صاف کہہ دیا کہ سلطان کی سلطنت کی حالت اچھی نہیں ہے اور میں کشفی طریق سے اس کے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ انجام اچھا نہیں۔ یہ وہ باتیں تھی جو سفیر کو اپنی بدقسمتی سے بہت بری معلوم ہوئیں‘‘۔ (ص۴۱۵،۴۱۶)

(یہ بھی صریح اور صاف طور پر سلطنت ترکی کی توہین ہے اور فتوحات سلطنت کو ’’کان لم یکن ‘‘سمجھنا اوران پردل سے ناخوش ہونا اور ماتم کرنا ہے۔ان فتوحات کو وہ فتوحات سمجھتا اور ان پر خوش ہوتا تو موجودہ حالت کی نظر سے آئندہ ترقی کی امید دلاتا، بدانجامی سے نہ ڈراتا، یہ تو اس کی توہین سلطنت کی تشریح وتوضیح ہے۔اب ہم اس کی مستجاب الدعوات اور صاحب کشف اور مطلع دیوانی آسمانی قضاوقدر ہونے کے دعویٰ پر جو اس فقرہ میں پایا جاتا ہے۔ ریمارک کرتے ہیں کہ اس دعویٰ کو دیکھ کر ہم کو ہنسی آتی ہے اور آپ کی جرأت وجسارت زعفران زار تعجب وحیرت میں لے جاتی ہے۔

کادیانی صاحب! آپ اس لائق کب ہوئے کہ آپ سے کوئی دعا کرائے اور مراد پائے یا کوئی آسمانی قدروقضا کا حال پوچھے تو آپ کشف سے اس کو بتاویں۔آپ صاحب کشف اور دفتر قضاوقدر کے ناظر ہوتے تو اپنی بیوی کے پہلے حمل رہنے کے وقت کشف سے جان جاتے کہ اس حمل سے لڑکی ہوگی اور لڑکے ہونے کی پیش گوئی نہ کرتے۔ پھر دوسرے حمل سے لڑکا پیدا ہونے پر جان جاتے کہ وہ جلد مرجائے گا اور اس کو بشیر موعود قرار نہ دیتے۔ پھر تیسرے اور چوتھے اور پانچویں حمل (جن سے محمود وبشیر ثانی اور شریف پیدا ہوئے) کے وقت معلوم کرلیتے کہ فرزند موعود ان حملوں سے پیدا ہوگا اور اس کی تعیین کرکے پیش گوئی کرتے اور چھٹے یا ساتویں حمل سے اس کے پیدا ہونے کی امید نہ رکھتے۔

پھر اس چھٹے یا ساتویں حمل سے جان جاتے کہ اس سے لڑکی ہوگی نہ لڑکا اور ضمیمہ انجام آتھم کے (ص۱۵،خزائن ج۱۱ص۲۹۹) میں یہ دعویٰ نہ کرتے کہ فرزند موعود اب پیدا ہوگا، جو تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (باوجودیکہ وہ زائدالمیعاد بھی ہوچکا تھا، کیونکہ فرزند موعود کے لئے نو(۹) برس کی معیاد تھی اور وہ حمل بارہویں سال ہوا تھا۔

ایسا ہی آپ عبداللہ آتھم کی نسبت جان لیتے کہ وہ پندرہ ماہ کی میعاد میں رجوع بحق کرے گا اور فوت نہ ہوگا اور اس کی وفات کی پیش گوئی نہ کرتے اور مرزا سلطان محمد بیگ کی نسبت جو آپ کی منکوحہ آسمانی سے عیش اڑا رہا ہے، پہلے سے یہ جان لیتے کہ اس کے وارثوں کی معذرت کی وجہ سے اس کی موت کو ٹلایا جائے گا۔ اور ڈھائی برس میں اس کی موت کی پیش گوئی نہ کرتے۔

اور اگر آپ مستجاب الدعوات ہوتے تو پہلے اپنے لئے دعا کرتے اور جو اطراف واکناف عالم سے آپ پر لعنت وتکفیر کی بارش ہو رہی ہے، اس سے اپنے آپ کو بچاتے۔ پھر سردار بہادر سید امیر علی شاہ صاحب رسالدار پنشنر کے لئے دعاء تولد فرزند کی (جس کے عوض پانچ سو روپیہ پیشگی اپنے لاہوری دلالوں عبدالحق پنشنر اکاؤنٹینٹ والٰہی بخش اکاؤنٹینٹ کی معرفت لے کر ہضم کر چکے ہیں، دعا کرتے اور اس میں کامیاب ہوتے اور نواب صاحب مالیر کوٹلہ کی صحت کے لئے جس کے عوض میں پانچ سو روپیہ ان کی والدہ ماجدہ سے لے کر خورد برد کر چکے ہیں، دعا کرتے اور کامیاب ہو کر آج وزیر ریاست ہوتے۔ گزشتہ را صلوات اگر آپ صاحب کشف ومستجاب الدعوات ہیں، تو سابق پیش گوئیوں میں سے صرف ایک پیش گوئی متعلق اپنی منکوحہ آسمانی کی نسبت کشف کا ٹیلی فون لگا کر بتاویں کہ آپ کی منکوحہ جو غیر کی فراش ہے، آپ کے پلنگ پر کب آئے گی اور جناب فضائل مآب، الہامات، انتساب ملاّ محمد بخش صاحب قادری لاہوری کی نسبت جو آپ کی موجودہ محبوبہ پر اپنے الہام کی بشارت شہادت سے نکاح کی ٹھان بیٹھے ہیں اور نکاح خوانی کے لئے برطبق مثل ''تو مان نہ مان میں تیرا مہمان'' اس ناتوان کو مقرر کر چکے ہیں۔ جیسے کہ آپ بے چارہ مرزا سلطان محمد بیگ کی منکوحہ کے نکاح کا دعویٰ رکھتے ہیں) بتاویں کہ اگر وہ اس دعویٰ الہام میں نادرستی پر ہے تو اس کا کام کب تمام ہوگا اور آپ کو اور آپ کی بیوی کو اس سے اور اس کے الہامات میں سے کب امن حاصل ہوگا۔

ان امور کے متعلق آپ کشف سے قضا وقدر کا فیصلہ کچھ نہ بتائیں اور اپنا مستجاب الدعوات ہونا ثابت نہ کریں۔ تو پھر آپ حضرت سلطان المعظم یا ان کی سلطنت یا کسی اور شخص یا قوم کی نسبت کشف بیانی یا مستجاب الدعا ہونے کے دعویٰ سے کیوں شرم وحیا سے کام نہیں

لیتے۔اگر آپ اس کے جواب میں یہ عذر کریں کہ یہ دونوں امور ہماری ذات کے متعلق ہیں اور ہم تن برضا وتسلیم قضاوقدر دے چکے ہیں۔ ہماری منکوحہ آسمانی کو مرزا سلطان محمد بیگ استعمال کر رہا ہے، تو ہم راضی ہیں، ہماری موجودہ محبوبہ منکوحہ پر ملاّ محمد بخش نظر رکھتا ہے تو اس میں بھی ہم کو بجز تسلیم چارہ نہیں ہے اور یہ دعویٰ ہے:

راضی ہیں اس میں جس میں تیری رضا ہے

ہمارے جیسے باخدا عارف اور بزرگ اپنے نفع وذاتی فائدہ سے دوسرے کے نفع کو مقدم سمجھتے ہیں اور اپنے نقصان میں تن برضا سپرد کرتے اور ان دو بیتوں پر کاربند ہوتے ہیں:

نیم نانے گر خورد مرد خدا بذل درویشاں کند نیمے دگر
دل بدست آور کہ حج اکبر است از ہزاران کعبہ یک دل بہتر است

لہٰذا ہم مرزا سلطان محمد بیگ اور ملاّ محمد بخش کے لئے بددعا نہیں کرتے۔ اول الذکر ہماری منکوحہ سے شوق سے نفع اٹھاوئے اور ثانی الذکر کو اگر الہام میں وعدہ نکاح ہو چکا ہے تو وہ بھی امیدوار رہے تو اس کے جواب میں اوّلاً ہم کہیں گے کہ یہ رضا وتسلیم نہیں ہے جو اہل اللہ وصاحب دلان باخدا کا کام ہے۔ بلکہ یہ دیوثی کہلاتی ہے جو بے غیرت وبے حیا لوگوں کا شیوہ ہے۔

اور ثانیاً یہ گزارش کریں گے کہ اگر آپ کا الہام اس دیوثی کی آپ کو اجازت دیتا ہے اور آپ کو ان لوگوں کے متعلق دعا بد کرنے سے مانع ہے تو ہم اور دو شخصوں آپ کے سابق اہل تعلق کو پیش کرتے ہیں۔ (۱) سردار بہادر سید امیر علی شاہ رسال دار پنشنر لاہور (۲) نواب صاحب والی ریاست مالیرکوٹلہ آپ سردار صاحب کے حق میں بیٹا پیدا ہونے کے لئے دعا کریں اور نواب صاحب مالیرکوٹلہ کے لئے صحت کی دعا کریں اور دیوان قضا وقدر ملاحظہ فرما کر ان دعاؤں کے وقت قبولیت سے اطلاع دیں۔ مگر وقت ایسا لمبا نہ بتاویں اور اس میں کوئی ایسی پیچ دار شرط نہ لگاویں، جس میں آپ کی قدیمی حکمت عملی کا دخل ہو۔

اور اگر آپ اس میں یہ عذر کریں کہ جو پانچ پانچ سو روپیہ ان لوگوں یا ان کے بعض متعلقوں سے ہم لے چکے ہیں، وہ مدت ہوئی خورد برد ہو کر ایسا ہضم ہو گیا ہے کہ اب اس کا اثر بدن میں باقی نہیں رہا۔ پھر دعا کے لئے جوش کیونکر پیدا ہو۔ وہ لوگ پانچ پانچ سو اور روپیہ

پیش گی داخل کریں تو اس سے پلاؤ متنجن کھا کر بدن میں حرارت و جوش پیدا ہو، تب ان کے لئے جوشیلی دعا دل سے نکلے۔ تو اس کے جواب میں بادب عرض کیا جائے گا کہ نواب صاحب مالیرکوٹلہ تو ایک مدت سے مرض دیوانگی کے سبب اپنی ریاست سے علیحدہ ہیں اور ان کی جگہ ایک اور صاحب رئیس ریاست لہارو کے کام کرتے ہیں۔ جن سے خاکسار کو ذاتی واقفیت وآشنائی نہیں۔ ان سے آپ یہ سوال اپنے مرید خاص محمد علی خان صاحب رئیس مالیرکوٹلہ کی معرفت کریں۔

ہاں! سید امیر علی شاہ سردار بہادر میرے عنایت فرما اور بے تکلف دوست ہیں، ان سے میں پانچ سو نہیں ہزار روپیہ پیشگی دلوا سکتا ہوں بشرطیکہ آپ باضابطہ اقرارنامہ لکھ دیں کہ قریب عرصہ میں آپ کی دعا کا اثر ظاہر نہ ہوا اور قضا وقدر کے دفتر سے آپ کو کچھ پتہ نہ لگا، تو پھر آپ سے وہی سلوک کیا جائے گا، جو عبداللہ آتھم کی عدم وفات پر آپ نے خود اپنے لئے تجویز کیا تھا۔ جو آپ ہی کے الفاظ سے نقل کیا جاتا ہے۔

آپ جنگ مقدس (ص۱۸۹، خزائن ج۶ ص۲۹۳) میں لکھتے ہیں ''میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے یعنی وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزا موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جائے، روسیاہ کیا جائے، میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے، مجھ کو پھانسی دیا جائے، ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں''۔

اس شرط سے آپ ڈر جائیں اور ان صاحبوں کے لئے دعا کا اثر دکھانے سے انکار کریں تو آپ کے مستجاب الدعوات اور ناظر دیوان قضا وقدر ہونے کے ثبوت کے لئے ایک اور نئی علم پسند مثال پیش کی جاتی ہے۔ اگر آپ دیوان قضا وقدر میں نظر رکھتے ہیں تو اس دیوان کو ملاحظہ فرما کر بذریعہ اشتہار (جیسے کہ آپ کی قدیم عادت ہے) بتاویں کہ قحط سالی اس ملک سے کب رفع ہوگی اور کس کس تاریخ کو کافی وعمدہ بارش ہوگی اور غلہ کا کب ارزاں ہوگا اور اگر آپ مستجاب الدعوات ہیں، تو خداتعالیٰ سے عام وکافی بارش کے لئے دعا مانگیں اور یہ کہ غلہ گندم فی روپیہ کم سے کم ایک من پختہ ہو جائے اور اس دعا کی قبولیت کے وقت سے بذریعہ اشتہارات پبلک کو اطلاع دیں۔ پھر تو تمام ملک آپ کا تابع ہو جائے گا اور مذہبی

سرداری کے علاوہ پولیٹیکل سرداری بھی (جس کی دھن میں آپ مدت سے لگے ہوئے ہیں) آپ ہی کے ہو جائیں گے۔

اس کے جواب میں شاید آپ یہی عذر کریں گے کہ ہم ایسی دعاؤں، امن، آسائش وعافیت کے لئے نہیں بھیجے گئے۔ بلکہ ہم مارنے مروانے کے لئے مبعوث ہوئے ہیں اوراس کی سند میں یہ شعر پیش کریں:

در کوئی نیک نامی مارا گزر ندادند گو تونمے پسندی تبدیلی کن قضا را

چنانچہ اپنے اشتہار پیش گوئی متعلق راج اندر سنگھ میں آپ فرما چکے ہیں۔ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ پھر آپ اس فقرہ نمبر(۵) میں اور دیگر مقامات میں مطلق مستجاب الدعوات ہونے کا دعویٰ کیوں کرتے ہیں اور ناواقف خلق اللہ کو کیوں گمراہی کے گڑھے میں ڈال رہے ہیں۔ خدا کے تو آپ قائل معلوم نہیں ہوتے۔ عقلاء دنیا ہی سے شرم کریں اور ایسی لن ترانیاں ہانکنی چھوڑ دیں۔ اب ان لن ترانیوں کا موقعہ نہیں رہا۔ عبداللہ آتھم وشوہر ثانی منکوحہ آسمانی جناب کے نہ مرنے اور لیکھرام کے موافق میعاد وحسب مضمون پیش گوئی قتل نہ ہونے اور فرزند موعود بشیر عمانوائیل کے اب تک پیدا نہ ہونے سے آپ کا حال کس وناکس پر کھل گیا ہے۔ اب ملاحظہ قضاوقدر استجابت دعا کا نام نہ لیا کریں)

۶...... ’’میں نے کئی اشارات سے اس بات پر زور دیا کہ رومی سلطنت خدا کے نزدیک کئی باتوں میں قصوروار ہے اور خدا سچے تقویٰ اور طہارت اور نوع انسانی کی ہمدردی کو چاہتا ہے اور روم کی حالت موجودہ بربادی کو چاہتی ہے۔‘‘ (ص۴۱۶) (یہ فقرہ بھی صراحت کے ساتھ سلطنت روم کی توہین اوراس پر حملہ کررہا ہے اور بتارہا ہے کہ موجودہ حالت سلطنت کو (جس میں ترقی اور فتوحات حاصل ہوئیں) اور مفروران ومجروحان یونان کے ساتھ سلطنت ترکی کی انسانی ہمدردی کو (جس کو اقوام مخالفین نے بھی مان لیا ہے) آپ اچھا نہیں سمجھتے اور دل سے اس پر ناخوش ہیں۔

آپ کے اس اعتراض کا کہ ’’سلطنت ترکی میں تقویٰ وطہارت وعبادت وانسانی ہمدردی نہیں پائی جاتی۔ اس لئے وہ سلطنت برباد ہوگی۔‘‘ جواب اخبار چودھویں صدی نے کافی ووافی دے دیا۔ لہٰذا ہم اس باب میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ اسی جواب کو عن قریب نقل کردیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ!

۷...... ’’مگر میں اس کے (حضرت سفیر روم) دل کی طرف خیال کررہا تھا کہ وہ ان باتوں کو (جوفقرہ (۵،۶) میں کہی گئی ہیں) بہت ہی برا مانتا تھا اور یہ ایک صریح دلیل اس بات پر ہے کہ سلطنت روم کے اچھے دن نہیں ہیں۔‘‘ (ص۴۱۶) (بل بے دلوں کے محرم اسرار تو دلوں کے بھید جان لیتا ہے تو ہم جناب فضیلت مآب الہام انتساب ملّا محمد بخش صاحب قادری لاہوری کو تیرے پاس قادیان بھیج دیتے ہیں، جو ارادے اس کے دل میں گزرتے ہیں اوران میں سے وہ کچھ ظاہر کر چکے ہیں وہ تو بتا اور اس پر جو چاہے انعام پا۔

اے صاحب حیا تو ایسا مطلع القلوب ہوتا تو سفیر صاحب کے سامنے یا ان کے خط کے جواب ومقابلہ میں اپنے اشتہار کے ضمن میں ایسی باتیں نہ کہتا، جن سے تجھے پشیمانی اور شرمندگی کے ساتھ رجوع کرنا پڑا، جس کا ثبوت تجھے عن قریب ملے گا۔

اس فقرہ میں بھی تو نے سلطنت اور اس کی فتوحات پر صریح حملہ کیا اور ایک شخص کے اس قصور کے بدلے کہ ’’اس نے تیری ان باتوں کو برا سمجھا‘‘ عام سلطنت کا برا چاہا اور ان آیات انصاف سمات کا جس میں ارشاد ہے ’’**ولا تکسب کل نفس الا علیہا. ولا تزروازرۃ وزر اخریٰ**(انعام)‘‘

’’کہ ہر کسی کا کمایا اسی پر پڑتا ہے اور ایک شخص کا بوجھ دوسرا شخص نہیں اٹھاتا‘‘ کچھ لحاظ نہ کیا)

۸...... ’’پھر اس کا (حضرت سفیر صاحب کا) بدگوئی کے ساتھ واپس جانا یہ اور دلیل ہے کہ زوال کی علامات موجود ہیں۔‘‘ (ص۴۱۶) (خاکسار بدہاں ای مردک بدزباں) بدگوئی ایک شخص کرے اور اس کے بدلے تو زوال تمام سلطنت پر لاوے۔ یہ کس خبیث ناپاک مذہب کا اصول ومسئلہ ہے؟ اسلام اور قرآن تو یہی فرماتے ہیں کہ ایک کے گناہ کا بوجھ دوسرے پر نہیں پڑتا۔ چنانچہ ابھی بیان ہوا۔ پھر اس کے برخلاف تیرا ایک شخص کی بدگوئی سے سلطنت کا زوال چاہنا بے حیائی وبے ایمانی وخیرہ چشمی وبدزبانی نہیں تو اور کیا ہے کیا اچھا کہا گیا:

شور بختاں بآرزو خواہند | مقبلاں را زوال نعمت وجاہ
گرنہ بیند بروز شپرہ چشم | چشمۂ آفتاب راچہ گناہ
راست خواہی ہزار چشم چناں | کور بہتر نہ آفتاب سیاہ

اے صاحب حیا! اگر تو ایسا ہی صاحب تصرف ہے کہ جو تیری بدگوئی کرے وہ اور اس کی تمام قوم زوال پکڑے تو، تو ملاّ محمد بخش قادری لاہوری اور سائیں لادھڑک شاہ چشتی امرتسری کے لئے زوال کا حکم کیوں نہیں کرتا۔ جنہوں نے تیری جورو وبیٹی کو نہیں چھوڑا اور اپنے الہام کی شہادت سے تیری بدگوئی کو انتہاء تک پہنچا دیا ہے۔ یہ تیری گیدڑ بھبکیاں اور دھمکیاں ان ہی لوگوں کے مقابلہ میں ہیں جو اپنے علو مراتب کی نظر سے تجھے مخاطب نہیں بناتے اور تیری بکواس سن کر اعراض فرماتے ہیں اور ’’**سلام علیکم لا نبتغی الجاهلین**‘‘ کہہ کر الگ ہو جاتے ہیں۔

ملاّ محمد بخش اور سائیں لادھڑک شاہ کی متعدد تحریرات واشتہارات کے جواب سے تو کیوں ساکت ہو رہا ہے؟ اسی وجہ سے کہ وہ تیرا گھر پورا کر دیتے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو یہی چاہئے کہ تیری ایسی بکواس کے مقابلہ میں خود کچھ نہ بولیں۔ ملاّ محمد بخش صاحب یا سائیں لادھڑک شاہ صاحب کو پیش کریں اور روپیہ پیسہ سے ان کو مدد دیا کریں)

۹...... میں نے یہ بھی اس کو (حضرت سفیر صاحب کو) کہا ’’کہ خدا نے یہی ارادہ کیا ہے کہ جو مسلمانوں میں مجھ سے علیحدہ رہے گا، وہ کاٹا جائے گا۔ بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ تمام باتیں تیر کی طرح اس کو لگتی تھیں اور میں نے اپنی طرف سے نہیں، بلکہ جو کچھ خدا نے الہام کے ذریعہ فرمایا وہی کہا تھا۔‘‘ (ص۴۱۶)

(یہ حضرت سلطان المعظم کی ذات پر اس نالائق دشمن اسلام کا صریح حملہ ہے، بادشاہ سے اس کی مراد حضرت سلطان المعظم سب سے پہلے ہیں اور دوسرے اسلامی بادشاہ ان کے بعد۔ اسلام کی قید اس الہام میں (یا احتلام شیطان) میں اس نے اس غرض سے لگا دی ہے کہ اس کاٹنے کی دھمکی سے برٹش گورنمنٹ چونک نہ پڑے اور ایسی دھمکیوں اور تخویفات مجرمانہ کی نظر سے جو گورنمنٹ اس کے لئے رسہ تیار کر رہی ہے۔ (چنانچہ اسی کے دلال وحواری) مشہور کر رہے ہیں، وہ جلد اس کے گلے میں نہ ڈال دے۔ مگر اس احمق کو اتنی سمجھ نہیں ہے یہ گورنمنٹ کرم سنگھ کی طرح بے وقوف نہیں ہے کہ وہ اس کے اس جھوٹی خوشامد سے اس کو اپنا خیر خواہ سمجھ لے گی اور ان دھمکیوں اور تخویفات مجرمانہ سے جو گورنمنٹ کے نوٹس میں لائے جا رہے ہیں، اس کو بری کر دے گی۔

گورنمنٹ کو خوب معلوم ہے اور گورنمنٹ اور مسلمانوں کے ایڈووکیٹ اشاعۃ السنۃ نے گورنمنٹ کو بار ہا جتا دیا ہوا ہے کہ یہ شخص در پردہ گورنمنٹ کا بدخواہ ہے اور یہ گورنمنٹ اور دیگر مخالفین مذہب کے حق میں اپنی کتاب آئینہ کمالات کے (ص۶۰۱) میں صاف کہہ چکا ہے کہ ''نافرمان کا مال اور اس کی جان اس کے ملک سے خارج ہوکر خدا کی ملک میں داخل ہوجاتے ہیں۔ پھر خدا تعالیٰ کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو بلاواسطہ رسولوں کے ان کے مال کو تلف کرے اور ان کی جانوں کو معرض عدم میں پہنچادے (یعنی ہلاک کرے) یا کسی رسول کے واسطے سے یہ تجلی قہری (ہلاکت) نازل کرے (یعنی ان کو تلف کرادے)''

جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے جملہ مخالفین مذہب کے مال وجان کو گورنمنٹ ہوخواہ، غیر، معصوم نہیں جانتا اور ان کے تلف کرنے کے فکر میں ہے، دیر ہے تو صرف جمعیت وشوکت کی دیر ہے۔

اس کے فتویٰ وحکم قطعی کے ساتھ اس فقرہ میں اسلام یا مسلمانوں کی قید لگا دینا گورنمنٹ کی نظر میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ بلکہ صاف یقین دلاتا ہے کہ وہ لفظ گورنمنٹ کو دھوکہ دینے کی نیت سے لکھا گیا ہے اور درحقیقت یہ شخص ہر شخص یا قوم کا جو اس کی پیروی نہ کرے، مخالف ہے اور اس کے کاٹے جانے کی فکروآرزو میں ہے۔

منشی سراج الدین صاحب ایڈیٹر اخبار ''چودھوی صدی راولپنڈی'' اپنے پرچہ ۱۵؍جون (۱۸۹۷ء) میں جو کادیانی کو جرم ارادہ بغاوت گورنمنٹ سے بری کرتے ہیں۔ وہ آئینہ کمالات کی عبارت منقولہ بالا کو غور سے پڑھیں اور اگر اس کے کوئی معنی صحیح جن سے بغاوت ثابت نہ ہوتی ہو، ان کے خیال میں آویں تو ان سے ہم کو اطلاع دے کر ممنون کریں۔ ہمارا یہ خیال ہے کہ کادیانی کی نسبت آپ کا یہ حسن ظن آپ کے معنی بغاوت سے ناواقفی یا تصانیف کادیانی سے بےخبری پر مبنی ہے۔ جیسا کہ آپ کا اس کی نسبت یہ دوسرا خیال کہ وہ ایک پرہیزگار، عابد، زاہد اور نیک بزرگ ہے۔ (جس کو اپنے پرچہ ۸؍جولائی ۱۸۹۷ء میں ظاہر کیا ہے) کادیانی کے حالات سے بےخبری یا ان الفاظ کے معنی سے ناواقفی پر مبنی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ رسالہ اشاعۃ السنۃ جو کادیانی کے اصلی حالات کا صحیح فوٹو ہے منشی صاحب کے ملاحظہ سے نہیں گزرتا ورنہ ان کلمات کا صدور اس کے حق میں ان سے ہرگز نہ ہوتا۔

ہم منشی صاحب سے یہ سفارش یا درخواست نہیں کرتے کہ وہ جمہور علماء ہندوستان کی طرح کادیانی کو کافر، ملعون، دجال کہیں۔ کیونکہ وہ بتقلید اپنے رہبر ولیڈر آنریبل سرسید کے ان لوگوں کو بھی کافر نہ کہتے ہوں گے جو دہریہ کہلاتے ہیں اور وہ کسی مذہب (محمدی، موسائی، عیسائی وغیرہ) کو نہیں مانتے اور کسی کتاب آسمانی (قرآن، توریت، انجیل وغیرہ کو) کلام الٰہی نہیں مانتے اور کسی حکم مذہبی (نماز، روزہ، حرام وحلال) پر یقین نہیں رکھتے۔

(چنانچہ سرسید کے مضمون ''الفطرة هو الاسلام هى الفطرة'' میں مصرح ہے) لہٰذا ہم ان سے صرف اتنی سفارش کرتے ہیں کہ وہ رجماً بالغیب اس ظالم کو نیک وبزرگ وزاہد وعابد کا خطاب نہ دیں۔ جب تک کہ ان الفاظ کے مفہوم اور اس ظالم وبدکار کے حالات کی توجہ نہ کرلیں۔ یہ تو اس فقرہ کے لفظ اسلام یا مسلمانوں کی تشریح ہے۔ اب ہم اس فقرہ کے مضمون پر یہ سوال کرتے ہیں کہ آپ سے علیحدہ رہنے والے مسلمانوں کو کاٹ دینے کا خدا نے ارادہ کرلیا ہے۔ تو وہ لوگ جو آپ کے ابتداء زمانہ الحاد ودہریت سے آپ کی خدمت گزاری میں مصروف تھے (جیسے ملائکہ موت برے کی جان لینے میں مصروف ومستغرق رہتے ہیں) اب تک کیوں کاٹے نہیں گئے۔ بلکہ برعکس وہ آپ کی ایسی جڑ کاٹ رہے اور بنیاد اکھاڑ رہے ہیں، جس کو آپ کا جی جانتا ہے۔

اخیر فقرہ میں جو آپ نے دعویٰ الہام کیا ہے اور یہی آپ کا قدیم طریق وشیوہ ہے کہ جو کچھ کسی کو برا بھلا کہا، اس کو الہام بنالیا۔ اس کے مقابلہ وجواب کے لئے اس طرف سے بھی ایک آپ سا ملہم محمد بخش قادری لاہوری پیدا ہوگیا ہے۔ مشہور ہے کہ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے، ویسا ہی ایسے الہاموں کی بیخ کنی الہام سے ہوسکتی ہے۔

ہم ایسے الہاموں سے عاری تھے۔ اس لئے آپ دن بدن سر اٹھاتے جاتے تھے۔ اب اس طرف بھی آپ جیسا ملہم پیدا ہوگیا ہے، جس سے امید ہے کہ آپ کے الہامات کا مقابلہ بخوبی کرلیا کرے گا۔

بہتر ہے آپ اب الہام بازی چھوڑ دیں ورنہ الہام کے مقابلہ میں الہام کی گولہ باری تیار ہے۔ ملّا صاحب کو مدت سے بڑے بڑے، لمبے چوڑے، موٹے تازے الہام ہورہے ہیں، جو آپ کے الہاموں کو چکنا چور کررہے ہیں۔ ضمیمہ اخبار ''جعفر زٹلی میں''

مضمون ’’مرزا کادیانی کی نسبت تازہ پیش گوئیاں‘‘ ناظرین کے ملاحظہ میں آیا ہوگا۔ مضمون ’’جشن ڈائمنڈ جوبلی کی عجیب یادگار‘‘ انہوں نے دیکھا ہوگا۔ وعلیٰ ہذا القیاس!

آج کل ملاّ صاحب کو اور الہام ہو رہے ہیں جن کی اشاعت میں صرف ایک آنچ کی (قوم کی طرف سے مالی مدد کی) کسر ہے۔ قوم مال سے ملاّ صاحب کو مدد دے اور پھر دیکھے۔ ملاّ صاحب کی طرف سے الہاموں کی کیسی بھرمار ہوتی ہے اور کادیانی کے منہ پر کیسی الہامی بوچھاڑ پڑتی ہے)

۱۰...... ’’کیا میں اسلام بول (استنبول) امن کے ساتھ اس دعویٰ کو پھیلا سکتا ہوں کہ میں مسیح موعود اور مہدی موعود ہوں اور یہ کہ تلوار چلانے والی روایتیں جھوٹ ہیں۔ کیا یہ سن کر اس جگہ کے درندے مولوی وقاضی حملہ نہیں کریں گے اور کیا سلطانی انتظام بھی تقاضا نہیں کرے گا کہ ان کی مرضی کو مقدم رکھا جائے۔ پھر مجھے سلطان روم سے کیا فائدہ۔ ان سب باتوں کو سفیر مذکور نے تعجب سے سنا اور حیرت سے میرا منہ دیکھتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے خط میں جو ناظم الہند ۱۵ رمئی ۱۸۹۷ء میں چھپا ہے۔ میرا نام نمرود اور شداد اور شیطان رکھتا ہے اور مجھے جھوٹا اور مردار اور مورد غضب الٰہی قرار دیتا ہے۔‘‘ (ص۴۱۷) (اس فقرہ میں بھی حضرت سلطان المعظم کی صریح توہین ہے اور ان کی سلطنت کے جملہ علماء وقضاۃ ومشائخ مکہ ومدینہ وغیرہما کو درندہ کہہ کر گالی دی گئی ہے اور حضرت سلطان المعظم کو ان ہی درندوں کی مرضی کو مقدم رکھنے والا کہہ کر ان کی توہین کی گئی ہے۔

ان توہینات کے ساتھ اپنے عقائد باطلہ ودعاوی عاطلہ کی نسبت کادیانی نے یہ اقرار کیا ہے کہ وہ اسلام کے عالموں اور قاضیوں کے نزدیک عقائد صحیحہ ودعاوی حقہ نہیں ہوسکتے۔ اس سے اس کے جاہل وپیرو عبرت کا سبق حاصل کریں اور ان عقائد ودعاوی کو عقائد باطلہ ودعاوی عاطلہ تصور کر کے ان سے دست بردار ہو جائیں۔

جب وہ اسلام بول اور اس کے ماتحت مکہ ومدینہ کے جملہ علماء وقضاۃ کے نزدیک اسلامی عقائد تسلیم نہیں کئے جاتے، تو پھر وہ اسلامی عقائد کیونکر ہوسکتے ہیں۔

کادیانی کے عوام اتباع کے لئے جو علوم سے محروم ہیں اور وہ اپنی تحقیق سے کسی عقیدہ کا حق یا ناحق ہونا نہیں پہچان سکتے۔ یہی دلیل ان عقائد کے باطلہ ہونے پر بس ہے۔

ان دس فقرات میں سے بعض فقرات (نمبر۲و۵و۹و۱۰) میں ڈائرکٹ (بلا واسطہ) اور صراحت کے ساتھ اور بعض فقرات (بقیہ نمبروں) میں ان ڈائرکٹ (بالواسطہ) اور در پردہ حضرت سلطان المعظم کی کادیانی نے توہین کی ہے۔

اس توہین سے بڑھ کر کر اس نے اپنے ''پرچہ جلسہ شکریہ جشن جوبلی'' میں جناب ممدوح کی توہین کی ہے جو ۷/جون ۱۸۹۷ء کو چھاپ کر اس بےنصیب نے مشتہر کیا ہے۔ اس میں وہ لکھتا ہے کہ ''رہی یہ بات کہ سلطان روم خلیفۃ المؤمنین ہے، اس کے ارکان کی نسبت ایسے سوء ادب کے الفاظ منہ پر لانا بےباکی اور گستاخی میں داخل ہے۔ سو یہ سراسر ناسمجھی ہے اور درحقیقت جو شخص مجھے ایک کافر، دجال، بےایمان کاذب خیال کرتا ہے وہ بےشک میری اس تقریر سے سخت ناراض ہوگا۔ جو میں نے اشتہار مؤرخہ ۲۴/مئی ۱۸۹۷ء میں شائع کی ہے۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ ذرا اپنے دلوں میں فرض کرلو کہ اگر یہ تقریر اس شخص کی طرف سے ہے جو خدا کی طرف سے تیرہ سو برس کے وعدہ کے موافق مسیح موعود ہو کر آیا ہے اور خدا کا نائب ہے، جس کو نبی ﷺ نے سلام کہا ہے۔ تو کیا سلطان روم کی عظمت کو اس کے مقابل یاد کرنا اور اس کی عظمت کو بالکل بھلا دینا بےایمانی ہے یا نہیں۔ جن دلوں پر خدا کی لعنت ہے، ان کا تو کچھ علاج نہیں، لیکن عقل منداور ایمان دار جانتے ہیں کہ ایسے شخص کے ساتھ جس کو خدا نے آسمانی خلافت دے کر ایک عظیم الشان کام کے لئے بھیجا ہے۔ روم کے ایک ظاہری فرمانبردار کو کیا نسبت ہے؟

یاد رکھو کہ خدا کے فرستادہ کی توہین خدا کی توہین ہے چاہو تو مجھے گالیاں دو، تمہارا اختیار ہے۔ کیونکہ آسمانی سلطنت تمہارے نزدیک حقیر ہے۔ سلطان کا خلیفۃ المومنین ہونا صرف اپنے منہ کا دعویٰ ہے۔ لیکن وہ خلافت جس کا آج سے سترہ برس پہلے براہین احمدیہ اور نیز ازالہ اوہام میں ذکر ہے۔ حقیقی خلافت وہی ہے۔ کیا وہ الہام یاد نہیں؟ ''اردت ان استخلف فخلقت آدم...... خلیفة الله السلطان'' ہاں ہماری خلافت روحانی ہے اور آسمانی ہے، نہ زمینی۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۴۲۲،۴۲۳)

(کادیانی حضرت سلطان المعظم کی (جس کو ۲۶ کروڑ مسلمان مذہبی خلیفہ جانتے ہیں) خلافت کو حضرت ممدوح کا اپنے منہ کا دعویٰ قرار دینا اور اپنی خلافت کو (کو درحقیقت شیطان کی خلافت ہے) الہامی اور آسمانی اور روحانی خلافت کہنا اور اس پر دلیل برطبق دست

خود و دہان خود اپنی ہی کتاب مجموعہ اباطیل وخزعیل براہین کے ایک الہام (احتلام الشیطان) کو پیش کرنا اسی کادیانی کا کام ہے (جس پر کوئی صاحب شرم وحیا جرأت نہیں کرسکتا اور اپنے منہ سے خود میاں مٹھو بنتا ہے اور پھر اس کا الزام واتہام حضرت سلطان المعظم پر رکھنا۔ اس سے کوئی نہیں پوچھتا کہ حضرت سلطان المعظم نے اپنی زبان مبارک سے کہاں دعویٰ خلافت کیا ہے۔ ان کو تو ۲۶ کروڑ مسلمانوں نے مذہبی خلیفہ تسلیم کیا اور تو اپنے ہی منہ سے میاں مٹھو وخلیفۃ اللہ بنتا ہے اور اس پر اپنے ہی ایک گوزشتر مندرجہ براہین احمدیہ کی سند لاتا ہے اور پھر اس الزام سے شرم نہیں کرتا۔

کادیانی کی اس توہین کو اس کے اشتہاروں میں دیکھ کر مسلمانوں کا پتہ پھٹنے لگا ہے اور ان کی آنکھوں میں خون بھرآتا ہے۔ پھر اس کے اشتہار ۲۵؍جون ۱۸۹۷ء میں اس کا یہ دعویٰ کہ ''میں نے سلطان روم کی توہین نہیں کی۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۲ص۴۳۱) پڑھ کر اور انجمن حمایت اسلام کے جلسہ ۲۷؍جون ۱۸۹۷ء میں اس کے ایک نائب وکیل میاں کریم بخش سابق ٹیچر سیالکوٹ سکول کا (جو زمانہ نبوت کادیانی سے مولوی عبدالکریم صاحب کہلاتا ہے) برملا یہ دعویٰ کہ حضرت اقدس (اکذب) مرزا صاحب نے سلطان المعظم کی توہین میں کوئی فقرہ یا لفظ نہیں کہا۔ جو مدعی ہو وہ ایک فقرہ یا لفظ ان کے اشتہار میں دکھادے۔ سن کر تعجب پر تعجب پیدا ہوتا اور غیظ پر غیظ بڑھتا ہے اور مصرع:

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

یاد آتا ہے اور ان دروغ گوئیوں کے دعویٰ انکار کے معنی بجز اس کے کچھ سمجھ میں نہیں آتے کہ جس قدر توہین حضرت سلطان المعظم کی انہوں نے کی یہ تھوڑی ہے اور کچھ بھی نہیں ہے اور جس قدر آپ کے دل میں ہے یہ اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہے جو کمال تعجب وافسوس کا محل ہے۔

انجمن حمایت اسلام کے کارکن ممبر جو مرزائی نہیں (کیونکہ مرزائی ممبر کسی افسوس کا محل نہیں وہ جس قدر توہین حضرت سلطان المعظم یا اور اکابر اسلام کے انجمن کے مکان میں یا انجمن کے جلسوں میں کرتے اس میں وہ اپنا فرض منصبی ادا کرتے ہیں) یہی افسوس وشکایت کے محل ہیں کہ اوّلاً انہوں نے کادیانی کے نائب کریم بخش سیالکوٹی کو کادیانی کی تقریر پڑھنے کے لئے انجمن کے ہال میں جگہ کیوں دی اور اگر انہوں نے عنوان تقریر سے کہ اس میں ایک

عیسائی کے سوالات کا جواب دینا مقصود ظاہر کیا تھا، دھوکہ کھایا تھا۔تو پھر عین اس مجلس میں جبکہ کریم بخش نے توہین کے ارتکاب سے انکار کیا تھا۔ان فقرات کو جو ہم نے اس مضمون میں نقل کئے ہیں، کیوں نہ پڑھ کر سنا دیا۔کیا اس وقت اس جلسہ میں کوئی کارکن ممبر انجمن موجود نہ تھا جو لکھا پڑھا ہو اور اس نے ان فقرات اشتہار ۲۴رمئی ۱۸۹۷ء و ۷رجون ۱۸۹۷ء کو دیکھا ہو۔کیوں نہیں؟ ہوگا اور ضرور ہوگا ایک نہیں کئی حضرات ہوں گے۔پھر وہ کچھ نہ بولے اور نائب دجال کادیانی اپنا کام کر کے چل دیئے۔تو وہ ممبران کیونکہ محل افسوس وشکایت نہ ہوں۔

امید ہے انجمن ہماری اس شکایت کا ازالہ اور اس نقصان کا جبر وکفارہ عمل میں لائے گی اور آئندہ کسی مرزائی کو انجمن کے مکان میں ایسی تقریر کرنے کا موقعہ نہ دیں گے جس میں وہ اسلام یا مسلمانوں کی توہین یا دل آزاری کر سکیں۔اس سے مسٹر حفیظ سالم صاحب لاہوری کی واجبی شکایت کا بھی ازالہ ہو جائے گا۔جس کو انہوں نے پرچہ ۱۰رجولائی ۱۸۹۷ء میں ملاّ صاحب کے اخبار ''جعفر زٹلی لاہور'' میں پیش کیا ہے۔

اس بیان کو پڑھ کر اور یہ حالات ومقالات کادیانی سن کر ناظرین یقین کریں گے کہ کادیانی کے دل میں سلطنت ترکی کی سخت عداوت ہے اور اسی وجہ سے اس نے حضرت سلطان المعظم اور ان کی سلطنت کی سخت توہین کی ہے، جس کے سبب وہ واقعی دشمن اسلام کہلانے کا مستحق ہے۔اس طعن وتوہین کے جواب میں جو کچھ ہم نے ان بریکٹ (خطوط وحدانی میں) کہا ہے اس سے بڑھ کر اسلامی اخباروں نے کہا اور حضرت سلطان المعظم کی طرف سے کافی ڈیفنڈ کیا (جواب دیا ہے) اس مقام میں ان اخبارات کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے۔

## سراج الاخبار جہلم مطبوعہ ۲۱رجون ۱۸۹۷ء میں ہے:

مرزا کادیانی کے جھوٹے دعاوی اور انبیاء علیہم السلام کی نسبت اہانت آمیز تحریریں اگرچہ وقتاً فوقتاً مدت سے سچے مسلمانوں کی نہایت دل آزاری کا باعث ہو رہی تھیں۔مگر اب جو اس نے ۲۴رمئی ۱۸۹۷ء (مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۴۱۴) کو اپنے اس اشتہار میں جس کو (حسین کامی سفیر سلطان روم کے) عنوان سے شائع کیا ہے اور اس میں خواہ مخواہ خلیفۃ المؤمنین حضرت سلطان المعظم روم خلد اللہ ملکہ اور ان کی سلطنت پر بے جا حملہ کر کے نہایت بے ادبی استعمال کی ہے۔

اس سے ہندوستان کے ہر طبقہ کے مسلمانوں کونہایت درجہ کا صرف رنج ہی نہیں ہوا۔ بلکہ صریحاً ثابت ہوگیا ہے کہ یہ شخص نہ صرف ان علمائے کرام اور فضلائے عظام کا ہی دشمن ہے کہ جواس کے دعاوی باطلہ اور اقاویل کاذبہ کے مخالف ہیں، بلکہ کل روئے زمین کے مسلمانوں اور سچے اسلام کا جانی دشمن ہے اور جس طرح یورپ میں ’’سنٹر گلیڈن سٹون سلطنت روم‘‘ اور اسلام کا دشمن ہے ویسے ہی ہندوستان میں یہ شخص اس کا مقلد ہوکر محض اس وجہ سے سلطنت مذکور کا بدخواہ بنا ہے کہ اس کے سفیر نے اپنے ذاتی مشاہدہ سے اس کے برخلاف کیوں رائے دی جو بعینہ ناظم الاخبار لاہور مطبوعہ ۱۵رمئی ۱۸۹۷ء میں درج ہوگئی۔

افسوس وہ خلیفۃ المؤمنین روئے زمین جو محافظ حرمین شریفین ہے حیف وہ اعلیٰ حضرت سلطان المعظم جس سے دنیا بھر کے مسلمانوں اور اسلام کو عزت وشوکت اور فخر حاصل ہے۔ اس کی نسبت یہ بے باک مقلد گلیڈ سٹونی کمال بے ادبی سے چھوٹا منہ بڑی بات۔ اس طرح پر تحریر کرے ’’کہ ترکی سلطنت آج کل تاریکی سے بھری ہوئی ہے اور وہی شامت اعمال بھگت رہی ہے اور ہرگز ممکن نہیں ہے کہ اس کے زیرسایہ رہ کر ہم کسی راستی کو پھیلاسکیں …… میں نے سفیر کو صاف کہہ دیا کہ سلطان کی سلطنت کی اچھی حالت نہیں ہے اور میں کشفی طریق سے اس کے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ انجام اچھا نہیں۔ میں نے کئی اشارات سے اس بات پر بھی زور دیا کہ رومی سلطنت خدا کے نزدیک کئی باتوں کی قصوروار ہے اور خدا کے سچے تقویٰ اور طہارت اورنوع انسان کی ہمدردی کو چاہتا ہے اور روم کی حالت موجودہ بربادی کو چاہتی ہے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات ج۲ص۴۱۵)

جن صاحبوں کو ابتداء سے اخبارات پڑھنے کا شوق ہے وہ اس اقتباس سے فوراً معلوم کر سکتے ہیں کہ ترکی سلطنت کی نسبت مرزاکادیانی کے فقرات متذکرہ بالا دراصل وہی فقرات ہیں جو اس سے پہلے یورپ کا بوڑھا مخبوط الحواس اور اس کے پیروکار بکا کرتے اور اپنے دلی بغض وکینہ سے جوان کو اسلام سے ہے، ترکی سلطنت اور وہاں کے مسلمانوں کو بدنام کیا کرتے تھے۔ جن کو اب روم ویونان میں ترکی سلطنت نے اپنے اعلیٰ درجہ کی شجاعت ولیاقت سے عملی طور پر صرف جھوٹا ہی ثابت نہیں کیا بلکہ مخالفین مذکور کا مارے خجالت وندامت کے ناطقہ بند کردیا ہے۔

عین جنگ کی حالت میں اپنی جان کے دشمنوں کو کھانا کھلانا، میدان جنگ میں دشمنوں کے مردوں کو اپنے پاس سے کفن دے کر عزت سے دفن کرنا، قیدیوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا، ان کے عیال واطفال اور مال کی حفاظت کرنا اور زخمی دشمنوں کا ہمدردی سے علاج کرنا ترکوں کی یہ ایسی ملکی صفات ہیں کہ جن کی اب وہی مخالفین اسلام شہادتیں دے رہے ہیں اور ترکوں کی تعریف سے رطب اللسان ہیں۔ اب غور کرنا چاہئے کہ ان اوصاف سے زیادہ اور کونسا سچا تقویٰ اور طہارت اور انسانی ہمدردی ہوسکتی ہے کہ جس سے ترک بزعم کادیانی عاری ہیں۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ ترکی سلطنت زنا، شراب، دغا، بداعتقادی اور کفر کی باتوں کی سخت دشمن ہے اور ان کے مرتکبین کے لئے اس نے سخت سخت سزائیں مطابق احکام الٰہی اور شرع محمدی مقرر کی ہوئی ہیں، کادیانی کے نزدیک اگر ترکی سلطنت صرف انہیں باتوں سے قصوروار ہے کہ وہ سزاؤں کے اجراء سے منہیات اور کفر وشرک کی کیوں روک ٹوک کرتے ہیں اور اس کے کفریہ بکواس کی جس کو اپنے زعم میں:

برعکس نہند نام زنگی کافور

راستی سمجھتا ہے، آزادی کیوں نہیں دیتی۔ تو یہ صریحاً احکام ربانی کی مخالفت اور معاذ اللہ شرع محمدی پر اعتراض کرنا ہے اور صد لعنت ہے اس شخص پر جو باوجود دعویٰ اسلام کے ایسا اعتقاد فاسد رکھے۔

کادیانی کے اس لکھنے سے کہ میں نے سفیر کو یہ بھی کہا کہ خدا نے یہی ارادہ کیا ہے کہ جو مسلمانوں میں سے مجھ سے علیحدہ رہے گا وہ کاٹا جاوے گا۔ بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ، ثابت ہوتا ہے کہ اس کا الہام کرنے والا خدا بھی صرف بے چارے مسلمانوں ہی کا دشمن اور ان کے خون کا پیاسا ہے اور جو لوگ اس کے پیارے رسول اور باقی اسلام کی وقتاً فوقتاً اپنی تحریروں وتقریروں میں ہتک اور بے عزتی کرتے رہتے ہیں۔ ان سے وہ صرف راضی اور خوش ہی نہیں ہے بلکہ اس دنیا میں بھی کادیانی اور اس کے گروہ کے ساتھ باقی رکھنے کے لئے انہیں لوگوں کو اس نے منتخب کیا ہے۔ مگر کادیانی صاحب کو خوب واضح رہے کہ عیسائی وہنود ایسے نادان نہیں ہیں، جو ان کی اس چاپلوسی پر غرّہ ہوکر ان کی طرف سے مطمئن ہوجائیں گے۔ الخ!‘‘

## اخبار چودھویں صدی مطبوعہ ۱۵رجون ۱۸۹۷ء:

میں کادیانی کے اشتہار ۲۴رمئی ۱۸۹۷ء کے جواب میں بڑا بسیط مضمون سات صفحہ کلاں تقطیع کا لکھا ہے، ہم اس مقام میں اس کا انتخاب کرتے ہیں، اس کے پانچویں صفحہ میں کہا ہے: ''مرزا صاحب کی نسبت معلوم نہیں کن وجوہات سے گورنمنٹ یا اس کے بعض حکام کو کچھ بدگمانی پیدا ہوگئی ہے یہ بات عموماً بیان کی جاتی ہے اور اس امر سے سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور نے اسی بناء پر ایک دو دفعہ مرزا صاحب کی مخالفت کی اور گورنمنٹ کو کہا کہ ان سے ہوشیار رہنا چاہئے تائید ہوتی ہے۔ ہم نے سول کی اس بے بنیاد بدظنی کی مخالفت کی تھی اور لکھا تھا کہ مرزا صاحب پر کوئی ایسا اشتباہ کرنا نہایت سخت غلطی ہے۔ مگر بایں ہمہ مرزا صاحب کو یہ امر سب سے زیادہ معلوم ہوگا کہ وہ کسی قدر مشکوک خیال کیے جاتے ہیں اور مرزا صاحب اکثر اس شک کے رفع کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔

چنانچہ حال ہی میں انہوں نے ایک رسالہ ۳۲ صفحہ کا ''تحفہ قیصریہ'' کے نام سے چھاپا ہے جس میں انگریزی گورنمنٹ کی برکتوں میں جو ہندوستان کو حاصل ہوئی ہیں، ایک یہ سب بے بڑی برکت بیان کی ہے کہ ہندوستان مفلس ہوگیا ہے اور یہ ہندوستان کی روحانی اصلاح کے واسطے نہایت ضروری تھا۔ اسی طرح ملکہ معظّمہ دام اقبالہا کے حضور میں اپنے آپ کو حضرت مسیح کا ایلچی بنا کر پیش کیا ہے اور اس رسالہ میں جواب انگریزی میں ترجمہ کر کے شائع کئے جانے والا ہے۔

اور گو یہ تمام ایک فضول اور بے فائدہ امر ہے، لیکن مرزا صاحب نے اپنی طرف سے صفائی پیش کرنے کی کوشش اچھی طرح کر لی ہے۔ اب سفیر کی ملاقات کے معاملہ میں مرزا صاحب کو ایک ایسی ہی مشکل پھر پیش آ گئی ہے۔ جس کا ان کو پہلے سے کچھ خیال نہیں تھا اور نہیں ہوسکتا تھا۔ سفیر مذکور لاہور میں رہے اور وہاں مسلمانوں نے اس قدر دھوم دھام اور شان وشوکت سے ان کا استقبال اور مہمان داری کی کہ اس کی نظریں بہت کم موجود ہوں گی۔ اسی طرح امرتسر میں ان کی خاطر تواضع ہوئی۔ مگر اس عرصہ میں لاہور یا امرتسر کے مسلمانوں کی نسبت کوئی خیال کسی قسم کا پیدا نہیں ہوا۔

لیکن جس روز سفیر نے قادیان میں قدم رکھا، اسی روز اخبار پاؤنیر اور سول اینڈ

ملٹری گزٹ نے جو نیم سرکاری اخبارات ہیں۔ یہ فقرہ چھاپ دیا کہ سفیر قادیان گیا ہے اور یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک خفیہ رپورٹ تیار کر رہا ہے۔ سفیر کی نسبت یہ فقرہ اس بدگمانی نے کہلوایا جو کم سے کم بعض انگریزوں کو مرزاصاحب کی نسبت ہے اور غیر متوقعہ ریمارک سے وہ زخم جس کا مرزاصاحب اندمال کرنے کی کوشش کر رہے تھے، پھر تازہ ہوگیا اور مرزاصاحب کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ لوگ کہتے ہیں کہ مرزاصاحب کے مریدوں نے مرزاصاحب کے ایماء سے یا بغیر ان کے اشارہ کے سفیر کو قادیان جانے کے اس واسطے ترغیب دی تھی تاکہ مرزاصاحب کی کوئی وہ پیشین گوئی جس میں لکھا ہے کہ ان کے دروازہ پر سلاطین کے سفیر حاضر ہوں گے، پوری ہو جائے۔

مگر جب نماز چھوڑانے کی کوشش میں روزے گلے پڑ گئے تو مرزاصاحب نے اپنی اس پیشین گوئی کے پورا ہونے کو فی الحال ملتوی کر دینا اور اس الزام سے اپنی بریت کرنا مقدم خیال کیا۔ جو ان دو انگریزی اخباروں نے ان پر جڑ دیا تھا اور یہ اشتہار جس میں سلطان المعظم کو ناحق طور پر برا بھلا کہا گیا ہے اور انگریزی سلطنت کی بلاضرورت اور بے موقع تعریف کی گئی ہے، ان واقعات کا نتیجہ ہے۔ لوگوں کو بلاشبہ الہام نہیں ہوتا ہے اور وہ صرف مرزاصاحب کا حصہ ہے۔ لیکن جن لوگوں نے یہ واقعات سنے ہیں، ان سے یہی استدلال کیا ہے اور یہی نتیجہ نکلا ہے۔ اس سے زیادہ علم خدا کو ہے یا مرزاصاحب کو ہوگا۔ جو فرماتے ہیں کہ خدا ان سے ہم کلام ہوتا ہے اور وہ سب باتیں ان کو بتا دیتا ہے جو صدیوں پہلے ان لوگوں کو بھی معلوم نہیں اور انہوں نے کہہ دی تھیں۔ جو اس خاص الہام اور ہمکلامی کے مدعی تھے۔''

اور پھر اس کے (ص۶) میں کہا ہے، مرزاصاحب فرماتے ہیں کہ:''میں نے یہ بھی اس (سفیر) کو کہا کہ خدا نے یہی ارادہ کیا ہے کہ جو مسلمانوں میں سے مجھ سے علیحدہ رہے گا، وہ کاٹا جائے گا، بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ تمام باتیں تیر کی طرح اس کو لگتی تھیں اور میں اپنی طرف سے نہیں، بلکہ جو کچھ خدا نے الہام کے ذریعہ فرمایا تھا وہی کہا تھا۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۲،ص۴۱۶) اور ہم کو یقین ہے کہ مرزاصاحب کی یہ باتیں ہر ایک مسلمان کے دل میں تیر کی طرح لگیں گی۔ جو اس نام اور اس نام سے پکارے جانے والوں کے ساتھ ایک ذرہ بھر بھی محبت اور ہمدردی رکھتا ہو اور مرزاصاحب کے اس الہام کو ایک مجنون اور مخبوط الحواس شخص کے ہذیان سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں سمجھا جائے گا۔

مرزا صاحب کو الہام کرنے والے خدا کو صرف مسلمانوں سے دشمنی ہے اور وہ مسلمانوں ہی کے خون کا پیاسا ہے۔ تمام دنیا کے کفار پر اس کو کوئی غصہ نہیں آتا ہے۔ صرف دنیا کے چالیس یا پچاس کروڑ مسلمان مرزا صاحب اور ان کی مبارک جماعت کے واسطے قربانی پر چڑہائے جانے والے ہیں اور دنیا میں مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے ساتھ باقی رکھنے کے واسطے دنیا کے کفار ہی منتخب کئے گئے ہیں۔ مگر ان کفار کو بھی اپنی خوش قسمتی پر بہت نازاں نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر مرزا صاحب کو پھر غصہ آگیا تو ان کو بھی کٹوا ڈالیں گے اور دنیا کے واسطے اپنے وجود باجود اور اپنے اشرف واعلیٰ جماعت کو کافی سمجھیں گے‘‘۔

(ناقل کہتا ہے کہ صاحب اخبار چودہویں صدی کادیانی کا وہ فقرہ جو ہم نے (ص۱۵۲) میں اس کی کتاب آئینہ کمالات سے کوٹ (نقل) کیا ہے۔ توجہ سے ملاحظہ فرمائیں گے تو یقین کریں گے اور ایمان لائیں گے کہ وہ غصہ آئے گا کب، وہ آیا ہوا ہے، مگر دبا ہوا ہے۔ اس کے اظہار واستعمال کے لئے صرف حصول جمعیت وشوکت کی دیر وکسر ہے اور پھر وہ اپنے اس خیال کو کہ کادیانی کی نسبت بغاوت کا خیال بے بنیادی بدظنی ہے بدل دیں گے)

پھر اس پرچہ کے (ص۷،۸) میں کہا ہے: ’’امیر المومنین حضرت سلطان المعظم غازی عبدالحمید خان خلد اللہ ملکہ کی نسبت جب تک مسٹر گلیڈ ن سٹون اور کپتان میکال اور ان کے چیلوں جیسے درندے دشمن اسلام اور مسلمانوں کے خون کے پیاسے موجود تھے۔ مرزا صاحب کو کوئی پیش گوئی کرنے کی تکلیف فرمانے کی ضرورت نہیں تھی، مرزا صاحب نے تحفہ قیصریہ میں اس امر کی اچھی طرح سے تشریح فرمادی ہے کہ حضرت مسیح کی روح نے ان میں حلول کیا ہے اور حضرت مسیح پرت اوّل اور یہ ان کے مثنیٰ ہیں۔ پس جب تک پرت اول کی امت میں مسلمانوں کے ایسے خونخوار دشمن موجود ہیں جیسے گلیڈ ن سٹون اور کپتان میکال اور ان کی بے شمار امت ہے اور وہ اپنے فرض اور کام کو اچھی طرح سے پورا کر رہے ہیں۔ تو جناب مثنیٰ صاحب کو جب کہ وہ سوائے چند الفاظ بد کہنے کے اور کچھ نہیں کر سکتے ہیں۔ اس تکلیف کے کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ خصوصاً اس حال میں جب کہ ان کا الہام اصلی نہیں تھا۔ بلکہ سیکنڈ ہینڈ اور براہ راست ترکی نہیں آیا تھا۔ بلکہ گلیڈ ن سٹون اور میکال اور ایسے ہی بدگوئیوں کے دماغ اور زبان کی وساطت اور ذریعہ سے حضرت مثنیٰ کے مغز شریف پر نازل ہوا تھا۔

ترکی کے حالات واقعی اور اصلی کو وہ اس لاش سے زیادہ نہیں جانتے جو ایک دو صدیاں پہلے زمین کے نیچے دفن کردی گئی ہو۔

دولت عثمانیہ کی نسبت جو لوگ ایک عام اور سرسری واقفیت بھی رکھتے ہیں۔ وہ اس کو بخوبی جانتے ہیں کہ یورپ میں صدیوں تک ترکوں کی فتح وظفر کی موجیں اٹھتی رہی ہیں۔ بارہا تمام یورپ نے متفق ہوکر ان کا مقابلہ کیا۔ مگر اس سیلاب کو نہ روک سکے۔ آخر کار صرف مسلمان سلاطین کی باہمی خانہ جنگیوں اور ترکی فتوحات کی موج افریقہ کی طرف پھر جانے سے یورپ کو نجات مل گئی۔

اس زمانہ میں یورپ نے جدید علوم وفنون جنگ اور ایک قسم کی اسلحہ میں ترقی کی اور ترکوں نے ان ترقیات کو اختیار کرنے کی پرواہ نہیں کی اور یہی امر سلطنت ترکی کے ضعف کا باعث ہوگیا۔ روس، انگلستان اور فرانس تینوں نے متفق ہوکر سمندر میں ترکوں پر غلبہ حاصل کیا۔ اس کے بعد بھی ترکوں نے اپنی وہ کمی جو جدید سامان جنگ کے مقابلہ میں تھی، پوری کرنے کی کوشش نہیں کی اور جب کوشش کی گئی تو ایک نقصان عظیم اٹھانا پڑا۔ یعنی فوج ینگ چری کو نیست ونابود کرکے کامیابی ہوئی اور اس سے اس وقت موجودہ کے واسطے اور کمزوری ہوئی اور اس کے بعد سلاطین کی ذاتی کمزوری سے سلطنت کا حال اور بھی خراب ہوگیا۔

گو ترکوں کی شجاعت اور بہادری کو کوئی چیز کم نہیں کرسکتی تھی۔ جنگ روم وروس میں صرف بعض ترکی افسروں کی نالائقی سے ترکی کو نقصان اٹھانا پڑا۔ مگر اس تمام تاریکی میں جو ترکی کی سلطنت پر چھاگئی تھی۔ خداوند کریم نے ایک روشن اور درخشاں آفتاب کو پیدا کردیا۔ وہ آفتاب سلطان عبدالحمید خان غازی خلّد اللہ ملکہٗ تھے۔ اس جواں مرد، جواں ہمت، ثابت قدم اور مستقل مزاج سلطان نے اپنے ملک کی ضروریات کو کماحقہ سمجھ لیا اور ایسی سرگرمی اور جوش اور استقلال کے ساتھ ان کے مہیا کرنے میں مصروف ہوا کہ اپنی ذات کے واسطے اس نے آرام اور آسائش کو حرام کرلیا۔

چار معزز عیسائی شخصوں نے جن میں دو سفیر انگریزی اور دو سفیران امریکہ ہیں، اپنے اپنے تجربوں سے یہ شہادت دی ہے کہ سلطان عبدالحمید خان اپنے تمام ہم عصر سلاطین میں سے سب سے بزرگ شاہنشاہ ہے۔ (دیکھو انگلینڈ اینڈ یوئین مؤرخہ ۱۵رمئی ۱۸۹۷ء) لارڈ ڈفرن نے اپنے تجربات زمانہ سفارت کے بعد یہ بیان کیا کہ سلطان عبدالحمید خان اپنی جفا

کشی، نفس کشی، شاقہ محنت کی برداشت اور اپنے ملک اور قوم کی اصلاح کی کوششوں میں تمام سلاطین عثمانیہ سے سب سے بزرگ مرتبہ رکھتا ہے۔ (یہ مضمون لمبا ہے اور ہم اس کا آئندہ پرچہ میں پورا ترجمہ چھاپ دیں گے)

اس قسم کی ہزارہا شہادتیں اس بزرگ شخص کی تعریف میں موجود ہیں۔ جو اس کی مسلمان رعایا نے نہیں، بلکہ غیر ممالک عیسائیوں نے اپنے اپنے تجربات سے دی ہیں اور صرف چند الفاظ نہیں بلکہ اس کے حالات پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔

سلطان المعظم کے ان اوصاف حمیدہ اور ان بزرگ کوششوں کا نتیجہ تمام دنیا نے دیکھ لیا ہے۔ ایک شخص کام کرنے والا اور جو نتائج اس کے کام نے پیدا کئے ہیں۔ اس کی نظیر دنیا کے تاریخ کے صفحوں میں بہت کم ملے گی۔ سب سے پہلے اور بڑی کوشش تعلیم اور ہر ایک قسم کے علوم وفنون کی اشاعت کے واسطے کی گئی اور ہر ایک قسم کی جدید اور قدیم تعلیم نے اس قدر حیرت انگیز طور پر ترقی کی ہے کہ اس کو سن کر دولت عثمانیہ کے دشمنوں کے دل پھٹ جانے چاہئے۔ اعلیٰ تعلیم کے واسطے صرف قسطنطیہ میں آج سے پانچ سال پہلے ہر ایک قسم کے علوم وفنون کی تعلیم کے بارہ (۱۲) کالج موجود تھے اور اس کے بعد جتنے اور جدید دارالعلوم جدید تعلیم کے قائم ہونے کی خبریں سنی ہیں، وہ سب ملا کر بیس تک پہنچ گئے ہوں گے۔

یہ دارالعلوم یورپ کے کسی ملک کے کالجوں اور یونیورسٹیوں سے کسی امر میں کم نہیں ہیں۔ ابتدائی اور درمیانی تعلیم کے مدرسوں کا تو اندازہ کرنا مشکل ہے۔ ہر ایک گاؤں اور قصبہ تک میں مدرسے قائم ہو چکے ہیں اور تعلیم کا خرچ سالانہ تین کروڑ روپیہ سے بھی زائد ہوگیا ہے۔ اس کے علاوہ عربوں کی تعلیم کے واسطے ایک عظیم الشان کالج عرصہ سے کھلا ہوا ہے اور جس اہتمام سے عربوں کو تعلیم دی جارہی ہے۔ اس کی کوئی نظیر عرب کی گزشتہ تاریخ میں موجود نہیں ہے۔ قدیم تعلیم کا اہتمام اس کے علاوہ ہے اور یہ تمام سلطان حال کی کوششوں اور علمی ترقی کے شوق کا نتیجہ ہے۔

آج کل اخبارات میں مشتہر ہوا کہ حضرت سلطان نے تہسلی میں جو تازہ مفتوحہ صوبہ ہے۔ مدارس کھول دیئے جانے کا حکم دے دیا ہے۔ ہر ایک قسم کے علوم وفنون اور جنگی اور بحری اور عام اعلیٰ وادنیٰ تعلیم کے ساتھ ساتھ جس دوسری چیز کا حضرت سلطان کو فکر رہا ہے اور جس کام کو وہ ویسی ہی سرگرمی سے کرتے رہے ہیں وہ ترکی فوج کو جدید اصول جنگ کے

مطابق تربیت اور مسلح کرنا تھا۔ اس امر میں جو اس اپنی قوم کی عزت اور آبرو کے عاشق اور شیدا سلطان کو کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اس کو تمام دنیا نے تسلیم کرلیا ہے۔ دس لاکھ سپاہی تربیت یافتہ اور جدید اسلحہ سے مسلح ترکی نے تیار کردیا ہے۔ جس میں ترکوں کے علاوہ عربوں، کردوں، چرکوں کی ایک بڑی تعداد بھی داخل کرلی گئی ہے اور ان کی تربیت کو تمام یورپ کی طاقتوں نے صرف تسلیم ہی نہیں، بلکہ اپنے سپاہیوں کے اخلاق اور تربیت پر نظر ڈال کر شرمندہ ہوتے ہیں۔

ترکوں نے جو شجاعت، برداشت، حسن اخلاق اور نیکی اور احسان اور فیاضی مغلوب دشمن کے ساتھ ظاہر کیا ہے اس کی بھی کوئی نظیر کسی لمبی چوڑی تہذیب کی مدعی قوم نے ظاہر نہیں کی۔

ہم کو اپنی سرحد کے تازہ واقعات کے حالات معلوم ہیں کہ مسلمانوں کی لاشیں اور داڑھیاں جلائی جاتی تھیں، ان کی بے پناہ عورتوں کو بے آبرو کیا جاتا تھا اور ایسے ایسے ظلم کئے جاتے تھے، جن کو سن کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ غرض دولت علیا عثمانیہ کی نسبت جہاں تمام یا اکثر یورپ کی طاقتوں کو اس کی تازہ جنگی زندگی پر سخت تعجب اور حیرت ہوئی ہے۔ وہاں اس امر کو بالاتفاق تسلیم کرلیا گیا کہ ترکی نے اپنی عزت اور رتبہ پھر دنیا کی سب سے بڑی سلطنتوں کے برابر قائم کرلیا ہے اور یورپ کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت تنہا اور بعض صورتوں میں دو اور تین بھی ترکی کا بال بیکا نہیں کرسکتی۔ ایک عیسائی سلطنت نے چند روز ہوئے ہیں کہ ایک دوسری سلطنت کو اس پر آمادہ کیا کہ دردانیال میں سے گزر کر سلطان کو پکڑ لیا جائے۔ لیکن اب ان کو معلوم ہوگیا ہے کہ یہ کوشش صرف ان کی اپنی تباہی کا باعث ہوتی۔

کیونکہ دردانیال کے تمام قلعوں کے سلسلہ پر اندر اور باہر کی طرف دس بارہ ہزار توپیں چڑھی ہوئی ہیں جو وہاں سے گزرنے کی کوشش کرنے والے کے واسطے کافی ہیں۔ کیونکہ وہ توپیں زنگ خوردہ نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے ہمرنگ ہیں، جنہوں نے ایک لاکھ یونانیوں کو ایک ہفتہ میں ان کے گھر پہنچادیا ہے۔

ترکی کی یہ حیرت انگیز اور عظیم الشان ترقی اور یہ تازہ زندگی صرف عبدالحمید خان خلداللہ ملکہ کی سرتوڑ اور ان تھک کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اس بزرگ کی تمام عمر اسی فکر اور غم اور اندیشہ میں گزر گئی ہے۔ ایک مسلمان کا اس وقت دل بھر آتا ہے جب وہ سلطان کی نسبت سنتا

ہے کہ اس کے زرد چہرہ پر غم اور اندیشہ کے آثار ہر وقت پائے جاتے ہیں۔ یہ غم اور اندیشہ صرف اس کھوئی ہوئی عزت اور آبرو کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوششوں کا ہے۔ یہ غم اور اندیشہ اپنے ملک اور قوم اور اسلام کی عزت اور آبرو کو پھر دنیا میں قائم کرنے کا ہے۔ یہ غم اور اندیشہ اسلام کے قدیم اور تاریخی دشمن عیسائیوں سے اسلام اور مسلمانی کو بچا لینے کا ہے، اس کے سوا کسی اور چیز کا نہیں ہے۔

ترکوں کی قوم ہمیشہ اپنی شجاعت اور حسن اخلاق کے واسطے مشہور ہیں۔ لیکن سلطان المعظم کے اخلاق حمیدہ، نیکی، فیاضی اور جب قوم کے خیالات کے نمونہ نے تمام قوم کو ان اوصاف میں دنیا کے سامنے ایک نمونہ بنا دیا ہے۔ حضرت سلطان المعظم بذات خود جس قدر نیکی اور فیاضی اور احسان کے کام کرتے ہیں وہ اپنا نظیر ہی نہیں رکھتے۔ اس قدر یتیموں اور بیواؤں اور عاجزوں اور درماندوں، غریب الوطن مسافروں اور حاجیوں کی خدمت اپنی جیب خاص سے کرتے ہیں کہ اس کا شمار نہیں ہوسکتا۔

اور یہی احسانات عیسائی رعایا کے ساتھ مرعی رکھے جاتے ہیں۔ یورپ کے مما لک سے جتنی دفعہ مظلوم یہودی، عیسائیوں کی شائستگی اور ہمدردی نوع انسانی کے ثبوت میں بے خانماں اور خانہ ویران کر کے ان کے بال بچوں کے ساتھ نکال دیئے گئے۔ سلطان عبدالحمید خان سے بڑھ کر کس سلطان اور کس شخص نے ان کو پناہ، ملک زمین اور اور گھر رہنے کے واسطے دیئے ہیں لکھوکھا مسلمان ہر سال عیسائی سلطنتوں اور ریاستوں کے ظلم سے اپنے گھر بار اور املاک چھوڑ کر آوارہ اور مصیبت زدہ نکل آتے ہیں۔ ان کو کون پھر گھر اور جائیدادیں، زمینیں اور آرام اور پناہ دیتا ہے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ترکی کی ان کو اچھی حالت نہیں نظر آتی۔ انجام اچھا نہیں نظر آتا۔ وہ خدا کے نزدیک کئی باتوں کی قصوروار ہے۔ تقویٰ اور طہارت اور نوع انسان کی ہمدردی اس میں نہیں ہے۔ اس واسطے وہ برباد ہونے والی ہے، یہ تمام مہمل جملے اس قسم کے ہیں جو ایک ہوشیار جاہل اور چالاک ناواقف شخص کی زبان سے نکلتے ہیں، جو صاف طور پر کہنے کی جرأت نہیں کرتا۔ زیادہ سے زیادہ ان سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ ظالم عیسائیوں نے جو پچھلے دنوں میں آرمینیا کے فساد میں سلطان اور ترکوں پر جھوٹے اور بے اصل الزام لگائے تھے اور جن کی خود عیسائیوں کی ایک تحقیقات کرنے والی جماعت نے تکذیب اور تردید کی

تھی۔ان کی طرف اشارہ ہے۔

مگران حالات کی تحقیق کے بعد صرف ایک کینن میکال اور گلیڈ سٹون کا چیلہ ہے (یعنی مثلاً کا دیانی) جس کو اپنی عمیق خونی سازش میں ناکامی ہوئی تھی، پھران جھوٹے الزامات کا نام لے سکتا ہے، انصاف کرنا چاہئے کہ سلطان اور ترکوں کو اپنی رعایا آرمینیا سے بہت دشمنی تھی اوران کی جان کے دشمن تھے، لیکن یونانی عیسائی جو فوجیں لے کر چڑھ آئے تھے ان کو فتح کرنے کے بعد انہیں ظالم اور بے رحم ترکوں کو صرف رحم اوراحسان کرنا ہی آتا تھا اور ایک سال چھ مہینے میں ہی ان کی فطرت تبدیل ہوگئی تھی (کہ انہوں نے یونانیوں سے وہ سلوک کیا جس کے ودشمن بھی ثناخوان ہوئے)

اب رہی نوع انسان کی عام ہمدردی وہ معلوم نہیں ہمارے رسول جدید کی فہم اور رائے میں کیا چیز ہوتی ہے۔کیا وہی ہمدردی ہوتی ہے۔جوروس نے لکھوکھا مظلوم یہودیوں کی نسبت اور پولینڈ میں ظاہر کی تھی اور سائبریا میں ہمیشہ ظاہر کی جاتی ہے۔کیا وہی ہمدردی ہوتی ہے جوتمام عیسائی قومیں اور سلطنتیں افریقہ کے بے زبان نوع انسان کی نسبت ظاہر کررہے ہیں۔جن کو خشک گھاس کی طرح کاٹا جارہا ہے، جن کو سیخوں پر چڑھا کر بھونا جاتا ہے، جن کے خون سے تمام افریقہ کی زمین سرخ ہوگئی ہے۔کیا وہی ہمدردی ہوتی ہے، جو آرمینیا کے عیسائیوں کی جھوٹی سازشوں اور مفسدوں کے واسطے جوش میں آ گئی تھی۔لیکن اس ہمدردی کی پھوٹی ہوئی آنکھوں کے سامنے کریٹ میں بے بنیاد اور مظلوم مسلمانوں کو ذبح کر ڈالا۔ ہزارہا مسلمان عورتیں، بچے، بوڑھے گھروں میں پہاڑ کی غاروں میں بند کر کے جلا دیئے گئے اور لکھوکھا مسلمان اپنے گھروں سے بے گھر خانہ ویران اور سرگردان جنگلوں اور پہاڑوں میں ٹکراتے اور مصیبت اور فاقوں سے جان دیتے پھر رہے ہیں۔

اس نوع انسان کی ہمدردی کی مثالیں خود ہمارے ملک کی زمین سے لوگ کافی جمع کردیں گے۔عیسائیوں کی نوع انسان کی ہمدردی ایک جھوٹا فقرہ اور جھوٹا جملہ ہے۔جوان کی زبان سے نکلتا ہے۔ ہر ایک کو صرف اپنے مدعا اور اپنی غرض سے ہمدردی ہے اور بڑے پیمانہ میں سوائے عیسائیت کے تمام دنیا کو غارت کردینے سے روس سے جب ستم رسیدہ یہودی نکالے گئے تھے، پولینڈ اور سائبریا کے قصے تمام جہان میں مشتہر کئے گئے،تو کون سی عیسائی طاقتیں ان کی ہمدردی کے واسطے کھڑی ہوئی تھیں یا کس نے اس کوٹو کا بھی تھا۔

آج افریقہ میں ایک دوسرے کے مظالم کو مشتہر کرنے سے بڑھ کر کیا کیا جاتا ہے، ہم کو کوئی ایک واقعہ اس قسم کا بتا دیا جائے کہ عیسائی سلطنتوں اور عیسائیوں نے کسی قسم اور فرقہ کے جو عیسائی نہیں تھا، خود مختارانہ اور بے غرضانہ ہمدردی کی ہو۔ گزشتہ ہزار برس میں ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ جس قدر خونریزی عیسائیوں نے کی اور کرائی ہے، اس کا ایک ہزارواں، لاکھواں حصہ بھی مسلمانوں نے نہیں کی اور نہیں کرائی۔ پس عیسائیوں کی قوم اور عیسائی طاقتوں کی یہ انسانی ہمدردی ہے، جس کی وجہ سے ہمارے رسول جدید کے الہام کی رو سے ان کو کوئی آنچ نہیں آنے والی ہے۔ تمام عیسائی دنیا میں بے خلش رہ جانے والے ہیں، لیکن مسلمانوں کی ایک ہی بزرگ سلطنت اس ہمدردی کے نہ ہونے سبب سے برباد ہو جانے والی ہے۔

ہم دعویٰ کرتے ہیں اور اس دعویٰ کو ہر ایک شخص کے سامنے ثابت کر دینے کو تیار ہیں کہ جس قدر نیکی اور فیاضی اور احسان اور غربا پروری اور محتاجوں کی خدمت اور یتیموں اور بیواؤں کی پرورش اور دریا دلی اور مظلوموں سے رحم اور ہمدردی سلطان عبدالحمید خان نے اپنی ذات سے کی ہے۔ اس کے مقابلہ میں ان کے ہم عصر سلاطین میں کسی شخص نے اس کا عشر عشیر بھی نہیں کیا ہے۔ حضرت ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند کی ذات ستودہ صفات کی جس قدر تعریفیں بلحاظ اس اقبال مندی اور فتوحات ملکی اور امن وآسائش کے جو ان کی رعایا کو نصیب ہوئیں، کی جائیں وہ بہت کم ہیں۔ لیکن ہر ایک شخص جانتا ہے کہ انگلستان اور ہندوستان کی رعایا سے کوئی نیکی، بدی کرنے کا ان کو براہ راست اختیار اور موقع نہیں ہے۔ اگر حضور ممدوحہ کی نیک نیتی کی تھیوری میں مرزا صاحب نے تحفہ قیصریہ میں کئی صفات لکھے ہیں تو ایک لفظ تو اس ایک دوسرے نیک نیت سلطان کے واسطے کہہ دیا ہوتا، مگر وہاں مقصود ہی کچھ اور ہے۔

ترکی سلطنت کی بربادی کا ایک باعث تقویٰ اور طہارت کی ضرورت مرزا صاحب نے بیان کی ہے۔ ان لفظوں کے بھی جو معنی فی بطن قائل ہوں، ان کا تو ہم کو علم نہیں ہے۔ لیکن مسلمان جس کو تقویٰ اور طہارت کہتے ہیں، وہ صرف اسی بزرگ اسلامی سلطنت میں پایا جانا چاہئے اور پایا جاتا سکتا ہے۔ کیا سوائے ترکی کے کسی سلطنت پر خداوند ذوالجلال وحدہٗ لاشریک کا نام مسجدوں میں اس کثرت سے لیا جاتا ہے۔ کیا کوئی سلطنت سوائے ترکی کے اس بزرگ نام اسلام کی حمایت اور حفاظت کرتی ہے، کیا اسلامی تقویٰ، اسلامی طہارت کسی عیسائی سلطنت میں پایا جاتا ہے اور پایا جا سکتا ہے کیا کسی اور سلطنت میں اس تقویٰ اور

طہارت کی تعلیم ہوتی ہے۔

کیا سوائے ترکی کے کوئی اور سلطنت حرمین الشریفین کی خادم اور محافظ ہے۔ کیا سوائے ترکی کے کوئی سلطنت شرفاءاور سادات مکہ کو لکھا کھہا روپیہ پرورش کے واسطے دیتی ہے کیا کسی اور سلطنت میں حضرت سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کے نام کی عزت اور ادب کو قائم رکھنے اور اس پاک نبی کے کام اور احکام اور مشن اور مدعا کی حمایت اور حفاظت کی جاتی ہے۔

پس غور کرنا چاہئے کہ یہ اسلامی سلطنت تو بربادی چاہتی ہے اور باقی دنیا کی کافر سلطنتیں آبادی اور سرسبزی چاہتی ہیں۔ اگر خدانخواستہ ترکی سلطنت کو کوئی نقصان کبھی پہنچ سکتا ہے تو تمام دنیا اور ایک عام سے عام آدمی بھی جانتا ہے کہ وہ اس وجہ سے نہیں ہوگا کہ وہاں تقویٰ وطہارت نہیں ہے۔ بلکہ اس سبب سے کہ عیسائی سلطنتیں صرف اس کے ایک مسلمان ہونے کی وجہ سے درپے ہیں۔ لیکن ان عیسائیوں میں دشمنوں کے ساتھ دوست بھی موجود ہیں اور خداوند کریم اس سلطنت کا حافظ ومددگار رہے، جس کا نام سب سے زیادہ پکارا جاتا ہے۔

اور پرچہ چودھویں صدی مطبوعہ ۸ جولائی ۱۸۹۷ء: کے (ص۵) میں لکھا ہے: ''جب مرزاصاحب اور ان کے تمام الہامات اور ان کی امت شامل ہوکر ترکی گورنمنٹ کے ارکان اور عمایداور وزرا کے عیوب تفصیلاً ہم کو بتائیں گے، ان میں تقویٰ اور طہارت کی کمی کو ثابت کردیں گے۔ اس وقت معلوم ہوجائے گا کہ یہ سب کچھ مرزاصاحب کے اپنے نور فراست اور الہام سے کہا گیا تھا یا مسٹر گلیڈسٹون اور کپتان میکال کی نور فراست اور الہام بیان بھی کام کررہے تھے۔ اگر مرزاصاحب اپنے دعویٰ میں کامیاب نہ ہوئے، تو ان کی پردہ دری کامل درجہ تک پہنچ جائے گی اور پھر کسر باقی نہ رہے گی''۔

اور اس کے (ص۶) میں کہا ہے:

یہ نوع انسان کی ہمدردی ہے جو گلیڈسٹون نے مرزاصاحب کو سکھلائی ہے اور یہی ترکی میں نہیں ہے۔ حماقت تو یہی ہے کہ ایک عام شخص کے حال کے اچھا یا برا ہونے پر سلطنت روم کی قسمت کا فیصلہ کردیا گیا۔ مگر اب اس تماشہ کو دیکھئے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے سلطان کی ذاتیات سے کوئی بحث نہیں کی۔ اگر نہیں کی تو پھر کیا۔ کیا مسلمانوں کے ساتھ اس کی ذات کی وجہ سے محبت ہے یا اس کی سلطنت کی وجہ سے، اس کی ذات کی خیر منائی جاتی ہے یا اس کی سلطنت کی۔

اے نادان شخص مسلمانوں کو سلطان کی ذات سے اور سلطان سے صرف اس کی اسلامی سلطنت کی وجہ سے محبت ہے۔ اگر خدانخواستہ وہ سلطنت نہ رہے تو سلطان سے محبت کی کون سی وجہ باقی رہ جائے گی۔ سلطان کی ذات کو برا کہنے میں کچھ کسر باقی رہ جاتی ہے۔ جب اس کی سلطنت کی بربادی اور زوال منایا جائے۔ یہ تو وہ کیفت ہوگئی کہ ایک شخص کو کہا جائے کہ تیرے بچے مرجائیں۔ تیرا خانہ خراب ہوجائے اور پھر عذر یہ پیش کیا جائے کہ میں نے تیری ذات سے کوئی بحث نہیں کی، صرف تیرے بچوں اور گھر سے بحث کی ہے۔ اس ٹیڑھی اور نوایجاد منطق سے بریت نہیں ہوسکتی۔ مگر مرزاصاحب سے اس کے سوائے کسی چیز کی توقع کرنا ہی غلط ہے:

رہا ٹیڑھا مثال نیش کژ دم کبھی کج بحث کو سیدھا نہ پایا

ایسے ہی تو اسلامی اخباروں میں کادیانی کی خدمت گزاری ہوئی اور اسلامی دنیا میں دھوم مچ گئی کہ کادیانی نے حضرت سلطان المعظم کی بلاوجہ وناحق سخت توہین کی ہے۔ جس سے اس کے کئی پیرو اور اس پر حسن ظن رکھنے والے (جو اس اندرونی اور پورے ہمراز اور اس کے اصل مشن کے مشیر نہ تھے۔ بلکہ وہ صرف اصول ومسائل اسلام سے ناواقفی یا اس کی ملمعہ سازی سے اس کے دام محبت واعتقاد میں پھنسے ہوئے تھے) چونک پڑے اور بدظن ہوگئے اور عام مجلسوں اور خاص دوستوں میں اپنے انحراف وبدگمانی کے مظہر ہوئے۔ ان کے اس مضمون کے کئی خط شملہ وبلوچستان وغیرہ سے ہم جیسے مخالفین کادیانی کے پاس آئے ہوئے موجود ہیں تو ضرور ہے کہ خود اس کے پاس بھی پہنچے ہوں گے اور ایک کادیانی کے چھپی حواری اور دلی معتقد نے تو ایک مجلس عام میں برملا اس کے حق میں یہ شعر پڑھ سنایا:

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنہ پاکان برد

ایک پیر مرد سیاح جو پاس بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے دوسرے مصرعہ کی یوں اصلاح کردینی چاہی کہ:

میلش اندر طعنہ سلطان برد

اور یہ پرچہ کادیانی کی نظر سے گزرا تب اس کی آنکھ کھلی اور دام افتادہ الوؤں اور کرایہ کے ٹٹوؤں کے لئے آٹے دال کی اور اپنے نفس نفیس وحرم شریف کے لئے گوشت پلاؤ اور سونے چاندی اور کستوری آمیز یاقوتیوں کی فکر پڑی کہ معتقد بگڑے تو پھر لنگر کہاں سے

چلے گا اور اپنی قوت قائم رکھنے کا مصالحہ کہاں سے آئے گا۔ یہ سوچ کر آپ نے ۲۵؍جون ۱۸۹۷ء کو ایک اشتہار (مجموعہ اشتہارات ج۲ص۴۳۱) جاری کیا، جس کے چند فقرات اس مقام میں نقل کئے جاتے ہیں۔

اس کے پہلے صفحہ میں ہے: ’’آج کل ہمارے مخالفوں کو گالیاں دینے کے لئے یہ نیا بہانہ ہاتھ آ گیا ہے کہ انہوں نے ہمارے ایک اشتہار کے الٹے معنی کر کے یہ مشہور کر دیا ہے کہ گویا ہم سلطان روم اور اس کی سلطنت اور دولت کے سخت مخالف ہیں اور اس کا زوال چاہتے ہیں اور انگریزوں کی حد سے زیادہ خوشامد کرتے ہیں اور انگریزی سلطنت کی دولت اور اقبال کے لئے دعائیں کر رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب اور ہندوستان کے اکثر حصوں میں بعض پر افتراء اشتہاروں اور اخباروں کے ذریعہ سے یہ خیال بہت پھیلایا گیا ہے اور عوام کو دھوکہ دینے کے لئے ہمارے اشتہار کی بعض عبارتیں محرّف اور مبدل کر کے لکھی گئی ہیں اور اس طرح پر بے وقوفوں کے دلوں کو جوش دلانے اور ابھارنے کے لئے کارروائی کی گئی ہے اور ہم اگرچہ جعل سازوں اور دروغ گوؤں کا منہ تو بند نہیں کر سکتے اور نہ ان کی بدزبانی اور گالیوں اور ڈوموں کی طرح تمسخر اور ٹھٹھے کا مقابلہ کر سکتے ہیں تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ظالمانہ بدزبانی کو خداتعالیٰ کی غیرت کے حوالہ کر کے ان کے اصل مدعا کو جو دھوکہ دہی ہے، نادانوں پر اثر ڈالنے سے روکا جائے۔ پس اسی غرض سے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے۔

ہر ایک مسلمان عقل مند، بھلا مانس، نیک فطرت جو اپنی شرافت سے سچی بات کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے، اس بات کو متوجہ ہو کر سنے کہ ہم کسی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کلمہ گو سے بھی کینہ نہیں رکھتے، چہ جائے کہ ایسے شخص سے کینہ ہو جس کے ظل حمایت میں کروڑہا اہل قبلہ زندگی بسر کرتے ہیں اور جن کی حفاظت کے نیچے خداتعالیٰ نے اپنے مقدس مکانوں کو سپرد کر رکھا ہے۔ سلطان کی شخصی حالت اور اس کی ذاتیات کے متعلق نہ ہم نے کبھی کوئی بحث کی اور نہ اب ہے۔ بلکہ اللہ جل شانہ جانتا ہے کہ ہمیں اس موجودہ سلطان کے بارہ میں اس کے باپ دادے کی نسبت زیادہ حسن ظن ہے۔

ہاں! ہم نے گزشتہ اشتہارات میں ترکی گورنمنٹ پر بلحاظ اس کے بعض عظیم الدخل اور خراب اندرون ارکان اور عمائد اور وزرا کے نہ بلحاظ سلطان کے ذاتیات کے ضرور اس خداداد اور فراست اور الہام کی تحریک سے جو ہمیں عطا ہوا ہے۔ چند ایسی باتیں لکھی ہیں جو خود

ان کے مفہوم کے خوفناک اثر سے ہمارے دل پر ایک عجیب رقت اور درد طاری ہوتی ہے۔ سو ہماری تحریر جیسا کہ گندے خیال والے سمجھتے ہیں، کسی نفسانی جوش پر مبنی نہ تھی۔ بلکہ اس روشنی کے چشمہ سے نکلی تھی، جو رحمت الٰہی نے ہمیں بخشا ہے۔

اگر ہمارے تنگ ظرف مخالف بدظنی پر سرنگوں نہ ہوتے تو سلطان کی حقیقی خیرخواہی اس میں نہ تھی کہ وہ چوہڑوں اور چماروں کی طرح گالیوں پر کمر باندھتے۔ بلکہ چاہئے تھا کہ آیت ''**ولاتقف مالیس لک به علم**'' پر عمل کرکے اور نیز آیت ''**ان بعض الظن اثم**'' کو یاد کرکے سلطان کی خیرخواہی اس میں دیکھتے کہ اس کے لئے صدق دل سے دعا کرتے۔ میرے اشتہار کا بجز اس کے کیا مطلب تھا کہ رومی لوگ تقویٰ وطہارت اختیار کریں، کیونکہ آسمانی قضاوقدر اور عذاب سماوی کے روکنے کے لئے تقویٰ اور توبہ اور اعمال صالحہ جیسے اور کوئی چیز قوی تر نہیں۔

مگر سلطان کے نادان خیرخواہوں نے بجائے اس کے مجھے گالیاں دینی شروع کردیں اور بعضوں نے کہا کہ کیا سارے گناہ سلطان پر ٹوٹ پڑے اور یورپ مقدس اور پاک ہے، جس کے عذاب کے لئے کوئی پیشین گوئی نہیں کی جاتی۔ مگر وہ نادان نہیں سمجھتے کہ سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ کفار کے فسق وفجور اور بت پرستی اور انسان پرستی کی سزا دینے کے لئے خداتعالیٰ نے ایک دوسرا عالم رکھا ہوا ہے جو مرنے کے بعد پیش آئے گا اور ایسی قوموں کو جو خدا پر ایمان نہیں رکھتیں، اسی دنیا میں مورد عذاب کرنا خداتعالیٰ کی عادت نہیں ہے۔ بجز اس صورت کے کہ وہ لوگ اپنے گناہ میں حد سے زیادہ تجاوز کریں اور خدا کی نظر میں سخت ظالم اور موذی اور مفسد ٹھہر جائیں۔

جیسا کہ قوم نوح اور قوم لوط اور قوم فرعون وغیرہ مفسد قومیں متواتر بے باکیاں کرکے مستوجب سزا ہوگئی تھیں۔ لیکن خداتعالیٰ مسلمانوں کی بے باکی کی سزا کو دوسرے جہاں پر نہیں چھوڑتا۔ بلکہ مسلمانوں کو ادنیٰ ادنیٰ قصور کے وقت اسی دنیا میں تنبیہ کی جاتی ہے۔''

اس کے بعد اپنی وہی پرانی لن ترانیاں ہانکی ہیں کہ میں مسیح موعود ہوں اور میں نے فلاں فلاں نشان دکھائے۔ مسلمان میرے نشانوں کو دیکھ کر میرے پیرو ہوتے نہ یہ کہ مجھے لعنتیں سناتے۔

پھر اس کے (مجموعہ اشتہارات ج۲،ص۴۳۷) میں کہا ہے: ''افسوس کہ پرچہ

چودھویں صدی ۱۵رجون ۱۸۹۷ء میں بھی بہت ہی جزع فزع کے ساتھ سلطان روم کا بہانہ رکھ کر نہایت ظالمانہ توہین وتحقیر واستہزاء اس عاجز کی نسبت کیا گیا ہے اور گندے اور ناپاک اور سخت دھوکہ دینے والے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اور سراسر شرارت آمیز افتراء سے کام لیا گیا ہے، مگر کچھ ضرور نہیں کہ میں اس کے رد میں تضیع اوقات کروں۔ کیونکہ وہ دیکھ رہا ہے جس کے ہاتھ میں حساب ہے۔

لیکن ایک عجیب بات ہے جس کا اس وقت ذکر کرنا نہایت ضروری ہے اور وہ یہ کہ جب یہ اخبار چودھویں صدی میرے روبرو پڑھا گیا، تو میرے روح نے اس مقام میں بددعا کے لئے حرکت دی جہاں لکھا ہے کہ ایک بزرگ نے جب یہ اشتہار (یعنی اس عاجز کا اشتہار) پڑھا تو بے ساختہ ان کے منہ سے یہ شعر نکل گیا:

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد    میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

یعنی ہر چند اس روحی حرکت کو روکا اور دبایا اور بار بار کوشش کی کہ یہ بات میرے روح میں سے نکل جائے۔ مگر وہ نکل نہ سکی۔ تب میں نے سمجھا کہ وہ خدا کی طرف سے ہے۔ تب میں نے اس شخص کے بارے میں دعا کی جس کو بزرگ کے لفظ سے اخبار میں لکھا گیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ وہ دعا قبول ہوگئی اور وہ دعا یہ ہے کہ یا الٰہی اگر تو جانتا ہے کہ میں کذاب ہوں اور تیری طرف سے نہیں ہوں اور جیسا کہ میری نسبت کہا گیا ہے ملعون اور مردود ہوں اور کاذب ہوں اور تجھ سے میرا تعلق اور تیرا مجھ سے نہیں تو میں تیری جناب میں عاجزانہ عرض کرتا ہوں کہ مجھے ہلاک کرڈال اور اگر تو جانتا ہے کہ میں تیری طرف سے ہوں اور تیرا بھیجا ہوا ہوں اور مسیح موعود ہوں تو اس شخص کے پردے پھاڑ دے جو بزرگ کے نام سے اس اخبار میں لکھا گیا ہے، لیکن اگر وہ اس عرصہ میں قادیان میں آکر مجمع عام میں توبہ کرے تو اسے معاف فرما کہ تو رحیم وکریم ہے۔

یہ دعا ہے کہ میں نے اس بزرگ کے حق میں کی۔ مگر مجھے اس بات کا علم نہیں ہے کہ یہ بزرگ کون ہے اور کہاں رہتے ہیں اور کس مذہب اور قوم کے ہیں جنہوں نے مجھے کذاب ٹھہرا کر میری پردہ دری کی پیش گوئی کی اور نہ مجھے جاننے کی کچھ ضرورت ہے۔ مگر اس شخص کے اس کلمہ سے میرے دل کو دکھ پہنچا اور ایک جوش پیدا ہوا، تب میں نے دعا کردی اور یکم جولائی ۱۸۹۷ء سے یکم جولائی ۱۸۹۸ء تک اس کا فیصلہ کرنا خدا تعالیٰ سے مانگا۔‘‘

پھر اسی قسم کی اور لن ترانیاں ہانک کر (مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۴۴۱) میں کہا ہے:

''اگر میں سلطان کی نسبت کچھ نکتہ چینی بھی کرتا، تب بھی میرا حق تھا کیونکہ اسلامی دنیا کے لئے مجھے خدا نے حکم کر کے بھیجا ہے۔ جس میں سلطان بھی داخل ہے اور اگر سلطان خوش قسمت ہو تو یہ اس کی سعادت ہے کہ میری نکتہ چینی پر نیک نیتی کے ساتھ توجہ کرے اور اپنے ملک کی اصلاحوں کی طرف جدوجہد کے ساتھ مشغول ہو اور یہ کہنا کہ ایسے ذکر سے کہ زمین کی سلطنتیں میرے نزدیک ایک نجاست کی مانند ہیں، اس میں سلطان کی بہت بے ادبی ہوئی ہے، یہ ایک دوسری حماقت ہے۔

بے شک دنیا خدا کے نزدیک مردار کی طرح ہے اور خدا کو ڈھونڈنے والے ہرگز دنیا کو عزت نہیں دیتے۔ یہ ایک لاعلاج بات ہے جو روحانی لوگوں کے دلوں میں پیدا کی جاتی ہے کہ وہ سچی بادشاہت آسمان کی بادشاہت سمجھتے ہیں اور کسی دوسرے کے آگے سجدہ نہیں کر سکتے۔ البتہ ہم ہر ایک منعم کا شکر کریں گے۔ ہمدردی کے عوض ہمدردی دکھلائیں گے۔ اپنے محسن کے حق میں دعا کریں گے، عادل بادشاہ کی خدا تعالیٰ سے سلامتی چاہیں گے گو وہ غیر قوم کا ہو۔ مگر کسی سفلی عظمت اور بادشاہت کو اپنے لئے بت نہیں بنائیں گے۔''

اس معذرت کادیانی کا ازسرتاپا دروغ بے فروغ وسراسر نفاق بلا خلاف وشقاق ہونا خواص ناظرین اصل اشتہار ۲۴؍مئی ۱۸۹۷ء اور اس کے فقرات عشرہ منقولہ ومندرجہ قبل ازیں وغیرہ پر مخفی نہیں ہے۔ اس مقام میں اعلام عوام کی غرض سے اس کی بعض دروغ گوئیوں کا اظہار کیا جاتا ہے۔

آپ لکھتے ہیں ہمارے اشتہار کی بعض عبارتیں محرف اور مبدل کر کے لکھی گئی ہیں:

ہم کہتے ہیں ''**لعنت اللہ علی الکاذبین**'' منقولہ بالا دس فقرے بلاتبدیل وتغییر ایک حرف کے آپ کے اشتہار کے الفاظ وفقرات ہیں اور ان ہی فقرات والفاظ سے آپ کے اشتہار کو نقل کیا ہے، جن سے نقل کیا ہے، آپ میں کچھ صدق وحیا کا ادّعاء ہے تو بتاویں کہ کونسا لفظ یا فقرہ آپ کا بدلا گیا ہے اور کس نے بدلا ہے۔

ہمارے علم میں خاکسار کے پہلے آپ کے اشتہار کو بتمامہ صاحب اخبار چودھویں صدی نے نقل کیا ہے اور اسکا خلاصہ پہلے حضرت ملّا قادری لاہوری صاحب اخبار جعفر زٹلی

نے، پھر صاحب سراج الاخبار جہلم نے نقل کیا۔ ان میں سے کسی نے ایک حرف کا تبدل تغیر نہیں کیا۔ آپ ان اخبارات میں تبدیل شدہ الفاظ بتائیں گے تو ہم فی حرف ایک روپیہ آپ کو انعام دیں گے خواہ کسی نے اس کو بدلا ہو۔

آپ لکھتے ہیں ہم کسی ادنیٰ مسلمان کلمہ گو سے بھی کینہ نہیں رکھتے، چہ جائے کہ ایسے شخص سے جس کے ظل حمایت میں کروڑہا اہل قبلہ زندگی بسر کرتے ہوں اور جس کی حفاظت کے نیچے خدا تعالیٰ اپنے مقدس مکانوں کو سپرد کر رکھا ہو۔

ہم کہتے ہیں کہ اس قول میں آپ نے کذب ونفاق دونوں کو جمع کر دیا ہے کذب تو یہ ہے کہ ہم کو کسی ادنیٰ مسلمان سے کینہ نہیں ہے نہ روئے زمین کے مسلمانوں سے جو آپ سے علیحدہ رہیں۔ آپ خون کے پیاسے ہیں اور ان کے کاٹنے کی فکر میں اکابر علماء ومشائخ پنجاب ہندوستان کو آپ بے ایمان، بے حیا وغیرہ گالیاں دے کر کہتے ہیں۔

شیخ العرب والعجم فخر الہند والمسندہ حضرت شیخنا ومولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی (جن کا شمس العلماء ہونا خدا تعالیٰ نے بصلہ ان دینی خدمات کے جو آپ کی تکفیر وتوہین وتذلیل کے متعلق ان سے سرزد ہوئی ہے۔ گورنمنٹ کی زبان سے بھی کہلوا دیا) آپ حاماں کہیں اور جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو جو جماعت عظمہ مسلمانان احناف ہند میں ایک مقدس بزرگ تسلیم کئے گئے ہیں۔ آپ غول اعمیٰ کا خطاب دیں اور ملعون کہیں ایسے ہی اور اکابر اسلام ہیں جن کو اپنے مجموعہ رسالہ انجام آتھم وغیرہ کے (ص۲۱و ۲۵۲، خزائن ج۱۱ص۲۱و۲۵۲) وغیرہ میں گالیوں سے یاد کیا ہے۔ پھر آپ کہیں کہ ہمارے دل میں کسی ادنیٰ کلمہ گو مسلمان سے کینہ نہیں ہے۔

یہ حضرات آپ کے نزدیک ادنیٰ کلمہ گوؤں سے خارج ہیں، تو پھر ادنیٰ کلمہ گو کون ہیں؟ اور اگر ان حضرات کی بے ادبی بدگوئی آپ سے بلا کینہ ہوئی ہے۔ تو پھر کینہ کا اثر کیا ہوتا ہے؟ اور اپنا نفاق حضرت سلطان المعظم تعریف واظہار ہمدردی میں آپ نے ظاہر کیا ہے۔ جس کی تشریح وتوضیح چودہویں صدی کی عبارت آئندہ میں بخوبی ہوچکی ہے۔ لہٰذا ہم اس مقام میں اس کی تشریح نہیں کرتے اسی کی نقل پر اکتفاء کرتے ہیں۔

آپ لکھتے ہیں ''ہم نے سلطان کو برا نہیں کہا، اس کی سلطنت کو برا کہا ہے۔''

ہم کہتے ہیں کہ یہ بھی کذب ونفاق ہے، سلطنت کو برا کہنا خود حضرت سلطان المعظم کو برا کہنا ہے، کیونکہ سلطنت ان سے جدا نہیں۔ وہ اس سلطنت کے رکن رکین واعلیٰ صدر نشین ہیں اور خاص کر حضرت سلطان کو برا کہنا اور آپ کی توہین کرنا۔ آپ کے فقرات نمبر۲ و۵ و۹ و۱۰ وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ پھر اب اسی بدگوئی سے انکار کرنا کذب ونفاق کا اظہار نہیں تو اور کیا ہے۔

آپ لکھتے ہیں کہ کافروں کی سزا دہی کے لئے آخرت مقرر ہے اور مسلمانوں کو دنیا میں سزا دی جاتی ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ آپ کا عمل واعتقاد اس کے برخلاف ہے۔ لہٰذا اس قول میں بھی آپ نے کذب ونفاق سے کام لیا ہے۔ عبداللہ آتھم وغیرہ عیسائیوں ولیکھرام وغیرہ ہندوؤں کو آپ نے ویسا ہی دنیاوی عذاب سے ڈرایا اور بزعم خود یہ عذاب دنیاوی چکھا دیا۔ جیسا کہ مسلمانوں کو آپ اس سے ڈراتے اور دھمکاتے ہیں۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا یہ قول وقاعدہ محض کذب وصرف مغالطہ ہے۔ ہاں یہ کہو کہ جو شخص (مسلم ہو خواہ کافر) آپ سے جدا رہے گا وہ ضرور دنیا میں ہلاک کیا جائے گا اور جس کو آپ اپنا مخالف نہ سمجھیں اور اس سے کوئی طمع یا امید رکھیں (مسلم ہو خواہ کافر) وہ عیش وآرام کرے گا۔ کفر واسلام سے آپ کو اور آپ کے ملہم اور فرضی خدا کو کوئی بحث نہیں ہے۔

آپ لکھتے ہیں کہ جس بزرگ نے میری نسبت پردہ دری کی پیش گوئی کی ہے ایک سال کے عرصہ میں اس کی پردہ دری ہو جائے گی؟

ہم کہتے ہیں یہ آپ کی پرانی گیدڑ بھبکی ہے۔ جس کی تشریح چودھویں صدی نے بخوبی کر دی ہے۔ ہم اس کا نقل کرنا کافی سمجھتے نہیں جو عنقریب ہوگا۔

اخیر میں آپ نے کہا ہے کہ دنیا دار اور دنیاوی اور زمینی سلطنتیں میرے نزدیک مردار اور نجاست کی مانند ہیں۔ ہم سفلی عظمت اور بادشاہت اپنے لئے بت نہیں بنائیں گے۔

ہم کہتے ہیں یہ بھی آپ کا محض کذب ومغالطہ ہے اور سراسر نفاق اور تقیہ برٹش سلطنت کو باوجودیکہ وہ دنیاوی اور زمینی سلطنت ہے، نہ روحانی وآسمانی۔ اپنا معبود بنا کر اس کے آگے اپنے خدا کو بھی جھکا دیا ہے اور اشتہار عریضہ مؤرخہ ۲۲؍مارچ ۱۸۹۷ء میں صاف

کہہ دیا کہ ’’خدا کا منہ بھی اسی گورنمنٹ کی طرف ہے۔ جس کی طرف میرا منہ ہے۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۲ص۳۷۰) اور تحفہ قیصریہ میں اس سے زیادہ مبالغہ کیا ہے۔

ان فقرات مغالطات آمیز نفاق خیز کادیانی کی تشریح اخبار چودہویں صدی نے پرچہ ۸؍جولائی ۱۸۹۷ء اچھی طرح کردی۔ اس مقام میں اس کا انتخاب مناسب معلوم ہوتا ہے۔

## نقل مضمون از اخبار چودہویں صدی:

اس کے (ص۱) میں ہے:

مرزاصاحب نے ایک اشتہار اور چھاپ کر شائع کیا ہے اور گو اس میں حسب معمول دوراز کار، غیرمتعلق، واہی تباہی اور بے مرکز باتیں جو مرزاصاحب کی تحریروں سے مخصوص ہیں بہت سی لکھ دی گئی ہیں یا یہ کہا جائے کہ تبلیغ رسالت کے موقع کو ہاتھ سے نہیں دیا گیا اور یا یہ کہ ابلہ فریبی کی ضرورت نے کچھ ادھر ادھر کی باتیں ان کو کہنے پر مجبور کیا ہے۔ لیکن ہم کو اس امر سے خوشی اور طمانیت حاصل ہوئی ہے کہ حضرت سلطان المعظم کی سلطنت اور مسلمانوں کی نسبت جو دل شکن باتیں مرزاصاحب نے اپنے پہلے اشتہار میں کہی تھیں اور مسلمانوں کو ناراض کیا تھا۔ اب ان کو واپس لے لیا ہے۔ صرف تھوڑی سی ہٹ دھرمی اور کج بحثی باقی رہ گئی ہے اور اس کے چھوڑ دینے کی مرزاصاحب سے توقع کرنا گویا ان سے ان کی رسالت کے چھڑانے کی امید کرنا ہے، جو بہت زیادہ ہے۔

مرزاصاحب آپ تحریر فرماتے ہیں (یہاں کادیانی کے فقرہ اوّل اشتہار ۲۵؍جون ۱۸۹۷ء (مجموعہ اشتہارات ج۲ص۴۳۱) نقل کیا ہے اور اس کے بعد کہا ہے مرزاصاحب کے ان الفاظ کا اگر ان الفاظ سے جو پہلے سلطان المعظم کی سلطنت کی نسبت لکھتے ہیں، مقابلہ کیا جاوے تو مرزاصاحب کے موجودہ قول اور ان کے الہام کی حقیقت کی قلعی کھل جاتی ہے۔ درحقیقت مرزاصاحب کے الہام کی اندھے کی لاٹھی ایک دوسری چیز ہے اور عقل اور ہوش سے کام لینا اور شعور سے بات کرنا کچھ اور چیز ہے۔ مرزاصاحب نے جو الفاظ اب لکھے ہیں۔ اگرچہ وہ پہلے کی نسبت نرم ہیں۔ مگر ان میں سے جو معقولیت ٹپکتی ہے وہ کھول کر دکھائی جاسکتی ہے اور فی الواقعہ اس قدر ہٹ بھی نہ کئے جائیں تو ان کے مریدان کی رسالت سے ان کو جواب دیں گے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ان کو کسی مسلمان کلمہ گو سے کینہ نہیں ہے۔ حالانکہ بہت سے مسلمانوں کے وہ خون کے پیاسے ہیں۔ بہتوں کی موت کا انتظار کر رہے ہیں، صرف ایک شخص کے ساتھ ناراض ہونے کی وجہ سے حضرت سلطان المعظم کی سلطنت کو زوال اور بربادی کے قریب پہنچا دیا تھا۔ تمام اسلامی دنیا کے غارت کرنے کی فکر میں ہیں، جو مسلمان ان کے ساتھ شریک نہیں ہونے والے ہیں، وہ کاٹ ڈالے جانے والے ہیں۔

اور اسی اشتہار میں ایک بزرگ مسلمان کی پردہ دری کے درپے ہوئے ہیں اور ایک سال تک اس مقدمہ کی پیروی میں منہمک رہنے والے ہیں اور بایں ہمہ ان کو کسی کلمہ گو سے کینہ نہیں ہے۔ اگر کینہ ہوتا تو خدا ہی جانتا ہے کہ آپ کیا کرتے؟

سلطان کی ظل حمایت میں کروڑہا اہل قبلہ کا زندگی بسر کرنا اور مقدس مکانات کا ان کی سپردگی میں ہونا مرزا صاحب کو ہمارے اخبار کے پڑھنے سے معلوم ہوا ہے۔ اس وقت یاد نہ تھا جب حضور نے پہلا اشتہار لکھا ہے اور تعجب ہے کہ اب مرزا صاحب کے دل میں اہل قبلہ کی کچھ وقعت بھی پیدا ہوگئی ہے۔ شاید وہ خدا کا ارادہ اب ان کو یاد نہیں رہا کہ جو مسلمان ان کے ساتھ شریک نہیں ہوں گے وہ کاٹ ڈالے جائیں گے۔ اگر یہ اہل قبلہ سب کشتنی ہی ہیں تو ان کی حفاظت اور حمایت کی وجہ سے جو وقعت اور فائدہ حضرت سلطان کو پہنچ سکتا ہے، وہ ظاہر ہے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ سلطان کی شخصی حالت اور اس کی ذاتیات کے متعلق ہم نے کوئی بحث کی نہیں اور نہ اب ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو ایک لفظ اس بزرگ شخص کی شخصی حالت کی نسبت معلوم تھا، اس کی نسبت آپ کے الہام کے رو سے برباد ہونے والی ہے اور پھر ابھی اس کی شخصی حالت سے کوئی بحث نہیں کی گئی۔ اے حضور والا! ملکہ معظّمہ کی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے تو آپ کے نزدیک ان کی سلطنت کو فروغ اور عروج ہوا ہے اور سلطان کی ذاتی خوبیوں اور اوصاف کی وجہ سے اگر ان کا کوئی علم آپ کو ہوتا تو اس کی سلطنت کے قیام یا بربادی میں کوئی دخل نہیں تھا۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ: ''ہاں! ہم نے گزشتہ اشتہارات میں ترکی گورنمنٹ پر بلحاظ اس کے بعض عظیم الدخل اور خراب اندرون ارکان اور عمائد اور وزرا کے وبلحاظ سلطان کی ذاتیات کے ضرور اس خداداد نور اور فراست اور الہام کی تحریک سے جو ہمیں عطا ہوا ہے، چند ایسی باتیں لکھی ہیں۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۲ص۴۳۲)

اب ہم مرزا صاحب کے نوراورفراست اورالہام کوچیلنج کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ وہ کون سے بعض عظیم الدخل خراب اندرون ارکان اورعمائداوروزرا ہیں، جن کی وجہ سے سلطنت ترکی برباد ہونے والی ہے۔ براہ مہربانی ایک مفصل کیفیت ان سب کی مسلمانوں کو بتاویں، تاکہ معلوم ہوجاوے کہ درحقیقت مرزا صاحب کا نورفراست اورالہام کوئی چیز ہے اوران کی تحریر کسی نفسانی جوش پرمبنی نہیں تھی اوراگراس تمام نورفراست اورالہام کی حقیقت اتنی ہی ہے کہ وہ ایک شخص حسین کامی پرناراض ہوگئے یااس میں ان کوبعض عیوب ملے ہیں اوران کی بناپرانہوں نے سلطان کے ارکان اورعمائداوروزراپرحکم لگادیاہےاورسلطنت کی بربادی کافیصلہ کردیاہے۔

تواس سے بڑھ کرکوئی حماقت اورنادانی نہیں ہوسکتی۔خواہ وہ الہام کی امداد ہی کیوں نہ کی جائے اورایسے الہام ہمارے نزدیک گوزشتر سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رکھتے ہیں۔مرزا صاحب نے ہم کویہ نہیں بتایا کہ ترکی سلطنت کی خرابی کاحال ان کوکب سے معلوم تھااوریہ الہام ان کوحسین کامی کامنہ دیکھنے پرہی ہواتھایااس سے پہلے کاہواہواتھااورمرزا صاحب نے حسین کامی سے بگڑنے تک اس کوترکی سلطنت کی ہمدردی کی وجہ سے محفوظ رکھاہواتھا۔

مرزا صاحب کی یہ ہوشیاری اورابلہ فریبی ان کے مریدوں کے واسطے توان کی رسالت کاثبوت ہے۔مگرہم اس کی حقیقت کوجانتے ہیں اورجھوٹے کواس کے گھرتک پہنچاکر چھوڑیں گے۔ہم کویقین ہے کہ ترکی سلطنت کے خراب ارکان وعمائد، وزرا کی مفصل کیفیت ہم کومرزا صاحب اسی ہفتہ میں بتاویں گےاوربہت عرصہ تک مسلمانوں کومنتظرنہ رکھیں گے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ:’’ترکی سلطنت کی خیرخواہی اس میں نہ تھی کہ چوہڑوں چماروں کی طرح گالیاں دی جائیں۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۲ص۴۳۲) بلکہ سلطان کے واسطے صدق دل سے دعاکرنی غنیمت ہے کہ جوکام اورمسلمانوں نےنہیں کیاوہ مرزا صاحب نے توکیاہے۔یعنی انہوں نے چوہڑوں چماروں کی طرح گالیاں نہیں دیں، بلکہ شب وروز سلطان کے واسطے صدق دل سے دعامانگنے میں مصروف رہے ہیں۔مرزا صاحب کوابھی یہ معلوم نہیں ہواہے کہ سلطان کے واسطے کسی نے ہندوستان میں دعائیں مانگی بھی ہیں یانہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ:’’میرے اشتہارکابجز اس کے کیامطلب تھاکہ رومی لوگ تقویٰ اورطہارت اختیارکریں۔‘‘ (ایضاً) جناب من! آپ کاکچھ اوربھی تھا۔جس کی ہم اچھی

طرح سے گزشتہ پرچہ میں تشریح کر چکے ہیں۔ یہ تقویٰ اور طہارت کا فقرہ تو اس مطلب کے ساتھ ابلہ فریبی کی غرض سے لگا رکھا ہے اور یہ ایک دوسرا سوال مرزا صاحب کے واسطے جواب دینے کو ہے کہ ترکی سلطنت میں انہوں نے کیا کچھ تقویٰ اور طہارت کے خلاف دیکھا ہے۔

کیا تمام سلطنت کی حالت کا اندازہ انہوں نے ایک شخص کے دیکھنے سے کر لیا ہے۔ مرزا صاحب اس کی تشریح کرتے وقت یہ بھی بتا دیں گے کہ ہارون اور مامون اور اکبر اور جہانگیر کے زمانہ میں موجودہ ترکوں کے مقابلہ میں تقویٰ اور طہارت زیادہ تھی۔ ہم آئندہ پرچہ میں اس مضمون پر مفصل بحث کرنے والے ہیں کہ ترکی سلطنت کی ترقی اور تنزل کا باعث تقویٰ اور طہارت کی بیشی اور کمی ہوئی ہے یا زمانہ کی ضرورتوں کو پورا کرنا یا نہ کرنا ہوا ہے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ: ''سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ کفار کے فسق وفجور اور بت پرستی اور انسان کی سزا دینے کے لئے خدا تعالیٰ نے ایک دوسرا عالم رکھا ہوا ہے، جو مرنے کے بعد پیش آئے گا۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۴۳۳) لیکن خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو ادنیٰ ادنیٰ قصور کے وقت اسی دنیا میں تنبیہ کرتا ہے۔

یہ سنت اللہ ضرور ہے، مگر سنت مرزائیہ نہیں ہے۔ یہاں لیکھرام اور عبداللہ آتھم اور سلطان احمد اور اس کے اور بھائی مسلمان ایک ہی وقت میں اسی دنیا میں سزا پاتے ہیں۔ سنت مرزائی میں کافر اور مسلمان کی کوئی تمیز نہیں ہے اور مسلمانوں کے واسطے ان کے قصوروں کی سزائیں اس ارادہ کے موافق جو مرزا صاحب کو بتا دیا گیا ہے جو خدا نے تجویز کی ہیں۔ وہ بہت ہی مختصر ہیں۔ یعنی اس تمام قوم کو سوائے چند مرزائیوں کے کاٹ ڈالا جانے کو ہے۔ اس سنت اللہ کے معنی بھی مرزا صاحب سے زیادہ کوئی نہیں سمجھ سکا اور نہیں سمجھ سکے گا۔

پھر اس کے (ص۵) میں اس بزرگ کی توصیف میں جس کے حق میں کادیانی نے پردہ دری کی پیش گوئی کی ہے، کہا ہے:

ہم اس بزرگ کا نام ابھی ناظرین کو صاف طور پر نہیں بتاتے، مگر اتنی باتیں بتا دیتے ہیں، جن سے ان کی تعریف اچھی طرح معلوم ہو جائے اور مرزا صاحب کی اس پیشین گوئی کی حقیقت باوجود ان کی ہوشیاری کے تمام دنیا پر کھل جائے۔ تمام دنیا بے وقوف نہیں ہے اور سب کو بے وقوف نہیں بنایا جا سکتا۔ مرزا صاحب کی پیشن گوئی یہ ہے کہ خدا اس بزرگ کے پردے پھاڑ دے۔ لیکن ضرور ہے کہ یہ پیشین گوئی اور زیادہ صاف ہو جائے۔

دنیا ایک ایسی جگہ ہے جہاں ہر ایک انسان کے واسطے تکلیف اور آرام دونوں لازمی ہیں۔ کسی شخص پر یہ مصیبت آتی ہے کہ اس کی بیوی جس کا نکاح اس کے ساتھ آسمان میں ہو چکا ہوتا ہے وہ ایک دوسرے شخص کے ساتھ رہتی ہے اور کسی کے لڑکے جو اس کی خلافت اور وراثت کے وارث ہونے والے ہوتے ہیں، فوت ہو جاتے ہیں۔ کسی کی اس طرح پردہ دری ہوتی ہے کہ اس کو اپنے بعض الہامات کچھ کج بحثی کے ساتھ واپس لے لینے پڑتے ہیں۔ اب اس بزرگ کی پردہ دری کی بھی تشریح ہونی چاہئے۔

اس کے بعد صاحب اخبار چودھویں صدی نے اپنے اس بزرگ کی بہت لمبی چوڑی تعریف کی ہے۔ وازانجا کہ ہم کو اس تعریف سے کلی اتفاق نہیں۔ لہٰذا ہم اس تعریف کو اس کے مبالغہ آمیز الفاظ سے بعینہٖ نقل نہیں کر سکتے صرف اس کا خلاصہ اس مقام میں بیان کرتے ہیں۔

## اخبار چودھویں صدی سے اقتباس:

وہ یہ ہے کہ: ''وہ بزرگ ایک علاقہ کا مالک وزمیندار سرکاری عہدہ دار، مسلمان، عابد، نیکوکار، نمازی، روزہ دار، قرآن خوان وغیرہ وغیرہ۔'' پھر صاحب اخبار نے کہا ہے: ''اب اگر ایک ایسے نیک مسلمان بزرگ مرزا صاحب کی ناراضی کی وجہ سے پردہ دری ہونے والی ہے اور مرزا صاحب کے خدا کا قانون مرزا صاحب کے مقدموں کے فیصلہ کے واسطے ایسا ہی عجیب ہے تو ابلہ فریبی اور چالاکی کو چھوڑ کر صاف طور پر اس پردہ دری کی نوعیت بتادینی چاہئے۔ آیا ان کا علاقہ ان سے چھن جائے گا۔ وہ اپنے عہدہ سے موقوف ہو جائیں گے۔ رشوت ستانی کا ان پر الزام لگے گا، عبادت اور نیکوکاری ان سے چھوٹ جائے گی، مسلمان نہ رہیں گے۔ قران کریم ان کو بھول جائے گا، نماز روزہ چھوڑ بیٹھیں گے۔

آخر وہ کیا بلا آئے گی جس کا نام پردہ دری ہوگا۔ جو مرزا صاحب کی رسالت اور مسیحیت کا سب سے آخری نشان ہوگا۔ مثل مشہور ہے جیسے روح ویسے فرشتے۔ مرزا صاحب کی رسالت کا اثبات بھی مسلمانوں کی پردہ دری ہی میں موزوں ہو سکتا تھا۔ مگر ہم کو یقین ہے کہ مرزا صاحب ہمارے اس سوال کا جواب ازروئے مہربانی دے دیں گے۔ ہم یہ ہوشیاری نہیں چلنے دیں گے کہ ایک ایسا مہمل اور بے معنی جملہ کہہ دیا جائے اور ایسی پیشین گوئی کی

جائے، جس کے صاف طور پر کچھ معنی نہیں ہیں اور کسی ایک اتفاق کا نام پردی دری رکھ دیا جائے۔ مرزا صاحب نے ہمارے اس سوال کا صاف جواب نہ دیا تو ان کی اس پیشین گوئی کی ہی ایک ہفتہ عشرہ میں پردہ دری ہو چکی ہوگی۔‘‘

ہر چند صاحب اخبار چودہویں صدی کے اس سوال کے جواب سے کہ کادیانی اس بزرگ کی پردہ دری کی نوعیت بتادے۔ ورنہ ایک ہفتہ عشرہ میں اس کی پردہ دری ہو چکی ہوگی۔ کوئی جواب نہیں دیا اور کچھ نہ بتایا کہ وہ پردہ دری کیونکر ہوگی۔ جس سے صاحب اخبار چودہویں صدی نے کادیانی کی پردہ دری ثابت کر دکھائی اور اپنے پرچہ ۱۵ر جولائی ۱۸۹۷ء میں مضمون ذیل کی اشاعت کردی۔

## مرزا صاحب کی پردہ دری، ہمارے بزرگ کی کرامت:

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را  چندیں اماں نداد کہ شب را سحر کند

ہم روزانہ پیسہ اخبار لاہور مؤرخہ ۹ر جولائی ۱۸۹۷ء کے (ص اوّل) سے وہ مضمون ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ جو عقیدہ کادیانی سے بیزاری کے عنوان سے چھاپا ہے۔ چونکہ یکم اور دوم جولائی (۱۸۹۷ء) کو یہ پردہ دری ہوئی ہے۔ اس واسطے وہ مرزا صاحب کی مقرر کردہ تاریخوں کے اندر ہے۔ لیکن یہ امر کہ مرزا صاحب اس واقعہ کو فی الحال اپنی پردہ دری کے واسطے کافی خیال کرتے ہیں یا نہیں۔ یہ انہیں کے فیصلہ کرنے کی بات ہے کیونکہ بعض غیرت مند لوگ ایک تھوڑی سی بات کو کافی خیال کر لیتے ہیں اور بعض دوسرے بے غیرت لوگ بڑے بڑے حادثوں کی بھی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔

ایک شخص کسی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا، اہل مجلس نے اس کو وہاں سے نکال دیا، تو آپ کہتے ہیں کہ: ’’یہ کیا ایک حقیر مجلس ہے ہم بڑی بڑی مجلسوں سے نکالے گئے ہیں۔‘‘ الغرض وہ عبارت مختصر حسب ذیل ہے:

۲ر جولائی ۱۸۹۷ء کو ایک ۱۷ سالہ لڑکے مسمی سید عالم طالب علم ایف.اے اوائل کلاس نے مسجد شاہی (لاہور) میں بعد نماز جمعہ عقیدہ مرزا کادیانی سے تبرا کیا اور بیان کیا کہ اس کی طرف سے جو اشتہار ’’رویاء صادقہ‘‘ کے عنوان سے چھپا تھا وہ فقط جعل سازی تھی۔ ایک سفید کاغذ پر اس کے دستخط کروالئے گئے اور مضمون خود لکھ لیا گیا تھا۔ جس کی تردید

اس نے یکم رجولائی کو بذریعہ اشتہار کی۔ علاوہ ازیں اس موقعہ پر مرزا کا دیانی کی ان کتابوں میں سے جن کو وہ الہامی بیان کرتا ہے۔ وہ باتیں جو عقیدہ اسلام کے بالکل خلاف ہیں، پڑھ کر سنائی گئیں۔ جن کو سن کر اہل اسلام نے جو اس وقت موجود تھے۔ جناب باری میں دعا کی کہ خدا ان کو ایسے مخرب اسلام کے فتنہ سے محفوظ رکھے۔

(لوکل رپورٹر، چودھویں صدی ۱۵رجولائی ۱۸۹۷ء)

مگر تعجب وافسوس ہے ذکر کیا جاتا ہے کہ چودھویں صدی کے بزرگ نے فرضی بزرگی چھوڑ کر اپنی واقعی خوردی ظاہر کر دی اور اپنے فعل کی کہ اس نے کادیانی کے حق میں پردہ دری کا متضمن شعر پڑھا تھا۔ خود ہی تغلیط وتکذیب کر دی اور اسی اخبار میں اپنی معذرت چھپوا کر اپنی مرزائیت خوب ثابت کر دکھائی۔ ہم کو اس مقام میں اس کے سابق انحراف اور تازہ معذرت سے خصوصیت کے ساتھ بحث مقصود نہیں:

ما را چہ ازیں قصہ کہ گاؤ آمد وخر رفت

ہمارے نزدیک ایسے شخص کا کادیانی سے ظاہری انحراف یا باطنی معذرت وعقیدت دونوں ''کان لم یکن'' اور گوزشتر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ (اس امر کو ہم ایک مستقل میں عنقریب ثابت کریں گے) اس مقام میں ہمارا مقصود صرف یہ تھا کہ کادیانی کے حضرت سلطان المعظم کو برا کہنے نے اس کے بعض معتقدوں پر بھی اثر کیا تھا۔ جس کی وجہ سے کادیانی کو جھوٹی معذرت کرنی پڑی۔ سو یہ امر اس بزرگ چودھویں صدی کی معذرت سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

معذرت کادیانی کے جھوٹی اور منافقانہ ہونے پر کادیانی کا پھر اس کارستانی کی طرف رجوع کرنے کا ثبوت یہ ہے کہ اس نے عدالت گورداسپور میں برملا بیان کیا کہ میں نے سلطان روم کے برخلاف اشتہار ۲۴رمئی ۱۸۹۷ء شائع کیا ہے اور پھر وہ اشتہار عدالت میں پڑھا گیا اور پھر کہا اس وجہ سے مسلمان میرے مخالف ہو گئے ہیں اور اس کے بعد اس کے وکیل ایک سنی حنفی مولوی نے خاکسار سے جو اس مقدمہ میں شہادت کے لئے عدالت میں طلب کیا گیا تھا، سوالات کر کے یہ کہلوایا کہ: ''میں نے سلطان روم کی تائید اور ہمدردی میں ایک آرٹیکل لکھا ہے اور مرزا نے سلطان روم کے برخلاف لکھا ہے۔''

پھر کادیانی نے اس پر اکتفا نہ کیا بلکہ اشتہار واجب الاظہار ۲۰ر ستمبر ۱۸۹۷ء میں اس مخالفت کا اچھی طرح اظہار کیا اور اس نے اپنا خیر خواہ گورنمنٹ ہونا ثابت کیا ہے۔ چنانچہ اس اشتہار کے (ص۸،۹ مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۴۶۴،۴۶۵) میں اس نے کہا ہے کہ ’’حال میں جب حسین کامی سفیر روم قادیان میں میری ملاقات کے لئے آیا اور اس نے مجھے اپنی گورنمنٹ کی اغراض سے مخالف پاکر ایک سخت مخالفت ظاہر کی وہ تمام حال بھی میں نے اشتہار مؤرخہ ۲۴ر مئی ۱۸۹۷ء میں شائع کر دیا ہے۔ وہی اشتہار تھا جس کی وجہ سے بعض مسلمان ایڈیٹروں نے میری مخالفت ظاہر کی اور بڑے جوش میں آکر مجھے گالیاں دیں کہ یہ شخص سلطنت انگریزی کو سلطان روم پر ترجیح دیتا ہے اور رومی سلطنت کو قصوروار ٹھہراتا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ جس شخص پر خود قوم ایسے ایسے خیالات رکھتی ہے اور نہ صرف اختلاف اعتقاد کی وجہ سے بلکہ سرکار انگریزی کی خیر خواہی کے سبب سے بھی ملامتوں کا نشانہ بن رہا ہے۔ کیا اس کی نسبت کی یہ ظن ہوسکتا ہے کہ وہ سرکار انگریزی کا بدخواہ ہے یہ بات ایک ایسی واضح تھی کہ ایک بڑے سے بڑے دشمن کو جو محمد حسین بٹالوی ہے، صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے حضور میں اس مقدمہ ڈاکٹر ہنری کلارک میں اپنی شہادت کے وقت میری نسبت بیان کرنا پڑا کہ یہ شخص سرکار انگریز کا خیر خواہ اور سلطنت روم کا مخالف ہے۔‘‘

کادیانی نے اس بیان زبانی عدالت وتحریری اشتہار واجب الاظہار میں صاف اقبال کیا ہے کہ وہ سلطان روم اور سلطنت روم کا مخالف ہے۔ اس سے مسلمان یقین کر سکتے ہیں کہ اس کی وہ معذرت جھوٹی اور منافقانہ معذرت تھی اور درحقیقت وہ سلطان روم اور سلطنت ترکی سے وہی دشمنی رکھتا ہے جس کو اشتہار ۲۴ر مئی (۱۸۹۷ء) میں ظاہر کر چکا ہے۔

اب رہا یہ امر کہ اس بیان میں جو اس نے تین دعویٰ کئے اور گورنمنٹ کو جتائے ہیں۔ اوّل یہ کہ سلطان روم یا سلطنت ترکی کو برا کہنے اور دشمنی رکھنے سے وہ برٹش گورنمنٹ کا خیر خواہ ثابت ہوسکتا ہے۔ دوم یہ کہ اس خیر خواہی گورنمنٹ انگریزی کی وجہ سے اخبار والوں نے اس کو برا کہا ہے۔ سوم یہ کہ اس کے خیر خواہ برٹش گورنمنٹ ہونے کو اس خاکسار نے عدالت میں مان لیا ہے۔ سچے دعویٰ میں یا ان دعاوی ثلاثہ میں اس نے جھوٹ بولا ہے اور گورنمنٹ کو دھوکہ دیا ہے جو محتاج بیان وثبوت نہیں ہے۔ تاہم مزید توضیح اور گورنمنٹ کی

اطلاع دہی کے لئے بیان کیا جاتا ہے کہ ان دعاوی ثلاثہ میں کادیانی نے سفید جھوٹ بولا اور اس جھوٹ پر لفاظی کا پردہ ڈال کر گورنمنٹ کو دھوکہ دینا چاہا ہے۔

## اس کے پہلے دعویٰ کے جھوٹ اور دھوکہ کا بیان وثبوت:

سلطان روم وسلطنت ترکی کو برا کہنا اور ان سے دشمنی ظاہر کرنا برٹش گورنمنٹ کی خیرخواہی وفرمانبرداری دو شرطوں کے سوا ممکن ومتصور نہیں ہے۔ اوّل یہ کہ برٹش گورنمنٹ اور سلطنت ترکی کی باہم دوستی نہ ہو، کھلم کھلی دشمنی ہو۔ جو خدا کی مہربانی اور مسلمان رعایا برٹش گورنمنٹ کی خوش قسمتی سے اس وقت تک مفقود ہے اور خدا کرے یہ شرط ہمیشہ مفقود رہے اور ان دونوں دولتوں میں رابطہ دوستی قائم رہے۔ شرط دوم یہ کہ سلطنت ترکی کی دشمن ومخالف سے برٹش گورنمنٹ کی نسبت کوئی کلمۂ بدخواہی ومخالفت کا سرزد نہیں ہوا یہ شرط بھی یہاں مفقود ہے۔

کادیانی نے برٹش گورنمنٹ کی نسبت ہشت سالہ میعاد کی پیشین گوئی اپنے خاص مریدوں میں پھیلا رکھی ہے اور اس کا یہ دلی اعتقاد ہے اس کی کتابوں واشتہاروں میں مشتہر ہو چکا ہے۔ (جو ہمارے رسالہ میں بارہا شائع ہو چکا ہے) کہ نافرمان انسان کا مال اور جان اس کے ملک سے خارج ہو کر خدا کے ملک میں ہو جاتے ہیں۔ پھر خدا جس کے ہاتھ سے چاہے ان کو تلف کرا سکتا ہے اور جو شخص اس کی پیروی نہ کرے، خدا نے اس کو کاٹ ڈالنے کا ارادہ کر لیا ہے۔

پھر اگر وہ سلطان کو ہر روز ہزار گالیاں دے اور سلطنت ترکی کو دن رات برا کہتا رہے تو وہ بھی برٹش گورنمنٹ کا خیرخواہ کیونکر ہو سکتا ہے؟

## اس کے دوسرے دعویٰ کے جھوٹ اور دھوکہ کا بیان:

کسی اسلامی اخبار نے کادیانی کو اس وجہ سے برا نہیں کہا اور نشانہ ملامت نہیں بنایا کہ وہ برٹش گورنمنٹ کی خیرخواہی کیوں کرتا ہے اور نہ کوئی ایسا باغی اخبار نویس ہے جو صرف گورنمنٹ کی خیرخواہی سے اس کو برا کہتا ہو۔ کوئی ایسا ہوتا اور اس کو خیرخواہی گورنمنٹ کے سبب برا کہتا تو وہ کبھی کا جیل خانہ کی سیر کرتا۔ جیسے بعض ہندو اخبار نویس اور بعض مسلمان واعظ بعض مضامین والفاظ مخالفت گورنمنٹ لکھنے اور بولنے سے جیل خانہ میں جا چکے ہیں۔

کادیانی اس دعویٰ میں سچا ہے تو کم سے کم ایک اخبار نویس کی کوئی ایسی عبارت نقل کرے، جس میں اس نے گورنمنٹ کی خیرخواہی کے سبب کادیانی کو برا کہا ہو۔ یہ امر اس سے نہ ہو سکے تو گورنمنٹ اس دروغ گو کی بات کو دھوکہ دہی سمجھے۔

ہاں بعض اخبار نویسوں نے سلطنت ترکی کی بدگوئی کی وجہ سے اس کو برا کہا ہے اور گورنمنٹ کے حق میں اس کی خوشامد کو ابلہ فریبی اور جھوٹی خوشامد قرار دیا ہے سو یہ اور بات ہے۔

## اس کے تیسرے (۳) دعویٰ کے جھوٹ اور دھوکہ کا بیان:

اس کا یہ کہنا کہ عدالت گورداسپور میں خاکسار نے اس کو سرکار انگریزی کا خیرخواہ مان لیا ہے، سفید جھوٹ ہے۔

گورنمنٹ مثل مقدمہ ملاحظہ فرمائے اور اس دروغ گو کی دروغ گوئی کا یقین کرے میں نے تو صاف اور صریح الفاظ یہ بیان کہا تھا کہ اس وقت (یعنی جب کہ میں نے ریویو براہین احمدیہ لکھا تھا) مرزا کے خیالات اچھے تھے۔ جس کے صاف اور صریح معنی یہ ہیں کہ اس وقت اس کے خیالات گورنمنٹ کی نسبت اچھے نہیں۔ اس امر کو میں نے عدالت میں کھول کر بیان کیا اور اپنے رسالہ (نمبر۳، ج ۱۸، ص ۸۰و۸۱) کا بھی حوالہ دیا۔ مگر معلوم نہیں، عدالت نے اس بیان کو کیوں درج اظہار نہ کیا۔

اس مقام میں عبارت (ص ۸۰و۸۱) کو نقل کرنا مناسب ہے۔

’’پیشگوئی معیادی ہشت سال ان کی امید کا ذریعہ ہے جس کی طرف ہم گورنمنٹ کو توجہ دلا چکے ہیں۔ ہم نے اس فقرہ آئینہ کمالات کو اپنے رسالہ میں کئی دفعہ کوٹ کیا (نقل کیا) ہے الہامی صاحب نے اس کا جواب تو کبھی کچھ نہیں دیا۔ ہاں ہمارے اس خیال کے مقابلہ میں ہمارے ریویو براہین کی عبارت رسالہ (نمبر۶، ج ۱۷، اشاعۃ السنۃ) سے نقل کر کے آپ نے گورنمنٹ کو جتایا ہے کہ یہ شخص (خاکسار) اپنے ریویو مذکور میں ہماری طرف سے گورنمنٹ کو مطمئن و بےفکر کر چکا ہے۔ اب اس کے برخلاف اس کے قول وخیالات کا کیا اعتبار رہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ خاکسار نے اس وقت گورنمنٹ کو آپ کی طرف سے مطمئن کیا تھا۔ جب کہ آپ نے موعود مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا اور اس اطمینان کی

ایک یہ دلیل بیان کی تھی کہ آپ مغل ہیں اور امام مہدی کا سید ہونا مسلم ہے۔ لہٰذا ممکن نہیں کہ آپ مہدی ہونے کا دعویٰ کریں۔ آپ نے میری اس دلیل اور خیال کو توڑ کر مہدی ہونے کا بھی دعویٰ کرلیا تو آپ میرے اس ریویو کے محل کیونکر رہ سکتے ہیں اور اس ریویو کے مضمون سے کیونکر فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور آپ کی طرف سے گورنمنٹ کیونکر مطمئن ہوسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں تب ہی سے گورنمنٹ کو جتا رہا ہوں کہ یہ شخص محل خوف ہے اس سے گورنمنٹ کو مطمئن نہ رہنا چاہئے اور اب یہ میرے اس ریویو کا محل نہیں رہا۔ اب یہ کچھ کا کچھ بن گیا ہے، اب یہ وہ مرزا غلام احمد نہیں رہا جس کی طرف سے میں نے ریویو میں گورنمنٹ کو مطمئن کیا تھا۔

میرے اس بیان سے اور اس فقرہ سے جو اظہارات میں درج ہے، صاف ثابت ہے کہ میں اب اس کے خیالات کو اچھا نہیں سمجھتا اور اس کی تعریف وخیر خواہی گورنمنٹ کو جھوٹی خوشامد اور منافقانہ دعویٰ خیر خواہی سمجھتا ہوں پھر اس کا مجھے اپنے خیر خواہ گورنمنٹ ہونے کا گواہ بنانا دروغ بے فروغ نہیں تو اور کیا ہے۔

اب ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں اور اہل اسلام کی پبلک سے امید کرتے ہیں کہ وہ بدگوئی حضرت سلطان روم اور سلطنت ترکی کی وجہ سے اس کو ویسا ہی دشمن اسلام ومسلمانان خیال کریں گے جیسا کہ پرچہ ۲۴؍مئی ۱۸۹۷ء کے وقت خیال کرتے تھے اور اس کی معذرت پرچہ ۱۵؍جون ۱۸۹۷ء کو جھوٹی معذرت قرار دیں گے اور گورنمنٹ سے امید رکھتے ہیں کہ وہ اس بدگوئی حضرت سلطان المعظم کی وجہ سے اور برٹش گورنمنٹ کی منافقانہ تعریف کرنے سے اس کو خیر خواہ سمجھ کر اس کے دھوکہ میں نہ آئے گی۔

یہ بات ہم نے اس لئے گورنمنٹ کو جتا دی ہے کہ اس دجال نے از راہ مکاری وکمال دلیری اور بے حیائی خاکسار ہی کو اپنے خیر خواہ گورنمنٹ ہونے کا گواہ بنالیا تھا اور مصرع:

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

کا مصداق بن کر دکھا دیا۔ وہ ہم کو اپنا گواہ نہ بناتا تو اب ہم سے یہ امر ظہور میں نہ آتا۔ کیونکہ پہلے ہم اس امر کا اظہار بخوبی کر چکے ہیں۔

نوٹ: مضمون ’’شکست کادیانی کے بعد فرضی بزرگ چودھویں صدی کی معذرت پر بحث ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (اشاعۃ السنہ ج۱۸ ش۵ ص۱۴۱تا۱۹۴)

# حاشیہ جات

۱؎ یہ معذرت بھی آپ کا دعویٰ ہے اور درحقیقت اس کے وارثوں نے معذرت نہیں کی۔

۲؎ وہ یہ ہے ''مسلمان اور متبعین مرزا اور انجمن حمایت اسلام لاہور''

۲۷؍جون ۱۸۹۷ء کو بروز اتوار اسلامیہ کالج لاہور واقعہ شیرانوالہ دروازہ میں ایک جلسہ ہوا جس میں کادیانی علیہ اللعنۃ کی طرف سے اس کے ایک مرید نے سراج الدین بی.اے (جو کچھ مدت سے عیسائی ہوگیا ہے) کے چار سوالوں کے جواب پڑھ کر سنائے۔ چونکہ ہم پہلے ہی تاڑ گئے تھے کہ مرزا ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلنا چاہتا ہے اور غالباً اس آڑ میں وہ مخرب اسلام اپنے زہریلے اور خلاف اصول اسلام خیالات ظاہر کرنے سے باز نہ آئے گا۔ اس لئے ہم اس جلسے میں شامل نہیں ہوئے۔

لیکن معتبر لوگوں سے سنا گیا ہے کہ ہمارا خیال درست نکلا۔ مرزا نے جابجا اپنے مشن کے متعلق بکواس کی ہوئی تھی اور حاضرین میں سے ان کو جو اسی کاذب ومفتری، مخرب اسلام اور شیطان بصورت انسان خیال کرتے ہیں۔ سخت رنج ہوا۔ ظاہر ہے کہ مسیح الدجال کو مسیح موعود ماننے والوں کی تعداد بہت تھوڑی اور نسبتاً وہ جماعت جو اسے جھوٹا سمجھتی ہے کئی گنا زیادہ ہے۔ بلکہ جہاں تک ہمارا خیال ہے۔ فقط لاہور کے مسلمانوں کی تعداد میں سے اگر مخالفین مرزا کا صحیح اندازہ کیا جائے تو کادیانی کے تمام چیلوں سے ہزار گنا زیادہ ہوں گے اور اگر متبعین مرزا کے اس تعداد کو جو لاہور میں ہے، اسی نسبت دیکھا جائے تو اور بھی زمین وآسمان کا فرق نظر آئے گا۔

اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انجمن حمایت اسلام لاہور نے کیونکر چند آدمیوں کی خاطر ہزارہا اہل اسلام کی دل شکنی جائز رکھ کر اپنے مکان میں ایسے جلسہ کی اجازت دی۔ یہ تمام الزام انجمن حمایت اسلام کے کارکن ممبروں اور خاص کر سیکرٹری پر آتا ہے کہ انہوں نے معدودے چند گم کردہ راہ لوگوں کو جن کے ساتھ ان کا ذاتی تعلق ہے، خوش کرنے کے لئے ہزارہا مسلمانوں کا دل دکھایا۔ الخ

یہ مسٹر حفیظ سالم کی شکایت بجا ہے مگر ہم نے سنا ہے کہ آئندہ انجمن کے مکان میں مرزائی دجالوں کو اپنے کفریات بیان سے ممانعت ہوگئی ہے۔ اس تجویز سے مسٹر سالم حفیظ کی شکایت کا ازالہ ہوگیا۔ **والحمد للہ علی ذلک۔**

۳؎ صحیح نام سلطان محمد بیگ ہے یہ شوہر ثانی منکوحہ آسمانی کادیانی ہے۔

۴؎ یہ حضرت کادیانی کی طرف سے اشارہ ہے جس کی منکوحہ آسمانی مرزا سلطان محمد بیگ کے ساتھ رہتی ہے۔

۵؎ یہ بھی آپ ہی ہیں۔

۶؎ یہ بھی ہی ہیں کہ آپ نے سلطان المعظم کے متعلق اپنے الہامات اشتہار ۲۴؍مئی ۱۸۹۷ء کو اشتہار ۲۵؍جون ۱۸۹۷ء میں ندامت کے ساتھ واپس لیا۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

# جواب درخواست

# کیاّ دکادیانی

(مؤرخہ ۱۵؍جولائی ۱۸۹۷ء)

---

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جس میں کادیانی نے آخری حیلوں و مذبوحی حرکات (جھوٹے خوابوں اور مصنوعی الہامات) کی طرف رجوع کیا ہے اور اس سے پہلے بطور تمہید ایک شخص سید عالم طالب علم ایف.او.ایل پر ایک خواب کا افتراء کیا اور دو فرضی ملہموں کے دو جھوٹے الہام شائع کر دیئے۔

کیاد (مکّار) صاحب نے اپنا باطل مذہب چلانے اور اس ذریعے سے دنیا کا عیش اڑانے کے لئے کئی حیلے کئے اور کھیل نکالے۔ مگر وہ کارگر نہ ہوئے۔ سب سے پہلے آپ نے اسلام کے وکیل بن کر اسلام کی طرف سے اقوام غیر سے مقابلہ و مباحثہ کرنے کا بیڑا اٹھایا اور ایک کتاب براہین نام کی تصنیف کا اشتہار دیا اور اس کے ذریعہ باقرار خود دس ہزار روپیہ کے قریب شائقین تائید اسلام سے بٹورا۔ پھر جب دیکھا کہ منجملہ تین سو دلائل عقلیہ کے جو قرآن ہی سے نکال کر اس کتاب میں پیش کرنے کا میں نے اشتہار میں وعدہ دیا ہے۔ ایک دلیل بھی میں بیان نہیں کر سکا اور نہ کر سکتا ہوں۔

تو اسی کتاب کی تیسری جلد سے الہام بازی شروع کر دی اور اپنی مجددیت اور بہت سے پہلے اکابر اولیاء پر فوقیت کے دعوے کی پٹڑی جمادی۔ اس سے دکان اچھی طرح نہ چلی، تو پھر مسیح موعود اور مہدی مسعود ہونے کے دعویٰ کا جھنڈا کھڑا کر دیا اور معجزات و نشان نمائی کا نعرہ مارنا شروع کر دیا۔

اور ان دعاوی کے اثبات کے لئے کبھی مناظرہ کی طرف رجوع کیا، کبھی مباہلہ کی طرف لوگوں کو بلایا۔ کبھی کوئی رسالہ یا قصیدہ اردو یا فارسی میں بنا کر اس میں لن ترانیاں ہانکیں کبھی عربی میں نثر یا نظم لکھ کر اپنے ملہم و مؤید من اللہ ہونے کی دلیل بنائی۔ معجزہ و نشان آسمانی کسی نے چاہا تو اسی کی موت کو یا اس کے زمرہ احباب کی موت یا مصیبت کو نشان قرار دیا اور جس کی نسبت کوئی نشان نہ بن سکا۔ اس کو گالیاں اور بد دعاؤں سے ڈرانا اور دھمکانا اختیار کیا۔

وازانجا کہ بحکم ’’لکل فرعون موسی‘‘ ہر گمراہ کے مقابلہ کے لئے حق گو بھی ہوتے چلے آتے ہیں۔ لہٰذا خدا تعالیٰ نے اس گمراہ کے مقابلہ میں علماء اسلام کو مؤفق و مامور کیا، جنہوں نے اس کیاد کے ہر ایک کید کو ظاہر کر دکھلایا اور خاص کر خادم قوم مؤلف اشاعۃ السنۃ کو تو اس اہتمام سے مؤفق کیا کہ اس نے ’’حسبة الله ونصحا لخلق الله‘‘ اظہار وابطال مکاید کادیانی کو حد کمال تک پہنچا دیا اور ۱۸۸۹ء سے سنہ رواں تک اس کیّاد کا پیچھا

نہیں چھوڑا، اس کی ہر ایک بات کا اچھی طرح اظہار وابطال کیا۔

اس کے دعویٰ وکالت وحمایت اسلام اور تصنیف کتاب براہین کی نسبت یہ ثابت کر دیا کہ یہ محض اس کا فریب وڈھکوسلہ ولاف زنی ہے، نہ اس نے کوئی ایسی کتاب (جس میں تین سو دلائل عقلیہ ہوں) تائید اسلام میں بنائی اور نہ آئندہ بنا سکتا ہے۔

اور اس کے دعویٰ الہام ومجددیت ومسیحائی ومہدیت کی نسبت یہ ثابت کر دیا کہ ایسا شخص خدا کا ملہم اور دین اسلام میں مجدد ہرگز نہیں ہوسکتا اور اس کا مسیح موعود ومہدی مسعود ہونا تو ایسا محال ہے جیسے سوئی کے سوراخ سے اونٹ کا نکل جانا محال ہے۔

نشان آسمانی نہ اس نے آج تک کوئی دکھایا اور نہ آئندہ دکھا سکتا ہے اور جن لوگوں کی نسبت اس نے موت یا کسی عذاب کی خبر دی تھی۔ ان کی نسبت اس کی خبروں کا جھوٹ بخوبی ظاہر ہوگیا ہے۔ اس کے دعویٰ مناظرہ کو چھ روز تک لدھیانہ میں اس کو خوب رگڑنے اور لتاڑنے سے اور دہلی، لاہور وسیالکوٹ وغیرہ میں خوب چتھاڑنے اور بھگانے سے بھلا دیا۔ یہاں تک کہ اس کو مجبور ہوکر اپنے حق میں یہ الہام (احتلام شیطان) گھڑنا پڑا۔

''یا علی دعهم وانصارهم وزراعتهم '' اے علی ان مولویوں اور ان کے پیروؤں کو چھوڑ دے۔ یعنی ان سے مباحثہ نہ کر (جس کو اس نے کتاب آئینہ میں درج کر کے) مشتہر کیا ہے۔

اس کے دعویٰ مباہلہ کو یوں اس سے چھوڑایا کہ بارہا اس سے مباہلہ کرنے کو مستعدی کا اظہار کیا اور اس کی شرائط مباہلہ کا فساد ظاہر کر کے ان شروط کو بالائے طاق رکھ کر مباہلہ کرنے پر اس کو مجبور کیا۔ ان حیلوں کو توڑ کر اس کو بے دست وپا کیا گیا تو اس سے ایک حیلہ یہ نکالا جس کو اس نے اشتہار قطعی فیصلہ ۱۹ر مئی ۱۸۹۷ء میں مشتہر کیا کہ ''فریقین اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ کر دعائیں کریں۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۴۱۱) یعنی بالمشافہ مباہلہ کرنے سے حضور ایں جانب رہ چکے ہیں۔ لہٰذا ہمارے پاس کوئی صاحب نہ آئیں۔

اس امر کو بھی منظور کیا گیا اور اس حیلہ کو توڑا گیا تو اب آپ نے آخری حیلہ یہ نکالا ہے، جس کو درخواست ۱۵ر جولائی ۱۸۹۷ء کے ذریعہ سے مشتہر کیا ہے اور کہا ہے ''میں نے ہر طرح سے مخالفوں کو سمجھایا پر وہ باز نہ آئے۔ آخر یہ تجویز سوچی کہ وہ سب میری نسبت دعا کریں اور جو حال میرا ان پر خوابوں میں ظاہر ہو، اس کو میرے پاس لکھ کر بھیج دیں۔ میں شائع

کر دوں گا۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۴۵۰، ۴۵۱) جس سے اس کا مقصود وغرض یہ ہے کہ لوگ اس طرف متوجہ ہوں گے اور اپنی خوابوں کو لائق دست آویز اور شرعی دلائل سمجھ لیں گے، تو پھر میں بھی ان کے مقابلہ میں اپنی اور اپنے گروہ کی جھوٹی خوابوں اور الہاموں کو مشتہر کر دوں گا اور ان خوابوں والہاموں کی کثرت سے متمسک ہوں گا اور اس حجت مسلمہ فریق ثانی کے ذریعہ سے اپنی جانب کے الہاموں اور خوابوں کا غلبہ ثابت کر دوں گا۔

چنانچہ اس قسم کے دو بناوٹی الہام اس درخواست سے چند روز پہلے اور ایک بناوٹی خواب اس درخواست کے پیچھے آپ نے شائع کر دیئے۔ جو بعض ناواقفوں کی گمراہی کا باعث ہوگئے۔ اس درخواست سے پہلے ایک بناوٹی الہام اس نے اپنے ایک خاص مرید اور دلال فتح محمد پوسٹ ماسٹر لیہ اور اس کی ہمشیرہ کے نام سے مشتہر کیا ہے، جس کی نقل یہ ہے:

## غلام فاطمہ لیّہ کا اشتہار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

### اشتہار واجب الاظہار

**’’وکفٰی باللہ شھیداً محمد رسول اللہ‘‘**

اے جماعت مؤمنین اہل اسلام میری عرض کو متوجہ ہوکر سنو۔ آپ آخرت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے پر ایمان رکھتے ہو، آپ لوگوں کو اسی خدا وحدہ لاشریک کی قسم پر اعتماد کرنا چاہئے اور میری شہادت حق کو غور سے سنو اور پڑھو میں ایک عورت امی عربی اور فارسی سے محض بے خبر ہوں۔ یہ خدا تعالیٰ کی صریح کرامت ہے کہ عربی میں مجھے الہام ہوتے ہیں اور الہام اور کشف کی رو سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعویٰ مسیح موعود اور مہدی مشہود ہونے کی خبر مجھے ہو چکی ہے اور وہ الہامات یہ ہیں:

**(۱) ویکبر احمد (۲) الم یاتکم نذیر (۳) فلم تحن اللہ فلا غالب لہ الا ھو (۴) من یکذب بالدین (۵) صدیق صادقا (۶) وعدہ مفعولا (۷) احمد دار السلام۔**

اور کشف میں مجھے مرزا غلام احمد صاحب دکھلایا گیا ہے اور ایک آواز دینے والے نے مکرر سہ کرر پکار کر کہا کہ مرزا صاحب کی فتح ہوئی ہے۔ جو لوگ مرزا صاحب کو کافر اور دجال

کہتے تھے، اب اس فتح کے عوض میں وہ لوگ خود دجال بن گئے۔ یہ سب دجال آگ میں دیئے گئے ہیں اور پھر ایک ہندو برہمن نظر آیا، قریب آ کر رکوع کرنے کی شکل میں جھک گیا اور یہ الہام ہوا۔ عباد اللہ وجھکم اور مولویوں نے امت محمدیہ میں تفرقہ ڈال رکھا ہے اور اہل حق کا نام کافر رکھ دیا ہے۔ اس لئے میں حق تعالیٰ سے اطلاع پا کر گواہی دیتی ہوں کہ مرزا صاحب غلام احمد قادیانی حق پر ہے اور تمام مولوی ان کو کافر اور مفتری کہنے والے باطل پر۔

اب اگر کوئی میری گواہی مانے یا نہ مانے لیکن میرے الہام کی سچائی کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوگی کہ جس زبان میں مجھے الہام ہوتا ہے۔ یعنی عربی میں اس سے بے خبر ہوں۔ لہٰذا یہ اشتہار بطور شہادت وصداقت بذریعہ اپنے بھائی حقیقی فتح محمد برادر کے شائع کرتی ہوں، تاکہ امانت خدا تعالیٰ کو لوگوں میں پہنچا دوں۔'' فصاحت لیوم کرامۃ فعلک باخع النفسک فحرّض المؤمنین کذٰلک حقت کلمۃ ربک علی الذین فسقوا انھم لا یؤمنون ''

عاجزہ غلام فاطمہ بنت محمد خان بزدار سکنہ خاص شہر لیہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان بذریعہ برادر حقیقی خود فتح محمد بزدار۔ دہم ذوالحجہ ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۳رمئی ۱۸۹۷ء۔

دوسرا بناوٹی الہام اس نے ایک مجذوب فقیر کے نام سے گھڑ کر مشتہر کیا ہے جس کی نقل ذیل میں ہے۔

## فقیر محمد سیالکوٹ کی ایک گواہی

یہ اشتہار ایک مجذوب نے جو سیالکوٹ میں قریب بارہ سال سے مقیم ہے۔ ہمارے پاس شائع کرنے کے لئے بھجوایا ہے۔ لہٰذا ہم اس جگہ اس کی نقل مطابق اصل بلفظہ کر دیتے ہیں اور وہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## اشتہار واجب الاظہار

خدا کے فضل اور الہام سے، روح جناب رسول مقبول ﷺ سے، روح کل شہداء سے، روح کل ابدالوں سے، روح کل اولیاء سے، جو زمین پر ہیں اور ان روحوں سے جو چودہ طبقوں کی خبر رکھتے ہیں۔ میں نے ان سب سے الہام اور گواہی پائی ہے کہ حضرت مرزا

صاحب کو اللہ جل شانہ نے بھیجا ہے۔ رسول مقبول کے دین میں سخت فتنے برپا ہوگئے۔ وہ حد درجہ کا ضعیف ہوگیا، ہزاروں ملعون فرقے جیسے نصاریٰ اور رافضی پیدا ہوکر لوگوں کی گمراہی کا باعث ہوئے۔ اس لئے مسیح موعود کو بھیجنے کی ضرورت ہوئی۔

اس وقت یہ خوفناک فتنے پیدا ہوئے ان کی اصلاح ایک بھاری نبی کا کام تھا، مگر چونکہ رسول مقبول کے بعد کوئی نبی نہیں آنا تھا۔ خداتعالیٰ نے حضرت مرزاصاحب کو جو رسول مقبول کی دستار مبارک میں بھیجا، جو لوگ خیال کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اس جسم سے زندہ آسمان پر اٹھائے گئے وہ جھوٹے ہیں۔ کوئی آسمان پر موت کا مزہ چکھے بغیر اور جسم کے ساتھ نہیں گیا۔ اے علماء گدی نشینو! اے فقراء گدی نشینو! اے اہل بیت گدی نشینو! سن رکھو عنقریب آسمان سے بڑی بھاری جلالی گواہی اس سلسلہ کی سچائی کی ظاہر ہونے والی ہے۔

خود خدا بڑے زور سے گواہی دے گا۔ پھر تم اس مخالفت میں بڑے ذلیل اور شرمندہ ہوگے۔ یہ میرا اشتہار سچا ہے یہ لوح محفوظ کی نقل ہے میں دیکھتا ہوں کہ اس مخالفت سے خداتعالیٰ تم پر سخت ناراض ہے، رسول مقبول تم سے حد درجہ بیزار ہے۔

المشتہر: فقیر محمد سیالکوٹ برلب ایک باغ بستی والہ ۲۸رمئی ۱۸۹۷ء مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان۔

## محمد سید عالم گوجرانوالہ

وہ بناوٹی خواب (جس کو اس نے اپنے خاص مریدان اور حواریان لاہور کی معرفت چھپوا کر مشتہر کیا ہے، یہ ہے:

**’’ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او کذب بایٰتہ انہ لا یفلح الظلمون‘‘** اس سے ظالم کون ہے جو جھوٹ خدا پر باندھتا ہے یعنی دروغ گوئی کے طور پر مورد الہام ورویاء اپنے آپ کو ٹھہراتا ہے یا خدا کے نشانوں کو جھٹلاتا ہے ایسے ظالم مقرر بھلا نہیں پاتے۔

## رؤیائے صادقہ

میں مندرجہ بالا آیات کے نازل کرنے والے خداتعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر اور اس بات پر کامل ایمان رکھ کر کہ اس آیت کا مصداق ضرور ہلاک ہوگا۔ ذیل کا رؤیا جو مجھے ہوا۔ بطور گواہی مسلمان بھائیوں کو سناتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خداتعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق بہت

جلد اس اظلم کو ہلاک کرے جو باوجود مورد الہام ورویاء نہ ہونے، اپنے آپ کو ملہم مشتہر کرے۔

وہ رؤیا یہ ہے:

میں ۱۹؍جون ۱۸۹۷ء کو تقریباً ۷ بجے شام کے سید مٹھ بازار میں جارہا تھا کہ چند آدمی خربوزہ فروش کی دوکان پر بیٹھے تھے اور سر سید احمد خان صاحب اور مرزا صاحب قادیانی کی توہین کررہے تھے، میں وہاں کھڑا ہوگیا تو تمام باتیں سنیں۔ انہوں نے مرزا صاحب کو دشنام بھی دیں اور اور بھی بدگوئیاں کیں (ناگفتہ بہ) میں چونکہ مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کے بالکل برخلاف تھا، سن کر نہایت خوش ہوا اور واپس چلا آیا۔

خیر رات تک مجھے یہ خیال نہ بھولا، جب میں رات کو سویا تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں جنگل میں جارہا ہوں اور جنگل ہی میں ایک مسجد آئی ہے، جس کے باہر کی دیواریں بہت چھوٹی ہیں اور اس میں ایک مجمع عام ہے اور دوتین آدمی دیوار کے ساتھ لگے کھڑے ہیں۔ میں بھی وہاں جاکر کھڑا ہوگیا۔ چند آدمیوں نے ہمیں دیکھ کر کہا کہ بھائی اندر آکر بیٹھو۔ حسب الحکم میں اور وہ آدمی شریک مجمع ہوئے۔

میں نے سب سے ذی عزت صاحب کی طرف اشارہ کرکے ایک صاحب سے کہا کہ یہ صاحب کون ہیں؟ اس نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں میں باغ باغ ہوگیا کہ زیارت نصیب ہوئی۔ پھر میں نے دوسرے درجہ کے ذی عزت صاحب کی بابت استفسار کیا تو اس نے کہا کہ یہ مرزا صاحب قادیانی ہیں، یہ سن کر میں نے رات کی گرم جوشی میں جو الفاظ ان آدمیوں سے سنے تھے وہی کہہ دیئے۔ تو تمام حاضرین نے شوروغل کیا اور ناراض ہوکر مجھے نکالنے پر آمادہ ہوگئے (اس سے میں نے یقین کیا کہ یہ تمام آدمی جو مقرب ہیں یہ وہی صاحب ہیں جو مرزا صاحب کو مسیح موعود سمجھتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں) خیر اتنے میں رسول کریم ﷺ نے بڑے حلم اور نرمی سے مجھ غریب کو بلایا اور بذریعہ ترجمان جو وعظ نصیحت کی وہ بعینہٖ ذیل میں درج کرتا ہوں:

بزرگوں کو دشنام دینا بہت برا ہے، تم کسی بزرگ کو دشنام نہ دو۔ کیونکہ جس شخص کو تم باطل پر خیال کرکے ازروئے تعصب کے گالی دیتے ہو یہ میری طرح مرسل ہے اور سچا مسیح موعود ہے، جس کا گواہ وہی (قانون اسلام ہے) جو کلام الٰہی سے موسوم ہے۔ آیات قرآن کے بموجب یہی مسیح موعود ہے۔ اگر لوگ اس کو برا جانتے ہیں تو کچھ بھی مضائقہ نہیں۔ اس

سے بڑھ کر مجھ پر طعن وطنز ہوئی اورانہی خطابوں کا موردہوا۔ جس کے مرزاصاحب ہورہے ہیں۔ لیکن میں نے کچھ بھی پروانہ کی اوراپنے دین کو کامل کردیا۔

اب یہ شخص اپنے وعدے کے مطابق آیا ہے، لوگ اس کو نہ مانیں گےتو جہنم میں گرائے جائیں گے اور میرے مقرب اور اللہ کے پیارے وہی شخص ہوں گے، جو مرزا صاحب کے مقبول ہوں گے اورضرور ہے کہ تمام لوگ ان پر ایمان لاکر جنت کے مستحق ہوں گے اورقریب ہے کہ خداوندکریم ان لوگوں پر جوان کو براخیال کرتے ہیں، عذاب نازل کرے گا اوروہ لوگ توبہ کریں گے اورانہی پر یقین لائیں گے۔ میرا یہ بیان حلفیہ ہے جو میں نے دیکھا اورسنا وہ لکھ دیا، میں جناب حضرت مرزاصاحب کے مخالفین میں سے تھا اب اس اشتہار کے ذریعہ توبہ کرتا ہوں۔ **وما علینا الا البلاغ!**

راقم: خاکسار محمد سید عالم ایف.او.ایل کلاس اورنٹیل کالج لاہورمتوطن گکھڑ ضلع گوجرانولہ

اس درخواست کیادکادیانی صاحب کا جواب اوراس کے بناوٹی الہامات اور جھوٹے خوابوں (جن کی اشاعت وہ کرچکا ہے یا آئندہ کرے گا) ردوابطال ایسے مسلمہ اصول سے پیش کیا جاتا ہے، جن میں کیاّدکادیانی کو مجال مقال نہ ہو۔

## جواب درخواست

ہم خدا کے فضل وتوفیق سے الہام کے مثبت ہیں نہ منکر اوراس کا اثبات دلائل عقلیہ ونقلیہ سے (نمبر۱۰ واا ج ۷) میں بضمن ''ریویو براہین احمدیہ'' ایسا کرچکے ہیں۔ جس پر آج تک ہم کو قیام وثبات ہے۔ (گو براہین کو ایک مدت سے (جب سے کہ کادیانی اسلام سے مرتد ہوکر کفر بکنے لگ گیا ہے) مجموعہ خرافات واباطیل اوراس کے مندرجہ الہامات کو احتلامات شیطانیہ وگوز ہاشتر جانتے ہیں اوران کو اپنے ان اصول دلائل کا جو ریویو میں بیان کرچکے ہیں۔ موردومحل نہیں سمجھتے۔)

ایسے ہی ہم رؤیا صالحہ (سچی خوابوں) کے قائل ومثبت ہیں، نہ منکر اوران کا اثبات ہم بضمن خطبہ (یالیکچر) (نمبر۸وغیرہ ج۱۷) میں کرچکے ہیں۔ ولیکن غیر نبی کے الہام یا رؤیا (خواب) کو ہم حجت شرعی نہیں جانتے اوران کے ہرایک الہام کو تلبیس ابلیس سے محفوظ نہیں سمجھتے اوراس کی قبولیت کی یہ شرط لازم مانے ہوئے ہیں کہ وہ ظاہر دلائل شریعت کا مخالف نہ ہواوران کا مورد (صاحب الہام) متقی وپرہیز گار ہو، فاسق، فاجراوراخوان الشیاطین سے نہ

ہواور اپنے اس اعتقاد وتحقیق کو ہم اسی ریویو براہین احمدیہ میں (ص۳۰۱ نمبر۱۰ ج۷) میں اصول مسلمہ قرار دے چکے اور صاف یہ لکھ چکے ہیں)

یہ اصول تو مسلم ہیں کہ:

۱...... ملہم (غیرنبی) اپنے سبھی الہامات میں معصوم نہیں ہوتا، اس کے بعض الہامات میں تلبیس ابلیس کا امکان واحتمال ہے۔

۲...... اور وہ خود بھی اپنے ہر ایک الہام پر (جب تک ان کا مخالف شریعت نہ ہونا ثابت نہ کرلے) یقین کرنے کا شرعاً مجاز نہیں۔

۳...... اور اس کا یہ یقین (جو اس کو اپنے الہام پر خود بخود حاصل ہوتا ہے) شرعی حکم نہیں۔

۴...... اور (بناءً علیہ) اس کا ہر ایک الہام خود اس کے حق میں بھی ایسی دلیل شرعی (جس پر اہل اسلام کا اتفاق ہو) نہیں ہے۔ چہ جائے کہ وہ اوروں کے حق میں دلیل شرعی قطعی واجب العمل ہو۔

اشاعۃ السنۃ (نمبر۵و۶ ج۲ کے ص۱۵۳) وغیرہ میں انہی اصول کی تائید وتسلیم کے متضمن عبارات احیاء العلوم، میزان کبریٰ وفرقان وغیرہ منقول ہوئے ہیں۔ جن کی تسلیم سے ہم کو اب بھی انکار نہیں ہے۔

اور اس سے پہلے (ص۲۸۳ نمبر۹ ج۷) بدست آویز آیت ''ھل انبئکم علی من تنزل الشیاطین'' بیان کر چکے ہیں کہ جھوٹے اور بدکار شیطان کے ملہم ہوتے ہیں، نہ خدا کے اور اس سے پہلے (نمبر۵،۶، ج۲ کے ص۱۵۲) میں جو ۱۸۷۹ء کو شائع ہوئے ہیں یہ لکھ چکے ہیں۔

اور امام غزالی جو بڑے کشفی والہامی مشہور ہیں، جن کی عبارت مثبتہ الہام تائید سوال میں مسطور ہے۔ اسی عبارت کے متصل (ج۳ ص۱۶) میں احیاء کے فرماتے ہیں:

''بیان تسلط الشیطان علی القلب بالوسواس ومعنی الوسوسة وسبب غلبتها. ثم ضرب للقلب مثلا مفاده تصویر دخول الوساوس الیه ثم ذکر مداخل الوساوس الیه من الحواس الخمسة الظاهرة والقوی الباطنة من الشهوة والغضب وغیرهما وفسر الوسوسة والهام والملک والشیطان والتوفیق والخذلان.

ثم قال ولما کان لا یخلو قلب عن الشهوة وغضب وحرص

وطمع وطول امل الی غیر ذلک من الصفات البشریة المنشبعة عن الھویٰ لاجرم لم یخل قلب ان یکون الشیطان فیه جولان بالوسوسة. ولذلک قال ﷺ مامنکم من احد الا وله شیطان قالوا وانت یا رسول اللّٰہ قال وانا الا ان اللّٰہ اعاننی علیه فاسلم فلا یامر الا بخیر ‘‘(احیاء العلوم ج۳ ص۱۶)

دل پر شیطان کی سلطنت اور معنی وسوسہ اور اس کے غلبہ کے سبب کا بیان۔

پھر امام غزالی نے دل کی ایک ایسی مثال جس میں وسوسے آنے کی صورت کا بیان ہے، بتلائی۔ پھر وسوسہ کے راستوں کا ذکر کیا۔ جو ظاہری حواس ہیں اور باطنی قوتیں جیسے شہوت وغضب وغیرہ اور معنی وسوسہ والہام وفرشتہ شیطان اور توفیق وخذلان کو بیان کیا۔

پھر کہا جب کوئی دل شہوت وغضب وحرص وطمع ولمبی امید وغیرہ صفات بشریہ سے جو ہوائے نفسانی کی شاخیں ہیں، خالی نہ ہوا تو ضرور ہوا کہ کوئی دل اس بات سے خالی نہ ہو کہ شیطان کو اس میں وسوسہ کے ساتھ جولانی ہو۔ اسی واسطے آنحضرت نے فرمایا ہے تم میں سے کوئی ایسا نہیں، جس کے ساتھ شیطان نہ ہو، صحابہ نے کہا آپ بھی ایسے ہیں۔ فرمایا ہاں میں بھی ایسا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے شیطان پر غلبہ دے دیا ہے وہ میرے تابع ہوگیا ہے۔ مجھے بجز خیر کے کچھ نہیں کہتا۔

اور امام غزالی نے یہ بھی کہا ہے کہ شیطان کو عرش اور لوح محفوظ کی صورت بن جانے کی قدرت ہے۔ جس کے مشاہدہ سے صاحب کشف یہ گمان کرتا ہے کہ میں نے عرش یا لوح سے علم حاصل کیا ہے اور واقع میں وہ شیطان سے ہوتا ہے۔

ایسا ہی امام شعرانی کہ وہ بھی بڑے صوفی والہامی مشہور ہیں اور مشاہدہ عین شریعت ودوزخ وبہشت کے اپنے ان آنکھوں سے مدعی اور کشف والہام کے بڑے بھاری معتقد فرماتے ہیں:

’’فان قلت فلای شیٔ لم یوجب العلماء باللّٰہ تعالیٰ العمل بما اخذہ العالم من طریق الکشف مع کونه ملحقاً بالنصوص فی الصحة عند بعضم فالجواب لیس عدم ایجاب العلماء العمل بعلوم الکشف من حیث ضعفھا ونقصھا عما اخذہ العالم من طریق النقل الظاھر وانما ذلک للاستغناء عن عدہ فی الموجبات بصرائح ادلة الکتاب والسنة عند القطع

بصحة ای ذالک الکشف فانه حینئذ لا یکون الا موافقاً لها انما عند عدم القطع بصحته فمن حیث عدم عصمة الاٰخذ لذلک العلم فقد یکون دخله التلبیس من ابلیس فان الله تعالٰی قد اقدر ابلیس کما قال الغزالی علی ان یقیم اللمکاشف صورة المحل الذی یاخذ علمه منه من سماءٍ او عرش او کرسیٍ او قلم او لوح. فربما ظن المکاشف ان ذالک العلم عن الله تعالٰی فاخذه به فضل واضل.

فمن ههنا اوجبوا علی المکاشف ان یعرض ما اخذه من العلم من طریق کشفه علی الکتاب والسنة قبل العمل به فان وافق فذلک والاحرم علیه العمل به'' (میزان کبریٰ ص۸۳)

اگر تو سوال کرے کہ جس بات کو طریق کشف سے کوئی عالم حاصل کرتا ہے باوجودیکہ وہ بعضوں کے نزدیک حکم صحت میں نصوص (آیت یا حدیث) سے ملحق ہے۔ پھر اس پر عمل کرنے کو علماء نے کیوں واجب نہیں کیا۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ علماء کا اس پر عمل کرنے کو واجب نہ کہنا اس سبب سے نہیں کہ وہ ضعیف ہے اور اس علم کی نسبت (جو علماء طریق ظاہری نقل سے اخذ کرتے ہیں) ناقص ہے۔ وہ تو فقط اس لئے ہے کہ کتاب وسنت کے ہوتے کشف کو (جو صحیح قطعی ہو) حجت ودلیل ٹھہرانے کی حاجت نہیں۔ اس لئے کہ وہ قطعی ہونے کی صورت میں کتاب وسنت کے موافق ہوگا۔

یعنی پھر اس کو حجت مستقل ٹھہرانے کا کیا فائدہ اور اگر کشف کی صحت کا یقین نہ ہوا اور وہ اس جگہ ہی جہاں اس کے حاصل کرنے والے میں عصمت نہیں تو وہاں تلبیس ابلیس کا دخل ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو، چنانچہ غزالی وغیرہ نے کہا ہے یہ قدرت دی ہے کہ وہ صاحب کشف کے سامنے اس کے محل کشف کی جس سے وہ علم لیتا ہے۔ آسمان کی صورت بنادے یا عرش کی یا کرسی کی یا قلم کی یا لوح محفوظ کی۔ پھر بسا اوقات صاحب کشف سمجھتا ہے کہ میں نے خدا تعالیٰ سے علم حاصل کیا ہے، سو اس کو لے لیتا ہے۔ پس آپ بھی گمراہ ہوتا ہے اور لوگوں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔

اسی جگہ سے علماء نے صاحب کشف پر واجب کیا ہے کہ وہ اپنی اس بات کو جو طریق کشف سے لیتا ہے، عمل کرنے سے پہلے قرآن وحدیث پر پیش کرے۔ پس اگر موافق

پاوے تو اس پر عمل کرے ورنہ ان پر عمل کرنا حرام ہے۔

اور کیّادکادیانی صاحب بھی ہمارے ان اصول کو بدل مان چکے ہیں اور ہمارے اس ریویو کو (جس میں یہ اصول بتائے ہیں) اپنا مؤید سمجھ کر سر اور آنکھوں پر رکھ چکے ہیں اور ہم کو خوب یاد ہے کہ جب یہ ریویو شائع ہوا ہے۔ تو انہوں نے اپنے ایک لاہوری دلال (ایجنٹ) الٰہی بخش ایکوٹنٹ کی معرفت ہمارے پاس پچاس (۵۰) روپیہ بھیج کر یہ لکھا تھا کہ اس پچاس روپیہ کے عوض میں اشاعۃ السنۃ کے وہ نمبر جن میں ریویو درج ہے۔ لوگوں کو مفت تقسیم کئے جاویں اور ہم نے اس روپیہ کے عوض میں لدھیانہ میں (معرفت آپ کے سابق حواری میر عباس علی صوفی کے (جو آخر آپ کی مکاری دیکھ کر آپ سے منحرف ہوگئے اور تائب ہوکر اس دنیا سے کوچ کر گئے ہیں) اور دیگر مقامات میں وہ رسائل مفت تقسیم کئے۔

اور طرفہ یہ کہ ہم نے تو غیر نبی کے الہامات کو محتمل تلبیس ابلیس قرار دے کر ان کی شرعی حجت سے انکار کیا ہے۔ کیّادکادیانی صاحب نے اپنی ذات کے سوا اور نبیوں کے الہامات کو بھی محل دخل و تلبیس ابلیس قرار دیا ہے۔ چنانچہ ازالہ قادیانی میں کہا ہے:

''یہ دخل کبھی انبیاء اور روسولوں کی وحی میں بھی ہوجاتا ہے۔ مگر وہ بلاتوقف نکالا جاتا ہے اس کی طرف اللہ جل شانہ قرآن کریم میں اشارہ فرماتا ہے''**وما ارسلناک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیاطین فی امنیته الخ**'' ایسا ہی انجیل میں بھی لکھا کہ شیطان اپنی شکل نوری فرشتوں کے ساتھ بدل کر بعض لوگوں کے پاس آجاتا ہے۔ دیکھو (خط دوم قرنتیان باب ۱۱ آیت ۱۴) اور مجموعہ تورات میں سے سلاطین اول (باب۲۲ آیت ۹) میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کے وقت تین چار سو نبیوں نے اس کی فتح کے بارہ میں پیش گوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی۔ بلکہ وہ اسی میدان میں مرگیا۔ سبب اس کا یہ تھا کہ دراصل وہ الہام ایک ناپاک روح سے تھا۔ نوری فرشتے کی طرف سے نہیں تھا اور ان نبیوں نے دھوکہ کھا کر ربانی الہام سمجھ لیا تھا۔'' (ازالہ ص۲۶۸،۲۶۹، خزائن ج۳ ص۴۳۹)

ایسا ہی ہم غیر نبی کے خوابوں کو محتمل تلبیس ابلیس جانتے اور اپنے مضمون خطبہ (یا لیکچر) میں کہہ چکے ہیں کہ خوابیں پانچ قسم ہوتی ہیں۔ جن میں صرف ایک قسم الہام الٰہی ہوتا ہے (جو رویاء صالحہ اور مبشرات کہلاتے ہیں) باقی چار قسم غیر الہامی ہیں، جن میں ایک شیطانی وسوسہ بھی ہے۔

اس بات کے تسلیم کرنے سے کیادصاحب کادیانی کو انکار نہیں ہے اور جبکہ غیر نبی کے الہاموں اور خوابوں کا یہ حال ہے۔ جس میں کیادصاحب کو مجال مقال نہیں ہے اور اسی وجہ سے علماء اسلام نے غیر نبی کے الہامات اور خوابوں کے قبول کرنے کے لئے علاوہ اور شروط کے ایک شرط لگادی ہے کہ وہ صریح احکام مستفاد کتب وسنت کے مخالفت نہ ہوں، جس کے تسلیم میں کادیانی کو بھی بظاہر کوئی عذر نہیں ہے۔

تو اب ہم درخواست کیا صاحب کادیانی کے جواب میں کہتے ہیں کہ آپ کے اور آپ کے معتقدات کی نسبت جو خواب یا کشف یا الہام کسی شخص کو ہوا ہے یا آئندہ ہوسکتا ہے اور ہوگا وہ دو حال سے خالی نہ ہوگا۔

۱...... یا تو وہ خواب یا کشف یا الہام آپ کا مؤید اور آپ کے معتقدات وخیالات کا مصدق ہوگا۔

۲...... اور یا ایسا ہوگا کہ وہ آپ کا مخالف اور آپ کے اعتقادات کی تکذیب کرتا ہوگا۔ پس اگر وہ خواب یا الہام یا کشف قسم دوم سے نکلا تو وہ آپ کے حق میں مفید نہ ہوگا۔ پھر اس حیلہ سے آپ کو کیا فائدہ حاصل ہوا اور اگر قسم اول سے نکلا اور اس سے یہ مفہوم اور ثابت ہوا کہ آپ سچے رسول اور مسیح موعود اور مہدی مسعود ہیں (جیسا کہ آپ کے متمسکات ثلاثہ مذکورہ میں پایا جاتا ہے) اور آپ کے مقالات ومعتقدات حق ہیں، تو اس صورت میں وہ خواب یا الہام ظاہر آیات واحادیث کا مخالف قرار پائے گا۔ کیونکہ آپ کے یہ دعاوی باطلہ عقائد فاسدہ کہ میں مسیح موعود ہوں اور مہدی مسعود واور نبی مرسل ہوں وغیرہ وغیرہ صریح آیات وقرآن وحدیث نبویہ کے مخالف ہیں۔ چنانچہ فتویٰ علماء ہندوستان وپنجاب میں ثابت ہو چکا ہے)

اور اس وجہ سے وہ خواب یا الہام بحکم مسلمات فریقین لائق دست آویز وسند نہ ہوگا۔ بلکہ بحکم اصول مسلمہ فریقین وہ وسوسہ شیطانی سمجھا جائے گا۔ اس صورت میں اس خواب یا الہام سے تمسک کرنا نہ صرف آپ کے لئے غیر مفید بلکہ گمراہی وضلالت والحاد تصور کیا جائے گا اور اس کی طرف رجوع کرنا ایسا ہوگا جیسا کوئی مسلمان کہلا کر شراب یا خنزیر کو حلال کہہ دے یا نماز، روزہ باطل کرکے اور اس کے ثبوت وتائید کے لئے یا کسی دوسرے ملحد کے خواب یا الہام کو پیش کرے اور یہ دعویٰ کرے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے، انہوں نے فرمایا ہے کہ شراب مباح اور خنزیر حلال طیب ہے اور نماز، روزہ واہیات حرکات

ہیں جس کو کوئی مسلمان قبول نہیں کرتا۔

اوراس شخص کو جواحکام مذکورہ کے مقابلہ میں اپنا خواب پیش کرے۔ ملحد، زندیق باطنی کا خطاب دیا جاتا ہے اور جو شخص ایسے شخص ملحد کے خوابوں یا الہاموں کو قبول کر لیتا ہے اور اس کو دلیل شرعی سمجھ لیتا ہے وہ شریعت کو ہاتھ سے چھوڑ دیتا ہے اور اپنے دین کو کھو بیٹھتا ہے اور نماز روزہ چھوڑ کر بھنگ بوزہ پینے لگتا ہے۔ داڑھی مونڈے اور بھنگ نوش فقیر ایسے دلائل پیش کرتے ہیں اور جاہل عوام اور احکام شریعت سے بے خبر ان کے قابو میں آجاتے ہیں۔

کادیانی بھی اب چاہتا ہے کہ لوگ قرآن اور حدیث وغیرہ دلائل شرعیہ کو طاق میں رکھ دیں اور میری جھوٹی خوابوں اور مصنوعی الہاموں کی پیروی اختیار کر کے میری طرح ملحد، دہریہ بن جاویں۔ لہٰذا خواص علماء کو چاہئے کہ اس کے دھوکہ میں آ کر خوابوں یا ایسے الہاموں کی طرف رجوع نہ کریں اور اس دجال کو اس جال کے پھیلانے کا موقعہ نہ دیں۔

مجھے اس وقت ایک نقل یاد آئی ہے، جو میں نے اس سے تیس (۳۰) برس پہلے زمانہ طالب علمی میں شیخنا وشیخ الکل وشیخ العرب والعجم شمس العلماء وزین الفقہاء حضرت سید محمد نذیر حسین صاحب دہلوی (متع اللہ المسلمین بطول حیٰوتھم) سے سنی تھی کہ دہلی میں ایک جاہل صوفی شراب پیا کرتے تھے اور ایک محدث مولوی صاحب (مگر بھولے جو صوفی بھی کہلاتے تھے) ان کو منع کیا کرتے تھے۔ جب وہ اس کو منع کرتے تو وہ کہتا کہ آؤ ہم تم مراقبہ میں بیٹھیں اور اس مراقبہ میں آنحضرت کی حضوری ہو تو آپ سے حکم شراب حلت یا حرمت پوچھ لیں۔ صوفی محدث (اپنے بھولا پن سے) اس کے دام میں آ گئے اور اس کے ساتھ مراقبہ میں بیٹھ گئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت کے نام سے جو غالباً شیطان ہوگا، مشاہدہ میں آیا اور وہ کہتا ہے ''اشرب'' یعنی شراب پیا کر اس پر جاہل صوفی غالب ہوا اور محدث صوفی مغلوب ہوئے۔

مگر پھر وہ بہت روئے اور خدا کی جناب میں گڑ گڑا کر دعا مانگ کر دوبارہ اس جاہل صوفی کے ساتھ مراقبہ میں بیٹھے تو آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ نے فرمایا ''لاتشرب'' یعنی شراب نہ پیو۔ تب وہ محدث صوفی غالب ہوئے اور جاہل صوفی مغلوب ہوا۔ اس عاجز خاکسار اور ایک محقق ومبصر کے نزدیک محدث صوفی کی وہ غلطی اور بھولا پن تھا کہ وہ شراب کی حلت وحرمت پوچھنے کے لئے قرآن کو چھوڑ کر مراقبہ اور اپنے الہاموں کی

طرف متوجہ ہوئے۔ جس میں پہلی دفعہ مغلوب ہوگئے اور اگر وہ دوسری دفعہ غالب نہ ہوتے تو اس حکم شریعت حرمت خمر کو جاہلوں کی نظروں سے کھو بیٹھے ہیں۔

ایسا ہی جو شخص کادیانی کے دام میں پھنس کر اس کے عقائد کفریہ ومقالات بدعیہ کو پرکھنے کے لئے کتاب وسنت کو چھوڑ کر خوابوں کی طرف رجوع کرے گا۔ وہ دین کو کھو بیٹھے گا اور کادیانی کی طرح دہریہ وملحد بن جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے کادیانی کی اس درخواست کے جواب میں خوابوں کی طرف رجوع کرنے کو جائز نہیں رکھا اور نہ اپنے اور دوسروں دوستوں اور اکابر کی خوابوں کو اس کے مقابلہ میں پیش کیا اور نہ ہمارے پاس اپنے اور اپنے دوستوں اور بزرگوں کے ایسے خواب اور الہامات اور مکاشفات موجود ہیں جن میں کادیانی کا حال ظاہر ہو چکا ہے کہ ملحد وگمراہ ہے۔

## مرزا کے متعلق منذر خوابیں

میں نے دو دفعہ خواب میں اس کو بری حالت میں دیکھا۔ ایک دفعہ مسخ شدہ صورت (بندر کی صورت) میں (جس کو اشاعۃ السنۃ کے کسی پرچہ میں بیان بھی کر دیا تھا) دوسری دفعہ داڑھی مونڈے فقیر کی صورت میں۔ میرے بڑے بھائی شیخ محمد علی صاحب نے خواب میں اس کو بھالو (ریچھ) کی صورت میں دیکھا اور توکل شاہ صاحب مرحوم ساکن انبالہ نے ان کو اس خواب کی تعبیر ایسی بتائی، جس سے معلوم ہوا کہ وہ کادیانی ہے۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم صوفی ساکن لکھوکے ضلع فیروزپور کو کئی دفعہ کادیانی اور اس کے اتباع کی نسبت الہامات ہوئے ہیں کہ وہ ''جھوٹا ہے، شیطان اس کو دھوکہ دیتا ہے، جس کا شیطان ہم نشین ہے، برا ہم نشین ہے، وہ میری آیات اور رسولوں سے ہنسی کرتے ہیں، خدا ظالموں کو گمراہ کرتا ہے''۔ ان کے یہ الہامات رسالہ ایقاظ کے (ص۲۲) میں منقول ہیں۔ ان کے حق میں ان الہامات کو کادیانی نے بھی اپنے ازالہ کے (ص۶۲۷، خزائن ج۳ ص۴۳۹) میں نقل کیا اور پھر ان کے جواب میں کہا ہے کہ یہ شیطانی الہامات ہیں اور اس کی تائید وثبوت میں وہ من گھڑت ڈھکوسلہ بیان کیا ہے۔ جو ازالہ کے (ص۶۲۹، خزائن ج۳ ص۴۳۹) سے منقول ہوا۔

ہانسی حصار میں ایک مجذوب شاہ سیف الرحمٰن نام رہتے ہیں۔ انہوں نے دجال وکیاّدکادیانی کی نسبت حالت جذب میں ایسے کلمات فرمائے ہوئے ہیں، جس سے اس کا گمراہ

ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ میر احمد شاہ سیکرٹری میونسپل کمیٹی لدھیانہ ایک تحریر میں فرماتے ہیں:

حامدا ومصلیا

مجھے ماہ جون (۱۸۹۱ء) گزشتہ میں حصار میں جانے کا اتفاق پڑا، وہاں میرے ایک دوست غلام حسین صاحب جمعدار بندوبست ہیں۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہاں پر کوئی شخص بزرگ بابرکت ہوں، تو مجھے ان کی خدمت میں لے چلو۔ صاحب موصوف نے فرمایا۔ ایک صاحب شاہ سیف الرحمٰن صاحب مجذوب ہیں اور جذبہ کی حالت میں خود بخود بہت سی باتیں کیا کرتے ہیں اور ان کے سامنے اظہار حال کی کچھ ضرورت نہیں جو دریافت کرنا ہو اسے اپنے دل میں رکھیں وہ خود بخود ان کی گفتگو میں جو مخلوط ہوتی، بیان کر جاتے ہیں اور صرف سائل ہی جو بات اس کے حق میں ہوتی ہے سمجھ جاتا ہے۔

میں اور وہ دونوں شاہ صاحب کی خدمت میں پہنچے اور شاہ صاحب اس وقت کچھ باتیں مقدمات کی کر رہے تھے میں نے بیٹھتے ہی اپنے دل میں خیال کیا کہ مرزا صاحب کادیانی کا شوروغل کیا ہے۔ اکثر لوگ اور علماء ان کو اپنے دعویٰ میں صادق نہیں جانتے۔ مگر اصلیت کیا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ضمن گفتگو میں فرمانے لگے کہ ایک تو انگریزوں کا عیسیٰ بن گیا اور ایک چوہڑوں کا پیر بن گیا۔ اس کے بعد الفاظ سخت سخت فرمائے اور نہایت غضبناک ہوکر کھڑے ہوگئے اور ایک حجرے میں چلے گئے اور ’’لمن الملک الیوم ﷲ الواحد القہار‘‘ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد پڑھ پڑھ کر پھر غصہ کے الفاظ فرماتے تھے، ویسی حالت چھوڑ کر میں اپنے دوست کے ساتھ آ گیا۔

راستہ میں میرے دوست نے دریافت کیا کہ تم نے کیا بات سوچی کہ شاہ صاحب ایسا غصہ ظاہر فرماتے تھے۔ میں نے جب قصہ سنایا تو کہنے لگے کہ انگریزوں کا عیسیٰ وغیرہ جو الفاظ کہے ہیں، نہیں سمجھتا تھا اور ان کے نہ سمجھنے کی یہ وجہ ہوئی کہ میں نے جاتے وقت راستہ میں ان سے یہ نہیں کہا تھا کہ میرا مافی الضمیر کوئی مضمون مرزا صاحب کے لئے متعین ہوگا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اہل دل لوگوں کے نزدیک مرزا صاحب کے دعویٰ غلط محض بے بنیاد ہیں اور شاہ صاحب کی یہ ایک نئی بات نہیں ہے۔ میں نے اور بھی بہت سی باتیں ان کی حصار میں سنیں ہیں، جن سب کو اپنے اس واقعہ چشم دید کی جہت سے سچ اور بلاشائبہ ریب سمجھتا ہوں۔ مجھے اطمینان کلی ہے اور حاجت تفصیل نہیں، جو صاحب شک کریں خود حصار

جا کر جو بہت دور نہیں ہے، ریل موجود ہے مشرف بزیارت ہوکر خود تجربہ کرلیں۔ اچھے لوگ باوجود لائق ہونے کے مرزا صاحب جیسا دعویٰ نہیں کیا کرتے اور پھر ایسے دعویٰ جو متقدمین ومتأخرین سب کے مخالف ہیں۔ راقم احمد شاہ لدھیانوی ۱۴ر جنوری ۱۸۹۲ء

## کادیانی کے متمسکہ دونوں بناوٹی الہام اور تیسری جھوٹی خواب کا ردوابطال

دونوں الہام اور تیسرا خواب جو کیاد صاحب نے مشتہر کئے ہیں باوجودیکہ ان کا ناقابل اعتبار ہونا جواب درخواست سے ثابت ہوچکا ہے۔ اس وجہ سے بھی باطل اور واجب الرد ہیں کہ یہ تینوں محض من گھڑت ڈھکوسلے ہیں۔ دونوں الہام حضرت کیاد صاحب کے اپنے من گھڑت ہیں اور خواب ان کے حواریوں کی بناوٹ ومع ہذا ان کے مضامین ظاہر شریعت وکتاب وسنت اور واقعہ کے مخالف ہیں۔

اس خواب کو تو خود صاحب خواب (محمد سید عالم طالب العلم اورنٹیل کالج لاہور) نے بعض حواریان کیاد صاحب کا افتراء قرار دیا ہے اور اس مضمون کے متعدد اشتہارات شائع کردیئے ہیں اور ۴ر جولائی ۱۸۹۷ء کو وہ خاکسار کی فرودگاہ لاہور میں آئے اور خاکسار کے سامنے اس خواب کو جھٹلایا اور اس کی تکذیب میں بقلم خود ایک پرچہ لکھ کر خاکسار کے حوالہ کیا۔ جو ذیل میں منقول ہے۔

## نقل پرچہ محمد سید عالم طالب العلم

میں نے ایک جلسہ اعظم میں اس حلیہ کا ایک آدمی دیکھا جس کے ہونٹ موٹے، رنگ گندمی، چہرہ پر چیچک کے داغ، آنکھیں موٹی، سر پر کُلّہ کی دھاری کا نشان، خشخشے بال سیاہ وسفید اس کے پاس مرزا کادیانی بھی بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے دریافت کیا کہ حلیہ بالا والا کون شخص ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول کریم ﷺ ہیں۔

میں نے مرزا کی نسبت کہا، ایسا مردود، کافر، دجال، ملعون حضرت کا مقرب کیونکر ہوگیا۔ اس پر تمام نے شوروغل کیا۔ تو اس شخص نے مجھے اپنے پاس بلایا اور کہا کہ بزرگوں کو گالی دینا برا ہے جو شخص بزرگوں کو برا جانتا ہے۔ جہنمی ہوتا ہے۔ میں نے یہ واقعہ بذریعہ خط مرزا کادیانی کو لکھا۔ اس نے وہ خط اپنے مریدوں کے پاس بھیجا۔ وہ خط مجھے دکھایا اور کہ اگر آپ چاہیں تو ہم اس خط کو چھپوادیں۔

میں نے کہا چھپوادو انہوں نے دوسرے دن مجھے دستخط کرنے کو بلایا اور انہوں نے کہا کہ وہ خط تو تاج الدین کے مکان میں گم ہوگیا ہے تم دستخط کردو ہم کو وہ مضمون یاد ہے، ہم لکھ لیں گے۔ انہوں نے ایک اور رویاء صادقہ کی عبارت لکھ کر کہا کہ میری طبیعت کچھ خراب ہے، آپ دستخط کر جائیں۔ ہم لکھ لیں گے، میں نے دستخط کردیئے اور انہوں نے از جانب خود ایک مضمون رویاء صادقہ بنا کر شائع کردیا اور اس میں مرسل اور مسیح موعود کا لفظ اپنی طرف سے لگالیا اور اس زیادتی کا وہ اقرار کر چکے ہیں اور رشوت دینے کا بھی اظہار کیا، جو ان کی کلام سے صاف پایا جاتا تھا۔ محمد سید عالم ایف.او.ایل۔کلاس اورینٹل کالج لاہور

اس سے پہلے وہ یکم جولائی ۱۸۹۷ء ایک اشتہار چھاپ چکے ہیں جس کی نقل یہ ہے:

## کادیانی کی جعل سازی

میری طرف سے جو ایک رویاء صادقہ نام سے اشتہار ۱۹ر ماہ جون ۱۸۹۷ء کو شائع کیا گیا ہے وہ فی نفسہ میری طرف سے نہیں ہے۔ میں خداوحدہ لاشریک کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میرا خواب جو ایک خیالی وسوسہ تھا۔ وہ رویاء صادقہ کے نام سے محض بدنیتی وشرمناک فائدہ اٹھانے کی غرض سے اپنے پاس سے چھپوا کر شائع کیا گیا ہے۔ افتراء باندھنے والوں اور جھوٹ پھیلانے والوں پر خدائے جل شانہ کا قہر نازل ہو۔ مجھے حضرت ختمی مرتبت نے مرزا کو ہرگز ہرگز مرسل نہیں کہا۔ وہ حضرت خود ختم الرسل اور ختم النّبیین ہیں۔

میری اصل عبارت یہ ہے جو اس اشتہار میں لکھ رہا ہوں۔ میں نے اپنی عمر میں رویاء صادقہ کے معنی بھی ابھی سنے ہیں۔ میری عمر اس وقت سترہ سال کی ہے۔ اس عمر کے لڑکے سے اپنی تصدیق کرانی، دنیا کو دھوکے میں ڈالنا ہے۔ میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک بڑی ہلاکت سے بچالیا اور میری گردن پر خلق خدا کو دھوکے میں ڈالنے کا بوجھ نہ رہنے دیا۔

اے خدا تو مجھے میرے اس گناہ عظیم کی پاداش سے معاف کر اور میری عاقبت بخیر کر تو گواہ رہنا کہ میں اس اشتہار کے ذریعہ سے تیرے جناب میں اپنے اس گناہ کے متعلق اشتہار کر کے تمام مسلمانوں کی آگاہی کے لئے اپنا مافی الضمیر شائع کرتا ہوں۔ میرے وہ مسلمان بھائی، جنہیں میرے اسم فرضی سابقہ اشتہار نے دھوکے میں ڈال دیا ہے۔ اس اشتہار پر بالکل خیال نہ فرمادیں وہ محض بالکل باطل ہے۔'' وقل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقاً''

الراقم: محمد سید عالم ایف.او.ایل کلاس اورینٹل کالج لاہور متوطن گکھڑ ضلع گوجرانوالہ مؤرخہ یکم جولائی ۱۸۹۷ء

اوراس سے پہلے ۳۰رجون ۱۸۹۷ء کوایک اشتہار انہوں نے اور چھاپ کر مشتہر کیا ہے جس کی نقل یہ:

## دھوکے کا انجام رسوائی

میں چند جملے ۱۹رجون ۱۸۹۷ء کے جعلی اشتہار پر جو برائے نام میرے نام پر مشتہر ہوا ہے، بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں اور تمام اہل اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ خصوصاً علمائے دین سے اور وہ عرض یہ ہے کہ رویائے صادقہ کے معنی مجھے ابھی تک معلوم نہیں، جو اشتہار میں لکھے گئے ہیں اور مرسل کا لفظ مرزا صاحب کا اپنا فخر ہے۔ مسیح موعود کا لفظ انہوں نے اپنے دعویٰ کی تصحیح کے لئے مشتہر کیا ہے ورنہ میرا خواب جو اصل تھا۔ وہ بے شک وشبہ مؤثر تھا اور اگر وہ بعینہٖ وہی چھپتا تو میں یقیناً کہتا ہوں کہ اس کا اثر اس جعلی اشتہار سے زیادہ ہوتا اوراس سچی خواب کا یقین بھی ان کی نماز شریف نے جو ہمارے مذہب اسلام کے بالکل برخلاف ہے باطل کیا ہے۔

میں جمعہ کے دن جعلی خواب کے مشتہر ہونے پر شاہی مسجد میں تمام اہل اسلام کے روبرو مرزائیوں کی قلعی کھولوں گا اور اپنا حال بیان کروں گا۔ سب اہل اسلام سے درخواست ہے کہ شاہی مسجد میں ضرور تشریف شریف لاویں۔ راقم محمد سید عالم ایف.او.ایل کلاس اورنٹیل کالج لاہور۔ متوطن گکھڑ ضلع گوجرانوالہ۔ مؤرخہ ۳۰رجون ۱۸۹۷ء۔

اس جعلی خواب کی تکذیب پیسہ اخبار لاہور وچودھویں صدی راولپنڈی میں بھی ہوگئی ہے چودھویں صدی کی عبارت پہلے نقل ہوچکی ہے، اس میں پیسہ اخبار کا بھی حوالہ ہے۔ اخبار جعفرزٹلی لاہور مطبوعہ ۱۰رجولائی ۱۸۹۷ء میں اس واقعہ حیرت انگیز کی نسبت ایک مفصل مضمون چھپا ہے۔اس مقام میں اس کا خلاصہ بھی نقل کرنا مناسب ہے۔

## ہمارے الہاموں کی سچائی اور کادیانی کی رسوائی

ہم نے کشفی طور پر ۲۲رجون ۱۸۹۷ کی رات کو دیکھا تھا کہ کادیانی ہمارے سچے الہاموں سے اطلاع پاکر ہم وغم ورنج والم میں مبتلا ہوکر اپنی جورو کے آگے رورو کر ہاتھ

باندھ کر کچھ عرض معروض کرر ہا ہے اور اپنی بے وقوفی اور بے دینی سے یہ چاہتا ہے کہ کسی طرح خدا کے سچے الہاموں کو وقوع میں آنے سے روک دے اور ہم کو خدا نے مامور کیا ہے کہ ہم خدا کے سچے الہاموں کو اس کی مخلوق کے سامنے پیش کر کے اس کے فرائض سے سبکدوش ہوں۔ منجملہ ان سچے الہاموں اور کشفوں کے ایک یہ بھی ہمارا الہام تھا کہ خداوند تعالیٰ نے کادیانی کی نسبت یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس کا منہ کالا اسی کے مریدوں کے ہاتھوں سے کرے گا۔

چنانچہ وہ الہام یہ تھا۔ اے کادیانی کم بخت دیکھ ہم جلدی ملاّ محمد بخش کے سچے الہاموں کو پورا کر کے تیرا منہ کالا تیرے ہی مریدوں کے ہاتھوں سے کرادیں گے۔ جس شخص کو ہمارے اس الہام کی نسبت کچھ شک ہو وہ ہمارے مشتہرہ الہاموں مؤرخہ ۲۳؍جون ۱۸۹۷ء کے پرچہ کو جو ڈائمنڈ جوبلی کی یادگار کے نام سے موسوم ہوکر چھاپا گیا تھا۔ اس کا کو ملاحظہ کر کے تسلی کرسکتا ہے۔

اب وہ الہام کہ کادیانی کا منہ کالا اس کے مریدوں کے ہاتھوں سے ہوگیا۔ تفصیل اجمال کی یہ ہے کہ کادیانی کے مریدوں نے ایک بناوٹی اشتہار موسومہ برویاء صادقہ ایک غریب طالب العلم مسمی سید عالم ایف.او. ایل کلاس اورینٹل کالج لاہور متوطن گکھڑ ضلع گوجرانوالہ تاریخ ندارد کے نام سے مشتہر کیا۔ جس کا لب لباب یہ ہے کہ اسی طالب العلم کو گویا خواب میں زیارت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نصیب ہوئی کہ آپ حضور پرنور ایک مسجد میں تشریف رکھتے ہیں اوران کی دوسرے مرتبہ پر ایک شخص بیٹھا ہے۔ جس کی نسبت آنحضرت نے فرمایا کہ یہ مرزا کادیانی ہے اور میری طرح یہ بھی مرسل ہے اور سچا مسیح موعود ہے جو اس کو نہ مانے گا وہ جہنم میں گرایا جاوے گا۔ وغیرہ وغیرہ!

چنانچہ وہ بناوٹی اشتہار اپنی ہی گرہ سے چند پیسے بھی خرچ کر کے چھپوا کر جابجا شہر لاہور اور اس کے مضافات میں تقسیم کرادیئے گئے۔ جب کہ یہ بناوٹی اشتہار سید عالم طالب علم کی نظر سے گزرا تو اس نے فی الفور ۳۰؍جون ۱۸۹۷ء کو بذریعہ اشتہار بنام ’’دھوکے کا انجام رسوائی‘‘ چھپوا کر عوام الناس کو مطلع کیا کہ وہ ۲؍جولائی ۱۸۹۷ء بروز جمعہ جامع مسجد میں تمام حاضرین اہل اسلام اور علمائے دین کے سامنے اصل واقعہ کو پیش کر کے مرزائیوں کی قلعی کھول کر اپنی سرخروئی حاصل کرے گا۔

امید ہے کہ سب مسلمان جامع مسجد میں تشریف لا کر صدق دل سے اصل واقعات کو

سن کر مرزا کادیانی کی جعل سازی پر لاکھ لاکھ نفریں کریں گے۔ چنانچہ تاریخ مقررہ بالا پر جامع مسجد میں بعد نماز جمعہ سب سے پہلے محمد حفیظ صاحب سالم نے خوب مؤثر تقریر کی جس پر تمام حاضرین اہل اسلام نے تحسین وآفرین کی۔ پھر اسی مجمع میں سید عالم کی طرف سے بیان کیا گیا کہ اصل واقعہ خواب کا اس طرح پر ہے کہ میں ۱۹ر جون ۱۸۹۷ء کو سید مٹھ بازار میں جارہا تھا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خربوزہ فروش کی دوکان پر چند اشخاص سرسید احمد صاحب کو اور مرزا کادیانی کو برا بھلا کہہ رہے ہیں۔

چونکہ میں بھی کچھ کچھ کادیانی کے برخلاف تھا۔ ان کی ہاں میں ہاں ملانے لگا۔ اسی اثنا میں ایک شخص وہاں سے گزرا اور کہنے لگا کہ کسی کو برا نہیں کہنا چاہئے۔

رات کو یہی خیال شاید میرے دماغ میں رہا اور اسی طرح میں خواب دیکھتا ہوں کہ میں خربوزہ فروش کی دوکان پر مرزا کی بابت کچھ گفتگو کررہا ہوں اور ایک شخص جس کا حلیہ یہ ہے چیچک وداغ، سر کے بال انگریزی فیشن پر کٹے ہوئے، سر پر کلاہ رکھنے کی علامت ایک گول دھاری نمودار، حبشیوں کی طرح ہونٹ بڑے، داڑھی کے بال سیاہ وسفید مجھے کہا ہے کہ کسی کو برا نہیں کہنا چاہئے الخ!''

اس خواب میں جو آنحضرت کا حلیہ بتایا گیا ہے یہ واقعہ کے برخلاف ہے یہ حلیہ کسی مرزائی شیطان کا ہے، نہ رسول رحمٰن کا۔ یہ حلیہ بتارہا ہے کہ اصل خواب بھی شیطانی ہے، نہ رحمانی اور اس پر حواریان کادیانی کی جعل سازی ازخود افتراپردازی طرفہ پر طرہ ہوئی۔

اس خواب میں ان حضرات کی جعل سازی وافتراپردازی ناظرین کو ثابت ہوئی تو اسی سے وہ ان دونوں الہاموں کے افتراء ہونے کا یقین کر سکتے ہیں۔ باایں ہمہ ہم ان کے وجوہات ہونے کا جداگانہ بیان کرتے ہیں۔

## پہلے الہام کے افتراء ہونے کی وجوہات (اشتہار لیّہ)

پہلے الہام کے افتراء ہونے پر کئی وجوہات شاہد ہیں:

وجہ اوّل...... اس اشتہار کے مشتہر فتح محمد سب پوسٹ ماسٹر لیّہ کے حقیقی خالو (ماموں) منشی امام بخش صاحب سابق منشی رسالہ ریاست بہاول پور نے بمقام ڈیرہ نواب صاحب اس اشتہار کو دیکھا تو اس کو صاف اور کھلے الفاظ سے رد کیا اور کہا کہ یہ محض افتراء ہے اور اپنے بھانجے فتح محمد کے حق میں ایسے الفاظ کہے، جس کو ہم اس مقام میں نقل نہیں کر سکتے۔

وجہ دوم...... اس اشتہار کا مشتہر فتح محمد پوسٹ ماسٹر لیہ کیاد صاحب کے خاص مریدوں اور حواریوں سے ہے۔ کادیانی نے اپنے مریدوں کی فہرست میں اس کا نام مشتہر کیا ہوا ہے۔ آخری فہرست جلسہ جوبلی کا چندہ دینے والوں کی دیکھو اس میں اس کا نام ۲۵۸ نمبر پر ہے اور اس کی دیانت اور امانت کا یہ حال ہے کہ ۱۸۸۹ء سے قیمت اشاعۃ السنۃ کی چار روپیہ اس کے ذمہ ہے۔ بارہا بے رنگ خطوں کے ذریعہ مطالبہ ہوا، نہ قیمت ادا کی نہ پرچے واپس کئے۔ باوجودیکہ واپسی پرچوں کا وعدہ بھی کیا۔ اس وقت اس کے تین خط ہمارے پاس موجود ہیں۔ ایک میں قیمت کی تفصیل سے تصحیح کراتا ہے، دو میں واپسی پرچوں کا وعدہ کرتا ہے۔ مگر اب تک نہ پرچے واپس کئے اور نہ روپیہ ارسال کیا۔

اب اہل انصاف، انصاف کریں کہ ایسے خداترس اور راست باز کی روایت کا جس کو وہ اپنی ہمشیرہ سے نقل کرتا ہے کیا اعتبار ہے؟

وجہ سوم...... اس الہام کی عربی عبارات غلط و بے معنی ہیں، فقرہ نمبر۲ کوئی معنی نہیں رکھتا، فقرہ نمبر۵و۶ میں صادقاً مفعولاً کی نصب (دوزبریں) غلط و بے وجہ ہیں، فقرہ **عباد اللہ وجھکم** الخ بے معنی ہے۔ آخری فقرہ جو آیت قرآن سے پہلے ہے، غلط و بے معنی ہے۔

وجہ چہارم...... کسی شخص کو عربی میں یا کسی اور زبان میں (جس کو وہ نہ سمجھتا ہو) خداتعالیٰ ملہم الانبیاء والاولیاء کا کام نہیں ہے اور نہ خداتعالیٰ کی یہ عادت ہے۔ آیت ’’**وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه ليبيّن لهم** (ابراہیم:۴) ‘‘میں صاف تصریح ہے کہ خداتعالیٰ ملہم کی قومی زبان میں الہام کرتا رہا ہے تاکہ اس کو لوگوں کے آگے بیان کردے۔ غیرزبان میں الہام کیاد صاحب کادیانی اور اسی کی پارٹی کو ہوتے ہیں جو شیطانی احتلام ہیں، نہ رحمانی الہام۔

وجہ پنجم...... اس الہام کی عبارت اردو و عربی صاف ناطق وشاہد ہیں کہ یہ کادیانی کی عبارات ہیں جو شخص کادیانی کی عبارات اردو و عربی میں نظر رکھتا ہوگا وہ اس اشتہار کی عبارات کو پڑھ کر فوراً شہادت دے گا کہ یہ اسی کی عبارات اسی کی طبع زاد و ایجاد ہیں، نہ کسی اور کی۔

## فقیر محمد سیالکوٹ کے دوسرے الہام کی من گھڑت ہونے کی وجوہات

دوسرا الہام بھی کادیانی کا من گھڑت ہے اور وجہ پنجم منجملہ وجوہات مذکورہ اس پر کافی دلیل ہے۔ یہ تک بندی اور منشیانہ عبارت آرائی جو اس اشتہار میں پائی جاتی ہے۔ ایک

مجذوب سے ہرگز ممکن و متصور نہیں ہے۔ جو مدعی خلاف ہو وہ ہم کو ایسے کوئی ایک بھی نظیر دنیا میں بتادے کہ ایک شخص مجذوب ہو اور پھر وہ ایسی تک بندی وانشاء پردازی کردے۔ مجذوب تو بڑ مار دیا کرتے ہیں۔ کوئی کلمہ کیسا ان کے منہ سے نکل جاتا ہے کوئی کیسا اور اس سے لوگ کچھ کا کچھ مطلب نکال لیتے ہیں۔

ایسا مجذوب کوئی کسی نے نہ دیکھا اور نہ سنا ہوگا کہ ایک تحریر بعنوان اشتہار واجب الاظہار لکھ کر اور اس میں پوری فقرہ بندی وانشاء پردازی عمل میں لاکر اور کسی شخص کے حق میں اداب عربی کے مطابق (جیسے مرزا صاحب وغیرہ) الفاظ استعمال کر کے اخیر میں بذیل لفظ المشتہر اپنا نام و پتہ تاریخ وسنہ انگریزی وغیرہ پورے قاعدہ سے لکھ کر اسی شخص کے پاس چھاپنے اور شائع کرنے کے لئے بھیج دے۔ کیا یہ مجذوبوں کا کام ہے؟ ہرگز نہیں دنیا میں اس کی کوئی نظیر ہے؟ کہیں نہیں ہے۔

یہ مضمون لکھ کر ہم کو شملہ جانے کا اتفاق ہوا۔ تو وہاں ایک صاحب بابو اللہ بخش نامی نے (جو محکمہ آب وہوا کے ہیڈ کلارک ہیں اور وہ میاں فقیر محمد صاحب سیالکوٹی کے خاص مرید ہیں) اس اشتہار کا ذکر آیا تو انہوں نے اس کو صاف وصریح الفاظ سے جھوٹا قرار دیا اور فرمایا کہ ہمارے مرشد عرصہ ایک یا دو سال سے مجذوب نہیں رہے۔ سالک ہیں اور ایک دوست ساکن جھنگ سے جو اسی محکمہ میں ملازم ہیں۔ خاکسار کے پاس یہ ذکر کیا کہ تھوڑا عرصہ ہوا کہ میاں فقیر محمد صاحب سلمہٗ میں بابو اللہ بخش کے پاس آئے تھے اور وہ ہوش وافاقہ بھی اسی دوست کے ذریعہ سے ہمارا یہ مضمون بابو اللہ بخش صاحب نے دیکھا اور پڑھا تو اس کو پسند کیا۔

ان کے بیان سے بھی صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ الہام شیطانی من گھڑت کادیانی ہے جس کو اس نے فقیر صاحب موصوف کے نام سے چھپوا دیا ہے۔ مجذوب کا یہ کام نہیں کہ ایسی انشاء پردازی کرے اور اس کو اشاعت کے لئے حسب دستور عقلاء ووکلاء پریس میں بھیج دیں، قطع نظر اس سے الہام کا مضمون خلاف شریعت جو خدا کی طرف سے نہیں ہوسکتا۔ یہ کیاد صاحب کادیانی ہی کا مضمون ہے، جن کو کفر اسلام کی کچھ پرواہ نہیں۔

ایک بات اس اشتہار میں خلاف شریعت یہ لکھی ہے کہ میں نے فلاں فلاں ارواح سے جو چودہ طبق کی خبر رکھتے ہیں، الہام پایا ہے۔ شریعت کے رو سے سچا الہام خداتعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور اگر اس میں کوئی واسطہ ہوتا ہے تو وہ فرشتہ کا ہوتا ہے اور جھوٹا الہام

شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔

یہ خدمت الہام کرنے کی صالحین اور بزرگوں کو سپرد نہیں ہے اور نہ صالحین میں سے ایسا کوئی شخص ہے، جس کو وہ چودہ طبق (ساتوں زمین، ساتوں آسمانوں) کے جملہ امور کی خبر ہے۔ یہ علم محیط خدا تعالیٰ ہی کا خاصہ ہے۔

دوسری بات خلاف شریعت اس میں یہ لکھی ہے کہ مرزا صاحب رسول مقبول کی دستار مبارک میں جس کو دوسرے الفاظ میں یوں کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب آنحضرت ﷺ کے سرتاج ہیں۔ یہ آنحضرت ﷺ کی صریح توہین اور کفر ہے۔ آنحضرت تو تمام دنیا کے سردار ہیں اور بحکم اس خبیث الہام شیطانی کے ملہم کے آنحضرت کے سرتاج ہوئے۔ تو گویا سب نبیوں کے سرتاج ٹھہرے۔ اس سے بڑھ کر توہین انبیاء اور کفر معلوم نہیں اور کیا ہوگا؟

تیسری بات اس میں واقعہ کے برخلاف یہ لکھی ہے کہ رافضی ونصاریٰ پیدا ہوگئے تو خدا تعالیٰ نے مرزا صاحب کو بھیجا۔ اس الہام کے گدھے ملہم کو اتنی خبر نہیں کہ نصاریٰ کب سے پیدا ہوئے ہوئے ہیں اور رافضی کب سے ہیں اور مرزا دجال کب پیدا ہوا اور کس حصہ عمر میں اس نے دعویٰ مبعوث ومرسل ہونے کا کیا۔

سچ کہا گیا ہے کہ ’’دروغ گورا حافظہ نباشد‘‘ ارے احمق! اس الہام شیطانی کے مشتہر دنیا سے پوچھ اور واقعات کی خبر لے کہ مرزا کب پیدا ہوا اور کب مبعوث ومرسل بنا اور نصاریٰ اور رافضی کب سے ہیں اور اس مثل مشہور کا مصداق نہ بن:

چندیں مدت خدائی کردی تا ہنوز گاؤ خر را نشناختی

ایسے ہی کفریات اور لغویات اس اشتہار میں اور ہیں۔ مگر ان کی تفصیل کا نہ وقت ہے نہ ضرورت۔ ان وجوہات سے ان الہاموں کا جھوٹ وافتراء اور کیاد صاحب کادیانی کی من گھڑت ہونا کس وناکس پر واضح ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اور جواب شافی درخواست پہلے معروض ہو چکا ہے۔

اب ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں اور کادیانی کیاد کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ آخری حیلہ بھی آپ کا بیکار رہا۔ اب کوئی اور حیلہ نکالیں اور پھر اس کا ابطال دیکھ لیں۔ ’’ان اللہ لا یھدی الکید الخائنین‘‘ خدا تعالیٰ گمراہوں کے مکر کو راست نہیں لاتا۔

(اشاعۃ السنۃ ج۱۸ ش۷ ص۱۹۵ تا ۲۲۰)

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

### کادیانی کی

# جوڈیشل مقدمہ میں شکست

عیسائیوں کی باہمی دوسری جنگ مقدس میں نئے عیسائیوں (مرزائیوں) کو
شکست اور پھر کمال جرأت اور دلیری سے ان کا دعویٰ فتح ونصرت اور اس جنگ
میں بعض مسلمانوں کو کشمکش اور ان کی مجبورانہ شراکت انٹروڈکٹری نوٹ

(یعنی وہ تذکرہ جس سے معلوم ہو کہ جنگ کے دونوں فریق کون کون عیسائی تھے اور جنگ یہ مقدس کیونکر ہوگئی)

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس سے پیشتر کہ ہم اس جنگ میں نئے عیسائیوں کی شکست اوراس میں مسلمانوں کی کشش وکشمکش وشراکت کی بابت کچھ کہیں یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ اپنے ناظرین کو اس جنگ کے دونوں فریق کا انٹرڈیوس (تعریف یا تعریفی ملاقات) کرادیں اوراس جنگ کی وجہ تسمیہ بتادیں کہ یہ جنگ مقدس کے نام سے کیوں موسوم ہوئی اور کس نے کی؟

حضرات! فریق جنگ ایک تو سچے اور مردوں کو زندہ کرنے والے حضرت مسیح بن مریم (علی نبینا علیہ السلام) کے پیرو عیسائی گورنمنٹ ہے، جو بواسطہ اپنے پیروکار ہنری مارٹن کلارک میدان جنگ میں اتری تھی۔ دوسرا فریق جھوٹا اور خونی مسیح زندوں کو مارنے والا اوراس پر فخر سے یہ کہنے والا:

در کوئے نیک نامی مارا گذر ندارد گر تو نمے پسندی تغییر کن قضا را

کیا دلاثانی، دجال زمانی، مرزاغلام احمد کادیانی اوران کی امت ہے جو نئے عیسائی، مرزائی کہلاتے ہیں اور بڑی جمعیت اور ٹھاٹھ کے ساتھ پنجاب کے اکثر شہروں لاہور، گجرات، جہلم وغیرہ سے آکر گورنمنٹ اور دیگر عیسائیوں کے مقابلہ کے لئے بٹالہ میں جمع ہوئے تھے، یہ فریقین جنگ کی تعریف ہے۔

اب وجہ تسمیہ سنو۔ درحقیقت تو یہ مقابلہ ومقدمہ جوڈیشل تھا، مگر دجال کادیانی نے اپنے گروہ اور ناواقف مسلمانوں کو اشتعال دلانے کی غرض سے اس کو مذہبی جنگ بنالیا اور ایک اپنے نائب الدجال کی قلم سے جس کا نام لینا ہمارے لئے موجب ننگ وعار ہے۔ اس کا نام ''جنگ مقدس'' رکھ کر ایک پمفلٹ کی صورت میں اس کو چھاپنا شروع کردیا۔ ان ہی کی اصطلاح کی پیروی واتباع سے ہم نے بھی اس کا نام جنگ مقدس رکھا۔ ورنہ ہمارے نزدیک ایک جوڈیشل مقدمہ ہے، نہ مذہبی جنگ۔

اس تعریف فریقین کو سن کر ناظرین جنہوں نے ہمارے مضمون ''عیسائیوں کی باہمی جنگ مقدس پر اسلامی رائے'' میں نہ دیکھا ہو تعجب سے یہ سوال کریں گے کہ اتباع کادیانی تو اس معنی سے عیسائی ہوئے کہ وہ جھوٹے عیسیٰ وخونی مسیح کی امت ہے۔ خود بدولت دجال صاحب جو فریق مقابل گورنمنٹ کے رئیس ورئیس ہیں۔ کیونکر عیسائی کہلانے کے مستحق

ہوئے۔ وہ تو خود عیسیٰ ہیں، پھر وہ عیسائی کیونکر کہلا سکتے ہیں اور اپنی ہی ذات کی طرف ان کی نسبت کیونکر جائز ہے۔

حضرات ان کے باوجود خود عیسیٰ ہونے، عیسائی کہلانے کی وجہ ایک اور ہے۔ جو ذیل میں معروض ہوتی ہے۔ ناظرین ان کو سنیں گے تو امید ہے داد دیں گے اور دجال صاحب بھی اس پر کچھ انعام عطا کریں گے۔

حضرات دجال کادیانی اگرچہ درحقیقت کوئی مذہب نہیں رکھتا۔ اور وہ لامذہب باطنیہ، دہریہ ہے اور اس کا ایک مدت سے دعویٰ مسلمانی کرنا اور اسلام کی حمایت ونصرت میں مخالفین اسلام کے مقابلہ کا دم بھرنا محض دام تزویر ہے، جس سے عقل کے اندھے اور گانٹھ کے پورے مسلمانوں کو پھنسانا اور ان سے ٹکے وصول کر کے عیش اڑانا، اس کا مقصود ہے۔

مگر تاہم مذاہب مشہورہ سے اس کو کچھ نسبت ومناسبت ہے تو صرف عیسائی مذہب سے ہے۔ کیونکہ جیسا کہ عیسائی مذہب میں حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا مانا جاتا ہے اور تثلیث وکفارہ کا اعتقاد اس مذہب کا جزء ہے۔ ایسا ہی دجال کادیانی صاحب اپنے آپ خدا کا بیٹا کہتا ہے اور ایک معنی سے تثلیث پر (اس کو پاک کہہ کر) اور ایک قسم کے کفارہ پر اعتقاد رکھتا ہے۔

اس کا رسالہ (فتح اسلام ص۱۶، خزائن ج۳ ص۱۰، توضیح مرام ص۲۲، خزائن ج۳ ص۶۴)

ناظرین ملاحظہ فرمائیں تو ہمارے اس بیان پر یقین لائیں گے۔ جن کو اس امر کا علم ہے کہ اہل اسلام سے سلف سے خلف تک کوئی ایک بھی ایسا نہیں گذرا جس نے خدا کے پیارے کو (نبی ہو، خواہ فرشتہ) خدا کا بیٹا کہا ہو یا تثلیث کو پاک بنا کر اور کفارہ کو بھی جائز کیا۔ مسلمان کہلا کر یہ کام کادیانی نے ہی کیا ہے۔ اس لئے ہم نے اگر بطور تشبیہ ومماثلت اس کو عیسائی کہا ہے تو یہ اس کے حال پر ہماری کمال مہربانی ہے۔

اسی وجہ سے ہم نے پہلے جنگ مقدس میں جو۱۸۹۳ء میں اس میں اور اس کے بڑے بھائیوں عیسائیوں ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک وعبداللہ آتھم وغیرہ میں ہوئی تھی اور حال کے جوڈیشل جنگ میں جس کو اس نے مقدس بنا لیا ہے، عیسائی کہا ہے اور ان جنگوں کو عیسائیوں کے باہمی جنگ سے قرار دیا ہے۔ امید ہے اس وجہ کو سن کر ناظرین داد دیں گے۔

انٹرڈیوس ہو چکا۔ اب اصل مدعا کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

## جنگ کی کیفیت اور اس میں نئے عیسائیوں (مرزائیوں) کو شکست

اس جنگ کی تفصیل بیان کرنا اور پھر کسی جانب کی تائید کرنا ہم کو پسند ومنظور نہیں ہے کیونکہ نہ ہم کو کسی فریق سے مذہبی ہمدردی ہے اور نہ اس کی وجہ سے طرفداری کا خیال ہے اور نہ اصل واقعات جنگ کی نسبت ہم کو خارجی علم اور ذاتی واقفی ہے اور نہ عدالت میں بیانات واظہارات فریقین پر ہم کو پورا بھروسہ واعتماد ہے۔ اس لئے ہم اس واقعہ کی نسبت پوری پوری رائے ظاہر نہیں کر سکتے اور اسی وجہ سے اس کی پوری تفصیل کیفیت بیان کرنا بھی فضول جانتے ہیں۔

ہاں! دفع انتظار ناظرین کی غرض سے مجمل کیفیت بیان کرتے ہیں کہ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک میڈیکل مشنری امرتسر نے پولیس میں رپورٹ کی کہ ایک شخص عبدالحمید نامی کادیانی کی طرف سے میرے قتل یا نقصان کے لئے مامور ہوکر میرے پاس آیا تھا۔ جس پر سرکار مدعی ہوگئی اور ڈاکٹر کلارک سرکار کی طرف سے پیروکار اور کادیانی ملزم ومستغاث علیہ ٹھہرایا گیا اور پہلے مجسٹریٹ امرتسر کی کچہری میں بذریعہ وارنٹ ضمانتی چالیس ہزار روپیہ اس کا حاضر ہونا تجویز ہوا۔

پھر مجسٹریٹ ضلع گورداسپور کی کچہری میں بذریعہ سمن طلب ہوکر بمقام بٹالہ ضلع گورداسپور حاضر عدالت مجسٹریٹ ہوا اور مقدمہ کی تحقیقات شروع ہوئی۔ عبدالحمید مذکور نے دونوں مجسٹریٹوں (مجسٹریٹ امرتسر ومجسٹریٹ گورداسپور) کے سامنے بیان ڈاکٹر کلارک کی تائید کی اور جب تک کہ وہ مشنری عیسائیوں کے ہاتھ میں رہا۔ اس پر پختہ وقائم رہا۔ جب وہ ڈسٹرکٹ پولیس گورداسپور کی تحویل میں گیا، تو وہ پھر اپنے بیان سے پھر گیا اور صاف بول اٹھا کہ مجھے عیسائیوں نے بہکایا اور سیکھایا تھا کہ میں ایسا بیان کروں، جس پر مجسٹریٹ کو اشتباہ ہوگیا اور کادیانی الزام قتل سے بری کیا گیا۔

اس کے اس تبدیل بیان کی وجہ جو لوگ بیان کرتے ہیں، ہم اس کو تحریر میں نہیں لا سکتے، جو سننے کے شائق ہوں وہ بٹالہ گورداسپور میں آئیں اور اس کی عام گلی کوچوں میں سے سن لیں۔

اسی نظر سے ہم ان بیانات کو مشتبہ کہتے ہیں اور ان کی نسبت اپنی قطعی رائے ظاہر نہیں کر سکتے کہ فریقین سے کون حق پر ہے اور کون ناحق پر۔ ہاں یہ کہتے ہیں کہ جس فریق نے جھوٹ بولا ہے وہ دنیا میں لعنت اور آخرت میں جہنم کا مستحق ہوگیا ہے اور جو سچا ہے وہ دنیا میں آفرین اور آخرت میں اجر کا مستحق ہے۔

ہر چند کادیانی اس مقدمہ میں الزام قتل سے بری کیا گیا ہے، مگر مجسٹریٹ ضلع نے اس کے مشن کو اس سے چھین لیا اور اس کی نبوت کو ختم کر دیا اور اس کے الہاموں کو مخرج پر آہنی سیخ یا فولادی ڈاٹ لگا کر الہامی گو...... کو بند کر دیا اور اس سے عہد لے لیا اور لکھوا لیا کہ وہ آئندہ فتنہ انگیز اور اشتعال خیز الفاظ (جن میں اس کے ڈرانے والے الہامات بھی داخل ہیں) تحریرات ومباحثات میں استعمال نہ کرے گا اور ان کی اشاعت عمل میں نہ لائے گا۔

یہ بات اس کے اخص مریدوں اور وکیلوں نے شائع کی ہے اور بعض اخبارات میں بھی مشتہر ہو چکی ہے۔ جس سے اس کو پوری شکست ہوئی اور اس کے مقابل عیسائیوں بلکہ محمدیوں اور دیگر مذاہب کے اس کے مخالفوں کو جن کو ایسے الفاظ سے ڈرایا اور دھمکایا کرتا تھا۔ اس پر عظیم فتح حاصل ہوئی۔

اب وہ بے دست وپا ہوگیا ہے اور اس کو الہامی قبض لاحق ہے۔ اب الہامی...... زبند ہیں اور ان الہام کو پر لگانے اور اڑانے والا پریس قادیان میں معطل پڑا ہے۔ صاحب مجسٹریٹ ضلع اس سے نبوت اور الہامات کو چھین کر اس کو یہ شکست فاش نہ دیتا تو وہ الزام قتل سے بری ہونے کے وقت سے اس وقت تک اپنے جملہ مخالفوں اور مخاطبوں کو صدہا ڈرانے والے الہامات کو سنا کر زمین وآسمان کے قلابے ملا دیتا اور ہزاروں نئے جانوروں (عقل کے اندھوں اور گانٹھ کے پوروں) کا شکار کرتا اور بیسیوں رسالے اور صدہا اشتہارات شائع کر دیتا۔

اس وقت سے اس تک وقت تک جو وہ چپ ہے اور ایک آدھ دفعہ بولا ہے تو برعکس روش قدیم یہی بولا ہے کہ آئندہ میں کسی کے حق میں ڈرانے والے الہام شائع نہ کروں گا اور کسی کی دل آزاری بھی نہ کروں گا۔ آئندہ میرے مرید بھی کسی کی دل آزاری نہ کریں۔ نرمی اور تہذیب سے کام لیں، ورنہ وہ مجھ سے جدا ہو جائیں گے۔ تو اس کی وجہ وہی شکست فاش ہے، جس کی جگہ وہ خداترسی ونرم دلی کو اختیار کرنا وجہ بیان کرتا ہے اور اس بیت کا مصداق بن گیا ہے:

زاہد نداشت تاب وصال پری رخان کنجے گرفت وترس خدا را ساخت

مگر اے حضرات ناظرین! اس کی اور اس کے بعض اتباع کی جرأت ودلاوری وحیا وشیر بہادری کو دیکھو کہ وہ اس شکست کو فتح مشہور کر رہے ہیں اور اس کا ڈکار بھی نہیں لیتے، بلکہ برعکس یہ مشہور کر رہے ہیں کہ ڈرانے والے الہامات کی اشاعت کو ہم نے اپنی مرضی سے بند کر دیا ہے۔ عدالت مجسٹریٹ سے اس کی ممانعت کا کوئی حکم نہیں ہوا۔

چنانچہ ان دروغ گوؤں کے امام کادیانی اپنے اس اشتہار کے (ص۹) میں جس کو ۲۰ر ستمبر ۱۸۹۷ء (مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۴۶۸) میں اس نے چھاپ کر مشتہر کیا ہے اور اس پر پریس کا نام (جس میں وہ اشتہار چھاپا ہے) درج نہیں کیا لکھا ہے کہ چونکہ باوجود اجازت دینے کے پھر ڈاکٹر کلارک صاحب نے ان پیش گوئیوں کا ذکر کیا اور اصل واقعات کو چھپایا۔ اس لئے آئندہ میں پسند نہیں کرتا کہ ایسی درخواستوں پر کوئی انذاری پیش گوئی کی جاوے۔ بلکہ آئندہ ہماری طرف سے یہ اصول رہے گا کہ اگر کوئی ایسی انذاری پیش گوئی کے لئے درخواست کرے تو ان کی طرف ہرگز توجہ نہیں کی جائے گی۔ جب تک وہ ایک تحریری حکم اجازت صاحب مجسٹریٹ ضلع کی طرف سے پیش نہ کرے۔''

پھر اس کے حاشیہ میں آپ نے لکھا ہے ''بعض ہمارے مخالف جن کو افترا اور جھوٹ بولنے کی عادت ہے، لوگوں کے پاس کہتے ہیں کہ صاحب ڈپٹی کمشنر نے آئندہ پیش گوئیوں سے سخت ممانعت کی ہے، سو واضح رہے کہ یہ باتیں سراسر جھوٹی ہیں۔ ہم کو کوئی ممانعت نہیں ہوئی اور عذابی پیش گوئیوں میں جس طریق کو ہم نے اختیار کیا ہے۔ یعنی رضامندی لینے کے بعد پیش گوئی کرنا۔ اس طریق پر عدالت اور قانون کا کوئی اعتراض نہیں۔''

پر جاننے والے جان گئے اور تاڑنے والے تاڑ گئے ہیں کہ آپ کی یہ خلوت نشینی وعزلت گزینی یعنی آئندہ انذاری پیش گوئی سے کف لسانی اور نرم زبانی کا وعدہ مثل ستر بی. بی از بے چادری اور اس بیت کا مصداق ہے جو اوپر ہم نے نقل کیا ہے۔

مجسٹریٹ ضلع آپ کو اس سے نہ روکتا تو آپ کبھی نہ رکتے۔ مجسٹریٹ صاحب کا آئندہ فتنہ انگیز واشتعال خیز الفاظ سے جن میں انذاری پیش گوئیاں بھی داخل ہیں۔ آپ سے عہد لے لینا، آپ کے اعترافات وعبارات آئندہ سے روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

مگر بحکم آنکہ دروغ گورا حافظہ نباشد۔ آپ کو اپنی کلام کا مابعد و ماسبق کچھ یاد نہیں رہتا۔ لیجئے ہم آپ کو یاد دلاتے ہیں اور آپ کی اصل عبارات نقل کرتے ہیں۔

اسی اشتہار ۲۰/ستمبر ۱۸۹۷ء میں آپ فرماتے ہیں: ’’جیسا کہ صاحب ڈپٹی کمشنر نے مقدمہ کے فیصلہ پر مجھے ہدایت کی ہے کہ آئندہ اشتعال کو روکنے کے لئے مباحثات میں نرم اور مناسب الفاظ استعمال کئے جاویں۔ میں اس پر کاربند رہنا چاہتا ہوں اور اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنے تمام مریدوں کو جو پنجاب و ہندوستان کے مختلف مقامات میں سکونت رکھتے ہوں، نہایت تاکید سے سمجھاتا ہوں کہ وہ بھی اپنے اپنے مباحثات میں اس طرز کے کاربند رہیں اور ہر ایک سخت اور فتنہ انگیز لفظ سے پرہیز کریں۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۲ص۴۶۸)

پھر اس اشتہار ۱۸۹۷ء کے میں آپ کہتے ہیں: ’’اور یاد رہے کہ یہ اشتہار مخالفین کے لئے بھی بطور نوٹس ہے۔ چونکہ ہم نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے سامنے یہ عہد کر لیا ہے کہ آئندہ ہم سخت الفاظ سے کام نہ لیں گے۔ اس لئے حفظ امن کے مقاصد کی تکمیل کے لئے ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے تمام مخالف بھی اس عہد کے کاربند ہوں۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۲ص۴۷۰)

اب ہم کادیانی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اس عہد میں جو سخت الفاظ اور ہر ایک سخت اور فتنہ انگیز لفظ آپ نے بولا یہ انذاری پیش گوئی کو شامل ومحیط ہے یا نہیں ہے۔ ہے تو انہوں نے کیا افتراء کیا جنہوں نے کہا کہ صاحب ڈپٹی کمشنر نے آپ کو انذاری پیش گوئیوں سے منع کر دیا ہے۔

اور اگر وہ لفظ انذاری پیش گوئی کو شامل نہیں تو پھر آپ نے انذاری پیش گوئیوں کو کیوں بند کر رکھا ہے؟ آپ کو روک نہیں ہوئی، تو انفصال مقدمہ کی تاریخ سے اس وقت تک کوئی تو الہامی گولہ چلا دیا یا چھوڑ دیا ہوتا۔ اگر آپ کی طبیعت اور عادت اس کو پسند نہیں کرتی تو جیسا کہ (ص۱۱) اشتہار مذکورہ میں آپ نے دعویٰ کیا ہے، تو پہلے یہ طبیعت اور عادت کہاں چلی گئی تھی اور اگر اخلاق اور تہذیب مانع ہے جس کا آپ اس اشتہار کے (ص۱۰،۱۱) میں دعویٰ کرتے ہیں تو پہلے اس تہذیب واخلاق کو کون لے گیا تھا اور اگر قانون عدالت مانع ہے، جن سے آپ اس اشتہار کے حاشیہ (ص۹) میں ڈرتے ہیں تو پہلے وہ قانون کہاں تھا۔

ان سب موانع کے موجود ہونے کے ساتھ آپ نے تمام الہامی زندگی اور پوری

پیغمبری عمر کو انہیں انذاری الہامیوں میں صرف کیا ہے۔ تو آپ کا اس سے یکا یک رک جانا اور بذریعہ تحریرات بار بار عدالت اور گورنمنٹ سے عہد کرنا اور اپنے مریدوں کو وہ عہد یاد دلانا صاف یقین دلاتا ہے کہ یہ روک مجسٹریٹ ضلع کے حکم اور اس عہد کا (جو اس کے سامنے آپ نے کیا ہے) نتیجہ ہے اور مجسٹریٹ ضلع آپ کے ملہم سے زبردست نکلا جس نے آپ کے الہامات پر آئندہ کے لئے قفل یا ڈاٹ لگا دیا اور آپ کی نبوت کو آپ سے چھین لیا۔

اس سے اہل فہم وبصیرت نے یقین کرلیا ہے کہ آپ نے باوجود بری ہوجانے کے الزام قتل سے اس جنگ میں شکست فاش پائی اور پھر آپ کا اس شکست کو فتح مشہور کرنا، آپ کی دلیری اور بہادری ہے۔ جو آپ جیسے ملہموں کا ہی خاصہ ہے۔ یہ اس جنگ میں مرزائیوں کی شکست اور پھر جھوٹا دعویٰ فتح ونصرت کا بیان وثبوت پورا ہوا۔

اب اس مقدمہ میں بعض مسلمانوں کی کشمکش اور کشش ومجبورانہ شرکت کو بیان کیا جاتا ہے۔ پس واضح ہو کہ منجملہ ان مسلمانوں کے جن کو اس مقدمہ میں مجبورانہ کشش ہوئی۔ ایک یہ خاکسار راقم مضمون ہے، جس کو مجبوراً اس مقدمہ میں صاحب مجسٹریٹ کی حکم طلبی نے بطور گواہ شامل کیا۔

عدالت میں پیش ہونے سے پہلے ۱۰/اگست ۱۸۹۷ء کو دجال کادیانی کا نائب وشاگرد (مگر جھوٹ بولنے اور اس پر مواخذہ دنیوی، اخروی کی شرم وخوف نہ رکھنے میں اس کا استاذ ومرشد جس نے کیفیت مقدمہ بعنوان دوسرا جنگ مقدس چھاپا ہے اور اس میں دروغ گوئی وافتراء پردازی کو حد کمال تک پہنچا دیا۔ لہٰذا اس کے جواب میں ہماری طرف سے بجز ’’لعنت اللہ علی الکاذبین‘‘ کچھ کہنا اور کسی بات کے جواب سے اس کو مخاطب کرنا مناسب نہیں اور وہ اس لائق ہی نہیں کہ ہم اس کو اپنا مخاطب بناویں) میری ہوا خوری کے وقت سڑک پر مجھے ملا اور بولا کہ اس مقدمہ میں ہمارے مرزا صاحب آپ کی شہادت پیش کرانے والے ہیں اور یہ بھی کہا کہ سنا ہے فریق ثانی نے بھی آپ کو گواہ لکھوایا ہے۔ میں نے اس کے جواب میں کہا کہ میرے پاس اس وقت تک کوئی سمن نہیں آیا اور اگر عدالت نے مجھے طلب کیا تو مجھے شہادت دینے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ کیونکہ جو بات میں اپنے رسالہ میں لکھ چکا ہوں اس کے بیان میں اور حق کے اظہار میں مجھے کیا عذر ہے۔

پھر ۱۳/ اگست ۱۸۹۷ء کے ۱۲ بجے تک نہ میرے پاس کوئی سمن آیا اور نہ مجھے کوئی پختہ خیال شہادت کا تھا۔ اس تاریخ ایک بجے کے قریب جب کہ میں نماز جمعہ پڑھانے کے لئے تیار تھا، میرے پاس ڈپٹی کمشنر کا چپراسی آیا اور زبانی یہ پیغام لایا کہ صاحب ڈپٹی کمشنر آپ کو یاد کرتے ہیں۔ اس کے ہاتھ میں کوئی سمن یا خط نہ تھا۔ اسی وجہ سے مجھے اس وقت تک معلوم نہ ہوا کہ فریقین میں سے جو مجھے گواہ بنانا چاہتے تھے، کس کی طرف سے گواہ بنایا گیا ہوں اور کس نے مجھے طلب کرایا ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ دجال صاحب کادیانی ہی میرے طلب کرانے کے موجب ومحرک ہوئے ہیں۔

انہوں نے اس مقدمہ کو میرے سر پر تھوپا تھا اور کہا تھا کہ یہ شخص میرا دشمن ہے، اسی نے ترغیب ومشورہ دے کر اور تجویز کر کے یہ مقدمہ ناحق مجھ پر قائم کرایا ہے۔ ڈاکٹر کلارک پیروکار سرکار نے اس کے جواب میں کہا کہ میں نے مولوی محمد حسین کو ۱۸۹۵ء سے کبھی نہیں دیکھا اور نہ ملا پھران کی ترغیب وتجویز کے کیا معنی اور ان سے مشورہ کر لینا کیونکر ممکن تھا۔ لہٰذا اس امر کے دریافت کرنے کے لئے عدالت نے مجھے بلایا۔ اس سے ناظرین خود سمجھ لیں گے کہ مجھے عدالت میں کس نے بلوایا تھا اور میں کس کا گواہ تھا۔

نماز جمعہ سے فارغ ہوکر میں چپراسی کے ساتھ عدالت کے دروازہ پر پہنچا تو میں نے اپنا وزٹ کارڈ (ملاقاتی ٹکٹ) صاحب ڈپٹی کمشنر کے پاس بھیجوایا۔ صاحب نے اردلی کو حکم دیا کہ ان کو بٹھاؤ اور کرسی دو (یہ بات خاکسار کو ڈاکٹر کلارک کے خط سے اور زبانی بعد میں معلوم ہوئی ہے) اس وقت اردلی نے مجھے کرسی دے دی اور صرف یہ بات کہی کہ ہم نے آپ کا ٹکٹ دے دیا، صاحب نے کہا ہے کہ بٹھاؤ) جب صاحب ڈپٹی کمشنر پہلے گواہ کا اظہار لینے سے فارغ ہوئے تو انہوں نے مجھے بلایا۔ جب میں عدالت کے کمرہ میں داخل ہوا تو بلا توقف ایک منٹ کے میرا اظہار شروع ہوا۔ سوال حسب ضابطہ عدالت نام ولدیت قومیت وعمر کے بعد پہلا سوال مجھ سے یہ ہوا کہ آپ مرزاغلام احمد کو جانتے ہیں، میری طرف سے اس کا جواب، ہاں میں جانتا ہوں اور خوب جانتا ہوں۔

سوال۲...... اس نے کوئی پیش گوئی کی ہے، جواب ہاں میں، پچیس اشخاص کے حق میں پیش گویاں ہیں۔

سوال۳...... انجام آتھم کے (ص۴۴) پر جو عبارت درج ہے کہ جھوٹ کی بیخ کنی خدا کرے گا۔اس کا مطلب کیا ہے۔

(ناظرین اس سوال سے ڈاکٹر کلارک صاحب کا مقصود تھا کہ شاید میں ان کے اس دعویٰ کی تائید کروں گا کہ اس عبارت میں ان کے مارے جانے یا بیخ کنی کی طرف اشارہ ہے۔وازاں جا کہ میرے خیال سے اس عبارت کا یہ مطلب نہ تھا۔لہٰذا میں نے ڈاکٹر کلارک کے مقصود کو پورا نہ کیا اور اپنے ایمان اور صداقت سے کام لے کر اس سوال کا جواب دجال کادیانی کے حق میں مفید حسب ذیل دیا)

جواب...... اس کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹ ضائع ہوگا۔اس عبارت سے میں یہ نہیں سمجھتا کہ کوئی خاص ذاتی دشمنی مرزا کی ڈاکٹر کلارک سے ہے۔

سوال۴...... مرزا غلام احمد سے تمہاری موافقت ہے یا مخالفت۔

جواب...... مرزا سے میری ذاتی کوئی مخالفت نہیں ہے۔ہاں مذہبی معاملات میں اس سے اتفاق نہیں۔

سوال۵...... کیا مرزا فتنہ انگیز آدمی ہے(یہ سوال ڈاکٹر کلارک نے کیا تھا)

جواب...... بے شک وہ فتنہ انگیز آدمی ہے، اس نے ہندو اور مسلمانوں اور عیسائیوں میں فتنہ کھڑا کر دیا ہے۔ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوگئے ہیں یہ اس کی تعلیم کا اثر ہے۔اس کی تعلیم یہ ہے، جو(آئینہ کمالات ص۶۰۱،خزائن ج۵ص۶۰۱) میں اس نے کی ہے کہ:''نافرمان انسان کی جان اور مال اس کے ملک سے خارج ہوکر خدا کے ملک میں داخل ہوجاتے ہیں۔پھر جس کے ہاتھ سے خدا چاہے ان کو تلف کرادے۔''

اور اشتہار متعلق حسین کامی سفیر روم میں اس نے کہا ہے کہ:''خداتعالیٰ نے بھی ارادہ کیا ہے کہ جو مسلمانوں میں سے مجھ سے علیحدہ رہے گا وہ کاٹا جائے گا، بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ۔'' عبارت آئینہ کمالات اور اس عبارت اشتہار کا مطلب یہ ہے کہ نافرمان انسان خصوصاً جو مرزا سے جدا رہے وہ کاٹے جانے کے لائق ہے۔جس کا اثر یہ ہے کہ اس کے پیروان اس کے مخالفوں کو کاٹنے کے لائق سمجھتے ہیں اور ان کے خون کے پیاسے ہیں۔

عبارت آئینہ کمالات اس وقت پڑھ کر سنائی گئی اور عبارت اشتہار متعلق سفیر روم

بھی عدالت میں پڑھی گئی۔ مگر معلوم نہیں عدالت نے اظہارات میں کیوں عبارت آئینہ کمال کا حوالہ صفحہ درج کیا اور عبارت اشتہار متعلق سفیر روم کا ذکر تک نہ کیا۔

عبارت آئینہ کمالات کی کادیانی نے حسب عادت قدیمہ خود عدالت کے سامنے یہ تاویل کی ہے کہ یہ بات حضرت موسیٰ کی حمایت اور اس الزام سے ان کی برأت کے لئے لکھی گئی ہے۔ جو ان پر لگایا جاتا ہے کہ وہ مصر سے نکلنے کے وقت فرعونیوں کے زیورات وبرتن لے نکلے تھے اور کادیانی نے کہا کہ کیا پیغمبر حضرت موسیٰ کو اس الزام سے بری نہ کیا جاتا۔ میں نے اس کے جواب میں کہا کہ یہ جھوٹ بولتا ہے (جس کو سن کر مجسٹریٹ صاحب مسکرائے) یہ عبارت اس نے اپنے اوپر سے اس الزام کو اٹھانے کے لئے لکھی ہے جو اس پر اشاعۃ السنۃ (نمبر۱۱ ج۱۵ ص۲۶،۴۷) لگایا ہے کہ کیا تم نے اللہ دیا طوائف کے خبیث مال زنا کی کمائی کے دو سو روپے نہیں لئے اور کیا جو شخص ناجائز مال کھائے، وہ خدا کا ملہم ہوسکتا ہے۔ چنانچہ اس الزام کو اس نے آئینہ کمالات کے (ص۶۰۰) میں نقل کیا ہے اور پھر اس کے جواب میں یہ بات کہی ہے جو اس کتاب کے (ص۶۰۱) سے نقل کی ہے۔

عدالت نے اس سوال وجواب کو درج اظہارات نہ کیا اور صرف آئینہ کمالات کے دونوں صفحات مذکورہ (ص۶۰۰،۶۰۱) کا حوالہ دے دیا۔ (خزائن ج۵ ص۶۰۰،۶۰۱)

(مولوی فضل الدین صاحب پلیڈر باوجودیکہ پکے حنفی کہلاتے ہیں، کادیانی جو حنفیوں اور اہل حدیث سب کا دشمن ہے) کی حمایت میں کھڑے ہوگئے اور بولے کہ اس عبارت سے یہ بات نہیں نکلتی کہ کادیانی اور اس کے پیرو اس کے مخالفوں کی جان ومال کو معصوم ومحفوظ نہیں سمجھتے اور ان کو کاٹنے اور تلف کرنے کے لائق سمجھتے ہیں۔ اس عبارت کو نقل کیا جائے، تاکہ دنیا اس کا فیصلہ کرے۔ ہم نے اس عبارت کو اس مقام میں اور (ص۵۲) میں اسی غرض سے نقل کردیا ہے۔

اور (ص۲۶۳) میں اس کے معنی کی تشریح بھی کردی ہے۔ اب ہمارے حنفی بھائی پلیڈر صاحب اس عبارت کی تشریح کسی اخبار میں کر کے دنیا کو سمجھادیں کہ کیوں اس سے وہ بات نہیں نکلتی جو ہم نے کہی ہے۔ ہمارے دوست پلیڈر صاحب اس عبارت کے ایسے معنی کسی اخبار میں بیان کریں گے تو ہم ان کے شکرگزار ہوں گے)

سوال ۵...... محمدیوں کے مذہبی خیالات سے آپ واقف ہیں۔

جواب...... ہاں میں محمدیوں کے مختلف مذہبی خیالات سے واقف ہوں۔

سوال ۶...... ڈاکٹر کلارک مرجائیں تو کیا مرزا کا اس سے فائدہ ہوگا۔

جواب...... بے شک، ڈاکٹر کلارک مرجائیں تو بے شک مرزا کا اس سے فائدہ ہوگا اس سے مرزا کی کرامت ثابت ہوگی۔

کیونکہ عبداللہ آتھم بعد میعاد مقرر کردہ کادیانی فوت نہ ہوا تو بھی مرزا نے اس کو اپنی کرامت بنایا اور انجام آتھم میں لکھ دیا ہے کہ وہ میری پیشین گوئی کے مطابق فوت ہوا ہے۔

(حضرات ناظرین! اس جواب میں لفظ کرامت مثل میں موجود ہے (جس کی نقل حسب ضابطہ سرکاری اس وقت ہمارے سامنے) دجال کادیانی کے نائب نے اپنے جنگ مقدس کے (نمبر۳) میں میرے اظہارات کو چھاپا تو اس میں لفظ کرامت کو شراکت بنالیا۔ باوجودیکہ اسی پرچہ (نمبر۳) میں سوال نمبر۲ کے جواب میں اس نے میرا صریح یہ قول نقل کیا ہے کہ میں مرزا کو لیکھرام کا قاتل نہیں کہتا اور نہ اس کی سازش کا قائل ہوں۔ صرف نشان دہی کا ذمہ دار ٹھہراتا ہوں۔ اس احمق نائب دجال کو یہ خیال نہ آیا کہ وہاں تو میں نے دعویٰ سازش کی نفی اس گواہ سے نقل کی ہے۔ پھر یہاں کرامت کا شراکت بنالینا کیا فائدہ دے گا مثل مشہور۔ دروغ گو را حافظہ نباشد۔ کو اپنے اوپر صادق کر کے دکھادیا۔

سوال ۷...... آپ ڈاکٹر کلارک کو ملے تھے یا نہیں؟

جواب...... ۱۸۹۵ء میں ڈاکٹر کلارک کو ملا تھا، اس کے بعد کبھی نہیں ملا۔ بلکہ مجھے ان سے شکایت اور رنج ہے کہ ایک خاص امر کے واسطے ان کو ۱۸۹۵ء میں ملا تھا اور انہوں نے میری ہمدردی نہ کی۔ اس کے ثبوت پر میرے پاس چٹھیات موجود ہیں، جن کو میں عدالت میں پیش کرسکتا ہوں۔

سوال ۸...... آپ کے بھائی ان سے ملے؟

جواب...... میرے علم میں وہ بھی اس کو نہیں ملے۔

سوال ۹...... لیکھرام کے قتل کی بابت آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب...... اس بات میں بھی میں نے اسی (۸۰) صفحہ کا ایک آرٹیکل لکھا ہے جو

رسالہ (اشاعۃ السنۃ نمبر۱، لغایت ۳، ج ۱۸) میں درج ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ لیکھرام کے قتل کی نشان دہی کا مرزا ذمہ دار ہے۔ کیونکہ وہ بقول خود خدا تعالیٰ کو سو دفعہ بلاتا ہے تو خدا اس کا جواب دیتا ہے۔ پھر وہ خدا سے کیوں پوچھ نہیں دیتا کہ لیکھرام کا قاتل کون ہے۔

سوال۱۰...... ڈاکٹر کلارک کے حق میں مرزا نے سوائے اس پیش گوئی کے جو (ضمیمہ انجام آتھم ص۴۰، خزائن، ۱۱، ص۳۲۴) میں حرف ایف پر کی ہے۔ کوئی اور پیش گوئی بھی کی ہے؟

جواب...... اس مضمون کی اور پیش گوئی نہیں کی۔ ہاں ایک اور مضمون کی پیش گوئی ڈاکٹر کلارک کی نسبت بشمول دیگر عیسائیوں کے کی ہے۔ مگر عدالت نے اس کی طرف توجہ نہ کی، ڈاکٹر کلارک نے اس کو سنا۔ لہٰذا پیش گوئی درج اظہارات نہ ہوئی۔

ذیل میں وہ سوالات اور ان کے جوابات درج ہوتے ہیں، جو ہمارے دوست مولوی فضل الدین صاحب پلیڈر نے کادیانی دجال ولا مذہب کی تائید کی غرض سے خاکسار پر کئے تھے۔

سوال۱۱...... بلحاظ مذہب آپ کون ہیں؟

جواب...... میں سنی اہل حدیث ہوں۔

سوال۱۲...... کیا ان لوگوں میں سے جن کو پہلے وہابی کہا جاتا ہے؟

جواب...... ہاں جن کو پہلے غلطی سے وہابی کہا جاتا تھا۔

سوال۱۳...... وہابیوں کے برخلاف دیگر مذاہب کے مسلمان حنفی، شیعہ وغیرہ ہیں یا نہیں؟

(اس سوال پر میں نے اپنے دوست پلیڈر صاحب کو کہا کہ آپ کو جس حالت میں اب پہلے سوال میں بتایا گیا ہے کہ جن لوگوں کو غلطی سے وہابی کہا جاتا تھا وہ اہل حدیث ہیں، تو پھر آپ نے اس لفظ وہابی کو (جو دل آزار سمجھا گیا ہے اور گورنمنٹ نے اس لفظ کو دل آزار تسلیم کر کے سرکاری کاغذات میں اس کے استعمال کی ممانعت کردی ہے) دوبارہ کیوں بولا۔ آئندہ آپ یہ لفظ بولیں گے تو (صاحب مجسٹریٹ سنتے ہیں) میں آپ پر نالش کردوں گا۔ میرے اس قول کی تائید میں صاحب مجسٹریٹ نے بھی ان کو اس لفظ کے استعمال سے منع کیا تو آپ نے سوال کو بدل کر یہ سوال کیا کہ اہل حدیث کے برخلاف دیگر مذاہب کے مسلمان شیعہ، حنفی وغیرہ ہیں یا نہیں؟ پھر بھی عدالت نے اس سوال کو نامنظور کیا اور مجھ سے

جواب کا مطالبہ نہ کیا۔

اس مقام میں ہم اپنے دوست پلیڈر صاحب کو دوستانہ نصیحت کرنے اور اس کی طرف ان کو توجہ دلانے کی غرض سے یہ کہنا ضروری جانتے ہیں کہ پلیڈر صاحب کو جب کبھی خوش قسمتی سے کسی مقدمہ میں اہل حدیث کے مقابلہ کا موقعہ ملتا ہے تو آپ بڑے شوق وذوق سے حنفیت کا جوش دکھانے کے لئے (گو دجال کا دیانی کی (جو حنفیوں اور اہل حدیث سب کا مخالف ہے) وکالت وحمایت کے وقت وہ جوش دب گیا تھا۔ جس کی وجہ ظاہر ہے) اہل حدیث کو وہابی کے لفظ سے یاد فرمایا کرتے ہیں۔

چنانچہ انارکلی لاہور کے مقدمہ مسجد متعلق چنگڑوں کے وقت بھی بار بار یہی لفظ آپ کے دہان مبارک سے نکلتا تھا۔ باوجودیکہ وہ بھی افیشل موقعہ تھا نہ پرائیویٹ۔ اس موقعہ پر وکیل صاحب کے اہل حدیث کو وہابی کہنے پر خاکسار اور کل اعیان اہل حدیث کو کمال رنج پہنچا اور ان کی دل آزاری ہوئی۔ جس پر بعض احباب نے ہم کو استغاثہ کی رغبت دلائی۔ مگر ہم کو یہ شعر یاد آیا، جس نے استغاثہ سے روک دیا:

تو برائے وصل کردن آمدی نے برائے فصل کردن آمدی

لہٰذا ہم نے بجائے اس کے کہ عدالت کی طرف رجوع کریں۔ وکیل صاحب کی اس دل آزاری اور رنج دہی کا اپیل ان ہی کے سامنے پیش کرنا اور اس دوستانہ ریمارک کے ذریعہ آئندہ ان کو اس لفظ کے استعمال سے رک جانے کی سفارش کرنا مناسب اور کافی سمجھا۔ وکیل صاحب سے امید ہے کہ وہ آئندہ کسی آفیشل کارروائی میں اہل حدیث کو اس دل آزار لفظ وہابی سے یاد نہ فرمائیں گے۔

گورنمنٹ کے قانون واحکام کی تعمیل وتعظیم وکیلوں سے زیادہ ہونی چاہئے۔ وکیل صاحب ہی اس کا خلاف کریں گے تو اوروں سے اس کی تعمیل کیونکر ہوگی۔ وکیل صاحب کو معلوم ہے کہ گورنمنٹ نے استعمال لفظ وہابی بحق اہل حدیث دل آزار سمجھ کر حکماً بند کردیا ہے، چٹھی گورنمنٹ ہند نمبری ۷۵۸ مؤرخہ ۱۸۸۶ء وچٹھی گورنمنٹ پنجاب نمبری ۱۳۷ مؤرخہ ۱۹ر جنوری ۱۸۸۷ء وغیرہ وغیرہ شاہد ہیں جو مشتہر ہوچکی ہیں۔

سوال۱۴...... اس سوال کا جواب میں ادا ہوچکا ہے۔ لہٰذا اس کے اعادہ کی حاجت

نہیں ہے۔

سوال ۱۵...... براہین احمدیہ پر ریویو کی آپ کی تصنیف ہے اور اس میں (ص ۱۷۶ لغایت ص ۱۸۸) کی عبارت جس پر حرف ٹی کا نشان ہے۔ آپ کی عبارت ہے (یعنی جس میں مرزا غلام احمد کی طرف سے گورنمنٹ کو مطمئن کیا گیا ہے) اور مرزا کے والد نے غدر میں سرکار انگریز کو مدد دی تھی؟

جواب...... بے شک براہین احمدیہ پر ریویو میں نے لکھا اور اس کی عبارت زیر نشان حرف ٹی میری عبارت ہے۔ مگر میرا یہ خیال مرزا کی نسبت اس وقت تھا جب کہ اس نے مہدی ہونے کا دعویٰ نہ کیا تھا اور جب سے یہ مہدی بن گیا ہے۔ میرا خیال اس کی نسبت اچھا نہیں رہا جس کو میں اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ (نمبر۳، ج ۱۸) میں اور اس سے پہلے بارہا ظاہر کر چکا ہوں۔

پھر میں نے رسالہ مذکورہ اور اس کی عبارت کا جس میں میں نے خیال مذکور ظاہر کیا ہے۔ حوالہ ونشان دیا اور وہ رسالہ شامل مثل کیا گیا۔ مگر ہمارے دوست وکیل صاحب نے دجال کادیانی کو گورنمنٹ کی مخالفت سے بری کرنے کی غرض سے میری اس تشریح کے جواب میں فرمایا کہ ہم نے اس تشریح کا سوال نہیں کیا اور اس وجہ سے یا اور وجہ سے میری وہ تشریح درج اظہارات نہیں ہوئے۔ جو میں نے اس رسالہ کے (ص ۱۹۳) میں درج کردی ہے۔ گورنمنٹ اور عامہ ناظرین اس کو ملاحظہ فرماویں۔

سوال ۱۶...... مرزا کی نسبت آپ کے کفر کا فتویٰ (جو ج ۱۳ اشاعۃ السنۃ میں درج ہے اور اس پر حرف یو کا نشان ہے) لکھا ہے؟

جواب...... وہ فتویٰ علماء پنجاب وہندوستان کا ہے میں صرف اس کا جمع کرنے والا اور رسالہ کا ایڈیٹر ہوں اور میں خود بھی مرزا کو مسلمان نہیں جانتا، دہریہ سمجھتا ہوں۔

سوال ۱۷...... مولوی غلام قادر حنفی آپ کو فتنہ انگیز اور اہل حدیث کو کافر نہیں کہتے؟

جواب...... مولوی غلام قادر مجھے فتنہ انگیز اور اہل حدیث کو کافر نہیں کہتے۔ وہ جب کبھی مجھے ملتے ہیں، محبت سے ملتے ہیں، سلام ومصافحہ کرتے ہیں۔

سوال ۱۸...... آپ لوگوں کی تحریرات اور تعلیمات کی وجہ سے لوگوں میں تنازعات

پیدا نہیں ہوتے؟

جواب...... تنازعات ہوتے ہیں۔ مگر ایسے نہیں جن سے خون ہوں، عدالت میں مقدمات بھی ہوتے ہیں، مگر فروعی اور جزئی اختلافات کی وجہ سے نہ اختلاف اصول مذہب کی وجہ سے، جس سے ایک دوسرے کا جانی دشمن ہوجاتا ہے۔

سوال ۱۹...... آپ نے سلطان روم کی تائید میں کوئی کتاب لکھی ہے اور کیا مرزا نے سلطان روم کے برخلاف لکھا ہے؟

جواب...... میں نے کوئی کتاب نہیں، بلکہ ایک آرٹیکل لکھا ہے جو اشاعۃ السنۃ (نمبر ۲، ج۱۸) کے ایک ورق میں چھپا[۲] ہے اور مرزا نے سلطان روم کے برخلاف ایک اشتہار لکھا ہے جو حسین کامی سفیر سلطان کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ وہ اشتہار اسی وقت پڑھا گیا اور عدالت کو جتایا گیا کہ مرزا سلطان کا مخالف ہے اور خاکسار موافق۔ اس سوال سے اگر ہمارے دوست پلیڈر صاحب نے عدالت کو یہ جتانا چاہا ہے کہ یہ گواہ سلطان روم کا موافق ہے اور مرزا ان کا مخالف، اس وجہ سے مرزا کو لائل (وفادار) اور اس گواہ (خاکسار کو ڈس لائل (غیر وفادار) سمجھ کر مرزا کے حق میں اس کی شہادت قبول نہ کرنی چاہئے۔

تو یہ امر دوستانہ شکایت اور کمال افسوس کا موجب ہے اور اس صورت میں تعجب سے کہا جاسکتا ہے کہ اس سوال میں پلیڈر صاحب نے اپنی حقیقت چھوڑ کر اسلام کا بھی پاس نہ کیا اور سلطان روم کی ہمدردی کو ڈس لائلٹی ٹھہرادیا اور فرط حمیت دجال کادیانی نے ان سے اپنی اس ہمدردی حضرت سلطان المعظم کو بھلا دیا جو جلسہ عام اہل اسلام یکم رجون ۱۸۹۷ء میں ان سے سرزد ہوئی تھی۔ جس کا ذکر اخبار چودھویں صدی راولپنڈی کے پرچہ ۲۳رجون ۱۸۹۷ء میں ہے۔ جس کی نقل[۳] حاشیہ میں ہے۔

اس صورت میں پلیڈر صاحب کو یہ خیال آیا کہ حضرت سلطان کی ہمدردی برٹش گورنمنٹ کی ڈس لائلٹی کیونکر ہوسکتی ہے۔ جس حالت میں ہم (خود بدولت) یہ ہمدردی ایک جلسہ عام میں ظاہر کر چکے ہیں اور وہ اخباروں میں شائع ہوچکی ہے۔ کیا اس سوال کے وقت مؤکلانہ حمایت یا کسی کثیر فیس نے پلیڈر صاحب کا دلی خیال اور کانسٹس ان سے چھین لیا اور اس بیت کا مصداق بنادیا:

چوں غرض کوئی آمد ہنر پوشیدہ شد صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد

یا اس سوال سے ان کی غرض کوئی اور ہے جو ہمدردی سلطان المعظم کو ڈس لائلٹی نہ ٹھہراتی ہو تو آپ یہ بیان کریں گے تو شکایت کے محل نہ رہیں گے۔

سوال۲۰...... لیکھرام کے قتل کی بابت جو کچھ آپ نے کہا ہے کہاں سے اخذ کیا ہے؟

جواب...... لیکھرام کے قتل کی بابت جو کچھ میں نے کہا ہے وہ میں نے مرزا کی تحریروں سے اخذ کیا ہے۔ میں مرزا کو لیکھرام کا قاتل نہیں کہتا۔ اس کی سازش کا مدعی نہیں وہ نشان دہی کا ذمہ دار ہے (چنانچہ سوال نمبر۹ کے جواب میں کہا گیا ہے)

سوال۲۱...... مرزا کے مریدوں کی تعداد کس قدر ہے؟

جواب...... اس کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مرید و پیروان کی تعداد بموجب ایک فہرست کے تین سو تیرہ (۳۱۳) ہے، ایک تحریر میں تین سو ستائیس (۳۲۷)۔

سوال۲۲...... سوائے ان مریدوں کے تمام مسلمان لوگ ہندوستان میں مرزا کے برخلاف ہیں تو یہ ان کو کیونکر کاٹ سکتے ہیں؟

اس سوال کو عدالت نے نامنظور کیا، تاہم میں نے اس وقت یہ جواب دے دیا کہ میں نے یہ نہیں کہا کہ وہ کاٹ سکتے ہیں، صرف یہ کہا ہے کہ وہ کاٹنے کو جائز رکھتے ہیں۔ کاٹنا اس وقت ہوسکتا ہے، جب جمعیت وشوکت ہو۔ یہ جواب اس لئے درج اظہارات نہیں ہوا کہ وہ سوال غیر متعلق سمجھ کر عدالت نے رد کر دیا تھا۔

سوال۲۳...... عبدالحمید کو آپ نے دیکھا؟

جواب...... میں نے ۸ یا ۹/اگست کو اس کو ایک عیسائی کے ساتھ دیکھا تھا، اس سے میری بات چیت کوئی نہیں ہوئی۔

سوال۲۴...... ڈاکٹر کلارک کے مرنے سے مرزا کو فائدہ ہوگا؟

جواب...... ڈاکٹر کلارک کے متعلق مرزا کی پیش گوئی ہو یا نہ ہو، مرزا اس سے فائدہ اٹھائے گا کہ یہ میرا مخالف تھا اس لئے فوت ہوگیا۔ جیسا کہ اس نے عبداللہ آتھم کے مر جانے سے فائدہ اٹھایا تھا باوجودیکہ وہ اس کی میعاد مقررہ کے بعد فوت ہوا۔ ایسا ہی وہ میرے مر جانے سے فائدہ اٹھائے گا اور اپنی کرامت بنالے گا۔

سوال ۲۵...... کیا آپ عیسائی مذہب کے برخلاف ہیں؟

جواب...... میں عیسائی مذہب کے برخلاف ہوں۔ مگر نہ ایسا کہ صرف مخالفت مذہبی کی وجہ سے ان کو کاٹ ڈالنے کا فتویٰ دوں یا ان کی جان ومال کو تلف کرنے کو تجویز کروں، بلکہ میں اس مخالفت کیوجہ سے ان کے خیالات کو رد کرتا ہوں اور کروں گا، ان کو وعظ کے ذریعے سے فہمائش کروں گا۔ خواہ سو برس تک مخالف رہیں۔

ہمارے دوست پلیڈر صاحب نے اس سوال سے اگر عیسائی مذہب کی مخالفت کو بھی ایک عیب موجب جرح ٹھہرا کر عیسائی مجسٹریٹ کو یہ جتانا چاہا ہے کہ یہ شخص تمہارے مذہب کا مخالف ہے۔ اس کی شہادت کو وقعت نہ دینی چاہئے۔ تو اس میں اپنے کانشس واسلام اور اپنے خداداد ایمان کا (جو وہ رکھتے ہیں) خلاف کیا ہے اور یہ نہ سوچا کہ میں بھی تو عیسائی مذہب کا مخالف ہوں اور میرے مذہب حنفی کے کل اشخاص عوام وخواص عیسائی مذہب کے مخالف ہیں۔ پھر میں عیسائی کی مخالفت کو عیب کیوں ٹھہراتا ہوں اور اگر اس سوال سے وکیل صاحب کی کوئی اور غرض ہے، تو اس کو بیان کر کے ہم کو ممنون کریں اور اس احتمال اول الذکر کو دور کریں جو ظاہر ان کے سوال سے پیدا ہوتا ہے۔

اور منجملہ ان مسلمانوں کے جو مجبورانہ کشش سے اس مقدمہ میں بحیثیت گواہ شامل ہوگئے ہیں، دوسرے شخص یہی وکیل صاحب ہیں جن کو ان کے پیشہ وکالت اور غالباً فیس نے یا کسی اور وجہ نے مجبور کیا کہ وہ اس لامذہب کے وکیل وحامی بن گئے۔ ورنہ ان کا مذہب حنفی اس وکالت وحمایت کی اجازت نہ دیتا تھا۔ پلیڈر صاحب کی اس وکالت سے بہت سے مسلمان ناراض اور شاکی ہوئے اور اب تک ہیں، جن کے خیالات کا اظہار اخبار جعفر زٹلی لاہور ۲۸ر ستمبر ۱۸۹۷ء میں ہوا ہے۔ چنانچہ اس میں لکھا ہے:

’’اخیر میں ہم اپنے معزز دوست مولوی فضل الدین صاحب پلیڈر سے دوستانہ گلہ کرنا چاہتے ہیں کہ انہوں نے کیوں ایسے ملعون کی پیروی کی، جس حالت میں کہ وہ خود اس کے خیالات کے مخالف اور ایک پکے مسلمان ہیں۔ ہم نے مانا کہ ان کا پیشہ ایسا ہی ہے کہ بعض اوقات انہیں مسلمانوں کے مخالف اور غیر اہل اسلام کی طرف سے عدالت میں پیش ہونا پڑتا ہے۔ لیکن وہ اور معاملہ ہے وہ دنیا کے لوگ کہلاتے ہیں اور اسلام سے دشمنی نہیں رکھتے اور نہ

وہ مقدمات مذہبی ہوتے ہیں۔ گویہ مقدمہ بھی مذہبی مقدمہ نہ تھا۔ لیکن ایک دشمن اسلام کا مقدمہ ضرور تھا اس واسطے مولوی صاحب کو ایسے آدمی سے جیسا کہ ہمیں یقین ہے کوئی دلی ہمدردی نہیں۔ ہم بہت خوش ہوتے، اگر مولوی صاحب اپنے فائدہ چھوڑ کر ایک مخرب اسلام کو بچانے کی کوشش نہ کرتے۔‘‘

ان لوگوں کو ناراضی کی وجہ ایک تو یہی ہے، جو اخبار زٹلی لاہور میں بیان ہوئی ہے کہ وہ مسلمان پھر سنی حنفی ہوکر کیوں اس مرتد کے حامی اور وکیل بنے۔ دوسرے وجہ وکیل صاحب کی وہ باتیں جو ان کے اس خیال واعتقاد کے مخالف اور حق کے برخلاف اس دجال کی حمایت میں ان کی زبان سے نکلے ہیں جن کی تشریح بضمن جواب سوال نمبر(۱۹و۲۵) ہوچکی ہے۔

وکالت کا جبر نقصان تو اب ممکن نہیں۔ ہاں ان باتوں سے جو نقصان پیدا ہوا اور مسلمانوں کو رنج پہنچا ہے۔ اس کا جبیرہ وکفارہ ممکن ہے۔ (اگر وکیل صاحب توجہ کریں) اور وہ یوں ہوسکتا ہے کہ وکیل صاحب اب اسلامی اخباروں میں مشتہر کردیں کہ:

۱...... بے شک عبارت آئینہ کمالات سے کادیانی کا خوفناک ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۲...... اور اہل حدیث ہندوستان کے اہل وہابی نہیں ہیں۔

۳...... اور حضرت سلطان روم کی ہمدردی برٹش گورنمنٹ کی لائلٹی کے مخالف نہیں۔ یہ ہمدردی ہم خود کرچکے ہیں۔

۴...... اور عیسائی مذہب سے ہم کو اور کل اشخاص مسلمانوں کو مخالفت ہے۔ مگر اس مخالفت سے کوئی خوفناک نتیجہ پیدا نہیں ہوسکتا۔ خوفناک نتیجہ اسی مخالفت کا ہے، جو کادیانی کو اپنے مخالفین سے ہے۔ جس پر اس نے مخالفین کا کاٹا جانا اور ان کے جان ومال کو تلف کرنا تجویز کیا ہوا ہے۔

اور منجملہ ان مسلمانوں کے جو اس مقدمہ کی وجہ سے کشمکش میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ اکثر عوام ہیں جو نہ اسلام کے اصول ومسائل سے واقف ہیں اور نہ کادیانی کے خیالات ومقالات پر اطلاع رکھتے ہیں۔ وہ اپنی اسی ناواقفی کی وجہ سے کبھی تو کادیانی کو ایک مسلمان سمجھ کر اور اس کے مقابل فریق کو عیسائی سمجھ کر ہماری شہادت پر اپنا افسوس ورنج ظاہر کرتے ہیں اور کبھی ہمارے خادم الاسلام اور خیر خواہ اہل اسلام ہونے کے اعتقاد وخیال سے ہمارے

فعل کے حامی اور مصدق ہو جاتے ہیں۔

ان حضرات کے رفع تذبذب اور تردد کی غرض سے ہم اس قدر کہنا ضروری جانتے ہیں کہ اوّل تو خاکسار اس شہادت کے لئے اختیار سے عدالت میں نہیں پہنچا، بلکہ عدالت کے اجبار سے جو درحقیقت کادیانی کی طرف سے ہوا تھا۔ چنانچہ (ص۲۶۱) میں بیان ہو چکا ہے۔ پیش ہوا تھا اور اگر میں اپنے ارادہ اور اختیار سے پیش ہوتا تو بھی محل اعتراض نہ ہوتا کیونکہ کادیانی گو بظاہر مدعی اسلام ہے، مگر درحقیقت وہ منکر اسلام ولا مذہب وزندیق ہے۔ جس کے کفر وارتداد پر جمہور کو علماء پنجاب وہندوستان کا اتفاق ہو چکا ہے۔

چنانچہ فتویٰ مندرجہ (ج۱۳) اشاعۃ السنۃ اس پر شاہد ہے۔ اس فتویٰ میں اس کے کفر وارتداد کی وجوہات کافی ومفصل بیان ہوئی ہیں۔ حضرات معترضین ومترددین ان وجوہات کو ملاحظہ فرماویں۔ تو یقین کریں گے اور ایمان لائیں گے کہ یہ شخص مسلمان نہیں ہے۔ بلکہ مرتد ولامذہب ہے، جس کا ضرر بحق اسلام ان مخالفین اسلام سے بڑھ کر ہے۔ جو علانیہ مخالفت اسلام کے مدعی ہیں۔

اس مقام میں ہم اس فتویٰ کی طرف ناظرین کو توجہ دلانے کی غرض سے بطور مشتے نمونہ خروارے کے از بسیار۔ اس کی بعض وجوہات کفر بیان کرتے ہیں۔

۱...... یہ زندیق ومرتد اپنے (ازالہ کے ص۵۳۳و۶۷۳، خزائن ۳، ص۳۸۶) میں نبوت ورسالت کا مدعی ہے اور صاف لکھ چکا ہے کہ جس احمد رسول کی بشارت انجیل میں آئی ہے، وہ میں ہوں، جو صرف احمد ہوں۔ نہ محمد رسول اللہ جو احمد ہونے کے ساتھ محمد بھی کہلاتے ہیں۔

۲...... اور یہ زندیق ومرتد اپنے (ازالہ کے ص۶۹۱، خزائن ۳، ص۴۷۳) وغیرہ میں یہ کفر بکتا ہے کہ آنحضرت دجال وخردجال ودابۃ الارض وابن مریم یاجوج ماجوج کی حقیقت کماحقہ نہیں جانتے تھے۔ جو میں جانتا اور بیان کر چکا ہوں۔

۳...... اور یہ زندیق (ضمیمہ انجام آتھم ص۵،۷، خزائن ج۱۱ ص۲۹۱) میں حضرت مسیح کے حق میں یہ الفاظ لکھ کر چکا ہے کہ: ’’ان کی تین نانیاں اور دادیاں کسبیاں تھیں اور وہ جھوٹ بولتے تھے اور لوگوں کو گالیاں دیا کرتے تھے۔‘‘

۴...... اور یہ زندیق اپنے ازالہ کے (ص۳۰۵، ۳۰۹، خزائن ج۳ ص۲۵۵) یہ کفر بک چکا

ہے کہ ابن مریم کے مشہورہ معجزات، مردوں کو زندہ کرنا اور مٹی سے جانور بنانا وغیرہ وغیرہ مسمریزم کا عمل تھا۔ میں اس فعل کو مکروہ وقابل نفرت نہ سمجھتا تو اس فعل میں ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ وعلی ہذا لقیاس!

اس کی باتوں کو سن کر اور اس کی ناپاک تصانیف میں ان کو ملاحظہ فرما کر ہر ایک مسلمان جو قرآن اور پہلی کتابوں پر اور آنحضرتﷺ اور پہلے انبیاء پر یقین وایمان رکھتا ہو، یقین کرے گا کہ یہ مرتد انبیاء علیہم السلام کی سخت توہین کرنے والا ہے اور آنحضرت پر رسالت ختم ہونے کا منکر ہے۔ اس کی ان باتوں کو سننے اور اس کی کتابوں میں دیکھ لینے کے بعد اس کو مسلمان سمجھنے والا خود مسلمان نہیں رہتا اور یہ دجال اسلام کو ضرر پہنچانے میں یہودیوں ونصرانیوں سے بڑھ کر ہے۔ وہ کھلے دشمن اسلام ہیں، جن کے ضرر سے ہر ایک مسلمان بچ سکتا ہے اور یہ چھپا دشمن اسلام ہے، جس کے ضرر سے بچنا واقف مسلمانوں کے لئے سخت دشوار ہے۔

چنانچہ آیت: ’’انہ یراکم ہو وقبیلہ من حیث لاترونہم‘‘ (اعراف:۲۷)

’’قال مالک بن دینار ان عدواً یراک ولا تراہ لشدید المؤنۃ الا من عصم اللہ‘‘ (معالم ص۳۳۷)

کہ شیطان اور اس کی جماعت کو وہاں سے دیکھ رہے ہیں جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھتے۔ مالک بن دینار نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ جو دشمن دیکھے اور تم اس کو نہ دیکھو اس سے بچنا نہایت مشکل ہے۔

اور منجملہ ان مسلمانوں کے جو اس مقدمے کے سبب کشمکش میں پڑے ہیں وہ لوگ بھی جو خاکسار کی شہادت کے متعلق دجال کادیانی کی مشہور کردہ یہ باتیں، کہ اس کو عدالت میں کرسی نہیں ملی اور پھر خود بخود کرسی پر جا بیٹھا۔ تو پولیس نے اس سے کرسی چھین لی۔ پھر وہ کسی کی چادر لے کر اس پر بیٹھ گیا۔ تو وہ بھی چادر والے نے اس کے نیچے سے کھینچ اور نکال لی اور عدالت میں اس کی توہین ہوئی اور اس سے کادیانی کی وہ پیش گوئی صادق ہوئی جو اس کے حق میں کادیانی نے کی تھی۔ ’’انی مہین من اراد اہانتک‘‘ وغیرہ وغیرہ سن کر تذبذب وتردد میں پڑے ہوئے ہیں اور اب تک بذریعہ چٹھیات وزبانی سوالات خاکسار سے اس کی اصلیت وکیفیت پوچھ رہے ہیں۔

ان حضرات کے رفع تردد وکشمکش کے لئے خاکسار یہ بیان کرنا ضروری جانتا ہے کہ یہ سب بہتانات وہذیانات اسی دجال کادیانی کے من گھڑت ڈھکوسلے ہیں، جو اس بے حیا، اس دجال نے پہلے اپنے نائبوں کے ذریعے، پھر اپنی کتاب البریہ میں مشتہر کرائے ہیں۔ جو ازسرتاپا کذب ودروغ بے فروغ ہیں۔

خداتعالیٰ ان باتوں کے گھڑنے والے اور ان کو شائع کرنے والوں سب پر لعنت کرتا ہے ''**اولٓئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللاعنون**'' اور حقیقت الامر ان مفتریات کے برخلاف یہ ہے کہ جب خاکسار عدالت کے احاطہ میں پہنچا تو میں نے اپنا وزٹ کارڈ (ملاقاتی ٹکٹ) صاحب مجسٹریٹ کے پاس بھجوا دیا۔ اس وقت دوسرے شخص کے اظہار ہورہے تھے۔ اس لئے صاحب مجسٹریٹ نے اردلی کو حکم دیا کہ ان کو باہر کے کمرے میں کرسی دے کر بٹھائے (یہ بات مجھے اس وقت اردلی) نے بتائی تھی اور اس کے بعد ڈاکٹر کلارک کی ایک چٹھی سے بھی معلوم ہوئی اور پھر جب دو دفعہ دسمبر ۱۸۹۷ء میں بمقام امرتسر اور اپریل ۱۸۹۸ء میں بمقام پٹیالہ ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے زبانی بھی کہی۔

جب میں عدالت میں پیش ہوا تو حسب دستور عام (جو اظہارات کے وقت ہر شخص سے خواہ کیسا ہی عالی رتبہ ہو (لفٹنٹ گورنر یا گورنر جنرل یا سیکرٹری آف سٹیٹ یا وزیر اعظم انگلینڈ کیوں نہ ہو) برتا جاتا ہے۔ وہ اظہار کے وقت کھڑے ہوکر اظہار دیتے ہیں اور ایسا ہی دجال کادیانی کو تھوڑے ہی دنوں کے بعد جب وہ ملتان کی عدالت میں ناظم ہند کی شہادت میں کیا گیا تھا، پیش آیا تھا)

میں نے کھڑے ہوکر اظہار لکھوایا۔ پھر جب میں اظہار سے فارغ ہوا، تو پہلے کی طرح کرسی پر آبیٹھا، اتنے میں نماز عصر کا وقت آ گیا تو میں نے اپنے بھائی صاحبوں سے نماز پڑھنے کے لئے فرش منگوایا، انہوں نے ایک شخص کا جوان کا آشنا تھا، کپڑا لے کر بھیج دیا۔ میں نے کرسی چھوڑ کر اس کپڑے پر نماز کو ادا کیا۔

بعد نماز میں اس خیال سے کہ میری کرسی کے پہلو میں حکیم نورالدین وشیخ رحمت اللہ (جو کادیانی کے پیرو ہوجانے سے پہلے ہمارے آشنا تھے) زمین پر دری بچھا کر بیٹھے ہوئے

ہیں۔ بنظر عام اصول اخلاق کرسی چھوڑ کر اسی کپڑے پر بیٹھا رہا۔ اتنے میں وہ شخص کپڑے کا مالک آیا اور بولا کہ میں اپنی جگہ کو جانے والا ہوں، اس لئے اپنا کپڑا لینا چاہتا ہوں، تو میں نے کپڑا اس کو دے دیا اور پھر مجبوراً اس اخلاقی اصول کا خلاف کر کے اسی کرسی پر جا بیٹھا۔

یہ امر دجال کادیانی کی پارٹی پر جو وہاں جمع تھے، بڑا شاق گزرا اور غالباً انہوں نے پولیس کے ایک سپاہی کو بہکایا تو وہ آ کر بولا کہ صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کے پاس رانا صاحب آئے ہیں، ان کے لئے کرسی کی حاجت ہے، آپ اجازت دیں تو میں یہ کرسی ان کے واسطے لے جاؤں۔ میں نے وہ کرسی چھوڑ دی اور تھوڑی دور اسی کمرے کے متصل دوسرے کرسی پر جا بیٹھا۔

پھر میں نے یہ خیال۔ کیا کہ غالباً اس سپاہی نے وہ کرسی کسی مرزائی کی شرارت اور حرامزدگی سے مجھ سے لے لی ہے۔ وہ دوسری کرسی خود بخود چھوڑ دی اور ایک اور کپڑا اپنے بھائیوں سے منگا کر اس پر بیٹھ گیا۔ اتنے میں صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ نے سب کو رخصت کر دیا۔ کرسی کا اصلی حال یہ ہے، جس کو ان بے حیاؤں نے کچھ کا کچھ بنا لیا اور اپنی تحریرات کے ذریعے جابجا مشتہر کیا۔

حضرات ناظرین! میں کہیں کا جاگیردار نہیں، بڑا مالدار نہیں، سرکاری ملازم نہیں، بلکہ ایک گوشہ نشین قومی خادم ہوں۔ تاہم عام مسلمانوں کا خادم اور فرقہ اہل حدیث کا ریپرزینٹو سمجھ کر گورنر جنرل اور لفٹننٹ گورنر اور ان کے ماتحت حکام مجھے کرسی دیتے ہیں اور ان کے درباروں میں جانے کا اتفاق ہوتا ہے، تو وہاں بھی کرسی ملتی ہے۔

پھر اگر عدالت میں بوقت اظہار مجھے کرسی نہ ملی (جو کسی کو بھی نہیں ملتی اور خود دجال کادیانی کو عدالت ملتان میں نہیں ملی) تو اس میں کون سی توہین ہوئی۔ جس کو دجال کادیانی اور اس کے اتباع شیطانی اس پر لون مرچ لگا کر اور بغلیں بجا کر شہرت دے رہے ہیں۔

حضرات توہین تو وہ ہے جو اس غلط تشہیر کے تھوڑے ہی دنوں بعد دجال کادیانی کو نصیب ہوئی اور بیت:

دیدی کہ چوں ناحق پروانہ شمع را چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

کی تصدیق ہوگئی۔ یہ دجال ملتان کی شہادت سے فارغ ہوکر لاہور میں پہنچا اور لکھی طوائف کی بیٹھک میں سنہری مسجد کے متصل ٹھہرا اور ملاّ محمد بخش صاحب مہتمم اخبار جعفر زٹلی اور منشی امام الدین صاحب نے اس دجال کو اس کے کفریات پر بحث کرنے کے لئے للکارا، تو دم دبا کر بھاگ گیا اور اس کے بھاگنے پر شہر کے لڑکے اس کے پیچھے ہولئے اور تالیاں بجاتے اور وہ بھاگا پکارتے ہوئے دہلی دروازہ سے باہر نکال کر واپس ہوئے۔ چنانچہ اخبار ''جعفر زٹلی لاہور'' مؤرخہ ۱۸۹۷ء میں کہا ہے:

''مرزا کادیانی لاہور میں۔ مرزا جی دورہ کرتے ہوئے ۲۹/ اکتوبر ۱۸۹۷ء کو لاہور میں پہنچے، سنہری مسجد کے سامنے لکھی طوائف کے مکان پر اترے۔ ہرچند ہم نے ان کو مباحثہ کے لئے کہا۔ مگر وہ اپنی کرتوتوں سے مقابلہ میں نہ آئے اور نہ کسی قسم کے مسئلہ کا جواب دے سکے۔ بات یہ ہے کہ مرزا جی زیادہ تر زبانی جمع خرچ اپنے پیٹ کے لالچ سے ہروقت کرتے رہتے ہیں اور اپنے دعویٰ کے ثبوت میں تین کانے بھی نہیں رکھتے۔

غرض کہ مرزا جی جیسے آئے تھے، ویسے ہی یک بینی دوگوش گاڑی بھی میں بیٹھ کر رفو چکر ہوئے۔ لاہور کے عام ہندو مسلمان تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ لوگوں نے آپ سے سخت نفرت ظاہر کی اور آپ کا چہرہ دیکھنا بھی پسند نہ کیا۔ جب مرزا جی سوار ہوئے، تو لڑکوں نے تالیاں پیٹیں اور یہ کہنا شروع کیا کہ مرزا کی بو...... ی الخ۔

اب ہم دجال کادیانی اور اس کے بے حیاء اتباع سے جو الہام کادیانی (احتلام شیطانی) ''انی مهين من اراد اهانتک'' کو بار بار پڑھتے تھے، پوچھتے ہیں کہ یہ الہام کس کے حق میں ہوا تھا اور کس پر صادق آیا۔ وہ کچھ شرم وحیا کا شمہ رکھتے ہوں گے تو صاف الفاظ میں یہ جواب دیں گے کہ وہ کادیانی کو اپنے ہی حق میں ہوا اور بر طبق دست خود وہاں خود اسی پر صادق آیا۔

## قصہ کرسی کے متعلق کادیانی کے اشتہار ۷/ مارچ ۱۸۹۸ء کا ذکر و جواب:

قصہ کرسی کے متعلق کادیانی کے مفتریات مذکورہ اور اسی قسم کے اور چند جھوٹی باتیں اس کی کتاب البریت میں مشتہر ہوئیں، تو ایک خط نمبر ۱۱۲ مؤرخہ ۲/ فروری ۱۸۹۸ء کے

ذریعے اس سے ان باتوں کے ثبوت پر شہادت طلب کی گئی اور یہ کہا گیا کہ ایک مجلس میں بمقام لاہور یا بٹالہ یا گورداسپورہ منجملہ ان اشخاص کے جن کو وہ اپنا گواہ بناتا ہے، دو یا تین شخصوں کی شہادت پیش کرے۔ اس کے جواب میں اس نے اشتہار ۷ مارچ ۱۸۹۸ء جاری کیا جس میں ہماری بات وسوال کا تو ذکر تک نہ کیا اور بجواب اس کے یہ لکھا کہ میرے گواہوں سے تم خود ہی شہادت طلب کر کے کسی جلسے میں پیش کرو یا مجھ پر ازالہ حیثیت عرفی کی نالش کرو۔

ہر چند اس کا جواب یہ نامعقول و بلاصواب تھا کیونکہ کسی گواہ کی شہادت پیش کرنا اسی شخص کا کام ہے جو اس کو اپنا گواہ بناوے، نہ اس کے مقابل کا کام اور نالش کرنا بھی حق پر ہونے کا لازمہ نہیں ہے۔ بہت شریف دنیا میں ایسے ہیں جو لوگوں سے مال وآبرو کا نقصان اٹھاتے ہیں پر عدالت کے دروازے تک نہیں جاتے۔

تاہم خاکسار نے بعض لوگوں سے جن کا نام اس نے درج اشتہار کیا تھا بذریعہ خطوط اور بعض کو اپنے پاس بلا کر شہادت حاصل کی اور وہ شہادت تحریری میرے پاس موجود ہے اور میری صلاح پختہ ہوگئی تھی کہ اس پر نالش دائر کروں اور اس کو جیل خانہ کی سیر کراؤں۔ مگر مجھے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا وہ مشہور قصہ یاد آ گیا کہ آپ نے ایک دشمن کافر سے مقابلہ کیا تو اس کو نیچے گرا دیا۔ جب آپ اس کی چھاتی پر بیٹھ کر اس کو قتل کرنے لگے تو اس کمبخت نے آپ کے منہ مبارک پر تھوک دیا۔ تب آپ نے اس کو صاف چھوڑ دیا، جس سے وہ تعجب ہو کر وجہ پوچھنے لگا۔ تو آپ نے فرمایا جب تک تو نے مجھ پر نہ تھوکا تھا میرا تجھ سے مقابلہ اور غصہ محض خدا کے لئے تھا اور جب تو نے تھوکا تو مجھے اپنے نفس کی وجہ سے غصہ آ گیا۔ لہٰذا میں نے اس کا نافذ کرانا پسند نہ اور تجھے چھوڑ دیا۔ آپ کا یہ فعل اس دشمن کافر کے اسلام کا باعث ہوگیا۔

اس قصہ کو خیال میں لا کر میں نے سوچا کہ اس سے پہلے تو اس دجال سے مقابلہ محض ﷲ اور صیانۃً لدین اللہ تھا اور اب کرسی کے قصہ میں اس دجال نے میری ذات پر حملہ کیا ہے، تو مجھے اس سے اپنا ذاتی رنج بھی پیدا ہوگیا ہے۔ لہٰذا باقتداء حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس سے درگزر کر جانا مناسب ہے۔

یہی بات بعینہٖ (بلا ذکر قصہ حضرت علی رضی اللہ عنہ) ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب نے

کہی کہ مجھے کادیانی کی جھوٹی باتوں کے مقابلہ میں عدالت میں شہادت دینے سے کوئی عذر نہیں۔ مگراس مقدمہ کو جس میں آپ کا ذاتی تعلق ہوگیا ہے، عدالت میں لے جانا، آپ کی شان سے بعید ہے۔ مجھے ڈاکٹر صاحب کے اس قول سے زیادہ شرم آگئی کہ ایک شخص غیر مذہب اور کادیانی کا مخالف ہوکر مجھے نصیحت کرتا ہے، تو اب میرے لئے عدالت میں جانا مناسب نہیں ہے۔

یہ بھی خیال مجھے آگیا کہ لاہور میں اس دجال کے پیچھے تالیاں بجیں، لڑکوں نے اس کی گت بنائی، جس کا ذکر ابھی میں ہوا ہے اور اخبار جعفرزٹلی میں ہمیشہ اس کی خدمت ہوتی رہتی ہے۔ پھر یہ دجال ہوکر کافر، مرتد کہلا کر صبر کرتا ہے اور نالش کا نام نہیں لیتا تو ہم مسلمان اور مسلمانوں کے وکیل ہوکر صرف اس ذاتی بدگوئی کے سبب نالش کی طرف متوجہ ہونا کب مناسب ہے۔

اور اگر دجال کادیانی میری اس اعراض کو اپنی حقانیت اور میرے ناحق پر ہونے کی دلیل بنالے اور پھر وہ اشتہار کے ذریعہ سے نالش کی درخواست کرے، تو ناچار بنظر حقاق حق وابطال باطل عدالت کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! اگر مخلص دوست اس امر کی اجازت ومشورہ بذریعہ تحریر دیں۔

اس مضمون کے بعد مضمون چودھویں صدی کے فرضی بزرگ کی جھوٹی معذرت کے درج کرنے کا ارادہ اور اس کا وعدہ تھا۔ مگر سود کے متعلق ایک اور ضروری فتویٰ جس میں ان دوسوالوں کے جواب ہیں کہ کیا ہندوستان دارالحرب ہے اور اگر ہے تو اس میں ہندوؤں اور عیسائیوں وغیرہ سے سود لینا جائز ہے؟ پیش آ گیا۔ جس نے مضمون معذرت کے لئے جگہ نہ چھوڑی۔ لہٰذا وہ مضمون ملتوی کیا گیا۔ اس التواء کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اخبار جعفرزٹلی نے اس معذرت کی خوب قلعی کھولی ہے۔ بلکہ چودھویں صدی کے ایک نامہ نگار خوشوقت نے بھی اس معذرت کی حقیقت اچھی طرح ظاہر کر دکھائی ہے۔ لہٰذا اب ہمارے اس مضمون کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ مع ہذا کبھی گنجائش نکلی تو درج کیا جائے گا۔

(اشاعۃ السنہ ج۱۸ش۹ص۲۵۳تا۲۸۴)

# حاشیہ جات

۱؎ اخبار جعفرزٹلی نے ۲۸ رستمبر ۱۸۹۷ء میں عنوان ''کادیانی کی پردہ دری'' قائم کر کے لکھا ہے ''مرزا کادیانی نے ڈپٹی کمشنر کے روبرو اقرار کرلیا ہے، بلکہ دستخط کر دیئے ہیں کہ میں آئندہ کوئی پیشگوئی نہیں کروں گا اور کسی کو موت کا پیغام بھیج کر ڈرانے اور دھمکانے کی کوشش نہیں کروں گا اور کوئی ایسی تحریر میری طرف سے شائع نہ ہوگی۔''

۲؎ وہ یہ ہے ''امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین حضرت سلطان المعظم کی ہمدردی کا مشورہ'' ایک مدت سے (جب سے کہ آرمیبیا، کریٹ اور یونان کا ہنگامہ برپا ہوا ہے) انگریزی اخبارات ولایت نے آنحضرت سلطان المعظم کی عالی جناب کی نسبت بے باکی اور دریدہ ذہنی سے بدگوئی اختیار کی ہوئی ہے اور یہ امر نہ صرف مسلمانوں کی دل آزاری اور رنجش کا موجب ہے۔ بلکہ سلطنت برطانیہ کے لئے بھی محل خوف واندیشہ ہے۔ کیونکہ اس سے مسلمانان رعایا برٹش گورنمنٹ کے دلوں میں (جو روئے زمین اور تمام سلطنتوں کی مسلمان رعایا سے زیادہ ہیں) یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس بدگوئی میں برٹش گورنمنٹ خوش ہے۔

تب ہی ان اخبارنویسوں کو جو اس کے ماتحت ہیں، اس بدگوئی سے منع نہیں کرتی اور اس خیال سے ان کے دلوں میں گورنمنٹ کی اطاعت اور جان نثاری کی ارادت میں کمی پیدا ہونے کا احتمال ہے اور بعض اوقات مسلمانوں کی قلم یا زبان سے ایسے الفاظ بھی نکل جاتے ہیں، جن سے رنجش کی بو آتی ہے۔

وازانجا کہ ہم کو اولاً اپنے دین ومذہب اسلام سے کمال ہمدردی ہے اور اس کی نظر سے حضرت سلطان المعظم سے۔ پھر برٹش گورنمنٹ سے (جس کے ظل سایہ حمایت وامن میں ہم آباد ہیں اور ادائے شعار مذہبی میں آزاد) ہمدردی ہے اور بلحاظ پولیٹکل تعلقات کے اس سلطنت کے والی سے ہمدردی ہے۔ لہٰذا ہم اپنے برادران اعیان اہل اسلام اور ان کی پبلک کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ جابجا حضرت سلطان المعظم کی ہمدردی کے جلسے کریں اور اس مضمون کے ریزولیوشن پاس کریں کہ وہ قومی حمیت واتفاق کے ساتھ اپنی گورنمنٹ کے حضور میں اس مضمون کے میموریل روانہ کریں کہ حضرت سلطان المعظم کو کل طبقات مذاہب اسلامیہ بلحاظ مذہب اپنا خلیفہ جانتے ہیں۔

اور اس وجہ سے ان کی توہین کو اپنے مذہب اسلام کی توہین سمجھتے ہیں، گورنمنٹ ان اخباروں کو اس بدگوئی وتوہین سے روک دے اور اپنی مسلمان رعایا کے رنج رسیدہ دل کو خوش کرے اور ان کے رنج وملال کی اس خیال سے تلافی کرے جو اس بیت میں ظاہر کیا گیا ہے:

رعیت چو بیخ است وسلطان ودرخت ‏ ‏ ‏ درخت اے پسر باشد از بیخ سخت

اور اپنی اس ارادت وعقیدت کی اطلاع حضرت سلطان المعظم کو بھی بذریعہ ایک جمہوری یاد داشت کے دیں۔

بعض انگریزی اخباروں نے اور ان کی تقلید سے مسلمان مگر ناواقف وناداں اخبار نویسوں نے جو لکھ دیا ہے کہ حضرت سلطان المعظم کو بعضے اسلامی فرقے اپنا خلیفہ نہیں سمجھتے۔ یہ ان کی غلطی ہے، جو غلط فہمی پر مبنی ہے۔ شاید سب سے پہلے اشاعۃ السنۃ کے (ج ششم) وغیرہ میں یہ مسئلہ تو بیان ہوا ہے کہ حضرت سلطان المعظم خلیفہ نہیں۔ کیونکہ خلیفہ کا قریش سے ہونا شرط ہے اور آپ ترک ہیں، قریش نہیں مگر اس مسئلہ کے معنی یہ نہیں ہیں کہ حضرت سلطان المعظم بلحاظ مذہب بھی مسلمانوں کے خلیفہ نہیں، بلکہ اس کے معنی تو اسی جلد میں یہ بتائے گئے ہیں کہ وہ پولیٹکل تعلقات اور ملکی امور میں مسلمانان ہند کے خلیفہ نہیں۔ یہ تعلق مسلمانان ہند کو برٹش گورنمنٹ سے ہے۔

پس اگر ان اخبار نویسوں نے اشاعۃ السنۃ ہی کے اس مسئلہ سے دھوکا کھایا اور سمجھ لیا تھا کہ حضرت سلطان المعظم مسلمانوں کے مذہبی خلیفہ نہیں ہیں تو وہ اس خیال کو واپس لیں اور یقین کر لیں کہ اشاعۃ السنۃ حضرت سلطان المعظم کو بلحاظ مذہب اپنا ویسا ہی خلیفہ جانتا ہے جیسا کہ عرب اور ٹرکی میں خلیفۃ المسلمین تسلیم کئے جاتے ہیں۔ گو پولیٹکل طور پر وہ ہندوستانیوں کے خلیفہ نہیں ہیں۔

اس معنی کی مزید تشریح ہم عنقریب ایک مستقل مضمون میں کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ بالفعل ہم اس قدر لکھنا کافی سمجھتے ہیں کہ خلافت دو قسم ہے: خلافت عامہ اور خلافت خاصہ۔ خلافت عامہ سے وہ ولایت یا حکومت عام مراد ہے جو ایک خلیفہ کو روئے زمین کے کل مسلمانوں پر مذہبی اور ملکی دونوں طور پر ہو۔ اس معنی خلافت سے تمام روئے زمین پر ایک ہی خلیفہ ہونا چاہئے اور اس کا قریش سے ہونا لازم ہے اور ہر ایک فرد بشر ہندوستان میں ہو خواہ عربستان یا افغانستان یا ترکستان میں رعایا ہوں یا صاحب حکومت اس خلیفہ کی اطاعت قبول کرنا واجب ہے اور اس کی بیعت کے بغیر ایک شب بسر کرنا حرام ہے۔ مگر اس صفت اور شرط معنی خلافت کا خلیفۃ المسلمین ایک مدت سے (جب سے خلافت عثمانیہ عباسیہ کا خاتمہ ہوا ہے) دنیا سے مفقود ہے۔

خلافت خاصہ سے مراد ہر ایک ملک اور سلطنت کی ملکی اور مذہبی سرداری ہے (جو خلافت عامہ کے مقابلہ ومعارضہ میں نہ ہو) اس میں قریش ہونا شرط نہیں ہے اور یہ قسم خلافت ہر ایک صاحب سلطنت وشوکت (حضرت سلطان المعظم، امیر صاحب والی افغانستان، امیر صاحب بخارا والی ایران وغیرہ میں) پایا جاتا ہے اور ان سب کی خلافت بلا مزاحمت ثابت صحیح ہے اور ان کی رعایا پر ملکی اور مذہبی دونوں قسم کے امور میں ان کی اطاعت واجب ہے۔

بلکہ اس خلافت کے مذہبی حصہ کی نظر سے ہر ایک ملک کے مسلمانوں کو ان سلطنتوں کے والیوں سے تعلق ہے اور ان کی ہمدردی واجب ہے۔ ان سب میں سے بڑھ کر حضرت سلطان المعظم ہیں کہ وہ روئے زمین کے مسلمانوں کے متبرک معابد ومزارات اور ان کے شعار مذہبی حج وعمرہ کے محافظ اور حامی ہیں۔

ان امور کی نظر سے کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ ان کو اپنا خلیفہ وامیر وسردار نہ سمجھتا ہو۔

سے۔ وہ یہ ہے ''رویداد جلسہ ہمدردی سلطنت روم منعقدہ لاہور'' یکم جون ۱۸۹۷ء کو ایک اشتہار ''جنگ روم ویونان کے متعلق مسلمانوں کو مژدہ'' کے عنوان سے منشی محمد ضیاء الدین خان صاحب پریذیڈنٹ اغلام محمد سیکرٹری محمڈن ایجوکیشنل کلب لاہور کی طرف سے شائع ہوا اور اسی روز شام کو ۶ بجے شمس الہند پریس میں قریباً ۶ و ۷ ہزار مسلمان ہر طبقہ اور ہر درجہ کے جمع ہوئے۔ جس میں اکثر ذی رائے عمائد اور علماء وفضلاء اور بیرسٹر ووکلا وغیرہ بھی شرک تھے ۶ بجے کارروائی جلسہ شروع ہوئی۔ پہلے مولانا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے وعظ فرمایا۔ اس کے بعد شیخ میراں بخش صاحب بیرسٹرایٹ لاء کی تحریک اور منشی محرم علی صاحب چشتی کی تائید اور دیگر صاحبان کی اتفاق رائے سے مولوی محمد فضل الدین صاحب پلیڈر ومیونسپل کمشنر لاہور پریذیڈنٹ قرار پائے اور چیئرز کے ساتھ کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

مولوی صاحب موصوف نے ایک مختصر مگر جامع تقریر میں اس عقیدت ومحبت کا جو کل مسلمانوں کو اعلیٰ حضرت سلطان المعظم کے ساتھ ہے ذکر کیا اور مختصر طور پر جنگ کے واقعات بیان کئے اور مولوی صاحب ممدوح نے ترکوں کے اس شفقت آمیز اور نیک سلوک کا جن کی تعلیم اسلام نے دی ہے اور جو انہوں نے ہزیمت خوردہ اور مفتوح یونانیوں سے کیا ہے۔ خاص طور پر ذکر فرمایا اور بڑے زور سے فرمایا کہ ہم کو اپنی مہربان گورنمنٹ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہئے جس نے اپنی مہربانی سے ہم کو ایسی آزادی دی ہے کہ ہم اپنے مذہبی اور قومی فرائض کو بہ آزادی تمام انجام دے سکتے ہیں اور جس کی وجہ سے آج ہم اپنے خلیفہ وقت کی فتح پر اظہار مسرت کے واسطے جمع ہوئے ہیں۔

مولوی صاحب نے اپنی فاضلانہ تقریر میں ان نوجوانوں کا خاص طور پر ذکر کیا جنہوں نے اس جلسہ کا اشتہار وغیرہ دیا اور انتظام کیا (یعنی ممبران محمڈن ایجوکشنل کلب) اور فرمایا کہ چونکہ وقت بہت کم ہے اس لئے جو صاحب ریزولیشن پیش کریں یا تائید کریں وہ اپنی تقریر میں بہت اختصار کو ملحوظ رکھیں۔ اس کے بعد مولوی صاحب بیٹھ گئے اور مفصلہ ذیل ریزولیشن بعد مختصر تقریروں کے پاس ہوئے۔ آخیر پر ۳۱ گولے آتش بازی کے چلائے گئے اور شاہ ایران جو بیمار ہیں ان کی صحت وتندرستی کے واسطے دعا کی گئی۔ آخیر پر تین چیرز حضرت سلطان المعظم کے واسطے دیئے گئے اور تین حضور قیصرہ ہند کے واسطے اور جلسہ برخاست ہوا۔

ریزولیشن اوّل ...... پیش کیا منشی محرم علی صاحب چشتی نے۔

تائید کی منشی محمد شمس الدین صاحب شائق مالک شمس الہند پریس وایڈیٹر اینگلو ورنیکلر پیپر نے۔

’’یہ جلسہ مسلمانان پنجاب کی طرف سے اعلیٰ حضرت خلیفۃ المسلمین سلطان عبدالحمید خان ثانی خلداللہ ملکہ وسلطنتہ کے ساتھ اس جنگ کے متعلق دلی ہمدردی ظاہر کرتا ہے۔ جو اعلیٰ حضرت کو یونان کی زیادتی کے باعث مجبوراً کرنا پڑا اور جو دلی عقیدت ومحبت وارادت مسلمانوں کو اعلیٰ حضرت خلیفۃ المسلمین کے ساتھ ہے۔ اس کے لحاظ سے اس نمایاں فتح ونصرت پر صدق دل سے مبارک باد عرض کرتا ہے جو حضور ممدوح کو یونانیوں کے مقابل حاصل ہوئی ہے اور یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ اس مضمون کی مبارک باد حضرت سلطان المعظم کی خدمت میں بھیجی جائے۔‘‘

ریزولیشن دوم ...... پیش کیا مولوی ابوسعید محمد حسین ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ نے۔

تائید کی مولوی تاج الدین احمد صاحب مختار عدالت سیکرٹری انجمن نعمانیہ لاہور نے۔ تائید ثانی کی، منشی محمد حفیظ صاحب نے۔

’’یہ جلسہ حضرت سلطان المعظم افواج کی اس کارروائی کو نہایت قابل تحسین سمجھتا ہے کہ باوجود یونانیوں کے وحشیانہ سلوک کے انہوں نے حسب الحکم حضور اقدس یونانی ہزیمت خوردہ افواج اور قیدیوں اور مفتوح شہروں کے باشندوں سے پوری پوری اسلامی احکام کے مطابق نرمی اور شفقت سے سلوک کیا اور اس طرح اسلام کی خوبیوں کا ایک زندہ نمونہ غیر اسلامی اقوام کے سامنے پیش کیا۔‘‘

ریزولیشن سوم ...... پیش کیا منشی محمد شمس الدین سیکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور نے۔

تاکید کی، شیخ الٰہی بخش صاحب بی.اے نے۔

’’یہ جلسہ برادران اسلام کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے کہ جو اس فی سبیل اللہ معرکہ میں حضرت سلطان المعظم کی حمایت کی غرض سے یونانیوں کے مقابلہ کے لئے شامل ہوئے اور جنہوں نے پوری پوری داد مردانگی دی اور اپنی اسلامی حمیت اور ایمانی جوش کا کامل ثبوت دیا۔‘‘

ریزولیشن چہارم ...... پیش کیا منشی عبدالرشید صاحب چشتی نے۔

تاکید کی، منشی اعجاز حسین صاحب بی.اے نے۔

’’یہ جلسہ جنوبی ہندوستان کے ان ہندو صاحبان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے، جنہوں نے اس مبارک موقعہ پر سلطان المعظم کے ساتھ ہمدردی ظاہر کی اور ان کی خدمت میں تہنیت کا ایڈریس بھی ارسال کیا اور یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ ان ہندو صاحبان کی خدمت میں شکریہ کا مراسلہ بھیجا جائے۔‘‘

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

مرزا کے دام سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے

# ایک دلپذیر تقریر

اور مباحثات میں مرزائیوں کے الزام واسکات کی

# آسان تدبیر

(جس کے ذریعہ ہر ایک مسلمان ان کے دام سے بچ سکتا ہے
اور ایک عامی مسلمان، مرزائی کو ساکت وملزم کرسکتا ہے)

حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج تک دنیا میں جس قدر گمراہ مذہب پھیلے ہیں، صرف غلطی ومغالطے سے پھیلے ہیں۔ جس میں ہر ایک سادہ لوح، کم عقل پھنس جاتا ہے یا اس وجہ سے کہ ان مذاہب میں آزادی اور نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے آسانی پائی جاتی ہے۔ جو آزادمنش اشخاص کے لئے ایک طبعی امر ہے۔

اگر کوئی ملحد آزادمنش اپنا یہ مشن قرار دے اور اس کی منادی کرے کہ نہ کوئی خدا ہے اور نہ خدا کا بھیجا ہوا کوئی رسول اور نہ آسمان سے اتری ہوئی کوئی کتاب ہے اور نہ خدا کی طرف سے کوئی مذہب یا حکم مذہب، تو ہزاروں بلکہ لاکھوں اس کی دعوت کو قبول کرنے کو تیار ہوجاتے ہیں (جن کے نظائر یورپ وغیرہ مغربی بلاد میں بے شمار اور ایشیا میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔

اگر کوئی خدا کی ہستی اور وحدانیت اور رسولوں کی رسالت اور خداتعالیٰ کی طرف سے منزلہ کتب واحکام حلال وحرام کے یقین وایمان کی طرف لوگوں کو دعوت کرے، تو اس کو لبّیک کہنے والے ان ملکوں میں نئے لوگوں میں کم نکلیں گے۔ جس کی وجہ یہی ہے کہ وہاں آزادی پائی جاتی ہے اور یہاں پابندی کرنی پڑتی ہے۔ وہاں عقل رسا اور فہم صفا سے کچھ کام

نہیں لیا جاتا، یہاں بحر مواج عقل میں غوطہ لگانا اور شب و روز فکر صائب و تعمق غائر سے کام لینا پڑتا ہے۔ پس ان آزاد منش ملحدوں کی دعوت کا زیادہ تر قبول ہونا ان کی کرامت نہیں ہے، بلکہ ان کے پیروان کی سفاہت و جہالت کا نتیجہ ہے۔

قادیان کے مرزا کا مذہب باطل جو پنجاب ہندوستان میں کسی قدر شیوع پایا ہے، تو اس کا سبب منشاء بھی یہی ہے کہ وہ مغالطے سے کام لیتا ہے اور اپنے پیروان کو آزادی کا سبق دیتا ہے کہ تصویریں بناؤ اور سود کھاؤ اور دور دراز سفر کی مصیبت اٹھا کر مکہ کیوں جاتے ہو۔ بجائے مکہ قادیان کو کعبہ بناؤ۔ گرمی کے موسم میں روزہ رکھ کر بھوکے نہ مرو، بلکہ اس بیت پر عمل کرو:

نہ رکھ روزہ، نہ مر بھوکا، نہ جا مسجد، نہ دے سجدہ
وضو کا توڑ دے کوزہ شراب شوق پیتا جا

اس کی آزادی مذہب کی تفصیل ہم پھر کسی موقعہ پر کریں گے اور بعض احکام شرعیہ سے اس کا لوگوں کو آزادی دینا، اس کے صریح اقوال سے اور بعض احکام سے آزادی دینا اس کے شبان روزی اعمال سے ثابت کر دکھائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اس مضمون میں ہم اس کے مغالطے اور دھوکا دہی کی چند مثالیں بیان کر کے

مسلمانوں کو اس کے دام سے بچانے اور مباحثات میں اس کو اور اس کے اتباع کو ساکت وملزم کرنے کی تدبیر بتاتے ہیں۔

مرزا کا اصل مشن (وہ کام یا سفارت جس کے پورا کرنے کو وہ کھڑا ہوا ہے) یہ ہے کہ وہ عام اہل اسلام کو آن حضرتﷺ اور ان کی جماعت اصحاب کبار وتابعین اخیار وسلف اتباع شعار کی پیروی سے ہٹادے اور بجائے ان کے خود رسول ونبی ومحدّث ومجدد ومسیح موعود ومہدی مسعود بنے۔ موجودہ اعتقادات واحکام اسلام سے لوگوں کو آزاد کرے اور بجائے ان کے اپنے آزاد مذہب کا لوگوں کو پیرو بنادے۔

اس مدعا کو حاصل کرنے کے لئے وہ دلائل صحیحہ عقلیہ یا نقلیہ سے بالکل کام نہیں لیتا۔ بجائے ان کے مغالطے سے کام نکالتا اور لوگوں کو ایسا دھوکا دیتا ہے جس میں کم عقل نادان لوگ سالہا سال غلطاں وپیچاں رہتے ہیں اور اس سے مخلصی نہیں پاتے۔

۱...... وہ اپنے مجدد اور محدّث ہونے کے ثبوت میں (جن کے دوسرے نام وہ نبی، رسول وامام وقت بھی بتاتا ہے) ان احادیث کو پیش کرتا ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ ہر ایک صدی میں مجدد کا ہونا ضروری ہے۔ (اشاعۃ السنۃ ج۱۹، نمبر۳، ص۹۱،۲۹)

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

# مے باید شنید

(یہ رسالہ اس دفعہ کیوں غیر معمولی دیر سے نکلا؟)

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شائقین وناظرین رسالہ تعجب وافسوس سے کہتے ہوں گے کہ اس دفعہ رسالہ کیوں معرض التواء میں پڑ گیا؟ بعض حضرات تو یہ سمجھ بیٹھے ہوں گے کہ رسالہ بند ہوگیا۔

پرافٹ قادیان مرزا غلام احمد کے چیلے راستی کے پتلے یہ مشہور کر چکے تھے کہ یہ رسالہ ان کے حضرت اقدس کی بددعا وکرامت سے بندؔ ہوگیا ہے۔ ان کی راست بیانی پر ان کو جرأت دلانے والے مرزا کے اشتہار ۱۷ردسمبر ۱۸۹۹ء کے یہ فقرات والفاظ ہیں کہ میرے مخالفوں کی قلمیںؔ ٹوٹ گئیں۔ (ناظرین اس فصاحت محاورہ کی داد دینا) اب سب کے منہ میں لگام دی گئی (اس تہذیب اخلاق وخوش بیانی کو بھی دیکھنا)

بعض حضرات کو یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ مرزا کے عقائد باطلہ، مخالفہ اسلام کو مؤلف رسالہ (خاکسار) نے حق مان لیا ہے اور ان سے اتفاق ظاہر کیا ہے اور اپنے اس قدیم خیال سے کہ وہ عقائد کفریہ اور برخلاف اسلام ہیں، رجوع کرلیا ہے اور جو فتویٰ علماء پنجاب وہندوستان کا مرزا کے حق میں رسالہ اشاعۃ السنۃ (ج۱۳) میں شائع کیا تھا۔ اس کو منسوخ کردیا ہے۔ اس لئے اب اشاعۃ رسالہ کو موقوف کردیا ہے۔

یہ خیال بھی مرزا ہی کے بعض چیلوں کا رہا، جس کا مأخذ ومنشاء اس کے اشتہار ۱۷دسمبر (مجموعہ اشتہارات ج۳،ص۲۰۳) کا یہ فقرہ ہے ''کہ آپ ہی فتویٰ تیار کیا اور آپ ہی حکام کے خوف سے منسوخ کردیا۔''

اس خیال والوں نے شاید یہ سمجھ رکھا تھا کہ یہ رسالہ مرزا ہی کے رد میں جاری کیا گیا تھا۔ وہ رد موقوف ہوا تو رسالہ خوانخواہ موقوف ہوگیا۔

اے حضرات ناظرین وشائقین باتمکین! یہ خیالات ومقالات سراسر باطل وغلط ہیں اور ناراستی اور ہٹ دھرمی اور کسی قدر ناواقفی پر مبنی ہیں۔ نہ تو یہ رسالہ عام بند شدہ اخباروں کی طرح بند ہوا اور نہ مرزا کی بددعا وکرامت کا اس پر کچھ اثر ہوا اور نہ اس کے مؤلف خاکسار کو مرزا کے عقائد باطلہ ومقالات مخالفہ اسلام سے اتفاق ہوا اور نہ خاکسار نے اس فتویٰ سے جو مرزا کے بارہ میں شائع کیا گیا تھا، رجوع کیا نہ اس کو منسوخ کیا یا کرسکتا تھا اور نہ ہی یہ رسالہ خاص کر مرزا کے رد میں جاری کیا گیا تھا اور نہ اس سے مخصوص رہا۔

مرزا تو کل پیدا ہوا اور یہ رسالہ ۱۸۷۸ء سے جاری ہے، بلکہ اس غیر معمولی توقف کی وجہ یہ ہوئی کہ خاکسار مؤلف رسالہ ایک اپنے ذاتی کام میں ایسا مصروف رہا کہ اس

مصروفیت کے سبب وہ طبع شدہ حصہ رسالہ از (ص۲لغایت ۷۳) کو بھی جو عرصہ ایک سال سے مطبع میں چھپا ہوا پڑا رہا، شائع نہیں کر سکا۔

وہ کام یہ تھا کہ اس واہب حقیقی اور منعم اصلی نے خاکسار مؤلف رسالہ کو ہماری مہربان گورنمنٹ سے چار مربعہ زمین عطاء کرائی ہے۔ اس زمین کے انتظام آبادی میں خاکسار مصروف رہا۔ وہ خداداد زمین اس کے فضل وتوفیق سے آباد ہوتی جاتی ہے۔ دو فصل ربیع وخریف کی کاشت سے خاکسار متمتع ہو چکا ہے اور سوم فصل ربیع کی برکات کی تحصیل درپیش ہے اور چہارم فصل خریف کی کاشت کا اکثر حصہ ہو چکا ہے۔ اس منعم حقیقی ولی النعم سے امید ہے کہ اس فصل خریف کے اختتام پر تمام زمین آباد ہو جائے گی۔

اس کے بعد یہ خاکسار اپنے دستور اور روش سی (۳۰) سالہ زندگی سابق کے مطابق اشاعت رسالہ ودیگر قومی واسلامی خدمات درس قرآن وحدیث وتالیف کتب ورسائل دینیہ خصوصاً تفسیر القرآن (جس کا خاکسار دو دفعہ وعدہ دے چکا ہے) وشرح مشکوٰۃ المصابیح (جس کے طالب وشائق بعض اخوان دین ہیں) اور جواب عیسائیوں کی کتاب امہات (جس کو خاکسار اپنے ذمہ ایک دین لازم سمجھتا ہے) کے لئے وقف اور مستعد ہے۔

بشرطیکہ قوم ان قومی کاموں کے لئے اپنی ہمت کو مصروف اور اعانت قدیم کو جاری رکھے۔ زمین ملنے کا مژدہ سن کر کبھی یہ خیال نہ کر بیٹھے کہ اب مؤلف رسالہ کو آمدنی زمین کافی ووافی ہوگئی ہے۔ لہٰذا اب اشاعت رسالہ یا تفسیر کے لئے اس کو مالی مدد دینے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ بلکہ بجائے اس خیال فاسد کے یہ یقین کرلیں کہ قومی کام قوم ہی کی مدد سے انجام پذیر ہو سکتے ہیں۔ شخصی یا ذاتی طاقت یا سرمایہ قومی کاموں کے لئے کافی نہیں ہو سکتا۔

اور اگر زمین کی آمدنی خاکسار اور اس کے عیال کے ذاتی مصارف کے لئے کافی ہوئے تو اسی کو وہ حضرات غنیمت کبریٰ سمجھیں اور خداتعالیٰ کا شکر بجالاویں کہ خاکسار کے ذاتی مصارف کا بوجھ ان پر یا ان کے رسالہ پر نہ رہا اور اس نعمت واحسان خداوندی کے شکریہ میں وہ طبع واشاعت رسالہ ودیگر تصانیف کے لئے بدستور قدیم روپیہ سے کافی مدد دیں۔ پھر دیکھیں کس خوبی وخوش اسلوبی سے معمولی رسالہ اور دیگر دینی کاموں کو ترقی ہوتی ہے۔

عطیّہ الٰہیہ بواسطہ گورنمنٹ عالیہ مرزا پر بہت شاق وناگوار گزرا اور اس کے دل کو اس کا صدمہ سخت پہنچا تو اس نے اس عطیہ کی نسبت اسی اشتہار ۱۷دسمبر ۱۸۹۹ء (مجموعہ اشتہارات ج۳،ص۲۱۵) میں یہ فقرہ مشتہر کیا: ''کہ ابوسعید محمد حسین کو سرکار سے زمین ملنی بھی وہ ذلت ہے،

جس کی پیش گوئی میں اشتہار ۲۱ رنومبر ۱۸۹۸ء میں کر چکا ہوں‘‘ اور بدست آویز نقل ایک روایت کے یہ دعویٰ کیا کہ: ’’جس گھر میں آلات کاشت کاری ہوں، ان میں ذلت پہنچتی ہے۔‘‘ (ایضاً)

اس کمینہ اور حاسدانہ حملہ مرزا کا میں اس کو کچھ جواب نہیں دیتا اور نہ اس کو اپنا مخاطب بنانا چاہتا ہوں، جس کی وجہ مضمون آئندہ ’’مرزا کو ہم نے کیوں چھوڑا‘‘ میں بیان کروں گا۔ یہاں صرف ناواقف مسلمانوں کو جو مرزا کے اس حاسدانہ قول وحملہ یا اس کی دست آویز روایت سے دھوکہ کھا گئے ہوں، آگاہ کرتا ہوں کہ اگر اس روایت کو ان ہی معنی سے جو مرزا سمجھا ہے، صحیح تسلیم کر لیا جائے تو بھی یہ خاکسار اس روایت کا مورد و مصداق نہیں ہے۔ کیونکہ نہ میں نے ہل وغیرہ آلات کاشت کو خریدا، نہ بنایا، نہ اپنی زمین میں ہل چلایا۔ میں زمین دار مال گزار سرکار ہوں۔ کاشت کار تو اور ہی لوگ ہیں، جو کاشت کرتے ہیں۔ پھر حدیث کا مورد و مصداق کیونکر ہو سکتا ہوں؟

تمام لوگ جنہوں نے مرزا کا یہ کینہ اور حاسدانہ حملہ اشتہار ۱۷ ردسمبر ۱۸۹۹ء میں پڑھا یا سنا، اس پر قہقہے اڑا رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ مرزا اپنی زمین پر جو اپنے بزرگوں کی کمائی بطور صدقہ یا ورثہ اس کو ملی ہوئی ہے، فخر کر رہا ہے اور اس زمین کی دست آویز سے مہدی ہونے کے ساتھ حارث بھی بن بیٹھا ہے۔ وہی زمین اپنی کمائی اور خداداد سعی سے اس کے مخالف کو ملی، تو وہ ذلت بن گئی۔ ’’**سبحانک هذا بهتان عظیم**‘‘

اس اشتہار کے (ص۱۶) کلاں میں جو مرزا نے بیہودہ سرائی اور خاکسار کی دل آزاری کی ہے اور اپنے حلفی اقرار نامہ کا خلاف کر کے عہد شکنی کی ہے اس کا جواب میں اس کو کچھ نہیں دیتا۔ حکام وقت مجسٹریٹ ضلع گورداسپورہ وکمشنر لاہور اس کا نوٹس نہ لیں گے تو **احکم الحاکمین** قیامت کے دن اس عہد شکنی کی اس کو سزا دے گا۔ ہماری طرف سے اس بدگوئی کے جواب میں یہ بیت بس ہے:

بدم گفتی وخورسندی عفاک اللہ نکو گفتی     جواب تلخ مے زیبد لعل شکر خارا

(اشاعۃ السنہ ج۱۹، نمبر۳، ص۹۲ تا ۹۶)

## حاشیہ جات

۱؎ قادیانی الحکم۔ بڑے فخر سے ایک جگہ لکھتا ہے کہ اشاعۃ السنۃ ایک وقت آب وتاب سے نکلتا تھا، آج چراغ لے کر ڈھونڈو تو نظر نہیں آتا اور دیکھئے الحکم پر کیا آفت آتی ہے جب یہ رسالہ نکلا۔

۲؎ یہ الہامی غلط محاورہ ہے اور صحیح محاورہ یہ ہے، قلم ٹوٹ گئے۔ قلم اردو، فارسی اور عربی میں مذکر ہے، نہ مؤنث۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

# مرزا کو ہم نے کیوں چھوڑا؟

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اب اس کے تعاقب کی ضرورت نہیں رہی، اس کا کام تمام ہوگیا۔

اب اس سے بحث مسائل تحصیل حاصل وتطویل لاطائل ہے۔ اس اجمال کی تفصیل بقدرضرورت کی جاتی ہے کہ جب مرزا نے اپنی تحریرات ورسائل میں عقائد باطلہ مخالفہ اسلام شائع کئے تو اسلامی دنیا میں ایک تہلکہ سا مچ گیا اور دنیا بھر کے عالمان دین کی طرف سے (جس کو وہ عقائد پہنچے) اس پر طعن ولعن کا مینہ برسنا شروع ہوگیا۔

پھر ازانجملہ بعض علماء اور پولٹش اعیان اسلام کا یہ خیال رہا کہ اس کے عقائد باطلہ ومقالات مخالفہ اسلام کی طرف توجہ ہی نہ ہو اور ایسے شخص کو کوئی عالم اسلام اپنا مخاطب ہی نہ بناوے اور مخاطب صحیح نہ سمجھے اور اپنے خطاب سے اس کو عزّت ووقعت نہ دے، وہ عقائد یوں ہی مضمحل وبے اعتبار ہوجائیں گے اور اس سے بحث وخطاب کرنے سے وہ عقائد مشتہر ہوں گے اور کسی نہ کسی کے دل میں وہ جگہ پکڑلیں گے۔

لیکن اکثر علماء کا خیال رہا کہ اس کے وہ عقائد قبیحہ ومقالات شنیعہ بذریعہ اس کی تحریرات واشتہارات جابجا پھیل چکے ہیں اور بہت سے ناواقف مسلمان ان عقائد کو دیکھ کر اس کے دام تزویر میں پھنس گئے ہیں اور آئندہ پھنسیں گے۔ اس کے خطاب سے سکوت واعراض اس صورت میں مناسب تھا کہ اس کے خیالات دنیا میں نہ پھیلتے اور جس حالت میں کہ وہ اکثر بلاد میں پھیل چکے ہیں اور عوام مسلمانوں کا اس میں پھنس جانا وقوع میں آچکا ہے، تو اب اس کو نالائق خطاب سمجھ کر اس کی بحث وخطاب سے سکوت کرنا، اس بیت کا مصداق ومورد بننا ہے:

اگر بیند کہ نابینا وچاہ است ۔۔۔ اگر خاموش بنشیند گناہ است

ان ہی دور اندیش لوگوں میں سے ایک یہ خاکسار بھی تھا، جس نے رد وابطال عقائد مرزا کا بہت حصہ لیا اور پورے پانچ سال تک اس کا ایسا تعاقب کیا کہ اس کو گھر تک پہنچا

دیا بلکہ زندہ درگور کر دیا اور اس کے اصول وفروع مذہب باطل سے کوئی ایسا مسئلہ نہ چھوڑا، جس کا ابطال دلائل شرعیہ وبراہین عقلیہ سے نہ کیا اور اس کا فساد وکساد ظاہر نہ کر دیا ہو۔

یہاں تک کہ اس بحث ورد تفصیلی سے وہ خوف واندیشہ ابتلاء عوام، بدام مکائد ومغالطات اس دشمن سلام کا اٹھ گیا اور یہ یقین حاصل ہوگیا کہ ناظرین وسامعین عقائد باطلہ مرزا سے جو شخص خاکسار کی بحث ورسائل کو دیکھے گا یا سنے گا، وہ اس کے دام تزویر میں نہ پھنسے گا اور جو متعصب یا احمق صرف کلام مرزا کو پڑھ کر یا سن کر یک طرفہ فیصلہ کر لے گا اور اس کا رد وجواب نہ دیکھنا چاہے گا، اس کے حق میں ابدالدہر، رد مرزا میں مصروف رہنا کوئی فائدہ واثر نہ دکھائے گا۔ یہ سوچ کر خاکسار نے اعلان ذیل مشتہر کیا۔ جو اشاعۃ السنۃ (ج۱۶،ص۳۰۴) میں درج ہے۔

## موقوفی جنگ کا اعلان:

قادیانی صاحب! چار سال کامل ہماری آپ کی جنگ رہی۔ اب ہم اپنے اور دیگر مسلمانوں کے خیال میں آپ کا کام تمام کر چکے ہیں اور آئندہ آپ سے جنگ کرنی نہیں چاہتے۔ اب ہم کو پرانے عیسائیوں اور آریوں اور (اگر مسلمان مدد دیں تو) تہذیب اخلاق جدید کے مقابلہ کی مہم درپیش ہے۔ آئندہ آپ ہم کو مخاطب نہ کریں گے تو ہم بھی آپ کو مخاطب نہ کریں گے۔ آپ سکھوں، آریوں اور عیسائیوں کو مخاطب کر کے ٹکے کماویں۔ مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ چھوڑ دیں۔ آپ اس امر کو نہ مانیں گے، تو پھر جنگ قائم رہے گی:

اگر صلح خواہی نخواہیم جنگ وگر جنگ جوئی ندارم درنگ

اس اعلان پر بھی اس نے سکوت اختیار نہ کیا اور پھر بھی چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ جاری رکھا۔ تو ایک سال کے بعد ہم نے دوبارہ اعلان (ج۱۸،ص۲۳۳) میں مشتہر کیا جو ذیل میں منقول ہے۔

## موقوفی جنگ کا دوبارہ اعلان:

۱۸۹۶ء میں ہم نے قادیانی کو موقوفی جنگ کا اعلان دیا تھا۔ پر اس نے موقوفی

جنگ کو منظور نہ کیا اور ہم سے چھیڑ چھاڑ کو نہ چھوڑا۔ لہٰذا ہم کو بھی بجبوری اس کا مقابلہ کرنا پڑا۔

اب ہم نے اس کو دوبارہ شکست دی اور اس کی الہامی گولہ باری وانذاری تیر اندازی بند کردی، جس کی تشریح (نمبر۸،۹، ج ہذا) میں ہو چکی ہے۔ لہٰذا اب ہم دوبارہ موقوفی جنگ کا اعلان دیتے ہیں۔ وہ آئندہ ہم سے تخاطب نہ کرے گا تو ہم بھی اس کا تعاقب نہ کریں گے۔ وہ ہم سے چھیڑ چھاڑ کرنے میں اپنی دکان کی رونق سمجھ کر اس کو ترک کرنا نہ چاہے تو اس کے نیک خیال پیرو جو دھوکہ میں آ کر اس کے اتباع میں پھنس گئے ہیں۔ اس کو سمجھاویں اور کہیں کہ اب اشاعۃ السنۃ کو ان یونی ٹیرین عیسائیوں کی جو اس وقت اسلام پر سخت بے رحمی و ناانصافی سے تلوار چلا چکے ہیں، خبر لینے دیں۔ اپنے مقابلہ میں اس کے اوقات کو مصروف نہ کریں۔

اس اعلان کو بھی دیکھ کر اس کا منہ بند نہ ہوا تو خدا تعالیٰ نے اس کا شر اور بحق اہل اسلام و دیگر اقوام اس کا ضرر اٹھانے اور مٹانے کے لئے اس کی ضرر رساں طبیعت کے مادہ فاسدہ کو زیادہ تر اس طرف متوجہ کردیا کہ وہ لوگوں کو دل آزار الہام اور ڈرانے والی پیش گویاں سنا کر ڈراوے اور دھمکاوے اور اس ذریعہ سے اپنا مذہب باطل پھیلاوے۔

اسی سلسلہ میں اس نے ایک پیش گوئی ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء (مجموعہ اشتہارات ج ۳،ص۶۰) کو جس میں خاکسار اور دیگر اشخاص کے حق میں موت وعذاب کی دھمکی تھی، مشتہر کردی۔ اس پیش گوئی نے اس کو ملزم بنا کر عدالت مجسٹریٹ ضلع گورداسپورہ میں پہنچایا اور اس کے ساتھ خاکسار کو بھی جانا پڑا۔ اس الزام سے اس کی خلاصی ورہائی تب ہوئی، جب کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اس سے حلفی عہد کرالیا اور اقرار نامہ لکھالیا کہ وہ آئندہ ایسی پیشگوئی کسی شخص کے حق میں (مسلمان ہو خواہ عیسائی یا ہندو وغیرہ) نہ کرے گا اور نہ کسی کے حق میں بددعا کرے گا اور نہ کسی کو مباہلہ کی طرف بلاوے گا۔

اس امر کی تصدیق کے واسطے ہم اس مقام میں فیصلہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی نقل درج کرتے ہیں، جس کو ہم مئی ۱۸۹۹ء میں جداگانہ چھاپ کر مجسٹریٹ موصوف کی خدمت میں (جو اس وقت کمشنر ڈویژن لاہور تھے اور اس وقت سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب ہیں) ارسال کر چکے اور صاحب موصوف اس نقل کو مطابق اصل پا کر اس کی تصدیق فرما چکے ہیں۔

## مسٹر ڈوئی کی عدالت میں مرزا قادیانی کا اقرار نامہ

## نقل فیصلہ مسٹر جے. ایم ڈوئی صاحب بہادر آئی سی. ایس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور بمقدمہ مرزا غلام احمد ساکن قادیان

نمبر مقدمہ (۱/۳)

سرکار قیصر ہند مستغیث

بنام مرزا غلام احمد ساکن قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور............ملزم

الزام زیر دفعہ (۱۰۷) مجموعہ ضابطہ فوجداری، تاریخ مرجوعہ ۱۵ر دسمبر ۱۸۹۹ء

## حکم

ہم نے دو اقرار نامہ جات کا مسودہ مشتمل بر چھ دفعات تیار کیا ہے جس کو مرزا غلام احمد قادیانی اور مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی نے خوشی سے منظور کرلیا ہے۔ ان اقرار نامہ جات کی نظر سے یہ مناسب ہے کہ کارروائی حال مسدود کی جائے۔ لہٰذا ہم مرزا غلام احمد قادیانی کو رہا کرتے ہیں اور ہدایت کرتے ہیں کہ مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے برخلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے۔

دستخط: جے. ایم ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ۲۴ر فروری ۱۸۹۹ء

## نقل اقرار نامہ مرزا غلام احمد قادیانی بمقدمہ فوجداری۔ اجلاسی مسٹر جے. ایم ڈوئی صاحب بہادر۔ ڈپٹی کمشنر و ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور

مرجوعہ ۵ر جنوری ۱۸۹۹ء فیصلہ ۲۵ر فروری ۱۸۹۹ء نمبر بستہ قادیان

نمبر مقدمہ ۱/۳

سرکار دولت مدار

بنام مرزا غلام احمد ساکن قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گوراسپور۔ ملزم

الزام زیر فعہ (۱۰۷) مجموعہ ضابطہ فوجداری۔

## اقرار نامہ

میں مرزا غلام احمد قادیانی بحضور خداوند تعالیٰ باقرار صالح اقرار کرتا ہوں کہ آئندہ:

۱...... میں ایسی پیش گوئی شائع کرنے سے پرہیز کروں گا، جس کے یہ معنی ہوں یا ایسے معنی خیال کئے جاسکیں کہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلت پہنچے گی یا وہ مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

۲...... میں خدا کے پاس ایسی اپیل (فریاد و درخواست) کرنے سے بھی اجتناب کروں گا کہ وہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو یا عیسائی وغیرہ) ذلیل کرنے سے یا ایسے نشان ظاہر کرنے سے کہ وہ مورد عتاب الٰہی ہے یہ ظاہر کردے کہ مذہبی مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔

۳...... میں کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہوں گا جس کا یہ منشاء ہو یا جو ایسا منشاء رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص (یعنی مسلمان خواہ ہندو ہو یا عیسائی) ذلت اٹھائے گا یا مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

۴...... میں اس امر سے بھی باز ہوں گا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرو کے ساتھ مباحثہ کرنے میں کوئی دشنام آمیز فقرہ یا دل آزار لفظ استعمال کروں یا کوئی ایسی تحریر یا تصویر شائع کروں، جس سے ان کو درد پہنچے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ ان کی ذات کی نسبت یا ان کے کسی دوست اور پیرو کی نسبت کوئی لفظ مثل دجال، کافر، کاذب، بطالوی نہیں لکھوں گا۔ (بٹالوی کے ہجے بٹالوی ہونے چاہئیں۔ جب یہ لفظ بطالوی کر کے لکھا جاتا ہے تو اس کا اطلاق باطل پر ہوتا ہے) میں ان کی پرائیویٹ زندگی یا ان کے خاندانی تعلقات کی نسبت کچھ شائع نہیں کروں گا۔ جس سے ان کو تکلیف پہنچنے کا عقلاً احتمال ہو۔

۵...... میں اس بات سے بھی پرہیز کروں گا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرو کو اس امر کے مقابلہ کے لئے بلاؤں کہ وے خدا کے پاس مباہلہ کی درخواست کریں، تاکہ وہ ظاہر کرے کہ فلاں مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ نہ میں ان کو یا ان کے کسی دوست یا پیرو کو کسی شخص کی نسبت کوئی پیش گوئی کرنے کے لئے بلاؤں گا۔

۶...... جہاں تک میرے احاطہ طاقت میں ہے، میں تمام اشخاص کو جن پر میرا کچھ اثر یا اختیار رہے، ترغیب دوں گا کہ وہ بھی بجائے خود اسی طریق پر عمل کریں، جس طریق پر کاربند ہونے کا میں نے دفعہ نمبر ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ میں اقرار کیا ہے۔

العبد: مرزا غلام احمد بقلم خود گواہ شد: خواجہ کمال الدین بی.اے.ایل.ایل.بی

دستخط: ج.ایم ڈوئی۔ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ۲۴ رفروری ۱۸۹۹ء

اسی مضمون کے اقرارنامہ پر مجھ سے بھی دستخط کرائے گئے ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ اس میں بجائے اس اقرار لینے کے کہ بٹالوی کو بطالوی ط سے نہ لکھا جائے گا۔ یہ اقرار لیا گیا ہے کہ قادیانی کو چھوٹے کاف سے نہ لکھا جاوے گا۔ میں اس اقرارنامہ کے مطابق عمل کروں گا اور اس پر دوستوں کو بھی مشورہ دیتا ہوں کہ وہ بھی اس پر کاربند رہیں۔

وازانجا کہ یہ فیصلہ میرے منشاء اور اس تجویز موقوفی جنگ کے جس کی بابت میں دو دفعہ رسالہ اشاعۃ السنۃ (نمبر۵، ج۱۸) وغیرہ میں اعلان مشتہر کر چکا ہوں۔ عین مطابق ہوا ہے۔ لہٰذا میں آئندہ قادیانی سے کبھی کسی قسم کا مباحثہ کرنا نہیں چاہتا اور نہ اس کی ضرورت دیکھتا ہوں اور جو اس سے پہلے پانچ، چھ سال تک ہوتا رہا ہے اس کو کافی ووافی سمجھتا ہوں وہ بھی اپنی تحریر میں مجھے مخاطب نہ کرے۔

المشتہر: ابوسعید محمد حسین ایڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنۃ من مقام بٹالہ۔ ضلع گورداسپور۔

یہ فیصلہ ہمارے منشاء کے عین مطابق ہوا ہے جس پر ہمارا دو دفعہ کا اعلان منقولہ بالا شاہد عدل ہے اور اس سے بڑھ کر کسی گواہ کی شہادت نہیں ہوسکتی۔

مگر مرزا غلام احمد سے کمال تعجب ہے کہ وہ اس فیصلہ کو اپنے اشتہار ۷ ردسمبر ۱۸۹۹ء (مجموعہ اشتہارات ج۳، ص۲۰۳) میں ہمارے مخالف اور اپنی منشاء کے مطابق سمجھتا ہے۔ ہم تو اس کو مخاطب بنانا نہیں چاہتے اور جو وہ کہے اس کا جواب نہیں دیتے۔ ہاں اس کے دام افتادہ سادہ لوحوں کو اس قدر نصیحت کرنے سے نہیں رکتے کہ وہ اس دعویٰ کو یوں ہی نہ مان لیں، اس سے اتنا تو پوچھیں کہ کیا آپ کا مدعا و منشاء یہی تھا کہ آپ کی نبوت ختم ہو جائے اور انذاری پیش گوئیاں اور دعائیں اور مباہلے حکماً اور جبراً عدالت سے بند کئے جائیں؟

اس سوال کے مقابلہ میں اگر وہ اس فیصلہ کو ہماری منشاء کے مخالف ہونے کی تائید وثبوت میں یہ سوال کرے جیسا کہ اس نے اشتہار ۱۷ر دسمبر ۱۹۰۰ء میں کیا ہے کہ ’’کیا آپ کا یہی منشاء تھا کہ آپ آئندہ اپنے مخالف کے حق میں کفر کا فتویٰ نہ دیں اور اپنے فتویٰ تکفیر کو جو اشاعۃ السنۃ (ج۱۳) میں درج ہے منسوخ کریں۔

تو اس کا جواب وہ لوگ اس کو یہ دیں کہ اس فیصلہ کا یہ منشاء ہرگز نہیں ہے کہ کوئی فریق اپنے مخالف کی نسبت فتویٰ نہ دے اور اپنے خیال واعتقاد کو بدل دے۔ لہٰذا یہ فیصلہ تمہارے مخالف (ابوسعید) کے مخالف نہیں۔ اس کی تفصیل اور دلیل وہ لوگ تقریر مابعد میں پائیں گے۔

فیصلہ واقرارنامہ منقولہ بالا کے مضمون پر مجھ سے بھی دستخط کرائے گئے ہیں اور میں نے اس فیصلہ کو اپنی منشاء کے عین مطابق سمجھ کر بڑی خوشی سے اور فوراً اس پر دستخط کر دیئے۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ اس تاریخ ۲۵ر فروری ۱۸۹۹ء کو ملزم تو مرزا ہی تھا اور اسی کی اس تاریخ بحیثیت ملزم عدالت میں حاضری وپیشی تھی اور اسی سے صاحب مجسٹریٹ نے اس مضمون کا اقرارنامہ لکھانا چاہا تھا۔

میں اس روز مقدمہ کی کیفیت دیکھنے کو بطور خود گورداسپور میں جا پہنچا تھا۔ میرا کوئی تعلق اس تاریخ کے مقدمہ سے نہ تھا۔ گو پہلے ۱۱ر جنوری ۱۸۹۹ء کو سرسری طور پر بمقام گورداسپور میرا بیان بھی لیا گیا تھا اور پھر بتاریخ ۱۳ر فروری ۱۸۹۹ء بمقام پٹھان کوٹ مجھے بحیثیت سرکاری گواہ کے بلایا گیا تھا۔

قانون دان اصحاب واحباب کا عام خیال ہے کہ اگر میں اس تاریخ گورداسپور میں نہ جاتا تو مجھ سے اس اقرارنامہ پر دستخط نہ کرایا جاتا۔ مگر جب میں وہاں جا پہنچا اور مرزا کو اس کا علم ہوا تو جس وقت مرزا سے مجسٹریٹ نے اقرارنامہ لکھوانا چاہا، اس وقت اس نے یہ عذر پیش کیا کہ میرا مخالف بھی اس وقت احاطہ عدالت میں موجود ہے۔ اس سے بھی یہ اقرارنامہ لیا جائے۔

جس پر نیک نیت مجسٹریٹ نے (جس کو دفع شر اور امن قائم کرنا منظور تھا اور اس مقدمہ کو طول دینا یا کسی کو ضرر پہنچانا منظور نہ تھا) مجھے بھی عدالت کے کمرہ میں بلایا اور حسب استدعا مرزا مجھ سے بھی اس اقرارنامہ پر دستخط کرانا چاہا تو میں نے بلاتامل اور فوراً دستخط کرنا

منظور کیا۔ جس کی وجہ ایک یہ ہوئی کہ میں پہلے ہی سے مرزا سے بحث وخطاب قطع کرنا چاہتا تھا۔ جس کے واسطے دو دفعہ اعلان دے چکا تھا جو منقول ہوا۔

دوسری وجہ یہ کہ میں نے اس وقت یہ خیال کیا کہ اگر میں ذرا بھی تأمل وتوقف کروں گا تو مرزا کو ایک عذر اور بہانہ ہاتھ آ جائے گا اور وہ بھی دستخط کرنے سے انکار کر جائے گا اور ایسا موقعہ پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ جس میں اس کی انذاری پیش گوئیاں بند اور نبوت ختم ہوتی ہے اور اس کے منذر الہامات اور بددعاؤں پر جو اس کے انجن دکانداری کے چلتے پرزے ہیں، مہر لگائی جاتی ہے۔

اور یہ تجویز سزاء جانی ومالی سے بدرجہا بڑھ کر مؤثر ہے۔ کیونکہ اگر اس کو جانی سزا ہوگی تو وہ قومی شہید کہلائے گا اور صدہا عوام کو اپنے دام میں پھنسا جائے گا اور اگر مالی سزا تجویز ہوگی تو وہ ایک کے بدلے دس اپنے اتباع سے وصول کرے گا اور اس سے اس کی دکان کو اور بھی فروغ ہوگا اور اگر اس سے مچلکہ لیا جائے گا، تو وہ صرف ایک سال کے لئے یا بمنظوری سیشن جج تین سال کے لئے ہوگا۔ نہ اس اقرارنامہ کی طرح تمام عمر کے لئے۔ یہ سوچ کر میں نے خوشی سے اور بلاتوقف اقرارنامہ پر دستخط کر دیا۔

اور یہ بات ظاہر ہے اور دفعات اقرارنامہ کو سرسری طور پر پڑھ کر بھی کس وناکس کو سمجھ میں آسکتی ہے کہ اس اقرارنامہ کے دفعات (۱) لغایت (۳) اور دفعہ (۵) تو خاصۂ مرزا ہی کے متعلق اور اس پر مؤثر ہیں۔ خاکسار سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ نہ میں الہامی پیش گوئیاں کرتا ہوں اور نہ میں کسی کے حق میں بددعائیں کیا کرتا ہوں، نہ مجھے ملہم ہونے کا دعویٰ ہے، نہ الہام بازی اپنا شیوہ ہے، نہ بطور کرامت مستجاب الدعوات ہونے کا ادّعا۔ یہ سب دعاوی تو اس وقت پرافٹ قادیان اور اس کی جماعت میں پائے جاتے ہیں۔

دفعہ۴۔ خاکسار اور مرزا دونوں کے متعلق ہے اور وہ میرے عمل کے بھی ویسی ہی لائق ہے جیسی مرزا کے لئے واجب العمل ہے۔ سو اس عمل کے لئے میں پہلے ہی سے مستعدی ظاہر کر چکا تھا۔ جب میں نے دو دفعہ موقوفی جنگ کا اعلان دیا تو اس میں مباحثہ کے اندر ایسے الفاظ کو استعمال نہ کرنا خود تسلیم کر لیا اور یہی اس دفعہ کا منشاء ہے کہ مباحثہ کے وقت ایک فریق دوسرے کو کافر، دجال وغیرہ نہ کہے۔ جس سے اشتعال طبع پیدا ہو کر نقص امن عامہ خلائق لازم آوے۔

اس دفعہ کا یہ منشاء ہرگز نہیں کہ ایک فریق دوسرے کو کافر نہ سمجھے اور اس باب میں اپنے اعتقاد و کانشنس کو بدل دے اور اگر کوئی شخص کسی فریق سے دوسرے فریق کے حق میں اور اس کے اعتقادات کی نسبت فتویٰ پوچھے تو وہ اس کے حق میں اور ان اعتقادات کی نسبت وہ فتویٰ نہ دے۔ جس کو وہ اپنے اعتقاد میں صحیح و واجبی سمجھتا ہو، بلکہ برخلاف اپنے اعتقاد کے وہ اس کو مسلمان اور اپنا موافق مذہب خیال کرلے۔

اس امر کا نہ مجسٹریٹ نے کسی فریق سے اقرار لیا اور نہ کوئی حاکم وقت اصول نیوٹرلٹی (غیر طرف داری) کے رو سے کسی سے اقرار لینے کا مجاز ہے اور نہ کسی فریق نے اس امر کا اقرار کیا ہے کہ آئندہ ہم ایک دوسرے کو اپنا بھائی مسلمان سمجھیں گے اور ایک دوسرے کے حق میں اس کے عقائد باطلہ کی نظر سے فتویٰ کفر نہ دیں گے۔

دنیا کے جملہ مذاہب مختلفہ کے کل اشخاص اپنے مخالف گروہ کو گمراہ سمجھتے ہیں اور جب ان سے ان کے مخالف کی نسبت فتویٰ پوچھا جاتا ہے تو وہ اس کے حق میں وہی فتویٰ دیتے ہیں، جس کو وہ اپنے خیال میں صحیح و واجبی سمجھتے ہیں۔ اس امر کو تمام دنیا سے کوئی شخص نہیں اٹھا سکتا۔ تمام روئے زمین کا بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔

مرزا نے اپنے اشتہار ۱۷ر دسمبر ۱۸۹۹ء (مجموعہ اشتہارات ج۳، ص۲۰۳) میں یہ مضمون غلط اور خلاف واقعہ مشتہر کیا ہے کہ ابوسعید محمد حسین نے اس اقرار نامہ پر دستخط کر کے اپنے فتویٰ کو جو اشاعۃ السنۃ (ج۱۳) میں شائع کیا تھا۔ منسوخ کر دیا اور اسی بناء پر مرزا نے اس اشتہار میں یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ وہ فیصلہ ابوسعید محمد حسین کے منشاء کے برخلاف ہوا، جس کا جواب پہلے گزر چکا ہے۔

ہم کو مرزا سے بحث وخطاب منظور نہیں۔ ہم صرف پبلک کو آگاہ کرنے کی غرض سے اس امر کا اظہار واجب سمجھتے ہیں کہ مرزا نے اس بیان میں مجھ پر اور مجسٹریٹ ضلع پر افتراء کیا اور پبلک کو دھوکہ دیا۔ خاکسار بشمول تمام مسلمانوں کے جو مذہب باطل مرزا کے مخالف ہیں، مرزا کو اس کے عقائد باطلہ، مخالف اسلام کے سبب ویسا ہی گمراہ جانتا ہے۔ جیسا کہ اس اقرار نامہ پر دستخط کرنے سے پہلے جانتا تھا اور اس کے حق میں وہی فتویٰ دیتا ہے جس کو (ج۱۳) میں مشتہر کر چکا ہے۔

فیصلہ مقدمہ اور دستخط اقرار نامہ کے بعد مجھ سے مولوی برکت علی صاحب منصف تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر نے سید حیدر حسین قانونگوئے تحصیل مذکور کے سامنے امرتسر ولاہور کی ریل گاڑی میں مرزا کی نسبت فتویٰ پوچھا تو خاکسار نے وہی فتویٰ دیا۔

مرزا کے خاص مرید یا حواری یعقوب ایڈیٹر اخبار الحکم نے بٹالہ کے سٹیشن پر مجھ سے مرزا کے حق میں فتویٰ پوچھا تو میں نے وہی فتویٰ دیا۔ اس نے کہا کہ یہ فتویٰ تحریر کردو گے۔ میں نے جواب میں کہا کہ تحریری سوال پیش کرو گے تو تحریری جواب ملے گا۔

انجمن اسلامیہ رڑکی کے سیکرٹری منشی مہر بخش صاحب نے مرزا کی نسبت میرا خیال پوچھا تو میں نے اس کے جواب میں اپنے اسی خیال قدیم کا اظہار ایک خط کے ذریعہ کیا، جو مضمون زیر بحث کے بعد منقول ہوگا۔

الغرض اپنے فتویٰ یا اعتقاد کو میں نے نہیں بدلا اور نہ منسوخ کیا اور نہ ہی اس دفعہ چہارم اقرار نامہ کا یہ منشاء ہے۔ صرف مباحثہ میں ان الفاظ کو بالمقابلہ استعمال نہ کرنے کا دونوں فریق نے وعدہ واقرار کیا ہے اور یہی اس دفعہ چہارم کا منشاء ہے۔ ناظرین اشتہار مرزا مطبوعہ ۱۷؍دسمبر سے دھوکہ نہ کھائیں۔

اب رہی دفعہ ۶۔ اقرار نامہ سو یہ دفعہ میرے خیال میں تو میرے متعلق نہیں۔ نہ میرا کوئی مرید یا پیرو ہے۔ جس نے میرے کہنے سے منشاء دفعات ۱۔ لغایت ۳ کے برخلاف مرزا کو برا کہا ہو اور نہ اس کو برا کہنے والوں میں ایسے اشخاص ہیں جو میری ہدایت سے اس کو برا کہنے رک جاتے یا آئندہ رک جائیں۔ مگر چونکہ مجسٹریٹ کے خیال میں یہ بات جم گئی تھی کہ اگر یہ شخص ان اشخاص کو روکتا تو وہ ضرور رک جاتے۔

اس لئے مجسٹریٹ نے مجھ سے بھی اس دفعہ کے مطابق اقرار کرانا چاہا اور میں نے بپاس خیال مجسٹریٹ اس کو منظور کر لیا اور اس پر عمل بھی کیا کہ مئی ۱۸۹۹ء میں اس فیصلہ کو مشتہر کیا تو اس میں حسب منشاء دفعہ مذکور اپنے دوستوں کو ان دفعات کی تعمیل کا مشورہ دیا اور پرائیویٹ خطوں کے ذریعہ اور زبانی بھی سمجھایا کہ وہ آئندہ مرزا سے مباحثہ کرنا مطلق ترک کردیں۔

مگر آخر میرا وہی خیال سچا نکلا اور اس سے مباحثہ کرنے والوں نے اب تک اس کا

تعاقب نہیں چھوڑا اور اس سے مباحثہ اور چھیڑ چھاڑ کو ترک نہیں کیا۔ ہر چند اس مباحثہ اور چھیڑ چھاڑ میں انہوں نے ان الفاظ کو استعمال نہیں کیا۔ جن کے استعمال سے دفعہ ا۔ لغایت ۳۔ اقرار نامہ میں روکا گیا ہے۔ مگر میرا منشاء اور مشورہ تو یہ تھا کہ وہ بالکل اس سے بحث وخطاب نہ کریں اور اب اس کو ''کان لم یکن'' سمجھ کر اس کا نام نہ لیں۔ میرے وہ دوست میرے مرید یا پیرو ہوتے تو میرے اس مشور پر عمل کرتے اور پھر اس کا نام نہ لیتے اور وہ یہ سوچتے کہ جو کچھ مرزا کے مقابلہ اور جواب میں اشاعۃ السنۃ نے پانچ سال تک کیا ہے وہ کافی سے بڑھ کر ہے اور مثل تو یوں مشہور ہے:

چو حلوا کہ یک بار خوردند وبس

اور یہاں تو حلوا پورے پانچ سال تک کھایا کھلایا گیا ہے اور اس حلوا کا اثر بھی بخوبی ظاہر ہو چکا ہے۔ مرزا کی نبوت ختم ہوگئی ہے، اس کے منذر الہامات وپیش گوئیاں جو اس کی نبوت کے چلتے پرزے تھے، بند ہوگئے۔ مباہلے اور بددعائیں حکماً موقوف ہوگئیں۔ اب اس کو مخاطب کرنا مثل ''مرے پر سو درے'' کو عمل میں لانا ہے۔

اب بھی میرے دوست میرا کہا مانیں اور اس کو جانے ہی دیں، جیسا کہ اس کو میں نے جانے دیا ہے اور اس کا نام زبان پر یا قلم میں نہ لاویں۔ ہمارے اس بیان سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ ہم نے مرزا کو کیوں چھوڑا ہے اور کس معنی کو[۲] چھوڑا۔

(اشاعۃ السنۃ ج۱۹، نمبر۴، ص۹۷ تا ۱۰۹)

## حاشیہ جات

۱؎ یہ تفسیر مشتہر کی طرف سے نہیں ہے، بلکہ عدالت کے الفاظ ہیں، جو صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے بوقت اقرار نامہ پڑھنے کے بطور تفسیر خود کہے تھے۔

۲؎ یہ امر عنوان مضمون میں درج نہ تھا۔ یہ صرف تبعاً وضمناً بیان ہوگیا کہ اس کو چھوڑنے کے یہ معنی ہیں کہ اس سے بحث نہ کی جائے اور اس کو اپنا مخاطب نہ بنایا جاوے، اس کے مغالطات پر پبلک کو آگاہ کرنا اس میں داخل نہیں اور اس کے ترک کرنے کا نہ وعدہ ہے، نہ ارادہ اور نہ احباب کو اس کا مشورہ دینا مقصود ہے۔ اس آگاہی وخیرخواہی خلائق پر وقتاً فوقتاً عمل ہوتا رہے گا۔ جیسا کہ اس مضمون میں اس کے اشتہار ۱۷ر دسمبر ۱۸۹۹ء کے مغالطات پر بلا تخاطب مرزا آگاہی خلائق عمل میں آئی ہے۔ ایسے ہی مضمون آئندہ میں اس کی درخواست ۲۷ر جون کے مغالطات پر پبلک کو اطلاع دی گئی ہے۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

# مراسلت

(جس کے نقل کرنے کا مضمون سابق میں وعدہ دیا گیا تھا)

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

حضرت اقدس مولانا مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب سلمہٗ کی خدمت میں بعد ماوجب عرض کیا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے ایک اشتہار نسبت جناب معہ دیگر صاحبان والا شان شائع کیا تھا۔ جس کی میعاد ۱۳ماہ تھی۔ جو پندرہ ماہ جنوری سنہ رواں (۱۹۰۰ء) کو منقضی ہوگئی اور یہ اشتہار بہت زور کا تھا۔

ماحصل اشتہار کا میرے مفہوم میں اول یہ ہے کہ آئندہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب، حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کو حق جانیں گے یا جو کچھ ہو، اشتہار کو جو خاص حضرت کے حق میں حضرت مرزا صاحب نے دیا تھا، اس کو کیا خیال فرماتے ہیں اور آئندہ کے واسطے حضرت کا نسبت حضرت مرزا صاحب کے کیا خیال ہے۔ یعنی ۱۶ر جنوری ۱۹۰۰ء سے میرے نزدیک دونوں حضرات واجب الخدمت ہیں اور ہم لوگ ہردو حضرات کے مطیع حکم ہیں۔ باہم جو کچھ فرمائیں اس میں ہم لوگوں کو کوئی منصب لب کشائی کا نہیں ہے اور نہ ہونا چاہئے۔ ہم لوگوں کی سعادت اس میں ہے کہ علماء کے فرمانبردار رہیں۔

ملہم ربانی ملا الہ بخش صاحب (الہ بخش نام غلط ہے، صحیح نام محمد بخش ہے) کا اشتہار مؤرخہ ۱۰ر نومبر ۱۸۹۸ء اور حضرت مرزا صاحب کا اشتہار مؤرخہ ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء ملاحظہ

ہوا۔ اب حضرت سے دریافت طلب یہ امر ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی نسبت حضرت والا کا عقیدہ سابقہ اب بھی ہے یا ان کے دعاوی کو حضرت والا حق بجانب خیال فرماتے ہیں اور اشتہار کو جو آپ کی نسبت معہ دیگر صاحبان شائع ہوا تھا، اس کو کیا خیال فرماتے ہیں۔

حضرت سے درخواست ہے کہ اشتہار اور حضرت مرزا کی نسبت اس وقت جو حضرت کا خیال ہو، اس سے مفصل مطلع فرمایا جاوے۔ بغرض حصول جواب رقیمہ نیاز ہذا دو پیسہ کا ٹکٹ خط کی پیشانی پر چسپاں ہے۔ مہربانی فرما کر جواب مفصل بعجلت تمام مرحمت فرمائیں۔

حضرت والا کا نیازمند خاکسار آثم محمد مہر بخش عفی عنہ۔

من مقام روڑکی۔ مؤرخہ ۲۷؍جنوری ۱۹۰۰ء وقت ۷ بجے شام

## الجواب:

میں غلام احمد ساکن قادیان کو ویسا ہی بد اعتقاد اور مخالف اسلام جانتا ہوں، جیسا کہ پہلے جانتا تھا اور جو فتویٰ علماء پنجاب و ہندوستان نے اس کی نسبت جاری کیا ہوا ہے اور وہ اشاعۃ السنۃ (ج۱۳) میں چھپا ہوا ہے وہی فتویٰ میں اس کے حق میں دیتا ہوں، جب مجھ سے کوئی پوچھتا ہے اور اس کے دعویٰ کو جو برخلاف اس نے کیا ہے میں نہیں مانتا۔

اس کی پیش گوئی اشتہار ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء کو خدا نے جھوٹا کیا۔ ۱۵؍جنوری ۱۹۰۰ء اس کی تاریخ گزر گئی اور میں خیر و عافیت سے ہوں۔ ایسے دوسرے دو شخص (ابوالحسن تبّتی،

جعفرزٹلی) جن کے حق میں وہ پیش گوئی اس نے کی تھی وہ پیش گوئی اسی کے حق میں الٹی پڑی، کہ خداتعالیٰ نے اس کو پیش گوئی مذکور کے سبب ایک مقدمہ میں ملزم بنایا اور اس سے وہ تب رہا ہوا جب کہ اس نے اقرار حلفی عدالت میں کیا کہ میں ایسی پیش گوئی کسی شخص کے حق میں نہ کروں گا۔ گویا آئندہ اس کی نبوت بند کردی گئی۔

آپ اس کی کسی تحریر کے فریب ودھوکہ میں نہ آجائیں، فتویٰ مذکور بقیمت ایک روپیہ...... اور دیگر درسائل اشاعۃ السنۃ ہمارے پاس جو پانچ سال کے پانچ جلدوں میں ہیں اور ہر ایک جلد ۳۸۴ صفحہ میں ختم ہوئی ہے اور وہ فی جلد تین روپیہ کے حساب سے ملتی ہیں، منگا کر ملاحظہ کریں اور دیکھیں کہ ایسا شخص حضرت، حضرت کہلانے کے لائق ہے۔ جیسا کہ آپ اس خط میں اس کو حضرت، حضرت لکھتے ہیں۔

سابقاً آپ کے خط ۲۴؍ستمبر ۱۸۹۸ء کے جواب میں جو خط مؤرخہ ۲۷؍ستمبر ۱۸۹۸ء نمبر ۳۷۴۔ آپ کے نام روانہ کیا تھا، اس پر آپ نے کیا تعمیل کی۔ ایسا نہ ہو کہ آپ مرزائی بد اعتقاد ہوجائیں۔ آپ ایک اسلامی انجمن کے سیکرٹری ہیں، آپ کو ایسی بلا سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ میری اس نصیحت کو قبول کر کے اطلاع نہ دی، تو پبلک اہل اسلام کی اطلاع کے لئے اس خط کو رسالہ میں چھاپ دیا جائے گا۔ من مقام بٹالہ۔ ۳۱؍جنوری ۱۹۰۰ء۔ نمبر ۳۷

راقم: ابوسعید محمد حسین بٹالوی۔ (اشاعۃ السنۃ ج۱۹، نمبر۴، ص۱۱۰ تا ۱۱۲)

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

# قادیان کے مرزا

## اوراس کی جماعت کی

# درخواست وغیرہ کا جواب

(۲۷ جون و ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء)

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آنکس کہ بقرآن وخبر رو نرہی اینست جوابش کہ جوابش ندہی

مرزا نے ایک درخواست ۲۷؍جون ۱۹۰۰ء کو اپنی قلم سے لکھی اور پھر از راہ کمال راست بازی و دیانت داری اپنی جماعت کے ۱۵۰ اشخاص کی طرف سے اور ان کے نام سے شائع کی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ فلاں فلاں مشائخ وعلماء پنجاب و ہندوستان (جن میں اس خاکسار ناچیز کو بھی شامل کیا) بمقام بٹالہ ایک جلسہ کر کے اس میں چند اشخاص مبتلاء امراض ومصیبات واہل حاجات خواستگاراں دعاونجات کو مرزا اور ان کے مخالف علماء ومشائخ بالمناصفہ تقسیم کر کے منتخب کرلیں اور ان کے حق میں دعائیں کریں۔ پھر جس فریق کے منتخب اشخاص کثرت سے شفاء اور نجات پائیں۔ اس فریق کو فریق برحق اور صادق سمجھا جائے اور فریق مخالف کو ناحق پر اور کاذب۔

پھر ۲۰؍جولائی ۱۹۰۰ء (مجموعہ اشتہارات ج۳، ص۳۲۸ ملخص) کے اشتہار میں مرزا اپنی جماعت کا حجاب ونقاب اٹھا کر خود کھیل کھیلا ہے اور اس میں ۸۵ ۱ اشخاص مشائخ وعلماء ہندوستان و پنجاب کو جن میں خاکسار کو بھی نامزد کر کے شامل کیا ہے، مخاطب کر کے کہا ہے کہ ان میں سے پیر مہر علی شاہ صاحب ساکن گولڑہ ضلع راولپنڈی یا اور چالیس اشخاص جن میں پیر مہر علی شاہ صاحب ضرور شامل ہوں، بمقام لاہور جمع ہوکر مرزا کے مقابلہ میں عربی زبان میں ایک سورہ قرآن کی تفسیر لکھیں جس میں معارف وحقائق قرآن کا بیان ہو اور اس تفسیر کا مرزا کی تفسیر سے موازنہ ہو اور اس موازنہ کے واسطے پیر مہر علی شاہ صاحب (اگر وہ تفسیر لکھیں) تین اشخاص کو منتخب کریں۔ (جن میں ایک اس خاکسار کا نام لیا ہے) یا اور مولویوں کو (جن کو پیر مہر علی شاہ صاحب چاہیں) منتخب کریں۔ پھر جس فریق کی تفسیر ان تین اشخاص کی حلفی شہادت وحلف سے جو مثل حلف قذف محصنات ہو۔ (جس میں تین قسمیں ہوتی ہیں اور چوتھی لعنت جھوٹے پر۔ چنانچہ قرآن مجید کی سورۂ نور نمبر۲۴ کی آیت:۶ میں تشریح ہے۔ اس لعنت پر مرزا نے مسٹر ڈوئی صاحب بہادر سابق مجسٹریٹ گورداسپورہ حال چیف سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب سے ڈر کر تصریح نہیں کی۔

ہم اس حلف قذف محصنات کی تشریح کر کے صاحب بہادر موصوف کو توجہ دلاتے

ہیں کہ مرزا نے اس لعنت والی حلف کی تجویز میں اپنے اس عہد کا خلاف کیا جو اقرار نامہ ۲۴؍فروری ۱۸۹۹ء میں اس نے کیا تھا اور اس میں کسی سے بھی مباہلہ نہ کرنے کا عہد کر کے اس لعنت کو جو حلف قذف محصنات اور مباہلہ میں یکساں پائی جاتی ہے، ترک کرنے کا عہد کر لیا تھا۔ اس حلفی شہادت میں وہ اس خاکسار اور دوسرے علماء کو اس لعنت کا مورد بنانا چاہتا ہے جس کو ترک کرنے کا وعدہ دے چکا تھا) غالب نکلے اس فریق کو مؤمن برحق اور صادق سمجھا جائے اور فریق مغلوب کو ناحق پر اور کاذب۔

پھر ۲۳؍جولائی ۱۹۰۰ء کے اشتہار میں مرزا نے علماء اہل اسلام کے ساتھ عیسائیوں اور ہندوؤں کے علماء کو بھی شامل کر لیا ہے اور ان سب سے حقائق ومعارف قرآن بیان کرنے میں (ہندوؤں اور عیسائیوں کو بیان حقائق ومعارف قرآن کے چیلنج کرنا اور اس مقابلہ میں ان کو مسلمانوں کے ساتھ شامل کرنا وہ جیسا کہ اشتہار ۲۳؍جولائی کے (ص۴، سطر۹، مجموعہ اشتہارات ج۳،ص۳۴۲) میں پایا جاتا ہے) کوئی وجہ نہیں رکھتا۔ وہ قرآن کو متضمن حقائق ومعارف کب مانتے ہیں کہ ان کے بیان میں مرزا کا مقابلہ کریں اور آسمانی نشان دکھانے میں اور دعاؤں کے مقبول ہونے میں مقابلہ کرنا چاہئے اور اس اشتہار میں یہ بھی نوٹس دے دیا ہے کہ اس اشتہار کے بعد پندرہویں دن اسی مضمون کا اشتہار دیا جائے گا اور ان اشتہاروں کی تعداد کو چالیس تک پہنچایا جائے گا۔

ان درخواستوں کا جواب ہماری طرف سے وہی بیت ہے، جس کو ہم نے زیب عنوان کیا ہے۔ اس جواب کو ناظرین رسالہ اشاعۃ السنۃ سنین گزشتہ رسالہ (ج۱۳، لغایت ۱۸) جو بمقابلہ رسائل واشتہارات شش سالہ مرزا شائع ہو چکا ہے، کافی اور شافی سمجھیں گے اور داد انصاف دے کر کہیں گے کہ یہ جواب نہایت عمدہ ومفید مصداق ماقلّ ودلّ ادا ہوا ہے۔

کیونکہ ان اجلاد اشاعۃ السنۃ میں ایسی درخواستوں کا جواب قرآن وحدیث سے بارہا ادا ہو چکا ہے۔ لہٰذا اب ان درخواستوں کا جواب بحکم شہادت بیت مذکور یہی ہے کہ کچھ جواب نہ دیا جائے اور ان درخواستوں کو تکرار محض واعادہ بلا فائدہ سمجھ کر ان کے پیش کرنے والوں کو منہ نہ لگایا جائے۔ مگر جن لوگوں نے اشاعۃ السنۃ سنین گزشتہ کو اور اس کے مقابلہ میں تحریرات واشتہارات مرزا کو نہیں دیکھا یا دیکھ، پڑھ کر وہ بھول گئے ہیں۔ وہ اس جواب کا

لطف نہ پائیں گے۔ ان کی فہمائش کے لئے ہم اس اجمال کی تفصیل کرتے ہیں اور اپنے سابق مضامین کا جس میں ان درخواستوں کا جواب پایا جاتا ہے۔ صرف خلاصہ بیان کر دیتے ہیں، نئی کوئی بات نہیں کہتے۔ اس تفصیل و بیان پر ہم کو باعث دو امر ہوئے ہیں۔ وہ باعث نہ ہوتے تو ہم اتنا بھی نہ کہتے۔

**امر اوّل:** ناظرین کو اپنے اس دعویٰ کا (جو مضمون سابق میں ہم کر چکے ہیں) یقین دلانا کہ مرزا نے جو کچھ کہا ہے اس کا جواب اشاعۃ السنۃ میں ادا ہو چکا ہے۔ لہٰذا اب مرزا کی بحث وخطاب فضول ہے اور اس کو ''کان لم یکن'' سمجھ کر چھوڑ دینا مناسب ہے۔

**امر دوم:** یہ کہ بعض[۱] اشخاص نے ان درخواستوں کو واجبی اور لائق و مستحق جواب سمجھ کر ہم سے ان کے جواب کی درخواست کی ہے اور بعض[۲] نے ان درخواستوں کے جواب سے ہمارے سکوت اختیار کرنے پر ہماری نسبت یہ گمان کر لیا ہے کہ ہم مرزا کے دعاوی وخیالات کے موافق ہوگئے ہیں۔ ان دونوں فریق کی غلط فہمی اور سوء ظنی دور کرنے کے لئے، اس بیان وتفصیل کی ضرورت معلوم ہوئی۔

**اور وہ یہ ہے:**

مرزا شروع زمانہ دعویٰ نبوت ومسیحائیت ومجددیت ومہدویت سے آج تک اپنی تحریرات وتصنیفات میں وہی باتیں بار بار بیان کرتا ہے، جو ابتدائی رسائل فتح، توضیح، ازالہ وغیرہ میں بیان کر چکا ہے۔ مگر اس صورت وپیرایہ کو بدل کر اور ان پر دوسرا رنگ چڑھا کر جیسے زمانہ امام شافعی میں ایک شخص فروح نامی تیل فروش ایک ہی مشکیزہ سے اس کو مختلف منہ لگا کر جس قسم کا تیل چنبیلی وغیرہ کا کوئی مانگتا نکال دیتا تھا اور حقیقت میں وہ ایک ہی تیل ہوتا تھا یا جیسے اس زمانہ کے بعض عطّار واشتہاری طبیب مختلف بوتلوں سے ان پر مختلف لیبل لگا کر ایک ہی دوا نکال کر خریداروں کو یہ جتاتے اور ٹکے کماتے ہیں کہ یہ فلاں فلاں دوائیں ہیں۔

یہ باتیں جو اس وقت درخواست ۲۷؍جون ۱۹۰۰ء اور اشتہار ۱۳؍جولائی ۱۹۰۰ء میں اس نے کہیں ہیں۔ یہ اکثر وہی پرانی باتیں ہیں، جو فیصلہ آسمانی مطبوعہ ۲۷؍دسمبر ۱۸۹۱ء کے بڑی تختی کے (ص۱۶) میں اس نے کہی تھیں، ان میں صرف اجمال وتفصیل یا پیرایہ بیان کا فرق ہے۔ وبس!

ہم نے ۱۸۹۱ء کے رسالہ اشاعۃ السنۃ (نمبر۱و۲، ج۱۴) میں اس فیصلہ کا خلاصہ (ص۵ سے۱۴) تک چار صفحہ میں بیان کر کے اس کا جواب (ص۱۵ سے ۵۶) تک بیالیس صفحہ میں دیا ہے۔ اس مقام میں پہلے اس خلاصہ کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے۔ پھر اس جواب کا خلاصہ بیان ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

## خلاصہ فیصلہ آسمانی کا خلاصہ

مومن وکافر کا امتحان بحکم قرآن ان چار علامتوں سے ہوتا ہے۔

اوّل: بشارات سے، یعنی مومن کو اس کے مرادات اور اس کے دوستوں کے مطلوبات، قبل از وقوع بتائے جاتے ہیں۔

دوم: اطلاع مغیبات، یعنی مومنوں کو دنیا کے واقعات متعلقہ غیر پر قبل از وقوع اطلاع دی جاتی ہے۔

سوم: قبولیت دعوات، یعنی مومن کی اکثر دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

چہارم: کشف، عجائبات قرآن یعنی مومن کو قرآن کے ایسے عجائب معارف وحقائق ودقائق سوجھائے جاتے ہیں، جو پہلے کسی مسلمان مفسر، صحابی یا تابعی یا امام کو نہ سوجھے ہوں اور نہ کسی اسلامی کتاب تفسیر میں بیان ہوئے ہوں۔

پھر ان علامات کی شہادت سے مرزا نے اپنے اور اپنے مخالفوں کے امتحان ایمانی کی یہ صورت بیان کی ہے کہ لاہور میں ایک جنرل کمیٹی قائم کی جائے۔ جس کی شاخیں دور دراز ملکوں میں مقرر ہوں۔ وہ کمیٹی یا کمیٹیاں اپنا اپنا دفتر ورجسٹر بناویں۔ ان رجسٹروں میں مرزا اور اس کے مخالف مولویوں کے بشارات وپیش گوئیاں متعلقہ واقعات آئندہ ایک سال تک درج کرتے رہیں۔ پھر ان بشارات وپیش گوئیوں کا باہم موازنہ کیا جائے۔ پس جس فریق (مرزا یا اس کے مخالفوں) کی بشارتیں وپیش گوئیاں بہ نسبت فریق مخالف زیادہ سچ نکلیں وہ فریق مومن کامل تسلیم کیا جائے۔

پھر کہا ہے وہی کمیٹی مختلف امراض میں مبتلاء (مثلاً کوہڑیوں، اندھوں وغیرہ) اور اہل حاجات خواستگاران دعا کو بذریعہ اشتہارات لاہور میں طلب کریں اور ان سب کی درخواستیں ایک صندوق میں جمع کی جائیں۔ پھر ان کو قرعہ اندازی سے مرزا اور اس کے

مخالف مولوی باہم تقسیم کر کے ایک سال تک ان کے حق میں دعائیں کریں۔ پھر جس فریق کے لوگ کثرت سے شفا پائیں یا مراد کو پہنچیں وہ فریق مومن کامل تصور کیا جائے۔

پھر کہا اسی کمیٹی کے سامنے مرزا اور اس کے مخالف مولوی قرآن شریف کے ایسے عجائبات معارف وحقائق بیان کریں، جو پہلے کسی تفسیر میں نہ ہوں۔ پھر جس فریق کے بیان کردہ حقائق ومعارف خالی از تکلف ہوں، وہ مومن کامل وصاحب علم لدنی سمجھا جائے۔''

## خلاصہ جواب فیصلہ مذکور

اس درخواست کا جواب اشاعۃ السنۃ کے (ص۴۲) پر ادا ہوا ہے، جس کا خلاصہ تین امور مفصلہ ذیل ہیں:

۱...... قرآن وحدیث نے کسی کا امتحان ان چار علامتوں سے نہیں کیا اور نہ اس امتحان کا حکم دیا ہے، بلکہ قرآن کی سورہ ممتحنہ میں مہاجر عورتوں کے امتحان کا حکم ان کے اعتقاد واعمال کے پرکھنے سے ہوا ہے۔ بناءً علیہ لازم ہے کہ مرزا کے ایمان کا امتحان اس کے اقوال وعقائد کی تحقیقات سے کیا جائے، نہ ان علامات چہارگانہ سے۔ پھر مرزا کے اٹھارہ اقوال وعقائد جن کو علماء اسلام پنجاب وہندوستان نے مخالف اسلام قرار دیا ہے۔ بحوالہ نمبر، صفحہ کتاب ونقل اصل عبارت بیان کر کے کہا ہے کہ مرزا ان اقوال وعقائد کا مطابق قرآن واسلام ہونا ثابت کردے۔ تو اہل اسلام مرزا کو مومن ومسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ دینے کو تیار ہیں۔

۲...... جملہ اہل امراض کوڑیوں، اندھوں وغیرہ کو لاہور میں طلب کر کے جمع کرنا مشکل امر ہے۔ دنیا بھر کے کوڑھی لاہور میں جمع ہو جائیں گے۔ تو اتنا بڑا کوڑی خانہ کہاں ملے گا یا کون بنوادے گا اور ان کا خرچ خوراک روزمرہ کون اپنے ذمہ لے گا۔ بجائے اس کے بہتر اور آسان صورت یہ ہے کہ مرزا اپنے بڑی حواری اور خلیفہ سوم میاں کریم بخش سیالکوٹی کے (جس کو مرزائی پارٹی میں مولوی عبدالکریم کہا جاتا ہے اور وہ ٹانگ سے لنگڑا، سر سے کسی قدر گنجا، ایک آنکھ سے نیم کانا (احول) حق میں مرزا دعا کرے۔ اس کی دعا سے اس کی ٹانگ اور آنکھ درست ہوگئی اور سر پر بال جم گئے۔ تو تمام مسلمان مرزا کو مومن کامل وولی مان لیں گے، بلکہ مرزا کے مخالف مولوی بھی اس کو مسلمانی کا سرٹیفکیٹ دے دیں گے۔ کریم بخش کے حق میں اپنی کرامت وقبولیت دعا دکھانے میں مرزا کو کچھ عذر ہو تو اور اشخاص کے

حق میں جن سے ایسی دعا کی فیس بھی ہزار ہا روپیہ کھا کر مرزا ہضم کر چکا ہے اور اس کا ذکر ونام رسالہ (نمبر۱، ج۱۴، ص۱۱ و ۲۸) میں ہے، دعا کریں اور اس کا اثر دکھاویں اور اپنی مسلمانی کا سرٹیفکیٹ لے۔

۳...... آئندہ کی بشارتوں اور پیش گوئیوں کا امتحان بھی طوالت ومہلت طلب ہے، لہٰذا وہ اپنی پچھلی بشارتوں (مثلاً سردار بہادر سید امیر علی شاہ لاہوری۔ رسالدار پنشنر کے گھر میں فرزند پیدا ہوگا اور نواب صاحب معزول مالیر کوٹلہ کو شفا ہوگی، جس کے عوض وہ پانچ پانچ سو روپیہ لے کر کھا چکا ہے وغیرہ وغیرہ) اور پچھلی پیش گوئیوں (مثلاً مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری اپنی دختر مرزا کو نہ دے گا اور دوسرے شخص سے ان کا نکاح ہوگا۔ تو اس کا شوہر اڑھائی برس میں فوت ہوگا اور وہ دختر مرزا کے نکاح میں آئے گی یا عبداللہ آتھم عرصہ ۱۵ ماہ میں فوت ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ) کا سچا ہونا ایک مجلس منعقد کر کے ثابت کر کے اور ان بشارتوں وپیش گوئیوں کی تحقیقات کے لئے ایک کمیٹی مقرر کر کے اس کمیٹی سے ان کا سچا ہونا تسلیم کرا دے اور اپنی مسلمانی کا سرٹیفکیٹ لے۔

اسی کمیٹی کے فیصلہ سے پچھلے حقائق ودقائق بیانی مرزا کا امتحان کیا جائے مثلاً لیلۃ القدر سے کوئی رات مراد نہیں۔ بلکہ ایک ظلماتی زمانہ مراد ہے اور حضرت عیسیٰ مردہ کو زندہ نہ کرتے اور نہ اندھے، کوڑی کو اچھا کرتے اور نہ مٹی کا پرند بناتے، بلکہ یہ کام وہ مسمریزم سے کرتے، جو حقیقت میں کچھ نہ ہوتے۔

پس اگر وہ ان حقائق بیانیوں میں حسب فیصلہ کمیٹی مذکورہ صادق نہ نکلا، بلکہ اس حقائق بیانی کو اس کمیٹی نے الحاد وارتداد قرار دیا۔ ایسا ہی اس کی پچھلی بشارتوں اور پیش گوئیاں کو کمیٹی نے دھوکہ بازی اور دروغ گوئی ٹھہرایا تو پھر کسی عقل مند کے نزدیک اس کی آئندہ بشارتوں وپیش گوئیوں اور حقائق بیانیوں کا امتحان کب جائز ہوگا اور وہ مثل مشہور ''من جرب المجرب حلّت به الندامة'' کا مصداق کیونکر نہ ٹھہرے گا۔

یہ ہم نے بیالیس (۴۲) صفحہ کا خلاصہ دو صفحہ میں بیان کیا ہے۔ اصل جواب کو ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے تو امید ہے، اس کے لطف وذوق سے حظ اٹھائیں گے۔ (جو پہلے شامل کتاب ہے)

اور بالمقابل تفسیر لکھنے کا جو مرزا نے اشتہار ۲۲؍جولائی ۱۹۰۰ء (مجموعہ اشتہارات ج سوم،ص۳۴۲) میں دعویٰ کیا ہے، یہ بھی اس کا پرانا دعویٰ ہے۔ جو کتاب وساوس کے (ص۶۰۲، خزائن ج۵،ص۶۰۲) اور دیگر کتب ورسائل میں اس نے کیا ہے۔ اس کا جواب ۱۸۹۲ء کے اشاعۃ السنۃ (نمبر۸، ج۱۵،ص۱۹) وغیرہ میں دیا ہے۔ جو بعینہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

قادیانی صاحب! میں آپ کے مقابلہ میں عربی میں تفسیر لکھنے کو حاضر ہوں، حاضر ہوں، جب چاہیں اور جس مقام میں چاہیں۔ لاہور میں، خواہ بٹالہ میں مجھے بلالیں، میں فوراً حاضر ہو جاؤں گا اور چونکہ آپ ہی اس مقابلہ کے مدعی ہیں، میں نہیں۔ لہٰذا آپ ہی پر اس مجلس کا اہتمام وانتظام واجب ہے۔ آپ شوق سے انعقاد مجلس کا اہتمام کریں اور مجھے بلاویں اور اگر آپ نے پسند کیا یا اکثر ارکان مجلس نے پسند کیا۔ (ناظرین اس شرط کو ملاحظہ فرمائیں، اس میں بشرط رضامندی مرزا اور ارکان مجلس کے مرزا کی سابق عربی عبارت ومعارف کا امتحان تجویز کیا ہے، نہ قطعی طور پر وبلاشرط) تو اس مجلس میں پہلے آپ کی سابق تحریرات عربی خصوصاً خطبہ وساوس کو جس پر آپ کو اور آپ کے اتباع کو بڑا ناز ہے، پیش کیا جاوے گا۔

اور ایسا ہی آپ کے سابق بیان کردہ اسرار ومعارف وحقائق قرآن کو جو اپنے رسالہ فتح اسلام، توضیح المرام، ازالہ اوہام اور کتاب وساوس میں بیان کئے ہیں۔ اس مجلس علماء میں پیش کیا جائے گا۔ ان عبارات کی کریہہ عربی کو سن کر اگر حاضرین بامذاق کو متلی شروع ہوگئی اور میرے بیان سے اور بھی ان عبارات میں آپ کی غلطیاں صرفی وادبی ثابت ہوگئیں اور آپ کے اسرار وحقائق کا کفر والحاد ہونا ثابت ہوگیا، تو پھر آپ کو دوبارہ امتحان دینے کے لئے عبارت آرائی اور حقائق فرمائی کی تکلیف اٹھانے اور چالیس روز تک اس تکلیف کے لئے کسی جگہ مقید رہنے کی حاجت نہ رہے گی اور آپ کی حقیقت کس وناکس کو معلوم ہو جائے گی۔

اور اگر اس مجلس میں آپ کی سابق عربی واقعی اور صحیح عربی بن گئی اور آپ کے اسرار وحقائق کی حقانیت ثابت ہوگئی۔ تو پھر میں آپ کے مقابلہ میں عربی تفسیر لکھوں گا یا (اگر آپ کی سابق عربی دانی واسرار بیانی کی ہیبت دل پر پڑ گئی تو) میں آپ کے مقابلہ سے عاجز ہوکر آپ کو اس مجلس میں بڑا عالم عربیت وادیب ونکتہ رس وحقیقت شناس مان لوں گا اور آپ کو جاہل سمجھنے کی میں غلطی کا اقرار کروں گا۔

اب آپ مجلس کے انتظام واہتمام میں توقف نہ کریں اور نہ آپ کوئی عذر وچون وچرا انعقاد مجلس میں پیش کریں اور اسی مجلس کے تصفیہ پر راضی ہوجائیں۔ مجلس سے پہلے اس عذر کو بذریعہ تحریر پیش کر کے ایک اور نئی بحث شروع نہ کردیں، جس سے مطلب اور مقصود کے دور پڑ جانے کا اندیشہ ہو۔

یہ جواب بھی جواب فیصلہ آسمانی کی طرح پورا پورا نقل نہیں ہوا۔ ناظرین پورا ملاحظہ فرمائیں گے تو جواب فیصلہ آسمانی کی طرح اس سے بھی ایک لطف اٹھائیں گے۔ (یہ پہلے اسی کتاب میں موجود ہے)

ناظرین! ہمارا یہ جواب مرزا کے دیکھنے میں آیا تو اس نے ہماری تحریر کے مطابق جلسہ کرنے اور اپنی عربی دانی کی حقیقت کھولنے سے گریز کیا اور بظاہر یہ بہانہ کیا کہ میری درخواست کو مخاطب نے ٹلایا ہے اور اس پر رسالہ (کرامات الصّادقین ص۲۲و۲۳، خزائن ج۷ص۶۵،۶۴) میں یہ ریمارک کیا اور کہا ''کہ رسالہ اشاعۃ السنۃ (نمبر۸، ج۱۵،ص۱۹۰ سے ۱۹۲) تک بغور پڑھنا چاہئے کہ کیونکر اس نے رکیک شرطوں سے اپنا پیچھا چھوڑایا ہے۔

چنانچہ ان صفحات میں لکھا ہے کہ اس مقابلہ سے پہلے کتاب دافع الوساوس کی عربی عبارات کی غلطیاں ثابت کریں گے۔ (ناظرین! میری عبارت منقولہ کو دیکھو اس میں بشرط رضامندی مرزا وارکان مجلس یہ بات تجویز کی گئی ہے یا قطعی طور پر وبلاشرط) اور نیز فتح اسلام اور توضیح المرام کے کلمات کفروالحاد پیش کریں گے اور نیز ان پچاسی سوالات کا جواب طلب کریں گے۔ جو مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری کی موت کی نسبت مراسلت نمبر۲۰ مؤرخہ ۹رجنوری ۱۸۸۳ء میں ہم لکھ چکے ہیں............ اسی طرح سلسلہ وار جواب الجواب کا جواب پوچھا جائے گا۔ (ناظرین عبارت منقولہ میں یا تمام جواب میں یہ باتیں کہاں پائی جاتی ہیں۔ غور سے جواب کو پڑھیں اور انصاف سے داد دیں) پھر تفسیر عربی میں مقابلہ کیا جائے گا۔''

ناظرین! ہم اس کے جواب میں اور کچھ نہیں کہتے، بھاگے بھگائے ہوئے مرزا کو پھر اپنا مخاطب نہیں بناتے۔ ہم بھی اپنے ناظرین سے یہی درخواست کرتے ہیں کہ وہ اشاعۃ السنۃ کو ملاحظہ فرما کر داد انصاف دے کر کہیں، کہ جو باتیں اس قول میں مرزا نے میری طرف منسوب کی ہیں، میں نے اس جواب میں کہاں کہی ہیں؟ میں نے کیا کہا اور مرزا نے اس کو کیا بنالیا اور بالمقابلہ عربی تفسیر لکھنے کو اس نے ٹلایا۔

بعض لوگ جو مرزا کے حال وحقیقت سے واقف نہیں اور اس کے دام میں پھنس گئے ہیں یا وہ ہنوز اس کی نسبت متردد و مذبذب ہیں۔ اس قسم کے جواب درخواست مرزا کو سن کر یہ کہتے ہیں کہ کیوں مرزا کی ہر ایک درخواست کو بغیر کسی شرط کے مقبول نہیں کیا جاتا اور کیوں اس کی سابق عربی عبارات اور پیش گوئیوں اور بشارات کے امتحان کی تجویز کو (مرزا کی رضامندی اور حاضرین جلسہ کے پسند کرنے کی شرط ہی سے سہی) پیش کیا جاتا ہے۔ علماء وقت کو چاہئے کہ جس امر میں مرزا مقابلہ کرنا چاہئے اسی میں اس کے مقابلہ میں فوراً کھڑے ہو جائیں اور اپنی کوئی شرط پیش نہ کریں اور مثل مشہور: ''دروغ گورا تا بخانہ باید رسانید'' کو عمل میں لاویں۔

ان لوگوں کے خیال ومقال کا جواب یہ ہے کہ ایسا تب ہوسکتا ہے یا ہونا چاہئے تھا، جب کہ علماء وقت مرزا کو مخاطب صحیح اور منہ لگانے کے لائق سمجھتے۔ وہ نہ تو مرزا کو عالم علوم ظاہری سمجھتے ہیں۔ نہ اہل باطن صاحب قوت قدسیہ خیال کرتے ہیں۔ وہ اس کو علوم ظاہری سے جاہ وقوت باطنی سے بے بہرہ سمجھتے ہیں۔

اور جو وہ دعویٰ کرتا ہے (جیسے عربی نویسی کے مقابلہ کا دعویٰ یا باطنی طاقت سے نشان نمائی کا دعویٰ) اس کو وہ شعبدہ بازی یا مداریوں کی سی لاف وگزاف سمجھ کر اس کو منہ لگانا نہیں چاہتے۔ رہا جھوٹے کو ملزم کرنا اور مثل مشہور: ''دروغ گورا تا بخانہ باید رسانید'' پر عمل کرنا۔ سو اس کی سابق کارستانیوں (سابق عربی نویسی وبشارتوں وپیش گوئیوں کے اگزیمیشن (امتحان سے) بغیر کسی تکلیف اٹھانے اور وقت خرچ کرنے کے ہوسکتا ہے۔

علماء وقت کے مقابلہ میں مرزا کے ایسے دعوے، اس دعویٰ کی مثل یا نظیر ہیں کہ (۱) ایک مریل آدمی جہان کے پہلوانوں سے کشتی لڑنے کا دعویٰ اور چیلنج کرے۔ (۲) یا فقیر قلّاش روئے زمین کے بادشاہوں کو الٹی میٹم (لڑائی کا آخری نوٹس) ارسال کرے (۳) یا ایک طفل مکتب دنیا کے عالموں فاضلوں کو مباحثہ کے لئے بلائے۔ (۴) یا ایک پنساری یا بناوٹی طبیب اشتہاری مسلم الثبوت وڈگری یافتہ ڈاکٹروں اور سندی خاندانی طبیبوں سے معالجہ میں مقابلہ کرنا چاہئے۔

پس کیا ممکن اور بحکم عقل جائز ہے کہ کوئی نامی پہلوان یا کسی سلطنت کا بادشاہ یا کوئی

مسلم الکل عالم وفاضل یا مسلم شدہ ڈاکٹر یا حکیم اس کندہ ناتراش مقابل کے مقابلہ کے لئے میدان میں علم بلند کرے۔نہیں،نہیں، ہرگز نہیں۔

ان چار مثالوں کو مرزا کے معتقد اور اس کو کوئی چیز سمجھنے والے حسب حال نہ سمجھیں، تو ان کی فہمائش کے لئے دو مثالیں،مرزا کے گھر لگتی پیش کی جاتی ہیں۔

۱...... ملاّ محمد بخش منیجر اخبار جعفرزٹلی لاہور نے بارہا مرزا کو مباحثہ ظاہری کے لئے بلایا ہے۔

۲...... باطنی امور کشف وکرامت وقبولیت دعا میں مقابلہ کے لئے میاں ارادت خان مرحوم ساکن موضع کردالیاں علاقہ بٹالہ نے بذریعہ مریدان مرزا، اس کو بارہا بلایا ہے۔ان دونوں صاحبوں کے مقابلہ کے لئے کبھی مرزا تیار نہیں ہوا۔جس کی وجہ بجز اس کے اور کچھ نہیں بتایا کہ وہ ان کو مخاطب صحیح نہیں سمجھتا۔

ایسا ہی مرزا کو دعاوی مذکورہ میں سمجھو اور ہرگز امید نہ رکھو کہ کوئی کسی فرقہ کا عالم اس کے مقابلہ کا ارادہ کرے اور مرزا کو یہ عزت دے۔اس وقت تک جو بعض علماء ہندوستان وپنجاب نے اس کے مقابلہ میں قلم اٹھایا یا کسی مجلس میں اس کو ساکت وملزم کیا ہے تو باوجودیکہ وہ اس کو مخاطب صحیح اور منہ لگانے کے لائق نہ سمجھتے تھے۔صرف اس غرض سے اس سے مخاطب ہوئے ہیں کہ ناواقف لوگ جو اس کو عالم یا فقیر اہل دل سمجھ کر اس کے پیرو ہوگئے یا ہونا چاہتے ہیں۔اس کے بے علم اور کور باطن ہونے سے آگاہ ہوجائیں۔لہٰذا انہوں نے بحکم ضرورت ننگ وعار کو گوارا کر کے اس کو مخاطب کر کے ملزم کیا ہے اور اس کو الزام بھی اسی کے مسلمات واقوال سے دیا ہے۔جیسا کہ اس کی درخواست مذکور سے جواب میں ہم نے تجویز کیا ہے۔

یہ غرض ان علماء کی بخوبی حاصل ہوگئی ہو اور اس کا علوم ظاہری سے بے علم اور فیوض باطنی سے بے بہرہ ہونا، کس وناکس پر ثابت ہوچکا ہے۔تو اب کسی عالم کا اس کو اپنا مخاطب بنانا فضول ہے اور بلاضرورت ننگ وعار کو گوارا کرنا ہے۔اسلام میں اس کی یہ وقعت وقدر دیکھ کر اس کے دعاوی مذکور کو نظائر اربعہ مسطورہ بالا کی مانند سمجھ کر علماء غیر اقوام نے بھی اس کو منہ لگانا نہیں چاہا اور اس کے مقابلہ کے لئے میدان میں نکلنے کو موجب عار سمجھا ہے۔

زمانہ سابق میں اس نے بارہا اقوام غیر کے لیڈروں کو مخاطب کیا۔پر انہوں نے اس کو منہ نہ لگایا۔ایک دفعہ اس نے ایک اشتہار اردو، انگریزی میں بیس ہزار کاپی چھپوا کر

ایشیاء اور یورپ کے مختلف مذاہب کے لیڈروں اور عالموں کے پاس بھیجا تھا۔ جس میں برائے نام وبلطور تمہید، اسلام کے کمالات ذکر کر کے اپنی کرامات وغیب دانی وکشف بیانی وقبولیت دعا کا دعویٰ کیا تھا۔ اس اشتہار کو بھی کسی نے عزت کی نگاہ سے نہ دیکھا اور اس کو جواب باصواب سے مخاطب نہ کیا۔ ایک پادری نے اس کا جواب دیا تو یہ دیا کہ ہم نے تیرے اشتہار کو آگ میں ڈال دیا ہے۔

آج کل لارڈ بشپ لاہور کو اس نے مباحثہ کی طرف بلایا تو وہاں سے بھی یہی جواب ملا کہ تم بحث وخطاب کے لائق نہیں ہو۔ گورنمنٹ اور ارکان سلطنت گورنمنٹ کو بھی یہ دلیر بہادر اشتہارات وچٹھیات ورسائل میں اپنا مخاطب بناتا ہے۔ مگر ادھر سے صدائے برنخاست کا نقشہ نمودار ہوتا ہے اور اس کی تحریرات ورسائل کی رسید تک نہیں آتی، چہ جائے کہ جواب وخطاب۔

پس جس شخص کی گھر میں اور باہر یہ وقعت ہو، اس کو کوئی کیونکر مخاطب کرے اور اس کے ہر ایک دعویٰ پر جس کا اس کو بارہا جواب دیا گیا ہو۔ مگر وہ اس کو فرط دلیری سے ہضم کر جاتا ہو۔ کون لنگر لنگوٹا کس کر میدان مقابلہ آ کھڑا ہو۔ جو ایسا کرے گا وہ ویسا سمجھا جائے گا اور اسی کی قطار وشمار میں عقلاء روزگار کے نزدیک داخل ہوگا۔ اس لئے اے ناظرین! علماء وقت ہر ملت ومذہب کے اس کو منہ نہیں لگاتے اور اس کی اس درخواست کا جواب نہیں دیتے۔

(اشاعۃ السنۃ ج۱۹، نمبر۴، ص۱۱۳ تا ۱۲۷)

# حاشیہ جات

۱؎ ازانجملہ ایک شخص میاں الٰہی بخش ساکن کوٹلی صورت ہیں، سابق پنسال نویس نہر باری دواب۔ دوسرے میاں رحیم بخش عرضی نویس رعیہ ضلع سیالکوٹ ان کے اصل خطوط ہم بخوف طوالت نقل نہیں کر سکتے۔ ان خطوں کے ایک سوال کو نقل کر کے اس کا جواب خاتمہ مضمون پر دیا جائے گا۔

۲؎ ہم کو ان لوگوں کے نام معلوم نہیں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اپنے کارڈ ۷؍جولائی ۱۹۰۰ء میں ان کا ذکر بایں الفاظ کرتے ہیں۔ آپ کی خاموشی کو قوم حیرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے، بلکہ بعض کو شبہ ہوتا ہے کہ کہیں مرزا کی پیش گوئی (موافقت) کا ظہور نہ ہو، خدا نہ کرے، جن صاحبوں نے ان کے نام دریافت کرنے ہوں وہ مولوی ثناء اللہ سے خط وکتابت کریں۔ فقط!

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

# ضروری نوٹ

جس میں مرزا کو حکم کہلانے کا مغالطہ ظاہر کیا گیا ہے

## اور جلسہ لاہور کی مختصر کیفیت

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱...... درخواست ۲۷رجون اور اشتہارات ۲۰، ۲۱رجولائی ۱۹۰۰ء میں بہت سی باتیں مخالف تحقیق وبرخلاف اسلام مرزا نے کہی ہیں۔ جس کا مخالف اسلام ہونا اشاعۃ السنۃ سنین گزشتہ میں ثابت ہو چکا ہے۔ لہٰذا ان سے تعرض ہمارے ذمہ نہیں رہا۔ جو شخص ہمارے رسائل سنین گزشتہ کو بغور ملاحظہ کرے، وہ ان باتوں کا مخالف تحقیق وبرخلاف اسلام ہونے کا یقین کرسکتا ہے۔ ایک بات درخواست ۲۷رجون میں نئی کہی گئی ہے اور اس کی بابت مراسلت مندرجہ حاشیہ ومتن ہم سے رائے طلب کی گئی ہے۔ لہٰذا بپاس خاطر راقم مراسلت میاں الٰہی بخش ومیاں رحیم بخش اس نئی بات کی نسبت نہ صرف اپنی بلکہ تمام علماء اہل اسلام کی رائے، اسی پچھلے رسالہ اشاعۃ السنۃ سے ظاہر کی جاتی ہے۔

وہ بات یہ ہے جو درخواست ۲۷رجون کے (۴و۵) میں کہی گئی ہے کہ ''مرزا مسیح موعود ہے اور مسیح موعود کو حکم کہا گیا ہے اور حکم کا حق ہے کہ ایسی حدیثوں کو (یعنی جن کو مرزائی خلاف قرآن سمجھتے ہیں) رد کرے اور خدا سے الہام پاکر موضوع ٹھہراوے۔ اگرچہ وہ دس لاکھ یا اس سے زیادہ ہوں۔ یہ صریح حیا اور شرم اور ایمان کے برخلاف ہے، کہ مرزا کو مسیح موعود مان کر پھر اس بات پر زور دیا جاوے کہ وہ ذرا بھی ہمارے مسلمات میں دخل نہ دے۔''

اس بات کی نسبت اسلامی رائے اشاعۃ السنۃ (نمبر۵، ج۱۳ کے ص۱۵۶و۱۵۷و۱۶۰) وغیرہ فتویٰ بحق مرزا بیان ہو چکی ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ مسلمانوں نے جو واقعی مسیح موعود اور آنے والے مسیح ابن مریم کو حکم مانا ہوا ہے۔ تو اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ قرآن اور حدیث پر حکم یعنی حاکم ہوگا۔ بلکہ مسلمانوں کے اس کو قرآن اور حدیث کا جس کا دوسرا نام سنت ہے، محکوم مانا ہوا ہے، نہ حکم اور ان کا یہ اعتقاد ہے کہ مسیح موعود شریعت محمدیہ (قرآن حدیث) کا تابع ہوکر لوگوں پر حکم ہوگا اور لوگوں پر ان امور میں جن میں وہ قرآن، حدیث چھوڑ جائیں گے، قرآن حدیث کے موافق حکم کرے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو دوسرے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی کتاب توریت کی تابع تھی۔ آنحضرت ﷺ کے وقت میں خود حضرت موسیٰ علیہ السلام جو متبوع تھے، آتے تو وہ بھی آنحضرت ﷺ کی شریعت، قرآن وحدیث کے تابع ہوتے۔ لہٰذا مسلمانوں کی رائے اور قرارداد میں حیا اور شرم اور ایمان کے برخلاف یہ بات ہے کہ مسیح موعود کو قرآن اور حدیث پر حکم تسلیم کیا جائے اور ان کے نزدیک ایمان وحیا کا لازمہ ہے کہ جو مسیح موعود بن کر کسی آیت قرآن کا خلاف کرے یا کسی حدیث صحیح کو موضوع کہے اور قرآن حدیث پر حکم بننے کا دعویٰ

کرے، اس کو اسلام سے خارج سمجھ کر اس کے اتباع سے بچیں اور اس کو منجملہ ان تیس اشخاص دجاجلہ کے سمجھیں، جو آنحضرت ﷺ کے بعد جھوٹا دعویٰ نبوت کریں گے۔ (نمبر۶، ج۱۳ کے ص۱۷۲) میں فتویٰ علمائے پنجاب بحق مرزا ملاحظہ ہو۔

۲...... خاکسار نے تو مرزا کے دعویٰ بالمقابلہ تفسیر نویسی اور نشان نمائی کو اس کی قدیم لاف زنی سمجھ کر اور اس لاف زنی کے مقابلہ میں اسی پرانے جواب کو جو اس مقام میں (ج۱۴، ۱۵) سے نقل کیا گیا ہے، کافی خیال کر کے اعراض اختیار کیا اور اپنی بعض ذاتی اور قومی ضرورتوں کے لئے شملہ پہنچا۔ مگر سید مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ نے مرزا کی دعوت کو قبول کیا اور ایک جمعیت کے ساتھ لاہور میں تشریف لائے اور کئی دن تک مرزا کو بلا کر اس کے لاہور آنے کے منتظر رہے۔ مگر مرزا نے نہ آنا تھا اور نہ آیا۔ آخر پیر صاحب میدان جیت کر وطن کو واپس تشریف لے گئے۔ اس کی مفصل کیفیت بعنوان ''روئیداد جلسہ اسلامیہ'' مطبع مصطفائی لاہور میں باریک ۱۰ صفحہ میں چھپ کر شائع ہوئی ہے کہ اس مقام میں اس کا خلاصہ تین صفحہ میں بیان کرتے ہیں۔

اس روئیداد میں بعد حمد وصلوٰۃ لکھا ہے:

ناظرین! ۵ر جنوری ۱۸۹۹ء کو مرزا غلام احمد قادیانی ایک مقدمہ فوجداری میں زیر دفعہ ۱۰۷۔ ضابطہ فوجداری بعدالت صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور بحیثیت ملزم حاضر تھا۔ اخیر تاریخ فیصلہ پر اس کو ایک مفصل اقرارنامہ بوجہ بریت لکھنا پڑا، جس کی پہلی تین شرطیں حسب ذیل تھیں کہ:

۱...... وہ ایسی پیش گوئی شائع کرنے سے پرہیز کرے گا، جس کے یہ معنی خیال کئے جاسکیں کہ کسی شخص کو (مسلمان، ہندو، عیسائی وغیرہ) ذلت پہنچے گی یا وہ مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

۲...... وہ خدا کے پاس ایسی اپیل (دعا) کرنے سے اجتناب کرے گا کہ وہ کسی شخص کو ذلیل کرنے سے یا ایسے نشان ظاہر کرنے سے کہ وہ مورد عتاب الٰہی ہے۔ یہ ظاہر کرے کہ مذہبی مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔

۳...... کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہے گا، جس کا یہ منشاء ہو یا ایسا منشاء رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص ذلت اٹھائے گا یا مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

اس اقرارنامہ کے تحریر کردینے کے بعد چند روز تک بہ تبعیت اقرارنامہ مذکور مرزا قادیانی خاموش رہا۔ مگر اس کی پیروی کرنے اور بربناء اس کی خاموشی اختیار کرنے، میں آمدنی اور چندہ پر ایک معتدبہ اثر پڑا اور ''الہامی یا قوتیوں میں فرق آیا'' اور پرانے رفیق منشی الٰہی بخش صاحب ملہم، منشی عبدالحق صاحب اکونٹنٹ، حافظ محمد یوسف صاحب ضلع دار نہر، ڈپٹی فتح علی شاہ صاحب اور دیگر اچھے

اچھے پیرو پھر گئے۔ تو مرزا کو ضرورت نفس نے مجبور کیا کہ پھر وہی پرانی طرز اختیار کر لے۔

اور تب اشتہارات منارۃ المسیح، معراج یوسفی، معیار الاخیار نکالے۔ مگر اس سے بھی مطلب بر آری نہ ہوئی۔ تو سوچ سوچ کر حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف اور دیگر ۸۶ معزز علمائے کرام وصوفیائے عظام کو بالخصوص اور باقی تمام علماء وصوفیاء پنجاب، ہند کو بالعموم مباحثہ کے لئے مقام لاہور بمقابلہ خود دعوت دی اور ان الہامات سے کام لیا، جن کے عدم شیوع کی نسبت وہ اقرار نامہ مذکورۃ الصدر میں اقرار کر چکا تھا اور یہ چاہا کہ پیر صاحب موصوف میرے مقابلہ میں مباحثہ تقریری وتحریری (تفسیر الفرقان) کریں اور اپنے الہام ہائے متعددہ سے جتایا کہ پیر صاحب ایسا مباحثہ کرنے میں بالکل ناکام رہیں گے۔ بلکہ یہاں تک تھا کہ وہ اس مباحثہ کے واسطے لاہور تک بھی نہیں آئیں گے اور اگر ایسا کریں گے تو میرا غالب ہونا متصور نہ ہوگا۔

چنانچہ ایک جگہ لکھتا ہے کہ: ''میں مکرر لکھتا ہوں کہ میرا غالب رہنا اس صورت میں متصور ہوگا کہ جب پیر مہر علی شاہ صاحب بجز ایک ذلیل اور قابل شرم اور رکیک عبارت اور لغو تحریر کے کچھ بھی لکھ سکیں اور ایسی تحریر کریں، جس پر اہل علم تھوکیں اور نفرین کریں۔ کیونکہ میں نے خدا سے یہی دعا کی ہے کہ وہ ایسا ہی کرے اور میں جانتا ہوں کہ وہ ایسا ہی کرے گا اور اگر پیر مہر علی شاہ صاحب بھی اپنے تئیں مومن مستجاب الدعوات جانتے ہیں تو وہ بھی ایسی ہی دعا کریں اور یاد رہے کہ خدا تعالیٰ ان کی دعا ہرگز قبول نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے مامور، مرسل کے دشمن ہیں، اس لئے آسمان پر ان کی عزت نہیں۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۳۳۵)

گو یہ اشتہار سخت بے ادبانہ اور ناقابل خطاب اور صریحاً خلاف شرائط اقرار نامہ محررہ مذکورہ کے تھا، جو کہ مرزا نے اس خیال پر شائع کیا تھا کہ علمائے ہندوستان وغیرہ تو مجھے فتویٰ کفر دے چکے ہیں اور پیر صاحب کبھی میرے مقابلہ میں آنے کی پرواہ نہیں کریں گے۔ کیونکہ (صوفیاء بحث مباحثہ سے کنارہ کش رہتے ہیں اور اپنا وقت ایسے جھگڑوں میں ضائع نہیں کرنا چاہتے) پس نہ تو مقابلہ ہوگا اور نہ بحث۔ بلکہ یوں ہی مفت کی شہرت سے میرا کام بن جائے گا۔

مگر دقت یہ واقع ہوئی کہ پیر صاحب موصوف بنظر اس کے کہ مرزا کو عوام الناس میں جھوٹی شیخی بگھارنے کا موقع نہ ملے، بالمقابل اشتہار کے ذریعہ سے بوجہ ہمدردی اسلام، مباحثہ کے لئے آمادہ ہوگئے اور حسب الدرخواست اس کے ۲۵؍اگست ۱۹۰۰ء تاریخ مباحثہ مقرر کی۔ چنانچہ تاریخ مذکور پر پیر صاحب لاہور تشریف لے آئے۔ مرزا کا اصلی منشاء تو صرف اپنی شہرت وتشہیر کا تھا۔ بقول شاعر:

ہم طالب شہرت ہیں ہمیں ننگ سے کیا کام بدنام بھی گر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

یہ مقصد تو اس ہتھکنڈہ سے اچھی طرح حاصل ہو چکا تھا۔ باقی رہا واقعی مقابلہ۔ سو اس کا جان گداز خیال مرزا کو لاہور، دہلی، لدھیانہ وغیرہ مقامات کا وہ پرانا اور پردرد نظارہ کا سماں (جس میں اس کی خفت اور بےعزتی میں کوئی دقیقہ نہیں رہا تھا) دکھلاتا تھا۔ اس لئے مرزا نے لاہور تک آنا گوارا نہ کیا۔ پیر صاحب ۲۴؍تاریخ سے ۲۹؍اگست ۱۹۰۰ء تک برابر لاہور میں مقیم رہ کر مرزا کی آمد کے منتظر رہے اور ہر دو وقت صبح ۷ بجے سے ۱۲ بجے دوپہر۔ نیز ۵ بجے سے ۷ بجے شام تک مجلس عام میں جس میں عموماً معززین اسلام وعلمائے کرام صدہا موجود ہوتے تھے، مرزا کے عقائد کی تردید فرماتے رہے۔ مگر مرزا جی لاہور نہ آئے۔

۲۴؍تاریخ سے ۲۶؍اگست کی شام تک انتظار کر کے جملہ سرکردگان اہل اسلام کی رائے سے تجویز ہوا کہ صبح ۲۷؍اگست ۱۹۰۰ء کو مسجد شاہی واقع لاہور میں ایک عام جلسہ منعقد کیا جاوے اور اس میں جو کارروائی من اولہ الیٰ آخرہ دربارہ مناظرہ ومباحثہ مولانا المکرّم حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب ودیگر علمائے عظام وصوفیاء کرام اور مرزا کے مابین ہوئی ہے۔ ضبط تحریر میں لا کر پڑھی اور عوام الناس کو سنائی جائے اور آئندہ کے واسطے مرزائی حرکات کے متعلق مناسب تدابیر سوچی جاویں اور نیز جو صاحبان دور دراز مقامات سے تشریف لائے ہیں، ان کا شکریہ ادا کیا جائے۔

باوجودیکہ یہ تجویز نہایت تنگ وقت پر سوچی گئی تھی اور رات کے آٹھ، نو بجے ایک معمولی منادی کے ذریعہ سے شہر میں اطلاع دی گئی تھی۔ تاہم تقریباً آٹھ، دس ہزار آدمی مسجد مذکور الصدر میں جمع ہوگئے۔ جناب پیر مہر علی شاہ صاحب ودیگر مشائخ کرام وعلمائے عظام ۲/۱:۶ بجے صبح کے تشریف لائے اور کارروائی جلسہ شروع ہوئی۔

اس کے بعد جلسہ کی کارروائی اور علماء حاضرین جلسہ کی تقریریں نقل کی ہیں۔ پھر (ص۷) میں اس جلسے کا نتیجہ یا فیصلہ امور ذیل بیان کئے ہیں:

۱…… مرزا غلام احمد قادیانی کو تحقیق حق منظور نہیں اور وہ خواہ مخواہ بزرگان دین ومعززین اسلام کو اپنی شہرت کے واسطے مخاطب کر کے دیگر اشخاص کے مصارف سے اپنی شہرت و مشہوری کرانا چاہتا ہے اور یہی اس کا مقصود ہے۔

۲…… اس موقع پر اس نے حضرات پیر صاحب کو مع دیگر علماء کے خود بخود دعوت مباحثہ دے کر تکلیف دی اور وقت پر مقابلہ میں آنے سے عمداً گریز کر کے اپنی لاف زنی سے ناحق صدہا بزرگان دین ومعززین اہل اسلام کا وقت ضائع کیا۔ بلکہ کئی ایک طرح کے حرج وہزاروں روپیہ کے مالی نقصان کا انہیں متحمل کیا۔

۳...... اس کے عقائد بالکل خلاف قرآن کریم وسنت رسول اللہ ﷺ وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہیں۔
۴...... اس کے دعوے بالکل غلط وبے بنیاد اور لغو ہیں۔
۵...... وہ آنحضرت ﷺ کا مخالف خود رسالت کا دعوے دار ہے۔ وہ اپنے اشتہار معیار الاخیار مندرجہ (مجموعہ اشتہارات ج۳،ص۲۷۰) میں یوں لکھتا ہے۔ ’’قل یا ایّھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً‘‘ ترجمہ: یعنی اے غلام احمد تو تمام لوگوں کو کہہ دے کہ میں تمہارے لئے رسول اللہ ہوں۔
۶...... وہ قرآن مجید کی آیتوں کو اپنے پر نازل ہونا تحریر کرتا ہے اور قادیان کو بیت اللہ سے نسبت دیتا ہے اور مسجد قادیان کو مسجد اقصیٰ کہتا ہے اور معراج آنحضرت ﷺ سے منکر ہے۔
۷...... وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح القدس کی سخت توہین کر رہا ہے۔
۸...... وہ بزرگان دین کے حق میں بے جا وہتک آمیز تحریریں شائع کر کے ان کی دل شکنی کر رہا ہے۔
۹...... وہ اپنے من گھڑت الہاموں اور فضول دعوؤں سے ناحق دنیا کو دھوکہ دے رہا ہے۔
۱۰...... اس کی اور اس کے حواریوں کی تحریریں سخت بدتہذیب اور ناجائز الفاظوں سے لبریز ہوتی ہیں۔
۱۱...... اس کی عام اسلامی مخالفت اور خلاف دینی عقائد کے باعث اسے علماء ہندوستان وغیرہ فتویٰ کفر دے چکے ہوئے ہیں۔

پس بلحاظ وجوہات مذکورہ بالا جملہ حاضرین جلسہ کی اتفاق رائے سے یہ قرار پایا کہ یہ شخص مخاطب ہونے کی حیثیت نہیں رکھتا اور شرمناک دروغ گوئی سے اپنی دکانداری چلانا چاہتا ہے اور اس نے ہمیشہ بے اصول بحث اور متناقض دعاوی سے چالبازی اور حیلہ جوئی کو اپنا شعار کر لیا ہے اور شرفاء کی پگڑیاں اتارنے اور بازاری وعامیانہ حرکات سے اپنی روزی کمانے کا پاکھنڈ اس نے بنا رکھا ہے۔

اور مذہبی مباحثات میں جو آزادی ہماری عادل گورنمنٹ نے اس کو دے رکھی ہے، اس کو بے جا طور پر استعمال کر کے ہندوستان کے مختلف فرقوں میں فساد اور عناد بڑھانا چاہتا ہے۔ اس لئے آئندہ کوئی اہل اسلام مرزا قادیانی یا اس کے حواریوں کی کسی تحریر کی پروا نہ کریں اور نہ ان سے مخاطب ہوں اور نہ ہی انہیں کچھ جواب دیں۔ کیونکہ اس کے عقائد وغیرہ بالکل خلاف اسلام ہیں۔ (اشاعۃ السنۃ ج۱۹ نمبر۴،۵، ص۱۲۸تا۱۳۲)

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

فتویٰ جواز امامت مرید قادیانی میں ان حضرات کی

# دھوکہ بازی

(مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھنے والے اس کو ضرور ملاحظہ کریں)

---

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جون ۱۸۹۸ء میں ایک خط عبدالرحیم تار بابو ریلوے اسٹیشن سرہند کا (جواس کے بعد سٹیشن کیسری متصل انبالہ میں متعین رہے) اس مضمون کا پہنچا کہ آپ چنیں وچناں منصب ودرجہ کے عالم ہیں۔ اس لئے آپ کی خدمت میں دوفتوے بھیجتا ہوں، ان پر دستخط ومہر ثبت فرماکران فتوؤں کو واپس فرمادیں۔

ان میں سے ایک سوال کا یہ مضمون تھا کہ جو شخص خلاف سنت عمل نہیں کرتا، قرآن اور حدیث کے موافق عمل کرتا ہے اور مرزاصاحب قادیانی سے بیعت ہے، اس کو نماز کے لئے پیش امام بنانا جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب میرے عزیز تلمیذ سید عبدالحفیظ مونگیری مقیم دہلی کے قلم کا لکھا ہوا یہ درج تھا کہ: ''جس کا عمل موافق کتاب وسنت کے ہے وہ لائق امامت ہے، صرف قادیانی کے مرید ہوجانے سے حکم فسق وفجور کا اس پر نہیں ہوسکتا۔ جب تک عقائد باطلہ پر مرزا کے نہ چلے۔'' اس جواب پر حضرت شیخنا وشیخ الکل اوران کے دونوں نبیرہ صاحبزادوں کی مہر ثبت تھی۔

دوسرے فتویٰ کے سوال کا مضمون یہ تھا کہ جو شخص قرآن اور حدیث کے موافق عمل کرتا ہے اور مرزاصاحب قادیانی سے بیعت ہے۔ اس سے نکاح خوانی کرانا جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب بھی عزیز عبدالحفیظ کے قلم کا لکھا ہوا یہ درج تھا، کہ: ''ہاں جائز ہے۔ منع پر اس کے کوئی وجہ پائی نہیں گئی۔'' اس پر بھی حضرت شیخنا وشیخ الکل اور آپ کے دونوں صاحبزادوں کے دستخط ثبت تھے۔

اس سوال کا دوسرا جواب جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے قلم کا لکھوا ہوا یہ درج تھا کہ: ''ایسے شخص کا نکاح پڑھا ہوا درست ہے، اگر جملہ شرائط موجود ہوں، کیونکہ نکاح خواں کا مسلمان یا صالح ہونا بھی شرط نہیں۔'' اس جواب پر مولوی عزیز الرحمٰن، مولوی محمود علی صاحبوں وغیرہ علماء دیوبند کے دستخط ثبت تھے۔

ان دونوں سوالوں کا ایک اور جواب مولوی عبدالعزیز صاحب بن مولانا علاؤ الدین صاحب مرحوم متوطن کوم ضلع لدھیانہ مقیم پٹیالہ کی طرف سے یہ درج کیا گیا تھا کہ: ''جو شخص خلاف مذہب اسلام کوئی حرکت نہیں کرتا اور قرآن حدیث کے موافق عمل کرتا ہے، اس کے پیچھے نماز میں اقتداء کرنا یا اس سے نکاح خوانی کرانا جائز ہے۔ مرزاصاحب سے بیعت

ہونا، نکاح خوانی یا امام بنانے سے مانع نہیں ہے۔‘‘

اس جواب پر اور جن نام کے مولویوں، مدرسین انگریزی مہندر کالج کے دستخط ثبت تھے۔ ان میں سے مسلمان سنی ایک بھی نہیں ہے۔ سب کے سب مرزائی، مرزا قادیانی کے مرید یا معتقد تھے اور پٹیالہ کے مشہور ومعروف مفتی، مولوی محمد اسحاق صاحب سلمہٗ کے دستخط اس پر نہ تھے۔

ان فتوؤں کو پڑھ کر خاکسار کو سخت تعجب پیدا ہوا کہ میرے عزیز مفتی اوّل اور دیگر حضرات کبراء اہل تصدیق وافتاء نے صرف بیان سائل اور سوال کے الفاظ پر جواز کا فتویٰ لگا دیا اور اس سوال کے موقعہ ومحل ونتیجہ کی طرف توجہ کو منعطف نہ فرمایا۔ پھر خاکسار نے ان سوالات کے محل وموقعہ ونتیجہ کو پیش نظر رکھ کر ان کا صحیح جواب تحریر کر کے ان ہی حضرات (حضرت شیخنا وشیخ الکل اور مولانا رشید احمد صاحب اور بواسطہ ان کے علماء دیوبند اور بواسطہ حاجی گل محمد صاحب ساکن پٹیالہ، مولوی عبدالعزیز صاحب ومولوی محمد اسحاق صاحب ساکنان پٹیالہ) کی خدمات میں ارسال کیا اور ان حضرات اور علماء لاہور، امرتسر وغیرہ کے پاس بھی بھیج دیا۔

تو خدا کے فضل وتوفیق سے ازانجملہ مولوی عبدالعزیز صاحب مقیم پٹیالہ نے تو اس جواب سے (جو ان دھوکہ باز مرزائیوں نے، میرے پاس بھجوایا تھا) صاف انکار کیا اور اس کو ان ہی حضرات نائبین قادیانی کی جعل سازی قرار دیا۔ چنانچہ حاجی گل محمد صاحب اپنے خط ۱۰ ر ستمبر میں لکھتے ہیں: ’’جناب مخدوم ومکرم مولوی محمد حسین صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بجواب سامی نامہ مکلّف خدمت ہوں کہ جناب کا خط مولوی عبدالعزیز صاحب کو بجنسہ رحیم بخش گھڑی ساز کی دکان پر ملاحظہ کرایا گیا۔ بجواب اس کے انہوں نے فرمایا کہ نکاح خوانی کے فتویٰ کی مجھ کو کچھ خبر نہیں، نہ وہ فتویٰ میرے پاس آیا اور نہ میں نے اس پر مہر کی............الخ۔ نیازمند گل محمد ۱۰ ر ستمبر ۱۸۹۸ء۔

اور باقی حضرات نے کمال فراخ دلی اور بلند حوصلگی سے اپنے ان فتوؤں سے رجوع کیا اور سلف امۃ، اکابر ائمہ کی اس سنت قدیمہ پر کہ انہوں نے بعض مسائل میں اپنے اقوال سے رجوع فرما کر اپنے شاگردوں کے اقوال کو اختیار وپسند فرمایا تھا، عمل کر کے دکھایا اور دوسرے علماء نے جن کے پاس یہ فتویٰ پہنچا، اس کو تصدیق فرمایا۔

ذیل میں اپنے اس فتویٰ اور ان سوالات کے صحیح جواب اور ان حضرات کی تصدیق وتائیدات کو نقل کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ان سوالات کے محل موقعہ اور اس فتویٰ کے نتیجہ سے ناظرین کو مطلع کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

**سوال اوّل:** کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص خلاف سنت عمل نہیں کرتا، قرآن اور حدیث کے موافق عمل کرتا ہے اور مرزا صاحب قادیانی سے اس کی بیعت ہے۔ اس کو نماز کے لئے پیش امام بنانا شرع شریف میں جائز ہے یا نہیں؟

**سوال دوم:** ایسے شخص سے نکاح خوانی کرانا جائز ہے یا نہیں؟

راقم سراج الدین از خانپور

**الجواب:** مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد باطلہ، کفریہ وبدعیہ اس کی کتابوں میں اور اشتہاروں میں درج ہیں، جو غالباً اس کے ہر ایک مرید کے پاس موجود ہیں اور ان ہی اعتقادات کی وہ اپنے مریدوں کو تلقین کرتا ہے۔ ازانجملہ چند اعتقادات اس کی کتابوں سے بطور تمثیل نقل کئے جاتے ہیں:

۱...... حضرت مسیح بن مریم فوت ہوچکے ہیں۔ لہٰذا آنے والا اور موعود مسیح یہی مرزا قادیانی ہے (یہ عقیدہ اس کی اکثر کتابوں، فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام وغیرہ) مندرجہ (خزائن ج۳) میں درج ہے۔

۲...... یہی امام مہدی ہے، جس کے آنے کی حدیثوں میں خبر ہے۔ (ازالہ اوہام ص۵۶۸، خزائن ج۳،ص۴۰۶۔ حجۃ اللہ ص۲۹، خزائن ج۱۲،ص۱۷۷۔ سر الخلافہ ص۵۳، خزائن ج۸،ص۳۸۰)

۳...... یہی وہ رسول احمد ہے، جس کی بشارت قرآن مجید میں سورہ صف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس قول میں منقول ہے ''ومبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد'' اور رسالت ہنوز ختم نہیں ہوئی۔ (ازالہ اوہام ص۶۷۳، خزائن ج۳،ص۴۶۳ تلخیص) وغیرہ۔

۴...... حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے وہ معجزات جو قرآن مجید میں مذکور ہیں کہ وہ مردہ کو زندہ کرتے، مٹی سے پرند بناتے، کوہڑی اور اندھے کو اچھا کرتے۔ وہ سب از قسم شعبدہ بازی وعمل مسمریزم تھے۔ قادیانی اس عمل کو مکروہ وقابل نفرت نہ جانتا، تو ان کاموں میں ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

(ازالہ اوہام ص۳۰۲، خزائن ج۳ص۲۵۴و۳۰۵، خزائن ج۳ص۲۵۶، ۳۰۹، خزائن ج۳ص۲۵۷، ۲۵۸)

۵...... (۱) دجال سے (جس کی آنحضرت ﷺ اور پہلے نبیوں نے خبر دی) مراد پادری لوگ ہیں۔ (۲) خردجال سے ریل گاڑی مراد ہے۔ (جس پر وہ خود بھی سوار ہوا کرتا ہے) (۳) دابۃ الارض سے علماء وقت مراد ہیں۔ (۴) یاجوج ماجوج سے انگریز اور روس مراد ہیں۔ ان حقائق کی رسول اللہ ﷺ کو خبر نہ تھی، جو قادیانی کو ہوئی۔ (ازالہ اوہام ص۶۹۱، خزائن ج۳، ص۴۷۳) وغیرہ

۶...... حضرت مسیح ابن مریم کو زندہ سمجھنا اوران کے آنے کا منتظر رہنا، مشرکوں کا اعتقاد ہے۔ وغیرہ وغیرہ (اشتہار ۲۰ رمئی ۱۸۹۱ء، مجموعہ اشتہارات ج۱، ص۲۲۳)

۷...... دوزخ وبہشت اوران کے آلام ونعیم کا خارجی وجسمانی وجود نہیں ہے۔ بلکہ صرف ظلی ومثالی وجود ہے۔ جو انسان کی روحانی حالتوں کے اظلال وآثار ہوں گے۔

(دیکھو لیکچر مرزا قادیانی رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب کے (ص۱۸۳) میں اوراخبار مخبر دکن ۲۵ ر مارچ ۱۸۹۷ء کے (ص۲۸) میں ان عقائد کی نظر سے علماء پنجاب وہندوستان نے مرزا قادیانی کے حق میں یہ فتویٰ لگایا ہے (جو رسالہ اشاعۃ السنۃ (نمبر۶، ج۱۳) میں چھپ کر شائع ہوا ہے) کہ یہ شخص ان عقائد وخیالات کے سبب اسلام سے خارج ہے اور مبتدع وگمراہ ہے۔ مسلمان اس سے احتراز اختیار کریں، نہ اس کو سلام کریں، نہ دعوت مسنون میں بلائیں اورنہ اس کے پیچھے نماز میں اقتداء کریں اوراگر ان ہی عقائد پر مرجائے تو اس کا جنازہ نہ پڑھیں۔

اس فتویٰ کے روسے جو شخص ان اعتقادات قادیانی کو جان کر اورسن کر اس کو ولی اور بزرگ خیال کرے اوراس اعتقاد کے ساتھ، اس کی بیعت ومریدی اختیار کرے، وہ بھی قادیانی کی مثل گمراہ ومبتدع ہے۔ مسلمان کو جائز نہیں، کہ ایسے شخص کو نماز میں پیش امام بنائیں یا اپنی مجلس نکاح میں اس کو نکاح خواں بنا کر جگہ دیں اوراس کی عزت کریں۔

جو مسلمان ایسا کرے گا وہ بحکم احادیث ذیل مورد لعنت ہوگا، اسلام کا ڈھانے والا۔ صحیح بخاری میں ہے ''**قال قال رسول اللہ ﷺ من احدث حدثا او اٰوی محدثا فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین لا یقبل منہ صرف ولا عدل**''۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بدعت نکالے یا بدعتی کو جگہ دے۔ اس پر خدا اور فرشتوں اورتمام لوگوں کی لعنت ہے، نہ اس کے فرض قبول ہوں گے، نہ نفل۔

اور بیہقی سے مشکوٰۃ میں روایت ہے ’’**قال رسول اللہ ﷺ من وقرّ صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام**‘‘ یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا، جس شخص نے اہل بدعت کی توقیر کی، اس نے اس کو اسلام کے ڈھانے میں مدد دی۔

اس مرید قادیانی کی نسبت جو سوال میں کہا گیا ہے کہ وہ قرآن اور حدیث کے موافق عمل کرتا ہے اور ان کا خلاف نہیں کرتا۔ یہ محض غلط ہے اور اس سے مجیب اور مفتی کو مغالطہ دینا مقصود سائل معلوم ہوتا ہے، وہ اس سے بڑھ کر خلاف قرآن اور حدیث کا کیا کرے گا، کہ اس نے ایک ایسے سخت گمراہ کی بیعت کی اور ان عقائد باطلہ کفریہ بدعیہ کے ساتھ اس کو بزرگ اور ولی جانا۔

اگر وہ عقائد مذکورہ قادیانی کو گمراہی و بدعت جانتا ہے تو پھر وہ اس گمراہ کا مرید کیوں ہوا اور اگر وہ ان عقائد قادیانی سے بے خبری کی وجہ سے اس کے دام بیعت میں پھنس گیا ہے، تو اب وہ اس بیعت کو فسخ کیوں نہیں کرتا اور اس کو خیرباد کیوں نہیں کہتا اور اگر وہ بھی ان عقائد قادیانی کا معتقد ہے اور ان عقائد کو برحق جانتا ہے۔ تو ان عقائد کے ساتھ اس کا کوئی عمل نماز، روزہ وغیرہ (گو بظاہر قرآن اور حدیث کے موافق نظر آتا ہو) مقبول نہیں ہے۔ بحکم احادیث مذکورہ اور دیگر احادیث کثیرہ کہ ازانجملہ ایک یہ حدیث بخاری و مسلم میں ہے: ’’**قال رسول اللہ ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد**‘‘۔

یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا، جو کوئی دین میں ایسی نئی بات نکالے جو اس میں سے نہ ہو، وہ اسی کی طرف پھیری جائے گی، یعنی قبول نہ ہوگی۔

وازانجملہ حدیث صحیح بخاری ہے جو خوارج اہل بدعت کے حق میں وارد ہے: ’’**قال رسول اللہ ﷺ یخرج فی هذه الامّة قوم تحقرون صلوٰتکم مع صلوٰتهم یقرؤن القرآن لا یجاوز حلوقهم او حناجرهم یمرقون من الدین کمروق السهم من الرمیة**‘‘

یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اس امت میں ایسے لوگ نکلیں گے، جن کے مقابلہ میں تم اپنی نمازوں کو تھوڑا سمجھو گے۔ یعنی ان کی نمازیں بظاہر تمہاری نمازوں سے زیادہ ہوں گی۔ وہ قرآن پڑھیں گے، جو ان کے حلق سے متجاوز نہ ہوگا۔ یعنی محل قبولیت کو نہ پہنچے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

اس قسم کی احادیث اور بہت ہیں، جن سے ثابت ہے کہ کوئی عمل نماز پڑھنا، تلاوت کرنا وغیرہ مقبول نہیں۔ جب تک اعتقاد بدعت سے پاک نہ ہو۔ لہٰذا مسلمانوں کو جائز نہیں کہ ایسے گمراہ کو امام بنائیں یا اس کو نکاح کی مجلس میں بلا کر عزت دیں اور اس سے نکاح خوانی کرائیں۔ بالجملہ قادیانی کے مرید رہنا اور مسلمانوں کا امام بننا، دونوں باہم ضدّ ہیں، یہ جمع نہیں ہوسکتیں۔ راقم: ابوسعید محمد حسین عفی عنہ

الجواب صحیح: اور جو جواب پہلے میاں عبدالحفیظ کے قلم سے لکھا گیا ہے، وہ صحیح نہیں ہے۔ فقط: راقم محمد نذیر حسین

یہ جواب صحیح ہے، جس کے یہ عقائد ہیں، اس کو اور اس کے اتباع کو امام بنانا اور ان سے نکاح پڑھوانا حرام ہے۔ اگرچہ انعقاد نکاح ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں ان کی توقیر ہے اور توقیر ایسے بے دینوں کی حرام ہے اور قبل اس کے جو بندہ نے فتویٰ جواز نکاح کا دیا ہے، اس سے مراد صحت نکاح ہے، مگر قاضی بنانا، اس کا ہرگز جائز نہیں، پہلے فتویٰ میں، اس امر سے ذہول رہا۔ صرف اس کا جواب دیا گیا کہ نکاح درست ہو جائے گا۔ فقط واللہ اعلم!

بندہ رشید احمد عفی عنہ

واقعی اگر وہ مرید قادیانی کا عقائد باطلہ میں شریک قادیانی کا ہے اور عقیدہ اس کا مثل عقیدہ قادیانی ہے، تو امام بنانا اس کا حرام ہے اور اس سے نکاح خوانی کرانا، حرام ہے اور اس مرید کا بیعت قادیانی کو فسخ نہ کرنا، استحسان عقائد قادیانی ہے۔ اس صورت میں وہ مثل قادیانی ہے اور امام بنانا اس کا روا نہیں اور نکاح اس کا پڑھا ہوا، اگرچہ منعقد ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کو نکاح خواں بنانا، جس میں اس کی تعظیم پائی جاتی ہے۔ درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم!

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ دیوبندی

مہر: وتوکل علی العزیز الرحیم

الجواب صحیح: محمد منفعت علی مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند

الجواب صحیح: بندہ محمد محمود عفی اللہ عنہ

الجواب صحیح والمجیب نجیح: عبدالجبار غزنوی عفی عنہ

الجواب صحیح: ابومحمد زبیر غلام رسول الحنفی القاسمی عفی عنہ

جو شخص ثابت ہو کہ واقعی وہ قادیانی کا مرید ہے، بلا کسی شرط اور حیثیت کے اس کو امام بنانا، اس سے نکاح خوانی کرانا یا اس سے رشتہ مناکحت کا رکھنا ناجائز ہے۔

ابو عبیدہ احمد اللہ عفی عنہ امرتسری

یہ جواب جو علماء عظام نے لکھا ہے، بالکل ٹھیک اور بہت درست ہے اور جس کی نسبت لکھا گیا ہے کہ عامل قرآن وحدیث ہے اور مرزا کا مرید ہے، غلط ہے۔ جو مرزا کے مرید ہیں، سب قرآن وحدیث کے مخالف ہیں، ایسے خبیث کی امامت جائز نہیں ہے۔

راقم: العائذ باللہ المستعان محمد علی واعظؔ عفا عنہ الرحمٰن

الجواب صحیح: مولوی رشید احمد صاحب کے جواب سے متفق ہوں اور قبل ازیں اس کے قریب قریب ایک مستقل فتویٰ لکھ چکا ہوں۔ محمد اسحٰق عفی عنہ مفتی پٹیالہ

ایں جواب صحیح است وحق صاف وصریح است محمد یار عفی عنہ امام مسجد طلائی لاہور

الجواب صحیح: غلام احمد مدرس اول مدرسہ نعمانیہ لاہور

الجواب صحیح: عبداللہ مدرس ثانی مدرسہ نعمانیہ لاہور

اقوال اور عقائد مندرجہ جواب محولہ کتب مرزا قادیانی برخلاف عقائد اسلام ہیں۔

غلام محمد البگوی امام مسجد شاہی لاہور

(اشاعۃ السنۃ ج۱۹، نمبر۵ ص۱۳۳ تا۱۴۰)

# حاشیہ جات

۱؎ اصل عبارت مرزا قادیانی یہ ہے: ''اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن شریف کے رو سے دوزخ اور بہشت دونوں اصل میں انسان کی زندگی کے اظلال وآثار ہیں۔ وہ کوئی ایسی نئی، جسمانی چیز نہیں ہے، جو دوسری جگہ سے آوے۔ یہ سچ ہے کہ وہ دونوں جسمانی طور سے متمثل ہوں گے۔ مگر وہ اصل روحانی حالتوں کے اظلال وآثار ہوں گے۔ ہم لوگ ایسے بہشت کے قائل نہیں، جو صرف زمین میں جسمانی طور پر درخت لگائے گئے ہوں اور نہ ایسے دوزخ کے قائل ہیں، جس میں درحقیقت گندھک کے پتھر ہیں۔ بلکہ اسلامی عقیدہ کے موافق بہشت ودوزخ انہیں اعمال کے انعکاسات ہیں، جو دنیا میں انسان کرتا ہے۔''

(اسلامی اصول کی فلاسفی ص۶۷، خزائن ج۱۰ ص۴۱۳)

۲؎ باز نہ آیا تو ان افعال کی تشریح ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ معذرۃ الیٰ ربکم ولعلھم یتقون۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

# پرافٹ قادیاں کی پیشین گوئی کا پورا نہ ہونا

(۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء)

حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(جس شخص کے دماغ میں ایک ذرہ عقل وفہم اور دل میں ایک ذرہ انصاف وایمان ہوگا، وہ اس مضمون کے پڑھنے کے بعد پرافٹ قادیاں کو راست گو نہ سمجھے گا اور اس کا معتقد نہ رہے گا)

مرزا غلام احمد پرافٹ (پیشین گو) قادیان کا تو یہ دعویٰ ہے کہ اس کی صدہا، بلکہ ہزارہا پیشین گوئیاں پوری ہوگئی ہیں۔ جن کو اس کے کم فہم ونادان پیروان نے مان لیا ہے۔ مگر جو لوگ عقل وقلب سلیم وفہم وحواس مستقیم رکھتے ہیں وہ یقیناً جانتے ہیں کہ اس کی ایک پیش گوئی بھی پوری نہیں ہوئی اور وہ سب کی سب جھوٹی نکلی ہیں۔ ہر چند بعض پیشین گوئیاں، کاہنوں، رمالوں، نجومیوں، جوتشیوں، اڑڑ پوپو کہلانے والوں کی بھی توافق اصول اخذ یا اتفاق سے پوری ہوجاتی ہیں۔ مگر خدا کی قدرت اور حکمت اور پرافٹ قادیان کی الٹی کرامت کو دیکھو کہ اس کی پیشین گوئیوں میں سے ایک بھی سچی نہیں نکلی۔

اس کی بڑی مشہور پیش گوئیاں تین ہیں۔ (۱) عبداللہ آتھم کی موت کی پیش گوئی۔ (۲) پنڈت لیکھرام کے قتل یا خواری کی پیش گوئی۔ (۳) اور شوہر زوجہ فرضی پرافٹ قادیان کی موت کی پیش گوئی (جس پر اس اور اس کے دام افتادہ نادانوں کو بڑا ناز ہے) مگر اشاعۃ السنۃ (ج۱۵و۱۸۶) کے ناظرین پر مخفی نہیں، کہ ان تینوں میں سے ایک بھی مطابق بیان پرافٹ قادیان کے پوری نہیں ہوئی۔

عبداللہ آتھم اور لیکھرام گو فوت ہوگئے ہیں۔ مگر میعاد پیشین گوئی پرافٹ قادیاں کے مخالف، نہ اس کے مطابق (جس میں ناظرین (ج۱۸) وغیرہ اشاعۃ السنۃ کو ذرہ بھر شک نہ ہوگا) اور شوہر زوجہ فرضی پرافٹ قادیاں تو اب تک زندہ ہے اور بچے جنا رہا ہے (جس میں کوئی احمق سے احمق بھی جو آنکھ، کان سلامت رکھتا ہوگا، ذرہ شک نہ کرے گا)

اسی سلسلہ پیش گوئیوں میں پرافٹ قادیاں نے خاکسار کے حق میں تیرہ مہینے کے میعاد کی پیشین گوئی عذاب ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء کو کی تھی۔ جو جھوٹی نکلی اور پوری نہ ہوئی اور اس کا نتیجہ ایسا ظاہر ہوا، کہ آئندہ اس کی اس قسم کی پیشین گوئیوں کا خاتمہ ہوگیا (جس کی تفصیل ہمارے مضمون ''مرزا کو ہم نے کیوں چھوڑا'' میں (ج ہذا) ہوچکی ہے۔

اس پیشین گوئی کے جھوٹی نکلنے اور اس سے نتیجہ مذکورہ ظاہر ہوجانے کے بعد ہم کو حاجت نہ تھی کہ ہم اس پیشین گوئی کے متعلق قلم اٹھاتے اور اس کا پورا نہ ہونا ثابت کردکھاتے۔

اگر ظہور اس نتیجہ کے بعد پرافٹ قادیاں اس پیشین گوئی کی سچائی کا دم نہ مارتا اور اس کی سچائی ملمعہ دکھانے کے لئے اشتہارات ۳و۶و۷، جنوری ۱۸۹۹ء و ۲۷دسمبر ۱۸۹۸ء جاری نہ کرتا۔

مگر کمال افسوس ہے کہ اس نے بڑی سرگرمی و عرق ریزی سے ان اشتہارات کو مکرر چھپوا کر شائع کیا اور اس پیشین گوئی کے پورے ہونے کا دعویٰ کر کے مصرع مشہور:

چہ دلاور است دزدے کہ کف چراغ دارد

کا مصداق بن کر دکھا دیا۔ اس پر بھی ہم نے صبر وسکوت اختیار کیا اور اس بے ہودہ کارروائی پرافٹ کو لغو و بے اثر سمجھا اور اس وجہ سے عرصہ تین سال (۱۸۹۸ء سے ۱۹۰۱ء) تک اس کا نوٹس نہ لیا۔ سال حال (۱۹۰۲ء) میں اس کے اشتہار ۲۷؍دسمبر ۱۸۹۸ء کی صرف دو باتوں پر (۱) ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ کو گورنمنٹ سے زمین عطا ہونا، وہ ذلت ہے، جس کی پیش گوئی اشتہار ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء میں ہوئی تھی۔ (۲) مجسٹریٹ ضلع گورداسپور نے ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ سے اقرار کرالیا تھا کہ وہ آئندہ پرافٹ قادیان کو کافر نہ سمجھے اور اپنے فتویٰ تکفیر کو منسوخ کردے) رسالہ (نمبر۴ کے ص۹۶و۱۰۷) میں مختصر ریمارک کیا تھا، کہ یہ باتیں محض دروغ بے فروغ ہیں۔

ان دنوں ہم نے ایک شخص کو اس کے بدافعال و بے جا حرکات سے روکا اور محض حسبۃً للہ ونصحاً لخلق اللہ ٹوکا تو اس نے ہماری نصیحت کے مقابلہ میں پرافٹ کے اشتہارات جنوری ۱۸۹۹ء کو دست آویز بنا کر ہم پر یہ اعتراض کیا کہ وہ زمین جو تم کو عطا ہوئی ہے، وہ امام مہدی سے انکار کرنے کے صلہ میں عطا ہوئی ہے۔ لہٰذا اس زمین کی آمدنی تمہارے لئے ناجائز ہے۔ اس شخص کا یہ اعتراض بعینہ اس شخص کا سا اعتراض ہے، جس کو کسی ناصح مشفق نے کہا تھا کہ بھائی تمہارے آزار ٹخنے سے نیچے ہے اور یہ شرعاً جائز نہیں، تو اس نے اس کے جواب میں کہا، کہ میاں تمہارے باوا جی کے نکاح پر جو کھانا کھلایا گیا تھا، اس میں نمک کہاں برابر تھا۔

اس شخص کے اس اعتراض سے ہم کو خیال پیدا ہوا کہ دنیا نافہم احمقوں سے خالی نہیں، بلکہ بقول بہلول دانا: ''دنیا میں عقل مندوں کی نسبت احمق ہی زیادہ ہیں۔'' شاید ان اشتہارات پرافٹ قادیان نے اور احمقوں کو بھی اس شبہ میں ڈال رکھا اور ان اشتہارات کے مضمون کو سچا بتا کر، اس خاکسار کی نسبت بدگمان کر رکھا ہو۔ ان بدگمان احمقوں کی بدگمانی دور کرنے کے کو (نہ پرافٹ قادیاں سے بحث کا اکھاڑا جمانے کو) ہم ان اشتہارات کی غلط بیانیوں کو ظاہر کر کے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں، کہ پرافٹ قادیاں کی وہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی اور سچی نہیں نکلی۔

اس پیش گوئی کو سچا کرنے کے لئے جو اس نے عمل کیا ہے، اس میں مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے اور جو کچھ اشتہارات ۳و۶و۷ جنوری ۱۸۹۹ء و۲۷؍دسمبر ۱۸۹۸ء میں اس نے کہا ہے، اس میں خاکسار پر اور علماء وقت پر اور مجسٹریٹ ضلع گورداسپور پر افتراء کیا اور بہتان باندھا ہے، نہ اس عاجز نے کسی تصنیف یا اشتہار یا مجلس میں اصلی امام مہدی سے انکار کیا، نہ اس انکار کے سبب علماء وقت نے میری نسبت کوئی فتویٰ دیا ہے اور نہ اس انکار کا کوئی صلہ مجھے گورنمنٹ سے ملا ہے۔

غلط بیانی اشتہار ۲۷؍دسمبر ۱۸۹۸ء کے متعلق رسالہ (نمبر۴، ج ہذا) میں ریمارک ہو چکا ہے۔ اشتہارات ۳، ۶، ۷ جنوری ۱۸۹۹ء کے غلط بیانیوں کا اظہار اس مضمون میں کیا جاتا ہے۔ وباللہ التوفیق!

پس واضح ہو کہ پرافٹ قادیاں کی پیشین گوئی ۲۱؍نومبر ۱۸۹۸ء کا یہ مضمون (مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج۳،ص۵۷) تھا، کہ فلاں فلاں اشخاص (اس خاکسار اور دو اشخاص دیگر ملا محمد بخش منیجر اخبار جعفر زٹلی اور مولوی سید ابوالحسن تبّتی) کو تیرہ مہینے میں ذلت کی مار ہوگی۔ جس کے معنی لغت عرب اور ہند کی شہادت اور پرافٹ صاحب کی قدیم بول چال ومحاورہ اور عادت کے مطابق یہ سمجھی گئی، کہ اس عرصہ میں اس خاکسار اور دوسرے دو اشخاص پر عذاب آئے گا، جو قتل کو بھی شامل ہے۔ کیونکہ قرآن میں جہاں کہیں لفظ عذاب وارد ہے۔ اس کے معنی ترجمہ ہندی شاہ عبدالقادر صاحب اور ایک سیالکوٹی مرید قادیانی میں لفظ مار سے کی گئی ہے اور لفظ مار یا عذاب سے قرآن میں بضمن قصہ فرعون آیت ''یسومونکم سوء العذاب'' میں قتل کے معنی مراد بتائے گئے ہیں اور پرافٹ صاحب نے خود بھی اپنی بعض پیش گوئیوں میں اس عذاب سے مراد قتل بتائی ہے۔

اس وجہ سے خاکسار نے اس پیش گوئی سے قتل مراد سمجھ کر اپنی حفاظت کے لئے لائسنس ہتھیاروں کی درخواست کی تھی۔ پرافٹ کو جب اس امر کا علم ہوگیا اور اس معنی کی مراد سمجھے جانے کو اس نے سن لیا، تو اس نے بخوف عدالت معنی قتل کو ٹلانے کے لئے ذلت کی مار سے مراد یہ قرار دی کہ جیسے ابوسعید محمد حسین کی کوشش سے ان پر فتویٰ کفر لگایا گیا ہے۔ ایسا ہی اور اسی کی مانند اس پر فتویٰ لگایا جانا، اس پیش گوئی سے مراد ہے۔ مگر اس نے غور فرما کر یہ تو نہ سوچا کہ اگر اس پیشین گوئی میں عذاب سے اس قسم کی ذلت مراد ہے، تو پھر یہ پیش گوئی دوسرے دو شخصوں (ملا محمد بخش منیجر اخبار جعفر زٹلی اور سید ابوالحسن تبّتی) کے حق میں کیونکر پوری ہوگی۔

ان دونوں صاحبوں نے تو اس مضمون کا فتویٰ پرافٹ قادیاں کے حق میں جاری ومشتہر نہ کیا تھا اور نہ ان دونوں کے حق میں پرافٹ قادیان نے اس مضمون کا فتویٰ حاصل کر کے اس ذلت کا ان کو محل بنایا ہے۔ ومع ہذا اس معنی ذلت کو پیدا کرنے کے لئے آپ نے خود کوشش کی اور اس قسم کا فتویٰ کفر حاصل کرنے کے لئے، آپ نے یہ تدبیر نکالی کہ اپنے خیال میں مجھے مہدی کی آمد کا منکر قرار دیا اور منکر مہدی کے حق میں ایک استفتا لکھ کر اپنے دو مخلص مریدوں ڈاکٹر اسماعیل خان ملازم افریقہ اور مرزا خدا بخش ملازم مالیر کوٹلہ کے ہاتھ میں دیا اور ان کو یہ سمجھایا کہ وہ علماء امرتسر، لاہور، دہلی کے پاس جا کر خود بدولت پرافٹ صاحب کا نام لے کر اور ان کے اعتقاد کی حکایت وشکایت کر کے ان کو منکر مہدی بنا کر ان کے حق میں فتویٰ حاصل کریں، تاکہ اس فتویٰ کو آپ خاکسار پر جمادیں۔

ان مخلص مریدوں نے حسب ہدایت پیر ایسا ہی کیا۔ سب سے پہلے مفتی مولوی عبدالحق صاحب غزنوی کے پاس جا کر ڈاکٹر صاحب نے یہ بیان کیا کہ میں افریقہ سے آیا ہوں، وہاں مرزا غلام احمد قادیانی کے خیالات آمد مہدی سے انکار وغیرہ پھیل گئے ہیں۔ میں ان لوگوں کی اصلاح ودرستی سے یا وہاں سے ان کے اخراج کے لئے یہ استفتا پیش کرتا ہوں، آپ اس کا جواب دیں۔ ایسا ہی اور علماء کے پاس بیان کیا اور منکر مہدی پرافٹ کادیانی کو بنایا۔

ان حضرات نے بھی مسئول عنہ ومحل استفتاء اسی پرافٹ کو سمجھا اور اس پر فتویٰ کفر وغیرہ لگا دیا۔ جب ڈاکٹر اسماعیل خان وہ فتویٰ کفر حاصل کر کے پرافٹ کے حضور میں پہنچے تو آپ کی درگاہ میں ان کی بڑی عزت وتحسین ہوئی اور ان کی اس دھوکہ دہی پر صد آفرین کہی گئی۔ جس کے وقوع وثبوت پر رسالہ موسومہ بہ ''دو مسلمانوں کا حلفی بیان'' شاہد ہے۔ جو اسلامیہ پریس لاہور میں چھپ کر شائع ہوا ہے۔ جنہوں نے وہ رسالہ نہیں دیکھا، وہ بارسال ٹکٹ ۲ر وہ رسالہ خاکسار سے طلب کر سکتے ہیں اور مولوی عبدالحق صاحب غزنوی وغیرہ علماء کے پاس ڈاکٹر اسماعیل خان کا بیان مذکور مولوی عبدالحق کے اشتہار اور ان کے اور دیگر علماء کے جوابات استشہاد میں جو اس مضمون میں منقول ہوں گے نیز پایا جاتا ہے۔

اور یہ بات پرافٹ صاحب نے خود بھی اپنے اشتہار ۷ر جنوری ۱۸۹۹ء میں شائع کردی ہے کہ علماء اہل افتاء نے وہ فتویٰ خود بدولت قادیانی کے حق میں دیا ہے۔ (خاکسار (ابو سعید محمد حسین) کے حق میں وہ فتویٰ نہیں دیا اور کہا ہے، اگر علماء اہل افتاء کو یہ امر معلوم ہوتا کہ وہ

استفتاء ابوسعید محمد حسین کی نسبت کیا گیا ہے، تو وہ ہرگز اس کے حق میں فتویٰ نہ دیتے۔ یہ بات اصل عبارت اشتہار ۷/جنوری ۱۸۹۹ء سے جو عنقریب منقول ہوگی، ناظرین کو بخوبی ثابت ہوگی۔

اس سے ناظرین کو یقین ہوسکتا ہے کہ پرافٹ کی پیش گوئی اس بناوٹی معنی سے بھی پوری نہیں ہوئی۔ کیونکہ کسی مولوی نے وہ فتویٰ خاکسار کے حق میں نہیں دیا اور اس عاجز کو منکر مہدی ٹھہرا کر کافر وغیرہ نہیں کہا۔ جو کچھ کہا وہ بحسب اعتراف خود پرافٹ صاحب کے ان ہی کو کہا ہے اور ان ہی کے حق میں (جو اعتقاد آمد مہدی موعود سے منکر ہونے کے برملا مدعی ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں) فتویٰ دیا ہے۔

اور اگر بالفرض والتقدیر وہ علماء میری کلام میں آمد مہدی سے انکار پاتے اور اس وجہ سے مجھ پر وہ فتویٰ کفر لگاتے، تو پھر بھی چونکہ اس پیشین گوئی کا پورا ہونا پرافٹ قادیان کی اپنی کوشش وتدبیر سے ہوتا۔ اس لئے اس پیشین گوئی کا ان بناوٹی معنی سے پورا ہونا ایسا ہوتا جیسا کہ ایک پیر کا اپنی پیش گوئیوں کو خود پورا کرنا یوں مشہور ہے اور وہ رسالہ ردقادیانی تالیف مولوی عبدالحکیم صاحب دھرم کوٹی میں مسطور ہے کہ وہ اپنے مریدوں کو جوان کو نذر نیاز نہ دیتے تھے، یہ پیشین گوئی سناتے کہ اگر تم میری نذر نیاز نہ دو گے تو تمہارا مال چور یا ڈاکو لوٹ کر لے جائیں گے۔

اور پھر وہ اس پیش گوئی کو پورا کرنے کے لئے خود چوروں یا ڈاکوؤں کو جو اس کام کے لئے انہوں نے مقرر کر رکھے ہیں، بھیج دیتے اور وہ ان کا مال لوٹ کر لے آتے۔ پھر پیر صاحب فخر سے کہتے کہ تم نے میری پیشین گوئی کا پورا ہونا دیکھ لیا۔ تم نے میری نیاز نہ دی، تو تمہارا مال لوٹا گیا۔ جس کو کوئی شخص نہ آسمانی پیشین گوئی سمجھتا ہے اور نہ آسمانی طور پر اس کے پورا ہونے کا یقین کرسکتا ہے۔ یہ تو اس پیشین گوئی کے سچے نہ نکلنے کا بیان ووجہ ثبوت ہے۔ اب اس کے اشتہارات ثلاثہ ۳، ۶، ۷/جنوری ۱۸۹۹ء کے افتراءات وبہتانات کو بیان کیا جاتا ہے، جن کو اپنی پیشین گوئی کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے اس نے مشتہر کیا ہے۔

اشتہار ۳/جنوری ۱۸۹۹ء (مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج۳، ص۹۲، ۹۳) میں پرافٹ قادیان نے کہا ہے ''مولوی محمد حسین نے بدزبانی سے میری ذلت کی تھی اور میرا نام کافر، دجال، ملحد رکھا تھا اور اس نے فتویٰ کفر وغیرہ میری نسبت پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں سے لکھوایا...... سواب یہی فتویٰ پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں، بلکہ خود محمد حسین کے استاذ نذیر حسین نے اس کی نسبت دے دیا، یعنی یہ کہ وہ کذاب اور دجال اور مفتری اور اہل سنت

سے خارج ہے اور اس فتویٰ کا باعث یہ ہوا کہ محمد حسین مذکور نے تمام علماء پر اپنا عقیدہ یہ ظاہر کررکھا تھا کہ وہ ان کی طرح اس مہدی کا منتظر ہے، جو بنی فاطمہ میں سے خلیفہ ہوگا اور کافروں سے لڑے گا۔ مسیح موعود اس کی مدد کے لئے اور اس کی خونریزی کے کاموں میں ہاتھ بٹانے کے لئے آسمان سے اترے گا اور اس نے علماء کو یہ بھی کہا تھا کہ پہلے میں نے غلطی سے ایسا خیال کیا تھا کہ مہدی کے آنے کی حدیثیں صحیح نہیں ہیں۔ مگر اب میں نے اس قول سے رجوع کرلیا ہے اور اب میں پختہ اعتقاد سے جانتا ہوں کہ ایسا مہدی ضرور آئے گا اور عیسائیوں اور دوسرے کافروں سے لڑے گا۔ اس کی تائید کے لئے عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے تا دونوں مل کر کافروں کو مسلمان کریں یا مار ڈالیں۔ یہ اعتقاد اس وقت محمد حسین نے مولویوں میں جوش پھیلانے کے لئے ظاہر کیا تھا۔ جب کہ اس نے میرے کافر ٹھہرانے کے لئے ایک فتویٰ لکھا تھا اور بیان کیا تھا کہ یہ شخص مہدی موعود کے آنے سے اور اس کی لڑائیوں سے منکر ہے۔ لیکن جب ان دنوں محمد حسین کو گورنمنٹ سے زمین لینے کی ضرورت پیش آئی تو اس نے پوشیدہ طور پر ۱۴/اکتوبر ۱۸۹۸ء کو انگریزی میں ایک فہرست شائع کی، جس میں اس نے گورنمنٹ کو اپنا یہ احسان جتلایا کہ میں اس مہدی موعود کو نہیں مانتا، جس کے مسلمان منتظر ہیں اور وہ تمام حدیثیں جھوٹی ہیں، جن میں اس کے آنے کی خبر ہے۔ اور اس کی بدقسمتی سے اس انگریزی فہرست کی مسلمانوں کو اطلاع ہوگئی اور لوگوں نے بڑا تعجب کیا کہ یہ کیسا منافق ہے کہ اپنی قوم کے آگے مہدی موعود کے آنے کے بارہ میں اپنا اعتقاد ظاہر کرتا ہے اور گورنمنٹ کو یہ سناتا ہے کہ میں اس اعتقاد کا مخالف ہوں۔ تب میں نے اس کے بارہ میں ایک استفتاء لکھا اور فتویٰ لینے کے لئے پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں کے سامنے پیش کیا۔ تب مولویوں اور نذیر حسین اس کے استاد نے بھی وہ استفتاء پڑھ کر اسی طرح محمد حسین کو کافر اور دجال ٹھہرایا۔ جیسا کہ مجھے ٹھہرایا تھا اور اسی طرح ذلت کے الفاظ اس کی نسبت لکھے، جیسا کہ محمد حسین نے میری نسبت لکھے تھے۔ سو وہ اسی طرح ذلیل کیا گیا، جیسا کہ اس نے جھوٹے فتوؤں سے مجھے ذلیل کیا تھا۔ سو اس طرح یہ پیش گوئی پوری ہوگئی۔''

یہی بات اس نے الٹ پھیر کر اشتہار ۶/جنوری میں کہی ہے اور اشتہار ۷/جنوری ۱۸۹۹ء (مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج۳، ص۱۰۹) کے شروع میں اس نے کہا ہے ''اس بات سے تو ہم کو بہت خوشی ہوئی کہ مولوی نذیر حسین دہلوی اور عبدالجبار غزنوی اور رشید احمد گنگوہی

اور دوسرے علماء ان کے ہم مشربوں نے مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ کو جس نے مہدی خونی کے آنے کی نسبت حضور گورنمنٹ عالیہ میں اپنا انکار ظاہر کیا۔ بوجہ اس کے اس عقیدہ کے اس کو کذاب اور مفتری اور دجال اور کافر اور دائرہ اسلام سے خاج اپنے فتوؤں میں لکھا اور اس طرح پر اس کو ذلیل کر کے ہماری وہ پیش گوئی پوری کی۔ جو اشتہار مباہلہ ۲۱/ نومبر ۱۸۹۸ء میں شائع کی گئی تھی اور نیز ان احادیث نبویہ کو بھی پورا کیا، جو آخری زمانہ کے مولویوں کے بارے میں ہیں اور اپنے طریق عمل سے ان کی صحت پر گواہی دے دی۔

مگر اس دوسری بات کے خیال کرنے سے ہمیں رنج بھی ہوا کہ ان لوگوں کے یہ فتویٰ دیانت اور ایمان داری پر مبنی نہیں، بلکہ یہود کے علماء کی طرح اپنی نفسانی اغراض اور تعصّبات اور کینہ وری پر مبنی ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں کی یہی کارروائی ان کے حالات باطنی پر کافی گواہ ہے، جو ہمارے استفتاء مؤرخہ ۲۹ دسمبر ۱۸۹۸ء میں ان سے ظہور میں آئی۔ ان سے یہ فتویٰ طلب کیا گیا تھا کہ اس شخص کی نسبت آپ لوگ کیا فرماتے ہیں، جو اس مہدی کے آنے کا منکر ہو جس کی نسبت آپ لوگوں کا اعتقاد ہے کہ وہ ظاہری اور باطنی خلیفہ ہوگا اور بذریعہ لڑائیوں کے دین کو غالب کرے گا: تو ان مولویوں نے اپنے دلوں میں یہ خیال کر کے کہ ایسے اعتقاد کا پابند تو یہی شخص یعنی یہ عاجز (غلام احمد) ہے۔ محض شرارت کی راہ سے یہ تجویز کیا کہ آؤ اب بھی اس فتویٰ کے رو سے اس کو کافر اور دجال اور مفتری قرار دیں۔ تب فی الفور یہ گندے اور پلید فتوے لکھ مارے اور اگر ان کو پہلے سے خبر ہوتی کہ یہ استفتا شیخ محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ کے لئے لکھا گیا ہے تو ہرگز یہ فتویٰ نہ دیتے۔

پھر اس اشتہار کے (ص۴، مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج۳،ص۱۱۱) میں کہا ہے ''ہاں ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ بلاشبہ سچا اور صحیح اعتقاد یہی ہے کہ ایسے مہدی کے آنے کی نسبت کوئی حدیث صحت کو نہیں پہنچتی اور جس قدر صحاح ستہ میں حدیثیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی جرح سے خالی نہیں اور اگر جاہل اور بے وقوف اور خائن اور نام کے مولوی جو دیانت اور ایمان داری اور راست گوئی سے خالی ہیں، ایسی مجروح اور مردود حدیثوں کے رد کرنے والے اور ایسے مہدی کے منکر کی نسبت کافر اور دجال اور کذاب اور مفتری ہونے کا فتویٰ دیں۔ جیسا کہ نذیر حسین اور عبدالجبار اور رشید احمد اور عبدالحق وغیرہ نے فتویٰ دیا۔ تو یہ فتویٰ محض بددیانتی کی راہ سے ہے۔''

پھر اس کے (ص۵، مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج۳،ص۱۱۲) میں کہا ہے کہ ''اس فتویٰ

لکھنے کے بعد یہ مولوی ابوسعید محمد حسین سے اس اقرار لینے اور اس کو مشتہر کرانے کے بغیر کہ وہ بھی اس کی طرح آمد مہدی کا قائل ہے، اس کی ملاقات سے پرہیز نہ کریں گے، تو وہ مولوی خود دجال اور مفتری ہیں۔‘‘

نوٹ: ناظرین سطور زیر خط کو ملاحظہ کریں، اس میں پرافٹ قادیاں نے کیسا صریح اقرار کیا ہے کہ وہ فتویٰ اس پر لگایا گیا ہے، نہ کہ خاکسار پر۔

## خلاصہ بیان اشتہارات پرافٹ قادیان

ان اشتہارات ثلاثہ میں پرافٹ قادیان نے دو مختلف وباہم متناقض بہتان مجھ (خاکسار) پر قائم کئے ہیں اور دو مختلف ومتناقض بہتان علماء اہل افتاء پر قائم کئے ہیں۔

۱...... خاکسار پر ایک یہ بہتان کہ یہ شخص دل سے ایسے مہدی کے آنے کا (جو انگریزوں وغیرہ سے لڑنے آئے گا) معتقد وقائل ہے اور احادیث متعلقہ مہدی کو جو اس نے اپنے رسائل میں ضعیف کہا ہے، اس سے رجوع کر چکا ہے اور اس رجوع سے علماء وقت کو اطلاع دے چکا ہے اور اس اعتقاد میں وہ تمام علماء وقت کا ہم عقیدہ وہم خیال، بلکہ ان کا معلم وسر گروہ ہے اور فہرست انگریزی مضامین اشاعۃ السنۃ میں (جو ۱۴؍اکتوبر ۱۸۹۸ء کو اس نے خفیہ طور پر شائع کی ہے) گورنمنٹ کے سامنے اس اعتقاد سے انکار ظاہر کرنے میں اس نے جھوٹ اور فریب اور نفاق سے کام لیا ہے۔

۲...... دوسرا بہتان اس کے برخلاف ومتناقض یہ کہ یہ شخص دل سے مہدی موعود کے آنے سے منکر ہے اور گورنمنٹ کے پاس اس انکار کے اظہار میں (جو فہرست انگریزی مضامین اشاعۃ السنۃ مطبوعہ ۱۴؍اکتوبر ۱۸۹۸ء میں اس نے کہا ہے) وہ سچا ہے اور گورنمنٹ کا سچا اور مخلص فرمانبردار ہے۔ اس کی اس دلی انکار کی وجہ سے علماء وقت نے اس کو مسلمانوں کے پاس جھوٹ بولنے والا اور منافق قرار دے کر اس پر کفر کا فتویٰ لگا دیا ہے۔

ایسے ہی علماء اہل افتاء پر پرافٹ قادیاں نے دو مختلف ومتناقض بہتان قائم کئے ہیں:

۱...... یہ کہ انہوں نے اس شخص (خاکسار) کی فہرست مطبوعہ ۱۴؍اکتوبر ۱۸۹۸ء پر اطلاع پائی، تو اس شخص کو منکر مہدی سمجھ کر اس پر فتویٰ کفر لگا دیا اور اس کی نسبت تعجب سے کہا کہ یہ شخص منافق ہے۔ ہمارے سامنے مہدی کی آمد کا اعتقاد ظاہر کرتا ہے اور ہم کو یہ عقیدہ سکھاتا رہا اور درحقیقت یہ مہدی سے منکر ہے اور گورنمنٹ کا خیرخواہ ہے اور آج تک ہم کو

دھوکہ دیتا رہا اور ہمارے ساتھ منافقانہ برتاؤ کرتا رہا۔

اس بہتان کے ساتھ اور اس کے متعلق قادیانی نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ فعل ان مولویوں کا گو عام لوگوں کے خیال میں دین داری کی وجہ سے ہو۔ مگر درحقیقت یہ ان کی بے دینی ہے، کیونکہ مہدی موعود کی بابت جس قدر حدیثیں صحاح ستہ میں لکھی گئی ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی صحت کو نہیں پہنچی۔ وہ سب کی سب جرح سے خالی نہیں۔ لہٰذا منکر مہدی کی نسبت ان کے یہ فتوے گندے اور ناپاک ہیں، جو محض بے دیانتی کی راہ سے لکھے گئے ہیں۔

۲...... دوسرا بہتان، بہتان اول کے برخلاف علماء اہل افتاء پر یہ کہ ان مولویوں نے وہ گندے اور ناپاک فتوے محض بدنیتی سے لکھے ہیں۔ انہوں نے منکر مہدی مجھ (قادیانی) کو سمجھا اور اگر وہ یہ سمجھتے کہ یہ فتویٰ ابوسعید محمد حسین کی نسبت اور اس کے حق میں پوچھا گیا ہے، تو وہ ہرگز یہ فتویٰ نہ دیتے۔ پھر خاکسار کے حق میں ان کا یہ فتویٰ نہ دینے کی وجہیں (جو قادیانی نے بیان کی ہیں) وہ بھی آپس میں متناقض ومتخالف ہیں۔

۱...... وجہ اول یہ کہ وہ سب مولوی بے دین اور منافق ہیں، اس وجہ سے مجھ (قادیانی) کو منکر مہدی سمجھ کر کافر وخارج از اسلام قرار دے چکے ہیں۔ مگر یہی بات (ان کا اعتقاد آمد مہدی) وہ ابوسعید محمد حسین میں پاتے ہیں، تو اس کو کافر وخارج اسلام نہیں سمجھتے اور اس سے میل ملاقات ترک نہیں کرتے۔

۲...... دوسری وجہ اس کی متناقض یہ کہ وہ محمد حسین کو اعتقاد آمد مہدی کا منکر نہیں جانتے، بلکہ اس کو اپنا ہم عقیدہ وہم خیال اور اس اعتقاد کا معلم وسرگروہ جانتے ہیں اور اس وجہ سے اس سے میل ملاقات رکھتے اور اس سے اجتناب نہیں کرتے۔

اس افتراؤں اور بہتانوں کے جواب میں اس سے زیادہ کہنا اور اس پر خارجی دلائل کی شہادت پیش کرنا ضروری نہیں کہ قادیان کے یہ افتراء جو مجھ پر کئے ہیں۔ خواہ علماء اہل افتاء پر آپس میں متناقض ومتخالف ہیں۔ ان میں سے ایک کو سچا اور صحیح مانا جائے، تو اس سے دوسرے کا جھوٹ وافتراء ہونا ثابت ہوتا ہے۔

مثلاً خاکسار کی نسبت جو اول بہتان باندھا گیا ہے کہ یہ شخص دل سے آمد مہدی مذکور کا قائل ومعتقد ہے اور اس وجہ سے علماء کا ہم خیال وسرگروہ مانا جاتا ہے اور گورنمنٹ کے پاس آمد مہدی سے انکار کرنے میں گورنمنٹ کو دھوکہ وفریب دے رہا ہے۔ یہ سچ اور صحیح مانا

جائے تو پھر اس کے مخالف دوسرا بہتان کہ وہ دل سے مہدی کا منکر ہے اور اس وجہ سے علماء نے اس کو کافر ٹھہرایا ہے، صحیح نہیں ہوسکتا۔

اور اگر اس دوسرے بہتان کو صحیح اور سچا مانا جائے، چنانچہ قادیانی نے اشتہار ۷/جنوری ۱۸۹۹ء میں اس کو یقینی سچ کہا ہے، تو اس صورت میں پہلا بہتان کہ یہ شخص (خاکسار) دل سے مہدی کا معتقد ہے اور انکار کرنے سے گورنمنٹ کو دھوکہ دے رہا ہے، صحیح نہیں ہوسکتا۔ بحکم عقل اور بشہادت اعتراف قادیانی (جو اشتہار ۷/جنوری ۱۸۹۹ء میں اس نے کیا ہے) مختلف ومتناقض دو اعتقاد ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتے اور نیز علماء اور دیگر اہل عقل ایک ہی شخص کو ایک امر کا منکر اور قائل ٹھہرا کر کافر اور مومن بلکہ اہل اسلام کا سرگروہ نہیں کہہ سکتے۔ اور ایک امر کے اقبال یا انکار میں راستباز بھی اور دھوکہ باز بھی نہیں ٹھہرا سکتے۔

اگر میں علماء کے نزدیک آمد مہدی کے قائل اور ان کا معلم اور سرگروہ ہوں، تو پھر ان کے نزدیک کافر نہیں ہوں اور اگر ان کے نزدیک اب منکر ٹھہر چکا اور اس اعتقاد کی تعلیم واظہار سے ان کو دھوکہ دیتا رہا ہوں، تو پھر ان کا ہم خیال وسرگروہ نہیں ہوں اور نیز اس صورت میں اس انکار سے گورنمنٹ کو دھوکہ دینے والا منافق نہیں ہوں۔ بلکہ گورنمنٹ کے پاس سچ بولنے والا اور اس کا مخلص وفادار ہوں۔

یہ بات محال اور بحکم عقل ناممکن ہے کہ میں عقیدہ آمد مہدی کے اقرار واظہار میں سچا ہوکر علماء کا سرگروہ بھی بنا ہوں اور اس میں جھوٹا ہوکر ان کے نزدیک کافر بھی ہوں۔ ایسا ہی یہ ناممکن ہے کہ اس اعتقاد سے انکار کرنے میں گورنمنٹ کا سچا تابعدار، وفادار بھی ہوں اور اس کو دھوکہ دینے والا اور منافق بھی ہوں۔

ایسا ہی جو پرافٹ قادیان نے اہل افتاء کی نسبت جو اول بہتان باندھا ہے کہ انہوں نے فہرست ۱۴/اکتوبر ۱۸۹۸ء میں اس شخص (خاکسار) کا اعتقاد آمد مہدی سے انکار دیکھ کر سابق اظہار اعتقاد آمد مہدی میں منافق قرار دیا اور مجھ پر فتویٰ کفر لگایا، صحیح اور سچا تسلیم کیا جائے، تو پھر اس کے برخلاف ان پر یہ دوسرا الزام صحیح نہیں ہے کہ انہوں نے وہ فتویٰ اس شخص (خاکسار) پر نہیں لگایا، بلکہ قادیانی کو منکر سمجھ کر اس پر فتویٰ لگایا ہے اور اگر اس دوسرے بہتان کو صحیح اور سچا مان لیا جائے، تو پھر پہلا بہتان کہ انہوں نے اس (خاکسار) پر فتویٰ کفر لگا دیا ہے، صحیح نہیں ہوتا۔ یہ دو باتیں بھی عقلاً محال ہیں اور جمع نہیں ہوسکتیں کہ ان علماء نے

خاکسار پر فتویٰ کفر لگا بھی دیا ہے اور نہ بھی لگایا ہو۔

ایسے ہی اس فتویٰ کے نہ لگانے کی دونوں وجہیں باہم متناقض ومتخالف ہیں۔ اگر اول وجہ صحیح تسلیم کی جائے کہ وہ علماء بددیانت وبے دین ہیں، اس خاکسار کو منکر مہدی جان کر پھر بددیانتی سے مجھ پر فتویٰ کفر نہیں لگاتے، تو اس سے دوسری وجہ غلط ثابت ہوتی ہے کہ وہ علماء اس خاکسار کو منکر مہدی نہیں جانتے۔ اس وجہ سے وہ فتویٰ کفر نہیں لگاتے اور اگر اس کو صحیح تسلیم کیا جائے، تو اس سے پہلی وجہ رد ہو جاتی ہے۔

یہ اختلاف بیان پرافٹ قادیان اس کے بہتان ہونے پر کافی دلیل ہے اور ان پر خارجی شہادت کی کچھ ضرورت باقی نظر نہیں آتی۔ تاہم دلائل وشواہد خارجیہ سے اس کا بہتان ہونا ثابت کیا جاتا ہے۔

خاکسار نے ان علماء اہل افتاء سے استفسار کیا کہ جو فتویٰ آپ لوگوں نے منکر مہدی کے حق میں دیا ہے کیا وہ خاکسار کے حق میں دیا ہے اور کیا خاکسار کی کسی کلام میں آپ نے آمد مہدی موعود سے انکار پایا ہے یا نہیں۔ تو انہوں نے صاف یہ جواب دیا اور فتویٰ لکھ دیا کہ وہ فتویٰ ہم نے تمہارے حق میں نہیں دیا۔ کیونکہ تمہاری کسی کلام میں ہم نے آمد مہدی سے انکار نہیں پایا۔ بلکہ وہ فتویٰ قادیانی کے حق میں دیا ہے، جس کے رسائل وتصنیفات میں جا بجا آمد مہدی موعود سے صریح انکار پایا جاتا ہے۔

اس استفسار کے ساتھ میں نے ان علماء سے یہ بھی دریافت کیا ہے کہ کیا اس انکار کے برخلاف میں نے آپ لوگوں کے سامنے آمد مہدی کے اعتقاد کا اظہار واقرار بھی کیا ہے، تو اس کے جواب میں بھی انہوں نے صاف فرمایا کہ تم آمد مہدی کے متعلق کبھی اعتقاد کا اظہار بھی ہمارے سامنے نہیں کیا اور کہا کہ مہدی کے متعلق نفیاً یا اثباتاً ہمارے سامنے کبھی تم نے کہیں کچھ نہیں کہا۔ ذیل میں ان علماء کے جوابات بعینہ نقل کئے جاتے ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## حضرات علماء وقت سے استفسار واستشہاد

جن علماء نے آج کل منکر مہدی موعود کی نسبت فتویٰ کفر وغیرہ لکھا ہے، ان سے استفسار ہے کہ انہوں نے اس فتویٰ کے لکھنے کے وقت منکر مہدی کس شخص کو سمجھا تھا۔ مرزا غلام احمد کو یا خاکسار مستفسر کو یا کسی خاص شخص کو بھی نہیں سمجھا۔ صرف فرضی منکر زید، عمر کے حق میں

وہ فتویٰ دیا ہے۔ اگر انہوں نے مرزا غلام احمد کو سمجھا تھا تو اس کی وجہ بیان کریں اور اگر اس خاکسار کو سمجھا تھا تو فرما دیں کہ انہوں نے مہدی موعود سے انکار میری زبان سے سنا تھا یا میری کسی تحریر میں پایا تھا اور ایسی کون سی میری تحریر ان کی نظر سے گزری تھی۔

اس استفسار کے مقابلہ میں ان حضرات سے یہ بھی سوال ہے کہ آیا میں نے ان حضرات میں سے کسی صاحب کے پاس اس انکار کے برخلاف اس اعتقاد کا اظہار بھی کیا اور ان کو کہا تھا کہ مہدی موعود آئے گا اور وہ عیسائیوں وغیرہ کافروں سے لڑے گا۔ تم اس اعتقاد پر پختہ رہو یا یہ اعتقاد لکھ کر ان کو دیا تھا اور خاص کر مولوی احمد اللہ صاحب سرگروہ اہل حدیث ومیونسپل کمشنر امرت سر سے سوال ہے کہ کیا میں نے آپ کے روبرو کبھی یہ کہا کہ میں نے غلطی سے احادیث متعلقہ مہدی کو ضعیف کہا تھا، اب میں نے ان سے رجوع کر لیا ہے۔

آپ حضرات اراکین دین اور اساطین ملت سید المرسلین ہیں۔ لہٰذا آپ صاحبوں کے سامنے ادائے شہادت کی ضرورت و وجوب کا بیان کرنا اور آیت ’’ولا تکتموا لشھادۃ‘‘ پیش کرنا ضروری نہیں ہے۔ المستفسر: ابوسعید محمد حسین ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ

**الجواب:** اس فتویٰ کی تصدیق کے وقت میں نے منکر مہدی مرزا غلام احمد کو سمجھا تھا کیونکہ سائل نے مرزا کو منکر بتایا تھا۔ مولوی محمد حسین صاحب کا مجھے خیال بھی نہیں گزرا تھا۔ میرے روبرو کبھی مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب نے نہیں کہا کہ میں نے غلطی سے احادیث متعلقہ مہدی کو ضعیف کہا تھا۔ اب میں اس سے رجوع کرتا ہوں۔ ابوعبید احمد اللہ عفی عنہ

**جواب استفسار دوم:** ہم کو مولوی محمد حسین صاحب نے کبھی نہ زبانی کہا اور نہ لکھ کر دیا کہ مہدی موعود عیسائیوں سے لڑنے کو آئے گا۔ تم اس بات پر پختہ رہو۔

ابوعبید احمد اللہ عفی عنہ امرتسری

فتویٰ معہود کے بارے میں یہ بات کہ مستفتی نے ظاہر کیا تھا کہ برہما کے علاقہ میں ایک شخص مرزائی امام مہدی کے ظہور سے منکر ہے۔ میں وہاں نوکر ہوں اور یہ بھی اس نے کہا تھا کہ میں بھی پہلے معتقد مرزا تھا۔ اب میں قادیان سے آیا ہوں، ان سے بھی بہت سے مسائل پوچھے۔ سو چونکہ اس نے اکثر جواب برخلاف اہل اسلام کے دیئے، اس لئے میں اب اس کا منکر ہوں۔ نیز مولوی محمد حسین صاحب نے قبل از تحریر فتویٰ معہود کبھی میرے ساتھ دربارہ امام مہدی کوئی بات نہیں کی ہے، نہ اثباتاً نہ نفیاً اور باقی تعیین مصداق فتوی میں سو یہ

کچھ ضرور نہیں، فتویٰ ہر ایک شخص کے حق میں یہی ہوگا، کوئی ہو۔

عبداللہ الغنی ابومحمد زبیر غلام رسول الحنفی القاسمی عفی عنہ

فتویٰ مذکور نوشتہ مولوی عبدالحق نزدمن مستفتی نہ آوردہ۔ بلکہ مستفتی ہمدست شخصے برمکان نزداحقر فرستادہ۔ زبانی شخص مذکور ہمیں شنیدم کہ قادیانی منکر مہدی موعود است درحق اوچہ فتویٰ است۔ لہٰذا راقم الحروف ہمراہ انکار مہدی انکار نزول عیسیٰ علیہ السلام وخروج دجال ہم شامل نمود۔ تاکہ بینندہ را واضح شود کہ فتویٰ درحق قادیانی است کہ منکر ہرسہ (۳) قادیانی است لاغیرہ۔ بالفرض اگر غیر از مرزا کسے دیگر منکر ایں سہ (۳) باشد بروہم ہمیں فتویٰ است کہ برمرزا است۔ باقی مولوی محمد حسین صاحب گاہے نزداحقر نہ ذکر انکار مہدی موعود نمودہ ونہ اقرار آں۔ عبدالجبار بن عبداللہ الغزنوی

فتویٰ مذکور کے بارے میں میں نے مفصل اشتہار چھپوایا۔ درحقیقت مستفتی نے مرزا سے سخت تبرّا اور انکار ظاہر کیا اور مرزا کو دجال اور دیگر سخت الفاظ سے ذکر کرتا تھا اور کہا کہ فقط مرزائیوں کے اخراج اور اہانت اور تسوید وجہ کے واسطے یہ فتویٰ چاہتا ہوں کہ مرزائیوں کو افریقہ سے نکال دوں اور مولوی محمد حسین کا نام بھی نہیں لیا۔ رہا مولوی محمد حسین سو اس نے مہدی کے بارے میں اقراراً یا انکاراً ہمارے ساتھ تذکرہ نہیں کیا اور نہ میں نے مخالف اہل سنت کے کوئی تحریر اس کی دیکھی اور اگر بالفرض مرزا کے سوا کوئی اور مہدی کے آنے سے انکار ظاہر کرے، تو ہمارا اس پر بھی یہی فتویٰ ہے، جو مرزا کے بارے میں لکھا گیا۔

حررہ عبدالحق غزنوی مباہل قادیان

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی نسبت یہ فتویٰ نہیں لکھا گیا، انہوں نے میرے سامنے کبھی مہدی موعود کے آنے سے انکار نہیں کیا اور نہ کوئی تحریر بھیجی ہے۔ جس میں اس اعتقاد کا اظہار ہو کہ میں ایسے مہدی کے آنے کا معتقد ہوں، جو عیسائیوں وغیرہ سے لڑنے کے لئے آئے گا۔ تم اس اعتقاد پر پختہ رہو۔ بلکہ مہدی کے بارہ میں کبھی نفیاً واثباتاً ذکر نہیں ہوا۔

فقیر غلام محمد بگوی عفاعنہ امام مسجد شاہی لاہور

حامداً ومصلیاً ومسلماً

بندہ کے پاس جو استفتاء درباب مہدی موعود آیا تھا، تو بندہ اس کو قطعاً مرزا قادیانی کے باب میں یقین کرتا تھا اور اسی خیال پر اس کا جواب لکھا گیا تھا اور مولوی محمد حسین بٹالوی

کے نہ کبھی میں نے زبان سے کچھ سنا اور نہ کسی ان کی تحریر، نہ کسی شخص کی تقریر سے انکار مہدی موعود کا معلوم ہوا۔ مگر ہاں جو شخص انکار مہدی موعود کا کرے، اس کے باب میں وہی فتویٰ بندہ کا ہے، جو مرزا کے باب میں اور چونکہ مہدی موعود کا ہونا صحیح مسلم سے ہی ثابت ہے، تو بندہ کو ہرگز گمان نہیں کہ مولوی محمد حسین نے اس کا انکار کیا ہو۔ **فقط واللہ اعلم!**

کتبہ: الاحقر بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(ج۱۹، نمبر۹، ص۲۵۳ تا۲۶۸)

نوٹ: اس مضمون کو پڑھ کر بھی کوئی شخص مرزا قادیانی کو راست گو سمجھے اور اس کا معتقد رہے، تو جانو کہ اس کے عقل وحواس میں فرق ہے یا وہ دیدہ دانستہ آنکھ بند کر کے قادیانی کی پیروی کرتا ہے اور وہ پیر پرست اور ہٹ دھرم ومعاند ہے۔ اور آیت ’’**فمن لم یجعل له نوراً فماله من نور**‘‘ کا مصداق ہے۔ یہ بیعت قادیانی اور پیری مریدی کی آفات سے ایک آفت ہے، جس کی تفصیل میں ہم رسالہ آئندہ میں ایک مضمون بعنوان ’’پیری مریدی کی آفات‘‘ شائع کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ان آفات میں بہت سے اہل حدیث مبتلا ہیں، ان ہی کی ہدایت کے لئے وہ مضمون لکھا جانا ضروری معلوم ہوا ہے۔

## پرافٹ قادیان کو الٹی میٹم (آخری اعلان جنگ)

قادیان کے مرزا کو ہم تو چھوڑ چکے تھے۔ مگر وہ صاحب ہم کو نہیں چھوڑتے اور دریا میں بہتی ہوئی گٹھڑی سیاہ کملی کی نظیر بن رہے ہیں۔ ہر تحریر، ہر تصنیف، ہر اشتہار، ہر ایک قادیان کے اخبار میں ہم سے چھیڑ چھاڑ کئے جاتے ہیں۔ ہم اس پر بھی صبر اختیار کرتے اور کچھ عرصہ اور بھی خاموش رہتے۔ مگر ہمارے پچھلے دو سال تک خاموش رہنے پر وہ صاحب دلیر ہوگئے ہیں اور یہاں تک غضب ڈھا چکے ہیں کہ ہماری نسبت رسالے (اعجاز احمدی ص۵۱، خزائن ج۱۹، ص۱۶۳) میں قصیدہ عربی کے شعر ذیل، یہ پیش گوئی سراسر لاف زنی و دروغ گوئی کر بیٹھے ہیں:

**اقلب حسین یهتدی من یظنه عجیب وعندالله هین وایسر**

اور چونکہ اس شعر کا مطلب در بطن شاعر تھا، کیونکہ قواعد عربیت ونحو کے رو سے یہ شعر غلط تھا۔ اس میں یظن کا مفعول ثانی اور عجیب کا مبتداء دونوں در بطن قائل ہیں اور آپ کا ملہم عربی (جس کا ذکر اس سے پہلے دو اشعار میں ہی عربیت کے کوچہ سے نابلد اور نحو میں کچا ہے) اس لئے اس شعر کا ترجمہ خود ہی ان کو کرنا پڑا اور آپ نے یہ ترجمہ کیا: ’’کیا محمد حسین کا

دل ہدایت پر آ جائے گا، یہ کون گمان کرسکتا ہے۔ عجیب بات ہے اور خدا کے نزدیک سہل وآسان ہے۔‘‘اس پیش گوئی (نہیں،نہیں لاف زنی ودروغ گوئی) نے مرزائی پارٹی کے گھر گھر نعرہ شادی مرگ بلند کیا اور اس سرے سے اس سرے تک خرام مچادیا اور یہ خیال پھیلا دیا کہ یہ خاکسار اعتقاد مرزا کا تابع ہو جاوے گا۔

اس خیال سے مرزائی مجھے بذریعہ خطوط مبارکبادیاں پہنچاتے ہیں اور کئی بالمشافہ آ کر بھی خوشخبری سناتے اور کہتے ہیں کہ اب ہم کو اپنے امام کی طرف سے آپ کی تعظیم کا حکم ہوگیا ہے اور خود بھی ان کے امام نے ایک رجسٹر و پمفلٹ خاکسار کے نام بھیجا تو اس کے لفافے پر بدست خاص وبقلم خود یہ عنوان لکھا۔ بخدمت حضرت مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب جہاں ہوویں پہنچے۔ راقم خاکسار مرزاغلام احمد از قادیان ۹؍مارچ ۱۹۰۳ء (جو آپ کی سابق عادت دہ سالہ کے بالکل برخلاف وقوع میں آیا ہے اور بعض بلاد بعیدہ مدراس وغیرہ میں تو یہ بھی ان حضرات صادق الکلمات نے مشہور کر رکھا ہے کہ یہ خاکسار مرزا کا تابع وموافق ہو ہی گیا ہے۔

ان حضرات کے اس عمل واعتقاد پر بھی اگر خاکسار گزشتہ دو سالوں کی طرح سکوت اختیار کرتا ہے تو یہ اپنے مرزائی ہو جانے کو تسلیم کر لینا ہے اور عام مسلمانوں کو اس خاکسار سے اعتقاد ومحبت رکھتے ہیں، گمراہی کے گڑھے میں دھکیلنا ہے:

اگر بینم کہ نابینا وچاہست     اگر خاموش بنشینم گناہ است

کا بمراتب بڑھ کر مصداق ہے اس وجہ سے خاکسار کو پھر ان سے لڑنا پڑا اور اسی غرض سے یہ الٹی میٹم جاری کیا ہے۔ مگر یاد رہے کہ اس جنگ میں کوتاہ ہتھیاروں سے مرزا کے ہر ایک نقیر وقمطیر ولغو ولچریات کے جواب دینے سے مقابلہ ہوگا۔ کیونکہ وہ چھ سالوں کے چھ جلدوں میں کافی وافی ہو چکا ہے۔ بلکہ خاص کر اس کی دروغ گوئیوں اور لاف زنیوں پر گولہ باری اور تیز اندازی سے ڈیفنڈ (دفاع) عمل میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

پرافٹ قادیان اپنی خیر چاہتا ہے تو اس پیش گوئی کو ودڈرا کرے یعنی واپس لے یا منسوخ کرے (اگرچہ مسلمانوں کے نزدیک نسخ اخبار جائز نہیں، مگر اس کو مسلمانوں اور ان کے اصول ومسائل سے کیا کام ہے) یا اس پیش گوئی کی ایسی تاویل کرے جیسے پیش گوئی متعلق عبداللہ آتھم اور شوہر ثانی منکوحہ آسمانی کی تاویل کر دی تھی، نہیں تو نمبر آئندہ سے گولہ باری شروع ہو جاوے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! (اشاعۃ السنۃ ج۱۹ نمبر۲ ص۲۸۲)

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

# طاعون کا روحانی سبب اور علاج

(لائق توجہ کافہ انام وخواص اہل اسلام وگورنمنٹ والا مقام)

حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پرافٹ قادیان اور اس کے معتقد نادان یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہندوستان میں طاعون خود بدولت (مرزا صاحب) ہی لائے ہیں۔ اس دعویٰ کو سن کر ایک ظریف (مگر مہذب) لاہوری دوست مقیم لائل پور بولے کہ ہم تو مرزا صاحب کے معتقد ہوگے ہیں کہ ہندوستان میں طاعون لانے والے یہی حضرت ہیں۔

اس ظریف کے ردیف ایک اور صاحب ہوگئے اور انہوں نے اس کی تصدیق وتائید میں یہ دوبیت بھی پڑھ سنائے:

قدم نا مبارک ومسعود گر بدریا رود برآرد دود
قدم نا مبارک عالی گر بدریا رود کند خالی

ان ظریفانہ لطیفوں سے سمجھنے والے تو سمجھ گئے ہوں گے کہ قادیان والوں کا دعویٰ کہاں تک اور کن معنی کو صحیح اور سچ ہے۔ مگر بے سمجھ شاید ان کے معنی یہی سمجھیں کہ ہندوستان میں طاعون کا آنا مرزا جی کی کرامت اور ان کو مسیح موعود، مہدی مسعود، مجدد، امام وقت نہ ماننے والوں کے اعمال کی شامت ہے۔

اس خیال واحتمال نے خاکسار خادم اہل اسلام وخیر خواہ کافہ انام کو اس مضمون کی تحریر واشاعت پر آمادہ کیا ہے۔ ورنہ خاکسار اس گروہ ناحق پژدہ کو اس کے دریدہ دہنی وبد زبانی وبیہودہ گوئی ودروغ بیانی کی وجہ سے لائق خطاب نہ سمجھتا تھا اور ان کی ایسی بیہودہ سرایوں اور دروغ گوئیوں کو نوٹس لینے کے قابل نہ جانتا تھا۔

پرافٹ قادیان اور اس کو پر لگانے والے پیروان ومریدان مصداق ''پیران نمے پرند، مریدان مے پرانند۔ ابتداء ۱۸۹۸ء سے یہ جھوٹی کرامت مرزائی حمقاء کے دلوں ودماغوں میں جمارہی اور ان ناجائز ڈھکوسلوں اور گیدڑ بھبکیوں سے نافہم لوگوں کو اپنے مذہب باطل کا معتقد بنارہے ہیں۔ گو اس کا اثر عقلاء زمانہ پر اب تک کچھ نہیں ہوا اور انہوں نے اس دعویٰ کو صرف گیدڑ بھبکی یا کرامت شیخ چلی سمجھا اور اس بیت کا مصداق خیال کیا:

ایں کرامت ولی ماچہ عجب گربہ شاشید گفت باران شد

مگر چونکہ دنیا احمقوں سے خالی نہیں، لہٰذا اس گیدڑ بھبکی کا اثر احمقوں پر کچھ نہ کچھ پڑ ہی گیا۔

ان دنوں خاکسار کو نوآبادی علاقہ لائل پور کے ایک گاؤں میں گزرنے کا اتفاق ہوا، تو وہاں کے ملا مسجد نے جو مرزا کا معتقد بھی نہ تھا۔ ایک دہشت رسیدہ وخوف زدہ صورت میں مجھ سے یہ سوال کیا کہ اس ملک پنجاب میں طاعون پھیلنے کا سبب کیا ہے۔ فلاں فلاں اشخاص (جو مرزائی کہلاتے ہیں) یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ طاعون مرزا کی مخالفت اور اس کے مسیح ومہدی ہونے سے انکار کرنے کی وجہ سے ہندوستان میں آیا اور پھیلتا جاتا ہے۔

میں نے اس شخص کو جواب دیا کہ اس صورت میں لازم وواجب تھا کہ مرزا کے تابعین ومعتقدین میں سے جو اس کو مسیح ومہدی ومجدد، امام وقت مان چکے ہیں کوئی ایک شخص بھی اس طاعون میں مبتلا ہوکر ہلاک نہ ہوتا۔ حالانکہ بہت مرزائی طاعون سے ہلاک ہوئے ہیں، جس کے ثبوت میں ایک مطبوع فہرست جو اس وقت خاکسار کے پاس موجود تھی، اس شخص کو دکھائی گئی۔

یہ جواب سن کر اور اس فہرست کو دیکھ کر اس شخص کا خوف وتردد رفع ہوا اور وہ مطمئن ہوگیا۔ مگر اس کی پہلی حالت دہشت وخوف نے مجھے یقین دلایا کہ ان گیدڑ بھبکیوں کا کچھ نہ کچھ اثر کم فہم وبے علم لوگوں پر ہوگیا ہے اور اسی وقت سے میں نے اس مضمون کی تحریر واشاعت کا عزم بالجزم کر لیا اور اس کو خاص اپنا فرض منصبی سمجھا اور یہ خیال کیا کہ عقل مندوں کے نزدیک ان گیدڑ بھبکیوں کے لغو وبے اثر ہونے کی وجہ سے ان کے تعرض سے اغماض کرنا اور احمقوں اور نادانوں کے اس دھوکہ کے دام میں پھنس جانے کا لحاظ نہ کرنا خیر خواہی اسلامی وہمدردی انسانی کے مخالف ہے اور اس بیت کا مصداق:

اگر بینم کہ نابینا وچاہ است    اگر خاموش بنشینم گناہ است

اس سے پیشتر لاہور کے بعض انگریزی خوان اہل حدیث نے لاہور میں مجھے اس مضمون کی تحریر کی درخواست کی اور یہ بات کہی تھی کہ بہت لوگ طاعون کے وقوع سے پریشانی وتردد میں مبتلا ہیں اور وہ یہ حیرتناک سوال کرتے ہیں کہ اگر یہ طاعون عقوبت (گناہوں کی سزا) ہے تو بہت صالحین اس میں کیوں مبتلا ہوگئے ہیں۔ اس سوال کو آپ حل کریں، تو لوگوں کو اس حیرت وتردد سے نجات حاصل ہو۔

خاکسار نے ان اخوان دین سے بھی اس مضمون کی تحریر کا وعدہ کیا تھا مگر اس تحریر کا عزم بالجزم تب ہی ہوا، جب کہ مرزائی گیدڑ بھبکیوں کا یہ زہریلا اثر میں نے مشاہدہ کیا۔ اس

زہریلا اثر کو دیکھ کر اب خاموش نہیں رہا جا سکتا، خصوصاً اس حالت میں کہ ہم مرزا کے مقابلہ میں الٹیمیٹم بھی جاری کر چکے ہیں اور اس میں مرزا کی دروغ گویوں پر گولہ باری و تیراندازی کا وعدہ دے چکے ہیں اور اس سے پیشتر (نمبر۲، ج۱۹ میں ص۹۶) ایک مضمون میں ہم یہ دعویٰ بھی کر چکے ہیں، کہ مرزا کا مذہب باطل صرف مغالطہ کی وجہ سے پھیلا ہے۔

اس مضمون کی تکمیل بھی ہمارے ذمہ پر ایک دین (قرض) لازم ہے۔ اس مضمون میں وہ دین بھی ادا ہوگا اور اخوان اہل حدیث لاہور کا سوال بھی بخوبی حل ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ **فاقول وباللہ التوفیق . ومنه الوصول الی التحقیق والتوفیق۔**

جس شخص کا دین اسلام اور اس کے ماخذ حدیث وقرآن پر ایمان ہے یا اس سے پہلی کتابوں توریت وانجیل وغیرہ پر وثوق واعتماد ہے یا کسی اور مذہب وملت آسمانی یا نحلت مجوزہ انسانی پر یقین واعتماد ہے۔ اس کا ایمانی واعتقادی فرض ہے اور اس کے اعتقاد وایمان کا لازمہ ہے (جس میں ایک ذرہ کے برابر شک کرنا اس کی ملت یا نحلت کے رو سے کفر ہے) کہ وہ مرزا کے اس دعویٰ کو محض دروغ بے فروغ اور صرف دھوکہ دہی وابلہ فریبی سمجھے اور تہ دل سے یقین کرے کہ مرزا کے مہدی ومسیح ومجدد وامام برحق ہونے سے انکار کرنا ہرگز ہرگز ہرگز طاعون یا کسی اور عقوبت دنیاوی یا اخروی کا موجب نہیں ہوسکتا، بلکہ برعکس اس کے مرزا کا باوجود ایسے عقائد رکھنے کے جو تمام دنیا کے ملل ونحل کے مخالف ہیں۔

یہ جھوٹا دعویٰ کرنا کہ میں مسیح موعود ومہدی ومجدد وامام برحق ہوں اور اس جھوٹے دعویٰ کو بعض حمقاء مصداق بیت صائب فخر الشعراء:

بنمأ بصاحب نظرے گوہر خود را — عیسی نتواں گشت بہ تصدیق خرے چند

یا بعض خود غرض اشقیاء کا مان لینا اور باقی اشخاص کا (جن کو اس دعویٰ کا علم ہو چکا ہے) باوجود معتقد نہ ہونے ایسے اکاذیب مرزا کے ان اکاذیب پر مداہنت (سستی وبے پرواہی) اختیار کرنا اور باوجود قدرت مدافعت کے ان کی مدافعت نہ کرنا اہل علم وقلم وزبان کے ذریعہ، اہل دولت وثروت کا دولت کے وسیلہ، اہل شوکت وحکومت کے زور سے ان اکاذیب اور دھوکہ بازیوں کو رد نہ کرنا اور بے فکر ہو کر مصرع:

شبان خفتۂ وگرگ در گو سپند

کا مصداق بنے رہنا اور ان تھوڑے لوگوں[1] کو جو اس مدافعت میں لگ رہے ہیں۔

قدمے، قلمے، درمے، لسانے مدد نہ دینا اوران سب کا اصحاب انطاکیہ کی طرح مرزا کا دام تزویر پھیلتا ہوا دیکھ کر بے غیرتی وبے حمیتی اختیار کر کے سکوت اختیار کرنا، اس طاعون کا ایک بہت بڑا اور قوی ومؤثر سبب ہوسکتا ہے۔ اگر یہ طاعون عقوبت الٰہی (گناہوں کی سزا دہی) ہو اور اس کا سبب کوئی اور نہ ہو۔ جس کا بیان آئندہ ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ!

طاعون کی کیا حقیقت ہے اور بمقابلہ جرم یہ کچھ بھی سزا نہیں ہے۔ مرزا کا موجودہ عقائد کے ساتھ یہ دعویٰ کرنا کہ میں مسیح موعود ومہدی ومجدد اور تمام دنیا کا امام برحق ہوں (جو طشت از بام کا مصداق ہے اور اس کی ہر ایک تالیف میں یہ دعویٰ موجود ہے) اور اس کا یہ دعویٰ کرنا کہ: ''اسرائیلی مسیح بن مریم سے میں ہر شان (حال وکمال) میں بڑھ کر ہوں'' (مرزا کا رسالہ دافع البلاء (جو درحقیقت جالب البلاء وجاذب الطاعون والابتلاء ہے) کا (ص۱۳، خزائن ج۱۸، ص۲۴۰) ملاحظہ ہو۔

اور جب اس سے کہا گیا کہ ''واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر فتنفخ فیھا فتکون طیراً باذنی وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی واذ تخرج الموتی باذنی'' (مائدہ:۱۱۰) کہ حضرت مسیح نے تو باذن الٰہی مادرزاد اندھے اور کوڑھی اچھے کئے، پرند جانور بنائے اور مردے زندہ کئے۔ تم ایک چیونٹی ہی بنا کر دکھلاؤ یا ایک مردہ میں جان ڈال لو یا اپنے حواری خلیفہ چہارم کریم بخش سیالکوٹی کی ایک ٹانگ، ایک آنکھ اور سر کے بال بھلے چنگے کردو تو اس کے جواب میں اس کا یہ دعویٰ کرنا کہ کسی حدیث میں نہیں آیا کہ مسیح بن مریم یہ کام کیا کرتے تھے۔

اور جب اس کو کہا گیا کہ مسیح کے یہ معجزات تو صریح نص قرآن میں موجود ہیں، تو اس کے جواب میں اس کا یہ دعویٰ کرنا کہ ''یہ سب کچھ عمل مسمریزم تھا نہ درحقیقت مردہ زندہ کرنا یا پرند جانور بنانا'' وعلیٰ ہذا القیاس۔ پھر اس کی تائید وثبوت میں یہ گستاخانہ وبے باکانہ دعویٰ کرنا کہ: ''میں اس عمل مسمریزم کو مکروہ وقابل نفرت نہ جانتا تو میں اس عمل میں مسیح بن مریم سے کم نہ رہتا۔'' پھر اس گستاخی میں بڑھا اور یہ دعویٰ کرنا کہ: ''مسیح بن مریم ایسے ہی مکروہات میں مصروف رہا۔ اس لئے اس کی ہدایت کا اثر کم رہا۔''

(ازالہ اوہام ص۳۰۵، خزائن ج۳، ص۲۵۵)

اور اس کا یہ دعویٰ کرنا کہ ''میں نبی ورسول بلکہ خاتم الانبیاء ہوں'' (اشتہار ۵نومبر

۱۹۰۱ء مجموعہ اشتہارات ج۳،ص۴۳۷) ملاحظہ ہو۔ اور اس کا یہ دعویٰ کرنا کہ ’’میں وہ احمد رسول ہوں، جس کی بشارت حضرت عیسیٰ نے دی ہے اور وہ قرآن مجید کی سورۂ صف اور انجیل یوحنّا میں منقول ہے اور یہ بشارت اس رسول احمد مجتبیٰ کے حق میں نہیں ہے، جن کا دوسرا نام محمد مصطفیٰ ہے‘‘ (ازالہ اوہام،ص۶۷۳،خزائن ج۳،ص۴۶۳) ملاحظہ ہو۔

اور اس کا یہ دعویٰ کرنا کہ ’’جو حقائق ومعانی والفاظ قرآن وحدیث (یاجوج وماجوج، ابن مریم، دابۃ الارض ودجال وخر دجال وغیرہ) کا میں علم رکھتا ہوں، یہ علم آنحضرت ﷺ کو خدا تعالیٰ نہیں دے سکا۔‘‘ (ازالہ ص۶۹۱،خزائن ج۳،ص۴۷۳) ملاحظہ ہو۔

اور اس کا یہ دعویٰ کرنا کہ ’’میں ایک اہل بیت نبوت، سبط رسول، لخت جگر بتول، سید الشہداء، سند الاولیا حضرت امام حسینؓ سے بڑھ کر ہوں۔‘‘ اور اس کا ایک شیعہ کو مخاطب کر کے یہ کہنا کہ تمہارا حسین تو کربلا میں ایسی حالت میں مارا گیا، جس پر تم اب تک رو رہے ہو، میں ہر میدان میں خدا کی تائید پاتا ہوں اور مدد دیا جاتا ہوں۔‘‘ (دافع البلاء ص۱۳، خزائن ج۱۸،ص۲۳۳) اور (اعجاز احمدی ص۶۹،خزائن ج۱۹،ص۱۸۱) ملاحظہ ہو۔ ’’کبرت کلمة تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا‘‘ چھوٹا منہ بڑی بات۔ انہوں نے جو کہا ہے محض جھوٹ ہے، وہ منہ جل جائے، جس سے یہ کلمہ نکلا ہے۔ وہ کان بہرے ہو جائیں، جنہوں نے بسماع قبول اس کو سنا ہے۔

اور اس کا یہ دعویٰ کرنا کہ ’’میں خدا کا بیٹا بمنزلہ اولاد ہوں‘‘ رسالہ دافع البلاء یا یوں کہو کہ جالب البلاء (ص۶،خزائن ج۱۸،ص۲۲۷) ملاحظہ ہو۔ اور اس کا یہ دعویٰ کرنا کہ ’’میں خدا کا باپ ہوں‘‘ رسالہ جالب البلاء (ص۷) کا الہام ’’انا منک‘‘ واشتہار الہامی فرزند کا یہ فقرہ ’’فرزند گرامی ارجمند، مظہر الحق العلا، کان اللہ نزل من السماء‘‘

(حقیقت الوحی ص۹۵،خزائن ج۲۲،ص۹۸،۹۹)

ایسے ہی اس کے اور دعاوی ظالمانہ ومفتریانہ خصوصاً آخری دعویٰ، ایسے دعاوی ہیں کہ جو شخص ایسے دعویٰ کرے اور جو لوگ ایسے دعاوی کو مان لیں یا باوجود تسلیم نہ کرنے کے ان دعاوی کو سن کر بے غیرتی وبے حمیتی سے ان پر سکوت اختیار کریں اور اپنی طاقت کے مطابق مال سے، ہاتھ سے، زبان سے، دل سے ان پر انکار اور رد متوجہ نہ کریں، ان سب پر آسمان ٹوٹ پڑے یا ان پر آسمان سے آگ برسے یا پتھروں کی بارش ہو یا ان پر زمین پھٹ

جائے اور وہ زمین میں دھنسائے جاویں یا ان پر نیویارک والوں کی طرح آتش فشاں پہاڑ آتش فشانی کرے اور ان میں سے زمین پر ایک بھی چلتا پھرتا نظر نہ آوے۔

ان دعاوی کا اس سزا کا مستوجب ہونا بہت سی آیات قرآنی سے ثابت ہوتا ہے۔

ازاں جملہ اس مقام میں چند آیات نقل کی جاتی ہیں: ''وقالوا اتخذ الرحمن ولداً لقد جئتم شیئاً اداً تکاد السمٰوات یتفطرن منه وتنشق الارض تخر الجبال هداً ان دعوا للرحمن ولداً وما ینبغی للرحمن ان یتخذ ولداً'' (مریم:۸۸تا۹۲)

ایک آیت میں ارشاد ہے ظالم کہتے ہیں خداتعالیٰ نے کسی کو (مسیح بن مریم یا قادیان کے مرزا کو) بیٹا بنالیا ہے۔ تم ایسی بہت بری بات بولتے ہو کہ قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جاویں، زمین شق ہوجائے، پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں۔ اس لئے کہ وہ لوگ خداتعالیٰ کے لئے بیٹے تجویز کرتے ہیں۔ خداتعالیٰ کو لائق نہیں کہ کسی کو (مسیح بن مریم ہوں یا جعلی مسیح قادیان) بیٹا بناوے۔

ایک اور آیت میں فرمایا ''ان نشا نخسف بهم الارض او نسقط علیهم کسفا من السماء'' (سبا:۹) (یہ ظالم اس سزا کے لائق ہیں کہ) اگر ہم چاہیں تو ان ظالموں کو زمین میں دھنسادیں یا ان پر آسمان کا ٹکڑا گرادیں۔

ایک اور آیت میں ہے ''ولو نشاء لطمسنا علیٰ اعینهم فاستبقوا الصراط فانی یبصرون'' (یٰسین:۶۶) ہم چاہیں تو ان کی آنکھوں کو مٹادیں، پھر راستہ کی طرف دوڑیں تو سہی، کیونکر دیکھتے ہیں۔ ''ولو نشاء لمسخناهم علیٰ مکانتهم فما استطاعوا مضیا ولا یرجعون'' (یٰسین:۶۷) اور اگر ہم چاہیں تو ان کو ان کی جگہ میں دھنسادیں، پھر نہ چل سکیں گے اور نہ پھریں گے۔

ایک اور آیت میں فرمایا ''ولو یواخذ الله الناس بظلمهم ما ترک علیها من دابة'' (نحل:۶۱) کہ اگر خداتعالیٰ ظالموں کو ظلم پر پکڑے، تو زمین پر ایک چلنے والا نہ چھوڑے۔ ایسا ہی ایک اور آیت میں یہ ارشاد ہے ''ولو یواخذ الله الناس بما کسبوا ما ترک علیٰ ظهرها من دابة'' (فاطر:۴۵)

ایک اور آیت میں اس سزا کا وقوع بھی زمانہ سابق میں بتایا اور فرمایا ''فکلاً اخذنا بذنبه فمنهم من ارسلنا علیه حاصباً ومنهم من اخذته الصیحة

ومنهم خسفنا به الارض ومنهم من اغرقنا ‘‘(عنکبوت:۴۰) کہ ہم نے ہر ایک سرکش کو اس کے گناہ پر پکڑا، پھر کسی پر پتھر برسائے اور کسی کو چنگھاڑ سے پکڑا اور کسی کو ہم نے زمین میں دھنسایا اور کسی کو ہم نے دریا میں ڈبویا۔

جن لوگوں پر زمانہ سابق میں ان سزاؤں کا وقوع ہوا ہے، ان کے دعاوی وظلم وعادی ومظالم مرزا سے بڑھ کر نہ تھے۔ بلکہ بعض دعاوی مرزا، ان کے سب دعاوی سے بڑھ کر ہیں۔ خدا کا بیٹا یا خود خدا ہونے کا دعویٰ تو پہلے زمانوں میں بھی ہوا ہے۔ مگر خدا کے باپ ہونے کا دعویٰ مرزا سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔ اس کی سزا میں اگر صرف طاعون نازل ہوا، تو یہ کون سے تعجب کا محل ہے۔

یہ دعاوی مرزا تو بہت بڑے بھاری دعویٰ ہیں۔ اس کا صرف ایک یہ چھوٹا دعویٰ کرنا کہ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوتا ہے اور مجھے شرف وحی مکالمہ الٰہی حاصل ہے۔ پھر اس دعویٰ کو نبھانے کے لئے بحکم قاعدہ مسلمہ ومجریہ دنیا کہ جب انسان ایک جھوٹ بولتا ہے تو پھر اس جھوٹ کو سچ بنانے کے لئے، اس کو بہت جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ اس کا نئے سورج، نئے دن جھوٹے الہامات گھڑنا اور جھوٹی پیش گوئیاں کرنا اور ہر دن دین دنیا کے شرم کا نقاب اٹھا کر اشتہارات ورسالہ جات کے ذریعہ ان کو مشتہر کرانا۔ جن کی تعداد وہ دس ہزار بتا چکا ہے۔ وازاں جملہ ڈیڑھ سو کی تفصیل کا دعویٰ وہ رسالہ نزول المسیح میں کر چکا ہے۔

اور ان سب مفتریات، الہامات اور پیش گوئیوں میں سے زیادہ تر مشہور اس کے یہ چار الہامات ہیں:

۱...... اس کے گھر میں ایک ایسا اور تیسا فرزند (جس کی تعریف میں اس نے آسمان زمین کے قلابے ملا دیئے ہیں) پیدا ہوگا۔

۲...... عبداللہ آتھم اس قدر عرصہ میں فوت ہو جائے گا۔

۳...... لیکھرام اس قدر مدت میں ہلاک ہوگا۔

۴...... مسماۃ محمدی بیگم سے مرزا کا نکاح ہوگا (ہوگا کیا آسمانوں پر تو وہ ہو ہی چکا ہے۔ چنانچہ الہام ’’زوجنکھا‘‘ شاہد ہے) اور اگر بجائے مرزا کسی دوسرے شخص سے اس کا نکاح ہوا تو وہ دوسرا اڑھائی برس میں فوت ہو جائے گا۔

انہی مفتریات کے سلسلہ میں اس کا یہ پانچواں الہام ہے کہ پنجاب میں طاعون

پڑے گا۔ جس کو بعد الوقوع اس نے اپنی کرامت بنا لیا۔ یہ ایسا سخت ظلم اور ایسا سنگین جرم ہے، کہ اس جرم کے مرتکب اور اس کے معاون و مصدق طاعون سے ہلاک ہو جاویں تو یہ اس کی ایک ادنیٰ سزا ہے۔

مرزا کا اس دعویٰ الہام میں جھوٹا ہونا اور اس کے ان الہامات اربعہ مذکورہ میں سے ایک کا بھی سچا نہ نکلنا، ہمارے رسالہ ''اشاعۃ السنہ'' کی (ج ۱۵، ۱۶) وغیرہ میں آفتاب نیم روز کی طرح ثابت ہو چکا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ مرزا کے گھر میں چار لڑکے ہیں۔ مگر وقت اور شروط الہام کے مطابق ایک بھی نہیں ہوا اور عبداللہ آتھم اور لیکھرام بھی گو فوت ہو چکے ہیں۔ مگر وقت الہام کے مخالف نہ مطابق اور شوہر ثانی زوجہ آسمانی مرزا تو اب تک دندنا رہا اور بچے جنا رہا ہے۔

اور مولوی ثناءاللہ صاحب مولوی فاضل امرتسری نے بھی ان الہامات اربعہ وغیرہ مرزا پر ایک مستقل رسالہ ''الہامات مرزا'' میں دلچسپ بحث کی ہے۔ جس میں یہ ثابت کیا ہے کہ من جملہ ان الہامات کے ایک بھی سچا نہیں نکلا اور اس رسالہ کے جواب لکھنے پر مرزا کو پہلی دفعہ پانسو روپیہ، دوسری دفعہ ایک ہزار روپیہ انعام کا وعدہ بھی دیا۔ مگر مرزا اور اس کی پارٹی کی طرف سے ہمارے یا مولوی امرتسری کے بحث و دلائل کا کوئی جواب نہیں نکلا۔

ہمارے (ج ۱۵، ۱۶) کے جواب میں تو انہوں نے ایک لفظ بھی منہ یا قلم سے نہیں نکالا۔ مولوی امرتسری کے مقابلہ میں رسالہ ''اعجاز احمدی'' پھر رسالہ ''مواہب الرحمٰن'' شائع کیا ہے۔ مگر ان میں کسی الہام و پیش گوئی پر نکتہ چینی مولوی امرتسری کا کوئی جواب نہیں دیا۔ صرف گالی گلوچ اور لعنت ملامت سے کام لیا ہے۔ چنانچہ (ص ۱۱، اعجاز احمدی، خزائن ج ۱۹، ص ۱۱۷) میں لکھا ہے کہ: ''مولوی ثناءاللہ سچے ہیں، تو قادیان میں آ کر کسی پیش گوئی کو جھوٹی تو ثابت کریں۔''

پھر (ص ۲۳، خزائن ج ۱۹، ص ۱۳۲) میں لکھا ہے کہ ''مولوی ثناءاللہ نے موضع مدّ میں بحث کے وقت یہی کہا تھا کہ سب پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں، اس لئے ہم ان کو مدعو کرتے ہیں اور خدا کی قسم دیتے ہیں کہ وہ اس تحقیق کے لئے قادیان میں آویں اور تمام پیش گوئیوں کی پڑتال کریں اور ہم قسم کھا کر وعدہ کرتے ہیں کہ ہر ایک پیش گوئی کی نسبت جو منہاج نبوت کے رو سے جھوٹی ثابت ہو، ایک ایک سو روپیہ ان کی نذر کریں گے۔ ورنہ خاص تغمۂ لعنت کا ان کے

گلے میں رہے گا اور اگر میرے اس بیان کی طرف توجہ نہ کریں اور اس تحقیق کے لئے بپابندی شرائط مذکورۂ قادیان میں نہ آئیں، تو پھر لعنت ہے، اس لاف وگزاف پر جو انہوں نے مدّ میں مباحثہ کے وقت کی اور سخت بے حیائی سے جھوٹ بولا۔ وہ انسان کتوں سے بدتر ہوتا ہے جو بے وجہ بھونکتا ہے۔'' الہامات مرزا (مصنفہ مولانا ثناء اللہ کے ایڈیشن جولائی ۱۹۳۸ء کے ص۱۲۲) کے حاشیہ میں یہ الفاظ بھی درج ہیں ''خبیث، سور، کتا، بدذات، گوہ خور، گدھا وغیرہ۔''

ناظرین! ان ناپاک الفاظ مرزا کا اس کے اس الہام سے جس کے یہ الفاظ ہیں ''یا احمد فاضت الرحمة من شفتیک '' (تذکرہ ص۵۱،۹۴،۲۷۸،۳۵۶) یعنی اے احمد تیرے لبوں سے رحمت جاری، سے موازنہ کریں اور انصاف سے داد دیں کہ کیا رحمت اسی کا نام ہے کہ انسان مباحثہ میں اپنے مخالف کو کتے سے تشبیہ دے، سور کتا کہے۔

ناظرین! جو شخص کسی کو کتا کہے، وہ اس کو دس بار کتا کہہ سکتا ہے۔ مگر شرافت اور انسانیت سے یہ امر نہایت بعید ہے۔ مولوی امرتسری کی فراخ حوصلگی اور عالی ہمتی کو دیکھو کہ ان الفاظ کے مقابلہ میں انہوں نے مرزا کو نہ کتا کہا، نہ بے حیا بنایا، نہ کسی اور نامناسب الفاظ سے مخاطب کیا اور مرزا کی دعوت پر وہ تن تنہا بلا رفاقت ومعیت دیگر مباحثین علماء قادیان میں جا پہنچے اور ان پیش گوئیوں کی نسبت اپنے خیالات کے اظہار وتحقیق کے خواستگار ہوئے۔ مگر چونکہ مرزا کی وہ دعوت صرف گیدڑ بھبکی تھی، اس کو یہ امید نہ تھی کہ مولوی امرتسری ''دروغ گورا تا بخانہ باید رسانید'' پر عمل کرنے کو قادیان میں پہنچ کر مرزا کو حرم سراء میں معتکف بنادیں گے۔

لہٰذا مولوی امرتسری کا قادیان میں پہنچنا سن کر مرزا کے اوسان جاتے رہے اور وہ ہوش وحواس باختہ ہوگیا اور اس کو بغیر اس کے کچھ نہ سوجھا اور کوئی ملجا وماویٰ نظر نہ آیا کہ وہ حرم سراء میں جا چھپا اور میدان مناظرہ میں نہ آیا اور گھر میں بیٹھے بیٹھے اس مضمون کا رقعہ لکھ دیا ''کہ میں بحث ومناظرہ نہ کروں گا، کیونکہ میں انجام آتھم میں خدا تعالیٰ سے قطعی عہد کر چکا ہوں کہ ان لوگوں سے کوئی بحث نہیں کروں گا۔''

یہاں فرط دہشت وخوف مباحثہ مولوی امرتسری سے یا ''دروغ گورا حافظہ نباشد'' کے تقاضا سے مرزا اپنے آئینہ کمالات کا یہ الہام ''یا علی دعھم وزراعتھم وانصارھم '' (تذکرہ ص۲۰۹، طبع سوم) پیش کرنا بھول گیا۔ اور یہ لکھا کہ ''مولوی ثناء اللہ دو سطروں میں اپنا اعتراض پیش کریں اور منہ سے ایک کلمہ نہ کہیں، صم بکم ہو کر بیٹھ رہیں۔ میں

اس کا جواب تین گھنٹہ میں دوں گا۔‘‘

ناظرین! خدا کے لئے انصاف سے داد دیں کہ جس تحقیق و پڑتال کے لئے مرزا نے مولوی امرتسری کو بلایا تھا وہ اس طرح ہوا کرتی ہے؟ اور جس ثبوت کا وہ ان سے (ص۱۱، اعجاز احمدی، خزائن ج۱۹،ص۱۱۷) میں طالب ہوا تھا۔ اس کی صرف ایک یہی صورت ہے کہ دو سطر میں اعتراض لکھ کر معترض چپکا ہو رہے۔ مرزا کی تقریر تو شیطان کی آنت ہوتی ہے۔ اس سے کبھی کوئی نتیجہ صحیح نہیں نکل سکتا۔ جب تک کہ اس تقریر کے حرف حرف پر نکتہ چینی نہ ہو اور تحقیق و پڑتال کنندہ اپنی نکتہ چینی کا خود ثبوت بدلائل پیش نہ کرے۔

ان پیش گوئیوں یا یوں کہیں کہ دروغ گوئیوں کی تحقیق اور ان پر بحث کرنے سے تو یہ لوگ یوں جان چھوڑاتے اور جی چراتے ہیں۔ مگر بار بار ان کے وقوع کا دعویٰ زبان پر لانے سے شرم نہیں کرتے۔ ہر موقعہ لاف زنی پر ان پیش گوئیوں کو پیش کرتے ہیں اور انصاف وشرم وحیا کو کام میں لا کر اتنا نہیں سوچتے کہ ہمارے خصم مخالف تو ان پیش گوئیوں کا دروغ ہونا ثابت کر چکے ہیں۔ ہم ان دلائل کا جواب تو کچھ نہیں دیتے، پھر ان پیش گوئیوں کو زبان یا قلم پر کیوں لاتے ہیں۔

ان میں یہ سوچ وشرم کجا، وہ تو برطبق مثل ’’الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے‘‘ اس پیش گوئیوں کے منکروں اور مخالفوں کو شرماتے اور ان پر جھنجلاتے اور یہ فرماتے ہیں (چنانچہ خلیفہ دوم مرزا نے کتاب صیانۃ الباس کے (ص۲۰،۲۱) میں لکھا ہے) ان دونوں عبداللہ آتھم وشوہر ثانی کے متعلق پیش گوئیوں کی صدق کی نسبت واضح طور پر علیٰ منہاج النّبوۃ وعلیٰ منہاج اصول المسلمین کھول کر صدہا اشتہارات اور متعدد رسائل میں بحجت وبرہان بیان کیا گیا۔ مگر آپ مرغے کی ایک ٹانگ کہے جاتے ہیں۔

ان دونوں پیش گوئیوں میں وہی تاویل کی جاتی ہے، جو علیٰ منہاج النّبوۃ ہے یعنی مطابق ’’ویعلمک من تاویل الاحادیث‘‘ ان فقرات کو پڑھ کر مجھے یہ شعر یاد آیا:

و کنت اریٰ زیدا کما قیل سیدا اذا انہ عبدالقفا والھازم

اور میرا خیال بھی خیال شاعر شعر مذکور کے مطابق غلط نکلا۔ میں تو خلیفہ دوم مرزا کو کسی قدر اہل علم سمجھتا تھا۔ مگر وہ تو وہی ’’وسّل واتی ملاّ‘‘ نکل آیا۔

جو تاویل موت شوہر ثانی منکوحہ آسمانی کی، کی جاتی ہے، وہ تاویل الاحادیث

حضرت یوسف علیہ السلام کی نظیر ہو تو آئندہ خاکسار مرزا کے مقابلہ میں ہتھیار ڈال دے گا اور قلم کو توڑ ڈالے گا، جو صدہا اشتہار اور متعدد رسائل آپ کی طرف سے شائع ہوئے ہیں۔ ان میں وہ تاویل مجھے نظر نہیں آئی۔ آپ میدان مناظرہ میں اتریں اور مباحثہ سے ثابت کریں کہ وہ تاویل، تاویل الاحادیث یوسفی کی نظیر ہے۔ مباحثہ سے اگر قسم کھالی یا الہام میں اس کی ممانعت آچکی ہے تو آپ کے پیرومرشد کے لئے نہ آپ کے لئے۔ بس آپ دیر نہ کریں، غریب خانہ پر تشریف لاویں اور جتنا عرصہ گفتگو رہے، یہیں رہیں اور یہیں دونوں وقت ماحضر تناول فرماویں۔ گفتگو کے وقت صرف یہ خاکسار ہوگا اور آپ۔ اور جانبین کے بیان کو قلم بند کیا جائے گا۔ پس اگر میدان آپ کے ہاتھ رہا تو اس کا نتیجہ اوپر تسلیم کیا گیا ہے اور اگر آپ سے ثابت نہ ہوسکا کہ یہ تاویل، تاویل الاحادیث یوسفی کی نظیر ہے، تو آپ کو مرزا کا اتباع چھوڑنا پڑے گا۔ یا ’’وسّل واتی ملا‘‘ کا خطاب قبول کرنا ہوگا۔

اس مباحثہ اور تصفیہ کے بغیر آپ لوگ ان پیش گوئیوں کا نام لیں گے اور کسی تحریر یا تقریر میں ان کا ذکر کریں گے تو پھر اب لوگوں پر بے شرمی کا الزام قائم ہوگا۔ ان پیش گوئیوں کے مقابلہ میں ہمارا مجرد انکار کرنا اور آپ کے مرغ کی ایک ٹانگ، بلکہ اس کو بے ٹانگ بتانا صحیح ہوگا۔ کیونکہ ہم اس کا ثبوت دے چکے اور دلائل سے بتا چکے ہیں کہ آپ کا مرغ لنگڑا ہے، اس کی ایک ٹانگ بھی سالم نہیں۔ یہ پہلی چار پیش گوئیوں کے افتراء ہونے کا اجمالی ثبوت ہے۔ اب رہی پیش گوئی پنجم متعلق طاعون سو اس سے اس مقام میں بحث کی جاتی ہے، جو اس مضمون کا اصل مقصود ہے۔

## طاعون کی پیش گوئی پر بحث

پس واضح ہو کہ جس قدر جھوٹ وافتراء، دھوکہ دہی وفریب بازی سے اس الہام وپیش گوئی متعلق طاعون میں مرزا نے کام لیا ہے۔ اس قدر جھوٹ، فریب، دھوکہ وافتراء اس کی پہلی پیش گوئیوں (متعلقہ موت آتھم وموت لیکھرام وموت شوہر ثانی منکوحہ آسمانی وتولد فرزند الہامی) میں پایا نہیں جاتا۔ اس موقعہ کو شاید مرزا نے آخری موقعہ دروغ گوئی ودھوکہ دہی سمجھا ہے۔ اس لئے اس میں ساری قوت دھوکہ دہی کو خرچ کر دیا ہے۔ اس امر کا ثبوت ناظرین توجہ سے سنیں گے تو امید نہیں کہ پھر مرزا کے دھوکہ بازی سے ان کو شک تردد باقی رہ جائے۔

پس بگوش ہوش وتوجہ سننا چاہئے کہ مرزا نے بمبئی وغیرہ طاعون کا واقع ہونا اور تیزی کے ساتھ اس میں ترقی کرنا اخباروں میں پڑھا تو بقیاس وبحکم قاعدہ تعدیہ امراض متعدیہ اس کو یقین ہوگیا کہ ایک نہ ایک دن پنجاب میں بھی طاعون آئے گا۔ یہ سمجھ کر اس نے یہ ٹھان لیا کہ چلیں اس واقعہ کو بھی احمقوں کے پھنسانے کے لئے اپنا جال بناویں اور عقل کے اندھے، گانٹھ کے پورے اشخاص میں سے کوئی نہ کوئی الّو تو سیدھا کریں۔ ایسے نازک وخوفناک واقعہ کو اپنے کام سے کیوں خالی وبے کار جانے دیں۔

یہ سوچ کر اس نے پہلے ایک گول مول الہام گھڑا، جب اس میں وہ کسی قدر کامیاب ہوا۔ یعنی بعض حمقاء نے اس کو قبول کرلیا، تو پھر جوں جوں واقعات پیش آتے گئے، توں توں اس گول الہام کے وہ پہلو بدلتا اور گرگٹ کی طرح اس پر نیا رنگ چڑھاتا گیا۔ یہاں تک کہ چوتھے سال صاف کہہ دیا کہ یہ طاعون مجھے مسیح نہ ماننے کی سزا ہے۔ اس سے وہی شخص بچے گا جو مجھے مسیح موعود مان لے گا۔ مگر اب بھی ان لوگوں کی طرف سے جو مرزا کو مسیح مان کر بھی طاعون سے ہلاک ہوئے ہیں یا آئندہ ہوں گے۔ ان چار عذروں کی جگہ اس نے رکھ لی ہے:

۱...... کہ گو وہ لوگ زبان سے مجھے مسیح مانتے تھے، مگر دل سے نہ مانتے تھے اور وہ منافق تھے۔

۲...... وہ میری چاردیواری میں آکر پناہ گزیں نہ ہوئے تھے۔

۳...... ایسے لوگ شاذونادر ہیں اور مخالفوں کی نسبت کم ہیں ''والنادر کالمعدوم''

۴...... جہاں ان عذرات میں سے کوئی عذر نہ چل سکا، وہاں یہ عذر تو چل ہی جائے گا کہ ان لوگوں پر طاعون وارد ہونے کی کوئی وجہ مخفی ہوگی۔ جو خدا کے علم میں ہے، ان عذرات کو مرزا نے رسالہ کشتی نوح میں ذکر کیا ہے۔ اصل عبارت کشتی نوح کی (نمبر۶) پر آئے گی۔

وازاں جا کہ اس کا وہ الہام منجانب خدا رحمٰن نہ تھا، بلکہ محض افتراء، احتلام شیطان تھا۔ لہٰذا بحکم منطوق واجب الوثوق آیت ''ولو کان من عند غیر اللّٰہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً'' اس کے ہر ایک پہلو اور ہر ایک رنگ میں اس قدر اختلاف وقوع میں آیا کہ جس شخص کے دل میں ایک ذرہ فہم اور دماغ میں شمہ عقل ہوگی وہ اس اختلاف سے یقیناً نتیجہ نکال لے گا کہ وہ الہام رحمانی نہیں، افتراء شیطانی ہے۔ پس واضح ہو کہ طاعون کے متعلق مرزا نے (سات) اشتہارات وتحریرات شائع کئے ہیں جو ایک دوسرے کے مکذب ہیں اور

ہر ایک بجائے خود بھی محض دروغ بے فروغ ہے، اس کا سب سے پہلا وہ چار صفحہ کا اشتہار ہے، جس کا عنوان اور صورت یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

قل مایعباء بکم ربّی لولا دعاء کم

# طاعون

اس اشتہار میں گورنمنٹ اور پبلک کے نوٹس ایبل چند فقرات ہیں۔ جن پر ہم اپنی طرف سے نمبر لگا کر اصل اس کے الفاظ نقل کرتے ہیں:

۱...... ’’اس مرض نے جس قدر بمبئی اور دوسرے شہروں اور دیہات پر حملے کئے اور کر رہی ہے ان کے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ دو سال کے عرصہ میں ہزاروں بچے اس مرض سے یتیم ہوگئے اور ہزار ہا گھر ویران ہوگئے۔ دوست اپنے دوستوں سے اور عزیز اپنے عزیزوں سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوگئے اور ابھی انتہا نہیں۔ کچھ شک نہیں کہ ہماری گورنمنٹ محسنہ نے کمال ہمدردی سے تدبیریں کیں اور اپنی رعایا پر نظر شفقت کر کے لکھوکھا روپیہ کا خرچ اپنے ذمہ ڈال لیا اور قواعد طبیہ کے لحاظ سے جہاں تک ممکن تھا ہدایتیں شائع کیں۔ مگر اس مرض مہلک سے اب تک بکلی امن حاصل نہیں ہوا۔ بلکہ بمبئی میں ترقی پر ہے اور کچھ شک نہیں کہ ملک پنجاب بھی خطرہ میں ہے۔ ہر ایک کو چاہئے کہ اس وقت اپنی اپنی سمجھ اور بصیرت کے موافق نوع انسان کی ہمدردی میں مشغول ہو۔ کیونکہ وہ شخص انسان نہیں، جس میں ہمدردی کا مادہ نہ ہو اور یہ امر بھی نہایت ضروری ہے کہ گورنمنٹ کی تدبیروں اور ہدایتوں کو بدگمانی کی نظر سے نہ دیکھا جائے۔ غور سے معلوم ہوگا کہ اس بارے میں گورنمنٹ کی تمام ہدایتیں نہایت احسن تدبیر پر مبنی ہیں۔ گو ممکن ہے کہ آئندہ اس سے بھی بہتر تدابیر پیدا ہوں۔ مگر ابھی نہ ہمارے ہاتھ میں، نہ گورنمنٹ کے ہاتھ میں ڈاکٹری اصول کے لحاظ سے کوئی ایسی تدبیر ہے کہ جو شائع کردہ تدابیر سے عمدہ اور بہتر ہو۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج سوم، ص۲،۳)

۲...... ’’آج جو ۶؍فروری ۱۸۹۸ء روز یکشنبہ ہے، میں نے خواب میں دیکھا کہ خدا تعالیٰ کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور وہ درخت

نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں۔ میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں، تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں، جو عن قریب ملک میں پھیلنے والے ہیں۔ میرے پر یہ امر مشتبہ رہا کہ اس نے یہ کہا کہ آئندہ جاڑے میں یہ مرض بہت پھیلے گا یا یہ کہا کہ اس کے بعد کے جاڑے میں پھیلے گا۔ لیکن نہایت خوفناک نمونہ تھا، جو میں نے دیکھا اور مجھے اس سے پہلے طاعون کے بارے میں الہام بھی ہوا اور وہ یہ ہے: ’’**ان اللّٰہ لا یغیّر مابقوم حتٰی یغیّروا ما بانفسھم انه اوی القریة**‘‘ یعنی جب تک دلوں کی وباء معصیت دور نہ ہو، تب تک ظاہری وباء بھی دور نہیں ہوگی۔

۳...... ’’درحقیقت دیکھا جاتا ہے کہ ملک میں بدکاری کثرت سے پھیل گئی ہے اور خدا تعالیٰ کی محبت ٹھنڈی ہو کر ہوا و ہوس کا ایک طوفان برپا ہو رہا ہے۔ اکثر دلوں سے اللہ جل شانہ کا خوف اٹھ گیا اور وباؤں کو ایک معمولی تکلیف سمجھا ہے، جو انسانی تدبیروں سے دور ہوسکتی ہے۔ ہر ایک قسم کے گناہ بڑی دلیری سے ہو رہے ہیں اور قوموں کا ہم ذکر نہیں کرتے، وہ لوگ جو مسلمان کہلاتے ہیں۔ ان میں سے جو غریب اور مفلس ہیں، اکثر ان میں سے چوری اور خیانت اور حرام خوری میں نہایت دلیر پائے جاتے ہیں۔ جھوٹ بہت بولتے ہیں اور کئی قسم کی خسیس اور مکروہ حرکات ان سے سرزد ہوتی ہیں اور وحشیوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ نماز کا تو ذکر ہی کیا، کئی کئی دنوں تک منہ بھی نہیں دھوتے اور کپڑے بھی صاف نہیں کرتے۔ اور جو لوگ امیر اور رئیس اور نواب یا بڑے بڑے تاجر اور زمیندار اور ٹھیکہ دار اور دولت مند ہیں وہ اکثر عیاشیوں میں مشغول ہیں اور شراب خوری اور زنا کاری اور بداخلاقی اور فضول خرچی ان کی عادت ہے اور صرف نام کے مسلمان ہیں اور دینی امور میں اور دین کی ہمدردی میں سخت لاپروا پائے جاتے ہیں۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج سوم، ص۵،۶)

۴...... ’’اب چونکہ اس الہام سے جو ابھی میں نے لکھا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ تقدیر معلق ہے اور توبہ اور استغفار اور نیک عملوں اور ترک معصیت اور صدقات اور خیرات اور پاک تبدیلی سے دور ہوسکتی ہے۔ لہٰذا بندگان خدا کو اطلاع دی جاتی ہے کہ سچے دل سے نیک چلنی اختیار کریں اور بھلائی میں مشغول ہوں اور ظلم اور بدکاری کے تمام طریقوں کو چھوڑ دیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ سچے دل سے خدا تعالیٰ کے احکام بجالاویں، نماز کے پابند ہوں، ہر ایک فسق وفجور سے پرہیز کریں، توبہ کریں اور نیک بختی اور خداترسی اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں

مشغول ہوں۔ غریبوں اور ہمسائیوں اور یتیموں اور بیواؤں اور مسافروں اور درماندوں کے ساتھ نیک سلوک کریں اور صدقہ اور خیرات دیں اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں اور نماز میں اس بلا سے محفوظ رہنے کے لئے رو رو کر دعا کریں۔ پچھلی رات اٹھیں اور نماز میں دعائیں کریں۔ غرض ہر قسم کی نیک کام بجالائیں اور ہر قسم کے ظلم سے بچیں اور اس خدا سے ڈریں کہ جو اپنے غضب سے ایک دم میں ہی دنیا کو ہلاک کر سکتا ہے۔ میں ابھی لکھ چکا ہوں کہ یہ تقدیر ایسی ہے کہ جو دعا اور صدقات اور خیرات اور اعمال صالحہ اور توبہ نصوح سے ٹل سکتی ہے۔ اس لئے میری ہمدردی نے تقاضا کیا کہ میں عام لوگوں کو اس سے اطلاع دوں۔''

(مجموعہ اشتہارات ج سوم ص۶،۷)

اس اشتہار کے فقرہ نمبر اوّل میں مرزا نے گورنمنٹ کو جھوٹ بول کر دھوکہ دیا ہے۔ زبان وقلم سے تدبیر گورنمنٹ کی حمایت کی ہے اور دل میں اس کے یہ مخفی تھا کہ یہ تدبیر محض لغو وفضول ہے، جس کا اس نے دبی زبان سے ۱۹۰۲ء میں بضمن رسالہ کشتی نوح اور کھلم کھلے طور پر ۱۹۰۳ء میں بضمن رسالہ مواہب الرحمٰن کیا۔ جس کی اصل عبارت اپنے (نمبر۶،۷) پر منقول ہوں گی۔

اس کی یہ دلیری دیکھ کر بحکم:

بہ نیم بیضہ چو سلطان ستم روا دارد زنند لشکریانش ہزار مرغ بہ سیخ

اس کے خلیفہ دوم ''وسل اتی ملا''امروہی نے رسالہ ''صیانۃ الناس'' کے (ص۷، سطر۳و۶) میں گورنمنٹ کو خوب شرمایا اور یہ الزام دیا ہے کہ اگر طاعون کا کوئی علاج مفید ہے، تو وہی ایک ٹیکا آسمانی (مذکورہ کشتی نوح ودافع البلاء وغیرہ) جو اس ملہم نے تمام دنیا کے روبرو کیا ہے۔ پس یہ ملہم اگر مفتری تھا، تو اس قدر کامیابی اس کو کیوں حاصل ہوئی اور اس کے مقابلہ تمام دنیا کو گورنمنٹ عالیہ تک ٹیکہ وغیرہ میں ناکامی کیوں ہوئی۔

خلیفہ دوم مرزا کا گورنمنٹ کے منہ آنا اور گورنمنٹ کے مقابلہ میں مرزا کی کامیابی پر فخر کرنا اور گورنمنٹ کو یہ الزام دینا کہ اگر وہ مرزا دعویٰ مسیح موعود ہونے میں مفتری سمجھتی ہے تو مرزا کے بمقابلہ گورنمنٹ کو کامیابی ہونے کا کیوں جواب نہیں دیتی۔ یہ گورنمنٹ کی اس ٹو مچ بردباری کا نتیجہ وصلہ ہے، جو مرزا کی سالہا سال کی منہ زوریوں اور گورنمنٹ ومسلمان رعایا گورنمنٹ کے مسلّم ومقدس پیشوا حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں سخت بدزبانیوں اور دشنام

دہیوں پر وہ کر رہی ہے۔ اس دفعہ کے مقابلہ گورنمنٹ پر بھی گورنمنٹ نے سکوت اختیار کیا اور مرزا اور اس کے خلیفوں کو اس شوخی سے طعن زنی کا نوٹس نہ لیا اور اس سے اس الزام کا جواب طلب نہ کیا تو آئندہ اس کا نتیجہ بہت خوفناک نکلے گا۔

اور اس اشتہار کے فقرہ نمبر۲ میں جو مرزا نے ایک خواب گھڑ کر بیان کیا ہے، وہ بھی محض کذب و مجموعہ افتراءات شیطانی ہے۔ جس سے عام لوگوں کو دھوکہ دے کر اپنے دام تزویر میں پھنسانا مرزا کا مقصود ہے۔ اس میں ایک افتراء تو یہ ہے کہ جو طاعون پھیلنے کا وقت آئندہ جاڑہ یا اس کے بعد کا جاڑہ اشتباہ کے ساتھ قرار دیا ہے، اس کے افتراء ہونے پر پہلی دلیل یہی اشتباہ رکھنا ہے جو موقعہ رفتار طاعون کو دیکھ کر اور وقت کی گنجائش رکھ کر اختیار کیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ ملہم الصادقین کی یہ شان وعادت نہیں کہ جس بلا سے لوگوں کو بچانا اور ان کے توبہ استغفار کو اس نے بچاؤ کا ذریعہ بنانا ہو، اس کی میعاد کو تو بتاوے، مگر اس میں اشتباہ باقی رکھے۔

<u>دوسری دلیل:</u> یہ کہ عموماً پنجاب میں طاعون کا پھیلنا نہ اس الہام کے متصل جاڑہ میں ہوا، نہ اس کے بعد کے جاڑہ میں، بلکہ وہ دونوں جاڑوں کے بعد چوتھے سال ۱۹۰۱ء میں ہوا۔ چنانچہ مرزا کا اشتہار (نمبر۳) مؤرخہ ۱۷ر ماہ مارچ ۱۹۰۱ء شاہد ہے۔ اس میں وہ خود لکھتا ہے ''۲۶؁ ر فروری ۱۸۹۸ء کو میں نے طاعون کے بارہ میں پیش گوئی کی تھی۔ وہ بلا جو نزدیک آگئی ہے خدا اس کو دور کرے۔ یہی وقت توبہ و استغفار کا ہے۔ جب بلا نازل ہوگئی تو پھر توبہ سے بھی فائدہ کم پہنچتا ہے۔ اب اس سیلاب پر سچی توبہ سے بند لگاؤ۔'' (مجموعہ اشتہارات ج سوم ص۴۰۱)

ان الفاظ فقرات ثلاثہ مرزا سے (۱) ''وہ بلا نزدیک آگئی ہے (۲) اس سخت سیلاب پر سچی توبہ سے بند لگاؤ (۳) جب وہ نازل ہوگئی تو توبہ سے بھی فائدہ کم ہوگا۔'' صاف ثابت ہے کہ وہ بلا اس وقت تک پنجاب کے مختلف مقامات میں جیسا کہ اشتہار ۶ر فروری ۱۸۹۸ء کا مفہوم ہے۔ نازل نہ ہوئی تھی۔ تب ہی مرزا نے یہ اشتہار جاری کیا اور اس میں کہا تھا کہ لوگو توبہ و استغفار کرو تاکہ وہ سیلاب رک جائے اور وہ نازل نہ ہو۔

اس اعتراف اشتہار مرزا کے علاوہ سرکاری رپورٹیں اور ملکی اخبار بھی گواہ ہیں کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے طاعون تمام ملک پنجاب میں نہ پھیلی تھی صرف بعض اضلاع میں پہنچی تھی۔

<u>تیسری دلیل:</u> اس میں جو عربی فقرہ ''انہ اوی القریہ'' گھڑ کر لگایا ہے اور اس وقت اس کا مطلب دربطن قائل رکھ کر صاف کہا گیا ہے کہ اس کے معنی میرے پر نہیں کھلے،

یہ اس خواب کے دروغ وجعل ہونے پر بڑی بھاری اور قوی دلیل ہے۔ مرزا کہتا ہے کہ اس کے معنی مجھ پر نہیں کھلے، یہ ایسا ہے جیسے ایک مسخرے یا فریبی شاعر نے ایک شعر کہا تھا اور اس کے معنی کی نسبت وہ بولا تھا کہ ابھی میں نے کوئی معنی اس میں نہیں ڈالے۔ جس سے اس کا مقصود یہ تھا کہ جیسا موقعہ پاؤں گا۔ ویسے معنی بنا کر بتادوں گا۔

مرزا کا مقصود بھی اس کہنے کہ ''اس کے معنی ابھی مجھ پر نہیں کھلے'' یہی ہے، کہ اس طاعون کے حملے سے موضع قادیان بچ گیا۔ (جیسا کہ صدہا گاؤں اس وقت تک بچے ہوئے ہیں اور آئندہ بھی بچے رہیں گے) تو اس وقت کہہ دوں گا کہ اس فقرہ سے قادیان کا بچے رہنا مراد ہے۔ مرزا کے اکثر الہامات شیطانیہ مندرجہ براہین احمدیہ وغیرہ تصانیف مرزائیہ ایسے ہی ہوتے ہیں کہ ان کے معنی دربطن شاعر رہتے ہیں اور جب کوئی موقعہ پیش آتا ہے، تو اس موقعہ کے مطابق وہ معنی گھڑ کر بتائے جاتے ہیں۔

بیس بائیس برس کے الہامات براہین کے معنی اب اس نے ایسے بتائے ہیں، جو اس سے پیشتر عام لوگوں کے خیال میں کہاں، کسی مرزائی کے خیال میں بھی نہ آئے تھے۔ مرزائی کجا، خود مرزا نے نہ سمجھے تھے۔ مرزا کہاں، اس کے معلم الملکوت کے خیال میں بھی نہ آئے تھے۔ خداتعالیٰ ملہم الصادقین کی شان وعادت نہیں کہ جو الہام عام لوگوں کی ہدایت وفہمائش کے لئے کسی ملہم صادق کے دل پر کرے، اس کے معنی کسی ٹوکرے یا ڈربے میں بند کر کے رکھ چھوڑے اور جب اس کے مطابق وموافق کوئی موقعہ ہاتھ آئے، تب اس معنی کا اظہار کرے۔

یہ شیوہ مرزا کے ملہم معلم الملکوت اس مسخرے یا فریبی شاعر کے بھائی کا ہے اور اسی کا یہ خاصہ ہے۔ اس شیوہ اور خاصہ کے مطابق مرزا کو اس فقرہ عربی کا معلم الملکوت کی طرف سے القاء الہام ہوا اور وہ پانچ سال ۱۸۹۸ء سے ۱۹۰۲،۳ء تک اس کے موقعہ کا متلاشی ومنتظر رہا۔ جب ۱۹۰۲ء میں بقول مرزا طاعون قادیان کے آس پاس آپہنچا اور قادیان میں اس نے قدم نہ رکھا تو مرزا کی رال ٹپک پڑی اور منہ میں پانی بھر آیا اور اس سے ضبط وحوصلہ نہ ہوسکا اور زمانہ مابعد کا (جس میں قادیان میں طاعون آگیا) وہ انتظار نہ کرسکا۔ تو اس نے اپنے خیال میں اس فقرہ میں یہ معنی ڈالنے کا موقعہ مناسب پالیا اور اپنی تحریر نمبری ۵ رسالہ ''دافع البلاء'' میں یہ دعویٰ مشتہر کردیا کہ اس فقرہ سے قادیان کا بچایا جانا مراد ہے۔

پھر اس باب میں جو کچھ اس کو شیطان کی طرف سے القا ہوا اس کو اس نے اس رسالہ کے (ص۵و۶و۱۰) میں ان الفاظ سے ادا کیا ''کہ وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا تا تم سمجھو کہ قادیان اس لئے محفوظ رکھی گئی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں رہتا ہے۔ قادیان کے چاروں طرف دو دو میل کے فاصلہ پر طاعون کا زور ہورہا ہے۔ مگر قادیان طاعون سے پاک ہے۔ بلکہ آج تک جو شخص طاعون زدہ باہر سے قادیان میں آیا وہ بھی اچھا ہو گیا۔ اس سے بڑھ کر کوئی اور ثبوت نہ ہوگا کہ جو باتیں آج سے چار برس پہلے کہی گئی تھیں وہ پوری ہوگئیں۔'' (ص۱۰) ''بہرحال جب تک طاعون دنیا میں رہے، گو ستر برس رہے، قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔'' (دافع البلاء ص۵، خزائن ج۱۸، ص۲۲۵، ۲۲۶)

بل بے پہلوان، مرد میدان، افتراء، کذب و بہتان یہ کام تیرا ہی تھا۔ جو تجھ سے ظہور میں آیا:

ایں کار از تو آید ومرداں چنیں کنندہ

<u>چوتھی دلیل:</u> اس فقرہ عربی کے جو معنی موقعہ دیکھ کر اس میں ڈالے گئے ہیں۔ یعنی بچانا اور محفوظ رکھنا یہ معنی اس فقرہ کے بشہادت قرآن و عام اہل زبان عرب سے بن نہیں سکتے اور اگر یہ معنی مرزا نے معلم الملکوت کے کسی محاورہ یا اس کی الہامی ڈکشنری سے اخذ کئے ہیں تو یہ اس فقرہ کے الہام شیطانی ہونے پر قاطع دلیل ہے۔

اوی اور اس کے مشتقات قرآن مجید میں دو باب، ایک مجرد (ضرب یضرب) اور دوسرا مزید (باب افعال) سے مستعمل ہوئے ہیں۔ مجرد ان آیات میں ہیں جس میں اس لفظ کے معنی جگہ لینے کے ہیں:

۱...... ''ساٰوی الیٰ جبل یعصمنی من الماء'' (ہود:۴۳) یعنی حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے بجواب اس ارشاد باپ کے کہ تو کشتی میں سوار ہوجا، کہا تھا کہ میں پہاڑ کی طرف جگہ لوں گا، جو مجھے پانی سے بچائے گا۔

۲...... ''اواٰوی الیٰ رکن شدید'' (ہود:۸۰) یعنی حضرت لوط علیہ السلام نے کہا کاش میں مضبوط رکن (قوم) کی طرف جگہ لیتا، یعنی مجھے قوم پناہ دیتی۔

۳...... ''اذ اوی الفتیۃ الی الکھف'' (کہف:۱۰) یعنی جب کہ جوانوں نے غار کی

طرف جگہ لی۔

۴...... ’’فأوؤ الی الکھف‘‘ (کہف:۱۶) یعنی انہوں نے کہا، غار کی طرف جگہ پکڑو۔

اب اگر اس فقرہ عربی میں ’’اوی‘‘ کو باب ضرب مجرد سے قرار دیا جائے اور قریہ کو اس کا مفعول بلا واسطہ الیٰ تسلیم کیا جائے۔ جیسا کہ مرزا نے اپنے اشتہار ۶؍فروری ۱۸۹۸ء میں دو جگہ متن اور حاشیہ میں اور رسالہ ’’دافع البلاء‘‘ میں (ص۵، خزائن ج۱۸، ص۲۲۵ حاشیہ) ضبط کیا ہے اور ’’اوی‘‘ کے الف پر اور ’’قریة‘‘ کی ت پر پڑی زبر کی حرکت دی ہے، تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ خدا نے یا اس شخص نے، جس کو مرزا اس کلام کا قائل اور ’’اٰوی‘‘ کا فاعل بتاوے۔ خود نبی یا اپنے ملہم معلم الملکوت کو بتاوے، اس قریہ میں جگہ لی اور پناہ پکڑی۔ اس صورت میں وہ قریہ جگہ لینے والے کو بچانے والا ہوا، نہ اس قریہ کو اور کوئی (خدا یا مرزا کا ملہم) بچانے والا ہوا جیسا کہ مرزا نے بیان کی ہے۔

اور قرآن مجید میں ’’اٰوی‘‘ مزید ان آیات میں استعمال ہوا ہے، جس میں اس لفظ کے معنی جگہ دینے کے ہیں:

۱...... ’’اٰوی الیہ اخاہ‘‘ (یوسف:۶۹) یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو اپنے پاس جگہ دی۔

۲...... ’’اٰوی الیہ ابویہ‘‘ (یوسف:۹۹) یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی۔

۳...... ’’واٰوینا ھما الیٰ ربوةٍ‘‘ (مومنون:۵۰) ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں کو اونچے مکان میں جگہ دی۔

۴...... ’’تؤوی الیک من تشاء‘‘ (احزاب:۵۱) یعنی اے رسول آپ اپنی جس عورت کو چاہو اپنے پاس جگہ دو۔

۵...... ’’وفصیلة التی تؤوی‘‘ (معارج:۱۳) یعنی اس کا قبیلہ جو اس کو جگہ دیتا تھا۔

۶...... ’’الم یجدک یتیماً فاٰوی‘‘ (الضحیٰ:۶) یعنی کیا اس نے تم کو یتیم نہ پایا تھا، پھر جگہ دی۔

اور اگر اس فقرہ عربی میں ’’اٰوی‘‘ کو باب افعال سے قرار دیا جائے اور مرزا اپنی ضبط حرکات ان الفاظ کو اپنی غلطی مان لے، تو اس فقرہ کے معنی یہ ہوں گے کہ مرزا کے ملہم نے قریہ کو جگہ دی اور چونکہ قریہ خود ایک جگہ ہے۔ لہٰذا اس کو جگہ دینے کے کوئی معنی نہیں۔ پھر جگہ

دینے سے بچانے کے معنی مراد بتانا، ''**بناء فاسد علی الفاسد**'' ہے اور اگر یہاں کوئی حذف وتقدیر ہے تو پھر اس فقرہ کا مطلب ہنوز مطلب دربطن شاعر کا مصداق بنتا ہے۔ اس حذاف وتقدیر پر کوئی قرینہ نہیں ہے اور نہ کوئی محاورہ قرآن یا عرب عربا ایسا پایا جاتا ہے۔ جس سے ''**اٰوی القریة**'' کا مطلب قریہ کو بچانا سمجھ میں آسکے۔

پانچویں دلیل: دلائل اربعہ مذکورہ سے بڑھ کر اس خواب والہام کے جعلی اور دروغ ہونے کی بڑی قوی اور قاطع دلیل یہ ہے خاص قادیان میں طاعون واقع ہوگیا اور اس فقرہ کا مطلب جو چار سال سے دربطن قائل رہا تھا۔ پھر وہ دھینگا دھینگی اس فقرہ کا مطلب بنایا گیا تھا، وہ جھوٹ نکلا اور اس کے جھوٹ نکلنے سے ہر کسی کو یقین ہوگیا کہ وہ الہام رحمانی نہ تھا، احتلام شیطانی تھا۔

قادیان میں طاعون کے واقع ہونے پر تین دلیلیں خارجی ہیں اور ایک داخلی، جس سے مرزا کو انکار کرنے کی ذرّہ بھر گنجائش نہیں ہے۔ خارجی دلیلیں یہ ہیں۔ اول: سرکاری رپورٹیں۔ دوم: ملکی اخباروں کی مشتہرہ خبریں۔ سوم: میر واحد علی صاحب سیکرٹری انجمن اسلامیہ ملتان کی فہرست جوان کی کتاب ''**صحیفة الولاء النظر الی دافع البلاء**'' میں شائع ہوئی ہے اور اس میں (۳۴) اشخاص کے نام درج ہیں، جو قادیان میں طاعون سے ہلاک ہوئے۔

ان دلائل کے جواب میں بعض ہٹ دھرمی وبے حیائی اختیار کرنے والے حامیان مرزا کہتے ہیں کہ یہ سب رپورٹیں واخبار وفہرستیں غلط ہیں۔ جو لوگ قادیان میں مرے، وہ طاعون سے نہیں مرے، ہیضہ یا بخار سے مرے ہیں۔ ہم ان ہٹ دھرمی وبے حیائی کرنے والوں کی بحث میں اپنے اوقات کو خراب کرنا نہیں چاہتے اور ان کے مقابلہ میں چوتھی دلیل داخلی پیش کرنی کافی سمجھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ تمہارے پیرومرشد حضرت اقدس نے خود مان لیا ہے کہ قادیان میں طاعون آیا اور آئندہ بھی آتا رہے گا۔ مگر اس طاعون کا مخالف پیش گوئی اشتہار ۶ر فروری ۱۸۹۸ء ہونا، ان چار عذروں سے اٹھایا گیا ہے، جن کا ذکر میں ہو چکا ہے۔

اور اگر قادیان میں مطلق طاعون نہ آتا اور آئندہ بھی اس کا کھٹکا نہ ہوتا تو تمہارا مرشد بڑی ثابت قدمی اور اولوالعزمی سے کلی انکار کرتا اور سرکاری رپورٹوں، اخباروں، مشتہرہ فہرستوں کا مقابلہ صحیح سرکاری رپورٹوں اور صحیح شہادتوں اور محضر ناموں سے کرتا اور

اخبار نویسوں کو ان کی غلط بیانی پر نوٹس دیتا (جیسا کہ ایک خبر متعلقہ خاص اپنی چار دیواری کی غلط چینی پر پیسہ اخبار کو نوٹس دیا تھا اور جب اس کا خلاف اس میں مشتہر ہوا، تب پیسہ اخبار کو چھوڑا) اور مدعی پر فوجداری میں استغاثہ ٹھوک دیتا۔ جیسا کہ بعض اخبار نویسوں پر ادنیٰ ادنیٰ معاملات میں مریدوں کی آڑ میں اس کے بعض استغاثہ جاری ہیں۔ استغاثہ اور نالشوں میں تو اس کا کچھ بھی خرچ نہیں ہوتا، برطبق نقل مشہور ''خرسواری مفت فوج طفلاں مفت'' مقدمہ کرنے میں تو اس کا دھیلا بھی خرچ نہیں ہوتا، بلکہ جو خرچ ہوتا ہے، اس سے دس حصہ چندہ آجاتا ہے اور مقدمہ کرنا، اس کی آمدنی کا ایک خاصہ ذریعہ بن جاتا ہے۔

اس کا دعویٰ وقوع طاعون کے جواب میں کسی کو نوٹس نہ دینا اور بالمقابلہ صحیح رپورٹیں اخبار میں شائع نہ کرنا اور بجائے اس کے چار عذرات مذکورہ کو پیش کرنا قطعی دلیل، جن سے عین الیقین حاصل ہو جاتا ہے کہ قادیان میں ضرور طاعون آیا، آیا، آیا۔ ''ہر کہ شک آرد کافر گردد'' پھر ان لوگوں کا قادیان میں وقوع طاعون سے انکار کرنا، ہٹ دھرمی و بے شرمی نہیں تو پھر دنیا میں بے شرمی کس جانور کا نام ہے؟

ان پانچ دلیلوں سے (جن میں آخری دلیل ایسی ہے، جیسے ایک اور ایک دو) آفتاب نیم روز کی طرح صاف ثابت ہوتا ہے کہ مرزا کا وہ خواب والہام محض کذب ہے۔ مرزا نے اپنے خیال میں تو اچھی بات بنائی تھی، مگر خدا نے جھوٹی کر دی۔

اور اس اشتہار کے فقرہ (نمبر۳) میں جو کچھ مرزا نے کہا ہے، سچ ہے۔ مگر وہ ''کلمة حق ارید بها الباطل'' کا مصداق ہے۔ بے شک لوگ گناہوں میں سخت مبتلا ہیں اور گناہ بھی سزائے وبلاء طاعون کا ایک سبب وموجب ہے۔ مگر مرزا نے جو گناہ مخلوقات کے اس فقرہ میں شمار کئے ہیں۔ وہ دل سے ان گناہوں کو سبب وجالب طاعون نہیں جانتا اور منہ سے جو کہتا ہے۔ اس پر اعتقاد نہیں رکھتا۔ بلکہ وہ موجب وسبب طاعون خاص کر اس گناہ کو جانتا ہے کہ تمام دنیا کے مختلف مذاہب کے اشخاص اس کو مسیح موعود ومہدی مسعود وامام برحق نہیں مانتے۔

چنانچہ تحریر چہارم وپنجم وششم وہفتم میں اس نے اس چھپے خیال کا اظہار کیا ہے۔ اس اشتہار ۶رفروری ۱۸۹۸ء میں اور اس سے مابعد کے دوتین اشتہاروں میں اس لئے اس نے کھول کر یہ سبب بیان نہیں کیا کہ یکایک اس سبب کو بیان کرنے سے لوگ اس کو پاگل کہیں

گے اور کوئی بھی اس کے دام میں نہ آئے گا۔ مگر جب اس نے ان دوتین اشتہاروں میں عام گناہوں کا سبب طاعون بیان کر کے بعض لوگوں کو ڈرالیا اور اپنی صداقت کا سکّہ ان کے دل میں بزعم خود جمالیا اور یہ دیکھ لیا کہ بعض لوگوں پر اس کا منتر چل گیا اور اثر پڑ گیا ہے، تو پھر نفاق کا نقاب اٹھا کر اصلی خیال دلی کا اظہار کیا اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ طاعون اس گناہ کی سزا ہے کہ لوگ مجھے مسیح موعود نہیں مانتے۔

مگر شرم وحیا وخوف خدا کو پیش نظر رکھ کر یہ نہ سوچا کہ اگر طاعون کی وجہ یہ ہے تو پھر وہ لوگ کیوں شکار طاعون ہوئے، جو مجھ (مرزا) پر ایمان لا چکے تھے اور ان کے نام اخباروں اور میر واحد علی کی فہرست میں مشتہر ہو چکے ہیں اور خود مجھ (مرزا) کو ان کی موت کا علم وتسلیم ہے۔ تب ہی میں ان کی طرف سے عذرات اربعہ مذکورہ (ص۲۰) پیش کرتا ہوں۔ واضح رہے کہ وہ عذرات اس کے عذر بدتر از گناہ کا مصداق ہیں۔ اس کا ثبوت عنقریب ایسا دیا جائے گا کہ اس میں مرزا کو چون وچرا کرنے کا موقعہ نہ رہے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اس اشتہار کا فقرہ (نمبر۴) بھی حق ہے۔ مگر وہ بھی ''کلمہ حق ارید بھا الباطل'' کا مصداق ہے اور وہ بھی مبنی بر نفاق ہے۔ بظاہر تو اس میں توبہ واستغفار کو رافع ودافع طاعون کہا ہے۔ مگر مرزا کے دل میں یہ ہے کہ مسلمانوں کی کوئی توبہ، کوئی استغفار کام نہ آئے گا، جب تک وہ مرزا کو مسیح موعود نہ مان لیں گے اور مہدی مسعود وامام برحق تسلیم نہ کر لیں گے۔

منشی شمس الدین صاحب سیکرٹری حمایت اسلام لاہور نے جو فرقہ اہل سنت والجماعت کی اہل حدیث کمیونٹی کے ایک ممبر ہیں اور اس خاکسار کے پرانے مجلسی وصحبتی اور ہمارے حلقہ درس قرآن حدیث کے سامع وقاری رہے ہیں۔ اس مضمون کا ایک اشتہار جاری کیا تھا کہ تمام شہروں کے مسلمان ایک خاص وقت میں اپنے اپنے شہروں میں جمع ہوں اور اس وقت میں سب مل کر نماز پڑھ کر عاجزی کے ساتھ توبہ واستغفار کے بعد جناب باری میں دعا مانگیں۔ خدا تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ بشہادت آیت ''امن یجیب المضطر اذا دعا ویکشف السوء'' ان کی دعا قبول کرے گا اور اس بلا کو رفع دفع کر دے گا۔

جس پر مرزا نے بڑی شدومد سے سیکرٹری پر لے دے کی اور ان مسلمانوں کی جو مرزا کو مسیح نہیں مانتے، دعا واستغفار نا قابل قبول اور مصداق آیت ''وما دعاء الکافرین الاّ فی ضلال'' یعنی کافروں کی دعا یوں ہی جاتی ہے، ٹھہرائی اور پھر یہ لن ترانی ہانکی کہ یہ

طاعون ملک سے تب ہی دور ہوگا جب مرزا کو مسیح موعود مانا جائے گا۔

چنانچہ (ص۴) رسالہ دافع البلاء کے (ص ا و۲و۳، خزائن ج ۱۸، ص۲۲۱، ۲۲۲ خلاصہ) میں طاعون کے باب میں ڈاکٹری اور سرکاری تدبیر ٹیکا کا کچھ فائدہ اور کچھ نقصان بیان کیا ہے۔ پھر کہا ہے، مسلمان لوگ جیسا کہ میاں شمس الدین سیکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور کے اشتہار سے سمجھا جاتا ہے (جس کو انہوں نے اپریل ۱۹۰۲ء میں شائع کیا ہے) اس بات پر زور دیتے ہیں کہ تمام تر مسلماں کے میدانوں میں جا کر اپنے اپنے طریق مذہب میں دعائیں کریں اور ایک ہی تاریخ میں اکھٹے ہو کر نماز پڑھیں، تو اس سے طاعون دور ہو جائے گی۔

پھر اس تجویز پر پھبتیاں سنائی اور ہنسیاں اڑائی ہیں۔ پھر سنی مسلمانوں کے بعد شیعوں کی خبر لی ہے۔ پھر مسلمانوں کے بعد عیسائیوں، ہندوؤں، آریوں پر (ص۲) میں لے دے کی اور پھر (بصفحہ ۱۱) کہا ہے، بالآخر میاں شمس الدین کو یاد رہے کہ آپ نے جو اشتہار میں آیت ’’امن یجیب المضطر الخ‘‘ لکھی ہے اور اس سے قبولیت دعا کی امید کی ہے، یہ امید صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ کلام الٰہی میں لفظ مضطر سے وہ ضرر یافتہ مراد ہیں، جو محض ابتلاء کے طور پر ضرر یافتہ ہوں، نہ سزا کے طور پر۔ لیکن جو لوگ سزا کے طور پر کسی ضرر کے تختہ مشق ہوں، وہ اس آیت کے مصداق نہیں ہیں، ورنہ لازم آتا ہے کہ قول نوح اور قوم لوط اور قوم فرعون وغیرہ کی دعائیں، اس اضطرار کے وقت قبول کی جاتیں۔ مگر ایسا نہیں ہوا اور خدا کے ہاتھ نے ان قوموں کو ہلاک کر دیا۔

اور اگر میاں شمس الدین کہیں کہ پھر ان کے مناسب حال کون سی آیت ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت مناسب حال ہے کہ ’’وما دعاء الکافرین الا فی ضلال‘‘ میں نے منشی شمس الدین صاحب کے حق میں یہ لے دے پڑھی اور اس پر یہ آیت مرزا کے قلم سے لکھی دیکھی تو یہ بات میرے خیال میں آئی کہ: یہ منشی صاحب کے اس قصور کی سزا ہے کہ وہ مرزا کو کافر کہنے میں متردد تھے اور باوجود اہل حدیث ہونے کے، کبھی کبھی قادیان میں مرزا کے جلسوں میں بھی جایا کرتے۔ کیا اب بھی وہ قادیان جائیں گے اور اپنے اور تمام مسلمانوں کے حق میں مرزا کا فتویٰ کفر سن کر اور اپنے آپ کو اس آیت کا مصداق ٹھہرانا دیکھ کر بھی وہ مرزا کے کفر میں تردد و تامّل کریں گے۔ اب تو ان کو ضرور ایک طرف ہونا پڑے گا یا مرزا کو کافر کہنا یا مرزا کے فتویٰ سے خود کا فر ہونا تسلیم کرنا۔

اس لے دے کے بعد مرزا نے وہ لن ترانی ہانکی اور (ص۱۲) رسالہ میں یہ بات کہی ہے کہ: ''چونکہ احتمال ہے کہ بعض غبی الطبع اس اشتہار کا اصل منشاء سمجھنے میں غلطی کھائیں۔ اس لئے ہم مکرراً اپنے فرض دعوت کا اظہار کر دیتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ طاعون جو ملک میں پھیل رہی ہے، کسی اور سبب سے نہیں (اس لفظ کی طرف ناظرین توجہ کریں اور انصاف سے کہیں کہ اس سے تیسرے فقرہ اشتہار ۶ رفروری ۱۸۹۸ء مرزا کی تکذیب ہوتی ہے اور یہ بات ثابت ہوتی ہے یا نہیں کہ اس فقرہ میں مرزا نے جو سبب طاعون تمام گناہوں کو قرار دیا ہے وہ دل سے نہیں کہا اور ہمارا ریمارک اس فقرہ پر حق ہے، جس پر مرزا کے یہ الفاظ ناطق ہیں) بلکہ ایک ہی سبب ہے اور وہ یہ ہے کہ لوگوں نے خدا کے اس موعود کو ماننے سے انکار کیا، جو تمام نبیوں کی پیش گوئی کے موافق دنیا کے ساتویں ہزار میں ظاہر ہوا ہے۔''

(دافع البلاء ص۱۲، خزائن ج۱۸، ص۲۳۲)

(ناظرین یہ بھی محض جھوٹ ہے یہ پیش گوئی کسی نبی نے نہیں کی۔ جن مقامات کا مرزا نے کشتی نوح کے (ص۵) کے حاشیہ میں حوالہ دیا ہے۔ ان میں یہ پیش گوئی نہیں ہے۔ اس کا ذکر مفصل عبارت کشتی نوح کے ذیل میں ہوگا)، اور لوگوں نے نہ صرف انکار بلکہ خدا کے مسیح کو گالیاں دیں، کافر کہا اور قتل کرنا چاہا اور جو کچھ چاہا اسے کہا۔ اس لئے خدا کی غیرت نے چاہا کہ ان کی شوخی اور بے ادبی پر تنبیہ نازل کرے اور خدا نے پاک نوشتوں میں خبر دی تھی کہ لوگوں کے انکار کی وجہ سے ان دنوں میں جب مسیح ظاہر ہوگا، ملک میں سخت طاعون پڑے گی۔'' (دافع البلاء ص۱۲، خزائن ج۱۸، ص۲۳۲)

''سوائے عزیزو! اس کا بجز اس کے کوئی بھی علاج نہیں کہ اس مسیح کو سچے دل اور اخلاص سے قبول کر لیا جائے۔ یہ تو یقینی علاج ہے اور اسے کمتر درجہ کا یہ علاج ہے کہ اس کے انکار سے منہ بند کر لیا جائے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ وہ وقت قریب آتا ہے کہ لوگ کہتے ہوئے کہ ''یا مسیح الحق عدوانا'' میری طرف دوڑیں گے۔ یہ جو میں نے ذکر کیا ہے یہ خدا کا کلام ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ اے جو خلقت کے لئے مسیح کر کے بھیجا گیا ہے، ہماری اس ملک بیماری سے شفاعت کرو۔'' (دافع البلاء ص۱۲،۱۳، خزائن ج۱۸، ص۲۳۲،۲۳۳)

(ناظرین یہ کلام خدا کا نہیں، کلام شیطان ہے اور جو معنی اس کے مرزا نے بتائے ہیں یہ عربی زبان ومحاورہ کے معنی نہیں۔ یہ مرزا یا اس کے ملہم معلم الملکوت کے خانہ ساز معنی

ہیں)’’تم یقیناً سمجھو کہ آج تمہارے لئے بجز اس مسیح کے اور کوئی شفیع نہیں۔ اے ’’عیسائیو، مشنریو‘ اب ’’ربنا المسیح‘‘ مت کہو اور دیکھو کہ آج تم میں ایک ہے، جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے اور اے قوم شیعہ! اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے۔ کیونکہ میں سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ اس حسین سے بڑھ کر ہے۔‘‘ (دافع البلاء ص۱۳، خزائن ۱۸، ص۲۳۳)

(خدا تعالیٰ اس منہ کو سیاہ کرے، جس سے یہ کلمہ عناداً نکلا ہے اور اس زبان کو کاٹ دے جو یہ بول بولی ہے) کجا سید الشہداء، لخت جگر بتول اور کجا یہ ابوالفضل) اس عبارت سے صاف ثابت ہے کہ مرزا نے جو فقرہ چہارم اشتہار میں کہا ہے وہ دل سے نہیں کہا، منافقانہ کہا ہے اور اس میں توبہ واستغفار سے اس کی مراد یہ ہے کہ اس کو مسیح مان لیا جائے۔ اس کو مسیح موعود ماننے کے بغیر ہزار نیکی کوئی کرے، گناہوں سے بچے تو بھی کوئی فائدہ نہ ہوگا اور نہ ہی طاعون رفع ہوگا۔ اشتہار ۶رفروری ۱۸۹۶ء کی دھجیاں خوب اڑائی گئی ہیں۔

اب ہم کو کوئی حاجت نہ تھی کہ دوسری قسم اشتہارات وتحریرات مرزا پر کچھ ریمارک کرتے۔ جب اصل اشتہار ۶رفروری ۱۸۹۸ء کے فقرہ فقرہ کا کذب ہونا ثابت ہوا تو اس کے فروعات پر بحث کرنے کی ضرورت نہ رہی تھی۔ مگر چونکہ ہمارا مقصود دوبارہ جنگ سے اکاذیب ومغالطات مرزا کا اظہار ہے اور ان اشتہارات میں اشتہار اول سے بڑھ کر (دروغ گویاں واکاذیب کوٹ کوٹ بھری ہوئی ہیں) لہٰذا ان پر بحث کرنے سے ہماری غرض کی اور بھی تکمیل ہوتی ہے۔ جس قدر اس کے کذب ظاہر ہوں اسی قدر ہدایت خلق اللہ متصور ہے۔ لہٰذا ان پر بھی بحث کی جاتی ہے۔

دوسری تحریر مرزا کی وہ ایک صفحہ کا اشتہار ہے جو ۲۲راپریل ۱۸۹۸ء کو شائع ہوا ہے اور اس کی صورت وعنوان یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

## جلسۂ طاعون

اس اشتہار میں نوٹس لینے کے لائق دو فقرہ ہیں۔ جن پر ہم اپنی طرف سے نمبر لگا کر اس کی اصل عبارت نقل کرتے ہیں:

۱...... ’’چونکہ یہ قرین مصلحت ہے کہ ایک جلسہ دربارہ ہدایات طاعون قادیان میں منعقد ہو اور اس جلسہ میں گورنمنٹ انگریزی کی ان ہدایتوں کے فوائد جو طاعون کے بارے میں اب تک شائع ہوئے ہیں، مع طبی اور شرعی ان فوائد کے جو ان ہدایتوں کے مؤید ہیں، اپنی جماعت کو سمجھائی جائیں۔ اس لئے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے کہ ہماری جماعت کے احباب حتی الوسع کوشش کریں کہ وہ اس جلسہ میں عیدالاضحیٰ کے دن شامل ہوسکیں۔‘‘

۲...... ’’اصل امر یہ ہے کہ ہمارے نزدیک اس بات پر اطمینان نہیں ہے کہ ان ایام گرمی میں طاعون کا خاتمہ ہو جائے گا، بلکہ جیسا کہ پہلے اشتہار میں شائع کیا گیا ہے، دو جاڑوں تک سخت اندیشہ ہے۔ لہٰذا یہ وقت ٹھیک وہ وقت ہے کہ ہماری جماعت بنی نوع کی سچی ہمدردی اور گورنمنٹ عالیہ انگریزی کی ہدایتوں کی دل وجان سے پیروی کر کے اپنی نیک ذاتی اور نیک عملی اور خیراندیشی کا نمونہ دکھاوے۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج سوم ص ۳۸،۳۹)

اس اشتہار سے مرزا کا مقصود صرف گورنمنٹ کو جھوٹ بول کر اور دھوکہ دے کر خوش کرنا اور اس جلسہ کے صلہ میں کوئی اعزازی خطاب پانا، جس کی تمنّا وہ صریح الفاظ سے کئی رسالوں میں کر چکا ہے یا صرف کوئی چٹھی خوشنودی مزاج حاصل کرنا ہے۔ اس میں جو اس نے جھوٹ بول کر دھوکہ دیا ہے اس کا بیان اشتہار اول کے فقرہ اول کے متعلق ریمارک میں ہو چکا ہے کہ مرزا گورنمنٹ کی تدبیر سے دلی اتفاق نہیں رکھتا۔ وہ اس تدبیر سے دل سے مخالفت رکھتا ہے، جس کا اظہار اس نے رسالہ مواہب الرحمٰن میں کیا اور اس کے خلیفہ دوم ملا امروہی نے رسالہ ’’صیانۃ الناس‘‘ میں اس سے بڑھ کر اظہار مخالفت کیا ہے۔

یہاں اس اشتہار کے متعلق صرف یہ کہا جاتا ہے کہ جس غرض سے مرزا نے یہ اشتہار جاری کیا ہے اور اس کے مطابق جلسہ بھی منعقد کیا تھا، وہ غرض اس کو حاصل نہ ہوئی۔ گورنمنٹ چونکہ خودغرضوں اور جھوٹے خوشامد کرنے والوں کو خوب پہچانتی ہے، اس لئے اس جلسہ کی وجہ سے مرزا کو کچھ نہ پوچھا۔ اس جلسہ کے متعلق کچھ لکھا تو شیخ رحمت اللہ سیکرٹری یا کارکن جلسہ کے نام لکھا اور مرزا کا ارمان دل کا دل ہی میں رہ گیا اور اس کے حال پر یہ مضمون صادق آیا:

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم     نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

اور وہ اپنی دھوکہ دہی سے اس آیت کا مصداق بنا ''**خسر الدنیا والاخرہ ذلک ھو الخسران المبین.**''

۳...... اس اشتہار کے دوسرے فقرہ کے متعلق یہ کہنا ہے کہ اس میں طاعون کے خاتمہ کا دو جاڑوں تک انتظار کیا گیا ہے۔ حالانکہ اشتہار سابق مشتہرہ ۶/فروری ۱۸۹۸ء میں دو جاڑوں تک اس کی آمد کا انتظار کیا گیا تھا۔ یہ خلاف بیانی بھی اس پیش گوئی کے کذب پر روشن دلیل ہے ''**صدق اللّٰہ تعالیٰ. ولو کان من عند غیر اللّٰہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً**''

تیسری تحریر مرزا کی بھی اس کا ایک صفحہ کا اشتہار ہے جو ۱۷/مارچ ۱۹۰۱ء کو اس نے شائع کیا ہے اور اس کی صورت وعنوان یہ ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

**نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم**

## طاعون

اس اشتہار میں جو نوٹس ایبل فقرات ہیں از اں جملہ دو ایک فقرے (ص۲۲) منقول ہو چکے ہیں اور ان کے متعلق ہمارے ریمارک بھی گزر چکے ہیں۔ یہاں چند فقرات اور ان پر اپنی طرف سے نمبر لگا کر نقل کئے جاتے ہیں۔

۱...... ''میں سچ کہتا ہوں کہ اگر ایک شہر میں جس میں مثلاً دس لاکھ کی آبادی ہو، ایک بھی کامل راست باز ہوگا۔ تب بھی یہ بلا اس شہر سے دفع کی جائے گی۔ پس اگر تم دیکھو کہ یہ بلا ایک شہر کو کھاتی جاتی اور تباہ کرتی جاتی ہے تو یقیناً سمجھو کہ اس شہر میں ایک بھی راست باز نہیں۔ معمولی درجہ کی طاعون یا کسی اور وباء کا آنا ایک معمولی بات ہے۔ لیکن جب یہ بلا ایک کھا جانے والی آگ کی طرح کسی شہر میں اپنا منہ کھولے تو یقین کرو کہ وہ شہر کامل راست باز کے وجود سے خالی ہے۔'' (مجموعہ اشتہارات ج سوم ص۴۰۲)

۲...... ''دنیا ارضی اسباب کی طرف متوجہ ہے۔ مگر جڑ اس مرض کی گناہ کا زہر ہے اور تریاقی وجود کی ہمسائیگی فائدہ بخش ہے۔ اللّٰہ جلّ شانہ اپنے رسول کو قرآن شریف میں فرماتا ہے ''**ما کان اللّٰہ لیعذبھم وانت فیھم**'' یعنی خدا ایسا نہیں ہے کہ وباء وغیرہ سے ان لوگوں کو ہلاک کرے، جن کے شہر میں تو رہتا ہے۔ پس چونکہ وہ نبی علیہ السلام کامل راست باز تھا۔ اس لئے لاکھوں کی جانوں کا وہ شفیع ہوگیا۔'' (مجموعہ اشتہارات ج سوم ص۴۰۲)

''یہی وجہ ہے کہ مکہ جب تک آنحضرت ﷺ اس میں تشریف رکھتے تھے۔ امن کی جگہ رہا اور پھر جب مدینہ میں تشریف لائے تو مدینہ کا اس وقت نام یثرب تھا، جس کے معنی ہیں ہلاک کرنے والا۔ یعنی اس میں ہمیشہ سخت وباء پڑا کرتی تھی۔ آپ نے داخل ہوتے ہی فرمایا کہ اب اس کے بعد اس شہر کا نام یثرب نہ ہوگا، بلکہ اس کا نام مدینہ ہوگا۔ یعنی تمدن اور آبادی کی جگہ اور فرمایا کہ مجھے دکھایا گیا ہے کہ مدینہ کی وباء اس میں سے ہمیشہ کے لئے نکال دی گئی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اب تک مکہ اور مدینہ ہمیشہ طاعون سے پاک رہے۔

(مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۴۰۳)

۳...... ''میں اس خدائے کریم کا شکر کرتا ہوں کہ اسی آیت کے مطابق اس نے مجھے بھی الہام کیا اور وہ یہ ''**الامراض تشاع والنفوس تضاع ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم انہ اوی القریہ**'' یہ الہام ۲۶؍فروری ۱۸۹۸ء میں شائع ہوچکا ہے اور یہ طاعون کے بارے میں ہے۔ اس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ موتوں کے دن آنے والے ہیں۔ مگر نیکی اور توبہ کرنے سے ٹل سکتے ہیں اور خدا نے اس گاؤں کو اپنی پناہ میں لیا ہے اور متفرق کئے جانے سے محفوظ رکھا ہے، یعنی بشرط توبہ۔'' (مجموعہ اشتہارات ج سوم ص۴۰۳)

۴...... ''اور براہین احمدیہ میں یہ الہام بھی درج ہے کہ ''**ما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم**'' یہ خداتعالیٰ کی طرف سے برکتیں ہیں اور لوگوں کی نظر میں عجیب اور یاد رہے کہ یہ ہماری تحریر محض نیک نیتی اور سچی ہمدردی کی راہ سے ہے۔ ''**وما علی الرسول الا البلاغ. والسلام علی من اتبع الھدی**۔ فقط (مجموعہ اشتہارات ج سوم ص۴۰۳)

ان چار فقروں میں سے پہلے فقرہ میں مرزا نے جو قاعدہ مقرر کیا ہے کہ دس لاکھ اشخاص کے مسکن شہر میں ایک بھی راست باز ہوگا تو وہ شہر اس بلا سے بچا رہے گا۔ وہ شہر نہ بچا تو معلوم ہوگا کہ اس میں ایک بھی راست باز نہیں ہے۔ اس قاعدہ سے مرزا نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ راست باز نہیں۔ اس کا سلسلہ دروغ کا سلسلہ ہے، کیونکہ قادیان میں دس لاکھ کی جگہ دس ہزار اشخاص بھی نہیں۔ بایں ہمہ وہاں طاعون آیا، جس کو مرزا نے چار عذرات پیش کرنے سے مان لیا، تو اس سے بحکم قاعدہ مذکور صاف ثابت ہوا کہ وہ راست باز نہیں۔

اس اعتراض سے بچنے کے لئے جو مرزا نے اس فقرہ میں یہ ڈھکوسلہ گھڑ لیا ہے کہ ''معمولی درجہ کی طاعون یا کسی وبا کا آنا معمولی بات ہے، لیکن جب ایک بلا کھا جانے والی

آگ کی طرح کسی شہر میں منہ کھولے تو یقین کرو کہ وہ شہر کامل راست باز کے وجود سے خالی ہے۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج سوم،ص۴۰۲) یہ پرلے سرے کی ہٹ دھرمی اور بے شرمی کی بات ہے۔ یہ بات اصل الہام مندرجہ اشتہار ۶رفروری ۱۸۹۸ء کے چوتھے سال بنائی گئی جب کہ مرزائی پارٹی میں یہ بلا نازل ہوگئی اور یہ بات اخباروں میں مشتہر ہوگئی۔

اور اگر یہ بات پہلے سے ملہم کی مراد تھی تو پہلے وقت الہام ’’اوی القریۃ‘‘ کہنے کے ساتھ ہی کیوں نہ کھول کر کہہ دی کہ چار برس کے بعد اس کو پیش کرنا، اس مثل مشہور کا مصداق ہے۔ ’’مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید برکلّہ خود باید زد‘‘ یا اس مثل کا مصداق ’’کفشے یا سنگے کہ بعد جنگ بدست آید برسر خود رسید باید کرد۔

مرزا کو شرم وحیا سے کام لے کر یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ اس راست باز کی مثال میں مرزا نے فقرہ آئندہ میں آنحضرت اور آپ کے مسکن پاک معظّمہ اور مدینہ طیبہ کو پیش کیا ہے۔ پھر کیا آنحضرت ﷺ کے مکہ معظّمہ میں رہنے کے وقت تک معمولی درجہ کا طاعون مکہ معظّمہ میں آیا۔ یا آنحضرت ﷺ کے تمام زمانہ حیات طیبہ میں کبھی مدینہ طیبہ میں معمولی طاعون نے قدم رکھا اور چونکہ فقرہ آئندہ میں مرزا نے اپنے آپ کو بھی آنحضرت ﷺ کی نظیر بنایا اور اس آیت قرآن کا جو آنحضرت ﷺ کے موجب امن ہونے کی بابت آپ کے حق میں نازل ہوئی تھی۔ اپنے آپ کو مورد نزول ٹھہراتا ہے۔ پھر چاہئے تھا کہ جب تک اس کا وجود قادیان میں رہتا تب تک اس گاؤں میں معمولی درجہ کا طاعون بھی قدم نہ رکھتا۔

اس بات کو سوچ کر یا سن کر اس کو شرم نہ آوے تو اس بات کو سوچ کر کچھ تو شرماوے کہ جن مقامات میں اس کے مخالف رہتے ہیں یا وہ ان مقامات کو اچھا اور متبرک سمجھتے ہیں اور ان مقاموں کے طاعون سے محفوظ رہنے کی دعا کے لئے مرزا ان لوگوں سے چیلنج کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اگر میرے مخالف سچے ہیں اور میں ان کے نزدیک جھوٹا ہوں، تو وہ ان مقامات کے بچ جانے کے لئے دعا کریں۔ پھر وہ قسم کھا کر اس مضمون کے اشتہار شائع کریں کہ وہ مقامات طاعون سے بچ جائیں گے۔ ورنہ وہ اپنے کاذب ومفتری ہونے پر مہر لگادیں گے۔

کیا ان مقامات میں اس وقت تک بلحاظ مردم شماری قادیان سے بڑھ کر طاعون نے اثر کیا اور کھا جانے والی آگ کی طرح ان کو کھالیا۔ نہیں تو پھر قادیان کو (جو بقول مرزا اس کے رسول کا تخت گاہ ہے) ان مقامات پر کیا فوقیت رہی اور آئندہ بھی اگر خدا تعالیٰ نے

ان مقامات میں کھا جانے والی آگ کی طرح طاعون نہ بھیجا تو پھر بھی قادیان کے دم میں کون سے سرخاب کا پر لگ گیا اور اس کا مسکن وتخت گاہ رسول ابوالفضول ہونا کس کام آیا۔

دوسرے فقرہ میں جو مرزانے قاعدہ بیان کیا ہے، اسی قاعدہ کے حکم سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا دعویٰ راست بازی اور الہام میں صادق نہیں ہے اور اس کا الہام ۶/فروری ۱۸۹۸ء محض ڈھکوسلہ ہے۔ کیونکہ قادیان میں طاعون وارد ہوگیا اور مرزانے اس کے جواب میں جو عذر کیا ہے، اس کا جواب لاجواب دیا گیا ہے۔ اور بخوبی ثابت کیا گیا ہے کہ وہ عذر اس کے پیش کردہ نظیر وجود باجود حضرت رسالت ﷺ اور آپ کے مسکن مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے حالات مسلّمہ مرزا سے جھوٹا ہوگیا اور عذر بدتر از گناہ ثابت ہوا۔

اس مقام میں اس قدر اور کہنا ضروری ہے کہ آیت ''وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم'' (مجموعہ اشتہارات ج سوم ص۴۰۲) ''وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون'' (مجموعہ اشتہارات ج سوم ص۴۰۲) میں جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی تھی، دو باتوں سے ایک بات پر عذاب ٹل جانے کی بشارت دی گئی۔ ایک آپ کا وجود باجود مکہ میں رہنا، دوسری ان لوگوں کا استغفار وتوبہ کرنا۔ یہ نہیں کہ دونوں باتوں کے جمع ہونے، یعنی آنحضرت ﷺ کے مکہ میں رہنے اور ان لوگوں کے تائب ہوجانے کی شرط سے عذاب ٹلنی کی بشارت دی ہو اور واقعہ میں ایسا ہی ہوا۔ آنحضرت ﷺ کے مکہ میں رہنے تک ان لوگوں نے توبہ نہ کی۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے مکہ سے ہجرت کی تھی، تب بھی صرف آنحضرت ﷺ کے وجود کی برکت سے مکہ سے عذاب ٹلا رہا۔

مرزانے فقرہ سوم وچہارم میں اپنے خطاب میں اس آیت کے نزول کا دعویٰ کیا ہے اور پھر اپنے وجود بے سود کے قادیان میں رہنے کے ساتھ توبہ کو بھی عذاب طاعون ٹل جانے کے لئے شرط ٹھہرادیا ہے اور مثل مشہور ''دروغ گورا حافظہ نباشد'' کو اپنے اوپر سچا کر دکھایا ہے۔ اس کی مزید تفصیل فقرہ سوم وچہارم میں اس آیت قرآن کو جس میں بغیر شرط توبہ کے صرف وجود باجود آنحضرت ﷺ کے مکہ میں رہنے تک، عذاب ٹلانے کا وعدہ دیا ہے۔ اپنے اوپر نازل بتایا ہے اور یہ دونوں باہم متناقض امر ہیں۔ لہٰذا سچے خدا کی طرف سے یہ دونوں الہام نہیں ہوسکتے۔ اگر مرزا کو آیت مذکورہ کا الہام ہوا، جس میں عذاب ٹلانے کے لئے توبہ شرط نہیں ہے۔ جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے، تو وہ دوسرا الہام جس میں قادیان

سے عذاب ٹل جانے کے لئے توبہ کی شرط لگائی گئی ہے، جھوٹ اور خدا پر افتراء ہے۔ اگر یہ الہام شرط توبہ والا سچا اور خدا کی طرف سے ہے تو اس آیت مذکور کے الہام کا دعویٰ جھوٹ اور خدا پر افتراء ہے۔

مرزا اگر ان دونوں متناقض الہاموں میں سے ایک کو جھوٹا ٹھہرا کر واپس نہ لے، تو یہ دونوں ساقط الاعتبار ہوتے ہیں اور دونوں کے دعویٰ میں مرزا کا جھوٹ ثابت ہوتا ہے۔ مرزا نے ۶ رفروری ۱۸۹۸ء کا اشتہار شائع کیا، تو اس میں گو تمام دنیا سے طاعون ٹل جانے کے لئے توبہ کی شرط کو ذکر کیا۔ مگر خاص قادیان کے بچاؤ کے لئے توبہ کی شرط نہیں لگائی اور نہ کسی اور اشتہار میں قادیان کے بچاؤ کے لئے شرط توبہ لگائی ہے اور نہ ہی یہ شرط بحکم عقل صحیح ہوسکتی ہے کیونکہ اگر قادیان کا بچاؤ عذاب طاعون سے توبہ پر موقوف ہو تو اس میں مرزا کا ہونا یا نہ ہونا، دونوں مساوی ہوتے ہیں۔

توبہ سے تو ہر جگہ کو مرزا کے مخالفین کی جائے رہائش یا محل تعظیم کیوں ہے (جیسے لاہور، امرتسر، بنارس، بٹالہ، نارووال وغیرہ) بچاؤ ہوسکتا تو پھر مرزا کی شفاعت خاص قادیان کے لئے کس کام آتی ہے اور اس کے وجود بے سود کے قادیان میں رہنے کا اثر کیا ظاہر ہوتا ہے۔ شفاعت اور وجود (نامسعود بے جود) کا اثر تو تب ہی مسلم ہو جب کہ قادیان کے لوگ اپنے خیالات مخالفت پر رہیں اور پھر وہ محض اس وجود کی برکت سے بچے رہیں۔

مرزا نے اشتہار ۶ رفروری ۱۸۹۸ء سے چوتھے سال ۱۹۰۱ء میں ڈھکوسلہ بنایا اور اپنے خیال میں وہ دور کی کوڑی لایا۔ مگر اس میں اپنی پچھلی کی کرائی کو باطل و بے کار کر دیا۔ قادیان کے ساتھ اس توبہ کی قید نے یہ ثابت کر دیا کہ اس سے پہلے جو قادیان کو صرف مرزا کی شفاعت اور قادیان میں اس کے موجود ہونے کے سبب سے مطابق مضمون آیت مذکورہ وعدہ بچاؤ دیا گیا تھا، وہ محض دروغ تھا اور درحقیقت قادیان میں مرزا کا ہونا اور قادیان کے حق میں مرزا کی شفاعت کرنا کوئی اثر و اعتبار نہیں رکھتا۔

مرزا نے اپنے خیال میں تو یہ پانچواں عذر پیش گوئی جھوٹی ہونے کا نکالا تھا مگر اس کو یہ نہ سوجھا کہ اس عذر نے اصل پیش گوئی کو جھوٹا کر دیا ہے۔ مرزا پیش بندی کرنے اور بات بنانے میں تو اپنا استاذ آپ ہی تھا۔ مگر اس توبہ کی قید لگانے اور نئی بات بنانے میں وہ چوپٹ گرا اور اپنے اس دعاوی و خیال میں کہ میں میدان پیش قدمی کا شہسوار ہوں، اس بیت

کا مصداق بن گیا:

وہ طفل کیا کرے گا جو گھٹنے کے بل چلے　　گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں

بالجملہ اس اشتہار کا فقرہ سوم وفقرہ چہارم آپس میں بھی متخالف ومتناقض ہیں اور فقرہ سوم کی شرط توبہ اس کے پہلے الہام متعلق طاعون کے بھی مخالف ومتناقض ہے اور عقل کے بھی مخالف اور اس کا ان الہامات میں تناقض اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ یہ الہامات رحمانی نہیں، احتلام شیطانی ہیں اور افراط دروغ گوئی کے سبب بحکم ''دروغ گورا حافظہ نباشد'' مرزا کے حافظہ میں بھی سخت فتور وقصور واقع ہوگیا ہے۔ وہ پہلے کچھ لکھتا ہے، پیچھے اس کے مخالف کچھ اور۔

مرزا کی چوتھی تحریر اس کا وہ چار صفحہ کا اشتہار ہے، جس کی صورت وعنوان یہ ہے:

حضرت مرزا صاحب نے یہ اشتہار مختلف پانچ زبانوں یعنی انگریزی، اردو، فارسی، عربی، پشتو میں شائع فرمایا ہے اور اس میں سے صرف اردو انجمن فرقانیہ لاہور نے پبلک کے فائدے کے لئے مشتہر کیا ہے، تاکہ لوگ فائدہ اٹھاویں۔

## الطّاعون

اس اشتہار کی تاریخ اشاعت اس پرچہ اشتہار مشتہرہ انجمن فرقانیہ پر جو ہم کو ملا۔ اس اشتہار میں مرزا نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ: ''طاعون کے سبب ہمیشہ سے چار ہی ہوتے چلے آئے ہیں اور ابتداء فطرت (پیدائش) سے خدا کی سنت (عادت) اس طرح جاری ہے۔

پہلا سبب یہ ہے کہ لوگ خدا تعالیٰ کی خوشنودی چھوڑ کر فسق وبدکاری وگناہ گاری اختیار کر لیتے ہیں۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ لوگ احکام سلطنت کی اطاعت چھوڑ کر خلاف ورزی کرنے لگ جاتے ہیں۔ تیسرا سبب یہ کہ امام وقت کو (جو صدی کے سرے پر خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہو) قبول کرنے سے انکار کریں اور اس کی تکفیر اور ایذاء کے درپے ہوجاتے ہیں۔ چوتھا سبب یہ کہ لوگ آپس میں رحم کرنا چھوڑ دیں اور کیڑوں مکوڑوں کی طرح ایک دوسرے کو کھانے لگ جاتے۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۴۴۸ تا ۴۵۱ ملخص)

ان چار اسباب میں سے چونکہ مرزا نے زیادہ تر دوسرے سبب کے بیان پر زور دیا ہے اور لوگوں کو اس سبب کے دور کرنے کی بہت تاکید کی ہے اور بذات خود اس سبب کا دلیری کے ساتھ ارتکاب کیا ہے۔ لہٰذا اس سبب کے بیان کو اور اس کو دور کرنے کی تاکید کو مرزا کے الفاظ سے بہ تفصیل نقل کیا جاتا ہے۔

وہ صفحہ اوّل اشتہار میں لکھتا ہے: ’’دوسرا جب لوگ ان اولوالامروں کی بے فرمانی کرتے ہیں، جو مصلحت الٰہی سے انہیں دیئے جاتے ہیں اور رعیت کے انبار غلہ کے لئے بجائے مہر کے ہوتے ہیں اور رعایا مفسد اور باغی بن جاتی ہے اور اطاعت کی رسّی اتار ڈالتی ہے اور معروف باتوں اور جائز امروں میں ان کی مدد نہیں کرتی اور ان کی نسبت بدگمانی کرتی اور لڑائی اور مقابلہ کر کے ان کے معاملات کو درہم برہم کرتی ہے اور وفاداروں اور سعادت مندوں کی طرح ان سے بادب پیش نہیں آتی اور اس کے حکموں کو نہیں مانتی اور خدا کے جوڑے ہوئے کو کاٹنا چاہتے اور دفع کرتے ہیں۔ اس شئے کو جسے خدا بڑی بھاری حکمت سے لایا ہے۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۳ص۴۵۰،۴۴۹)

پھر تیسرے اور چوتھے سبب کا مختصر بیان کر کے دوسرے اور تیسرے اور چوتھے صفحہ میں لکھتا ہے: ’’اور خدا اور اپنے بادشاہوں کی اطاعت کرو اور فساد نہ کرو اور حکام کے حکموں اور فیصلوں اور پروانوں وغیرہ میں ان کی مخالفت نہ کرو اور ان کی رضاء کے خلاف ایک قدم بھی آگے پیچھے نہ کرو اور جب ان کی طرف سے کوئی حکم آوے تو فوراً حاضر ہو جاؤ اور ان کے بلائے پرست اور ہار کھائے ہوئے نہ بنو اور ان کے قانون کی خلاف ورزی نہ کرو اور ان کی توہین نہ کرو اور جب کوئی خدمت تمہیں سپرد کی جائے تو بہت جلد حکم مانو اور اس کے پورا کرنے کی سعی کرو۔ خواہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھنا پڑے اور جاہلوں کی مانند عذر نہ تراشو اور کمینہ لوگوں کی طرح انکار نہ کرو۔ اور خوب سمجھ لو کہ سلامتی حکموں کے قبول کرنے میں اور ملامت نافرمانی اور جھگڑے میں ہے اور ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں سلطنت برطانیہ کا عہد بخشا اور اس کے ذریعہ سے بڑی بڑی مہربانیاں اور فضل ہم پر کئے۔ ہم نے اس سلطنت کے آنے سے انواع، اقسام کی نعمتیں پائیں۔ ہماری قوم نے علم اور تہذیب سیکھی اور بہائم کی زندگی سے نکلنا انہیں نصیب ہوا اور حیوانی جذبوں سے نکل کر انسانی کمالات پر پہنچنا میسر آیا۔ سو ہمیں اس گورنمنٹ کے طفیل امید اور فکر سے بڑھ کر امن وامان ملا۔ اب ہم زمین پر گائیوں کی طرح نہیں، بلکہ باردار اونٹنیوں کی مانند بڑے وقار اور سہولت کے ساتھ سفر کرتے ہیں اور ہمیں ڈاکوؤں اور بدذات دشمنوں کا کچھ بھی ڈر نہیں ہوتا اور ہم رات کے پہلے حصہ میں اکیلے بلاخوف وخطر سفر کرتے ہیں اور ریل گاڑی کے چلنے سے اونٹنیوں، قافلوں اور گھوڑوں کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔

اب مناسب ہے کہ اپنی نیتوں کو درست کرو اور اس سلطنت کی نسبت نیک گمان رکھو اور صاف دلی اور پاک نسبت سے اس کے حضور حاضر ہو اور زمین میں باغیوں کی طرح فساد مچاتے اور شریروں کی طرح بھاگے بھاگے نہ پھرو اور خوب سمجھ لو کہ اس سلطنت نے تمہیں ایذا دینے سے ظالموں کے ہاتھ بند کر دیئے اور تم سوتے تھے اور اس نے تمہیں جگایا اور تمہارے سفر اور حضر میں تمہاری پوری پوری نگہبانی کی اور جب تم کہیں کار روزگار کرنے اور معاش کی تلاش میں جاتے ہو اور پھر وطن کو واپس آتے ہو۔ دونوں صورتوں میں گورنمنٹ کی طرف سے تم پر محافظ مقرر ہیں اور اس نے تمہاری آبرو اور مال کی خوب نگہداشت کی اور صحت میں اور بیماری میں تمہاری خبر گیری کی اور تمہیں امن بخشا، جس کے سبب سے تم دولت اور مال میں اور کثرت ترقی کر گئے اور یہ سلطنت ہر میدان میں تمہاری مدد کو کھڑی ہوئی ہے اور تمہارے یاروں اور دوستوں اور مکانوں کی نسبت خوب سلوک کیا اور ثابت کر دیا کہ وہ تمہاری پناہ اور جائے امن ہے۔ اب تم پر اس کے احسان کے حقوق ثابت ہیں اور اس نے تمہیں ڈاکوؤں اور چوروں سے بچایا اور تمہارے مال وعیال کی نسبت نگہبانی کا حق ادا کر دیا اور اس کی مہربانی تمہاری عمروں کی درازی کا سبب ہوئی اور اس سے تمہیں ایسی عافیت ملی جو تباہ او بر باد کرنے والی نہیں اور تمہیں پرلے درجہ کی رفاہیت حاصل ہوئی اور اس نے تمہیں دکھوں، دردوں کی خوفناک جگہوں سے بچایا اور اپنے فضل وکرم کی حمایت اور پناہ میں لیا۔ اب یہ حال ہے کہ دشمنوں کے ناخن بیدادکی تم تک رسائی نہیں ہوسکتی۔

سو مناسب ہے کہ اس گورنمنٹ کے شکر کے ادا کرنے اور ذکر تذکرہ میں گونگے اور بے ہوش نہ بن جاؤ۔ اس لئے کہ احسان کا بدلہ احسان ہے اور شکر سے غفلت کرنا، کفران ہے اور میں اللہ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ سلطنت تمہارے لئے بڑا امن بخش تعویذ ہے اور اس کے ہوتے، کسی خود پوش مددگار کی ہمیں ضرورت نہیں اور حقیقت میں ساری حمدیں خدا کے لئے ہیں، جس نے ہمیں ایسا قیصر عطا فرمایا، جو ہمارے حال کی خبر گیری اور پرداخت میں کوئی قصور اور کوتاہی نہیں کرتا اور کوشش کرتا ہے کہ ہمیں پستی سے باہر لائے۔ اس نے ہمارا دین ہمیں پھر دیا، بعد اس کے کہ مذہب اپنے مکان سے اکھڑ چکا تھا اور اسی نے قیصرۂ ہند اور قیصر کو اس کا مامن بنایا۔ سو یہ رحمان کی رحمت اور منان کی منّت ہے اور اگر بندہ نزول نعمت کے وقت خدا کا شکر نہ کرے، تو بلا اس پر نازل ہوتی ہے۔ سو اس میں شک نہیں کہ انہیں گناہوں

کے سبب سے طاعون نے تمہارے شہروں میں ڈیرے جما دیئے ہیں۔اب بہت جلد طاعت کی طرف قدم اٹھاؤ اور اپنے تئیں گناہوں سے بچاؤ اور اگر تم میری بات پر عمل کرو گے، تو مجھے امید ہے کہ یہ درددکھ تم سے دور ہو جائیں گے اور آرام چین، ترقی کرے گا۔اب جواب دو کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ مانتے ہو یا انکار کرتے ہو اور طاعون کا علاج بجز پرہیزگاری اور گڑگڑانے اور دعا کے نہیں اور تم دیکھ رہے ہو کہ وہ تمہیں ہلاک کرنے کو تمہارے آنگنوں میں آاتری ہے اور تمہیں فنا کرنے کو تمہارے صحنوں میں داخل ہوگئی ہے اور کس قدر تمہارے باپ اور بیٹے اس کا شکار ہوگئے ہیں........ مجھے ڈر ہے، کہ یہ مرض کہیں ہر شہر میں داخل نہ ہو جائے اور ہر بیشہ میں راہ نہ پا جائے۔پھر وہاں کے درندوں اور ہرنوں سب کو کھا جائے اور چراگاہوں اور پانیوں کو بالکل کھا جائے اور پی جائے۔سو نیکو کاریوں میں لگ جاؤ اور صدقات خیرات نکالو اور محتاجوں کو دو، قسم بخدا مجھے امید ہے کہ خدا تعالیٰ ان لوگوں کو طاعون سے بچا لے گا، جو میرا کہا مانیں گے۔سو تم عیش پسندوں کی پوشاک بدن سے اتار پھینکو اور سونے والوں کی غفلت سے الگ ہو جاؤ اور راکعین اور قائمین سے مل کر نمازیں پڑھو اور صبر و صلوٰۃ اور صدقات خیرات سے مدد لو، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خدا تمہیں ہر طرح کے دکھ درد سے محفوظ رکھے گا اور تم گمراہی کو چھوڑ کر خدا کا رحم دیکھ لو گے اور میں نے تمہیں اسی طرح کہہ دیا، جس طرح ملہم کہا کرتے ہیں، سو تم جان لو گے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات ج سوم ص۴۵۴ تا ۴۶۶، ۱۰؍دسمبر ۱۹۰۱ء)

اس اصل اشتہار کو دیکھ کر ناظرین کو یقین ہوگا کہ اس اشتہار کا اکثر حصہ گورنمنٹ کی تعریف اور احکام گورنمنٹ کی اطاعت کی ترغیب میں ہے اور اسی وجہ سے، اس اشتہار کو مرزا نے انگریزی میں چھپوایا ہے۔ورنہ پنجاب کے تمام لوگوں میں جن کی فہمائش کے لئے اس اشتہار کو جاری کرنے کا اس کو دعویٰ ہے، انگریزی خوان کتنے ہیں اور کہاں ہیں۔

گورنمنٹ کی اس خوشامد اور اس کی اطاعت کی ترغیب سے جو مرزا کی غرض ہے وہ ہم پہلے تحریر کے متعلق ریمارک میں بیان کر چکے ہیں۔یہاں صرف یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ اس تعریف و ترغیب اطاعت کا مرزا نے خود ہی خلاف کیا۔ساتویں تحریر رسالہ مواہب الرحمٰن میں گورنمنٹ کی تدبیر ٹیکا لگانے کی اس قدر توہین کی ہے کہ اس قدر کسی دوسرے پڑھے لکھے شخص سے پنجاب میں نہیں ہوئی۔بعض اضلاع میں جہلاء اور ان پڑھوں نے گو ٹیکا

لگانے پر شوروغل مچایا اور فساد کیا۔ مگر وہ صرف اپنی رسم پردہ داری اور آبرو میں بھی خلل واقعہ ہونے کے بے جا یا بجا خیال سے کیا اور مرزانے باوجود اس ترغیب اطاعت وتعریف تدبیر گورنمنٹ کی، صرف اپنی کرامت جتانے کے لئے اس ٹیکہ لگانے کی سخت توہین کی ہے اور اس کے خلیفہ دوم نے تو گورنمنٹ کو شرمندہ کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ تمام تعریف گورنمنٹ وترغیب تعمیل احکام گورنمنٹ صرف منافقانہ کارروائی ہے۔

اس اشتہار میں جو یہ دعویٰ کیا ہے کہ طاعون کے زمانہ قدیم سے چار ہی سبب ہوتے چلے آئے ہیں یہ بھی محض دروغ گوئی اور دھوکہ دہی ہے۔ اس سبب سے اگر ہم تفصیلی بحث کریں اور تاریخی واقعات سے بتاویں کہ احکام سلطنت اور امام وقت کی خلاف ورزی سے اسلام کے تیرہ سو برس میں کبھی طاعون نہیں آیا، تو بہت طوالت ہوتی ہے۔ جس کی چنداں ضرورت بھی نہیں۔

اس مقام میں اس دعویٰ کے دروغ ہونے کے لئے یہی کہنا کافی ہے کہ مرزانے پہلے اشتہار میں یہ چار سبب طاعون بیان نہیں کئے۔ اس میں صرف ایک سبب اول کو طاعون کا موجب ٹھہرایا ہے اور تحریر پنجم رسالہ دافع البلاء میں اس کو اڑا کر اس کی جگہ صرف ایک سبب سوم کو (مرزاکو مسیح موعود نہ ماننا) موجب طاعون قرار دیا ہے۔ چنانچہ اصل عبارت رسالہ مذکور عنقریب آتی ہے۔

یہ دونوں اشتہار اول وپنجم اس دروغ گوئی وافتراء پردازی پر روشن دلائل ہیں۔
اس اشتہار میں جو سبب اول کا دور ہونا اور صدقہ خیرات ونماز عبادات اختیار کرنا، طاعون کا علاج بتایا ہے۔ یہ بھی اس کی تحریر پنجم کے مخالف ومتناقض ہے۔ اس میں کہا ہے کہ مسلمانوں کی دعا واستغفار کرنا آیت: ''وما دعاء الکافرین الاّ فی ضلال'' کا مصداق ہے، طاعون کا علاج صرف مرزا کو مسیح موعود مان لینا ہے۔ حالانکہ یہ علاج تمام مرزائی پارٹی کے عمل میں ہے، پھر ان میں طاعون جاری ہے۔ جس کے لئے مرزا اور مرزائیوں کے عذرات بدتر از گناہ مشتہر ہو رہے ہیں۔ بالجملہ اس اشتہار چہارم کی اکاذیب دروغ گوئیاں بھی مرزا کے الہامات کا احتلامات شیطانیہ ہونا، ثابت کررہے ہیں، وبس۔

پانچویں تحریر مرزا کا چوبیس صفحہ کا رسالہ دافع البلاء ہے جس کے بعض فقرات وحوالہ جات سابقاً نقل ہوچکے ہیں۔ اس رسالہ میں مرزانے عجب روباہ بازی کی ہے اور کمال درجہ کی

دروغ گوئی ودھوکہ دہی سے احمقوں کی آنکھوں میں خاک ڈال کر روز روشن میں اس کا اندھا کردیا اوران سے یہ منوالیا کہ مرزا کو مسیح موعود نہ ماننا، طاعون آنے کا سبب ہے اور مرزا کو مسیح ماننے کے سوااس کا کوئی علاج نہیں۔

وہ اس خیال واعتقاد سے جوق درجوق قادیان آتے ہیں اور مرزا کے مسیح موعود ہونے پرایمان لاتے جاتے ہیں۔ اگر وہ لوگ انصاف وتوجہ سے ہمارے اس مضمون کو جس میں اس رسالہ کے اکاذیب ومغالطات کی تفصیل ہے پڑھیں گے، تو امید ہے کہ ان میں سے ایک بھی مرزا کا معتقد ومرید نہ رہے گا اوراس کو دعویٰ الہام ومسیحیت ومہدویت میں سچا نہ سمجھے گا۔ پس واضح ہو کہ اس رسالہ کے مضامین جو نوٹس لینے کے لائق ہیں، اس کے پانچ دعاوی ہیں، جن پر ہم اپنی طرف سے نمبر لگا کر بعض کو بعینہ اس کے الفاظ سے اور بعض کو بالمعنی وبالاختصار نقل کرتے ہیں۔

نمبراول: اس کے پہلے صفحہ میں طاعون کا ملک میں پھیل جانا، بیان کر کے اس کی تدبیر رفع اور علاج کی بابت ڈاکٹروں کی یہ رائے بیان کی ہے کہ مکانات کو صاف رکھیں اور ٹیکہ لگوائیں۔ (دافع البلاء ص۱، خزائن ج۱۸، ص۲۲۱) پھر اس کے (ص۲) میں صفائی، ٹیکہ کی نسبت اپنا خیال ظاہر کیا اور یہ کہا ہے کہ ”یہ دانشمند ڈاکٹروں اور طبیبوں کی رائے ہے، جس کو ہم نہ تو ایک کافی اور مستقل علاج کے رنگ میں سمجھتے ہیں اور نہ محض بے فائدہ قرار دیتے ہیں۔ کافی اور مستقل علاج اس لئے نہیں سمجھتے کہ تجربہ بتلا رہا ہے کہ بعض لوگ باہر نکلنے سے بھی مرے ہیں اور بعض صفائی کا التزام رکھتے رکھتے بھی اس دنیا سے رخصت ہوگئے اور بعض نے بڑی امید سے ٹیکہ لگوایا اور پھر قبر میں جا پڑے۔ پس کون کہہ سکتا ہے کہ یا کون ہمیں تسلی دے سکتا ہے کہ یہ تمام تدبیریں کافی علاج ہیں، بلکہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ گو یہ تمام طریقے کسی حد تک مفید ہیں۔ لیکن یہ ایسی تدبیر نہیں ہے۔ جس کو طاعون کو ملک سے دفع کرنے کے لئے پوری کامیابی کہہ سکیں۔ اسی طرح یہ تدبیریں محض بے فائدہ بھی نہیں ہیں، کیونکہ جہاں جہاں خدا کی مرضی ہے، وہاں وہاں اس کا فائدہ بھی محسوس ہو رہا ہے۔ مگر وہ فائدہ کچھ بہت خوشی کے لائق نہیں۔ مثلاً سو آدمی نے ٹیکہ لگوایا ہے اور دوسرے اسی قدر لوگوں نے ٹیکہ نہیں لگوایا ہے، تو جنہوں نے ٹیکہ نہیں لگوایا ان میں موتیں زیادہ پائی گئیں اور ٹیکہ والوں میں کم۔“ بہرحال یہ طریقے جو ڈاکٹری طور پر اختیار کئے گئے ہیں، نہ تو کافی اور پورے تسلی بخش ہیں اور نہ محض نکمے

اور بے فائدہ ہیں اور چونکہ طاعون جلد جلد ملک کو کھا جاتی ہے، اس لئے بنی نوع کی ہمدردی اسی میں ہے کہ کسی اور طریق کو سوچا جائے، جو اس تباہی سے بچا سکے۔‘‘

(دافع البلاء ص۲،۳، خزائن ج۱۸ ص۲۲۲)

نمبر دوم: پھر اس کے (ص۳) میں اس کے علاج کی بابت مسلمانوں کا خیال منشی شمس الدین سیکرٹری انجمن حمایت اسلام سے وہ نقل کیا ہے، جو سابقاً نقل ہو چکا ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ سب مسلمان مل کر نماز پڑھ کر دعا مانگیں۔ پھر (ص۴) میں عیسائیوں کا یہ خیال پادری وائٹ بریخٹ سے نقل کیا ہے، کہ تمام لوگ مسیح کو خدا مان لیں اور ہندوان آریہ کا خیال نقل کیا ہے، تمام لوگ وید کو کلام الٰہی مان لیں اور ہندوان سناتن دھرم کا یہ خیال نقل کیا ہے کہ، لوگ گاؤکشی چھوڑ دیں۔ پھر (ص۵) میں ان سب خیالات کا دعاوی بلا دلیل اور پارٹی فیلنگ (اپنی اپنی جماعت کے خیالات) پر مبنی ہونا بیان کر کے اپنے خیال کا کہ تمام لوگ اس کو مسیح موعود مان لیں گے، تو طاعون دور ہوگا، مدلل ہونا اور پارٹی فیلنگ پر مبنی نہ ہونا، بیان کیا اور یہ کہا ہے۔‘‘ (دافع البلاء ص۳،۴، خزائن ج۱۸ ص۲۲۳،۲۲۶)

’’اب اے ناظرین! (ص۵) خود سوچ لو کہ اس قدر متفرق اقوال اور دعاوی سے کس قول کو دنیا کے آگے صریح اور بدیہی طور پر فروغ ہوسکتا ہے، یہ تمام اعتقادی امور ہیں اور اس نازک وقت میں جب تک کہ دنیا ان عقائد کا فیصلہ کرے، خود دنیا کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اس لئے وہ بات قبول کے لائق ہے، جو جلد تر سمجھ میں آسکتی ہے اور جو اپنے ساتھ کوئی ثبوت رکھتی ہے۔ سو میں وہ بات مع ثبوت پیش کرتا ہوں۔

چار سال ہوئے ہیں کہ میں نے ایک پیش گوئی شائع کی تھی کہ پنجاب میں سخت طاعون آنے والی ہے اور میں نے اس ملک میں طاعون کے سیاہ درخت دیکھے ہیں، جو ہر ایک شہر اور گاؤں میں لگائے گئے ہیں۔ اگر لوگ توبہ کریں، تو یہ مرض دو جاڑہ سے بڑھ نہیں سکتی، خدا اس کو رفع کر دے گا۔ مگر بجائے توبہ کے مجھ کو گالیاں دی گئیں اور سخت بدزبانی کے اشتہار شائع کئے گئے، جس کا نتیجہ طاعون کی یہ حالت ہے، جو اب دیکھ رہے ہو۔ خدا کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی ہے۔ اس کی یہ عبارت ہے: ’’ان اللہ لا یغیر بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم انہ اوی القریۃ‘‘ یعنی خدا نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا جب تک لوگ ان خیالات کو دور نہ کر لیں جو ان کے دلوں میں

ہے۔ یعنی جب تک لوگ وہ خدا ماموراور رسول کو مان نہ لیں، تب تک طاعون دور نہیں ہوگی اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہیؒ سے محفوظ رکھے گا۔ تاتم سمجھو کہ قادیان اسی لئے محفوظ رکھی گئی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔ اب دیکھو تین برس سے ثابت ہورہا ہے کہ وہ دونوں پہلو پورے ہوگئے، یعنی ایک طرف تمام پنجاب میں طاعون پھیل گئی اور دوسری طرف باوجود اس کے کہ قادیان کے چاروں طرف دو دو میل کے فاصلہ پر طاعون کا زور ہورہا ہے۔ مگر قادیان طاعون سے پاک ہے۔ بلکہ آج تک جو شخص طاعون زدہ باہر سے قادیان میں آیا وہ بھی اچھا ہوگیا، کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور ثبوت ہوگا کہ جو باتیں آج سے چار برس پہلے کی گئی تھیں وہ پوری ہوگئیں، بلکہ طاعون کی خبر آج سے بائیس برس پہلے براہین احمدیہ میں بھی دی گئیؒ ہے اور یہ علم غیب بجز خدا کے کسی اور کی طاقت میں نہیں۔

پس اس بیماری کے دفع کے لئے وہ پیغام جو خدا نے مجھے دیا ہے وہ یہی ہے کہ لوگ مجھے سچے دل سے مسیح موعود مان لیں۔ اگر میری طرف سے یہی تعبیر کسی دلیل کے صرف دعویٰ ہوتا ہے، جیسا کہ میاں شمس الدین سیکرٹری حمایت اسلام لاہور نے اپنے اشتہار میں یا پادری وایٹ بریخٹ صاحب نے اپنے اشتہار میں کیا ہے، تو میں بھی ان کی طرح ایک فضول گو ٹھہرتا۔ لیکن میری وہ باتیں ہیں، جن کو میں نے قبل از وقت بیان کیا اور آج وہ پوری ہوگئیں۔'' (دافع البلاء ص۵،۶، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۲۲۴،۲۲۶)

اس کے بعد مرزا نے (ص۱۰) رسالہ مذکور میں کہا ہے: ''جب تک کہ طاعون دنیا میں رہے، گو ستر (۷۰) برس تک رہے، قادیان کو خدا تعالیٰ اس خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا، کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔'' (خزائن ج۱۸، ص۲۳۰)

ان دو نمبروں میں چونکہ مرزا نے بہت سے جھوٹ بولے ہیں۔ لہٰذا ان دو نمبروں کی اکاذیب ان کے ساتھ ہی بیان کرنا مناسب ہیں۔ نمبر اول و دوم کو پڑھ کر ہر شخص خود کیسا ہی ذہین اور فہیم ہوگا، ایک دفعہ تو ضرور ہی چکر میں آجائے گا اور مرزا کے دھوکہ اور دام تزویر میں پھنس جائے گا۔ اگر وہ مرزا کی عادت دھوکہ دہی سے واقف نہ ہوگا اور اس کے پچھلے اشتہاروں اور تحریروں کو اس نے صرف تقلید سے نہ غور و تحقیق سے پڑھا ہوگا۔ مگر ہمارے بیان کو پڑھ کر اس کا دھوکہ فوراً کافور ہوجائے گا اور وہ حیرت اور تعجب سے کہے گا کہ میں نے سمجھا کیا تھا اور صحیح کیا نکلا۔

نمبر اوّل میں جو کچھ مرزا نے کہا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ علاج طاعون ٹیکہ وغیرہ جو ڈاکٹروں نے بتایا ہے یہ بھی اچھا ہے، محض نکما اور برا نہیں ہے۔ مگر یہ پورا اطمینان بخش اور کافی نہیں ہے۔ اس سے بڑھ کر مرزا نے نہ اس کو برا کہا ہے، نہ خطرناک وخوفناک قرار دیا ہے اور نہ اس سے لوگوں کو منع کیا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ علاج گورنمنٹ کی طرف سے اور اس کے حکم سے ہے۔ اگر یہ علاج گورنمنٹ کی طرف سے نہ ہوتا تو اس پر بھی مرزا وہی دے لے کرتا جو مسلمانوں، ہندوؤں اور عیسائیوں کے مجوزہ علاج پر کر چکا ہے۔

اس بات کو ناظرین بخوبی یاد رکھیں، اس سے مرزا کی ساتویں تحریر (رسالہ مواہب الرحمٰن) کے اس دعویٰ کا کہ ''ٹیکہ لگوانے کا میں نے خلاف کیا اور اس سے لوگوں کو منع کیا اور اس کو فضول ونکما قرار دیا۔ تب وہ مفید نہ رہا، نکما ہوگیا۔'' جھوٹ ہونا ثابت ہوگا۔ اس نمبر اوّل پر ہم اس سے زیادہ کوئی ریمارک کرنا نہیں چاہتے۔

نمبر دوم میں جو کچھ مرزا نے کہا ہے، اس میں سفید جھوٹ سے بہت کام لیا ہے اور مصرع:

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

پر عمل کر کے دکھایا ہے اور مثل مشہور ''دروغ گویم بروئے تو'' کا امتثال کیا ہے اور اس دعویٰ میں جو اس نے ہندوؤں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے مقابلہ میں پیش کیا ہے۔ اس نے جھوٹ تو کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے۔ اس میں پہلا اور دوسرا سفید جھوٹ اس کا یہ کہنا ہے کہ چار سال ہوئے تھے، خواب میں طاعون کے درخت لگتے دیکھ کر ہر شہر اور گاؤں میں طاعون کے وارد ہونے کی خبر دے کر یہ کہہ دیا تھا کہ اگر لوگ توبہ کریں تو یہ مرض دو جاڑہ سے بڑھ نہیں سکتا۔ اس میں ایک جھوٹ تو ہر شہر وگاؤں کے ذکر کا دعویٰ ہے۔ اس نے کسی اشتہار میں اس سے پہلے ہر شہر وگاؤں کا ذکر نہیں کیا۔

پہلے اشتہار ۶/فروری ۱۸۹۸ء میں صرف مختلف مقامات میں طاعون آنے کا ذکر کیا اور مختلف مقامات کا لفظ یہ نہیں جانتا کہ ہر شہر وگاؤں میں طاعون آئے گا۔ بعض مقامات میں طاعون آنے سے یہ فقرہ صادق ہوسکتا ہے۔ پھر چوتھے اشتہار میں جو ۱۹۰۱ء کے بعد شائع کیا ہے، ہر شہر میں طاعون آنے کا ڈر واندیشہ ظاہر کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ مجھے ڈر ہے کہ یہ مرض کہیں ہر شہر میں داخل ہو جائے، کوئی قطعی خبر نہیں دی کہ ضرور داخل ہو جائے گی اور یہ ڈر چوتھے سال سنایا، جب طاعون پھیلتا جاتا دیکھ لیا۔

غرض کسی اشتہار میں جو چار سال یا تین سال یا دو سال رسالہ دافع البلاء کے پہلے شائع کیا ہو، اس نے ہر شہر و گاؤں میں طاعون آنے کا دعویٰ نہیں کیا۔ مرزا اس دعویٰ میں کہ میں نے چار سال پہلے ہر شہر و گاؤں میں طاعون آنے کی خبر دی تھی، سچا ہے تو کوئی اشتہار اس مضمون کا دکھادے اور اس کے صلہ میں اس کا مقابلہ چھوڑ دوں گا۔ ورنہ وہ اپنے دروغ گو ہونے کا اقرار کرلے۔

دوسرا جھوٹ: اس کا یہ دعویٰ ہے کہ میں نے اس اشتہار میں یہ کہہ دیا تھا کہ لوگ توبہ کریں گے، تو یہ مرض دو جاڑہ سے بڑھ نہیں سکتا۔ اس نے پہلے اشتہار ۶ر فروری ۱۸۹۸ء میں دو جاڑے طاعون آنے کی ابتدائی میعاد بتائی ہے، نہ توبہ سے اٹھ جانے کی اور آخری معیاد۔ پھر اشتہار ۲۲ر اپریل ۱۸۸۹ء میں اشتہار اول کے برخلاف دو جاڑے طاعون رہنے کی میعاد بتائی ہے۔ یہ اس نے کسی اشتہار میں نہیں کہا کہ لوگ توبہ کریں گے تو یہ مرض دو جاڑے سے بڑھ نہیں سکتا۔ مرزا اپنے کسی اشتہار میں یہ فقرہ دکھادے تو ہم سے وہی انعام (ترک مقابلہ جس کے برابر اس کے لئے کوئی نعمت نہیں ہے) لے ورنہ اپنے دروغ گو ہونے کا اقرار کرلے۔

تیسرا جھوٹ سفید: اس کا یہ دعویٰ کرنا ہے کہ میں نے وحی یعنی الہام عربی اشتہار ۶ر فروری ۱۸۹۸ء سے یہ کہہ دیا تھا کہ جب تک لوگ خدا کے ماموراور مرسل کو نہ مان لیں، تب تک طاعون دور نہ ہوگی۔ یہ بات نہ اس نے اشتہار اول میں کہی، نہ دوسرے میں، نہ تیسرے میں اور نہ اس عربی الہام میں کسی رسول ابوالفضول اور اس کی اطاعت یا بیعت کا ذکر یا اشارہ پایا جاتا ہے، بلکہ چار سال تک تو وہ ہر ایک اشتہار میں یہی کہتا چلا آیا ہے کہ یہ طاعون گناہوں کے سبب آیا ہے اور توبہ کرنے سے ٹل سکتا ہے۔

ان گناہوں کی تفصیل زنا، چوری و مال مردم خواری وغیرہ سے کی ہے اور توبہ کی تمثیل میں بھی نماز و دعا و صدقہ وغیرہ تمام حسنات کی صورتیں بیان کی ہیں۔ چار سال کے بعد جب دیکھا کہ اس کے اشتہاروں کا کسی قدر اثر لوگوں پر پڑ گیا ہے تو ۱۹۰۱ء کے بعد چوتھے اشتہار میں صرف اس قدر ذکر کیا کہ امام وقت کو نہ ماننا اور ایذا پہنچانا بھی من جملہ چار اسباب طاعون کے ایک سبب ہے۔ پھر اس پر بھی زیادہ زور نہیں دیا، جیسا کہ گورنمنٹ کی اطاعت کی ترغیب پر زور دیا تھا۔

اب پانچویں سال اور پانچویں تحریر (رسالہ دافع البلاء) میں یہ دعویٰ کر دیا کہ میں تو اس عربی الہام وحی الٰہی سے یہی کہتا چلا آیا ہوں کہ لوگ خدا کے ماموروم رسل کو مانیں گے، تب طاعون دور ہوگی۔ یہ ''دروغ گویم بروئے تو'' کا مصداق نہیں تو اور کیا ہے۔ اور مصرع مشہور:

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

اس شخص پر صادق نہیں آتا، تو پھر دنیا میں اس کا محل صدق اور اس کا مستحق کون شخص ہے؟ مرزا اس دعویٰ میں سچا ہے تو ۱۸۹۸ء سے ۱۹۰۱ء تک چار سالوں کے اشتہاروں میں سے اس دعویٰ کا متضمن ایک اشتہار بتا دے اور ہم سے وہی انعام ترک مقابلہ پاوے۔ اس نے ایسا اشتہار کوئی نہ بتایا اور ہرگز نہ بتا سکے گا، تو گویا اس نے اپنا دروغ گو ہونا اور مصرع اور تمثیل مذکورہ کا مصداق ہونا، اقبالی ڈگری کے طور پر قبول کیا اور مان لیا۔

چوتھا جھوٹ: مرزا کا یہ دعویٰ ہے کہ قادیان طاعون سے پاک ہے اور وہ ستر برس تک اس سے محفوظ رہیں گے۔ اس جھوٹ کو ظاہر کرنے کے لئے خداتعالیٰ نے (جو جھوٹوں کو ہمیشہ روسیاہ اور ذلیل کرتا ہے، ولو بعد حین) مرزا کے اس دعویٰ کے تھوڑے دنوں کے بعد قادیان میں طاعون کو بھیج دیا۔ جس پر مرزا کو اس روسیاہی مٹانے کے لئے اشاعت رسالہ دافع البلاء کے چھٹے مہینے اکتوبر ۱۹۰۲ء میں کشتی نوح (جو اپنے تابعین کو اس میں بھر کر گمراہی کے دریا میں غرق کرنے کے لئے اس نے بنائی ہے) تیار کرنی پڑی اور اس میں طاعون زدہ موضع قادیان و مرزائیان بیروں نجات کی طرف سے عذرات اربعہ مذکورہ سابق پیش کرنے کی ضرورت پیش آئی اور مرزا کو چونکہ اپنی دروغ گوئی کا پورا یقین تھا اور یہ معلوم تھا کہ قادیان میں ایک دن طاعون ضرور آئے گی۔

لہٰذا ان عذرات کی پڑی تو اس نے رسالہ دافع البلاء کے حاشیہ (ص۵) میں جمادی تھی اور یہ ایک بات اس میں لکھ دی تھی کہ قادیان میں طاعون آیا تو وہ طاعون جارف یعنی تمام گاؤں میں جھاڑو پھیرنے والا، جس سے لوگ جا بجا بھاگتے پھریں گے اور کتوں کی طرح مریں گے، نہ ہوگا۔ (خزائن ج۱۸، ص۲۲۵)

مگر اس حاشیہ لکھنے کے وقت اس کو شرم نہ آئی (شرم چہ کنی است کہ پیش مرداں بیاید) کہ یہ تاویل طاعون کے چار برس کے بعد ۱۹۰۲ء میں اس کے خیال میں آئی یا اس کے ملہم معلم الملکوت نے اس کو سوجھائے چار برس تک (۱۸۹۸ء سے ۱۹۰۱ء تک) یہ تاویل نہ

اس کو سوجھی نہ اس کے ملہم سے بن پڑی۔ چار برس کے بعد اس کو پیش کرنا ''مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید'' کا نمونہ ہوگا اور اس کو کوئی بھی اہل عقل وحیا قبول نہ کرے گا۔ اور نہ یہ بات ان دونوں (ملہم وملہَم) کو سوجھی کہ ایسا جارف اور تباہی بخش طاعون قادیان کے سوا اور مواضع میں خصوصاً ان مقامات میں جن میں مرزا کے مخالف رہتے ہیں یا ان مقامات کو وہ اچھا متبرک سمجھتے ہیں اور ان کی دعا محفوظیت کا مرزا ان کو چیلنج کر چکا ہے، کہاں آئی ہے؟

پھر چار برس کے بعد اس ڈھکوسلہ کو گھڑنے سے فائدہ ہی کیا ہوگا اور قادیان کے حق میں مرزا کی سفارش کا اور الہام کے اشتہار کا کیا فائدہ ظاہر ہوگا۔ بہتر ہے کہ ہم ایسی باتیں زبان وقلم سے نہ نکالیں اور اس رباعی پر عمل کریں:

آنانکہ چشم بر گل تحقیق وا کنند — از ہر چہ فہم دنگ نگیرد حیا کنند
در مبحثے کہ غیر خموشی فلاح نیست — پر ہرزہ است تکیہ بچون وچرا کنند

پانچواں سفید جھوٹ: اس کا یہ کہنا ہے کہ طاعون کی خبر آج سے بائین برس پہلے براہین احمدیہ میں دی گئی تھی۔ اس مقام میں مرزا نے براہین احمدیہ کا صفحہ نہیں بتایا، مگر رسالہ کشتی نوح کے (ص۴) میں براہین کا (ص۵۱۸،۵۱۹) بتایا ہے۔ ہم نے براہین کے (ص۵۱۸، ۵۱۹) کو جو دیکھا تو اس میں طاعون کا نام ونشان پایا نہیں جاتا (ص۵۱۸) میں یہ من گھڑت الہام میں جو آیات قرآن میں سرقہ کر کے بنایا گیا ہے۔

''وبالحق انزلناہ وبالحق نزل یا اھل الکتاب قد جاء کم رسولنا یبین لکم علٰی فترۃ من الرسل ان تقولوا ما جاء نا من بشیر ونذیر فقد جاء کم بشیر ونذیر ''۔ (براہین ج چہارحصص، خزائن ج۱ص ۶۱۸،۶۱۹) اور (ص۶۱۹) میں قرآن مجید کی آیت چرا کر یہ الہامات بنائے گئے ہیں ''وکنت علٰی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا''۔ ''ولولا ان تصیبھم مصیبۃ بما قدمت ایدیھم''۔ ''فیقولوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا''۔ (خزائن ج۱،ص۶۱۹،۶۲۰) جن میں طاعون کا دعویٰ یا اشارہ نہیں ہے۔ یہاں شاید شیر بہادر مرزا یہ کہہ دے کہ ان الہامات میں جو لفظ نذیر اور لفظ مصیبت وارد ہے وہ طاعون کی طرف اشارہ ہے۔

اس کا جواب دندان شکن (جس کا جواب قیامت تک مرزا سے ادا نہ ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ) یہ ہے کہ ان الفاظ کا ترجمہ تو نے براہین کے (ص۵۳۲) و(ص۵۴۳) براہین میں کیا

تو ان سے یہ طاعون مراد نہیں بتائی، بلکہ ان سے معنی مراد بتائی۔ جو آنحضرت ﷺ کے وقت میں پوری ہوچکی۔ نذیر سے آنحضرت ﷺ کی ذات مبارک اور مصیبت سے وہ عذاب جو آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے نازل ہوتا اور اگر ان الفاظ سے طاعون مراد تھا، تو تو نے براہین میں اس کا اظہار کیوں نہ کیا۔ براہین کو جانے دو اور بالائے طاق رہنے دو۔ اس سے بیس برس کے بعد تو نے ۱۸۹۸ء میں طاعون کی پیش گوئی کی اور اس میں وہ الہام گھڑ کر درج کیا، جو اشتہار ۶ رفروری ۱۸۹۸ء کے ذریعہ مشتہر کیا ہے۔

اگر اس الہام براہین میں تجھے طاعون کی خبر دی گئی تھی، تو تو نے اس کا ذکر اس پیش گوئی ۱۸۹۸ء میں کیوں نہ کیا اور اس بیس برس کے گھڑے گھڑائے الہام سے کام کیوں نہ لیا۔ کچھ شرم کو کام میں لاکر انصاف سے کہہ، کہ اگر تیرے خیال میں اس وقت الہام براہین میں طاعون کا ذکر یا اشارہ مراد ہوتا، تو اس کے ذکر و بیان کا موقعہ وہ تھا، جب کہ اس الہام کو تو نے براہین میں درج کیا اور زیادہ سے زیادہ اس کے بیان میں توقف کیا تھا، تو آخر ۱۸۹۸ء میں جب کہ طاعون کے متعلق پیش گوئی کی تھی۔ اس کا موقعہ مناسب تھا یا اس پیش گوئی کے چار برس ۱۹۰۲ء میں اس کا موقعہ تھا۔ کچھ تو خدا نے ڈر اور کچھ تو شرم وانصاف کر۔

چھٹا سفید جھوٹ: مرزا حاشیہ میں یہ کہتا ہے کہ آج سے دس برس پہلے میں، بیشتر اشتہار میں طاعون کی خبر دے چکا ہوں۔ اس کا کذب ہونا بھی اس بیان سے ثابت ہے، جو کذب پنجم کا ثبوت و بیان ہے۔ اس من گھڑت الہام ''من اصنع الفلک'' سے طاعون سے بچانے والی کشتی مراد ہے۔ تو تو نے اس سبز اشتہار میں کیوں اس کا اظہار نہ کیا، اس وقت تجھے یا تیرے ملہم کو نسیان و ذہول ہوگیا تھا، تو ۱۸۹۸ء کی پیش گوئی میں ہی اس کا ذکر کرتا۔ اس اشتہار سے دس برس کے بعد یا پیش گوئی ۱۸۹۸ء سے چار برس کے بعد اس کو طاعون کی پیش گوئی بنانا یا اپنی دروغ گوئی پر مہر لگانا ہے یا ''مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید'' کا مصداق بننا۔

ساتواں سفید جھوٹ: مرزا کا یہ دعویٰ اس حاشیہ میں ہے کہ براہین احمدیہ میں پیش گوئی ''ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا'' میں بھی طاعون مراد ہے اس کے دروغ ہونے بیان بالا کے علاوہ ایک یہ بھی دلیل ہے کہ ''لا تخاطبنی'' نہی ہے اور نہی از قسم انشاء ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کو پیش گوئی کہنا، دروغ گوئی کے ساتھ ایک حماقت کا بھی اقرار کرنا ہے کیونکہ پیش گوئی از قسم اخبار ہوتی ہے، نہ از قسم انشاء۔

مرزا کو چاہئے پہلے براہین احمدیہ سے وہ پیش گوئی نقل کرے جس کے متعلق یہ نہی وارد ہوئی تھی۔ پھر اس امر کا ثبوت پیش کرے کہ اس پیش گوئی میں کب اور کس تحریر میں اس نے طاعون مراد بتائی تھی، پھر اس طاعون کے متعلق اس نہی کو بتاوے۔ ورنہ شرم اور حیا سے کام لے کر اپنی دروغ گوئی کا اقرار کرے۔

آٹھواں سفید جھوٹ: مرزا کا یہ کہنا ہے کہ بس اس بیماری کے دفع کے لئے وہ پیغام جو خدا نے مجھے دیا ہے، وہ یہی ہے کہ لوگ مجھے سچے دل سے مسیح موعود مان لیں۔ مرزا نے یہ جھوٹ دوبارہ بولا ہے۔ لہٰذا ہم کو بھی دوبارہ لکھنا پڑا کہ یہ محض کذب وسفید جھوٹ ہے۔ خدا تعالیٰ نے کہیں نہیں فرمایا اور یہ حکم نہ قرآن میں آیا ہے، نہ حدیث میں، یہ حکم شیطانی ہے اور اس کا مہبط صرف مرزا کا دل ودماغ ہے۔ مرزا کے ماننے والوں کو بھی اس حکم کے تعمیل ان کے اعتقاد کے رو سے بھی اس وقت جائز ہوتی، جب کہ پہلے الہام ۶؍فروری کو تراش کرنے کے وقت ان کو یہ کہا جاتا کہ اس طاعون کا سبب مرزا کو نہ ماننا ہے اور جو شخص مرزا کو مان لے گا، وہ اس طاعون سے محفوظ رہے گا یا مرزا کو مان لینے کے بعد اس کا طاعون رفع ہو جائے گا۔

یہ بات اس نے پہلے الہام کی اشاعت کے وقت نہ کہی، نہ کبھی تین سال تک اس کے بعد کہی۔ چار سال کے بعد اب ۱۹۰۲ء میں کہی ہے، تو اس کا مان لینا ان لوگوں کے لئے بھی سخت حماقت کا اقرار کرنا اور آنکھیں بند کر کے کنویں میں گر جانا۔

نواں سفید جھوٹ: اس کا یہ کہنا ہے کہ میری طرف سے بھی بغیر کسی دلیل کے صرف دعویٰ ہی ہوتا، جیسا کہ میاں شمس الدین سیکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور نے اپنے اشتہار میں یا پادری وایٹ بریخٹ صاحب [1] نے اپنے اشتہار میں کہا ہے، تو میں ان کی طرح ایک فضول گو ٹھہرتا۔ اس میں دو سفید جھوٹ ہیں، ایک منشی شمس الدین صاحب کا دعویٰ کو بلا دلیل کہنا یہ ایک ایسا سفید جھوٹ ہے، جس کا جھوٹ ہونا مرزا کے پہلے تمام اشتہارات سے بخوبی ثابت ہوتا ہے۔

منشی شمس الدین نے یہی کہا تھا کہ طاعون وغیرہ مصیبتیں گناہوں کے سبب نازل ہوتے ہیں، مسلمان توبہ، استغفار کریں گے تو امید ہے کہ بلا ٹل جائے گی اور یہ بعینہ وہی بات ہے جو مرزا کے ہر ایک اشتہار میں موجود ہے۔ پھر منشی شمس الدین کے دعویٰ کو بلا دلیل اور ان کو فضول ٹھہرانا، دروغ گوئی نہیں تو اور کیا ہے۔ قطع نظر اس اعتراف وشہادت مرزا کے قرآن

کریم خود اس امر پر گواہ ہے کہ مصائب گناہوں کے سبب نازل ہوتے اور استغفار اور توبہ سے ٹل جاتے ہیں۔ چنانچہ اس مضمون کی آیات قرآن مرزا کی خبرگیری سے فارغ ہوکر نقل کی جائیں گی۔

دوسرا سفید جھوٹ مرزا کا یہ کہنا ہے کہ میرا دعویٰ عیسائیوں اور مسلمانوں کی طرح بے دلیل نہیں ہے۔ ناظرین کو بیان سابق سے بخوبی معلوم ہو چکا ہے کہ مرزا اپنے دعویٰ پر کوئی صحیح دلیل نہیں لایا، جو کچھ اس نے کہا غلط کہا ہے اور جھوٹ بولا ہے۔ پھر اس کا اوروں کو فضول گو کہنا اور اپنے آپ کو فضول گوئی سے بری ٹھہرانا سفید جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔

دسواں سفید جھوٹ: مرزا کا یہ کہنا کہ یہ میری وہ باتیں ہیں، جن کو میں نے قبل از وقت بیان کیا اور آج پوری ہوگئیں۔ مرزا نے یہ جھوٹ بھی دوبارہ بولا ہے۔ لہٰذا ہم کو بھی دوبارہ اس کا جھوٹ ظاہر کرنا پڑا۔ ہم نے یہاں سابق میں آفتاب نیم روز کی طرح ظاہر کر دیا کہ مرزا نے اس پیش گوئی سے چار سال گزرنے سے پہلے کچھ بھی نہیں کہا تھا، جو کہا پیچھے کہا اور اس میں سے بھی خدا تعالیٰ نے اس کو جھوٹا کر دیا۔ پس ناظرین با تمکین انصاف آئیں، سمجھ سکتے ہیں کہ فضول گو کون ہے، مرزا یا اس کے مخالف اہل اسلام۔ **تلک عشرة کاملہ!**

مرزا کے دعویٰ نمبر۱ و۲ میں دس جھوٹ کامل ہوئے۔ ان میں سے دو مکررات کو نکال دو تو آٹھ رہے۔ ان دس یا آٹھ کذب میں سے ایک کا بھی کذب نہ ہونا مرزا ثابت کرے تو ہم سے وہ انعام ترک مقابلہ لے۔ وہ نقد انعام چاہے تو نقد بھی جو وہ ہماری حیثیت کے مطابق تجویز کرے، ہم دینے کو حاضر ہیں۔ یہ مرزا کی کیسی فضول گوئی ولاف زنی ہے۔

ہم سچے دل سے اور حلفیہ وعدہ انعام کرتے ہیں، اب بھی کوئی دام افتادہ مرزا، حق کی تحقیق کرلے اور مرزا کی لاف زنیوں اور دروغ گوئیوں کا امتحان کرنے کی طرف رجوع نہ کرے، تو ہم اس پر جبار نہیں ہیں۔ ہم نے اپنی طرف سے کمال نیک نیتی اور ارادہ خیرخواہی سے یہ طریق امتحان بتایا ہے، آگے اس کا ماننا نہ ماننا، طالبان حق کے اختیار میں ہے۔

دعویٰ نمبر سوم: لاف زنی اور دروغ گوئی نمبر دوم کے بعد مرزا نے ایک اور عربی الہام گھڑ کر پیش کیا ہے۔ جس میں وہ یہ کفر بکا ہے کہ میں خدا کے لئے بمنزلہ اولاد ہوں، میں اس سے ہوں اور وہ مجھ سے ہے۔ پھر اس الہام شیطانی احتلام کے نتائج وفوائد بیان کرتا ہوا وہ (ص۹) میں کہتا ہے۔

۲...... ’’دوسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ طاعون اس حالت میں فرو ہوگی۔ جب کہ لوگ خدا کے فرستادہ کو قبول کریں گے اور کم سے کم یہ کہ شرارت اور ایذا اور بدزبانی سے باز آجائیں گے۔ کیونکہ براہین احمدیہ میں خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ میں آخری دنوں میں طاعون بھیجوں گا، تاکہ ان خبیثوں اور شریروں کا منہ بند کردوں، جو میرے رسول کو گالیاں دیتے ہیں۔‘‘ (دافع البلاء ص۹، خزائن ج۱۸، ص۲۲۹)

اصل بات یہ ہے کہ محض انکار اس بات کا موجب نہیں ہوتا کہ ایک رسول کے انکار سے دنیا میں کوئی تباہی بھیجی جائے، بلکہ اگر لوگ شرافت اور تہذیب سے خدا کے رسولوں کا انکار کریں اور دست درازی اور بدزبانی نہ کریں تو ان کی سزا قیامت میں مقرر ہے اور جس قدر دنیا میں رسولوں کی حمایت میں مری بھیجی گئی ہے، وہ محض انکار سے نہیں، بلکہ شرارتوں کی سزا ہے۔ اسی طرح اب بھی جب لوگ بدزبانی اور ظلم اور تعدی اور اپنی خباثتوں سے باز آجائیں گے اور شریفانہ برتاؤ ان میں پیدا ہوگا، تب یہ تنبیہ اٹھالی جائیں گے۔ اس نمبر میں جو مرا نے الہام گھڑا ہے اس پر پوری بحث کرنے کا یہ محل نہیں اور جو اس میں وہ کفر بکا ہے۔ اس پر حاشیہ (ص۱۱) وغیرہ میں ہمارا ریمارک ہوچکا ہے۔

اور جو اس سے دوسرا نتیجہ نکالا ہے، اس میں وہ سہ بارہ جھوٹ بولا، جس کا جواب دو دفعہ ہم دے چکے ہیں، کہ یہ محض دروغ ہے۔ براہین احمدیہ میں کہیں طاعون کا ذکر نہیں اور نہ مرزا کو مان لینے اور برا نہ کہنے پر طاعون کے دور ہوجانے کا وعدہ ہے۔ مرزا سچا اور کچھ وغیرت رکھتا ہے تو براہین احمدیہ کی وہ عبارت نقل کرے اور اس کا صفحہ بتاوے، جس میں خدا کا یہ قول پایا جاتا ہے۔ مرزا کا یہ کہنا کہ براہین احمدیہ میں خداتعالیٰ فرماتا ہے، کسی احمق یا مسخرے کے اس شعر کا مضمون ہے:

چہ خوش گفت است سعدی درزلیخا الا یا ایھا الساقی ادر کاساً و ناولھا

خداتعالیٰ کا ارشاد اور اس کا مصدر یا مورد براہین، سراپا کفر والحاد۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ!

اس مقام میں جو مرزا نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ رسولوں کو ایذارسانی اور ان کے حق میں بدزبانی پر خداتعالیٰ طاعون بھیجتا ہے۔ یہ ایک اور جھوٹ وافتراء ہے کیا آنحضرت ﷺ کے حق میں مشرکین مکہ نے کچھ کم بدزبانی کی تھی اور آپ ﷺ کو ایذارسانی میں کچھ کسر وکمی رکھی تھی۔ پھر مشرکین مکہ پر طاعون کیوں نہ نازل ہوئی؟

یہاں مرزا سے ایک دروغ گوئی اور اپنے ہی قول کی تکذیب واختلاف بیانی یہ ہوئی ہے کہ یہاں تو صرف اس کی بدگوئی سے زبان بند کر لینے پر طاعون اٹھا لئے جانے کا وعدہ کیا ہے اور (ص۶، دافع البلاء) میں جس کی عبارت نقل ہو چکی ہے۔ اس کے برخلاف یہ کہا ہے کہ طاعون دور ہونے کا علاج اس کے سواء اور کچھ نہیں کہ لوگ مرزا کو مسیح موعود مان لیں اور سچے دل سے اس کو قبول کر لیں۔ اس کی یہ اختلاف بیانی اپنی دروغ گوئی کا اقرار ہے اور اس امر کا اعتراف واظہار کہ وہ جو کچھ کہتا ہے، خدا کی طرف سے نہیں، بلکہ خدا تعالیٰ پر افتراء ہے اور اسی وجہ سے اس کے بیان میں جا بجا اختلاف واقعہ ہوتا ہے: ''صدق اللہ جل وعلا: ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرا''

دعویٰ نمبر چہارم: مرزا نے اس رسالہ کے (ص۱۰، ۱۱، ۱۴، ۱۶) وغیرہ میں اپنے تمام مخالفوں کو مسلمان ہیں خواہ عیسائی یا ہندو آریہ وغیرہ چیلنج کیا اور یہ کہا ہے کہ اگر وہ اپنے خیال میں سچے ہیں تو اپنے اپنے مقامات کی نسبت قسمیہ پیش گوئی کریں کہ ان میں طاعون نہیں آئے گا۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا، تو ثابت ہو جائے گا کہ وہ سب لوگ جھوٹے ہیں اور ایک دن ایسا آنے والا ہے، جو قادیان سورج کی طرح چمکے کر دکھلاوے گا کہ وہ ایک سچے کا مقام ہے۔ (خزائن ج۱۸، ص۲۳۰ تا ۲۳۷) اس دعویٰ کا سراسر کذب ومغالطہ ہونا متن وحاشیہ (ص۴۰) وغیرہ میں ایسا ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا کو اس میں دم مارنے کی جگہ نہیں ہے اور اگر وہ شرم کرے، تو اس جواب کو پڑھ کر اس کو ڈوب کر مر جانا بہتر معلوم ہو۔ اب اس سے زیادہ ہم کیا کہیں۔

دعویٰ نمبر پنجم: اس رسالہ کے (ص۱۸) میں مرزا نے جھوٹی قسم کھا کر خدا پر افتراء کیا اور یہ کہا ہے میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نبیوں نے وعدہ دیا ہے اور میری نسبت اور میرے زمانہ کی نسبت توریت انجیل اور قرآن مجید میں خبر موجود ہے کہ اس وقت آسمان پر خسوف وکسوف ہوگا اور زمین پر سخت طاعون پڑے گی اور میرا بھی نشان ہے کہ ہر ایک مخالف خواہ وہ امروہہ میں رہتا ہے اور خواہ امرتسر میں اور خواہ دہلی میں اور خواہ کلکتہ میں اور خواہ لاہور میں اور خواہ گولڑہ میں اور خواہ بٹالہ میں، اگر وہ قسم کھا کر کہے گا کہ اس کا فلاں مقام طاعون سے پاک رہے گا، تو ضرور وہ مقام طاعون میں گرفتار ہو جائے گا۔'' (دافع البلاء، خزائن ج۱۸، ص۲۳۸)

اس نمبر میں جو مرزا نے مقامات مذکورہ کی نسبت پیش گوئی کرنے کی درخواست کی ہے، اس کا جواب تو ہم حاشیہ ومتن (ص۴۰) میں دے چکے ہیں۔ اس مقام میں طالبین حق اور ناظرین اہل انصاف وتحقیق کو مرزا کی اس دروغ گوئی اور دھوکہ دہی پر اطلاع دیتے ہیں کہ یہاں اس نے ''میرا بھی نشان'' کہہ کر اپنے نشان کو اس صورت میں محصور کر دیا ہے کہ اس کے مخالف مقامات مذکورہ کی طاعون سے محفوظ رہنے کی حلفیہ پیش گوئی کریں گے۔ تو ان مقامات میں طاعون آئے گا۔ یہ حصر اس بات کی طرف مشعر ہے کہ اگر وہ لوگ ان مقامات کی نسبت پیش نہ کریں گے، تو وہاں طاعون آنا ضروری نہیں ہے اور یہ نتیجہ اس کی اس پیش گوئی کو جھوٹا کرتا ہے کہ بجز قادیان ہر شہر میں ہر مقام میں طاعون آئے گا۔

ونیز یہ حصر اس امر کی طرف مشعر ہے کہ اس نشان کے سوا کہ اگر ان مقامات کی نسبت مخالفین نے پیش گوئی کی، تو وہاں ضرور طاعون آئے گا اور کوئی نشان اس کو نہیں دیا گیا۔ اس سے دوسرے نشان (جن کی تعداد وہ دس ہزار بتاتا ہے) ظاہر ہونے کے دعویٰ اور خاص کر طاعون کے متعلق اس کا اس نشان کا دعویٰ کہ وہ قادیان میں نہ آئے گا یا وہ شخص اس کو مسیح موعود مان لے گا وہ طاعون سے محفوظ رہے گا۔ یہ سب کے سب دعویٰ دروغ ٹھہرتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی طرف سے کوئی نشان نہیں ملا۔ جیسا موقعہ وہ پاتا ہے ویسے موقعہ نشان ازخود گھڑ لیتا ہے۔

اس نے تو اس نشان (بالمقابلہ دعا کے بعد طاعون آنے کے دعویٰ) کے وقت یہ سمجھا تھا کہ میرے مخاطب کوئی نہ کوئی مذہب رکھتے ہیں۔ ان کا مذہب ایسے دعویٰ سے ان کو ضرور مانع ہوگا اور وہ دنیا کی شرم اور عقل بھی رکھتے ہیں وہ شرم اور عقل بھی ان کو اس دعویٰ کی اجازت نہ دے گی، تو اس سے میرا پانی چڑھ جائے گا اور ایک نشان قائم ہوگا۔ مگر اس کو بحکم ''وما کید الکافرین الاّ فی ضلال''۔ یہ نہ سوجھا کہ میرے اس دعویٰ سے میرے باقی نشانوں کا دعویٰ باطل ہو جائے گا۔

اس مقام میں جو مرزا نے قسم کھائی ہے اور اپنے قسمیہ دعویٰ پر توریت وانجیل وقرآن اور انبیاء کی شہادت دی ہے۔ اس میں اس نے مصرع:

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

اور مثل ''دروغ گویم برروئے تو'' پر عمل کر کے دکھا دیا ہے۔ اس کی قسم کے مقابلہ میں بھی خدا کی قسم کھاتا ہوں اور یہ کہتا ہوں ''**اشهد باﷲ ان المرزا غلام احمد ليس بمسيح وليس بملهم بل هو رجل يفترى على اﷲ كذباً ولا يمكن ان يكون مثل هذا لمفترى على اﷲ ملهما**''۔ترجمہ: میں محض حسبۃ ﷲ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مرزا غلام احمد مسیح موعود نہیں ہے اور نہ وہ خدا کی طرف سے ملہم ہے، بلکہ وہ ایک ایسا شخص ہے، جو دعویٰ الہام میں خدا تعالیٰ پر افتراء کرتا ہے اور ایسے شخص مفتری کا خدا کی طرف سے ملہم ہونا عقلاً وشرعاً ناممکن ہے۔

ریویو براہین احمدیہ میں (جس کو ج ۷ رسالہ اشاعۃ السنۃ میں شائع کر چکا ہوں اور اس کے اصول دلائل کو میں اب تک صحیح سمجھتا ہوں اور اسی وجہ سے میں اس کی اشاعت کرتا ہوں) جو میں نے مرزا کے ملہم ہونے کو ممکن سمجھتا تھا، تو وہ اس وقت تک تھا کہ مرزا نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہ کیا تھا اور نہ نبوت اور رسالت کا اس کو دعویٰ تھا اور نہ انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فوقیت کا اس کو دعویٰ تھا اور نہ کوئی ایسا عقیدہ یا عمل جو اس کو دائرہ اسلام سے خارج کرے، اس نے ظاہر کیا تھا۔

اور حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت اس نے براہین احمدیہ کے (ص ۴۹۸) میں اپنا یہ عقیدہ ظاہر کیا تھا ''**هو الذى ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله**'' یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے۔ وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا۔ الخ (خزائن ج۱، ص۵۹۳ حاشیہ)

اور جب سے وہ مسیح موعود خود بن بیٹھا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کو برملا گالیاں دینے لگ گیا ہے۔ ان کو ''بدچلن، بدزبان، شرابی، موٹے عقل والا، جھوٹ بولنے والا، زنا کار عورتوں کے خون سے وجود پذیر، کنچنیوں سے صحبت رکھنے والا'' وغیرہ وغیرہ (نقل کفر کفر نباشد یہ بعینہ مرزا کے الفاظ ہیں۔ دیکھو اس کا ضمیمہ انجام آتھم (ص۴و۶) وغیرہ) اور آنحضرت خاتم الانبیاء پر علم یاجوج وماجوج ودجال وغیرہ میں فوقیت کا مدعی ہوا ہے اور جھوٹ بولنے میں کتابوں کے جھوٹے حوالے دینے میں اپنی نظیر آپ ہی ہوگیا ہے۔

تب سے وہ اس ریویو کا محل نہیں رہا۔ ایسے شخص کا ملہم ہونا، ان ہی آیات قرآن (جن سے ریویو براہین احمدیہ میں استدلال کیا گیا ہے جیسے آیت ''**ھل انبئکم علی من تنزل الشیاطین تنزل علٰی کل افّاک اثیم**''۔ وغیرہ وغیرہ کی شہادت سے ناممکن ومحال ثابت ہے۔ یہ اس ریویو پر ہمارا مختصر ریویو ہے۔ تفصیلی ریویو بھی ہم اس ریویو پر کرنا چاہتے ہیں جو بوقت فرصت ہوگا، اسی ریویو میں اس کے ایک خلیفہ سیالکوٹی کے ریویو پر بھی ریویو ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اور اس کے دعویٰ قسمیہ کے مقابلہ میں اس مقام میں صرف یہ کہنا کافی ہے، جو آگے بارہا کہا گیا ہے کہ اس دعویٰ میں اس نے محض دروغ بے فروغ سے کام لیا ہے۔ اس کے ملہم ہونے کی شہادت نہ قرآن میں ہے، نہ توریت، نہ انجیل میں ہے اور نہ کسی اور نبی نے یہ شہادت دی ہے۔ ہم اس مقام پر ''**لعنة اللہ علی الکاذبین**'' کہنے پر کفایت کرتے ہیں وہ اپنے دعویٰ کی کوئی تفصیل سے اس دعویٰ کا رد کرنے اور یہ ثابت کرنے کہ ان حوالہ جات میں کہیں اس کا ذکر نہیں۔ ہماری اس بحث وبیان سے ثابت ہوا کہ رسالہ دافع البلاء میں جو کچھ اس نے کہا ہے وہ محض دروغ ہے، اب ہم اس کی باقی تحریرات کی اکاذیب ظاہر کرتے ہیں۔

اس کی چھٹی تحریر اس کا رسالہ کشتی نوح ہے، جس کو اپنے پیروان کے ڈبونے کے لئے اس نے تیار کیا ہے۔ اس رسالہ کے ۷۶ صفحہ ہیں۔ ازاں جملہ ۹ صفحہ تک تو طاعون کے متعلق پرانی دروغ گوئیاں ہیں۔ باقی کا اکثر حصہ پرانی لاف زنیوں ولن ترانیاں کہ میں وہ ہوں اور یہ ہوں اور میں نے فلاں فلاں پیش گوئی کی اور وہ یوں سچی نکلی اور مجھے مجسٹریٹ گورداسپور کی عدالت میں کرسی ملی اور میرے مخالف کو نہ ملی۔ علیٰ ہذا القیاس۔ (کشتی نوح ص۹، خزائن ج۱۹، ص۹)

اس کے (ص۱و۲) میں کہا ہے ''شکر کا مقام ہے کہ گورنمنٹ عالیہ انگریزی نے اپنی رعایا پر رحم کر کے دوبارہ طاعون سے بچانے کے لئے ٹیکہ کی تجویز کی اور بندگان خدا کی بہبودی کے لئے کئی لاکھوں روپیہ کا بوجھ اپنے سر پر ڈال لیا۔ درحقیقت یہ وہ کام ہے، جس کا شکر گزاری سے استقبال کرنا، دانش مند رعایا کا فرض ہے اور سخت نادان اور اپنے نفس کا وہ شخص دشمن ہے کہ جو ٹیکہ کے بارے میں بدظنی کرے۔ کیونکہ یہ بارہا تجربہ میں آچکا ہے کہ یہ محتاط گورنمنٹ کسی خطرناک علاج پر عمل درآمد کرانا نہیں چاہتی، بلکہ بہت سے تجارب کے بعد ایسے امور میں جو تدبیر فی الحقیقت مفید ثابت ہوتی ہے، اس کو پیش کرتی ہے۔

سو یہ بات اہلیت اور انسانیت سے بعید ہے کہ جس سچی خیر خواہی کے لئے لکھوکھا روپیہ گورنمنٹ خرچ کرتی ہے اور کر چکی ہے۔ اس کی یہ داد دی جائے کہ گویا گورنمنٹ کو اس سر دردی اور صرف زر سے اپنا کوئی خاص مطلب ہے۔ وہ رعایا بدقسمت ہے کہ بدظنی میں اس درجہ تک پہنچ جائے، کچھ شک نہیں کہ اس وقت کو جو تدبیر اس عالم اسباب میں اس گورنمنٹ عالیہ کے ہاتھ آئی، وہ بڑی سے بڑی اور اعلیٰ سے اعلیٰ یہ تدبیر ہے کہ ٹیکہ کر دیا جائے۔ اس سے کسی طرح انکار نہیں ہوسکتا کہ یہ تدبیر مفید پائی گئی ہے اور بپابندی رعایت اسباب تمام رعایا کا فرض ہے کہ اس پر کاربند ہو کر وہ غم جو گورنمنٹ کو ان کی جانوں کے لئے ہے اس سے وہ اس کو سبکدوش کریں۔ لیکن ہم بڑے ادب سے اس محسن گورنمنٹ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر ہمارے لئے ایک آسمانی روک نہ ہوتی، تو سب سے پہلے رعایا میں ہم ٹیکہ کراتے اور آسمانی روک یہ ہے کہ خدا نے چاہا ہے کہ اس زمانہ میں انسانوں کے لئے ایک آسمانی رحمت کا نشان دکھاوے۔ سو اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چاردیوار کے اندر ہوگا اور وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقویٰ سے تجھ میں محو ہو جائے گا، وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے اور ان آخری دنوں میں خدا کا یہ نشان ہوگا۔ تا وہ قوموں میں فرق کر کے دکھاوے، لیکن وہ جو کامل طور پر پیروی نہیں کرتا وہ تجھ میں سے نہیں ہے۔ اس کے لئے مت دلگیر ہو، یہ حکم الٰہی ہے۔ جس کی وجہ سے ہمیں اپنے نفس کے لئے اور ان سب کے لئے جو ہمارے گھر کے چاردیوار میں رہتے ہیں، ٹیکہ کی کچھ ضرورت نہیں۔

کیونکہ جیسا میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ آج سے ایک مدت پہلے وہ خدا جو زمین وآسمان کا خدا ہے، جس کے علم اور تصرف سے کوئی چیز باہر نہیں۔ اس نے مجھ پر وحی نازل کی ہے کہ میں ہر ایک ایسے شخص کو طاعون کی موت سے بچاؤں گا، جو اس گھر کی چاردیواری میں ہوگا۔ بشرطیکہ وہ اپنے تمام مخالفانہ ارادوں سے دستکش ہو کر پورے اخلاص اور اطاعت اور انکسار سے سلسلہ بیعت میں داخل ہو اور خدا کے احکام اور اس کے مامور کے سامنے کسی طور سے متکبر اور سرکش اور مغرور اور غافل اور خودسر اور خود پسند نہ ہو اور عملی حالت موافق تعلیم رکھتا ہو اور اس نے مجھے مخاطب کر کے یہ بھی فرمایا کہ عموماً قادیان میں سخت بربادی افگن طاعون نہیں آئے گی، جس سے لوگ کتوں کی طرح مریں اور مارے غم اور سرگردانی کے دیوانہ ہو جائیں اور عموماً تمام لوگ اس جماعت سے گو وہ کتنے ہی ہوں، مخالفوں کی نسبت طاعون

سے محفوظ رہیں گے۔ مگر ایسے لوگ ان میں سے جو اپنے عہد پر پورے طور پر قائم نہیں یا ان کی نسبت اور کوئی وجہ مخفی ہو جو خدا کے علم میں ہو، ان پر طاعون وارد ہو سکتی ہے۔ مگر انجام کار لوگ تعجب کی نظر سے اقرار کریں گے کہ نسبتاً و مقابلۃً خدا کی حمایت اس قوم کے ساتھ ہے اور اس نے خاص رحمت سے ان لوگوں کو ایسا بچایا ہے، جس کی نظیر نہیں۔'' (خزائن ج۱۹، ص۱،۲)

پھر (ص۳) میں کہا ہے ''اس جگہ یاد رہے اگرچہ طاعون وغیرہ امراض میں علاج کرنا گناہ نہیں ہے، بلکہ ایک حدیث میں آیا کہ کوئی ایسی مرض نہیں، جس کے لئے خدا نے دوا پیدا نہیں کی۔ لیکن میں اس بات کو معصیت جانتا ہوں کہ خدا کے اس نشان کو ٹیکہ کے ذریعہ سے مشتبہ کردوں۔ جس نشان کو وہ ہمارے لئے زمین پر صفائی سے ظاہر کرنا چاہتا ہے اور میں اس کے سچے نشان اور سچے وعدہ کی ہتک عزت کر کے ٹیکہ کی طرف رجوع کرنا نہیں چاہتا اور اگر میں ایسا کروں، تو یہ گناہ میرا قابل مواخذہ ہوگا کہ میں خدا کے اس وعدہ پر ایمان نہ لایا جو مجھ سے کیا گیا اور اگر ایسا ہو، تو پھر تو مجھے شکر گزار اس طبیب کا ہونا چاہئے، جس نے یہ نسخہ ٹیکہ کا نکالا، نہ خدا کا شکر گزار جس نے مجھے وعدہ دیا کہ ہر ایک جو اس چار دیواری کے اندر ہے، میں اسے بچاؤں گا۔ میں بصیرت کے راہ سے کہتا ہوں کہ اس قادر خدا کے وعدے سچے ہیں اور میں آنے والے دنوں کو ایسا دیکھتا ہوں کہ گویا وہ آچکے ہیں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ ہماری گورنمنٹ عالیہ کا اصل مقصد یہ ہے کہ کسی طرح طاعون سے نجات پاویں اور اگر گورنمنٹ کو آئندہ کسی وقت طاعون سے نجات پانے کے لئے ٹیکہ سے بہتر کوئی تدبیر مل جائے، تو وہ خوشی سے اسی کو قبول کرے گی۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ یہ طریق جس پر خدا نے مجھے چلایا ہے، اس گورنمنٹ عالیہ کے مقاصد کے برخلاف نہیں ہے اور آج سے بیس برس پہلے اس بلائے عظیم طاعون کی نسبت میری کتاب براہین احمدیہ میں بطور پیش گوئی یہ خبر موجود ہے اور اس سلسلہ کے لئے خاص برکات کا وعدہ بھی موجود ہے۔''

(براہین احمدیہ ص۵۱۸، ۵۱۹، خزائن ج۱۹ ص۳،۴)

پھر (ص۵) میں کہا ہے ''کسی کو یہ وہم نہ گزرے کہ اگر شاذ و نادر کے طور پر ہماری جماعت میں سے بذریعہ طاعون کوئی فوت ہو جائے، تو نشان کے قدر و مرتبہ میں کوئی خلل آئے گا۔ کیونکہ پہلے زمانوں میں موسیٰ اور یشوع اور آخر میں ہمارے نبی ﷺ کو حکم ہوا تھا کہ جن لوگوں نے تلوار اٹھائی اور صدہا انسانوں کے خون کئے، ان کو تلوار سے ہی قتل کیا جائے

اور نبیوں کی طرف سے ایک نشان تھا، جس کے بعد فتح عظیم ہوئی۔ حالانکہ بمقابل مجرمین کے اہل حق بھی ان کی تلوار سے قتل ہوتے تھے۔ مگر بہت کم اور اس قدر نقصان سے نشان میں کچھ فرق نہیں آتا تھا۔ پس ایسا ہی اگر شاذ ونادر کے طور پر ہماری جماعت میں سے بعض کو بباعث اسباب مذکورہ طاعون ہو جائے، تو ایسی طاعون نشان الٰہی میں کچھ بھی حرج انداز نہیں ہوگی۔‘‘
(خزائن ج۱۹، ص۵)

پھر (ص۹) میں کہا ہے: ’’بالآخر یاد رہے کہ ہم اس اشتہار میں اپنی جماعت کو جو مختلف حصوں، پنجاب اور ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہے، ٹیکہ لگوانے سے منع نہیں کرتے، جن لوگوں کی نسبت گورنمنٹ کا قطعی حکم ہو، ان کو ضرور ٹیکہ کرانا چاہئے اور گورنمنٹ کے حکم کی اطاعت کرنی چاہئے اور جن کو اپنی رضامندی پر چھوڑا گیا ہے۔ اگر وہ اس تعلیم پر پورے قائم نہیں ہیں۔ جو ان کی دی گئی ہے، تو ان کو بھی ٹیکہ کرانا مناسب ہے، تا وہ ٹھوکر نہ کھاویں اور تا وہ اپنی خراب حالت کی وجہ سے خدا کے وعدہ کی نسبت لوگوں کو دھوکہ نہ دیں اور اگر یہ سوال ہو کہ وہ تعلیم کیا ہے، جس کی پوری پابندی طاعون کے حملہ سے بچا سکتی ہے۔ تو میں بطور مختصر چند سطریں نیچے لکھ دیتا ہوں‘‘۔ (خزائن ج۱۹ص۱۰،۱۹)

مرزا کی ان عبارات میں تین باتیں نوٹس لینے کے لائق ہیں۔ اول جو ناظرین کے یاد رکھنے کے لائق ہے وہ یہ ہے کہ اس نے پہلے صفحہ رسالہ میں ٹیکہ لگوانے کی تجویز گورنمنٹ کی نہایت تعریف کی ہے اور اس کو اعلیٰ درجہ کی تدبیر اور مفید کہا ہے اور سوائے اپنے اور اپنی جماعت کے پورے تابعین کے کسی کو اس ٹیکہ لگوانے سے منع نہیں کیا۔ بلکہ اپنی جماعت سے بھی ان لوگوں کو جن کو گورنمنٹ کا قطعی حکم ٹیکہ لگوانے کا ہو، نہیں روکا۔ بلکہ حکم گورنمنٹ کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور اپنی جماعت کے ان لوگوں کو اس کی تعلیم پر پورے قائم نہیں نیز حکم دیا ہے کہ وہ ٹیکہ لگوائیں، گو گورنمنٹ کی طرف سے ان کو حکم قطعی نہ ہو اور ان کو ان کی رضامندی پر چھوڑا گیا ہو۔

ٹیکہ لگوانے سے اس نے خاص کر ان ہی لوگوں کو منع کیا ہے، جو اس کے گھر کی چار دیواری میں رہتے ہیں اور اس کی تعلیم کے پورے پابند ہیں۔ اس سے مرزا کے اس دعویٰ کا جھوٹ ہونا ثابت ہوگا، جو اپنی ساتویں تحریر رسالہ مواہب الرحمٰن کے (ص۴۲ و ۴۵) میں اس نے کیا اور کہا ہے کہ ٹیکہ لگوانے کا میں نے خلاف کیا اور یہ کہا کہ ٹیکہ لگوانے میں خیر و عافیت

نہیں ہے۔تب اس کا اثر باطل ہوا۔

دوسری بات لائق توجہ ناظرین یہ ہے کہ اس مقام میں اس نے موضع قادیان میں اور اپنے دیگر پیروان پر طاعون وارد ہونے کی صورت میں وہ چار عذرات گھڑ کر تیار کر لئے ہیں، جن کا ماحصل مضمون (ص۱۸) وغیرہ میں بیان کیا اور ان کی اصل عبارت نقل کرنے کا وعدہ دیا تھا۔ان عذرات کو گھڑ کر تیار رکھنے سے جو مرزا کی غرض ہے۔وہ بھی بصفحہ (۲۸) بیان ہو چکی ہے۔اس مقام میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ عذرات ''عذر بدتر از گناہ'' کا مصداق ہیں۔الہام ۶رفروری ۱۸۹۸ء کے چار، پانچ برس بعد از ان عذرات کو پیش کرنا بحکم مثل مشہور ''مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید برکلہ خود باید زد'' نہایت شرمناک حیلہ ہے۔

اگر الہام ۶رفروری ۱۸۹۸ء (جس میں قادیان کو بچانے کا وعدہ ہے) یا اس کے مابعد کے الہامات میں جن میں بقول مرزا، مرزا کے تمام پیروان کو بچانے کا وعدہ ہے۔ خدا تعالیٰ ملہم الصادقین، عالم الغیب کی طرف سے ہوتے، تو ان میں پہلے سے عام اور مطلق وعدہ نجات اہل قادیان یا عام پیروان مرزا درج نہ ہوتا۔ بلکہ جن لوگوں کو خدا تعالیٰ مخلص صادق نہ جانتا، ان کو پہلے ہی سے مستثنیٰ کر کے خاص کر صادق مخلصوں کو وعدہ نجات دیتا اور طاعون کی وہ قسم بھی بتا دیتا، جس سے لوگوں کو بچانے کا وعدہ تھا۔

اور پھر چار، پانچ سال کے بعد مثل ''مشتے کہ بعد از جنگ'' کے طور پر اس کو یہ نہ کہنا پڑتا کہ جس طاعون سے قادیان اور جماعت مرزا کے بچانے کا وعدہ ہے، اس سے مراد طاعون جارف (یعنی جھاڑو دینے والا) اور تباہی لانے والا اور کتوں کی موت مارنے والا اور لوگوں کو گھروں سے نکالنے والا ہے۔نہ معمولی طاعون جو قادیان اور مرزا کی جماعت میں بھی آسکتا ہے اور جو جماعت مرزا طاعون جارف سے بچائی جائے گی، اس سے فلاں فلاں اشخاص (مثلاً چاروں خلفاء جن کے نام نامی (ص۳۸) میں مذکور ہوئے ہیں یا آپ کے اہل بیت وغیرہ وغیرہ) مراد ہیں، جو مخلص ہیں یا فلاں فلاں اشخاص ان میں سے خارج ہیں جو غیر مخلص ہیں یا وہ لوگ مراد ہیں جو مرزا کی چار دیواری کے اندر رہتے ہیں اور وہ صرف لنگر کی روٹیوں کی خاطر مرزا کے ہاں میں ہاں نہیں ملاتے۔

اور جو لوگ باوجود مخلص صادق ہونے کے طاعون میں مبتلا ہوں گے، وہ نسبتہً مرزا کے مخالفوں سے کم ہوں گے۔کیا خدا تعالیٰ کو جس نے بشہادت ''وعلم اٰدم الاسماء

کھلا'' آدم اور تمام بنی آدم کو تمام الفاظ سکھائے ہیں۔ یہ الفاظ پہلے الہام کے وقت اور چار سال تک اس کے بعد یاد نہ تھے یا وہ بھول گیا تھا اور غلطی سے یہ الفاظ درج الہام نہ کر سکا تھا۔

یہ بات کوئی مسلمان، بلکہ کوئی ہندو، عیسائی بلکہ کوئی چوہڑا، چمار بھی جو خداتعالیٰ کو مانتا ہوگا تجویز نہیں کر سکتا۔ لہٰذا ان الفاظ سے جو چار سال کے بعد کہے گئے ہیں، ثابت ہوتا ہے کہ وہ الہام اور اس کی تشریح میں یہ الفاظ خداتعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں۔ بلکہ یہ الہامات اور ان کی تشریحات مرزا کی اپنی من گھڑت ہیں یا اس کو گمراہ کرنے والی اور ہنسی اور تلاعب سے اس کو لوگوں میں رسوا و ذلیل کرنے والے ملہم معلم الملکوت کی طرف سے ہیں۔ جن کو الہام گھڑنے کے وقت یہ چار باتیں معلوم نہ تھیں

(۱) یہ کہ قادیان میں بھی طاعون آئے گا۔ (۲) یہ کہ وہ خاص کر چار دیواری میں رہنے والوں اور صرف لنگر کی روٹیوں کی خاطر ہاں میں ہاں ملانے والوں میں بھی اپنا کرشمہ دکھاوے گا۔ (۳) یہ کہ مرزا کہ جماعت خارج از قادیان میں ایسے لوگ موجود ہیں، جو مخلص نہیں، منافق ہیں۔ چہارم بعض مخلص صادق اور فدائی بھی طاعون میں مبتلا ہونے والے ہیں۔ جن کی وجہ ابتلاء خداتعالیٰ ہی کو معلوم ہے، کسی دوسرے کو معلوم نہیں ہو سکتی۔ (یہ وہ لوگ ہیں جن کا ذکر کشتی نوح کے (ص۲، سطر۱۵) میں ہے) مرزا کو اور اس کے ملہم کو ان چاروں باتوں کا پہلے الہام کے وقت سے چار سال تک علم نہ ہونا اور خاص کر چوتھی بات کا اب تک (الہام ۶ر فروری ۱۸۹۸ء سے چھٹے سال ۱۹۰۳ء تک) علم نہ ہونا، قطعی اور صاف یقین دلاتا ہے کہ یہ الہام منجانب خداتعالیٰ (جو عالم الغیب ہے اور ہمیشہ سے اولین و آخرین کا علم رکھتا ہے) ہرگز نہیں ہے، بلکہ یہ مرزا اور اس کے ملہم معلم الملکوت کی اپنی من گھڑت ہے۔

مجھے اس مقام میں ایک حکایت یاد آئی ہے، جو بارہا سنی گئی ہے کہ ایک مرشد عیار نے جو رسول نمائی کا مدعی تھا، چند عقل کے اندھوں، گانٹھ کے پوروں سے اس وعدہ پر بہت سارا مال مارا کہ میں تم کو فلاں وقت فلاں مجلس میں آنحضرت ﷺ کی زیارت کرادوں گا۔ وہ احمق اس امید پر اپنی اپنی جیبیں خالی کر کے مجلس و مقام موعود پر جمع ہوگئے۔ تو وہ عیار بولا کہ آنحضرت ﷺ عنقریب اس مجلس میں تشریف لا کر رونق افروز ہوں گے۔ مگر جو شخص حلال زادہ ہوگا، اسی کو آنحضرت ﷺ کا جمال باکمال نصیب ہوگا اور جو حرامی (ولدالحرام) ہوگا وہ زیارت سے محروم رہے گا۔ یہ سن کر وہ سب دم بخود ہوگئے۔ کوئی نہ نکلا جو زیارت ہونے کی نفی

کرتا اور کون اپنے آپ کو حرامی قرار دیتا؟

مرزا اس مرشد کا بھی مرشد نکلا، اس نے تو ایک ڈھکوسلہ (حلال زادہ ہونے کی شرط) بنایا تھا۔ اس نے ایسے چار ڈھکوسلے بھی، چار عذرات تیار کئے ہیں، جن کو ہر شخص کے مبتلا طاعون ہونے پر وہ پیش کر سکتا ہے۔ چنانچہ ان عذرات کی تقریر یہ جو مرزا کر سکتا ہے، نقل ہو چکی ہے۔ اتباع مرزا سے جو کچھ علم و یا فہم رکھتے ہیں یہ عذرات سن کر دل میں تو سمجھ چکے ہوں گے کہ یہ عذرات جھوٹے عذرات ہیں اور مرزا دعویٰ الہام میں جھوٹا ہے۔ مگر بعض ان میں ایسے بھی سنے گئے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم مرزا کو ہاتھ دے چکے ہیں۔ اب ہاتھ کھینچنا مروت وفتوت نہیں ہے۔ ان کو آنکھ بند کرنے کے بعد یہ معلوم ہوگا کہ ہم نے کیا کیا اور کس کا ساتھ دیا۔ ان کو یہ بیت سن رکھنا اور اس میں کچھ غور کرنا مناسب ہے:

بوقت صبح شود ہمچو روز، معلوم است   کہ یا کہ باختہ عشق در شب دیجور

تیسری بات ان عبارات کشتی نوح میں لائق توجہ ناظرین یہ ہے، جو اس کے (ص۳و۵) میں ہے کہ آج سے بیس برس پہلے براہین میں بصفحہ (۵۱۸و۵۱۹) اس طاعون کی خبر درج ہے اور مسیح موعود کے وقت طاعون آنے کی خبر انجیل اور بعض صحیفوں میں بھی موجود ہے۔

ناظرین یہ بھی سفید جھوٹ ہے۔ ان کتابوں میں ہرگز یہ خبر درج نہیں ہے، براہین احمدیہ کے مقامات مذکورہ کی عبارت تو ہم نقل کر چکے ہیں۔ جن سے ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ محض دروغ بے فروغ ہے۔ انجیل وغیرہ کی عبارات جس کا حوالہ مرزا نے حاشیہ (ص۵) میں دیا ہے، اس مقام میں نقل کئے جاتے ہیں۔

مکاشفات (۲۶/۲) کی یہ عبارت ہے ’’اور دیکھ مجھ یوحنا نے ان چیزوں کو دیکھا اور سنا جب میں نے سنا اور دیکھا تب اس فرشتے کے پاؤں پر جس نے مجھے یہ خبریں دکھائیں، سجدہ کرنے کو گرا‘‘۔ ناظرین! اس عبارت کو دیکھیں اور انصاف سے کہیں کہ اس میں مسیح موعود کے وقت میں طاعون یا موت آنے کا کہاں ذکر ہے؟ اس آیت ۸ کے آگے اور پیچھے بھی تمام باب میں طاعون کا ذکر نہیں ہے۔

اور انجیل متی (۲۲/۷) میں صرف مری کا لفظ ہے۔ زکریا (۱۲/۱۲) میں مری کا لفظ ہے۔ مگر مری خاص طاعون کو نہیں کہا جاتا، ہیضہ سے بھی مری ہوتی ہے، جو طاعون نہیں کہلاتا، بخار سے مری ہوتی ہے، جو طاعون نہیں کہلاتا۔ طاعون تو خاص کر اس زہریلے زخم کا نام ہے

جو ایک دنبل کی طرح بدن میں نکلتا ہے۔ اس میں اور ڈکشنری ( کتاب لغت ) کے حوالہ کی ضرورت نہیں۔

مرزا نے خود طاعون ، طعن اور زخم کو کہا ہے۔ اس کی کتاب اعجاز احمدی کے (ص۶۳) میں اس مضمون کا شعر موجود ہے:

قضی اللہ ان الطعن بالطعن بیننا فذلک طاعون اتاھم لیبصروا

اوراس شعر کا ترجمہ خود مرزا نے ان الفاظ سے کیا ہے۔ خدا نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ طعن کی سزا طعن ہے۔ پس یہ وہی طاعون کہ ان کے ملک میں پہنچ گئی ہے، تاکہ ان کی آنکھیں کھلیں۔ (خزائن ج۱۹، ص۱۷۵)

اب ناظرین داد انصاف دیں اور یہ کہیں کہ ان حوالہ جات میں مرزا سفید جھوٹ بولا ہے یا کچھ سچ کا بھی اس میں شائبہ ہے۔ ان اکاذیب کے بعد (ص۱۰) کشتی نوح سے (ص۷۶) تک مرزا نے اپنی اس تعلیم کی تفصیل کی ہے۔ جس کی پابندی سے اپنے مریدوں کو طاعون سے بچانے کا وعدہ دیا ہے۔

اس تعلیم میں کچھ تو عام اخلاقی اصول وہدایات واحکام اسلام میں جو ناواقفوں کے پھنسانے کے لئے حلوہ بنا کر اس نے دکھایا ہے اور باقی ماندہ اکثر حصہ اس حلوے میں زہر ہے اوراس کے وہ عقائد کفریہ میں جو اس کے مذہب جدید کا مدار ہیں۔ مثلاً میں مسیح بن مریم ہوں اور میں نے فلاں پیش گوئی کی جو سچی نکلی اور میری تائید خدا کی طرف سے یوں ہوئی۔ اپنے مسیح بن مریم ہونے کے ثبوت میں اس نے قرآن کی ایک آیت سورہ تحریم پیش کی ہے اوراس کی تشریح وتائید میں چند الہامات مندرجہ براہین احمدیہ، مجموعہ شیطانی احتلامات کو نقل کیا ہے۔

آیت سورہ تحریم جس کا وہ حوالہ دیتا ہے یہ ہے جس میں ارشاد ہے: ’’ضرب اللہ مثلاً للذین کفروا امرات نوح وامرات لوط. کانتا تحت عبدین من عبادنا صالحین فخا نتھما فلم یغنیا عنھما من اللہ شیئاً وقیل اد خلا النار مع الداخلین وضرب اللہ مثلاللذین امنوا امرات فرعون اذ قالت رب ابن لی عندک بیتا فی الجنة ونجنی من فرعون وعملہ ونجنی من القوم الظالمین. ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا فنفخنا فیہ من روحنا وصدقت بکلمات ربھا وکتبہ وکانت من القٰنتین (تحریم: ۱۰، ۱۱، ۱۲)‘‘

کہ خدا تعالیٰ نے کافروں کی مثال (دو عورتوں) حضرت نوح کی عورت اور حضرت لوط کی عورت کو ذکر فرمایا ہے۔ وہ دونوں ہمارے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں۔ انہوں نے (دین میں) ان کی خیانت کی، تو وہ دونوں ان کے کام نہ آئے اور ان کو قیامت کے دن کہا جائے گا کہ دوزخ میں اور داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

(اس تمثیل سے خدا تعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ کافروں کو کفر کی سزا ملے گی، اس سزا میں ان کے رشتہ داروں (پیغمبر ہی کیوں نہ ہوں) کے درجہ اور نیکی کا کچھ لحاظ نہ ہوگا) اور مومنوں کی مثال ایک فرعون کی عورت کو ذکر فرمایا، جب کہ اس نے کہا تھا کہ خدایا میرے لئے جنت میں گھر بنا، مجھے فرعون سے اور اس کے عمل سے (جو شوہر زوجہ سے کرتا ہے یا ہر ایک اس کا عمل بد کفر و تعذیب مومنین وغیرہ) اور اس کی قوم ظالم قبطیوں سے بچا (جس سے مقصود خداوندی یہ ہے کہ مومنوں کو ان کے قرابتیوں کا کفر کوئی ضرر و نقصان نہیں پہنچاتا۔ جب وہ اپنے ایمان پر پختہ و قائم رہیں۔

دوسری مریم بنت عمران کو ذکر کیا، جس نے اپنی شرم گاہ کو بچایا اور خدا تعالیٰ کے حکموں پر ایمان قائم رکھا، تو خدا نے بلا واسطہ شوہر اس کو فرزند عطا کیا۔ (اس تمثیل سے بھی مقصود خداوندی عام مفسرین اسلام، بغوی، بیضاوی، امام رازی، نے تو پہلی مثالوں کا مقصود بتایا ہے کہ مریم کا ایمان و احکام خداوندی پر قائم رہا تو ان کو ان کی قوم کے (جو ان کو پوجتی تھی یا ان کے بیٹے مسیح کو خدا کہتی تھی) کفر نے نقصان نہیں پہنچایا۔ مگر خاکسار اس رائے اکابر کو بھی مسلم رکھ کر یہ بھی مقصود خداوندی سمجھا ہے کہ جو مومن کامل ہوگا اور احکام الٰہی کی پوری پیروی کرے گا اور پیروی پر قائم و مستحکم رہے گا (جیسا کہ مریم علیہا السلام تھیں) اس کو خدائے تعالیٰ وساطت ظاہری اسباب دنیاوی کے بغیر بھی ظاہری و باطنی دینی دنیوی نعمتیں عطا کرے گا۔ جیسا کہ مریم کو بلا واسطہ شوہر فرزند عطا کیا۔

اس آیت کی نسبت نہ آج تک کسی مسلمان نے کہا اور نہ آئندہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ آیت کسی خاص شخص یا اشخاص کے حق میں ہے اور اس تمثیل سے خداوند تعالیٰ کا یہ مقصود ہے کہ مریم کی طرح کوئی مرد یا کوئی عورت بلا شوہر بچہ جنے گی اور وہ بچہ ابن مریم کہلائے گا۔ یہ معنی نہ الفاظ اس آیت سے ثابت ہوتے ہیں اور نہ اس کی تمثیل یا تشبیہ سے کیونکہ وجہ تمثیل و تشبیہ صرف بعض امور میں مشابہت ہوتی ہے، نہ مشبہ و مشبہ بہ میں کل امور و صفات مشبہ بہ

میں مشابہت ومشارکت مثلاً کوئی زید کو شیر کہے تو اس سے مقصود صرف یہ ہوتا ہے کہ زید شجاع اور بڑا بہادر ہے۔ اس تشبیہ سے یہ مقصود نہیں ہوتا اور نہ کوئی یہ مقصود سمجھ سکتا ہے کہ زید کو شیر کی سی دم بھی لگی ہوئی ہے اور شیر کے سے ناخن ودانت بھی ہیں، جن سے وہ چیرتا اور کاٹتا ہے۔

آیت کے اصل معنی ناظرین نے سن لئے تو اب وہ یہ سنیں کہ مرزا اس آیت کے کیا معنی کرتا اور اس سے اپنا ابن مریم ہونا کیونکر نکالتا ہے۔

وہ کشتی نوح کے (ص۴۴) وغیرہ میں کہتا ہے ''اسی کی طرف سورہ تحریم میں بھی اشارہ کیا ہے کہ بعض افراد امت کی نسبت فرمایا ہے کہ وہ مریم صدیقہ سے مشابہت رکھیں گے، جس نے پارسائی اختیار کی۔ تب اس کے رحم میں عیسیٰ کی روح پھونکی گئی اور عیسیٰ اس سے پیدا ہوا۔ اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس امت میں ایک شخص ہوگا کہ پہلے مریم کا مرتبہ اس کو ملے گا پھر اس میں عیسیٰ کی روح پھونکی جائے گی۔ تب مریم میں سے عیسیٰ نکل آئے گا۔ یعنی وہ مریمی صفات سے عیسوی صفات کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ گویا مریم ہونے کی صفت نے عیسیٰ ہونے کا بچہ دیا اس طرح پر وہ ابن مریم کہلائے گا۔

جیسا کہ براہین احمدیہ میں اول میرا نام مریم رکھا گیا اور اسی کی طرف اشارہ ہے الہام (ص۲۴۱) میں اور وہ یہ ہے کہ ''انی لک ہذا '' یعنی اے مریم تو نے یہ نعمت کہاں سے پائی اور اسی طرف اشارہ ہے (ص۲۲۶) میں یعنی اس الہام میں کہ ''ھزی الیک بجذع النخلۃ '' یعنی اے مریم کھجور کے تنہ کو ہلا اور پھر اس کے بعد (ص۴۹۶) براہین احمدیہ میں یہ الہام ہے ''یا مریم اسکن انت وزوجک الجنۃ نفخت فیک من لدنی روح القدس '' یعنی اے مریم تو مع اپنے دوستوں کے بہشت میں داخل ہو، میں نے تجھ میں اپنے پاس سے صدق کی روح پھونک دی۔ خدا نے اس آیت میں میرا نام روح الصدق رکھا۔ اس آیت کے مقابل پر ہے کہ ''نفخنا فیہ من روحنا ''

پس اس جگہ گویا استعارہ کے رنگ میں مریم کے پیٹ میں عیسیٰ کی روح جا پڑی، جس کا نام روح الصدق ہے، پھر سب کے آخر (ص۵۵۶) براہین احمدیہ میں وہ عیسیٰ جو مریم کے پیٹ میں تھا اس کے پیدا ہونے کے بارے میں یہ الہام ہوا ''یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ '' اس جگہ میرا نام عیسیٰ رکھا گیا اور اس الہام نے ظاہر کیا کہ وہ عیسیٰ پیدا ہوگیا۔ جس

کی روح کا نفخ (ص۴۹۶) میں ظاہر کیا گیا تھا۔

پس اس لحاظ سے میں عیسیٰ بن مریم کہلایا، کیونکہ میری عیسوی حیثیت مریمی حیثیت سے خدا کے نفخ سے پیدا ہوئی۔ دیکھو (ص۴۹۶) اور (ص۵۵۶) براہین احمدیہ اور اسی واقعہ کو سورہ تحریم میں بطور پیش گوئی کمال تصریح سے بیان کیا گیا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم اس امت میں اسی طرح پیدا ہوگا کہ پہلے کوئی فرد اس امت کا مریم بنایا جاوے گا اور پھر بعد اس کے اس مریم میں عیسیٰ کی روح پھونک دی جائے گی۔ پس وہ (ص۴۶) مریمیّت کے رحم میں ایک مدت تک پرورش پا کر عیسیٰ کی روحانیت میں تولد پائے گا اور اسی طرح پر وہ عیسیٰ بن مریم کہلائے گا۔

یہ وہ خبر محمدی ابن مریم کے بارے میں ہے جو قرآن مجید یعنی سورہ تحریم میں اس زمانہ سے تیرہ سو برس پہلے بیان کی گئی ہے اور پھر براہین احمدیہ میں سورۃ التحریم کی ان آیات کی خداتعالیٰ نے خود تفسیر فرمادی ہے۔ قرآن مجید موجود ہے، ایک طرف قرآن مجید کو رکھو اور ایک طرف براہین احمدیہ کو اور پھر انصاف اور عقل اور تقویٰ سے سوچو کہ وہ پیش گوئی جو سورہ تحریم میں ہے، یعنی یہ کہ اس امت میں بھی کوئی فرد مریم کہلائے اور پھر مریم سے عیسیٰ بنایا جائے گا، گویا اس میں سے پیدا ہوگا۔

وہ کس رنگ میں براہین احمدیہ کے الہامات سے پوری ہوئی۔ کیا یہ انسان کی قدرت ہے، کیا یہ میرے اختیار میں تھا اور کیا میں اس وقت موجود تھا۔ جب کہ قرآن مجید نازل ہو رہا تھا، تا میں عرض کرتا کہ مجھے ابن مریم بنانے کے لئے کوئی آیت اتار دی جائے اور اس اعتراض سے بھی سبکدوش کیا جائے کہ تمہیں کیوں ابن مریم کہا جائے اور کیا آج سے بیس بائیس برس پہلے، بلکہ اس سے بھی زیادہ میری طرف سے یہ منصوبہ ہوسکتا تھا کہ میں اپنی طرف سے الہام تراش کر اول اپنا نام مریم رکھتا اور پھر آگے چل کر افتراء کے طور پر یہ الہام بناتا کہ پہلے زمانہ کی مریم کی طرح مجھ میں بھی عیسیٰ کی روح پھونکی گئی اور پھر آخرکار (ص۵۵۶) براہین احمدیہ میں لکھ دیتا کہ اب میں مریم میں سے عیسیٰ بن گیا۔

اے عزیزو! غور کرو اور خدا سے ڈرو، ہرگز یہ انسان کا فعل نہیں۔ یہ باریک اور دقیق حکمتیں انسان کے فہم اور قیاس سے بالاتر ہیں۔ اگر براہین احمدیہ کی تالیف کے وقت جس پر ایک زمانہ گزر گیا۔ مجھے اس منصوبہ کا خیال ہوتا تو میں اسی براہین احمدیہ میں یہ کیوں کہتا کہ عیسیٰ مسیح ابن مریم آسمان سے دوبارہ آئے گا۔ سو چونکہ خدا جانتا تھا کہ اس نکتہ پر علم ہونے

سے یہ دلیل ضعیف ہو جائے گی۔ اس لئے اس نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصہ میں میرا نام مریم رکھا، پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے دو برس تک صفت مریمیّت میں میں نے پرورش پائی اور پردہ میں نشوونما پاتا رہا۔

پھر جب اس پر دو برس گزر گئے، تو جیسا کہ براہین احمدیہ کے حصہ چہارم (ص۴۹۶) میں درج ہے، مریم کی طرح عیسیٰ (ص۴۷) کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں، بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصہ چہارم (ص۵۶۶) میں درج ہے، مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔

پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا اور خدا نے براہین احمدیہ کے وقت میں اس سر خفی کی مجھے خبر نہ دی، حالانکہ وہ سب خدا کی وحی جو اس راز پر مشتمل ہے۔ میرے پر نازل ہوئی اور براہین میں درج ہوئی۔ مگر مجھے اس کے معنوں اور اس ترتیب پر اطلاع نہ دی گئی۔ اسی واسطے میں نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا۔ تا میری سادگی اور عدم بناوٹ پر وہ گواہ ہو، وہ میرا لکھنا جو الہامی نہ تھا، محض رسمی تھا۔ مخالفوں کے لئے قابل استناد نہیں کیونکہ مجھے خود بخود غیب کا دعویٰ نہیں جب تک کہ خود خدا تعالیٰ مجھے نہ سمجھا دے۔

سو اس وقت تک حکمت الٰہی کا یہی تقاضا تھا کہ براہین احمدیہ کے بعض الہامی اسرار میری سمجھ میں نہ آئے۔ مگر جب وقت آ گیا تو وہ اسرار مجھے سمجھائے گئے۔ ''تب میں نے معلوم کیا کہ میرے اس دعویٰ مسیح موعود ہونے میں کوئی نئی بات نہیں۔ یہ وہی دعویٰ ہے جو براہین احمدیہ میں بار بار بتصریح لکھا گیا ہے۔ اس جگہ ایک اور الہام کا بھی ذکر کرتا ہوں اور مجھے یاد نہیں کہ میں نے وہ الہام اپنے کسی رسالہ یا اشتہار میں شائع کیا ہے یا نہیں۔ لیکن یہ یاد ہے کہ صدہا لوگوں کو میں نے سنایا تھا اور میری یادداشت کے الہامات میں موجود ہے اور وہ اس زمانہ کا ہے، جب کہ خدا نے مجھے پہلے مریم کا خطاب دیا اور پھر نفخ روح کا الہام کیا۔

پھر بعد اس کے یہ الہام ہوا تھا ''فاجاء ھا المخاض الی جذع النخلة قالت یا لیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیا منسیا ''یعنی پھر مریم کو جو مراد اس عاجز سے ہے، دردزہ تنہ کھجور کی طرف لے آئی۔ یعنی عوام الناس اور جاہلوں اور بے سمجھ علماء سے واسطہ پڑا۔ جن کے پاس ایمان کا پھل نہ تھا۔ جنہوں نے تکفیر و توہین کی اور گالیاں دیں اور

ایک طوفان برپا کیا۔ تب مریم نے کہا کہ کاش میں اس سے پہلے مرجاتی اور میرا نام ونشان باقی نہ رہتا۔ یہ اس شور کی طرف اشارہ ہے جو ابتداء میں مولویوں کی طرف سے بہ ہیئت مجموعی پڑا اور وہ اس دعویٰ کی برداشت نہ کر سکے اور مجھے ہر ایک حیلہ سے انہوں نے فنا کرنا چاہا۔''

(خزائن ج۱۹، ص۴۶ تا۵۱، کشتی نوح ۴۴ تا۴۸)

اس لغو ولچر وغت ربود، بے سود طول، سراسر فضول تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت سورہ تحریم میں خدا تعالیٰ کی یہ مراد ہے کہ امت محمدیہ میں ایک شخص (مرزا غلام احمد) مریم کے مشابہ ہوگا اور وہ پہلے دو سال تک مریم کہلائے گا۔ پھر اس میں عیسیٰ کی روح پھونکی جائے گی، تو وہ حاملہ ہو جائے گی اور اس سے دس مہینے کے بعد عیسیٰ پیدا ہوگا اور وہی شخص جو مریم کہلاتا تھا، عیسیٰ بن جائے گا اور ابن مریم کہلائے گا۔

پھر اس مراد کی تائید میں مرزا نے پہلے براہین احمدیہ کے (ص۲۴۱) کے الہام ''انی لک هذا '' کا حوالہ دیا ہے جس میں محض دروغ بے فروغ سے کام لیا۔ اور اس صفحہ میں اس الہام کا نام ونشان پایا نہیں جاتا۔ اس الہام کے حوالہ سے اس نے یہ جتایا ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ نے اس کو مریم کہا ہے۔ پھر (ص۲۲۶) براہین کے الہام ''هزی الیک بجذع النخلة '' اور اپنی خانگی کتاب یادداشت سے اس کا پہلا حصہ الہام ''فاجاء المخاض الی جذع النخلة '' نقل کیا اور کہا کہ ان الہامات میں اس کی حالت حمل اور دردزہ کی حکایت ہے اور اس میں تنہ کھجور سے جاہل اور بے سمجھ علماء مراد ہیں، جن کے پاس پھل نہیں۔

پھر (ص۴۹۶) براہین کا یہ الہام نقل کیا ہے ''یا مریم نفخت فیک من لدنی روح الصدق '' اور کہا ہے کہ اس الہام میں روح الصدق میرا نام ہے (یہاں مرزا بحکم ''دروغ گورا حافظہ نباشد'' قدرتی ترتیب کو جو حمل اور وضع میں خدا تعالیٰ نے رکھی ہے بھول گیا۔ حمل اور دردزہ کی حالت میں تنہ کھجور پر پہنچنے اور ان کو ہلانے کا پہلے ذکر کیا اور نفخ روح کا پیچھے۔ شاید یہ بھی اس کی الٹی کرامت خارق عام قدرتی عادت ہو (کہ نفخ روح پیچھے ہوا ہو اور حمل اور دردزہ پہلے)

پھر (ص۵۵۶) براہین احمدیہ سے الہام ''یا عیسی انی متوفیک ''، نقل کر کے یہ کہا ہے وہ عیسیٰ جو پیٹ میں تھا وہ پیدا ہوگیا۔ مرزا نے اس تقریر میں جو اپنی مریمیّت وحمل وولادت وعیسویت کو بزعم خود قرآن اور براہین احمدیہ سے ثابت کیا ہے۔ پھر اس کی

بابت بڑی دلیری اور بہادری سے یہ کہا ہے کہ ایک طرف قرآن کو رکھو، دوسری طرف براہین احمدیہ کو رکھواور دونوں میں یہ مضمون کمال تصریح کے ساتھ دیکھ کران کا باہم مقابلہ کرلواور کہا ہے کہ کیا یہ انسان کی قدرت ہے اور کیا یہ میرے اختیار میں تھااور کیا میں اس وقت موجود تھا، جب کہ قرآن نازل ہورہا تھااور کیا میں نے خدا نے کہا تھا کہ میرے ابن مریم بنانے کے لئے کوئی آیت اتاری جائے۔

اور کہا آج سے بیس برس سے زیادہ پہلے میری طرف سے یہ منصوبہ ہوسکتا تھا کہ میں اپنی طرف سے الہام تراش کر کے اپنا نام مریم رکھتا۔ پھر یہ الہام بناتا کہ مجھ میں عیسیٰ کی روح پھونکی گئی ہے۔ پھرآخر براہین کے (ص۵۵۶) میں کہہ دیتا کہ میں عیسیٰ بن گیا۔اگر مجھے اس منصوبہ کا خیال ہوتا تو میں اسی براہین میں یہ کیوں کہتا کہ عیسیٰ مسیح بن مریم دوبارہ آئے گا۔

اس تقریر کو سن کر ہر شخص جس نے براہین نہ دیکھی ہوگی اور قرآن کی سورہ تحریم میں بھی اس کی نظر نہ پڑی ہوگی، لٹو ہوجائے گا اور مرزا کی پیش گوئی کی صداقت اور اس کی کرامت کا قائل ہوکر مرید مرزا بن جائے گا۔مگر اے مسلمانان اور اے مرزائیان، مرزا کے دام افتادگان، مرزا نے جو کچھ اس تقریر میں کہا ہے۔سراسر سفید جھوٹ ہے۔ایک حرف بھی اس میں سچا نہیں اور اس کی دلیری وبہادری جو اس تقریر میں تم نے دیکھی ہے سراسر بے شرمی وبے حیائی ہے۔

مرزا کا مریم ہوکر حاملہ ہونا پھر مسیح کو جننا پھر عیسیٰ بن مریم کہلانا۔قرآن میں ہے نہ براہین احمدیہ میں۔آیت قرآن کا مطلب تو اوپر بیان ہوچکا ہے اور یہ قرآن اس وقت اس زن ومرد وبچگان خورد سال وپیران کہن سال کے ہاتھ میں ترجمہ شدہ موجود ہے۔اس میں مرزا کے مریم ہونے یا حاملہ ہوکر عیسیٰ کو جننے، پھر خود ہی ابن مریم ہوجانے پر کمال تصریح تو کجا، کوئی اشارہ بھی نہ پائے گا۔

اب رہی براہین احمدیہ سو اس کی عبارات ان الہامات کے متضمن کو ہم اس مقام میں نقل کردیتے ہیں اور ناظرین خصوصاً مرزائیوں سے داد انصاف چاہتے ہیں، وہ خدا سے ڈر کر خدا کا ڈر نہ ہو تو دنیا ہی سے شرم کر کے بتاویں کہ ان الہامات براہین میں مرزا کا مریم بن کر حاملہ ہونا، پھر عیسیٰ کو جن کر خود ہی ابن مریم ہوجانا، کہاں پایا جاتا ہے؟

پس واضح ہو کہ جو الہامات براہین، کشتی نوح میں مرزا نے نقل کئے ہیں اور وہ

براہین احمدیہ میں حسب حوالہ پائے جاتے ہیں، وہ تین الہام ہیں۔ اول الہام (ص۲۲۶) براہین ''ھزی الیک بجذع النخلة ''جس کا ترجمہ مرزا نے اس عبارت کشتی نوح میں یہ کیا ہے۔ اے مریم کھجور کے تنہ کو ہلا، اور اس میں وہ سفید جھوٹ بولا ہے۔ براہین کے (ص۲۲۶) میں اس نے اس الہام کا کوئی ترجمہ نہیں کیا اور جو اس کی تفسیر کی ہے، اس سے بو بھی نہیں آتی کہ مرزا کو خدا نے مریم بنا کر اس الہام میں مخاطب کیا ہے۔ بلکہ اس تفسیر میں تو مرزا براہین احمدیہ کو چھاپنے والا اور چندہ نہ پہنچنے سے متفکر وغمگین ہو کر اس الہام کا مخاطب بنایا گیا ہے اور اس الہام میں اس کو چندہ کا وعدہ دیا گیا ہے۔

اصل عبارت براہین احمدیہ یہ ہے ''لوگوں کی عدم توجہی سے (یعنی ادائیگی چندہ میں) طرح طرح کی دقتیں پیش آئیں اور مشکل حد سے بڑھ گئی تو ایک دن مغرب کے قریب خداوندکریم نے یہ الہام کیا ''وھزی الیک بجذع النخلة تساقط علیک رطبا جنیا ''اس الہام کا لفظی ترجمہ (جس کو مرزا عمداً اس بد نیتی سے کہ بیس برس کے بعد اس کا مخاطب مریم کو بنا کر پھر میں خود مریم بن بیٹھوں گا، چھوڑ گیا ہے) یہ ہے کہ اے مشکلات میں مبتلا ومتفکر اور چندہ کے طالب مرزا، تنہ کھجور کو اپنی طرف کو ہلا، وہ تازہ کھجوریں تجھ پر گرائے گا۔

اس الہام کو بیان کر کے مرزا نے اس کی تفسیر میں کہا ہے، سو میں نے سمجھ لیا (یعنی اس الہام کی مراد یہ سمجھی) کہ یہ تحریک وترغیب کی طرف اشارہ ہے اور یہ وعدہ دیا گیا ہے کہ بذریعہ تحریک اس حصہ کے لئے سرمایہ جمع ہوگا اور اس کی خبر بدستور کئی ہندو اور مسلمان کو دی گئی اور اتفاقاً اسی روز یا دوسرے روز حافظ ہدایت علی صاحب جو ان دنوں ضلع گورداسپور میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر تھے، قادیان میں آگئے۔ تو ان کو بھی اس الہام سے اطلاع دی گئی اور اسی ہفتہ میں آپ کے (مولوی غلام علی امرتسری مخاطب کر کے کہتا ہے) دوست مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب کو بھی اس الہام کی اطلاع دی گئی۔ اس الہام کے بعد حسب الارشاد حضرت احدیت کسی قدر تحریک کی گئی تو تحریک کرنے کے بعد لاہور، پشاور، راولپنڈی، مالیر کوٹلہ اور دوسرے مقاموں سے اور جہاں سے خدا نے چاہا، اس حصہ کے لئے جو چھپتا تھا مدد پہنچ گئی۔'' (خزائن ج۱،ص۲۵۰،۲۵۱)

مسلمانو! انصاف کرو۔ مرزائیو! شرم وحیا کو کام میں لا کر کہو کہ اس عبارت براہین میں مرزا کو مریم کہاں کہا گیا ہے؟ اور اس میں بجز چندہ براہین احمدیہ کس بات کا ذکر کیا

وعدہ ہے اور اس میں مخاطب کون ہے۔ مرزا جو چندہ کے فکر وغم میں تھا یا کوئی اور مخاطب ہوسکتا ہے؟

اور اگر مرزا یا مرزا کی طرف سے کوئی اور کہے کہ یہ الہام چونکہ بعینہ وہ الہام قرآنی ہے، جو حضرت مریم علیہا السلام کو جب کہ وہ روح القدس سے حاملہ ہوکر دردزہ میں مبتلا تھیں۔ جبرئیل کی طرف سے ہوا تھا اور مرزا کی کتاب یادداشت الہامات میں بھی اس الہام کا پہلا حصہ ’’فاجاء ھا المخاض الی جذع النخلۃ الخ ‘‘۔عبارت (ص۴۷) کشتی نوح میں موجود ہے۔ گو براہین احمدیہ میں اس حصہ کا درج کرنا، مرزا کو بھول گیا تھا۔ بناءً علیہ اس الہام میں مرزا کا مریم ہونا، مراد خداوندی معلوم ہوتا ہے تو اس کے جواب میں اوّلاً یہ کہا جائے گا کہ اس صورت میں بھی مرزا کا وہ دعویٰ سچا نہ ہوگا کہ میں نے براہین احمدیہ میں بیس برس پہلے سے مریم ہوکر عیسیٰ کو جننے کا دعویٰ کیا ہوا ہے۔

خانگی کتاب براہین احمدیہ نہیں ہے کہ اس کا بیان، بیان براہین احمدیہ متصور ہو اور ثانیاً کہا جائے گا کہ اس خانگی کتاب یادداشت کے حصہ الہام مذکور میں مرزا کو حاملہ اور دردزہ میں مبتلا بتایا گیا ہے اور تنہ کھجور کو بے پھل بنا کر اس سے مراد عوام الناس وجہلاء اور بے سمجھ علماء بتائی گئی ہے اور الہام مذکور قرآن میں جو حضرت مریم کو جبرئیل علیہ السلام کی طرف ہوا تھا۔ نیز ایک حالت حمل و دردزہ میں تھا۔ لہٰذا یہ الہام، الہام براہین احمدیہ کا مفسر و کاشف (مراد بتانے والے نہیں ہوسکتے، کیونکہ الہام براہین احمدیہ کے وقت مرزا کو حمل نہ ہوا تھا اور نہ اس وقت تک اس میں روح الصدق کا نفخ ہوا تھا، بلکہ یہ نفخ اس میں دو برس کے بعد ہوا۔ چنانچہ مرزا نے خود عبارت (ص۴۶) کشتی میں بیان کیا ہے۔

اس فرق وتفاوت کے علاوہ الہام براہین میں تنہ کھجور سے چندہ دہندہ پھل دار لوگ اور اس کے پھل سے چندہ بتایا گیا ہے اور الہام خانگی کتاب میں تنہ کھجور سے بے پھل جہلاء وعلماء مراد بتائی گئی۔ یہ تفاوت بھی مقتضی ہے کہ یہ الہام براہین احمدیہ کا مفسر و کاشف مراد نہیں ہوسکتا۔

بہرحال بیس برس کے الہام براہین احمدیہ (ص۲۲۶) میں مرزا کو مریم نہیں کہا گیا اور مرزا کا یہ ادّعا سفید جھوٹ ہے۔ دوسرا الہام براہین کے (ص۴۹۶) کا ہے، جس کو وہ الہام اول کے بعد بتاتا ہے اور اس میں جعل سازی کرکے اس کے صرف یہ الفاظ نقل کرتا اور کہتا ہے ’’یامریم اسکن انت وزوجک الجنۃ نفخت فیک من لدنی روح

الصدق ‘‘۔خدا نے اس آیت میں میرا نام روح الصدق رکھا۔اس آیت کے مقابل یہ آیت قرآن ہے کہ’’نفخنا فیه من روحنا ‘‘اس جگہ گویا استعارہ کے رنگ میں مریم کے پیٹ میں عیسیٰ کی روح جا پڑی۔

اس میں جو مرزا نے جعل سازی کی ہے وہ یہ ہے کہ اصل الہام جو براہین کے (ص۴۹۶) میں ہے، اس میں مریم کے ساتھ آدم اور احمد کا بھی ذکر ہے اور روح الصدق کی تفسیر سچائی کی روح سے کی ہے جو حضرت آدم علیہ السلام و آنحضرت ﷺ وغیرہ تمام انبیاء علیہم السلام میں پائی جاتی ہے۔نہ وہ روح جو مریم کے پیٹ میں جا پڑی اور وہ عیسیٰ بن گئی تھی۔

اصل عبارت براہین (ص۴۹۶،۴۹۷) یہ ہے’’یا اٰدم اسکن انت وزوجک الجنة. یا مریم اسکن وزوجک الجنة. یا احمد اسکن انت وزوجک الجنة ‘‘۔یعنی اے آدم،اے مریم،اے احمد تو اور جو شخص تیرا پیرو تابع اور رفیق ہو،بہشت میں یعنی نجات کے وسائل میں داخل ہو جاؤ۔میں نے اپنی طرف سے سچائی کی روح تم میں[14] پھونک دی ہے۔اس آیت میں روحانی[15] آدم کا (مرزا اپنے آپ کو مراد رکھتا ہے) وجہ تسمیہ بیان کیا گیا ہے۔یعنی جیسا کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش بلا واسطہ اسباب ہوئی،ایسا ہی روحانی اٰدم (مرزا) بھی بلا واسطہ اسباب ظاہری (پیرو مرشد[16]) یہ نفخ روح ہوتا ہے اور یہ نفخ روح حقیقی طور پر انبیاء علیہم السلام سے خاص ہے اور پھر بہ تبعیّت و وراثت کے بعض افراد خاصہ امت محمدیہ کو یہ نعمت عطا کی جاتی ہے۔‘‘ (خزائن ج۱،ص۵۹۰،۵۹۱)

مسلمانو! انصاف کرو۔مرزائیو! شرم وحیا کو تھوڑی دیر کے لئے کام میں لاکر کہو کہ اس عبارت براہین احمدیہ میں مرزا کو صرف مریم کہاں کہا گیا ہے؟ جیسا کہ اس نے کشتی کی عبارت (ص۴۵) میں صرف لفظ مریم نقل کیا اور اس کا ترجمہ کیا اور جھوٹ بولا ہے۔پھر اس میں روح الصدق سے مرزا کو مراد بتایا ہے(جو خود ہی مریم بن کر اس کے پیٹ میں جا پڑا۔ جیسا کہ اس نے عبارت کشتی میں کہا اور جھوٹ بولا ہے یا روح الصدق اس سچائی کو کہا ہے، جو حضرت آدم اور آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء میں پائی گئی ہے۔

تمام مسلمان اور مرزائی انصاف کریں گے تو صاف کہیں گے کہ عبارت ہذا میں صاف طور پر پایا جاتا ہے کہ روح الصدق اس سچائی کا نام ہے جو پہلے حضرت آدم میں، پھر تمام انبیاء علیہم السلام میں اور آخر آنحضرت ﷺ میں پائی گئی ہے اور درحقیقت ان ہی

انبیاء علیہم السلام کا وہ خاصہ تھا اور اگر مرزا میں اس کا کچھ حصہ بزعم اس کے آیا ہے تو اسی کا ظل ہے جو طبعی اور طفیلی طور پر ہے۔ پھر مرزا کا اس عبارت کشتی نوح میں یہ دعویٰ کرنا کہ براہین احمدیہ میں خدا نے میرا نام روح الصدق رکھ کر اس الہام میں مجھے مریم بنا کر اس کے پیٹ میں جانا بیان کیا ہے۔ سفید جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟

عزیزو! مرزائی دوستو! خدا سے ڈرو، ہٹ دھرمی چھوڑ دو۔ ایسی صریح اکاذیب مرزا کے دیکھ کر بھی تم اس کا دامن نہ چھوڑو گے؟ اور ''**لعنة الله علی الکاذبین**'' کہہ کر اس سے جدا نہ ہوگے؟

تیسرا الہام براہین کے (ص۵۵۶، خزائن ج۱،ص۶۶۵) کا ہے، جس کی نسبت مرزا نے (ص۴۷ کشتی نوح، خزائن ج۱۹،ص۵۰) میں کہا ہے کہ وہ الہام (ص۴۹۶، خزائن ج۱،ص۵۸۹) سے مدت حمل کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں ہوا تھا اور اس کی نسبت (ص۴۷) کشتی نوح میں کہا ہے۔ پھر سب کے آخر (ص۵۵۶، خزائن ج۱،ص۶۶۵) براہین احمدیہ میں وہ عیسیٰ جو مریم کے پیٹ میں تھا، اس کے پیدا ہونے کے بارے میں یہ الہام ہوا۔''**یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ**'' الخ۔ اس جگہ میرا نام عیسیٰ رکھا گیا اور اس الہام نے ظاہر کیا کہ وہ عیسیٰ پیدا ہوگیا۔ جس کی روح کا نفخ (ص۶۶۴) میں ظاہر کیا گیا۔ الخ (خزائن ج۱،ص۶۶۴)

مسلمانو اور مرزائیو یہ بھی مرزا کا سفید جھوٹ ہے۔ براہین احمدیہ میں جہاں یہ الہام بیان ہوا ہے، ہرگز ہرگز یہ بیان وذکر واشارہ تک نہیں ہے کہ مرزا مریم بنا۔ پھر اس میں عیسیٰ کی روح پھونکی گئی اور وہ حاملہ ہوئی پھر نو، دس مہینے اس کے بعد اس کے تولد پر یہ الہام ہوا۔

پیارے دوستو! براہین تم سب کے پاس ہوگی، دیکھو اس میں کہیں یہ بکواس ہے؟ اس الہام کے پہلے تو چند الہاموں کا ذکر ہے اور اس کے بعد یہ الہام گھڑ کے درج کیا گیا ہے۔ (ص۵۵۵، خزائن ج۱،ص۶۶۴) براہین میں چند عربی، عبرانی، فارسی الہامات نقل کر کے ان کا ترجمہ یا خلاصہ یہ بیان کیا اور کہا ہے'' کہ میرے پاس خدا کی گواہی ہے، پس کیا تم ایمان نہیں لاتے۔ یعنی خدا تعالیٰ کا تائیدات کرنا اور اسرار غیبیہ پر مطلع فرمانا اور پیش از وقوع پوشیدہ خبریں بتلانا اور دعاؤں کو قبول کرنا اور مختلف زبانوں میں الہام دینا اور معارف اور حقائق الٰہیہ سے اطلاع بخشنا۔ یہ سب خدا کی شہادت ہے، جس کو قبول کرنا ایماندار کا فرض ہے۔

پھر بقیہ الہامات بالا کا یہ ہے کہ یہ تحقیق میرا رب میرے ساتھ ہے۔ وہ مجھے راہ

بتلائے گا۔ اے میرے رب میرے گناہ بخش اور آسمان سے رحم کر، ہمارا رب عاجی ہے (اس کے معنی ابھی تک معلوم نہیں ہوئے) جن نالائق باتوں کی طرف مجھ کو بلاتے ہیں، ان سے اے میرے رب مجھے زنداں بہتر ہے، اے میرے خدا مجھ کو میرے غم سے نجات بخش، اے میرے خدا، اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ تیری بخششوں نے ہم کو گستاخ کر دیا یہ سب اسرار ہیں کہ جو اپنے اپنے اوقات پر چسپاں ہیں۔ جن کا علم حضرت عالم الغیب کو ہے۔

پھر بعد اس کے فرمایا ہو ''شعنا. نعسا'' یہ دونوں فقرے شاید عبرانی ہیں اور ان کے معنی ابھی تک اس عاجز پر نہیں کھلے۔ پھر بعد اس کے دو فقرے انگریزی ہیں۔ جن کے الفاظ کی صحت بباعث سرعت الہام ابھی تک معلوم نہیں اور وہ یہ ہے ''آئی.لو. یو، آئی.شیل.گو. یو، لارج پارٹی آف اسلام''۔ چونکہ اس وقت یعنی آج کے دن، اس جگہ کوئی انگریزی خواں نہیں اور نہ اس کے پورے پورے معنی کھلے ہیں۔ اس لئے بغیر معنوں کے لکھا گیا۔

پھر بعد اس کے یہ الہام ہے ''**یا عیسٰی انی متوفیک ورافعک الیّ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامة. ثلّثة من الاولین. ثلثة من الاخرین**'' اے عیسیٰ میں تجھے کامل اجر بخشوں گا یا وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ یعنی رفع درجات کروں گا یا دنیا سے اپنی طرف اٹھاؤں گا اور تیرے تابعین کو ان پر جو منکر ہیں، قیامت تک غلبہ بخشوں گا۔ یعنی تیرے ہم عقیدہ ہم مشربوں کو حجت اور برہان اور برکات کے رو سے دوسرے لوگوں پر قیامت تک فائق رکھوں گا۔ پہلوں میں سے بھی ایک گروہ ہے اور پچھلوں میں سے بھی ایک گروہ ہے۔ اس جگہ عیسیٰ کے نام سے بھی یہی عاجز مراد ہے''۔ (براہین ص۵۵۵تا۵۵۷، خزائن ج۱، ص۶۶۳،۶۶۵)

اب ناظرین خصوصاً مرزائی دوست داد انصاف دیں اور یہ کہیں کہ براہین کی اس عبارت میں مرزا کے دعاوی کا نام ونشان کہیں پایا جاتا ہے؟ نہیں تو پھر ان کو اس کی دروغ گوئی میں کیا شک ہے اور وہ اس کو لعنت کہہ کر کیوں نہیں چھوڑتے اور اگر مرزا یہ کہے کہ اس الہام (ص۵۵۶، خزائن ج۱ص۶۶۳) کی نسبت براہین احمدیہ میں تو میں نے یہ دعویٰ نہیں کیا تھا جو کشتی نوح میں کیا ہے۔ لیکن اب میں یہ دعویٰ کرتا ہوں اور اس الہام کے بھی معنی صحیح سمجھتا ہوں۔ براہین میں ان معنی کا بیان غلطی سے رہ گیا تھا۔

تو اس کے جواب میں کہا جاوے کہ اس صورت میں بھی مرزا کا یہ کہنا کہ براہین

نکالو اور اس میں میرے بیس برس کے دعویٰ دیکھ لو، سفید جھوٹ ہی ہوگا۔ اب رہے یہ تازہ معنی اور اس معنی کو یہ دعویٰ کہ اس الہام میں عیسیٰ بنایا گیا ہوں، تو اس کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ ''ثبت العرش ثم انقش'' پہلے چھت بناؤ، پھر اس پر نقش نگار کرو۔ پہلے تو یہ ثابت کرلو کہ الہام (ص۲۲۶،خزائن ج۱ص۲۵۰) سے تمہارا مریم ہونا مراد ہے۔

پھر الہام (ص۴۹۶،خزائن ج۱،ص۵۸۹) سے تمہارا حاملہ ہونا مراد ہے۔ پھر اس الہام (ص۵۵۶،خزائن ج۱،ص۶۶۵) کی نسبت یہ دعویٰ کرو کہ اس میں میرے تولد کی خبر ہے اور تولد کے بعد مجھے عیسیٰ بنایا گیا اور مجھے وعدے دیئے گئے ہیں جو اس الہام میں ہیں۔ یعنی توفی رفع وغیرہ اور جس حالت میں ہنوز الہامات مذکورہ سے نہ تمہارا مریم ہونا، نہ حاملہ ہونا، نہ عیسیٰ بن کر تمہارا تولد ہونا ثابت ہے، تو اس الہام سے عیسیٰ ہوکر مخاطب ہونا اور توفی ورفع کا وعدہ دینا مثل مشہور کے ''آمدی و کے پیر شدی'' کا مصداق نہیں تو اور کیا ہے؟

پہلے آپ مریم بنیں، پھر حاملہ ہولیں، پھر عیسیٰ کو جنیں، اس کے بعد الہام سے مخاطب بن کر مرنے اور رفع کی بشارت لیں۔ ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تو مرنا کیسا اور کس کا۔ یہاں یہ پنجابی مثل خوب جمتی ہے ''اوئے پہلے جم تے لے''۔ اور اگر مرزا یہ کہے کہ ان الہامات (ص۴۲۶،خزائن ج۱،ص۵۰۹) اور (ص۴۹۶،خزائن ج۱،ص۵۸۹) کے معنی بیان کرنے میں بھی مجھ سے براہین احمدیہ میں غلطی ہوئی۔ وہ معنی میں نے اپنی عقل سے کئے تھے اور غلط تھے اور صحیح معنی یہی ہیں جو میں نے کشتی نوح میں خدا کی وحی سے کئے ہیں اور یہی ترتیب الہامات مذکورہ صحیح ہے، جو کشتی نوح میں بیان ہوئی۔ تصنیف براہین کے وقت مجھے اس معنی اور ترتیب کی خدا نے خبر نہ دی تھی۔

چنانچہ کشتی نوح کی عبارت (ص۴۷،خزائن ج۱۹،ص۵۰) میں یہ بات کہی گئی ہے، تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اس صورت میں تم پر وہ الزام قائم ہوگا کہ جو تم نے اپنے دعاوی کے ثبوت میں براہین احمدیہ کا حوالہ دیا اور کہا تھا کہ براہین احمدیہ نکالو اور اس میں میرے بیس سال کے پہلے کے دعویٰ دیکھ لو، وہ تو سفید جھوٹ نکلا۔

اس صورت میں تم کو براہین میں اپنے دعویٰ کی تصریح کا حوالہ مناسب نہ تھا، بلکہ بجائے اس کے یوں کہنا چاہئے کہ جن الہامات کے معنی میں اپنے عقل کی غلطی سے براہین میں کچھ اور بیان کر چکا ہوں۔ ان الہامات کے صحیح معنی اب بیان کرتا ہوں۔ اس صورت میں

تمہارے دام افتادہ احمق اور تم کو ملہم اور الہامات براہین، کو الٰہی الہام مانتے، قبول کر لیتے۔ گو تمام مسلمان (جو الہامات براہین احمدیہ کو احتلامات شیطانیہ جانتے ہیں) اس دعویٰ کو گوزشتر سے زیادہ وقعت نہ دیتے۔ مگر تم اس الزام و دروغ گوئی سے تو بچ جاتے۔

اب تمہارا یہ عذر نہ مسلمانوں میں لائق قبول ہے اور نہ تمہاری جماعت کے قبول کرنے کے لائق ہے۔ اگر وہ کچھ عقل سے کام لیں اور تمہاری اس دروغ گوئی کا جو تم نے براہین کا حوالہ دینے میں کی ہے، نوٹس لیں۔

اس الزام دروغ گوئی کے علاوہ تمہارا یہ عذر اس وجہ سے بھی عدم قبول کے لائق ہے کہ تم نے ترتیب الہامات کی نسبت جو کہا ہے کہ یہ ترتیب مجھے پہلے سے معلوم نہ تھی، یہ کوئی معنی نہیں رکھتا۔ الہامات اگر واقعی ہوں تو ان کی ترتیب وجود ورود سے معلوم ہو جاتی ہے، جو الہام پہلے ہوتا ہے وہ ترتیب میں پہلا کہلاتا ہے اور جو اس کے بعد وہ وہ دوسرا اور جو اس کے بعد ہو وہ تیسرا وعلیٰ ہذا القیاس!

اور اس کے کوئی معنی نہیں کہ الہامات تو کسی کو یکے بعد دیگرے ہوتے چلے جائیں اور ان کی ترتیب اس کو معلوم نہ ہو اور یہ ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ کسی صادق کو وقتاً فوقتاً متعدد الہامات کرے اور ان کی ترتیب ان کی وجودی ترتیب کے برخلاف پیچھے کر بتاوے اور مثلاً یوں ہے کہ جو الہام میں نے پہلے کیا تھا، اس کو دوسرا سمجھنا اور تیسرے کو پہلا قرار دینا۔ وعلیٰ ہذا القیاس!

اس سے بخوبی ثابت ہوا کہ مرزا کا یہ کہنا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے ترتیب الہامات براہین احمدیہ سے اطلاع نہ دی تھی۔ کچھ معنی نہیں رکھتا اور وہ اس کہنے کے برابر ہے کہ وہ الہامات خدا کی طرف سے نہیں ہیں و بناء علیہ ترتیب الہامات براہین احمدیہ خواہ ان کو کوئی خدا کی طرف سے سمجھے (جیسا کہ مرزائی سمجھتے ہیں) خواہ شیطان کی طرف سے خیال کرے (جیسا کہ عام مسلمان خیال کرتے ہیں) وہی برقرار رہے گی۔ جو ان کی ترتیب وجودی ہے اور اس کے مطابق ان الہامات کی، براہین میں اشاعت ہوئی ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ الہام براہین احمدیہ (ص۴۴۶، خزائن ج۱، ص۵۳۳) (جس کو بشہادت الہام کتاب خانگی مرزا بحالت حمل دردزہ مرزا قرار دیا گیا تھا اور وہ حصہ سوم براہین احمدیہ میں شائع ہو چکا تھا) پہلے ہوگا اور الہام (ص۴۹۶، خزائن ج۱، ص۵۸۹) براہین احمدیہ جس میں نفخ روح کا بیان ہے۔ اس سے دو برس بعد ہوگا (جس کا مرزا کشتی نوح میں خود

اقراری ہوچکا ہے) اور اس ترتیب سے مرزا کا دعویٰ کشتی نوح درہم برہم ہوجائے گا۔ کیونکہ اس ترتیب سے حمل اور دردزہ پہلے ٹھہرتے ہیں اور نفخ روح پیچھے ہوتا ہے، جو نہ تو کچھ معنی رکھتا ہے اور نہ دعویٰ مرزا کے موافق ہے۔

اس سے مرزا کا یہ عذر کہ تالیف براہین احمدیہ کے وقت ان الہامات کے معنی اور ترتیب کا مجھے خدا نے علم نہ دیا تھا، باوجودیکہ وہ مرزا پر دروغ گوئی کا الزام ثابت وقائم کرتا ہے، فضول اور نکما ہوگیا۔

(ص۴۷، خزائن ج۱۹، ص۵۰) کشتی نوح میں جو مرزا نے کہا ہے: ''کہ مسیح ابن مریم کے دنیا میں دوبارہ آنے کا عقیدہ اعتقاد مسلمانوں کے مطابق سادگی سے براہین احمدیہ میں لکھ دیا تھا۔ اس وقت تک براہین احمدیہ کے بعض الہامی اسرار میری سمجھ میں نہ آئے۔ مگر جب وقت آ گیا تو مجھے سمجھائے گئے۔ تب میں نے معلوم کیا کہ میرے اس دعویٰ مسیح موعود ہونے میں کوئی نئی بات نہیں، یہ وہی دعویٰ ہے، جو براہین احمدیہ میں بار بار بہ تصریح کیا گیا تھا۔''

اس میں یہ بات ناظرین کے یادرکھنے کے لائق ہے کہ براہین احمدیہ کے الہامات ایسے گول مول ہیں کہ اور تو کوئی ان کو کیا سمجھے گا۔ بیس بائیس برس تک مرزا نے خود ان کو نہیں سمجھا تھا اور وہ ٹھیک طور پر اس مسخری یا فریبی شاعر کے شعر کی مانند ہیں۔ جس نے کہا تھا کہ شعر تو میں نے کہہ دیا، مگر اس میں کوئی معنی میں نے نہیں ڈالے۔

اور اس قول کا باقی مضمون محض دروغ بے فروغ اور دھوکہ دینے والا ڈھکوسلہ ہے۔ دوبارہ آمد مسیح کی نسبت عقیدہ مسلمانوں کا بیان براہین احمدیہ میں سادگی سے نہیں ہوا، بلکہ کمال حکمت عملی اور چالاکی سے ہوا تھا۔ اس وقت تک کسی شخص نے مسلمانوں کی جماعت سے مرزا کو مسیح موعود، دینی رسول وامام نہ مانا تھا۔ اس لئے مسلمانوں کو پھنسانے اور دام میں لانے کے لئے اس نے اس وقت مثیل مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور مسیح موعود کی تعریف کرنا اور ان کی آمد ثانی کا منتظر رہنا، اس دعویٰ مثیل ہونے کا لازمہ تھا۔ اس وجہ سے وہ اسلامی عقیدہ مرزا نے بیان کیا اور اس میں حضرت مسیح کی فضیلت ظاہر کر کے اپنا مثیل مسیح اور ان کا ظل اور طفیلی ہونا بیان کیا۔

پھر جب چند حمقاء مصداق شعر صائب سند الشعرا نے مرزا کو مثل مسیح مان لیا، تو اس نے تثلیث اور ظلیت کو اڑا کر مسیح کو برا کہنا اور ان کی سخت توہین کرنا اور ان کو فحش گالیاں دینا،

شروع کر دیا اور ان سے عہدہ مسیح موعود ہونے کا چھین کر خود سنبھال لیا اور خود اصلی مسیح بن بیٹھا۔

ناظرین وقت سے جس کا مرزا ذکر کرتا ہے، یہی مراد ہے اور یہ موقعہ شناسی آج کل اس پر ختم ہے۔ یہ اس کی اس کے مسیح موعود ہونے کے دعویٰ و دلائل کشتی نوح پر بحث ہے۔ جس سے اس کی بہت سی دروغ گوئیاں ثابت ہوئیں۔ اب ایک مثال اس کی دعویٰ تائید آسمانی کی پیش کی جاتی ہے، جس سے ایک اور بھی دروغ گوئی ثابت ہو۔

## عدالت میں کرسی ملنے کی حقیقت

وہ کشتی نوح میں اس مقدمہ خون کا حال جو عیسائیوں نے اس پر دائر کیا تھا، ذکر کر کے (ص۵۱و۵۲، خزائن ج۱۹، ص۵۵) میں کہتا ہے۔ مسیح بن مریم ایک مجرم کی طرح عدالت کے سامنے کھڑا تھا۔ لیکن میرے مقدمہ میں اس کے برعکس ہوا۔ یعنی یہ کہ برخلاف دشمنوں کی امیدوں کے کپتان ڈگلس نے جو پیلاطوس کی جگہ عدالت کی کرسی پر تھا، مجھے کرسی دی اور جب مولوی محمد حسین نے جو گواہی کے لئے آیا تھا، مجھے کرسی پر بیٹھا ہوا پایا اور جس ذلت کو دیکھنے کے لئے میری نسبت اس کی آنکھ شوق رکھتی تھی۔ اس ذلت کو اس نے نہ دیکھا، تب مساواۃ کو غنیمت سمجھ کر وہ بھی اس پیلاطوس سے کرسی کا خواہش مند ہوا۔ مگر اس پیلاطوس نے اسے ڈانٹا اور زور سے کہا کہ تجھے اور تیرے باپ کو کبھی کرسی نہیں ملی۔

ناظرین! یہ لاف زنی اور دروغ گوئی بھی کمال بے حیائی اور ہٹ دھرمی پر مبنی ہے۔ مرزا اور اس کے اتباع اس کو ۱۸۹۷ء سے اپنی تحریرات وتصنیفات میں شائع ومشتہر کر رہے ہیں اور باوجودیکہ اس کا جواب دندان شکن پہلی دفعہ کے اشتہار پر اشاعۃ السنۃ (ج۱۸ کے ص۲۸۰ تا۲۸۴) تک ایسا دیا گیا تھا کہ اگر کوئی ان میں سے خوف آخرت یا شرم دنیا رکھتا، تو پھر اس قصہ کرسی کا نام نہ لیتا۔

مگر یہ حضرات ایسے باشرم اور صاحب حیا ہیں کہ ۱۸۹۷ء سے اس وقت تک اس کا ذکر ہر تحریر ہر رسالہ میں کئے جاتے ہیں۔ جو تحریر و کتاب ان کی میری نظر سے گزری ہے۔ میں نے اس میں کرسی کا قصہ پایا اور ہر دفعہ اس کے جواب میں قلم اس لئے نہ اٹھایا کہ اپنے منہ سے جو کچھ چاہے کوئی بکتا رہے، دوسرے کو اس میں کیا حرج ونقصان پہنچتا ہے۔ ہر شخص جو حیثیت وعزت قوم میں یا حکام وقت کی نظروں میں رکھتا ہے، اس کے واقف وآشنا اس سے بخوبی واقف ہوتے ہیں اور اس کے مخالف غلط بکواس کرنے والے کو وہ ذلیل اور کاذب

جانتے ہیں۔ مگر اس کشتی نوح میں جو اس دلیر بہادر نے بلاوجہ وناحق میرے والد ماجد کی جو اہل دنیا اور اہل دین دونوں جماعتوں میں معزز اور مسلم بزرگ تھے، توہین کی ہے اور مجسٹریٹ گورداسپور سے یہ غلط اور محض دروغ بات نقل کی کہ اس نے خاکسار کو کہا کہ تجھے اور تیرے باپ کو کبھی کرسی نہیں ملی۔ لہٰذا حمیت وحمایت پدری نے مجھے اس امر پر مجبور کیا کہ ایک دفعہ پھر اس کا دروغ پبلک پر ظاہر کروں۔

پس پہلے تو میں خدا تعالیٰ کے حضور میں جو منتقم حقیقی ہے، اس کے اس جھوٹ اور افتراء کو پیش کر کے دعا مانگتا ہوں، کہ اے باری تعالیٰ تو اس بات میں جھوٹ بولنے والے پر ہزار لعنت کر اور اس جھوٹ کی سزا میں اس کو دنیا میں بھی ذلیل اور خوار کر۔ آمین ثم آمین:

ویرحم اللہ قال امینا

پھر میں ناظرین پر اس دروغ گوئی کے ثبوت میں سرکاری تحریر کی شہادت پیش کرتا ہوں، جس سے ہر شخص کو یقین ہوگا کہ کپتان ڈگلس صاحب مجسٹریٹ نے ہرگز وہ بات نہیں کہی جو مرزا نے ان سے نقل کی ہے۔ میرے والد ماجد شیخ رحیم بخش صاحب رئیس بٹالہ سکھوں کی عمل داری میں بھی معزز عہدوں پر مامور رہے۔ انگریزی عمل داری میں وہ تحصیل دار وغیرہ رہ چکے ہیں۔ ایسے عہدہ دار کی نسبت کوئی حاکم باخبر کب کہہ سکتا ہے کہ اس کو کبھی کرسی نہیں ملی۔ ۱۸۷۷ء میں بمقام امرتسر قیصری دربار ہوا تو شیخ صاحب مرحوم اس میں مدعو ہوئے اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ جو دربار میں مدعو ہوتے ہیں، ان کو کرسی ملتی ہے۔ ذیل میں ہم وہ اعلان نقل کرتے ہیں جو صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی طرف سے شیخ صاحب مرحوم کے نام پہنچا تھا۔

از پیش گاہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور

جلسہ بتقریب اختیار کرنے القاب قیصر ہند جنابہ ملکہ معظّمہ دام اقبالہا

اعلان بنام شیخ رحیم بخش صاحب رئیس بٹالہ۔

ایک جلسہ بمقام امرتسر بزور عام اعلان اختیار کرنے القاب قیصر ہند جنابہ ملکہ معظّمہ دام اقبالہ کے یکم رجنوری ۱۸۷۷ء کو ہوگا۔ اس اطلاع کے رو سے لکھا جاتا ہے کہ واسطے شمول جلسہ مذکور کے بمقام امرتسر آؤ۔ ۳۱ردسمبر ۱۸۷۶ء ویکم رجنوری ۱۸۷۷ء کے واسطے مکان رہائش اور کھانا منجانب سرکار روالا معرفت صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر امرتسر ملے گا۔

المرقوم ۲۱ردسمبر ۱۸۷۶ء مقام گورداسپور

میں اپنا حال کیا کہوں (ص۲۸۲، ج۱۸) اشاعۃ السنۃ میں لکھ چکا ہوں، تاہم صرف مرزا کا جھوٹ ظاہر کرنے کی غرض سے نہ اپنی بڑائی بیان کی نیت سے صرف اس قدر کہتا ہوں کہ باوجودیکہ میں ایک گوشہ نشین خادم دین ہوں، جب کبھی قومی ضرورتوں کے لئے ویسراؤں، کمانڈر انچیف، لفٹنٹ گورنروں اور ان کے سیکرٹریوں اور صاحبان فنانش کمشنر، کمشنرز، ڈپٹی کمشنرز کے گھروں پر ان کی ملاقات کے لئے گیا ہوں یا درباروں میں شامل ہوا ہوں تو انہوں نے اپنی مہربانی سے میری عزت کی اور مجھے کرسی دی ہے۔

سب سے آخری دربار کارولنشن (دربار تاج پوشی) دہلی میں ویسراء کی طرف سے مدعو ہوا تھا اور یہ امر دیسی اخباروں وطن وغیرہ میں مشتہر ہو چکا ہے۔ اس شمولیت دربار کا اعزازی تمغہ بھی خاکسار کو گورنمنٹ کی طرف سے عطا ہوا ہے، جیسا کہ ایک اور رئیس بٹالہ میاں غلام فرید خان بہادر کو عطا ہوا ہے۔ اگر کبھی خاکسار کو مرزا کے مقابلہ میں کسی عدالت میں پہنچنے کا اتفاق ہوا، تو میں وہ تمغہ زیب سینہ کر کے مرزا کو برسر عدالت شرمندہ کروں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ شاید اسی تمغہ کو دیکھ کر مرزا کی زبان وقلم جھوٹے قصہ کرسی ؐ سے بند ہو۔

کوئی ضرورت نہیں کہ تحریر ویسراء گورنر جنرل کو جو خاکسار کے نام دعوت دربار کے متعلق پہنچی تھی میں نقل کروں۔ مرزا اب بھی کسی تحریر میں اس قصہ کرسی کو نقل کرے گا اور اس پرانی دروغ گوئی کو زبان یا قلم میں لائے گا تو پھر اس تحریر کو نقل کر کے، اس کا آخری علاج کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اب کتاب کشتی نوح کی ایک آخری دھوکہ دہی اور طرفہ دروغ گوئی وفریب سازی ظاہر کی جاتی ہے، اس کے آخری صفحہ (خزائن ج۱۹، ص۸۲) میں بقلم جلی لکھا ہے:

## درخواست چندہ برائے توسیع مکان

چونکہ آئندہ اس بات کا سخت اندیشہ ہے کہ طاعون ملک میں پھیل جائے اور ہمارے گھر میں جس میں بعض حصوں میں مرد بھی مہمان رہتے ہیں اور بعض حصوں میں عورتیں، سخت تنگی واقعہ ہے اور آپ لوگ سن چکے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے ان لوگوں کے لئے جو اس گھر کی چاردیواری کے اندر ہوں گے حفاظت خاص کا وعدہ فرمایا ہے اور اب وہ گھر جو غلام حیدر متوفی کا تھا۔ جس میں ہمارا حصہ ہے، اس کی نسبت ہمارے شریک راضی ہو گئے ہیں کہ ہمارا حصہ دیں اور قیمت پر باقی حصہ بھی دے دیں۔

میری دانست میں یہ حویلی جو ہماری حویلی کا ایک جزو ہو سکتی ہے، دو ہزار تک تیار ہوسکتی ہے۔ کیونکہ خطرہ ہے کہ طاعون کا زمانہ قریب ہے اور یہ گھر وحی الٰہی کی خوشخبری کے رو سے اس طوفان طاعون میں کشتی نوح کے ہوگا، نہ معلوم کس کس کو اس کی بشارت کے وعدہ سے حصہ ملے گا۔ اس لئے یہ کام بہت جلدی کا ہے۔ خدا پر بھروسہ کر کے جو خالق ورزاق ہے اور اعمال صالحہ کو دیکھتا ہے، کوشش کرنی چاہئے۔ میں نے بھی دیکھا کہ یہ ہمارا گھر بطور کشتی کے تو ہے، مگر آئندہ اس کشتی میں نہ کسی مرد کی گنجائش ہے نہ عورت کی۔ اس لئے توسیع کی ضرورت پڑی۔ والسلام علی من التبع الهدیٰ المشتہر: مرزاغلام احمد قادیانی

ناظرین یہ درخواست سراسر دروغ گوئی اور دھوکہ دہی اور صرف روپیہ کمانے کے لئے حیلہ سازی وفریب بازی پر مبنی ہے۔ جس پر تین دلائل مفصلہ ذیل شاہد ناطق ہیں۔

دلیل اوّل: مرزا نے اپنے مریدوں کی تعداد رسالہ (مواہب الرحمٰن ص۸۷، خزائن ج۱۹ص ۳۰۶) میں ایک لاکھ سے زائد بتائی ہے اور اس کے (ص۱۰۴) میں دو لاکھ کے قریب بیان کی ہے اور ان سبھی کو بلا استثناء اس گھر میں آنے کی دعوت کی ہے اور طاعون سے نجات کی بشارت دی ہے۔ (خزائن ج۱۹، ص۳۲۴) پس اگر مرزا کی دعوت اس کے مریدوں نے قبول کی تو اس گھر میں جو دو ہزار روپیہ میں تیار ہوگا، من جملہ دو لاکھ، دو ہزار آدمی کی بھی گنجائش نہ ہوگی۔ پھر اس گھر میں آنے کی دعوت دو لاکھ آدمیوں دھوکہ کی ٹٹی، دو ہزار روپیہ مارنے کے لئے ایک حیلہ سازی اور فریب بازی نہیں تو اور کیا ہے؟

دوسری دلیل: مرزا خود کشتی نوح کے (ص۱۰) میں یہ لکھ چکا ہے کہ اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک وخشت کے گھر میں بود وباش رکھتے ہیں، بلکہ وہ لوگ بھی ہیں، جو میری پیروی کرتے ہیں۔ میرے روحانی گھر میں داخل ہیں۔ (خزائن ج۱۹، ص۱۰) یہ عبارت مرزا کی صاف اور صریح باعلیٰ ندا منادی کرتی ہے کہ جس چاردیواری میں رہنے والوں کو طاعون سے بچانے کا مرزا کو وعدہ دیا گیا ہے۔ اس سے مراد خشت وخاک کی چاردیواری نہیں ہے۔ پھر اس خشت وخاک کے گھر کی تیاری کے لئے لوگوں سے چندہ مانگنا دروغ گوئی فریب بازی اور روپیہ کمانے کی ایک حیلہ سازی نہیں تو اور کیا ہے۔

دلیل سوم: یہ کہ مرزا نے طاعون کو طوفان نوح ٹھہرایا ہے اور اپنے گھر یا چار دیواری کو کشتی نوح بنایا اور تمام دنیا کے لوگوں میں سے صرف ان ہی لوگوں کی نجات کا وعدہ دیا ہے جو اس کشتی پر سوار ہو جائیں۔ یعنی اعتقاد صدق دل سے اس کے گھر اور چار دیواری میں آ کر پناہ لیں۔ مگر اس گھر اور چار دیوری کو مرزا نے گول مول بنا رکھا ہے اور اس کی تشریح وتفسیر کی تو دو مختلف مرادوں سے کی ہے۔ اشتہار آخری صفحہ نمبری (۷۴ کشتی نوح، خزائن ج۱۹، ص۸۶) تو اس سے مراد خاک وخشت کی چار دیواری بتائی ہے۔ اور (ص۱۰، کشتی نوح میں اس سے روحانی چار دیواری مراد ٹھہرائی ہے (جو پوری اطاعت وفرمانبرداری کا نام ہے؟

(خزائن ج۱۹،ص۱۰)

اور یہ دونوں مرادیں وتفسیریں باہم مختلف ہوسکتی ہیں۔ یہ نہیں ہے کہ ایک دوسرے کو مستلزم ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ بعض لوگ جو خاکی دیواری میں رہتے ہوں، وہ مرزا کے دلی معتقد اور پورے مطمئن نہ ہوں، صرف روٹیوں کی خاطر وہاں پڑے ہوئے ہوں۔ انہیں لوگوں کی نظر سے مرزا نے چار دیواری میں رہنے کی شرط کے ساتھ کامل پیروی اور سچے تقویٰ کی شرط (ص۴) کشتی نوح میں لگا دی ہے۔ (خزائن ج۱۹،ص۴)

پس ایسے محل اور مادہ میں خاکی چار دیواری تو موجود ہے، مگر روحانی مفقود۔ ایسا ہی ممکن کیا بلکہ بحکم عادت وصورت واقع لازم ہے کہ بہت لوگ مرزا کی روحانی چار دیواری میں رہتے ہوں، یعنی دل سے اور جان سے اور مال سے مرزا پر فدا ہوں۔ مگر بعد مسافت کے سبب یا تعلقات ملازمت کی وجہ سے مرزا کی خاکی چار دیواری میں نہ آ سکیں اور دو لاکھ آدمی کا اس خاکی چار دیواری میں جو صرف دو ہزار کی لاگت سے تیار ہوگی، آ رہنا امکان عادی سے بھی خارج ہے۔ اس محل اور مادہ میں روحانی چار دیواری تو موجود ہے، مگر خاکی مفقود اور جب یہ دونوں تفسیریں باہم مختلف ہوئیں اور ان دونوں کا سب کے سب مریدان مرزا میں جمع ہونا امکان سے خارج ہوا، تو اس سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ کشتی نوح یا چار دیواری کی یہ دونوں تفسیریں خدا کی طرف سے نہیں۔

خدا کی طرف سے ہوتیں تو آپس میں مختلف اور متضاد نہ ہوتیں۔ خدا تعالیٰ دونوں میں سے ایک کو متعین کرتا یا دونوں کو جمع فرماتا۔ جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے وقت میں شرط

ایمان اور سواری کشتی دونوں کو جمع فرمایا اور مرزا کو بھی ایسا گھر عطا کرتا۔ جس میں دو لاکھ آدمیوں کی گنجائش ہوتی، ایسا نہیں ہوا تو اس سے یقیناً سمجھا گیا کہ مرزا کو خدا کی طرف سے کسی چاردیواری کے رہنے والوں کی نجات کا وعدہ نہیں ملا۔

یہ مرزا کا اپنا من گھڑت ڈھکوسلہ ہے، جس سے اس کا مقصود یہ ہے کہ اگر حسب اتفاق میری چاردیواری میں امن رہا تو میں یہ کہہ دوں گا کہ یہاں اس واسطے امن ہے کہ خدا نے اس چاردیواری کے رہنے والوں کو بچانے کا وعدہ کیا تھا اور اگر کوئی اس میں مبتلا طاعون ہوگیا تو میں یہ کہہ دوں گا کہ یہ شخص میری روحانی چاردیواری میں نہ تھا۔ گو خاکی میں تھا، اس واسطے یہ ہلاک ہوا اور اگر میری چاردیواری خاکی کے باہر والوں پر طاعون آیا تو میں کہہ دوں گا کہ مجھ سے وعدہ خاکی چاردیواری کے رہنے والوں کو بچانے کا تھا۔ اسی واسطے میں نے دو ہزار روپیہ کا اشتہار دیا تھا اور اگر کوئی اتفاق وقسمت سے باہر والوں سے بچ گیا تو میں یہ کہہ دوں گا کہ وہ میری روحانی چاردیواری سے باہر نہ تھا، گو خاکی سے باہر تھا اسی واسطے خداتعالیٰ نے اس کو بچالیا۔

یہ دورخی پیش گوئیاں اور دو پہلو شرطیں مرزا کی قدیم عادت ہے اور انہی سے اس نے اپنے دام افتادہ احمقوں میں فروغ وعروج پایا ہے۔ ان میں کوئی شخص ذرہ عقل وفہم رکھتا تو، جس وقت اس نے کشتی نوح یا چاردیواری کا ڈھکوسلہ گھڑا تھا۔ اسی وقت اس سے پہلے تو وہی سوال کرتا، جو ہم نے سابق میں وارد کیا ہے، کہ اے بھلے مانس چاردیواری یا کشتی اب تجھے یاد آئی ہے۔ پہلے اشتہار ۶/فروری ۱۸۹۸ء میں یہ بات کیوں نہ کہی، وہاں تو سارے قادیان کو ''اوی القریة'' کہہ کر نجات دی گئی ہے۔ (مجموعہ اشتہارات ج سوم،ص۵)

پھر یہ سوال کرتا کہ اے بھلے مانس چاردیواری سے جس کو تو نے کشتی نوح بنایا، کیا ہے، ایک مراد بتا۔ اس سے خاکی چاردیواری مراد ہے یا روحانی چاردیواری۔ روحانی مراد ہے تو توسیع مکان کے لئے چندہ کیوں طلب کرتا ہے اور اگر خاکی مراد ہے تو اس چاردیواری کے ذریعہ دو لاکھ آدمیوں کی نجات کی کیا صورت ہے۔ کیا ان کو کسی چھوٹے سکیل یا قالب میں اتار کر اس خاکی چاردیواری میں بند کیا جائے گا۔ افسوس ان میں کوئی سوچنے والا نہیں رہا۔ مریدی کی ٹٹی نے ان کی آنکھوں کو اندھا کردیا اور ان کے دلوں پر قفل لگادیئے ہیں۔

کشتی نوح کی حقیقت (ساخت و بناوٹ) ہم نے ایسی کھول دی ہے کہ جس کو ذرہ عقل، شمہ فہم ہوگا وہ سمجھ جائے گا کہ یہ کشتی پار اتارنے کو نہیں، بلکہ یہ کشتی ڈبونے کے لئے تیار کی گئی ہے، جو شخص اس میں سوار ہوگا، اس کو یہ کشتی دریاء کفر ضلالت کے منجدھار میں لے جا کر غرق کردے گی، کوئی بچ سکتا ہے تو اس سے بچے۔

ساتویں تحریر مرزا کی اس کا رسالہ مواہب الرحمٰن ہے (جو درحقیقت غوایت الشیطان ہے) اور وہ ۱۹۰۳ء میں شائع ہوا ہے۔ اس رسالہ میں اکثر وہی لاف زنیاں، وہی دروغ گوئیاں ہیں، جو اس کے پچھلے رسالوں سے نقل کر کے ان کا جواب دیا گیا ہے۔ لہٰذا ہم ان سب لاف زنیوں کا نقل کرنا اور پھر ان کا جواب دینا فضول اور موجب طول مضمون سمجھتے ہیں اور اس کے اخص اکاذیب کی نقل اور اس کے رد پر اکتفا کرتے ہیں۔

پس واضح ہو کہ طاعون کے متعلق جو اس نے اس رسالہ میں دروغ گوئی کی ہے۔ ازاں جملہ اس مقام میں صرف دو دروغ گوئیاں اس کی عبارت سے نقل کی جاتی ہیں اور اس کے مقابلہ میں اس کا ترجمہ اردو میں کر کے، اس کی تکذیب بھی عمل میں آتی ہے۔ ’’ولما اصروا علی الانکار اقبلت علی المنکرین........ ھنالک تمنیت لو کان وباینته المعتدین واوحی الی ان الطاعون نازل وقد دعته اعمال الفاسقین ما مضی الا قلیل من الزمان حتی عاث الطاعون فی ھذ ہ البلدان فغزوہ الی سوء اعمالی وقالوا انا تطیرنا بک وضحکوا علی اقوالی وقالوا انا من المحفوظین لا یمسنا ھذا اللظی ولا یموت احد من علماء نا بالطاعون واما انت فستطعن وتموت فانک کیذبان. فقلت کذبتم بل لنا من الطاعون امان........ فما لبثوا الا قلیلا حتی ذاروا المنون ومات بعض اجل علماء ھم من الطاعون وکنت اخبرت بھذا قبل موت ذلک المطعون فان شئت فانظر ابیاتا من قصیدتی الاعجازیه التی کتبناھا فی ھذہ الصحفه فی الحاشیه وما نظمت تلک القصیدۃ الا لھذا الحزب الذی خذلھم اللہ ........ بل سمیت بعضم فی تلک القصیدۃ........ فواللہ مضی شھر کامل علی ھذہ الانباء الساعة حتی اخذ کبیرھم الذی اغری علی اشرار البلدۃ وکانو اٰذونی........... واشاعوا اوراق مملوۃ من

السب والفرية ومع ذالک طلب منی الدهم قبل هذه الواقعة اية وکنت وعدتها واشاع ذالک فی جريدة هنديه يسمی بالفيسة‘‘

(مواہب الرحمٰن ص۲۵،۲۳، خزائن ج۱۹ص ۲۴۵،۲۴۱)

اور اس کا رسالہ مذکور میں یہ دعویٰ ہے کہ لوگوں نے میرے دعویٰ مسیحیت سے انکار کیا تو میں ان کی طرف متوجہ ہوا اور میں نے آرزو کی کہ وبا آوے تاکہ ان منکروں کو تنبیہ ہو۔ تو میری طرف وحی ہوئی کہ طاعون آنے والی ہے۔ پس تھوڑے ہی دن گزرے کہ وبا طاعون نے ان شہروں میں تباہی ڈال دی۔ پھر وہ لوگ مجھے بولے یہ وبا تمہارے اعمال کی شامت سے آئی ہے۔ ہم اس سے محفوظ رہیں گے اور ہمارے علماء طاعون سے نہ مریں گے، تو ہی طاعون میں مبتلا ہوگا اور مرے گا۔ میں نے کہا کہ تم جھوٹے ہو، ہم کو طاعون سے امن رہے گا۔ اس پر تھوڑی ہی مدت گزری کہ انہوں نے موت کی زیارت کی اور ان کے بعض بڑے عالم طاعون سے فوت ہوئے۔ جن کے مرنے سے میں نے موت سے پہلے خبر دے دی تھی۔ چاہو تو یہ خبر میرے اس قصیدہ اعجازیہ میں جس کے چند ابیات حاشیہ میں منقول ہیں، دیکھ لو۔ وہ قصیدہ میں نے انہی لوگوں کے لئے بنایا تھا اور اس میں بعض لوگوں کا (یعنی جو طاعون سے مرے) نام بھی لے دیا تھا۔ ان خبروں کی اشاعت پر پورا مہینہ بھی نہ گزرا تھا کہ ان کے بڑے عالم کو جو شہر کے شریر لوگوں کو برانگیختہ کرتا تھا۔ طاعون نے پکڑ لیا۔ ان لوگوں نے مجھے تکلیف دینے، گالیوں وافتراء سے بھرے ہوئے اوراق شائع کئے۔ ان میں سے ایک بڑے جھگڑالو نے مجھ سے اس واقعہ سے پہلے یہ نشان طلب کیا۔ جس کا میں نے وعدہ بھی کر لیا تھا اور یہ امر اس نے پیسہ اخبار میں مشتہر بھی کر دیا تھا۔‘‘

## اس دروغ گوئی کی تکذیب

ناظرین! جو کچھ مرزا نے اس مقام میں کہا ہے، محض دروغ بے فروغ ہے۔ جو سفید جھوٹ کہلاتا ہے، ہندوستان یا پنجاب میں طاعون آنے سے پیشتر اس نے کبھی یہ آرزو نہیں کی کہ جو لوگ مجھے مسیح نہیں مانتے۔ ان پر طاعون کی وبا آپڑی اور نہ یہ بات اس نے کسی کو کہی اور نہ اس کے مقابلہ میں کسی نے اس کو یہ بات کہی کہ طاعون تیرے شامت اعمال سے آیا ہے تو اس سے مرے گا اور ہمارا کوئی عالم طاعون میں مبتلا نہ ہوگا اور نہ اس نے کسی عالم

کے طاعون سے مرنے کے اس کی موت کی پہلے خبر دی۔ جس قصیدہ کا وہ حوالہ دیتا ہے، وہ اس وقت ہمارے سامنے ہے۔

ہم نے اول سے آخر تک خصوصاً اس کے صفحات (۵۸و۶۳) کو جن کا اس نے حوالہ دیا ہے، دیکھا۔ اس میں کسی کا نام نہ پایا۔ (خزائن ج۱۹، ص۲۷۶، ۲۸۱) اس نے اپنی سنت قدیم کذب سے (جو پیغمبری دروغ کی لوازم سے ہے) کام لیا اور سیر ہوکر جھوٹ بولا ہے۔ اس پر اس کو غیرت یا غصہ آوے تو وہ بقید وقت وتاریخ ان اشخاص کا نام بتا کر کہے کہ ہندوستان وپنجاب میں کب اس نے اس کے آنے کی آرزو کی اور کسی شخص نے اس کو وہ بات کہی جو اس نے نقل کی وار کب اور کس پرچہ پیسہ[۱۸] اخبار لاہور میں وہ شائع ہوئی۔

ان سوالات کے جواب میں وہ کچھ نہ بولا تو گویا اس نے اپنے کذب کو مان لیا۔ ہم ان باتوں کے دروغ محض ہونے پر ایسی دلیل پیش کرتے ہیں، جس سے اس کے مریدوں کو بھی (اگر وہ انصاف کریں اور سمجھ سے کام لیں) یقین ہوگا کہ ان سب باتوں کے بیان میں وہ محض جھوٹ بولتا ہے۔ وہ دلیل یہ ہے کہ بمبئی میں طاعون آنے سے پہلے تو اس نے طاعون کے متعلق لب بھی نہیں ہلایا اور جن لوگوں پر وہاں طاعون آیا، ان کو مرزا کے وجود کا (چہ جائے دعویٰ مسیحیت) علم نہ کا تھا۔

ان میں سے ایک شخص کا بھی اس کی مسیحیت سے انکار سنا نہیں گیا اور پنجاب میں طاعون آنے سے پہلے اس نے کسی ایک شخص کو بھی نہیں کہا تھا کہ تم مجھے مسیح نہ مانوگے، تو تم پر طاعون آئے گا۔ بلکہ طاعون آجانے کے پہلے اور اس کے بعد ۱۹۰۱ء تک طاعون آنے کا سبب بتایا تو عام گناہوں کا ذکر کیا اور انہیں گناہوں کو سبب طاعون قرار دیا۔ اشتہار ۶/فروری ۱۸۹۸ء سے اشتہار مارچ ۱۹۰۱ء تک کسی تحریر میں اس نے اپنی مسیحیت سے انکار کو سبب طاعون نہیں بتایا۔

مارچ ۱۹۰۱ء میں جو دو ورقہ اشتہار اس نے شائع کیا ہے تو اس میں دبی زبان سے اپنے امام وقت ہونے سے انکار کو منجملہ چار اسباب طاعون، ایک سبب بتایا ہے اور ۱۹۰۲ء میں رسالہ دافع البلاء میں کھول کر اپنی مسیحیت کے انکار کو سبب طاعون قرار دیا ہے۔ جس سے صاف اور یقیناً ثابت ہوتا ہے کہ طاعون آنے سے پہلے نہ اس کے دل میں اس مسودہ ومنصوبہ کا خیال آیا اور نہ اس نے لوگوں کو اس کا ڈر سنایا اور نہ اس کے مقابلہ میں کسی نے اس کو

طاعون سے ڈرایا۔ اگر طاعون آنے سے پیشتر اس کے دل میں تمنا وباء کا خیال بھی پیدا ہوتا اور اس پر اس کو وعدہ طاعون دیا جاتا، تو وہ ضرور پہلے اشتہاروں میں اور پہلے چار سالوں میں اس تمنا اور اس وعدہ کا ذکر کرتا اور اپنی مسیحیت سے انکار کو سبب طاعون بنا کر اپنی کرامت کا نقارہ بجاتا۔ چار سال تک اس نے اپنا نام تک نہیں لیا، تو اب (چھٹے سال ۱۹۰۲ء میں) اس کا یہ مسودہ بنا کر پیش کرنا، سفید جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟

مسلمانو! داد انصاف دو، مرائی دوستو! کچھ تو شرم اور فہم سے کام لو کیا اس دلیرانہ اکاذیب پر بھی تم اس کا دامن نہ چھوڑو گے۔

دوسری دروغ گوئی مرزا کا (ص۳۳، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷ اور ۵۵) رسالہ مذکور میں یہ دعویٰ کرنا ہے۔ ''واوحی الیّ مرۃ اخری وقیل ان الامان للذی سکن دارک ولازم التقوی...... وبعد ذلک الوحی...... صدر من الحکومۃ حکم التطعیم لھذا الاقلم فما کان لی ان اعرض عن حکم الرحمن...... فاشعث فی کتابی السفیۃ...... حتی اتی الوقت الموعود وبدء القدر المعھود وھو ان الطاعون لما تمکن من حصارہ اوجست الحکومۃ فی نفسھا خیفۃ وطلب للتطعیم زمرۃ حاذقۃ فقلب فی نفسی انھا فعلت ما فعلت بمصلحۃ ولکنھا حرب بمشیۃ مقدرۃ...... وما ابطاعا الوقت حتی شاعت الاخبار فی مضرّۃ التطعیم...... فلم نلتفت الی اقوال العامۃ اذ...... جرائد من الحکومۃ فیھا نباء عظیم وخبر الیم...... وھذا ھو الخبر الذی اشعتہ قبل ھذالنعی الالیم وقلت ان العافیۃ معنا لا مع اھل التعطیم...... فیا اسفا علی قوم عرضوا فیہ للتطعیم ولوا تونی مومنین لحفظوا من ھذہ البلا العظیم وما ادراک ما ھذہ الافۃ...... فاعلم ان فی ارضنا ھذہ قریۃ یقال لھا ملکووال فاتفق ان عملۃ التطعیم...... دعوھم الی ھذا العمل بالرفق والاحتیال فقیّض القدر...... انھم حضروا تلک العمۃ وکانوا تسعۃ عشر نفراً...... فلما دخل سم التطعیم عروقھم صھرا اکبادھم...... وبعد ذالک، ثنی اللہ عنان الحکومۃ عن الاصرار علی ھذہ الاعمال...... ومنع التطعیم بالرسائل البرقیۃ...... ولا شک ان ھذہ الدولتہ...... ما اختار

التطعیم الا بعد ما رأت فیه منفعة والحق ان الامر کان کذالک الی ان خالفناه من وحی السماء فاراداللّٰه ان یصدق قولنا فعند ذالک ابطل نفع التطعیم واحدث مضرة فیه...... واللّٰه ان لم یهلک اهل تلک القریة لهلکت والحقت بالکاذبین...... فارادا اللّٰه ان یغلبنی کما غلبنی من قبل فی مواطن...... ثم انا لا نتکلم بشئ فی شان التطعیم. بل نعترف بفوایده وبما فیه من النفع العظیم...... وکان هذا العمل جاریاً من سنوات وما سمعنا مضرته من ثقات...... وکان الامر هکذا الیٰ ان الفت کتابی سفینة نوح وخالفت التطعیم...... وقلت ان العافیة معناً لا مع امل التطعیم فان لم یصدق کلامی هذا فلست من اللّٰه العظیم فارتفع الاصوات بالطعن والملامة فقالوا تخالف هذا وهومناط السلامته...... هنالک رق قلبی وفاضت دموع عینی...... وشکوت الی الحضرة لیبرٔنی مما قیل...... ولیبطل عمل التطعیم ویظهر فیه شیئامن الافة...... فلم ازل ادعوا وابتهل حتی بانت امارة الاستجابة...... واقتحم التطعیم فناء الانام اقتحام انصر غام ورای الناس مضرة بالعینین...... وکان التطعیم فی اوّل الامر شیئاً یثنی علیه والشفا به یرجی ثم لما خالفته بوحی من الرحمن ظهر ما ظهر من عیبه“ (مواہب الرحمٰن ص۳۳ تا ۵۵، خزائن ج۱۹ ص۲۵۱، ۲۷۳)

کہ ایک دفعہ مجھ پر وحی ہوئی کہ طاعون سے امن وامان اس شخص کے لئے ہے، جو میرے گھر میں آرہے اور پرہیز گاری کو لازم کرلے۔ اس وحی الٰہی کے بعد گورنمنٹ کی طرف سے ٹیکہ لگانے کا حکم اس ملک کے لئے صادر ہوا تو مجھے مناسب نہ تھا کہ میں خدا کی وحی وحکم مذکور سے منہ پھیر کر ٹیکہ کی طرف رجوع کرتا۔ لہٰذا میں نے کشتی نوح میں شائع کردیا جو میں نے کہا تھا کہ ہمارے لئے ٹیکہ کرانا مناسب نہیں ہے۔ یہاں تک کہ وقت مقرر طاعون کا آگیا اور جو مقدر تھا وہ ظاہر ہوگیا کہ طاعون نے اپنا قلعہ مضبوط کرلیا تو گورنمنٹ کے دل میں زیادہ خوف طاعون ہوا اور اس نے بڑے ماہر ڈاکٹروں کو ولایت سے ٹیکہ کے لئے بلوایا۔

گورنمنٹ نے جو کیا مصلحت سے کیا لیکن وہ تقدیر الٰہی سے لڑنا تھا لہٰذا کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ ٹیکہ کی مضرت کی خبریں شائع ہونے لگیں۔ ہم نے ان خبروں کی طرف التفات نہ

کی حتی کہ نگاہ سرکاری اخباروں میں اس کی مضرت کی خبر شائع ہوئی۔ جس کے میں نے وقوع سے پہلے خبر دی تھی کہ امن وعافیت ہمارے ساتھ ہے، ٹیکہ لگوانے والوں کے ساتھ نہیں ہے۔ مجھے ان لوگوں کے حال پر جن کو ٹیکہ نے ضرر پہنچایا بڑا افسوس ہوا اگر وہ میرے پاس مسلمان ہوکر آجاتے، تو اس آفت میں مبتلا نہ ہوتے اور تم جانتے ہو کہ وہ آفت کیا تھی، وہ یہ تھی کہ موضع ملکووال میں وہ ڈاکٹر پہنچے اور انہوں نے نرمی اور حیلہ سازی سے اس گاؤں کے لوگوں کو ٹیکہ کی طرف بلایا اور لگایا تو وہ سب کے سب اس کے زہر سے مرگئے، وہ انیس اشخاص تھے۔ جن کے نام حاشیہ (رسالہ مرزا) میں درج ہیں۔

اس کے بعد گورنمنٹ نے اس عمل ٹیکہ پر اصرار کرنا چھوڑ دیا اور تار برقیوں کے ذریعہ اس سے منع کردیا۔ اس میں شک نہیں کہ گورنمنٹ نے یہ عمل ٹیکہ کا اس کا فائدہ دیکھ کر اختیار کیا تھا اور واقعہ میں وہ مفید تھا، مگر اس وقت تک کہ میں نے اس کا خلاف نہ کیا تھا اور جب میں نے خدا کے حکم ووحی سے اس کا خلاف کیا، تو خداتعالیٰ نے اس کے فائدہ کو باطل کر کے اس میں نقصان پیدا کردیا۔ اگر ملکووال والے لوگ ہلاک نہ ہوتے۔ تو میں ہلاک ہوچکا تھا اور میں جھوٹوں میں ملایا جاتا۔ مگر خدا نے چاہا کہ وہ مجھے غالب کرے۔ اس لئے اس نے اس عمل کا فائدہ باطل کردیا۔

ہم اس عمل کو برا نہیں کہتے بلکہ اس کے فائدہ مند ہونے کے معترف وقائل ہیں۔ کیونکہ یہ عمل کئی سال سے جاری تھا اور اس کا کوئی نقصان وضرور نہ تھا۔ یہاں تک کہ میں نے کتاب کشتی نوح بنائی اور اس میں ٹیکہ کی مخالفت کی اور یہ بات کہی کہ عافیت ہمارے ساتھ ہے، جو ٹیکہ نہیں لگواتے نہ ان لوگوں کے ساتھ جو ٹیکہ لگواتے ہیں۔ سو اگر میں اس کہنے میں خدا کی طرف سے سچا نہ کیا جاتا، تو میں خدا کی طرف سے نہ ہوتا۔ جب میں نے وہ بات کہی تھی، تو لوگوں نے مجھے ملامت کرنی شروع کردی تھی۔ پھر میں رویا اور جناب باری میں ملتجی ہوا کہ وہ ٹیکہ کے عمل وتاثیر کو باطل کردے اور مجھے لوگوں کے طعن وملامت سے نجات دے۔ تو میری دعا قبول ہوئی اور ٹیکہ ایسا ضرر رساں ہوکر لوگوں کے صحن آ گھسا جیسا (چیرنے پھاڑنے والا) شیر گھس آتا ہے۔ اور لوگوں نے اپنی دو آنکھوں سے اس کا نقصان دیکھ لیا۔ پہلے تو یہ ٹیکہ ایسا تھا کہ لوگ اس کی تعریف کرتے اور اس میں شفا کی امید رکھتے۔ پھر جب میں نے خدا کی وحی وحکم سے اس کی مخالفت کی، تو اس کا عیب ظاہر ہوگیا۔

## مرزا قادیانی کا جھوٹ

ناظرین! اہل اسلام کی پبلک اور گورنمنٹ والا مقام! اس دعویٰ اور بیان میں جو کچھ مرزا نے کہا ہے، سفید جھوٹ ہے۔ ایک فقرہ ایک جملہ اس میں صحیح اور واقعہ کے مطابق نہیں ہے۔

۱...... نہ اس نے واقعہ ملکوال سے پہلے ٹیکہ لگانے سے پبلک کو روکا ہے۔

۲...... اور نہ ٹیکہ کی نسبت یہ کہہ کر کہ ''ٹیکہ لگانے والوں کے ساتھ امن و عافیت نہیں۔'' اس کا غیر مفید ہونا بیان کیا۔

۳...... اور نہ کسی نے اس کو یہ طعنہ دیا کہ تم ٹیکہ کو غیر مفید کیوں کہتے ہو اور نہ اس کے کہنے سے خدا تعالیٰ نے عمل ٹیکہ کو ہر محل میں بے کار و معطل کر دیا ہے۔ یہ چاروں فقرے اس نے واقعہ ملکوال کے بعد بنائے ہیں اور پبلک و گورنمنٹ کو دھوکہ دہی کی نیت سے اس رسالہ میں درج کئے ہیں۔ مضمون فقرہ اول و دوم کی نسبت اس نے جس کتاب کشتی نوح کا حوالہ دیا ہے، اس کتاب کو گورنمنٹ اور پبلک لفظ بہ لفظ پڑھے اور سنے اس میں کوئی لفظ اس مضمون کا نہ ملے گا۔ بلکہ اس کے برخلاف اس میں اور رسالہ دافع البلاء میں صاف لکھا ہوا موجود ہے کہ میں ٹیکہ لگوانے سے عام لوگوں کو منع نہیں کرتا۔ صرف اپنے آپ کو اور اپنی جماعت کے خاص کر ان لوگوں کو جو میری تعلیم کے پورے پابند ہیں اور ان کو گورنمنٹ کی طرف سے قطعی حکم ٹیکہ لگوانے کا نہیں ہوا، منع کرتا ہوں۔ چنانچہ پہلے اس مضمون کی عبارات نقل ہو چکی ہیں۔

کشتی نوح تک دور جانے کی تکلیف نہ کریں، اسی رسالہ مواہب الرحمٰن کے (ص۱۴) وغیرہ میں یہ عبارت عربی اور اس کا ترجمہ فارسی ملاحظہ کریں وہ کیسے شاہد ناطق ہیں کہ اس نے ٹیکہ لگوانے سے عام ممانعت اور مخالفت نہ کی تھی۔ وہ عبارت یہ ہے ''وانی ما امنع الناس من التطعیم ولا ینفع ترکہ الا ایای ومن تبعنی بقلب سلیم۔ ''ومن مردم را از خال زدن منع نمے کنم و ترک کردن آن کے را نفع بخشد مگر مرا و آنانرا کہ بدل صافی و بطور واقعی اعمال صالحہ بجائے آرند۔'' (خزائن ج۱۸، ص۲۳۲،۲۳۳)

اہل اسلام پبلک کو عبارت کشتی نوح مذکورہ (ص۶۵ خزائن ج۱۹، ص۷۰) اور

اس عبارت مرزا کا کذب ودھوکہ دہی ثابت ہو تو وہ اس کو دروغ گو سمجھ کر اس کے دام تزویر سے بچے اور گورنمنٹ سے ہم اس سے زیادہ کی درخواست کرتے اور امید رکھتے ہیں وہ مرزا کو کسی جوڈیشل یا پولیٹکل آفیسر کی عدالت میں طلب کر کے اس سے دو حرفی سوال کرے کہ ہماری تجویز ٹیکہ لگانے کا کبھی تم نے خلاف کیا اور اس تجویز کو غیر مفید کہا اور تمام لوگوں کو اس پر عمل کرنے سے کتاب کشتی نوح میں یا کسی اور تحریر میں روکا ہے یا نہیں، روکا ہے، تو کس کتاب یا تحریر میں روکا ہے۔

پھر اگر وہ روکنے کا اقبال کر کے ایسی تحریر کی نشان دہی کرے، تو اس امر کا جواب طلب کرے کہ تم نے سرکاری تجویز کے عمل سے جس پر سرکار ہزار ہا روپیہ خرچ کر چکی ہے، کیوں روکا؟ پھر جو مناسب سمجھے اس کو سزا دے اور اگر وہ روکنے سے اور ایسی تحریر شائع کرنے سے انکار کرے تو پھر اگر زیادہ سزا نہیں تو گورنمنٹ اس کو اس جھوٹ بولنے پر جو فقرہ اول ودوم میں وہ بولا ہے لعنت اور ملامت تو کرے اور اس کی لعنت ملامت کا ووٹ تو پاس ہوجائے۔ جس سے پبلک پر ظاہر ہوجائے کہ یہ جھوٹا ہے اور عام لوگ اسی دھوکہ دہی سے نجات پاویں۔

رعیت گورنمنٹ کی بھیڑوں کی مانند ہے اور گورنمنٹ پاسبان کے مانند۔ پس جب گورنمنٹ کو ثابت ہو کہ یہ بھیڑیا فریب دے کر اور جھوٹ بول کر گورنمنٹ کی بھیڑوں کو کھا رہا ہے اور ان کے مال جو جان سے عزیز ہوتے ہیں۔ مار رہا ہے تو پھر کیا گورنمنٹ کا پاسبانہ وخسروانہ فرض نہیں ہے کہ وہ اس بھیڑیئے سے اپنی بھیڑوں کو بچاوے۔ گورنمنٹ جھوٹے کیمیا گروں کو، جھوٹے طبیبوں کو، کھوٹی چیزیں فروخت کرنے والوں کو (اگر گورنمنٹ پر ان لوگوں کا جھوٹ وفریب ثابت ہوجائے) نہیں چھوڑتی۔ تو اس شخص کو جو پبلک اور گورنمنٹ پر ایسے دلیرانہ جھوٹ بولتا ہے اور اس کے ذریعہ سے لوگوں کے ہزار ہا روپیہ کا مال مار رہا ہے۔ چھوڑ دینے میں کیوں گناہگار اور خداتعالیٰ کی بازپرس کا محل نہ ہوگی؟

تیسرا فقرہ پہلے اور دوسرے فقرہ کی فرع ہے اور جب واقعہ ملکوال سے پہلے اس کا ٹیکہ لگوانے سے عام لوگوں کو ہٹانا اور اس کو غیر مفید بنانا، سچ نہ ہوا تو لوگوں کو اس منع کرنے پر اس کو طعن وملامت کرنا کیونکر درست ہوسکتا ہے۔

اب رہا فقرہ چہارم کہ خدا تعالیٰ نے اس کے کہنے سے ٹیکہ لگانے کا اثر باطل اور اس کو بے کار کر دیا ہے۔ سو اس کا سچ یا جھوٹ ہونے کا ثبوت پبلک پر ظاہر کرنا گورنمنٹ کے قدرت واختیار میں ہے۔ اگر گورنمنٹ کو اپنے پلیگ افسروں اور معمولی لوکل رپورٹوں سے معلوم ہوگیا ہے کہ واقعہ میں اب ٹیکہ لگانا بے اثر وفضول ہوگیا ہے اور اس کا سبب بھی گورنمنٹ کے علم ویقین میں بھی ہے کہ مرزا کی دعا کا یہ اثر ہے اور یہ شخص خدا کی جناب میں مجیب الدعوات ہے۔ تو اس صورت میں گورنمنٹ کو مناسب ہے کہ پلیگ افسروں کو اس ڈیوٹی پلیگ سے معطل کر کے کسی اور ڈیوٹی پر لگاوے اور ٹیکہ کی نسبت عام سرکلر جاری کر دے کہ یہ ٹیکہ لگانا قطعاً موقوف ہو، نہ اس کو کمپلسری (لازمی) طور پر جاری رکھا جائے نہ اوپشنل (اختیاری) طور پر۔

اس صورت میں ہم گورنمنٹ کی خدمت میں مرزا کے حق میں بڑے زور سے سفارش کرتے ہیں کہ گورنمنٹ اس دعا وکرامت مرزا کے شکریہ وصلہ میں اس کا کچھ وظیفہ مقرر کر دے۔ جیسے امرتسر کے دربار گورو گوبند سنگھ کے پوجاریوں کا کچھ کچھ مقرر ہے اور نہیں تو روزانہ کڑاہ پرشاد (حلوں) تو قادیان میں بھیجا جاوے۔ اس صورت میں گورنمنٹ مرزا کو ایک بڑے گرو یا بشپؑ کے قائم مقام سمجھ کر ہمیشہ ملکی مشکلات کے مواقعہ پر اس سے دعا کرایا کرے اور گورنمنٹ کی تحقیق کی رو سے بات مرزا کی جھوٹی نکلے اور مع ہذا گورنمنٹ کو ٹیکہ کے کام رکھنا منظور تو اس شخص کو اس جرم کے کہ جس مفید کام کو گورنمنٹ ہزار ہا روپیہ خرچ کر کے جاری رکھنا چاہتی ہے۔ اس کو یہ شخص جھوٹ بول کر بے اثر وباطل ٹھہراتا ہے اور اس کام سے عام لوگوں کو پہلے تو نہیں۔ مگر اب تو برملا ہٹاتا ہے سزا دے اور اگر سزا دہی گورنمنٹ کی قدرت سے باہر ہے یا کسی پالیسی کے خلاف ہے تو اس روک ٹوک ہی سے اس کو منع کر دے۔

یہ حکمت وحکومت کی شان ومناسب حال نہیں ہے کہ خود تو گورنمنٹ ایک کام کو کرنا چاہے اور جو شخص اس کام سے لوگوں کو روکتا ہے، اس کو روکنے سے منع نہ کیا جائے۔ گورنمنٹ کو مرزا کا کچھ خوف یا لحاظ ہے، تو اس کے خلیفہ دوم یا سیکرٹری ملا احسن امروہی ہی کو بلا کر کچھ فہمائش کر دے کہ تمہارے پیرومرشد حضرت اقدس نے تو جو کہا، سو کہا تھا۔ ہم اس کو اس وجہ سے جو کانفیڈنشل (مخفی) ہے روک نہیں سکتے۔ تم نے کیوں اپنے رسالہ صیانۃ الناس کے (ص ۷، سطر ۶) میں مرزا کو گورنمنٹ کے مقابل بنایا اور مرزا کے مقابلہ میں گورنمنٹ کو ٹیکہ

لگانے میں ناکامیاب ٹھہرایا۔ ملا احسن امروہی کو بھی گورنمنٹ نے کچھ نہ پوچھا، تو پھر مرزا اور اس کے حواریوں کے پو بارہ ہیں اور پانچوں گھی میں، وہ جو چاہیں سو کریں۔

طاعون کے متعلق مرزا کی دو دروغ گوئیاں بیان کر چکے ہیں، تو اب ہم اس رسالہ مواہب الرحمٰن کی اور دروغ گوئیان دھوکہ دہیاں، بدزبانیاں، لاف زنیاں (گوان کو طاعون سے تعلق نہیں) مگر ہماری اصل مشن ''اظہار اکاذیب مرزا'' سے پورا تعلق ہے، بیان کرتے ہیں۔

اوّل: اس رسالہ کے (ص۵۸) میں خاکسار کی نسبت کہا ہے: ''اس نے میری نسبت یہ تکبرانہ دعویٰ کیا تھا کہ میں نے ہی اس کو اونچا کیا تھا اور میں ہی گراؤں گا۔ سو یہ دیکھو یہ دعویٰ جھوٹا ہوا، خدا نے میرے گھر کو میرے مریدوں اور صحبتوں سے پر کر دیا۔''

(خزائن ج۱۹ص۲۷۷)

اس لاف زنی کا کذب ہونا محتاج بیان نہیں ہے۔ جن لوگوں کی نظروں میں مرزا کو اشاعۃ السنۃ کے ریویو نے اونچا کیا تھا۔ پھر ان کی نگاہوں سے مرزا کو اسی اشاعۃ السنۃ نے ایسا گرادیا ہے کہ وہ لوگ اس کو ولی اللہ سمجھنے کے بعد کافر سمجھنے لگ گئے اور سینکڑوں روپیہ کی مدد کی جگہ انہوں نے اس کے تکفیر میں رسالے چھاپے اور چھپوائے۔ اس اجمال سے شرم دامن گیر نہ ہو، تو پھر کیا مرزا کی طرف سے اجازت ہے کہ ان کے نام کی فہرست اسم وار چھاپی جائے۔ اب رہی نئے دام افتادگان کی بھیڑ بھاڑ، و لائق اعتبار نہیں۔ مرزا ان کی اسم دار فہرست چھاپے، تو اس سے ان کی قلعی خود بخود کھل جائے گی کہ وہ کسی قماش کے کس علمی رتبہ کے کس سمجھ کے اشخاص ہیں۔ فہرست بقید ولدیت وسکونت و پیشہ و پوزیشن ہو، جس سے ہر ایک شخص پہچانا جاسکے۔

دوم: اس رسالہ میں کہا ہے کہ جو شخص پرکھی ہوئی حدیثوں سے (جو قرآن کے مخالف نہ ہوں) انکار کرے وہ شیطان کا بھائی ہے۔ (مواہب الرحمٰن ص۶۹، خزائن ج۱۹، ص۲۸۸) اس قول میں مرزا نے اپنا شیطان کا بھائی ہونا تو ظاہر کیا۔ مگر اس دھوکہ کی آڑ میں اپنا بچاؤ بھی کرلیا کہ جن احادیث سے میں انکار کرتا ہوں، وہ قرآن کے مخالف ہیں۔

اس دھوکہ کا ازالہ یہ ہے کہ احادیث صحیحہ جو پرکھی گئی ہوں (جیسے صحیح بخاری وصحیح مسلم کی احادیث جن کی صحت کا اعتراف مرزا کی تصانیف میں موجود ہے) نہ کبھی آپس میں

مخالف ہوتی ہیں، نہ مخالف قرآن۔ امام دارقطنی نے کہا ہے، کوئی دو حدیثیں صحیح آپس میں مخالف نہیں ہوتیں، جس کے پاس ایسی دو حدیثیں ہوں، وہ میرے پاس لائے۔ میں ان کو باہم متوافق کردوں۔ لہٰذا کسی حدیث کو صحیح کہنا اور پرکھی ہوئی مان لینا، پھر اس بہانہ سے کہ وہ مخالف قرآن ہے، ترک کرنا بھی شیطان ہی کا کام ہے۔

حدیث صحیح کبھی مخالف قرآن نہیں ہوتی۔ پرکھی ہوئی اور مسلم الصحت احادیث بخاری، مسلم سے کوئی حدیث کسی کو مخالف قرآن معلوم ہو تو وہ اس خاکسار کے سامنے پیش کرے۔ خاکسار اس حدیث کو قرآن کے مطابق وموافق نہ کردے، تو جو چاہے میری حیثیت کے مطابق مجھ سے بطور جرمانہ لے، میں اس امر کا متضمن اقرارنامہ حسب ضابطہ لکھ دینے اور اس کو رجسٹری کرادینے کو بھی حاضر ہوں اور اس میں مرزا کے دوسرے بھائیوں (نیچریوں، چکڑالوئیوں) کو بھی شامل ومخاطب کرتا ہوں، کوئی مرد ہے، تو میدان میں نکلے۔

سوم: اس رسالہ کے (ص۶۹) میں اس کا یہ کہنا ہے کہ حکم کی وحی احادیث ظنیہ سے مقدم ہے (خزائن ج۱۹، ص۲۸۸) اور (ص۹۰) میں یہ دعویٰ کرنا کہ مسلمان قدیم سے قائل چلے آئے ہیں کہ حکم کا قول احادیث ظنیہ سے مقدم ہے۔ (خزائن ج۱۹، ص۳۰۹)

یہ محض کذب اور سفید جھوٹ ہے، مسلمانان اہل علم سے ایک شخص بھی نہ پہلے قائل ہوا ہے اور نہ اب قائل ہے کہ حکم کا قول احادیث صحیحہ نبویہ سے مقدم ہے۔

حضرت عیسیٰ بن مریم مسیح موعود کو جو حدیث میں حکم کہا گیا ہے، تو اس کے معنی اہل اسلام میں مقرر ومتعین ہیں کہ وہ لوگوں کے باہمی معاملات ومقدمات میں حکم ہوں گے اور قرآن وحدیث کے مطابق ان میں حکم کریں گے۔ چنانچہ احادیث صحیح مسلم میں (جو قول چہارم مرزا کے رد کی تائید میں منقول ہوں گے) اس معنی پر صاف صریح دلیل ہیں۔

یہ معنی کسی مسلمان کے خیال واعتقاد میں نہیں آئے کہ مسیح موعود احادیث صحیحہ کو اپنی وحی سے رد کریں گے اور اپنی وحی کو احادیث سے مقدم سمجھیں گے۔ یہ معنی مرزا نے اپنے اجتہاد سراسر الحاد سے ازخود گھڑی ہیں اور پہلے مسلمانوں کے ذمہ لگادیئے ہیں۔ وہ اس معنی کو کسی ایک پہلے مسلمان سے نقل کرے، تو جو انعام چاہے لے۔ ورنہ اپنے آپ کو ''لعنۃ اللہ علی الکاذبین'' کا مصداق سمجھے۔ مسلمانوں میں قدیم سے اس وقت تک کوئی علماء اس معنی اجتہادی والحادی مرزا کا قائل نہیں اور جو اس کا قائل ہو یا مسیح موعود بن کر اپنے قول سے

حدیث نبوی کو رد کرے۔ اس کو مسلمان کافر سمجھتے ہیں اور اس کے قول میں جو توہین نبی ﷺ اور توہین احادیث نبویہ پائی جاتی ہے، جس سے تمام مسلمانوں کی دل آزاری متصور ہے، اس کی نظر سے تلوار کے ساتھ اس کی آؤ بھگت کرنے کو تیار ہیں، اگر مسلمانوں کی حکومت وشوکت ہو۔

چہارم: اس کا (ص۷۵) میں یہ کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسیح موعود اس امت سے ہوگا۔ (خزائن ج۱۹، ص۲۹۴) یہ بھی محض دروغ اور سفید جھوٹ ہے، کسی حدیث میں آنحضرت کا یہ قول نہیں آیا، بلکہ مسلم کی حدیث میں اس کے برخلاف صاف یہ آ گیا ہے کہ مسیح بن مریم اس وقت آئیں گے، جس وقت تمہارا امام یعنی اس امت کا امیر موجود ہوگا:

**''عن جابر ؓ سمعت النبی ﷺ فینزل عیسی علیہ السلام فیقول امیرھم تعال صل لنا فیقول ان بعضکم علی بعض امراء تکرمۃ اللہ ھذہ الامۃ. وعن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم فامکم منکم قال ابن ابی ذئب اتدری ما امکم منکم قلت تخبرنی قال فامکم بکتاب اللہ وسنۃ نبیکم''** (مسلم ج۱ ص۸۷)

وہ امیر حضرت مسیح ابن مریم کو نماز پڑھانے کے لئے کہے گا، حضرت مسیح اس امت کے اکرام کے لئے کہیں گے کہ نہیں نماز تم ہی میں سے کوئی شخص پڑھاوے اور تم ایک دوسرے کے امیر رہو اور وہ مسلمانوں میں احکام کتاب اللہ اور سنت نبوی کا اجراء کرے گا۔

یہ احادیث صاف کہہ رہی ہیں کہ آنے والا مسیح اس امت سے نہ ہوگا۔ اس لئے امامت وامارت اس امت کے امیر کے لئے مسلم رکھے گا اور خود بھی کتاب اللہ وحدیث رسول اللہ کے احکام کا اجراء کرے گا اور اس صورت سے اس امیر کی تائید کرے گا۔ یعنی وہ اس امیر کا وزیر ہوگا۔

پنجم: اس کا رسالہ کے (۱۰۹) میں مولوی فاضل ثناء اللہ صاحب امرتسری کو دجال کہتا ہے (خزائن ج۱۹، ص۳۲۹) اور (ص۱۳۱) میں بجواب ان کی نکتہ چینی قصیدہ عربی اعجاز احمدی کے یہ کہتا ہے کہ تو بڑا جاہل ہے اور تو نجاست کھاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

(خزائن ج۱۹، ص۳۵۲)

یہ اس کی ایسی بدزبانی ہے، جو اس کے دعویٰ الہام ''یا احمد فاضت الرحمة من شفتیک'' میں جھوٹا کرتی ہے اور اس کے دعویٰ نبوت وامامت کو جھٹلاتی ہے۔ ہم اس کے جواب میں کچھ کہنا نہیں چاہتے۔ صرف مولوی ثناء اللہ صاحب کو اس امر کی توجہ دلاتے ہیں کہ وہ اس بدگوئی کی چارہ جوئی بذریعہ عدالت یا جس طرح چاہیں کریں۔ کیونکہ اس بدزبانی سے مرزا نے ایک تو اپنے اس حلفی عہد کا خلاف کیا ہے جو مسٹر ڈوئی صاحب بہادر کی عدالت میں وہ اقرارنامہ ۲۴؍فروری ۱۸۹۹ء کی دفعہ۴۔ میں کر چکا تھا۔

جس کے الفاظ یہ ہیں (۴) ''میں اس امر سے باز رہوں گا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرو مباحثہ کرنے میں کوئی دشنام آمیز فقرہ یا دل آزار لفظ استعمال کروں یا کوئی ایسی تحریر یا تصویر شائع کروں، جس سے ان کو درد پہنچے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ ان کی ذات کی نسبت یا ان کے کسی دوست اور پیرو کی نسبت کوئی لفظ مثل دجال، کافر، کاذب نہیں کہوں گا۔''

وازانجا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب میرے دوست ہیں اور اس وجہ سے کہ بواسطہ میرے ایک شاگرد عالم مشہور حافظ مولوی عبدالمنان صاحب وزیرآبادی مجھ سے نسبت تلمّذ رکھتے ہیں۔ وہ میرے پیرو بھی سمجھے جاتے ہیں۔ لہٰذا وہ یہ حق رکھتے ہیں کہ اس اقرار وعہد کی خلاف ورزی کی وجہ سے اس کو عدالت کی سیر کرائیں اور نہیں تو ایک دفعہ مسٹر ڈوئی صاحب بہادر کی خدمت میں جو اس وقت کمشنر بندوبست پنجاب ہیں، پہنچیں۔ پھر جو صلاح وہ دیں وہ عمل میں لاویں اور دوسرا گورنمنٹ کے عطا کردہ خطاب مولوی فاضل کی، جو پنجاب یونیورسٹی کے ذریعہ مولوی صاحب کو عطا ہوا ہے، سخت توہین کی ہے۔ جس شخص کو گورنمنٹ مولوی فاضل کا خطاب دے وہ بجائے مولوی فاضل، جاہل کہلاوے تو ان خطابات کی کیا وقعت رہی۔

میرے دوست مولوی صاحب نے کچھ نہ کیا تو ہم کو اشتہار دینا پڑے گا کہ مولوی صاحب اب ہمارے دوستوں اور پیروان سے نہیں رہے۔ جو کچھ کوئی ان کو کہے وہ ہماری جماعت کی طرف منسوب نہ سمجھا جاوے۔

ششم: اس رسالہ کے (ص۱۲۷) میں اس کا حضرت شیخ الاسلام ہادی انام شیخنا وشیخ الکل حضرت مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب شمس العلماء دہلوی کی نسبت ان کی وفات کے بعد یہ عبارت عربی وفارسی مشتہر کرنا ہے۔'' وکذلک صار نذیر حسین

الدھلوی دریة وحی اللہ یخرج الصدور ''وہم چنیں نذیر حسین دہلوی نشانہ ایں وحی شدکہ ''یخرج الصدور الی القبور، فانہ اول من کفرنی وفر من النور وکانت سنة وفاته مات ضال هائما الی القبور ''اواول شخص است کہ مرا کافر قرار دادہ واز نور بگریخت وتاریخ وفات او بحساب جمل مات ضال ہائما است'' بحساب الجمل ومات ناقصاً ولم یصب حظاً من الکمل ''۔ درحالت ناقصہ بمرد واز مرتبہ کاملاں ہیچ حصہ نیافت۔ (خزائن ج۱۹،ص۲۳۷)

اس بدزبانی ودریدہ دہنی کا بھی میں اس کو کوئی جواب دینا نہیں چاہتا، بلکہ سرآمد فرقہ اہل حدیث واکابر مسلمانان اہل سنت کو اس کے جواب کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ جب اس نے ۱۹۰۲ء میں قادیانی اخباروں میں اس توہین کا ارتکاب کیا تھا اور اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء کو یہ خاکسار بغرض شمولیت دربار کارونوشن دہلی پہنچا تھا تو میں حضرت شیخ الکل کے جانشین پوتے مولوی سید عبدالسلام صاحب کو استغاثہ پر مستعد کیا تھا۔ اس کے بعد بعض اہل حدیث لاہور (جو پیروی دین اور اتباع سنہ سید المرسلین میں اپنی نظیر اپنے آپ کو ہی سمجھتے ہیں) کو مستعد استغاثہ کیا۔ مگر معلوم نہیں، ان کی غیرت اسلامی کیوں دب گئی اور کیوں سب کے سب کی رگ حمیت کٹ گئی۔

۱۹۰۳ء میں پھر اس نے وہی بدزبانی کی ہے اور حسب عادت مستمرہ قدیمہ آئندہ بھی ہمیشہ یہ بدزبانی جاری رکھے گا اور قصہ کرسی کی مانند ہر ایک موقعہ لاف زنی پر اس کا ذکر کرتا رہے گا۔ اب بھی اعیان اہل حدیث پنجاب وہندوستان جن میں بڑے بڑے زمین دار، مال گزار، تجار، اہل علم اہل ثروت ہیں۔ یہ توہین سن کر چپ ہو رہیں گے، تو یہ ثابت کردیں گے کہ ان میں درحقیقت اہل حدیث کوئی بھی نہیں اور نہ کسی میں اسلامی غیرت دینی حمیت پائی جاتی ہے۔ اس صورت میں وہ اہل حدیث کہلانے کے مستحق نہ ہوں گے اور وہ اسی نک نیم (بدنام) کے سزاوار سمجھے جائیں گے، جس سے ان کے مخالف ان کو نامزد کرتے ہیں اور اس صورت میں ہم بھی ان کی حمایت ووکالت چھوڑ دیں گے۔

اور اگر وہ حضرات اسلامی غیرت، اہل حدیث ہونے کی حمیت رکھتے ہیں اور اس توہین کی چارہ جوئی کرنی چاہتے ہیں تو ارجاع نالش کے پہلے چندہ معقول جمع کرلیں۔ فریق

ثانی (مرزا) کا یہ حال ہے کہ اول تو برطبق مثل مشہور ''خرسواری مفت فوج طفلان مفت'' اس کا بہت کام مفت ہو جاتا ہے اور اس کے مرید ہی وکیل ومختار ہو جاتے ہیں اور اگر اس چندہ کی ضرورت پڑے تو ایسے مواقعہ پر اس کے ہاں اس قدر چندہ کی بھرمار ہو جاتی ہے کہ گویا مرزا کے لئے ایک تجارتی سبیل نکل آتی ہے۔ دس روپیہ کی ضرورت پیش آوے تو سو روپیہ جمع ہو جاتے ہیں۔

اہل حدیث اس کے مقابل میں کھڑے ہوں تو پہلے معقول چندہ ہزار ہا روپیہ جمع کرلیں۔ یہی امر اب تک مانع نالش رہا، ورنہ اہل حدیث میں ایسے سچے جوش والے موجود ہیں جو کبھی کے نالش کر دیتے۔ اب بھی اعیان قوم متوجہ ہوں، تو کچھ مشکل نہیں ہے۔ مرزا کے اس قول میں بدزبانی کے ساتھ دروغ گوئی ولاف زنی بھی پائی جاتی ہے۔ کیا من گھڑت ڈھکوسلہ ''یخرج الصدور فی القبور'' بھی کوئی وحی الٰہی یا الہامی پیش گوئی ہو سکتی ہے۔ کوئی زمانہ دنیا میں ایسا گزرا ہے، جس میں صدر لوگ اور بڑے بڑے آدمی نہ مرتے ہوں اور حضرت شیخ الکل کا فوت ہونا عمر طبعی سے زیادہ عمر کو (یعنی ایک سو دس یا اس سے بھی زیادہ سال کو) پہنچ کر ہوا ہے۔ لہٰذا ان کی وفات معمولی کو الہامی پیش گوئی بنا لینا کمال درجہ کی بے حیائی اور دروغ گوئی نہیں تو اور کیا ہے؟

ہفتم: اس رسالہ کے (ص۱۳۵، خزائن ج۱۹، ص۳۵۶) میں یہ کہنا ہے کہ طاعون کا کیڑا وہ دابۃ الارض ہے، جس کی قرآن میں خبر آچکی ہے اور یہ میرے مسیح موعود ہونے کی علامت ہے۔

اس میں مرزا نے دروغ گوئی اور بے حیائی دونوں کو جمع کیا ہے۔ یہاں تو دابۃ الارض سے یہ کیڑا مراد بتا رہا ہے اور پہلے وہ ازالہ اوہام (ص۵۰۳، خزائن ج۳، ص۳۷۰) وغیرہ میں کہہ چکا ہے کہ دابۃ الارض سے علماء متکلمین مراد ہیں۔ مرزا کو ایسی بات بنانے کے وقت ذرا شرم نہیں آتی کہ میں اب کیا کہہ رہا ہوں اور پہلے کیا کچھ کہہ چکا ہوں۔ اب ہم اکاذیب شماری مرزا کو ختم کرتے ہیں اور اس پر یہ شعر پڑھتے ہیں:

اندکے باتو بگفتم وبدل ترسیدیم ۔۔۔ کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

(ص۲۲، خزائن ج۱۹، ص۲۴۰) سے اس مقام تک جو اکاذیب ومغالطات مرزا کی بطور ''مشتے از خروار واندکے از بسیار ویکے از ہزار'' تفصیل ہوئی ہے۔ اس سے ہمارا وہ دعویٰ

ثابت ہوا ہے۔ جو ہم نے (مواہب الرحمٰن ص۱۸، خزائن ج۱۹، ص۲۳۶) میں کیا تھا کہ جس قدر مرزا نے پیش گوئی متعلقہ طاعون میں جھوٹ وافتراء سے کام لیا ہے اس قدر پہلے کسی پیش گوئی میں جھوٹ سے کام نہیں لیا اور اس کے ثبوت سے ہمارا وہ دعویٰ ثابت ہوا ہے جو (ص۱۳، خزائن ج۱۹، ص۲۳۱) میں کیا گیا ہے کہ مرزا کا دعویٰ الہام میں جھوٹا ہونا اور جھوٹے الہام بنا بنا کر شائع ومشتہر کرنا ہی ایک ایسا جرم سنگین ہے کہ طاعون اس کی ایک ادنی سزا ہے اور اس کے ثبوت سے ہمارا وہ دعویٰ ثابت ہوا جو (ص۸، خزائن ج۱۹، ص۲۲۶) میں کیا گیا ہے کہ مرزا کا ایسے دعاوی کرنا اور لوگوں کا ایسے دعاوی کو قبول کرنا یا ان پر مداہنت سے سکوت کرنا، پنجاب وہندوستان میں طاعون پھیلنے کا ایک سبب وموجب ہوسکتا ہے۔

اگر طاعون کو عقوبت الٰہی یعنی گناہوں کی سزا ہی قرار دیا جاوے، اس پر شاید مرزا کی طرف سے یہ سوال وارد ہو کہ اگر مرزا کے عقائد کفریہ اور دعویٰ مسیحیت ومہدویت اور جھوٹا دعویٰ الہام اور اس کی تائید میں اس کا سالہا سال سے جھوٹے الہام گھڑتے رہنا اور ہر تحریر وتقریر میں جھوٹ بولنا اور لوگوں کو دھوکہ فریب دینا، طاعون کا سبب اور موجب ہوسکتا ہے۔ تو پھر اب تک مرزا اور ان کے اخص خلفا واقربا طاعون میں کیوں مبتلا وہلاک نہ ہوئے۔ بلکہ برعکس اس کے وہ خوب موٹے تازے دندنا رہے ہیں اور خوب مزے سے پلاؤ قورمہ اڑا رہے ہیں۔

ان کو ہزاروں روپیہ آرہے اور سینکڑوں اشخاص ان کے دام میں پھنس رہے ہیں اور ان کی مشن ترقی پر ہے اور ان کی پارٹی بڑھتی ہی جاتی ہے۔ جن کی تعداد وہ کبھی ہزاروں، کبھی لاکھوں تک بتا رہے ہیں اور اس پر فخر کے نعرے بلند کر رہے ہیں اور مرزا صاف کہتا ہے کہ اگر میں مفتری علی اللہ اور جھوٹا ہوں تو میں کیوں ہلاک نہیں کیا جاتا اور اس پر اس آیت کو سند پیش کرتا ہے، جس میں آنحضرت ﷺ کی نسبت خداتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ’’**ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذناہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین**‘‘ کہ اگر یہ شخص (آنحضرت ﷺ) کوئی بات ازخود بنا کر ہم پر افتراء کرتا تو ہم اس کو داہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے اور ہم اس کے رگ جان کاٹ دیتے۔

اور وہ برملا کہتا ہے کہ یہ کیا بات ہے کہ میں مفتری علی اللہ ہوکر زندہ رہوں اور میرے مخالف میرے سامنے مرتے جائیں۔ مولوی غلام دستگیر قصوری مرا، مولوی محمد حسن بھینی

مرا، مولوی رسل بابا امرتسری طاعون سے مرا، مولوی نذیر حسین دہلوی مرا اور میں زندہ موجود ہوں۔ اس کی یہ لن ترانیاں سن کر بہت لوگ اس کو حق پر جانتے ہیں اور اس کے مخالفوں کو جو فوت ہوئے اور جو ان کے ہم خیال ہیں ناحق پر سمجھتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ موت اور زندگی تو ایسے قدرتی امور ہیں کہ ان سے نہ مومن بچتے ہیں، نہ کافر، نہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور نہ ان کے مخالف و بہت سے نبی ایسے گزرے ہیں، جن کو ان کے مخالفوں (بنی اسرائیل نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا ہے۔ قرآن مجید میں یہودیوں کی نسبت یہ بیان ہوا ہے: ’’**ویقتلون النبیین بغیر حق (ال عمران:۲۱) قتلت بنو اسرائیل ثلاثة واربعین نبیاً اول النهار فی ساعة فقام مائة وسبعون رجلا من عباد بنی اسرائیل فقتلوهم جمیعا من اٰخر النهار. وجلالین لکھنوی(ص ۲۱) فتح البیان( ج۲،ص۲۶)مطبوعه مصر. معالم**‘‘۔

کہ وہ نبیوں کو ناحق قتل کرتے، تفاسیر معالم، جلالین، فتح البیان وغیرہ میں ہے کہ ایک گھڑی میں انہوں نے تینتالیس (۴۳) نبیوں کو قتل کیا۔ پھر ان کو ایک سو ستر عابدین صالحین نے منع کیا، تو ان کو بھی قتل کر ڈالا۔

کیا اس سے مرزا اور اس کے حامی معترض یہ نتیجہ نکالیں گے کہ وہ نبی اور صالحین ناحق پر تھے اور ان کے قاتل یہودی حق پر تھے۔ پہلے نبیوں کے پیروان میں ایسے لوگ گزر چکے ہیں۔ جن کے سروں اور بدن پر سے ان کے مخالف لوہے کی کنگھیوں سے گوشت اور پٹھے ہڈیاں چھوڑ کر اتار دیتے۔ یہ عذاب ان کو دین سے نہ پھیرتا۔ اور ان کو زمین میں گاڑ کر ان کے سر کی مانگوں پر آرہ رکھ کر ان کے دو ٹکڑے کر ڈالتے۔ یہ عذاب بھی ان کو دین سے نہ پھیرتا۔

’’**عن قیس اتیت النبی ﷺ وهو متوسد برده وهو فی ظل الکعبة وقد لقینا من المشرکین شدة فقلت الا تدعوالله فقعد وهو مجمروجهه فقال لقد کان من قبلکم لمشیط بمضاط الحدید ما دون عظامه من لحم او عصب ما یصرفه ذالک عن دینه ویوضع المنشار علی مفرق راسه فیشق باثنین ما یصرفه ذالک عن دینه ولیتمن الله هذا الامر حتی یسیر الراکب من صنعاء الی حضرموت لایخاف احداً الا الله زاد بیان والذئب علی غنمه**‘‘ (صحیح بخاری ص۵۱۰،۵۴۳)

یہ حال آنحضرت ﷺ نے قیس صحابی رضی اللہ عنہ کی اس شکایت پر سنایا جو مشرکین مکہ کی ایذا رسانی پر انہوں نے کی اور آنحضرت ﷺ سے یہ بات کہی تھی کہ آپ دعا کریں۔ خداتعالیٰ ہماری ان تکالیف کو دور کریں۔ کیا مرزا اور اس کے ہم خیال اس سے بھی یہ نتیجہ نکالیں گے کہ وہ مومن جو کفار کی اس سخت تکالیف سے مارے گئے، ناحق پر تھے اور ان کو تکلیف پہنچانے والے کفار جو ایک مدت تک زندہ رہے، حق پر تھے۔

دور کیوں جائیں اسی امت خیرالامم کے نبی ﷺ اور ان کے اصحاب کبار رضی اللہ عنہم اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم اور ان حضرات کے مخالف مشرکین اور کفار کا حال بطور مثال کیوں پیش نہ کریں۔

**’’عن ابی هریرة قال لما فتحت خیبر اهدیت للنبی ﷺ شاة فیها سم فقال النبی ﷺ هل جعلتم فی هذاالشاة سم قالوا نعم قال ماحملکم علی ذالک قالوا ان کنت کاذباً نستریح وان کنت نبیاً لم یضرّک (صحیح بخاری ص ۴۴۹) وعن عائشة کان النبی ﷺ یقول فی مرضه الذی مات فیه یاعائشة ما ازال اجد الم الطعام الذی اکلت بخیبر فهذا اوان وجدت انقطاع ابهری من ذلک السم‘‘۔** (صحیح بخاری ص ۱۲۷)

سرور کائنات، فخر موجودات، خاتم النّبیین، سید المرسلین کو خیبر کے یہودیوں نے بکری کے گوشت میں ملا کر زہر دیا اور آنحضرت ﷺ کے استفسار کرنے پر صاف کہا کہ ہم نے اس لئے زہر دیا کہ اگر آپ نبی ہوں گے، تو آپ کو زہر ضرر نہ دے گا۔ مگر خداتعالیٰ کی شان امتحان کو دیکھو کہ اس زہر کا اثر آپ کو پہنچ ہی گیا۔ جب تک آپ زندہ رہے، اس زہر کا اثر الم (درد) پاتے ہی رہے اور جب آپ دنیا سے رخصت ہوئے، تو اسی زہر سے آپ کی رگ جان کٹ گئی اور آپ فوت ہوئے۔ یہ بات آپ نے خود فرمائی تھی۔ چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث میں صاف آچکا ہے۔

مرزا اور اس کے ہم خیال سٹاف اس وقت موجود ہوتے اور وہ یہودیوں کا وہ قول اور آنحضرت ﷺ کی یہ بات سنتے تو ضرور برملا کہہ اٹھتے کہ (معاذ اللہ) آنحضرت نبی برحق نہ تھے۔ جو یہودیوں کے زہر سے فوت ہوئے وہ یہودی حق پر تھے۔ جو آنحضرت ﷺ کے فوت ہو جانے کے بعد زندہ رہے۔

آنحضرت ﷺ کی وفات طیبہ پر ایک اور واقعہ عجیب پیش آیا تھا جو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے اور اس سے مرزا اور مرزا کے ہم خیال لوگوں کا یہ اصول ومقولہ کہ ’’جھوٹا سچے کے مقابلے میں زندہ نہیں رہتا۔ بلکہ وہ سچے کے سامنے فوت ہو جاتا ہے‘‘۔ غلط ثابت ہوتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کے وقت میں ایک شخص مسیلمہ نام نے آنحضرت ﷺ کا دعویٰ نبوت سن کر اور اس کی برکت وقبولیت دیکھ کر پہلے تو وہ مسلمان ہوگیا، پھر مرتد ہوکر خود مدعی نبوت ہوگیا اور اس نے بھی مرزا کے قرآن ’’انا انزلناه قريباً من القاديان‘‘ کی طرح بہت سی آیات مشابہ قرآن بنا رکھی تھیں۔ جن میں سے بعض کا ذکر (ج۱۹ اشاعۃ السنۃ کے نمبر۱۱) میں ہو چکا ہے اور بعض کا ذکر عبارت آئندہ مجمع البحار میں آئے گا۔ وہ خبیث مرتد ہونے کے بعد مدینہ میں آیا تو یہ بکنے لگا:

’’**عن ابن عباس قال قدم مسليمة على عهد رسول الله ﷺ فجعل يقول ان جعل لى محمد الامر من بعده تبعته وقدمها فى بشر كثير من قومه فاقبل اليه رسول الله ﷺ ومعه ثابت بن قيس بن ثماس وفى يد رسول الله ﷺ قطعة من جريد حتى وقف رسول الله على مسيلمة فى اصحابه فقال لو سألتنى هذه القطعة ما اعطيتكها ولن تعدوا امر الله فيك ولئن ادبرت ليعقرنك الله**‘‘ (صحیح بخاری ص۵۱۱)

کہ اگر محمد ﷺ مجھے اپنے بعد خلیفہ (اپنا جانشین) کردیں تو میں پھر ان کا پیرو ہو جاتا ہوں اور وہ بہت سے آدمی اپنی قوم (بنی حنیفہ) کے اپنے ساتھ لایا تھا۔ آنحضرت ﷺ ثابت بن قیس کو اپنے ساتھ لے کر اس کے پاس پہنچے اور فرمایا کہ اگر تو یہ چھڑی (جو آپ کے ہاتھ میں تھی) مجھ سے مانگے تو میں نہ دوں گا اور اس کے حق میں آپ نے یہ پیش گوئی کی کہ اگر تو پیٹھ پھیرے، تو خدا تعالیٰ تجھے ہلاک کردے گا۔ مگر خدا تعالیٰ کی شان امتحان کو دیکھو کہ وہ خبیث مرتد ومخالف رسول ہوکر زندہ رہا اور اس کی زندگی میں آنحضرت ﷺ کا انتقال ووصال الی اللہ ہوگیا۔ آنحضرت ﷺ کے وصال باکمال کے وقت مسیلمہ ویسی ہی خوشی کرتا تھا جیسا کہ مرزا اپنے مخالف علماء کے فوت ہونے پر کرتا ہے اور غالباً وہ بھی یہی کلمہ کہتا ہوگا، جو مرزا کہہ رہا ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ حق پر ہوتے تو میری زندگی وہ کیوں فوت ہوئے۔

’’عن ابی هریرة لما توفی رسول اللّٰہ واستخلف ابوبکر بعده و کفر من کفر من العرب. الخ (صحیح مسلم ص۳۷) قال النووی فی شرح هذا الحدیث قال الخطابی ان اهل الردة کانوا صنفین. صنف ارتدوا عن الدین ونابذوا الملة وعادوا الی الکفر وهم الذین عناهم ابوهریرة بقوله کفر من کفر من العرب وهذه الفرقة طائفتان احدهما اصحاب مسیلمة من بنی حنیفة وغیرهم الذین صدقوه علی دعویٰ النبوة واصحاب الاسود ومن کان من مسجیبیه من اهل الیمن وغیرهم وهذه الفرقة باسرها منکرة لنبوة نبیاً محمد ﷺ مدعیة النبوة لغیره فقاتلهم ابوبکر حتی قتل اللّٰہ مسیلمة بالیمامة والعنسی بصنعاء وانقضت جموعهم فهلک اکثرهم والطائفة الاخری ارتدوا عن الذین فانکروا الشرائع وترکوا الصلٰوة والزکٰوة وغیرهما من امور الدین وعادوا الی ما کانوا علیه فی الجاهلیة فلم یکن یسجداللّٰہ فی بسیط الارض الا فی ثلاثة مساجد، مسجد مکة ومسجد المدینة ومسجد عبدالقیس فی قریة یقال لها جواثا. والصنف الاخر هو الذین فرقوا بین الصلوة والزکوة فاقروا بالصلوة وانکروا فرض الزکوة ووجوب ادائها الی الامام وهؤلاء علی الحقیقة اهل بغی الخ‘‘

(شرح مسلم امام نووی ص۳۸)

’’قال فی مجمع البحار واما مسیلمة بن حبیب فانه قدم علی النبی ﷺ فی بنی حنیفة واسلم معهم ولما انتهی الی الیمامة ارتدوا دعیٰ انی اشرکت فی الامر ثم جعل یسجع لهم السجعات مضارعاً للقرآن لقد انعم اللّٰہ علی الحبلی اخرج منهانسمة تسعی بین صفاق وحشاواحل هم الخمروالزنا ووضع عنهم الصلٰوة فاتبعته کبنو حنیفة وتسمی بالرحمن وتنبئا فی حیاته وزعم انه اشرکه فی النبوة ومن سخافته فی معارضة والعادیات والزارعات زرعاً والحاصدات حصداً والطاحنات طحناً والمخابزات خبزاً والشاردات ثرداً. یا ضفدع بنت ضفدعین الی کم تنقین لا الماء تکدرین ولا الشاربین تمنعین. راسک فی الماء وذنبک

فی الطین. والفیل وماادراک ما الفیل له خرطوم طویل. ان ذلک من خلق ربنا الجلیل ونحوهما من المضاحیک وکانوا یطلبون منه الدعاء للمهمات فیبرک علیهم ویدعوهم فیجی بعکس ما یدعوا (سیر) وکتب من مسلیمة رسول الله الی محمد. اما بعد فان الارض لنانصف ولقریش نصف ولکن قریش یعتدون. فکتب ﷺ من رسول الله الی مسیلمة الکذاب اما بعد فان الارض یورثها من یشاء من عباده والعاقبة للمتقین وغلب علی حجر الیمامة واخرج ثمامة عامل النبی ﷺ فکتب ثمامة الی النبی ﷺ وهو توفی فکتب الی الصدیق فوجد خالداً فقاتلوا وکان عدد بنی حنیفة اربعین الفاً فقتل من المسلمین الف ومائتان ومن المشرکین نحو عشرین الفاً فلما راؤا خذلانها قالت لمسیلمة این ما تعدنا. فیقول قاتلوا عن احسابکم وقتله الوحشی وابودجانة ''۔ (مجمع البحار ص۵۴۳)

آنحضرت ﷺ کے اس جہان فانی سے عالم بالا کو عروج فرمانے سے بہت سے کچے اور احمق مسلمان جو مرزا کے اصول ومقولہ مذکورہ کے قائل تھے اور وہ یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ سچا جھوٹے کے سامنے فوت نہیں ہوتا۔ اسلام سے مرتد ہوگئے۔ ان میں سے چالیس ہزار سے زیادہ تو مرزا کے بڑے بھائی مسیلمہ (کذاب) کے ساتھ اس کو زندہ دیکھ کر جا ملے اور بہتیرے اپنے دین جاہلیت (کفروشرک) کی طرف پھر گئے اور اس وجہ سے اسلامی دنیا میں صرف تین مسجدوں (مسجد مکہ، مسجد مدینہ، مسجد جواثا) میں خداتعالیٰ کے لئے سجدہ ہوتا تھا۔ باقی روئے زمین پر شرک ہونے لگ گیا اور بہتیرے باوجود مسلمان کہلانے کے احکام اسلام خصوصاً زکوٰۃ کے منکر ہو بیٹھے۔

مرزا اور اس کے چاروں خلیفہ خصوصاً خلیفہ دوم ملّا امروہی اس وقت ہوتے تو آنحضرت ﷺ کی وفات کو اپنے ناپاک اصول کے مطابق آپ کے ناحق ہونے پر دلیل ٹھہرا کر سب سے پہلے مسیلمہ کی بیعت کرتے۔ ولیکن صادق الایمان مسلمان جن کے امیر وامام اس وقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے اور وہ مرزا کی طرح کسی کی موت وحیات کو حق پر ہونے کا پیمانہ ومعیار نہ سمجھتے تھے اور حق کو بحکم:

آفتاب آمد دلیل آفتاب

حق ہونے سے پہچانتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کی وفات سے آپ کے نبی برحق ہونے میں شک وتذبذب میں نہ پڑے اور کمال ثابت قدمی کے ساتھ ان لوگوں سے جو موت کو ناحق ہونے کی دلیل سمجھ کر دشمن اسلام ہوگئے تھے اور اسلام کے پولیٹکل انتظام میں خلل انداز ہوئے تھے۔ سینہ سپر ہوکر ایسے لڑے کہ تھوڑے ہوکر دشمنوں کی بڑی بڑی جماعتوں کے ڈھیر کر دیئے۔ ادھر مسیلمہ کذاب کو جو آنحضرت ﷺ کی وفات پر خوشیاں مناتا اور مرزا کی طرح نعرہ خوشی بلند کرتا، واصل جہنم کیا اور اس کی چالیس ہزار جماعت سے بیس ہزار پیروان کو تہ تیغ کر کے باقی ماندہ جماعت کو تتر بتر کیا۔

ادھر اس کے برادر خورد اسود عنسی کو خاک میں ملایا، پھر منکرین احکام اسلام کو جو اسلام کے پولیٹکل انتظام میں خلل انداز تھے، سیدھا کیا۔ ان صادق الایمان مسلمانوں کی ثابت قدمی سے قدم اسلام اکھڑ جانے کے بعد جم گیا اور موذیوں اور دشمنان اسلام کے قتل ہوجانے سے ان کا اصول ومقولہ جو مرزا نے اختیار کر رکھا ہے، غلط ثابت ہوا اور مسلمانوں کو بطور الزام اس اصول کو انہیں پر الٹا دینے اور معارضہ کرنے اور یہ کہنے کا موقعہ مل گیا کہ (کہ اگر مرجانا ناحق ہونے کی دلیل ہے اور سچا جھوٹے کے سامنے نہیں مرتا۔ جو مرتا ہے وہ جھوٹا ہوتا ہے، تو تمہارے اکابر ائمۃ الکفر مسیلمہ واسود عنسی وغیرہ) کیوں مسلمانوں کے ہاتھ سے واصل جہنم ہوگئے۔

یہ واقعات ایسے مسلمہ ہیں کہ ان میں مرزائیوں کو بھی کلام نہیں ہے۔ لہٰذا ان واقعات کے ثبوت پر زیادہ شواہد لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم ایک روایت صحیح مسلم اور اس کی شرح امام نووی اور کتاب مجمع البحار کی عبارات عربی میں نقل کی گئی ہیں۔ جن کا خلاصہ ترجمہ وہی ہے جو اوپر ہم نے بیان کیا ہے۔

آنحضرت ﷺ کے مخلص اصحاب واحباب میں ایک صاحب خبیب ؓ نام تھے۔ وہ دشمنوں کے قابو میں آئے اور ان کے قید میں رہے۔ تو اس حالت قید میں اس وقت میں جب کہ مکہ میں کوئی پھل نہ تھا، ان کی کرامت ظاہر کرنے کے لئے خداتعالیٰ نے انگوروں کا خوشہ ان کے پاس بھیج دیا۔ جس کو دشمنوں نے بھی دیکھ لیا۔ پھر بھی وہ ان کو قتل کرنے لگے۔ تو انہوں نے دو نفل پڑھے اور یہ شعر کہے:

ولست ابالی حین اقتل مسلماً
علی ای شق کان فی اللہ مصرعی
وذالک فی ذات الالہ وان یشاء یبارک علی
اوصال شلو ممزع

جن کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ مجھے کچھ پرواہ نہیں جب کہ میں مسلمان ہو کر قتل کیا جاؤں۔ خواہ کسی پہلو پر اللہ کی راہ میں میرا گرنا ہو۔ یہ میرا گرنا خدا کی راہ میں ہے وہ چاہے تو میرے پارہ شدہ اعضاء پر (قیامت کے دن) برکت کردے۔

اس کے بعد وہ ظالموں کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ مرزا اس وقت ہوتا اور ان کی یہ حالت دیکھتا تو برملا کہتا کہ وہ خدا پرست صاحب کرامت صحابی نمازی حق پر نہ تھے جو کافروں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ وہ ظالم حق پر تھے، جنہوں نے ان کو شہید کیا۔

''عن جعفر بن عمر فی قصة غزوةموته قال کنت فیهم فی تلک الغزوة فالتمسنا جعفر بن ابی طالب فوجدناه فی القتلی فوجدنا فی جسده بضعاً وتسعین عن طعنةورمیة'' (بخاری ص۵۸۶) ''وعن انس وعیناه تذرفان''

(بخاری ص۶۱۱)

حضرت جعفر بن ابی طالبؓ غزوہ موتہ میں نیزہ اور تیروں کے کچھ اوپر نوے (۹۰) زخم کافروں کے ہاتھ سے کھا کر شہید ہوئے، جن کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ مرزا اس وقت ہوتا اور حضرت جعفر طیار کو زخمی اور آنحضرت ﷺ کو گریاں دیکھتا تو برملا کہہ اٹھتا کہ حضرت جعفر طیار اور آنحضرت ﷺ حق پر نہ تھے۔ حق پر وہی تھے، جنہوں نے ان کو شہید کیا۔ (معاذ اللہ)

ایسے واقعات آنحضرت ﷺ کے اصحاب کبار کو بہت پیش ئے، جن کا بالاستیفاء ذکر کرنا موجب طول ہے۔ لہٰذا صرف ایک واقعہ کے بیان پر یہ کلام ختم کیا جاتا ہے۔ وہ واقعہ شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ ہے، جن سے سب ہی مسلمان واقف ہیں اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ اس واقعہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور ان کے قاتل اور آمر وراضی یزید علیہ مایستحقہ اور اس کے ہم خیال ناحق پر تھے۔ اگرچہ مرزا نے اس واقعہ کی نسبت ان دنوں اپنے قصیدہ اعجاز احمدی کے (ص۶۹، خزائن ج۱۹، ص۱۸۱) میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ حق پر نہ

تھے۔حق پر ہوتے تو خدا کی طرف سے ضرور ان کو مدد ملتی۔ جیسے کہ مرزا کو ہمیشہ ملتی رہتی ہے۔

چنانچہ دو اشعار منقولہ (ص۱۰) اور ان کے مابعد کے چار اشعار میں وہ یہ دعویٰ کر چکا ہے۔اس کے بعد ترجمہ نقل کیا جاتا ہے:

وشتان مابینی وبین حسینکم [۲۲] | فانی ائد فی کل اٰن وانصروا
اما حسنین فاذکروا له دشت کربلا | الی هذه الایام تبکون فانظرو
وانی بفضل الله فی حجر خالقی | اربی واعصم من لئام تنمروا
وان یاتینی الاعداء بالسیف | فوالله انی احفظن واظفر
وان یلقنی خصمی بنار مذیبة | تجدنی سلیما والعدو یدمّرو
و اوعدنی قوم بقتلی من العدا | فادرکم قهر الملیک وخسروا

وہ کہتا ہے، مجھ میں اور تمہارے حسین میں بہت فرق ہے، کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت کی تائید اور مدد مل رہی ہے۔مگر حسین پس تم دشت کربلا کو یاد کرلو، اب تک تم روتے ہو، پس سوچ لو۔اور میں خدا کے فضل سے اس کے کنارہ عاطفت میں ہوں پرورش پاتا رہا ہوں اور ہمیشہ لئیموں کے حملہ سے جو پلنگ صورت ہیں بچایا جاتا ہوں اور اگر دشمن تلواروں اور نیزوں کے ساتھ میرے پاس آویں۔پس بخدا میں بچایا جاؤں گا اور مجھے فتح ملے گی۔اور اگر دشمن ایک گداز کرنے والی آگ میں مجھے ڈالے تو تو مجھے سلامت پائے گا اور دشمن ہلاک ہوگا۔اور بعض دشمنوں نے مجھے قتل کرنے سے ڈرایا۔پس خدا کی قہر نے ان کو پکڑ لیا اور وہ زیاں کار ہوگئے۔

لیکن اس سے پیشتر وہ ایک قصیدہ میں جو رسالہ فتح الاسلام کے (ص۷۵، خزائن ج۳، ص۴۵) میں مندرج ہوکر شائع ہوا ہے، اقرار کر چکا ہے کہ حضرت امام حسین کے مخالف کفر اور ناحق پر تھے اور حق پر امام حسین ہی کی پارٹی تھی۔ چنانچہ اس قصیدہ کا ایک شعر نقل کیا جاتا ہے، جس سے اس امر کی بخوبی تصدیق ہوسکتی ہے اور وہ شعر یہ ہے:

ہر طرف کفر ست جوشاں ہمچو افواج یزید | دین حق بیمار وبیکس ہمچو زین العابدین

اور اگر یہ کہے کہ اس شعر کے مضمون سے میں نے رجوع کرلیا ہے اور اب میری رائے یہی ہے کہ یزید حق پر تھا اور امام حسین ناحق پر تھے تو ہم اس واقعہ کو بطور حجت الزامی اس کے مقابلہ میں پیش نہیں کرتے۔ پہلے واقعات کو اس کے الزام کے لئے کافی سمجھتے ہیں،

تاہم اس واقعہ کو ہم عام مسلمانوں کی نظروں میں جو امام حسینؓ کو حق پر جانتے ہیں اور یزید کو ناحق پر اس کے اصول ومقولہ کو کہ ''سچا جھوٹے کے سامنے نہیں مرتا'' جھوٹا کرنے کے لئے بڑی قوی دلیل سمجھتے ہیں اور اسی غرض سے ہم اس واقعہ کو معرض بیان میں لائے ہیں۔

ان امثلہ کو پڑھ کر مرزا اور اس کے ہم خیال شرم وانصاف کریں گے تو اپنے اس اصول ومقولہ کو کہ ''سچا جھوٹے کے سامنے ہلاک نہیں ہوتا'' ندامت کے ساتھ واپس لیں گے اور اگر وہ ہٹ دھرمی سے شرم، تو امید ہے۔ وہ مسلمان جو ان کے اس اصول ومقولہ کے دھوکہ میں آ کر موت کو ناحق ہونے کی دلیل سمجھ بیٹھے ہوں گے۔ اس دھوکہ سے نجات پائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ مرزا اور اس کے بعض اتباع کا خوب موٹے تازے ہونا اور گوشت پلاؤ، قورمے سے عیش اڑانا اور ہزاروں روپیہ کا مرزا کے پاس آنا اور اس کے تابعین کا نمبر بڑھتا جانا بھی مرزا کے حق ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

بہت سے کفار اور فجار مرزا اور اس کے اتباع سے بڑھ کر مال دار ہیں، ان سے بڑھ کر صحیح قوی وتوانا عدد وجماعت میں ان سے بڑھ کر ہیں۔ جن کو مرزا بھی حق پر نہیں سمجھتا اور ان کی دولت وطاقت وجمعیت وکثرت کو دلیل حقانیت خیال نہیں کرتا اور قرآن وحدیث کا بھی صاف اور قطعی فیصلہ ہے کہ دولت مال دنیاوی اور صحت وطاقت جسمانی اور کثرت وجمعیت عددی کفر ومعصیت کے ساتھ (جو مرزا کی حالت ہے) خداتعالیٰ کے نزدیک کچھ اعتبار ووقعت نہیں رکھتی اور حق پر ہونے کی دلیل نہیں، بلکہ ایسی دولت، ایسی صحت وطاقت، ایسی کثرت وجمعیت، کافروں، فاسقوں میں زیادہ پائی جاتی ہے اور اس کے برخلاف ایمان اور اطاعت کے ساتھ فقیری، مسکینی، بیماری اکثر انبیاء اور ان کے صادق پیروان کا حصہ اور ورثہ ہے۔

## ایسے مال دولت عیش وآسائش دنیاوی کی نسبت قرآن وحدیث کا فیصلہ

ایک آیت میں ارشاد ہے: ''ولولا ان یکون الناس امة واحدة لجعلنا لمن یکفر بالرحمن لبیوتهم سقفا من فضة ومعارج علیها یظهرون ولبیوتهم ابواباً وسررا علیها یتکئون وزخرفاً ان کل ذلک لما متاع الحیوة الدنیا والأخرة عند ربک المتقین (زخرف:۳۳)''

کہ اگر (سب کافروں کے اہل دولت وثروت ہونے سے) یہ نتیجہ نہ نکلتا کہ تمام

لوگ کافر ہو جاتے تو ہم کافروں کے گھروں کی چھتیں اور سیڑھیاں جن پر وہ چڑھتے ہیں، چاندی کے بنا دیتے اور ان کے دروازہ اور تخت بھی جن پر ٹیک لگاتے ہیں، چاندی کے اور ملمع۔ یہ سب چیزیں دنیا کے اسباب ہیں اور پرہیزگاروں کے لئے اللہ کے پاس عاقبت کی نعمتیں ہیں۔

اور ایک حدیث میں آنحضرتﷺ نے فرمایا ہے: ''**قال رسول اللہﷺ لو کانت الدنیا تعدل عنداللہ جناح بعوضتہ ما سقی کافراً اشربة من ماء. قال رسول اللہ قمت علی باب الجنة فاذاعامة من دخلها المساکین. متفق علیه**''

دنیا کی قدر و منزلت اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو وہ کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ پلاتا۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ بہشت کے دوازہ پر کھڑا ہوا تو ناگاہ کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں داخل ہونے والے اکثر مسکین ہی ہیں۔ (مشکوٰۃ ص۴۳۸)

ایک اور حدیث میں آنحضرتﷺ نے فرمایا: ''**قال رسول اللہ اذا احب اللہ عبداً حماہ الدنیا کما یظل احدکم یحمی سقیمه الماء**'' (رواہ احمد، مشکوٰۃ ص۴۴۰)

کہ جب خداتعالیٰ کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو اس کو دنیا (کے عیش) سے ایسا بچاتا ہے، جیسے کوئی اپنے بیمار کو پانی سے بچاتا ہے۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے: ''**وعن معاذ ان رسول اللہﷺ لما بعث به الی الیمن قال ایاک والتنعم فان عباد اللہ لیسوا بمتنعمین.**'' (رواہ احمد، مشکوٰۃ ص۴۳۱)

کہ آنحضرتﷺ نے معاذ بن جبلؓ کو ملک یمن میں (اپنا کاردار بنا کر) بھیجا تو یہ فرمایا کہ عیش اڑانے سے بچو۔ خداتعالیٰ کے (مقبول) بندے عیش نہیں اڑایا کرتے۔

ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا: ''**عن انس قال رسول اللہ ان اللہ لا یظلم مومناً حسنة یعطی بها فی الدنیا ویجزی بها فی الاخرةواما الکافر فیطعم بحسنات ما عمل بها للہ فی الدنیا حتی اذا افضی الا خرة لم یکن له حسنة یجزی بها**''۔ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ ص۴۳۱)

کہ مومن کو دنیا میں (بھی) اس کی نیکی کا صلہ ملتا ہے اور آخرت میں بھی اور کافر کو صرف دنیا میں نیکیوں کے بدلے کھانے کو مل جاتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچتا ہے تو اس کی کوئی نیکی نہیں رہتی، جس کا بدلہ وہ وہاں پاوے۔ اس حدیث کی نظر سے اکابر

صحابہ کو کچھ اچھا کھانے پینے کو ملتا تو وہ ڈر کر اس کو چھوڑ دیتے۔

’’عن ابی هريرة ان عبدالرحمن بن عوف اتی بطعام و كان صائما فقال قتل مصعب بن عمير وهو خير منی كفن فی بردةٍ ان غطی راسه بدت رجلاه وان غطی رجلاه بدء راسه واراه قال وقتل حمزه وهو خير منی ثم بسط لنا من الدنيا ه ما بسط او قال اعطينا من الدنيا ما اعطينا قد خشينا ان تكون حسناتنا عجلت لنا ثم جعل يبكی وترك الطعام ‘‘

(بخاری ص۱۷۰)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے نقل ہے کہ وہ روزہ دار تھے۔ جب افطار کے وقت (عمدہ) کھانا ان کے پاس آیا تو وہ بولے کہ حضرت مصعب بن عمیر جو مجھ سے بہتر تھے، شہید ہوئے تو ایسی چھوٹی سی چادر میں کفنائے گئے، اگر ان کا سر ڈھانکتے تو پاؤں کھل جاتے اور اگر پاؤں ڈھانکتے تو سر کھل جاتا۔ پھر ایسا ہی حضرت حمزہ (عم شریف آنحضرت ﷺ) کی نسبت کہا اور یہ فرمایا کہ پھر ہم کو دنیا میں فراخی عطا ہوئی ہے۔ ہم کو ڈر ہے کہ کہیں (کافروں کی طرح) ہماری حسنات کا بدلہ دنیا ہی میں نہ مل گیا ہو اور پھر رونے لگ گئے اور کھانا ترک کیا۔

ایسا ہی حضرت عمرؓ سے ایک حکایت مروی ہے: ’’عن زيد بن اسلم انه قال استسقى يوماً عمر فجئ بالماء قد شيب بعسل فقال انه لطيب لكنی اسمع الله نعى على قوم شهواتهم فقال اذهبتم طيباتكم فی حيٰوتكم الدنيا واستمتعتم بها. فاخاف ان تكون حسناتكم قد عجلت لنا فلم يشربه. رواه رزين (مشكوة) عن عائشه ما شبع اٰل محمد من خبز شعير يومين ‘‘

(مشکوٰۃ ص۴۳۸)

کہ ان کے پاس شہد کا شربت آیا تو آپ نے ایسا ہی فرمایا اور وہ شربت نہ پیا۔ خود جناب سرور کائنات کا (جو دنیا میں بھی سلطنت حاصل کر چکے تھے) عیش دنیا کے متعلق یہ حال رہا ہے کہ آپ نے عمر بھر دو روز متواتر جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی اور دو دو مہینے تک بھی آپ کی دولت سرا میں چولہے میں آگ نہ جلائی جاتی۔ (صرف پانی اور کھجوروں پر اوقات بسری ہوتی)

’’وعنها كنا ننظر الى الهلال فی الشهرين ما اوقدت فی ابيات رسول الله ﷺ نار ‘‘ (بخاری ص۹۸۶) ’’وعنها لی البيوت يومئذ ليس فيها

مصابیح ''۔(بخاری ص۷۳)''وعنها سئلت حفصة ماکانت فراش رسول اللہ ﷺ فی بیتها. قالت مسجاً ''(شمائل ترمذی ص۲۵)''عن ابی هریرة قال اخرج الینا عائشة کساءً وازاراً غلیظاً فقالت فی هذین قبض روح رسول اللہ وفی روایة ملبداً ''(بخاری ص۴۳۸و۸۶۵)اور کئی شب ان کے گھروں میں چراغ نہ جلایا جاتا تھا، جس فرش پر آپ سوتے تھے وہ ٹاٹ کا تھا۔

ان آیات واحادیث کو دیکھ کر کیا کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ جس شخص کے پاس بہت سامال وروپیہ آوے اور وہ اس روپیہ سے عیش اڑاوے، وہ حق پر ہوتا ہے اور جو غریب مسلمان مسکین ہو، وہ ناحق پر ہے۔نہیں نہیں ہرگز نہیں۔

## ایسی صحت وطاقت کی نسبت قرآن وحدیث کا فیصلہ

ایک آیت میں ارشاد ہوا ہے:''وایوب اذ نادی ربه انی مسنی الضر وانت ارحم الرٰحمین ''(الانبیاء:۸۳)حضرت ایوب نے خدا کو پکارا کہ الٰہی مجھے دکھ پہنچا ہے اور تو ہی رحم کرنے والا ہے۔حضرت ایوب کے تمام بدن پر امراض کا تسلط ہونا عموماً مسلمانوں کو معلوم ہے۔ایک حدیث میں آیا ہے''عن سهل بن سعد سئل النبی ﷺ ای الناس اشد بلاء قال الانبیاء ثم الامثل فالامثل یبتلی رجل علی حسب دینه فان کان فی دینه صلیا اشتدبلاءہ وان کان فی دینه رقبة هون علیه فما زال کذلک حتی یمشی علی الارض ماله ذنب''

(روہ الترمذی، مشکوٰۃ)

کہ آنحضرت ﷺ سے کسی نے پوچھا کہ سب لوگوں سے سخت کون مبتلاء بلا ہوتا ہے، آپ نے فرمایا انبیاء ہوتے۔ پھر جو ان کے بعد بہتر ہو، پھر جو ان کے بعد جو بہتر ہو۔ آدمی اپنے دین کے مطابق مبتلاء بلاء ہوتا ہے اگر اس کا دین مضبوط ہو تو بلا سخت آتی ہے۔اگر اس کا دین ہلکا ہو تو بلا بھی ہلکی آتی ہے وہ اسی طرح مبتلاء رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ زمین پر ایسا ہو کر چلتا ہے کہ اس کا کوئی گناہ نہیں رہا۔

ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے:''عن کعب بن مالک قال رسول اللہ ﷺ مثل المومنین مثل الخامة من الزرع تفئیها الریاح تصرعها

مرة وتعدلها اخرى حتى ياتى اجله ومثل المنافق كا الارزه المجذبة التى لا يصيبها شئ حتى يكون انجا فها مرة واحدة . متفق عليه‘‘(مشکوٰۃ ص۱۴۷)

کہ مومن کی مثال کھیتی کی نالی کی سی ہے۔ جس کو ہوائیں ادھرادھر ہلاتی اور گراتی رہتی ہیں، یہاں تک کہ اس کی اجل پہنچ جاتی ہے اور منافق کی مثال درخت سرو کی مثال ہے جو سیدھا کھڑا رہتا ہے اور اس کو کوئی چیز نہیں گراتی۔ یہاں تک کہ وہ یکباری جڑھ سے اکھڑ جاتا ہے۔ ان آیات واحادیث کو دیکھ کر کوئی مومن نہیں کہہ سکتا کہ جو شخص ہمیشہ ہٹا کٹا موٹا تازہ رہے، وہی حق پر ہوتا ہے اور جو بیمار وناتواں ہو وہ ناحق پر۔

## ایسی کثرت وجمعیت کی نسبت قرآن وحدیث کا فیصلہ مذکور

ایک آیت میں ارشاد ہے ’’وما اکثر الناس ولو حرصت بمؤمنین ‘‘ (یوسف:۱۰۳)’’وقلیل من عبادی الشکور ‘‘(السبا:۱۳) کہ بہت لوگ اگرچہ تو حرص کرے مومن نہ ہوں گے۔ ایک آیت میں ارشاد ہے میرے شکرگزار بندے (ناشکر کفار کی نسبت) تھوڑے ہوتے ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے ’’عن ابن عباس قال خرج رسول اللہ ﷺ یوماً فقال عرضت على الامم فجعل يمر النبى ومعه الرجل والنبى ومعه الرجلان والنبى معه الرهط والنبى وليس معه احد فرايت سواداً كثيرا سد الافق فرجوت ان تكون امتى فقيل هذا موسىٰ فى قومه ثم قيل لى انظر هكذا وهكذا فرايت سواداً كثيراً سد الافق فقيل هؤلاء امتك الخ متفق عليه‘‘ (مشکوٰۃ ص۲۴۴)

آنحضرت ﷺ ایک دن تشریف لائے تو آپ نے فرمایا میرے سامنے امتیں پیش کی گئیں۔ پھر شروع میں ایک نبی گزرا، جس کے ساتھ اس کے ماننے والوں سے صرف ایک مومن مرد تھا۔ پھر وہ نبی جس کے ساتھ صرف دو آدمی تھے۔ پھر وہ نبی جس کے ساتھ نو یا دس آدمی کا ٹولہ۔ پھر وہ نبی جس کے ساتھ ایک مومن بھی نہ تھا۔ پھر میں نے ایک جماعت کثیر کو دیکھا، جس نے ایک کنارہ آسمان کو روک لیا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ یہ میری امت ہوگی۔ تو مجھے کہا گیا کہ یہ موسیٰ اپنی قوم کے ساتھ ہے۔ پھر مجھے کہا گیا کہ تو آگے نظر کر میں نے

دیکھا تو ایک جماعت کثیر نظر آئی، جس نے کنارہ آسمان کو روک رکھا تھا۔ پھر کہا گیا کہ ادھر ادھر (دائیں بائیں) دیکھ تو میں نے جماعت کثیر دیکھی، جس نے کنارہ آسمان کو روک رکھا تھا۔ پھر مجھے کہا گیا کہ یہ تیری امت ہے۔

یہ کثرت جو حضرت موسیٰ اور اپنی امت میں آپ نے دیکھی یہ اور انبیاء کی نسبت تھی نہ تمام دنیا کے کافروں کی نسبت، تمام دنیا کے کافر آنحضرت ﷺ کی امت کی نسبت بھی عدد میں بہت ہیں۔ چنانچہ حدیث صحیحین ''ابعث بعث النار'' (جو مشکوٰۃ کے ص(۴۷۵) میں منقول ہے اور اس میں دوزخیوں کی تعداد فی ہزار کس نوسوننانوے بتائی ہے اور اس امت کی تعداد عام لوگوں سے ایسی بتائی ہے، جیسے سفید رنگ کے بیل میں ایک بال سیاہ ہوتا ہے) شاہد قوی ہے۔

ان آیات واحادیث کو دیکھ کر کوئی مومن نہ کہے گا کہ جس جماعت کے اشخاص بہت ہوں، وہ حق پر ہوتی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی ساڑھے نو برس کی دعوت سے صرف اسی (۸۰) آدمی مسلمان ہوئے اور باقی کل کافر رہے۔ آنحضرت ﷺ کی امت (جو سب انبیاؤں کی امتوں سے زیادہ ہے) کے لوگ تمام دنیا کے کافروں مشرکوں سے کم ہیں، کیا اس سے مرزا اور اس کے ہم خیال یہ نتیجہ نکالیں گے کہ حضرت نوح کے اور آنحضرت کے مخالف حق پر ہیں۔ اس دلیل سے تو مرزا منفعل نہ ہوگا۔ ہم اس کے انفعال کے لئے اس کا وہی شعر پیش کرتے ہیں، جس کو ہم اوپر نقل کر چکے ہیں:

ہر طرف کفرست جوشاں ہمچو افواج یزید ۔۔۔ دین حق بیمار وبے کس ہمچو زین العابدین

کیا اس شعر کو سن کر بھی وہ اپنی جماعت کے بڑھتے جانے پر فخر کرے گا اور اس کی تعداد اٹکل پچو لاکھ دولاکھ بتاکر اس کو اپنی حقانیت کی دلیل ٹھہرائے گا؟

اس خیال کی تائید میں جو مرزا نے آیت ''ولو تقول علینا بعض الاقاویل'' کو پیش کیا ہے اس کا جواب دندان شکن حافظ محمد یوسف صاحب امرتسری نے رسالہ قطع الوتین میں لکھوا دیا ہے اور وہ رسالہ چھپ کر مشتہر ہو چکا ہے۔ اس رسالہ میں بہت سے لوگ بطور نظیر پیش کئے گئے ہیں۔ جنہوں نے جھوٹا دعویٰ الہام کیا اور تئیس برس سے زیادہ رہے۔ مرزا نے رسالہ تحفہ گولڑویہ کے (ص۴) میں سفید جھوٹ بولا اور یہ کہا ہے کہ اب تک حافظ صاحب نے کوئی نظیر پیش نہیں کی۔

اس کتاب مرزا کے جواب میں حافظ صاحب نے ایک اشتہار اواخر ۱۹۰۲ء میں مشتہر کیا اور اس میں صاف کہا کہ تمہارے مطلوبہ نظائر ہم ایک رسالہ میں چھاپ کر مشتہر کر چکے ہیں۔ جلسہ ندوۃ العلماء میں بمقام امرتسر آؤ اور ان نظائر پر بحث کرلو۔ اس پر مرزا نے سکوت کیا اور آج تک کوئی جواب اس کا مرزا نے مشتہر نہ کیا۔ ہم اس مقام میں اس کا اور جواب دیتے ہیں ناظرین توجہ کریں اور اس میں مرزا کے استدلال میں عجیب جعل سازی، دھوکہ بازی مشاہدہ کریں۔

مرزا نے تحفہ گولڑویہ کے (ص۲،۳، خزائن ج۱۷،ص۴۰،۳۹) وغیرہ میں اس آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ''اگر وہ (آنحضرت) ہم پر افتراء کرتا تو اس کی سزا موت تھی۔ کیونکہ وہ اس صورت میں اپنے جھوٹے دعویٰ سے افتراء اور کفر کی طرف بلا کر ضلالت کی موت سے ہلاک کرنا چاہتا ہے، تو اس کا مرنا اس حادثہ سے بہتر ہے کہ تمام دنیا اس کی مفتریانہ تعلیم سے ہلاک ہو۔ اس لئے قدیم سے ہماری یہی سنت ہے کہ ہم اسی کو ہلاک کر دیتے ہیں، جو دنیا کے لئے ہلاکت سے راہیں پیش کرتا ہے اور جھوٹی تعلیم اور جھوٹے عقائد پیش کر کے مخلوق خدا کی روحانی موت چاہتا ہے۔''

اور (ص۴، خزائن ج۱۷،ص۴۲،۴۳) میں کہا ہے کہ ''یہ قرآنی استدلال بدیہی الظہور جب ہی ٹھہر سکتا ہے جب کہ یہ قاعدہ کلی مانا جاوے کہ خداتعالیٰ اس مفتری کو جو خلقت کے گمراہ کرنے کے لئے مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، کبھی مہلت نہیں دیتا۔ پھر کہا کہ علماء امت میں سے کسی نے یہ اعتقاد ظاہر نہیں کیا کہ کوئی مفتری علی اللہ آنحضرت کی طرح ۲۳ برس تک زندہ رہ سکتا ہے''۔ اور اس سے پہلے اس کے (ص۲) میں کہا ہے کہ ائمہ ومفسرین نے اس دلیل کو مخالفین کے سامنے پیش کیا، یہاں تک کہ شرح عقائد نسفی میں بھی اس دلیل کو لکھا ہے اور اس کے (ص۵، خزائن ج۱۷،ص۴۴) میں کہا ہے کہ ''ہزار ہا نامی علماء اور اولیاء ہمیشہ اس دلیل کو کفار کے سامنے پیش کرتے رہے۔''

اس کے جواب میں خاکسار کہتا ہے کہ مرزا نے جو کچھ کہا ہے محض دروغ ہے نہ اس آیت کا یہ مطلب ہے، جو مرزا نے بیان ہے، نہ خداتعالیٰ نے اس بات کو جو اس آیت میں ارشاد ہوئی ہے۔ بطور ایک عقلی استدلال کے (جو کسی قاعدہ کلیہ اور ملازمت عقلیہ پر مبنی ہو) کفار کے سامنے پیش کیا ہے نہ ائمہ مفسرین و ہزار ہا نامی علماء واولیاء نے کفار کے سامنے اس

آیت کے مضمون کو بطور دلیل پیش کیا ہے، نہ شرح عقائد نسفی میں اس آیت کو یا صرف اس کے مضمون کو دلیل ٹھہرایا ہے۔

مرزا کو سچا جاننے والے اور اس خیال اس کے دام میں پھنسنے والے اس سے ان مفسرین، ائمہ و ہزارہا نامی علماء واولیاء سے صرف پانچ سات کا نام پوچھیں اور ان کی عبارتیں نقل کرنے کی درخواست کریں، وہ ہزارہا میں سے پانچ کے نام وعبارات بھی پیش نہ کرے تو اس کی دروغ گوئی وجعل سازی کا یقین کریں۔ جس کتاب شرح عقائد نسفی کا اس نے نام لیا ہے۔ ہم ذیل میں اس کی عبارت نقل کرتے ہیں اور ان لوگوں سے داد چاہتے ہیں کہ اس عبارت میں کہاں اس آیت کو دلیل ٹھہرایا ہے اور اس کی نسبت کہاں یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس آیت میں خدا نے عقلی استدلال کیا ہے اور اس کے مضمون کو قاعدہ کلی اور سنت الٰہی قرار دیا ہے۔

شرح عقائد نسفی مطبوعہ مطبع انوار محمدی لکھنؤ کے (ص۲۱۱،۲۱۲) میں کہا ہے:

**”وقد يستدل ارباب البصائر على نبوته بوجهين احدهما بالتواتر من احواله قبل النبوة وحال الدعوة وبعد تمامها واخلافه العظيمه واحكامه الحكميه واقدامه حيث تحجم الابطال ووثوقه بعصمة الله تعالىٰ فى جميع الاهوال وثباته على حاليه الذى الاهوال بحيث لم تجد اعدائه مع شدة عداوتهم وحرصهم على الطعن فيه مطعناولا الى القدح فيه سبيلا فان العقل يجزم بامتناع اجتماع هذه الامور فى غير الانبياء وان تجمع هذه الكمالات فى حق من يعلم ان يفترى عليه ثم يمهله ثلثاًوعشرين سنة ثم يظهر دينه على سائر الاديان وينصره على اعدائة ويحى اٰثاره بعد موته الى يوم القيامة“** (شرح عقائد ص۱۱۴)

اہل نظر آنحضرت ﷺ کی نبوت پر اور دو وجہ سے بھی استدلال کرتے ہیں وجہ اول آنحضرت کے متواتر حالات ہیں (جو نبوت سے پہلے اور دعوت کے اثنا میں اور دعوت کے پوری ہوچکنے کے بعد ظاہر ہوئے) (۲) اور آپ کے اخلاق عظیمہ (۳) اور آپ کے احکام حکمیہ (۴) اور آپ کا ایسے کاموں کی طرف نہایت دلیری سے متوجہ ہونا۔ جن سے بڑے بڑے بہادر جھجک جاتے ہیں۔ (۵) اور آپ کا ہر حالت میں خدا تعالیٰ کی حفاظت کا بھروسہ (۶) اور آپ کا خوفناک حالتوں میں ثابت قدم رہنا یہ امور شش گانہ ایسے طور پر آپ

کے وجود میں متحقق و مسلم تھے کہ آپ کے دشمنوں کو باوجود شدت عداوت کے اور حرص طعن آپ کے امور مذکورہ کی نسبت طعن اور جرح کی کوئی سبیل نہیں ہے۔ یہ وجہ اس لئے آپ کی نبوت پر دلیل ہے کہ عقل امور ششگانہ بجز انبیاء کسی شخص میں جمع ہونے کو محال جانتی ہے اور اس امر کو محال جانتی ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ کمالات ششگانہ اس شخص میں جمع کر دے، جس کو خود مفتری جانتا ہو اور پھر یہ کمالات اس میں جمع کر کے تئیس برس تک اس کو مہلت دی اور پھر اس کے دین کو دوسرے ادیان پر غلبہ عطا کیا کرے اور اس آثار دعوت کو اس کی موت کے بعد قیامت تک زندہ رکھے۔

ناظرین! خصوصاً مرزا کے معتقدین داد حق دیں اور انصاف سے کہیں کہ اس عبارت میں آیۃ زیر بحث سے کہاں استدلال اور اس کا ذکر ہے، اس میں تو آنخضرت کے کمالات ششگانہ سے استدلال کیا ہے اور جو اس میں مفتری کے ۲۳ برس تک زندہ رہنے کو محال کہا گیا ہے، تو وہ بھی نہ افتراء کی نظر سے بلکہ مفتری کے محل کمالات ششگانہ ہونے کی نظر سے جس کا صاف قطعی مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی مفتری ان کمالات کا مجمع نہ ہو (جیسا کہ مرزا کا حال ہے) تو اس کے مفتری ہو کر زندہ رہنے کو عقل محال نہیں جانتی۔ لہٰذا اس مفہوم کے ساتھ عبارت شرح عقائد دعویٰ مرزا کے مخالف ہوئے، نہ اس کے موافق و مطابق۔

شرح عقائد کے حوالہ میں مرزا کے دروغ گوئی، جعل سازی ثابت ہوئی، تو اب ہم آیت زیر بحث کا صحیح مطلب بتاتے ہیں۔ ناظرین آپ الفاظ آیت کو ملاحظہ فرما کر بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اس آیت میں نہ تو اللہ تعالیٰ نے کوئی قاعدہ کلی بیان کیا ہے اور نہ اپنی قدیم سنت کا اظہار فرمایا ہے، بلکہ خاص آنخضرت ﷺ کی ذات مجمع قدسی صفات اور محل اعلیٰ واقصیٰ کمالات کا یہ حکم و حال بیان کیا ہے کہ اگر یہ رسول ایسی صفات و کمالات کا مظہر و مجمع ہو کر پھر کوئی بات افتراء کرتا تو ہم اس کی رگ جان کاٹ دیتے، جس کی وجہ وہی جو شرح عقائد میں بیان ہوئی ہے۔

اس کی نظیر وہ آیت قرآن ہے، جس میں یہ بیان ہے **''ولولا ان ثبتناک لقد کدت ترکن الیہم شیئاً قلیلا واذالا ذقناک ضعف الحیٰوۃ وضعف المماۃ''** (بنی اسرائیل:۷۴) کہ ہم تجھے ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تو کسی قدر قوم (ثقیف) کی طرف جھک جاتا، ایسا کرتا تو ہم تجھے دوگنا عذاب دنیا میں دیتے اور دوگنا بعد موت۔

اس کی وجہ بھی وہی ہے جو عبارت شرح عقائد نسفی میں بیان ہوئی کہ آپ مجمع کمالات اور مورد اتم عنایات الٰہی تھے۔ آپ جیسے شخص کا خلاف حق کی طرف جھک جانا بھی مستوجب ومورد سزا ہوتا ہے۔ اس سے اور شخص کی نسبت کہ جو اس درجہ کا مجمع کمالات نہ ہو، یہی حکم نکالا جاسکتا ہے کہ اس کو بھی ذرا سے جھک جانے پر دوگنا عذاب ہو۔

ایسا ہی آیت زیر بحث میں آنحضرت ﷺ کو ان کے مجمع کمالات ومورد اتم عنایات الٰہی ہونے کی نظر سے افتراء پر ہلاکت کا حکم سنانے سے دوسرے مفتریوں پر (جو اس درجہ کے ہوں) حکم ہلاکت نہیں نکالا جاسکتا اور نہ ہی واقعات اور ان کے مطابق قرآنی شہادت اس حکم کی اجازت دیتے ہیں۔ قرآن مجید میں بہت سے لوگوں کو مفتری الی اللہ کہا ہے ومع ہذا ان کو دنیا میں ہلاک کردینے کا حکم نہیں سنایا گیا اور واقعات کو دیکھا جائے تو بیسوں نہیں سینکڑوں ہزاروں لاکھوں ایسے اشخاص گزرے ہیں جو خدا پر افترا کرتے ہیں جھوٹے مسائل وعقائد از خود بنا کر ان کو احکام خداوندی بتاتے ہیں اور لوگوں میں پھیلاتے ہیں ومع ہذا مدتوں ہلاک نہیں ہوتے۔

ہم ایسے اشخاص اور ایسے واقعات وقت نزول قرآن ہی سے پیش کرتے ہیں۔ قرآن میں صدہا مشرکین عرب کا خدا تعالیٰ پر یہ افترا بیان ہوا ہے ''**ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ہذا حلال وہذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب. ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون. متاع قلیل ولہم عذاب الیم**''۔ (نحل:۱۱۶)

''**واذا فعلوا فاحشة قالوا وجدنا علیہا اٰباء نا واللہ امرنا بہا قل ان اللہ لایامر بالفحشاء ام تقولون علی اللہ ما لاتعلمون**''۔ (اعراف:۲۸)

کہ وہ از خود کئی جانوروں (بحیرہ سائبہ وغیرہ) کو حلال بتاتے ہیں اور پھر یہ کہتے کہ ہم کو خدا نے یہ حکم دیا ہے، یعنی ہم ان احکام میں خدا کی طرف سے مامور ہیں اور اس دعویٰ میں وہ خدا تعالیٰ پر افتراء کرتے ہیں۔ ان کے اس افتراء کے ساتھ کسی مفتری کی نسبت قرآن میں یہ نہیں فرمایا کہ اس افتراء کے سبب ہم نے ان مفتریوں کو ہلاک کیا، بلکہ ان کو دنیا میں نفع دینے کا ذکر کر کے قیامت کے دن عذاب وعدم نجات کا ڈر سنایا۔

ناظرین! مشرکین کا وہی تقول علی اللہ ہے جس کا آیت زیر بحث میں ذکر ہے آنحضرتﷺ کو تو آپ کے کمالات مذکورہ کے سبب ہلاکت کا حکم سنایا گیا۔ مگر کسی مشرک مفتری کی ٹانگ توڑنے کا ذکر بھی قرآن میں نہیں آیا اور کوئی واقعہ تاریخ میں ایسا پایا نہیں جاتا کہ اس افتراء کے سبب کسی مشرک کو ہلاک کیا گیا ہو۔ صدہا یہودی ایسے گزرے ہیں، جو احکام توریت کو بدلتے اور ان کی جگہ اپنے تراشیدہ احکام جاری کرتے اور کئی مسائل اعتقادی انہوں نے ازخود بنا رکھے تھے۔ ازانجملہ حکم رجم کی جگہ زانی کا منہ کالا کرنا ہے۔

''**فویل للذین یکتبو الکتب بایدیهم ثم یقولون هذا من عندالله** (البقرہ:۷۹) **وقالوا لن تمسنا النار الا ایام معدودات** (بقرہ:۸۰) **یقولون هو من عندالله وما هو من عند الله ویقولون علی الله لکذب وهم یعلمون** (آل عمران:۷۸) **کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الی قوله فمن افتری علی اللهالکذب بعد ذلک فاولئک هم الظالمون** (آل عمران:۹۳،۹۴) **قل ان الذین یفترون علی اللهالکذب لایفلحون. متاع فی الدنیا ثم الینا مرجعهم ثم نذیقهم العذاب الشدید بما کانوا یکفرون** (یونس:۷)''۔

اور اپنے گروہ کی نسبت یہ اعتقاد کرنا کہ وہ صرف چالیس روز دوزخ کا عذاب بھگتیں گے اور شریعت ابراہیمی میں ان کا خداتعالیٰ پر یہ افترا کہ اونٹ کا گوشت ان کی شریعت میں حرام تھا۔ ان اعتقادات ومسائل کی نسبت خداتعالیٰ نے ان کو مفتری کہا۔ مگر یہ نہیں فرمایا کہ اس افتراء کے سبب ہم نے ان کو ہلاک کیا، بلکہ ایک آیت میں صاف فرمادیا ہے کہ جو لوگ خدا پر افترا کرتے ہیں، ان کو نجات اخروی نہ ہوگی۔ دنیا سے وہ نفع نہ اٹھائیں گے، مگر ہم ان کو سخت عذاب چکھائیں گے۔

ہمارے اس زمانہ میں مرزا کے بھائی سینکڑوں مولوی واعظ ایسے ہیں جو روپیہ دو روپیہ لے کر جھوٹے فتوے لکھتے ہیں اور منبروں پر بیٹھ کر خدائے تعالیٰ کی نسبت ایسی باتیں کہتے ہیں، جو خداتعالیٰ نے نہیں فرمائی ہیں۔ یہ افتراء علی اللہ نہیں تو اور کیا ہے اور ان میں سے کوئی ایسا نہیں سنا جس کو خداتعالیٰ نے اس افترا کے سبب ہلاک کردیا ہو یا کسی کی ٹانگ ہی توڑ دی ہو۔

خداتعالیٰ کا جنرل رول (عام قاعدہ) سزادہی میں یہ ہے کہ ایسے کفر وشرک وافترا وغیرہ گناہوں کی سزا قیامت پر رکھی ہے اور وہی دار الجزاء ہے۔ دنیا میں وہ کافروں،

ظالموں، مفتریوں کو مہلت دیتا چلا آتا ہے اور یہ دنیا دار العمل ہے۔ اگرچہ بعض اوقات بعض اشخاص اور اقوام کو وہ دنیا میں بھی سزا دے دیتا ہے۔ مگر یہ اس کا جنرل رول نہیں ہے۔

اس نظر سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے ''انکم الیوم فی دار العمل ولا حساب وانتم غدا فی دار الحساب ولا عمل''۔ (رواہ البیہقی، مشکوٰۃ ص۴۳۶)

لوگو! تم آج دار العمل میں ہو، تم سے پورا حساب نہیں لیا جاتا اور کل کو (قیامت کو) تم دار الحساب میں پہنچو گے، جہاں کوئی عمل نہ کر سکو گے۔

شاید مرزا مضمون ان آیات کی نسبت یہ عذر کرے کہ جن مفتریوں کے افتراء کا ذکر ان آیات میں ہوا ہے۔ انہوں نے دعویٰ نبوت والہام نہیں کیا اور میرا دعویٰ سزا ہلاکت کا انہی لوگون کی نسبت ہے جو الہام ونبوت کے مدعی ہوں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ تحفہ گولڑویہ (ص۴، خزائن ج۱۷، ص۴۲) منقولہ بالا میں تو نے صرف دعویٰ نبوت والہام پر دعویٰ سزا ہلاکت نہیں کیا بلکہ ہر ایک جھوٹی تعلیم اور جھوٹے عقائد اور جھوٹے دعویٰ کے (جو ضلالت وکفر سے لوگوں کو ہلاک کرے) لئے سزا ہلاکت تجویز کی ہے اور یہی آیت قرآن کا مطلب بتایا ہے اور آیت زیر بحث میں بھی ہر ایک تقوّل علی اللہ پر وعید اہلاک ہے۔ خاص کر دعوت نبوت میں تقول پر یہ وعید نہیں آئی اور دوسری آیات میں قرآن میں بھی ہر ایک افترا علی اللہ کو جھوٹے دعوی نبوت اور جھوٹے دعویٰ وحی کے برابر شمار کیا ہے۔

ایک آیت میں ارشاد ہے ''ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ الکذب اوقال اوحی الیّ ولم یوحی الیہ شئ'' (انعام:۲۱) کہ اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے جو خدا پر کوئی افتراء کرے یا یہ کہے کہ میری طرف وحی ہوئی ہے، حالانکہ اس کی طرف کوئی وحی نہ ہو۔

اور جس حالت میں نہ یہ آیت زیر بحث ہیں، خاص کر دعویٰ وحی والہام میں افتراء کا ذکر ہے اور نہ مرزا کی عبارت مذکورہ منقولہ میں یہ خصوصیت پائی جاتی ہے اور افتراء علی اللہ سبھی قسم کے ایک حکم رکھتے ہیں۔ لہٰذا آیات مذکورہ مرزا کے دعویٰ کے رد وابطال کے لئے پوری حجت ہیں۔ مرزا اور اس کے اتباع میں کچھ شرم وحیا ہو تو آئندہ وہ یہ دعویٰ قلم یا زبان پر نہ لاویں گے کہ خدا پر افتراء کرنے والا اور لوگوں میں جھوٹی تعلیم پھیلانے والا، جھوٹے عقائد پیش کرنے والا زندہ نہیں رہتا اور آیت زیر بحث میں ہر ایک مفتری علی اللہ کا حکم بیان ہوا ہے۔

سے اس مقام تک مرزا کی لن ترانیوں کا جواب ادا ہوا۔اب ہم اصل اس سوال کا جو میں مرزا کی طرف سے پیش کیا گیا تھا کہ اگر مرزا کے عقائد کفریہ اور دعویٰ مسیحیت ومہدویت اور جھوٹا دعوی الہام کرنا اور سالہا سال سے جھوٹے الہامات گھڑتے رہنا، طاعون کا سبب ہوسکتا ہے تو پھر مرزا اور اس کے بعض خلفا طاعون سے کیوں ہلاک نہ ہوئے۔تصریح وتشریح سے جواب دیتے ہیں۔اگرچہ ضمناً وہ جواب ادا بھی ہو چکا ہے۔

وہ جواب یہ ہے کہ بے شک اور بلا ریب مرزا کے جھوٹے دعوؤں کی سزا یہ طاعون ہے اور یہ اس کی ادنی سزا ہے۔مگر خدا تعالیٰ نے ان ظالموں، مفتریوں کو مہلت اور ڈھیل دے رکھی ہے۔جیسے کہ اس خدائے حلیم اور صبور نے قوم نوح کو ایذاء رسائی اور خدا تعالیٰ پر افتراء پردازیوں پر ساڑھے نوسو برس تک مہلت دی تھی اور جیسا کہ ’’**انا ربکم الاعلی وما علمت لکم من الہ غیری**‘‘ اس نے فرعون کو اس کے اس افتراء پر کہ میں تمہارا بڑا خدا ہوں اور میں اپنے سوا کسی کو تمہارا معبود برحق نہیں سمجھتا۔ایک مدت دراز تک مہلت دی تھی، نہ صرف ہلاکت سے مہلت، بلکہ ملک مصر کی سرداری وسلطنت اور اسباب عیش وعشرت جن پر وہ فخر کرتا اور یہ کہتا:

’’**ونادی فرعون فی قومہ قال یقوم الیس لی ملک مصر وھذہ الانھر تجری من تحتی افلا تبصرون. ام انا خیر من ھذاالذی ھو مھین ولا یکاد یبین فلو لا القی علیہ اسورۃ من ذھب**‘‘۔(زخرف:۵۱) کہ کیا مجھے مصر کی سلطنت حاصل نہیں اور میرے (محلوں کے) نیچے نہریں جاری نہیں۔اس میں ذلیل (حضرت موسیٰ کی نسبت بکواس کرتا ہے) سے بہتر ہوں۔یہ تو صاف بات بھی نہیں کرسکتا،اس کے پاس سونے کے کنگن کیوں نہیں (جیسے کہ میرے پاس ہیں)۔

یہ مہلت اور گناہوں کے ساتھ عیش وعشرت کی مدد وفراغت خدائے علیم وصبور کی قدیم سنت ہے اور یہ مرزا اور اس سے پہلے بدکاروں کے لئے کرامت نہیں ہے، بلکہ یہ خذلان (توفیق چھین لینا) اور اہانت ہے جو استدراج کہلاتا ہے۔جس کا اس آیت میں ذکر ہے:’’**فلما نسوا ماذکروابہ فتحنا علیھم ابواب کل شیٔ حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذناھم بغتۃ فاذاھم مبلسون**‘‘(انعام:۴۴) کہ جب منکر نصیحت کو بھول گئے تو ہم نے ان پر ہر چیز (نعمت دنیا کے) دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ وہ اترانے

لگ گئے۔ تو ہم نے اچانک ایسا پکڑا کہ وہ ہر خیر سے مایوس ہوگئے۔

اس آیت کی تفسیر میں آنحضرت ﷺ سے یہ حدیث مروی ہے ''عن عقبة بن عامر عن النبی ﷺ اذا رایت الله عزوجل یعطی العبد من الدنیا علی معاصیه ما یحب فانما هو استدراج ثم تلا رسول الله ﷺ فلما نسوا ما ذکروا به الایة. رواه احمد ''(مشکوٰۃ ص۴۳۵) کہ جب تم کسی بندہ کو دیکھو کہ خدا تعالیٰ اس کو گناہوں کے ساتھ دنیا اس قدر دیتا ہے، جس قدر وہ چاہتا ہے تو یہ سمجھو کہ یہ استدراج ہے (یعنی ڈھیل اور مہلت دے کر پکڑنا) پھر آپ نے یہ آیت پڑھی جو اوپر منقول ہوئی ہے۔

مرزا اور اس کا سٹاف اس مہلت پر فخر نہ کریں، بلکہ خدا سے ڈریں اور اپنی تئیں یہ شعر پڑھ کر سناویں:

تو مشو مغرور برحلم خدا دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

ان آیات واحادیث سے مرزا اور ہم خیال لوگوں کو تسلی نہ ہو اور ہمارے جواب کو صحیح نہ سمجھیں تو وہ اپنی ہی الہامی کتاب کشتی نوح کا (ص۲۱، خزائن ج۱۹، ص۲۳،۲۴) سے پڑھیں جس میں یہ عبارت مرقوم ہے۔

''یہ خیال مت کرو کہ پھر وہ دوسری قومیں کیوں کامیاب ہورہی ہیں حالانکہ وہ خدا کو جانتی بھی نہیں، جو تمہارا کامل اور قادر خدا ہے۔ اس کا جواب یہی ہے کہ وہ خدا کو چھوڑنے کی وجہ سے دنیا کے امتحان میں ڈالی گئی ہیں۔ خدائے تعالیٰ کا امتحان کبھی اس رنگ میں ہوتا ہے کہ جو شخص اسے چھوڑتا ہے اور دنیا کی مستیوں اور لذتوں سے دل لگاتا ہے اور دنیا کی دولتوں کا خواہش مند ہوتا ہے تو دنیا کے دروازے اس پر کھولے جاتے ہیں اور دین کی رو سے وہ نرا مفلس اور ننگا ہوتا ہے اور آخر دنیا کے خیالات ہی میں مرتا ہے اور ابدی جہنم میں ڈالا جاتا ہے''۔

ناظرین! روئے زمین کے مسلمانوں کے اعتقاد میں بجز مشتے چند از اتباع مرزا، کا امتحان اس رنگ میں ہورہا ہے اور اسی وجہ سے وہ بلاء طاعون میں اب تک مبتلاء نہیں ہوا ہے اور دن رات عیش کرتا ہے اور مزے اڑاتا ہے، اسلام کا نام جو اس کے قلم اور زبان سے نکلتا ہے، تو وہ ''ایں شکل برائے اکل'' کا مصداق ہے اور نادان اہل اسلام سے ٹکے سیدھے کرنے کا ایک دام ہے۔

پھر مرزا کہتا ہے (کشتی نوح ص۲۲، خزائن ج۱۹، ص۲۴) ''اور کبھی اس رنگ میں امتحان ہوتا ہے کہ دنیا سے بھی نامراد رکھا جاتا ہے۔ مگر مؤخرالذکر امتحان ایسا خطرناک نہیں جیسا کہ پہلا، کیونکہ پہلے امتحان والا زیادہ مغرور ہوتا ہے''۔ (جیسے کہ خود بدولت ہیں) کیا اس عبارت کشتی نوح کو پڑھ کر بھی مرزا اور اس کا کوئی پیرو مرزا کے طاعون سے بچے رہنے پر فخر کرے گا اور ہمارے اس جواب کی صحت میں جو ہم نے آیات وحدیث سے مدلل کیا ہے، دم مارنے کی جرأت کر سکے گا۔ نہیں، نہیں، کبھی نہیں اور ہرگز نہیں۔

اور اگر کوئی یہ سوال کرے کہ مرزا اور اس کے اخص خلفاء اور اکثر اتباع تو استدراج میں ہیں۔ مگر بہت سے صلحاء اور بعض علماء مخالف مرزا (جیسے امرتسری رسل بابا) کیوں طاعون میں مبتلاء ہوکر ہلاک ہوئے۔ اس کا جواب (جس کے بیان کا وعدہ بعض انگریزی خوان اہل حدیث سے شروع مضمون میں ہوا تھا، یہ ہے کہ صالحین کے لئے یہ طاعون عقوبت (سزا دہی) نہیں، بلکہ کرامت وشہادت ہے۔ گو فاسقوں، بدکاروں کے لئے یہ اہانت وعقوبت ہے۔

طاعون اور دیگر امراض ومصائب خدائے تعالیٰ کے مقبول بندوں پر بطور ابتلاء وارد ہوتے ہیں اور ان کو زلات (لغزشوں) اور خطاؤں سے پاک کرنے کے لئے نازل ہوتے ہیں اور دنیا سے پاک وصاف کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور میں اور جنت الفردوس میں لے جاتے ہیں اور یہی بلائیں کافروں، ظالموں، بدکاروں پر بطور عقوبت نازل ہوتے ہیں اور عقوبت اخروی کا پیش خیمہ بن کر ایک نمونہ دکھاتے ہیں۔

ایسا ہی دنیا کی نعمتیں اور آسائشیں خدائے تعالیٰ کے مقبول بندوں کو بطور فضل وانعام عطا ہوتی ہیں، جن پر وہ خدا تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں اور ان نعمتوں اور آسائشوں سے سامان آخرت مہیا کرتے ہیں اور وہی نعمتیں اور آسائشیں منکروں اور بدکاروں کو ایک بلا کے طور پر دی جاتی ہیں، جن میں منہمک ہوکر وہ آخرت کھو بیٹھتے ہیں اور ہلاکت کی راہیں اختیار کرتے ہیں۔

ان دونوں صورت امتحان کا بیان اس آیت قرآن میں ہے، جس میں ارشاد ہے: ''نبلوکم بالشر والخیر فتنة'' (انبیا:۳۵) تم کو اے (فریقین) ہم دونوں سبیل اسباب خیر وشر سے آزماتے ہیں۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہے ’’وقطعناھم فی الارض امما منھم الصالحون ومنھم دون ذالک وبلوناھم بالحسنات والسیئات لعلھم یرجعون ‘‘(اعراف:۱۶۸) کہ ہم نے ان کو زمین میں جدا جدا گروہ کر دیا۔ کئی نیک ہیں، کئی بد۔ ہم نے ان کو بھلائیوں اور برائیوں (دونوں) سے آزمایا تاکہ وہ ہماری طرف رجوع کریں۔

وازانجا کہ نعمتوں اور آسائشوں کے امتحان میں ثابت قدم رہنا مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے خداتعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو اس امتحان میں کم شامل کرتا ہے اور وہ خدائے تعالیٰ شانہ اکثر مقبول صالحین کو دنیا کی نعیم وآسائش سے بچاتا رہتا ہے۔ گو اسباب اسائش مال ودولت حکومت وسلطنت ان کو حاصل ومیسر ہوں۔ چنانچہ اس مضمون کی احادیث عنقریب گزر چکی ہیں اور مصیبتوں وبلاؤں کے امتحان میں خدا کے مقبول بندوں کا ثابت رہنا آسان ہوتا ہے۔ اس لئے تمام لوگوں سے زیادہ مبتلاء بلا خدا کے مقبول بندے ہی ہوتے ہیں، اسی مضمون کی احادیث بھی منقول ہوچکی ہیں۔

اسی اصول کے مطابق خدا کے مقبول اور صالحین بندوں پر طاعون آتا ہے اور ان کو شہادت کا درجہ عطا کرتا ہے ’’عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ الطاعون شھادۃ کل مسلم . متفق علیہ ‘‘(مشکوٰۃ ص۱۴۷) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے طاعون ہر ایک مسلمان کے لئے (جو اس میں مبتلاء ہو) شہادت ہے۔

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ کافروں کے لئے وہ شہادت نہیں، عقوبت ہے ’’عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ الشھداء خمس المطعون والمبطون والغریق وصاحب الھدم وفی سبیل اللہ. متفق علیہ ‘‘۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ شہادت کا درجہ پانے والے پانچ ہیں۔ طاعون زدہ، اسہال میں مبتلاء ہوکر فوت ہونے والا، پانی میں ڈوب کر مرنے والا، دیوار یا چھت کے نیچے دب کر مر جانے والا اور وہ شخص جو خدا کی راہ میں (لڑکر) جان دے:

’’وعن جابر بن عتیک قال رسول اللہ الشھادۃ سبع سوی القتل المطعون شھید والغرق شھید وصاحب ذات الجنب شھید والمبطون شھید وصاحب الحریق شھید والذی تموت تحت الھدم شھید والمرأۃ تموت جمع شھید ‘‘۔(رواہ مالک، مشکوٰۃ ص۱۴۵) جابر بن عتیک کی روایت میں ان پانچ

کے علاوہ تین شہید اور مذکور ہوئے ہیں۔ ایک وہ جو مرض ذات الجنب سے ہلاک ہو۔ دوسرا وہ جو جل کر مر جاوے۔ تیسری وہ عورت جو پیٹ میں بچہ مر جانے سے یا جن کر مر جاوے۔

**’’وعن عرباض بن سارية قال يختصم الشهداء والمتوفون على فروشهم فى الذين يتوفون من الطاعون فقال الشهداء اخواننا قتلوا كما قتلنا ويقول المتوفون اخواننا ماتوا على فروشهم كمامتنا فيقول الله تعالىٰ انظروا الى جراحتهم فان اشبهت جراحتهم جراح المقتولين فانهم منهم فاذا جراحهم قد اشبهت جراحتهم‘‘۔** (رواہ احمد، مشکوٰۃ ص۱۳۱)

اور حضرت عرباض سے روایت ہے کہ شہید فی سبیل اللہ اور اپنے بستروں پر مرنے والے ان لوگوں کی نسبت جو طاعون سے مریں۔ آپس میں جھگڑیں گے، شہید تو ان کی نسبت یہ کہیں گے کہ یہ ہماری طرح (زخموں) سے مرے ہیں۔ بستروں پر مرنے والے کہیں گے کہ یہ ہماری طرح اپنے بستروں پر مرے نہیں۔ خدا تعالیٰ ان کے جھگڑے کا یہ فیصلہ کرے گا کہ ان کے زخموں کو دیکھو کہ اگر وہ مقتول لوگوں کے زخموں کے مشابہ ہیں تو یہ ان میں سے ہیں اور یہ ان کے ساتھ درجہ بہشت میں رہیں گے۔ جب ان کے زخموں کو دیکھا جائے گا تو وہ باہم مشابہ ہوں گے۔

ان سب کو شہید فی سبیل اللہ اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ بھی بطور شہید فی سبیل اللہ ناگہان اور تکلیف سے مر جاتے ہیں اور ایمان وحسنات کی برکت سے ان بلاؤں، مصیبتوں کا اجر پاتے ہیں۔

یہی طاعون ودیگر امراض ومصیبتیں فاسقوں، بدکاروں پر بھی آتی ہیں، تو وہ عقوبت الٰہی کہلاتے ہیں اور سزا اخروی کا (جس کا استیفاء قیامت کے دن مقرر ہے) پیش خیمہ ونمونہ بن جاتے ہیں۔

**’’عن اسامة بن زيد قال قال رسول الله ﷺ الطاعون اخبر ارسل على بنى اسرائيل وعلى من قبلكم فاذا سمعتم بارض فلا تقدموا عليها واذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا فراراً. متفق عليه‘‘۔** (مشکوٰۃ ص۱۳۷)

ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ طاعون ایک عذاب ہے، جو بنی اسرائیل کی ایک جماعت پر یا یہ فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں پر بھیجا گیا تھا۔ پس اگر کسی زمین

میں اس کا واقعہ ہونا، سنو تو وہاں مت جاؤ اور جس زمین میں پڑ جائے، وہاں سے طاعون سے بھاگنے کی نیت سے نہ نکلو۔[۲۳]

بالجملہ یہ طاعون نیکوں کے واسطے شہادت ہے اور بدوں کے واسطہ عقوبت ہے اور یہ بعینہ مرگ مفاجات (ناگہانی) کی نظیر ہے جس کی نسبت وارد ہے ''اخذة الاسف لکافر ورحمة للمومنین'' (مشکوٰۃ ص۱۳۲) یعنی مرگ مفاجات کافر کے لئے غصہ کی پکڑ ہے اور مومنوں کے لئے رحمت ہے۔

اس بیان سے جیسا کہ جواب سوال مذکور ادا ہوا، ویسا ہی اصل مضمون کے اس حصہ ''طاعون کا روحانی سبب'' کا بیان ہوا اور یہ امر ثابت ہوا کہ طاعون کا روحانی سبب لوگوں کے اعمال ہیں۔ صالحین کے لئے صالحہ اعمال جن کے بدلے وہ طاعون کے ذریعہ کرامت وشہادت پاتے ہیں اور طالحین (بدکاروں) کے لئے بداعمال جن کے سزامیں وہ اس طاعون کے ذریعہ عقوبت دنیوی پاتے اور ذلیل ورسوا کئے جاتے ہیں۔

اب رہا اس مضمون کا دوسرا حصہ کہ اس کا علاج کیا ہے سو بھی اس سے مفہوم ہوتا ہے اور ازانجا کہ صالحین کے لئے یہ طاعون شہادت ہے، کرامت ہے۔ لہٰذا اس کے ازالہ کے لئے علاج کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی اس کے حصول کے لئے کوشش وتمنا کی ضرورت ہے، کیونکہ وہ ایک ابتلاء وامتحان ہے اور امتحان کے لئے تمنا کرنے کی اجازت نہیں، بلکہ ہمیشہ عافیت (بچاؤ) طلب کرنے کا حکم ہے۔ ظالم دشمن کے مقابلہ میں مارا جانا شہادت ہے۔ مگر اس کے مقابلہ کی آرزو کرنا منع ہے، بلکہ اس سے عافیت کا سوال کرنے کا حکم ہے۔

صحیح بخاری کے (ص۴۲۲) میں حدیث ہے ''ان رسول اللہ ﷺ فی بعض ایام التی لقی فیها العدو وانتظر حتی مالت الشمس ثم قام فی الناس فقال یایها الناس لا تمنوا لقاء العدو واسئلوا اللہ العافیة فاذا لقیتموهم فاصبروا'' کہ آنحضرت ﷺ نے ایک جنگ کے موقع پر خطبہ پڑھا اور فرمایا لوگو! دشمن کے مقابلہ کی تمنا نہ کرو اور خداتعالیٰ سے امن اور اس سے بچے رہنے کا سوال کرو (ہاں) جب اس سے مقابلہ ہو پڑے تو اس وقت صبر کرو۔

مولوی رسل بابا امرتسری طاعون سے فوت ہوئے، تو ان کے معتقدین واتباع نے ان کی موت کو موت شہادت قرار دیا اور اس مضمون کا ایک اشتہار شائع کیا جو خاکسار کی نظر

سے اب تک نہیں گزرا، جس پر مرزا کے ایک اخبار البدر کے (نمبر۵، ج۱) میں مرزا کی یہ لن ترانی ولاف زنی مشتہر ہوئی کہ یہ موت مرزا کے الہام ''یخرج الصدور الی القبور'' کے مطابق ہوئی ہے، جس کا جواب دیا گیا ہے پھر البدر کے (نمبر۸، ج۱) میں اس دعویٰ شہادت پر یہ اعتراض کیا گیا کہ اگر طاعون کی موت شہادت ہے تو ان تمام مخالف مولویوں کو اس کی آرزو کرنی چاہئے اور ان کو دعائیں کرانی چاہئے۔

اس اعتراض کا ایک جواب تو ہماری تقریر بالا میں ادا ہوا کہ کسی ابتلاء وامتحان کی تمنا جائز نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مرزا نے تذکرۃ الشہادتین (خزائن ج۲۰) میں ملا لطیف اور اس کے ساتھی کی موت کو موت شہادت قرار دیا ہے۔ پس اگر تجویز شہادت کا لازمہ اس کی تمنا ہے تو چاہئے کہ خود بھی اس شہادت کی تمنا کرے اور کابل میں پہنچ کر اس کے حصول میں مساعی ہو۔ اس کی اس تمنا دعا کے وقت ہم بھی آمین کہیں گے، بلکہ کابل میں ساتھ جانے کو حاضر ہیں۔ اس تمنا اور سعی سے جیسے کہ مرزا کو شہادت نصیب ہوگی، ویسی ہی تمام ملک اور اسلام میں امن وعافیت کی صورت پیدا ہو جائے گی اور خس کم جہاں پاک کی مثل صادق آجائے گی۔

تیسرا جواب حال میں موضع قادیان میں طاعون جارف[۲۴] پیدا ہوگیا ہے اور کئی ایک اصحاب مرزا چار دیواری کے رہنے والے لقمۂ طاعون ہو چکے ہیں، تو مرزا کے دوسرے اخبار الحکم میں ان کی موت کو شہادت قرار دیا گیا ہے۔ پھر مولوی رسل بابا کی موت یا اور صالحین کی موت کو موت تسلیم کرنے میں کیوں انصاف کا خون کیا جاتا ہے۔ خدا سے شرم چاہئے، دنیا سے شرم چاہئے، جو کچھ قلم ہاتھ سے نکلے، اس کو تو سوچ لیا جاوے۔

ہاں جو طاعون عقوبت ہے اور وہ کفر وفسق کے سزا ہی کے لئے کافروں وفاسقوں پر مسلط ہوتا ہے۔ اس کا اعلان نہایت ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ کافر کفر سے اور فاسق فسق سے توبہ کریں اور جناب باری کی طرف عجز وتضرع کے ساتھ رجوع ہوں۔ وہ ارحم الراحمین جس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے، بندوں کی سچی توبہ پر رجوع رحمت کرے گا اور اس عقوبت کو دور کرے گا۔

شاید اس مقام میں یہ سوال ہو کہ وہ کون سا کفر ہے جو اس زمانہ سے پہلے نہ ہوتا تھا اور وہ کون سے گناہ ہیں، جن کا ارتکاب پہلے زمانوں میں نہ ہوتا تھا اور ان پر طاعون ٹوٹ پڑا اور یہ عذاب نازل ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس زمانہ میں اس قسم کا کفر دنیا میں پھیلا ہوا ہے، جس کی نظیر پہلے زمانوں میں بجز زمانہ بنی اسرائیل جس میں پہلے طاعون نازل ہوا تھا، پائے نہیں گئے اور اب گناہ بھی اس قسم کے وقوع میں آتے ہیں، جو اس زمانہ بنی اسرائیل میں پائے گئے تھے۔ اس زمانہ کا یہ حال ہے کہ جو لوگ کسی مذہب کو بظاہر مانتے، وہ اسی مذہب کا استخفافاً خلاف کرتے ہیں اور اس کے مسلمہ احکام کو ہنسی ٹھٹھے میں اڑاتے ہیں۔ خصوصاً وہ لوگ جو مغربی تعلیم پاچکے ہیں اور نئی روشنی کی جھلک میں آ کر نیوفیشن کے دلدادہ ہو رہے ہیں۔ ان کے اس استخفاف واستہزاء سے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ ان گریجویٹ (تعلیم یافتہ) اشخاص میں اکثر مسلمان، مسلمان نہیں۔ عیسائی، عیسائی نہیں۔ یہودی یہودی نہیں، ہندو، ہندو نہیں۔ وعلی ہذا القیاس!

ان کا کسی مذہب کی طرف منسوب ہونا صرف سوسائٹی (قومی جماعت کے لحاظ) سے ہے، نہ دلی اعتقاد سے اور ان کا بعض رسوم واحکام مذہب کی پیروی کرنا رسمی طریق پر نہ اعتقادی طور پر۔ اس قسم کے ہندوؤں، عیسائیوں وغیرہ کے خیالات، مقالات وحالات سے بحث کرنا ہمارا کام نہیں ہے اور نہ یہ مضمون اس بحث کا مقام ہے۔ اس مقام میں ہم اس قسم کے مسلمانوں کے کفریات ومعاصی کو بطور مثال بیان کرتے ہیں۔ ''لعلہم یتقون اویحدث لہم ذکراً''

اس قسم کے مدعیان اسلام کا ایک گروہ مرزائی (پیروان مرزا غلام احمد ساکن قادیان) ہے ان کے اقوال وخیالات اسی جلد کے اشاعۃ السنۃ میں بیان ہوچکے ہیں۔ دوسرا گروہ چکڑالوی ہے، جن کے خیالات ومقالات کفریہ (ج۱۹) میں مفصل بیان کئے گئے۔ تیسرا گروہ نیچری ہے، جو ان دونوں کا رہبر وپیشرو ہے، ان کے خیالات، مقالات (ج۲ لغایت ۵) اشاعۃ السنۃ میں مدلل طور پر مفصل بیان ہوچکے ہیں۔

اس مقام میں ہم چند مثالیں ایسی ذکر کرتے ہیں جن میں ایسے مسلمان بھی مبتلاء ہیں جو نہ نیچری کہلاتے ہیں، نہ چکڑالوی، نہ مرزائی نہ اور قسم کے بدعتی، بلکہ وہ حنفی وغیرہ سنی مذاہب کے پیروان میں شامل سمجھے جاتے ہیں اور بعض ان مذاہب کے لیڈر (رہنما) اور ریزریزنٹیٹو (وکیل) کہلاتے ہیں ومع ہذا وہ اسلام اور اسلامی احکام کو خیرباد کہہ رہے ہیں۔

<u>پہلی مثال:</u> سود قرض کو حلال جاننا اور اس کی اشاعت میں سرتوڑ کوشش کرنا ہے، سود قرض کا حرام ہونا ایسے احکام شرعیہ سے ہے، جن میں اس زمانہ سے پہلے کسی مسلمان فرقہ

یا شخص کا اختلاف پایا نہیں گیا۔ سب سے پہلے بانی مذہب نیچر نے مسلمانوں میں اس کی حلت کا خیال پھیلایا اور اس اتفاقی حرمت میں یہ شبہ ڈال کر، ناواقف مسلمانوں کو متردد کر دیا کہ حضرت عمرؓ جیسے خلفائے نبوی فرما گئے ہیں کہ ''آنحضرتﷺ فوت ہوئے اور ربوٰ یعنی سود کی تفسیر نہ کر گئے۔''

جس کا جواب ان کو اشاعۃ السنۃ (ج۱۲) میں دیا گیا ہے کہ یہ قول عمری سود قرض کی نسبت نہیں ہے، بلکہ ربوٰ فضل یعنی بیع میں بڑھوتری احد العوضین کی نسبت ہے۔ مگر اس جواب کو وہ سنتے تھے اور اشاعۃ السنۃ ان کے تابعین کب پڑھتے تھے۔ لہٰذا ان کا وہ منتر ان کے پیروان پر چل گیا اور انہوں نے یہ یقین کر لیا کہ جب آنحضرتﷺ کے خلفائؓ کو سود میں یہ اشتباہ رہا تو اس میں ہر قسم کے اختلاف کی گنجائش ہے۔ پس انہوں نے حکم حرمت سود میں یہ تاویل کر دی کہ سود وہ حرام ہے، جو محتاجوں اور فقیروں سے لیا جاوے، وہ حرام نہیں جو ایسے مالداروں اور سوداگروں سے لیا جائے، جو سودی روپیہ لے کر تجارت پر لگاتے ہیں اور اس سے صدہا روپیہ کماتے ہیں۔

اس کا جواب بھی ان کو اسی (ج۱۲) میں دیا گیا ہے۔ مگر اس جواب کو ان لوگوں سے کون سنتا اور مانتا تھا۔ ان کا فتویٰ نئی روشنی والوں نے مان لیا ہے اور ان میں سود کا رواج ہو گیا۔ وہ صاحب تو دنیا سے سدھارے اور ان کے پیروان بھی اب خاموش ہیں۔ مگر اب حنفی مذہب کے پیروان اور اہل سنت کے مفتیان سود قرض کی حلت کی اشاعت میں سرگرم کوشش کر رہے ہیں اور ملکی اخباروں (وطن، پیسہ اخبار لاہور، وکیل امرتسر) میں نہ صرف اس کی حلت کے بلکہ استحسان وضرورت کے مضامین شائع کر رہے ہیں اور ان لوگوں کو ان اخباروں میں فرد ملت وغیرہ رفیع القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔

ایک دفعہ خاکسار نے بعض حضرات کے استفسارات کا جواب اخبار وطن مؤرخہ ۸؍مئی ۱۹۰۳ء (نمبر۱۸، ج۳) میں شائع کرایا اور تفصیل دلائل، جواب کے لئے اپنے رسالہ کی (ج۱۲، و۱۸، ۱۹) کا حوالہ دیا بلا قیمت بطور رعایت ان جلدوں کے ارسال کا بھی وعدہ دیا، تو اسی اخبار کے (نمبر۲۲، ج۳) مؤرخہ ۵؍جون ۱۹۰۳ء میں یہ جواب ملا کہ میں اس دردسری سے محفوظ رہنا چاہتا ہوں۔

جس پر خاکسار دم بخود ہو رہا ہے اور تب سے اس قسم مضامین اخبار مذکور فایل کرتا

رہتا ہوں، کوئی سننے والا پیدا ہوگا اور کم سے کم ایڈیٹر اخبار نے میرے جوابات درج اخبار کرنے کا وعدہ دیا، تو ایک ایک کا جواب دوں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ حنفی مذہب کے ایک فاضل نے جو ایک حنفی مدرسہ کے مدرس بھی رہ چکے ہیں، حلت سود میں ایک رسالہ لکھا۔ اس کا جواب بھی ہمارے رسالہ کی (ج۱۸) میں شائع ہو چکا ہے۔

حنفی مذہب کے بعضے مفتی صاحبوں میں (جو سود لیتے ہیں اور لوگوں کو فتویٰ حلت سود دیتے ہیں) اور عام مسلمانوں میں اب سود کا ایسا رواج پیدا ہوگیا ہے کہ اب سود سے منع کرنے والوں کو تعجب کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اور ان کو قوم کا بدخواہ سمجھا جاتا ہے اور اس وقت عام مسلمانوں پر اس حدیث کا مضمون صادق آرہا ہے، جس میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے ’’**عن ابی هریرة عن رسول الله ﷺ لیاتین علی الناس زمان لا یبقی احدا لا اکل الربوا فان لم یاکله اصابه من بخاره ویروی من غباره**‘‘ (رواہ احمد والنسائی، مشکوٰۃ ص۲۴۰) کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آوے گا کہ جس میں سودخواری سے کوئی باقی نہیں رہے گا۔ اگر کوئی سود نہ کھاوے گا تو اس کو بخار یا غبار ہی پہنچ رہے گا۔

ہمارے خیال میں مسلمانوں پر اس عقوبت طاعون کا ایک سبب قوی اس سودخواری کا حلال کرنا ہے اور چونکہ اس سودخواری کو حلال کرنا ہے اور چونکہ اس سودخواری کا رواج پہلے مسلمانان بمبئی میں ہوا تھا۔ اس لئے سب سے پہلے، وہاں طاعون پڑا۔ پھر مسلمانان جالندھر نے حلت سود کا بیڑا اٹھایا اور کمیٹی محقق الربا کو قائم کیا تو پنجاب میں سب سے پہلے جالندھر میں اس کے ضلع میں طاعون نے زور پکڑا۔ مسلمان اس بلا سے بچنا چاہتے ہیں، تو اعتقاد حلت سود سے توبہ کریں۔

**دوسری مثال:** جاندار مخلوق کی تصویریں بنانا اور تصویروں کا فروخت کرنا اور تعظیمی صورت میں ان کو گھروں میں رکھنا۔ یہ افعال بھی اسلام میں قطعی حرام ہیں۔ مصوروں کو آنحضرت ﷺ نے لعنت کی ہے اور صاف فرمایا ’’**لعن النبی ﷺ المصورین**‘‘ (بخاری ص۲۸۰) ’’**قال رسول الله ﷺ اشد الناس عذاباً یوم القیامة المصورون**‘‘ (صحیح مسلم ص۲۱۰) ’’**قال النبی ﷺ من صور صورة فان الله یعذبه حتی ینفخ فیها الروح ولیس ینافع فیها ابداً**‘‘ (صحیح بخاری ص۲۹۶، صحیح مسلم ص۲۱۰، مشکوٰۃ ص۳۷۸) کہ قیامت کے دن ان لوگوں میں جن کو بہت سخت عذاب ہوگا، مصورین ہوں

گے۔ایک حدیث میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ خدا تعالیٰ قیامت کے دن مصوروں کو عذاب کرے گا جب تک کہ وہ ان میں روح نہ پھونکیں گے اور یہ ان سے کبھی نہ ہوگا۔اس قسم کی وعید صحیح حدیثوں میں وارد ہے، جس کی تفصیل کا یہ مقام نہیں۔

اب یہ فعل مسلمانوں میں جائز سمجھا جاتا ہے، پہلے تو اس جواز کا خیال حضرات نیچریہ میں پھیلا تھا۔تہذیب الاخلاق قدیم میں جواز تصویر کا ایک مضمون شائع ہوا، جس میں راوی حدیث ممانعت حدیث حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حرم محترم نبوی کی نسبت ایک سخت توہین کا لفظ راقم مضمون کے قلم سے نکلا۔جس کے پاداش میں یہی طاعونی دنبل اس کے حلق میں برآمد ہوا اور وہ حیدرآباد دکن میں راہی ملک عدم ہوا۔پھر پیر نیچر کی تصویریں ان لوگوں کے گھروں میں تعظیم سے رکھی گئیں۔اس کے بعد آپ کے خلیفہ (مگر سرکش ومنحرف) پرافٹ قادیان نے جواز کا فتویٰ دیا اور مرزا کی تصویریں مریدوں (مرزائیوں) کے گھروں میں تعظیم وادب سے رکھی گئیں۔

اب تو سنی اور حنفی کہلانے والے مسلمان فوٹو گراف میں تصویریں بناتے اور فروخت کرتے ہیں اور اپنے گھروں کے کمرے تصویروں سے سجاتے ہیں اور اسلامی اخباروں میں تصویریں چھپتی اور قیمت تصاویر سلاطین کے اشتہار شائع ہوتے ہیں اور کوئی مسلمان ایسا نظر نہیں آتا جو ان اخبار والوں کو اس فعل حرام سے روکے اور اس کی مذمت میں کوئی مضمون درج اخبار کراوے۔اب تو یہ افعال طیب حلال، بلکہ نشان عزت واقبال سمجھے جاتے ہیں اور اس کی ممانعت کو نشان نکبت وزوال۔پھر مسلمانوں پر عقوبت طاعون مسلط ہو تو کون سے استعجاب کا محل ہے۔

<u>تیسری مثال:</u> مسلمانوں کا داڑھیاں منڈوانا یا جڑ سے کتروانا اور موچھوں کو بڑھانا اور اس میں ہندوؤں، عیسائیوں وغیرہ مخالفین اسلام پر سبقت لے جانا ہے۔بعض ہندوؤں، عیسائیوں کو دیکھا جاتا ہے کہ جب موچھیں بڑھ جاتی ہیں تو ان کو کسی قدر کٹوا کر ہونٹ کھول لیتے ہیں۔مگر مسلمان ایسے چھپے رستم نکلے کہ وہ موچھوں کو تاؤ دے کر کھانے پینے کے لئے کسی قدر راستہ نکال لیتے ہیں اور موچھوں کا غصہ داڑھی پر نکال لیتے اور ہر صبح استرہ سے داڑھی کی خبر لیتے ہیں۔

یہ رواج پہلے تو لکھنؤ کے شیعوں یا شیعوں کے صحبت یافتہ سنیوں میں تھا اور دہلی سے اس طرف پنجاب میں اس فعل کا مسلمانوں میں رواج نہ تھا۔اب تمام پنجاب کے گریجویٹ

(تعلیم یافتہ) وناتعلیم یافتہ مسلمانوں نے اس فعل کو اسلامی شعار بنالیا ہے۔ ان کے نزدیک یہ فعل گویا اسلامی شعار تھا۔ ہندوؤں اور عیسائیوں نے غصب وتصرف بے جا سے یہ فعل اختیار کرلیا تھا۔ جن لوگوں سے ہم آشنا نہیں ہوتے اور ریل گاڑی میں یا کسی مجلس میں ان سے مل بیٹھنے کا اتفاق ہوتا ہے تو واللہ، باللہ ثم تاللہ ہم ہرگز نہیں پہچانتے کہ وہ صاحب ہندو ہیں یا عیسائی یا مسلمان۔

ان کا مذہب معلوم کرنے کے لئے ان کا نام پوچھا جاتا ہے، تو بعض اوقات نام بھی ایسا سنا جاتا ہے کہ جو ہندو، مسلمانوں اور عیسائیوں میں مشترک ہوتا ہے۔ آخر بتصریح پوچھا جاتا ہے آپ کس مذہب کے پیرو ہیں تو یہ جواب سن کر کہ ''ہم مسلمان ہیں'' کمال رنج وافسوس ہوتا ہے اور جن لوگوں سے ہم آشنا ہوتے ہیں اور وہ عندالملاقات ابتداً سلام کرتے ہیں تو ان کا لفظ سلام مونڈے ہوئے منہ اور موچھوں سے ڈھکے ہوئے لبوں سے سن کر ہم کو ایسا تکلیف دہ ہوتا ہے جیسا کہ کوئی کسی کو گالی دے یا پتھر مارے۔ ان کو جواب سلام بلفظ مناسب دیا جاتا ہے اور قدیم آشنائی کے استحقاق سے ہمیشہ یہ کہا جاتا ہے کہ آپ ہم پر احسان کریں اور اسلام کے حال پر رحم فرماویں، داڑھی نہ منڈوایا کریں اور موچھیں کٹوادیں۔ تو وہ برملا اور صاف الفاظ میں فرماتے ہیں کہ ہم داڑھی موچھیں کے رکھنے یا نہ رکھنے کو اسلام میں داخل نہیں جانتے اور جن سے ہماری بے تکلفی ہوتی ہے، ان سے کہا جاتا ہے کہ اس باب میں بیٹھ کر گفتگو کرلیں، اپنے دلائل سناویں، ہمارے سنیں، تو وہ وعدہ دے کر ٹلا دیتے ہیں اور سالہا سال ٹلاتے جاتے ہیں۔

ان میں ایک صاحب بیرسٹر بارایٹ لا خاص ہمارے وطن کے ہیں جو امرتسر میں پریکٹس کرتے ہیں۔ لاہور میں کئی اور متفرق مقامات میں، اس مضمون میں یہ مسئلہ انہی کے ملاحظہ کے لئے درج ہوتا ہے، وہ توجہ سے ملاحظہ فرمائیں۔

ہم کتب اسلام اور اس کے احکام میں نظر کرتے ہیں تو ان میں سے بانی اسلام شارع علیہ السلام کا کھلم کھلا اور صاف الفاظ میں یہ حکم پاتے ہیں ''عن ابن عمر عن النبی ﷺ خالفوا المشرکین افرواللحی واحفوا الشوارب'' (صحیح بخاری ص۸۷۵) کہ مشرکین (یعنی مجوس چنانچہ دوسری روایت میں بتصریح مجوس ہے) کا خلاف کرو، داڑھیاں بڑھاؤ اور موچھیں خوب کٹواؤ۔

ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد کیا ہے ’’من زید بن ارقم ان رسول اللہ ﷺ قال من لم یاخذ من شاربہ فلیس منا ‘‘(مشکوٰۃ ص۳۸۳) جو موچھوں کے بال نہ کٹوائے وہ ہم میں سے (یعنی مسلمانوں سے) نہیں ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے ’’عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال من الفطرۃ قص الشارب ‘‘(بخاری ص۸۷۴) موچھیں کٹوانا فطرت (اسلامی خصائص وخصال) سے ہے۔ایک حدیث میں آیا ہے ’’عن ابن عباس قال کان رسول اللہ ﷺ یقص او یاخذ من شاربہ وکان ابراھیم خلیل الرحمن یفعلہ ‘‘(رواہ الترمذی، مشکوٰۃ ۳۸۳) آنحضرت ﷺ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ موچھیں کٹوایا کرتے۔

قرآن مجید میں جو ارشاد ہے ’’واذا بتلی ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن (بقرہ ع۱۵) ھی الفطن تقص الشارب الخ ‘‘(جلالین ص۱۵، معالم ص۳۸) کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو چند کلمات (احکام) سے آزمایا تو ان احکام میں باتفاق مفسرین لبوں کا کٹوانا بھی شمار کیا ہے۔اس صورت میں یہ حکم قرآنی اور الٰہی حکم ہے نہ صرف آنحضرت ﷺ یا کسی نبی کا اپنا حکم۔ایسے حکم اسلامی اگر مسلمان ہلکا سمجھ کر ترک کریں اور اسکے برخلاف رسم وطریق اقوام غیر کی پیروی اختیار کریں، تو وہ کیونکر طاعون وغیرہ عقوبتوں کا محل نہ ہوں۔

<u>چوتھی مثال:</u> مسلمانوں میں لباس وزینت نام مشروع کا رواج ہے۔اکثر گریجویٹ مسلمان ریشمی کپڑے اور سونا پہنتے ہیں اور اس کا جائز سمجھتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ لباس وزینت سے مذہب کو کوئی تعلق نہیں ہے، جو کچھ کوئی چاہے، پہنے اور جس قوم کا لباس پسند کریں، اختیار کرلے۔یہ پہلے فتویٰ پیر نیچر نے اپنے گروہ کو دیا اور تہذیب الاخلاق میں اس قسم کے مضامین کو شائع کیا تھا۔پھر رفتہ رفتہ ان کی تقلید کو عام مسلمانوں نے بھی جو نیچری نہیں کہلاتے اختیار کرلیا۔ان کے رد میں اشاعۃ السنۃ (ج۲،۳،۴) میں متعدد مضامین شائع ہوچکے ہیں۔اس قسم میں صرف چند احادیث نقل کی جاتی ہیں۔ایک حدیث میں آیا ہے ’’عن براء بن عازب قال نھانا النبی ﷺ عن خاتم الذھب وعن الحریر. الخ ‘‘(بخاری ص۸۶۷، مسلم ص۱۸۹) آنحضرت ﷺ نے سونے کی انگوٹھی اور ریشم پہننے سے منع کیا ہے۔

اور ایک حدیث میں فرمایا ہے ’’قال رسول اللہ ﷺ من یلبس الحریر فی الدنیا لم یلبسہ فی الاخرہ ‘‘(بخاری ص۸۶۷، مسلم ص۱۹۰) جو شخص دنیا میں ریشم پہنے گا وہ

آخرت میں نہ پہنے گا۔

اور ایک حدیث میں آپ کا ارشاد ہے ''ان النبی ﷺ قال احل الحریر للاناث من امتی وحرم علی ذکورها '' (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ ص۳۶۷ وقال حدیث حسن صحیح ) سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں کے لئے حلال ہے، مردوں کے لئے حرام ہے۔ اس حدیث میں جو عورتوں کے لئے سونے کی حلت کا حکم وارد ہے، یہ بھی مطلب نہیں، قید قلت کے ساتھ مقید ہے۔

چنانچہ نسائی اور ابوداؤد کی حدیث میں وارد ہے ''وفی آخر للنسائی عن ابن عمر قال نهی رسول اللہ ﷺ عن لبس الذهب الا مقطعاً المقطع الشئ الیسیر نحو الشنف والخاتم للنساء وکره الکثیر المسرف والخیلاء'' (تیسیر الوصول ص۱۸۸) کہ آنحضرت ﷺ نے سونے کے پہننے سے منع کیا ہے۔ بجز قدر قلیل۔ تیسرا لوصول میں اس حدیث کو نقل کر کے کہا ہے کہ مقطع سے قدر قلیل مراد ہے، جیسے بالی اور انگوٹھی عورتوں کے لئے اور کہا ہے کہ اس قید کی وجہ یہ ہے کہ کثرت میں اسراف اور تکبر پایا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں اس کی وجہ یہ بھی فرمائی گئی ہے کہ ''هی لهم فی الدنیا ولکم فی الاخرة '' (بخاری ص۸۶۷، مسلم ص۱۸۹) کہ یہ نعمتیں (چاندی سونا) کافروں کے واسطے دنیا میں ہیں، تم (مومنوں) کے لئے آخرت میں ہیں۔

ان احادیث کو مسلمان غور سے پڑھیں اور پھر انصاف سے سوچیں کہ جب مسلمان سونے، ریشم کو حلال سمجھنے لگ گئے اور اس اعتقاد سے ان کو استعمال میں لاتے ہیں، تو ان پر طاعون وغیرہ آسمانی بلائیں کیوں نازل نہ ہوں۔

<u>پانچویں مثال:</u> جو سب سے عجیب مثال ہے بہتیرے گریجویٹ مسلمان کھانے پینے حلال وحرام کی پابندی کو فضول جانتے، مردار جانور (گلا گھوٹی مرغیاں وغیرہ) کھاتے اور اس پر شکر بجالاتے اور یہ فرماتے ہیں ''الحمد للہ الذی جعل الدین یسراً لا عسراً '' یعنی خدا کا شکر ہے، جس نے دین آسان کیا، مشکل نہیں بنایا۔ بعض حضرات نے جو درجہ اعلیٰ تہذیب وکمال کو پہنچ گئے تھے، ایک یورپین دعوت میں خنزیر کا گوشت بھی تناول فرمایا۔ خانساماں یا کھانے کھلانے والے خدمت گار کے کہنے پر کہ یہ گوشت آپ کے لائق نہیں ہے، مطلق کان نہ دھرا۔

بہت لوگ جو ولایت جاتے ہیں، وہ حلال حرام کی کچھ پروانہیں کرتے اور وہاں ذبح جانوروں کا دستور ہی نہیں ہے۔ پمپ کے ذریعہ سے جانوروں کا دم نکالا جاتا ہے اور وہی گوشت عموماً کھایا جاتا ہے۔ اس بات میں بعض گریجویٹ ہندو بھی مسلمانوں کے شریک ہیں، وہ گائے کا گوشت کھاتے ہیں اور یہ کہتے ہوئے سنے گئے، کہ کیا مذہب سالہ کھانے پینے سے جاتا رہتا ہے۔ اس سے بھی عجیب تر۔

چھٹی مثال: اور سن لو۔ بہتیرے تعلیم یافتہ مسلمان نماز کو جو اسلام ارکان سے ایک رکن اعظم ہے، لغو وفضول حرکت جانتے ہیں اور سجدہ میں سر نیچے اور چوتڑ اوپر کرنے کو حماقت اور خلاف وضع فطرت کہتے سنے گئے ہیں اور بعض جو کسی مسجد یا مجلس میں پھنس کر اور شرم سے دب کر نماز پڑھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں تو وہ بلا وضو و بلا غسل جنابت ہی کام چلاتے ہیں۔ اس قسم کی مثالیں ایک نہیں، دو نہیں سینکڑوں، بلکہ ہزاروں ہیں:

اند کے باتو بگفتم وبدل ترسیدم     کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

اس وقت مسلمانوں کے حال پر اس حدیث کا مضمون پورا صادق آ رہا ہے، جس میں ارشاد ہوا ہے ’’قال رسول اللہ ﷺ یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمہ ولا من القرآن الا رسمہ مساجدھم عامرۃ وھی خراب من الھدی علماء ھم شرمن تحت ادیم السماء من عندھم یخرج الفتنۃ وفیھم تعود. رواہ البیہقی فی شعب الایمان‘‘ (مشکوٰۃ ص۳۸)

کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آوے گا کہ اس میں اسلام سے صرف نام باقی رہے گا اور قرآن سے صرف اس کے نقوش وحروف۔ ان مسلمانوں کی مساجد آباد ہوں گی (یعنی فرش وفروش، جھاڑ فانوس سے) اور وہ ہدایت سے اجاڑ ہوں گی۔ ان کے علماء ان سب سے بدتر ہوں گے جو آسمان کے نیچے ہوں گے۔ انہی سے فتنہ نکلے گا اور انہی کی طرف رجوع کرے گا۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہوا ہے ’’قال رسول اللہ ﷺ یاتی علی الناس زمان لا یبالی المرء ما اخذاً من الحلال ام من الحرام. رواہ البخاری‘‘ (مشکوٰۃ ص۲۴۰) کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آوے گا، جس میں لوگ پرواہ نہ کریں گے کہ جو لیتے یا کماتے ہیں، حلال ہے یا حرام۔

ناظرین! یہ زمانہ ان احادیث کا پورا مصداق ہے عوام (جن میں آج کل کے اکثر گریجویٹ داخل ہیں) کا حال تو آپ لوگوں نے سن لیا۔ وہی حال اکثر علماء زمانہ کا حال ہے۔ وہ بھی انہی کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں اور اگر سچ پوچھو تو جو رنگ عوام پر آ گیا ہے یہ انہیں حضرات کا رنگ ہے۔ بڑے بڑے علماء ومشائخ انہی مغربی علوم کے حامی ہیں۔ جن علوم کو پڑھ کر وہ لوگ دین سے آزاد ہوگئے ہیں۔ دینی علوم مشرقی جو دین پر عمل واستقامت کا مدار ہیں، کے پڑھنے، پڑھانے کی طرف ان کی توجہ کم ہوگئی ہے اور اتفاقی اصول ومسائل اسلام کی ہدایت واشاعت کی طرف ان کی توجہ نہیں رہی۔ وہ ہمہ تن دنیاوی علوم کی ترویج وترغیب میں مصروف ہیں اور اپنے معتقدوں اور اپنی اولاد کو ان ہی علوم کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔

اس سے کچھ وقت بچتا ہے تو اس کو وہ فروعی جھگڑوں میں، جن سے مسلمانوں میں باہمی عناد وفساد بڑھے، صرف کرتے ہیں۔ ان کا نوحہ اور ان کی سیاہ کاری پر ماتم اشاعۃ السنۃ میں بارہا ہو چکا ہے اور آئندہ بھی جب تک وہ اپنی روش کو نہ بدلیں وقتاً فوقتاً ہوتا رہے گا۔ اس وقت تک تو ان کے اور ان کے پیروان عوام کے حال پر یہ بیت صادق آ رہا ہے:

گر ہمیں مکتب است و ایں ملّا کار طفلاں تمام خواہد شد

حضرات ناظرین! آپ کسی طفل اس مکتب کا امتحان کر کے دیکھو اور بڑی بڑی اسلامی یا غیر اسلامی انسٹیٹیوٹ یا تعلیم گاہ کے طلباء کے عمل واعتقاد کو ٹٹولو ان میں اصول ومسائل مذہب کا پورا معتقد کم پاؤ گے۔ کوئی کسی حکم مذہب میں شک ظاہر کرے گا، کوئی کسی حکم میں اور ایسا کوئی نہ نکلے گا یا شاذ ونادر نکلے گا جو اپنے مذہب کے جملہ اصول ومسائل کو مانتا ہو۔

ہم نے بعض اسلامی کالجوں کے طلباء کا حال سنا اور دیکھا، بعض نمازیں پڑھتے ہیں تو اتالیق کے جبر سے اور بلا وضو وطہارت۔ ایک اسلامی کالج میں حکم ہوا کہ جو نماز کی پہلی رکعت شامل جماعت نہ ہوگا وہ مستوجب سزا ہوگا۔ تو بعض طلباء نے یہ شیوہ اختیار کر لیا کہ آخری رکعت میں شامل جماعت ہوں اور امام کے ساتھ ہی سلام پھیر دیں تاکہ پہلی رکعت میں شامل سمجھے جاویں۔ بعض طلباء کو پردہ سسٹم یعنی اسلامی انتظام وحکم پردۂ نسواں پر معترض پایا۔ بعض کو احکام حلال وحرام متعلق لباس وخوراک میں شک ظاہر کرتے ہوئے دیکھا۔

اسے حضرات! یہ ان دنیاوی علوم مشرقی کی تعلیم کا اثر نہیں، بلکہ ان علوم کے مقابلہ

میں دینی علوم کی تعلیم میں کمی اور اصول و مسائل مذہب سے ناواقفی کا اثر ہے۔ جن کالجوں اور سکولوں میں مغربی تعلیم کے ساتھ مذہبی تعلیم بھی دی جاتی ہے وہ نسبتاً ایسے کم ہوتی ہے، جیسے آٹے میں نمک ڈالا جاتا ہے یا چلنے والی گاڑی کے پئے میں تیل لگایا جاتا ہے۔

یہی مذہبی تعلیم کی کمی اور مسائل مذہب سے ناواقفی ان گریجویٹ اشخاص پر وہ رنگ لائی ہے، تھوڑا عرصہ گزرا ہے کہ ایک گریجویٹ بی.اے عبدالغفور نامی اسلام سے مرتد ہوکر آریہ بن گیا اور دھرم پال نام رکھوایا ہے اور اس نے ایک رسالہ ترک اسلام کے نام سے شائع کیا ہے۔ اس قسم کے گریجویٹ گھر گھر اور ہر مدرسہ وسکول میں ہوں گے۔ مگر وہ سوسائٹی (قوم) کے لحاظ و پابندی سے نام کا اسلام نہیں چھوڑ سکتے۔

ان بدعملیوں اور بداعتقادیوں پر ایک طاعون کیا ہزار آفت ٹوٹ پڑتی اور نئے دن، نئی بلا آسمان سے نازل ہونے کا اندیشہ ہے اور اس کا علاج بجز اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ لوگ ان بدعملیوں اور بداعتقادیوں سے تائب ہوں اور ہدایات واحکام مذہب کی پوری پابندی اختیار کریں۔

ہر چند اس بیان سبب وعلاج طاعون میں ہمارا روئے سخن مسلمانوں کی طرف رہا اور انہی بدعملیوں اور بداعتقادیوں کی تمثیلات کی زیادہ تفصیل ہوئی ہے، کیونکہ ہم مسلمان ہیں، ہمارا رسالہ خادم اسلام واہل اسلام ہے۔ مگر اقوام غیر کے اعیان واشخاص کا بھی یہی حال ہے۔ ان میں سے بھی اکثر اپنے مذہب کے اصول ومسائل کے معتقد و پابند نہیں رہے۔ اکثر ہندو، ہندو نہیں رہے۔ نہ عیسائی، عیسائی رہے ہیں۔ علی ہذا القیاس۔ اور روئے زمین پر عام لامذہبی پھیلی ہوئی ہے۔

ہندوؤں کی بدعملی، بداعتقادی کا ذکر پانچویں مثال میں بیان ہو چکا ہے۔ عیسائیوں کا حال محتاج مثال نہیں ہے۔ یورپ وغیرہ بلاد میں عیسائیت برائے نام ہے۔ فی صدی بلکہ فی ہزار ایک شخص بھی مذہب عیسائی کا قائل ومعتقد نہیں ہے۔ اکثر مذہب کو فضول ولغو سمجھتے ہیں اور بعض جو قائل ہیں تو برائے نام وبلحاظ قوم۔ حضرات پادری گو مذہب عیسائی کا دم بھرتے ہیں، مگر توریت کو پس پشت ڈال چکے ہیں۔ ان میں سے ایک بھی ایسا نظر نہیں آتا جس کا شریعت توریت پر عمل ہو۔ لہٰذا ان کی نسبت بھی یہ کہنا بے جا نہیں کہ وہ بھی درحقیقت عیسائی حضرت عیسیٰ کے پیرو نہیں۔

حضرت مسیح علیہ السلام کا قول ہے جو انجیل متی (باب ۵، آیت ۱۷ الغایت ۲۶) میں منقول ہے ’’یہ خیال مت کرو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے کو آیا ہوں۔ منسوخ کرنے کو نہیں بلکہ پوری کرنے کو آیا ہوں، کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جاویں۔ ایک نقطہ یا شوشہ توریت کا ہرگز نہ ٹلے گا، جب تک سب کچھ پورا نہ ہو۔ (۱۹) پس جو کوئی ان حکموں میں سب سے چھوٹے کو ٹال دے اور ایسا ہی آدمیوں کو سکھاوے، آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا۔ پر جو کوئی عمل کرے اور سکھلاوے وہی آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائے گا۔ (۲۰) کیونکہ میں تمہیں کہتا ہوں کہ اگر تمہاری راستبازی فقیہوں اور فریسیوں سے زیادہ نہ ہو، تم آسمان کی بادشاہت میں کسی طرح داخل نہ ہوگے‘‘۔

اور چونکہ پادریوں کا عمل شریعت توریت کے احکام پر نہیں۔ لہٰذا وہ مسیح کی شہادت سے عیسائی نہیں۔ اسی وجہ سے قرآن نے ان کے حق میں اور ان کے خطاب میں کہا ہے ’’**یٰاھل الکتاب لستم علی شیٔ حتی تقیموا التورات والانجیل وما انزل الیکم من ربکم**‘‘ (مائدہ:۶۸) اے اہل کتاب تم کسی دین پر نہیں جب تک کہ تم توریت اور انجیل کو اور جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے قائم نہ رکھو۔

اور یہ بھی فرمایا ’’**ولو انھم اقاموا التوراۃ والانجیل وما انزل الیھم من ربھم لا کلوا من فوقھم ومن تحت ارجلھم**‘‘ (مائدہ:۶۶) اگر اہل کتاب توریت انجیل کو اور جو کچھ ان کی طرف خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے قائم کرتے تو اوپر سے (آسمانی برکات سے) بھی کھاتے اور نیچے (زمین کی پیداور) سے بھی کھاتے۔

اب ہم عام لوگوں کو جن میں اہل اسلام، عیسائی، ہنود وغیرہ سب شامل ہیں۔ بد عملی کی ساتویں مثال: بیان کرتے ہیں اور اس پر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ دنیا میں اس وقت جھوٹ اس قدر پھیل گیا ہے کہ اس کی نظیر پہلے زمانوں میں سنی نہیں گئی۔ روز مرہ کے لین دین میں ہے تو جھوٹ، عدالتوں کی شہادتوں میں ہے تو جھوٹ، باہمی سوشل تعلقات میں ہے تو جھوٹ، غرض جدھر دیکھو اور جس طرف نظر کرو جھوٹ ہی جھوٹ نظر آتا ہے۔ مجلسوں میں جاؤ تو جھوٹ، مسجدوں، مجالس، درس و وعظ ولیکچروں میں جا کر سنو تو جھوٹ، تصانیف، کتابوں، ناولوں، اشتہاروں میں دیکھو تو جھوٹ۔

اب سب سے اوّل درجہ پر تجارتی اشتہارات ہیں، خصوصاً ادویہ اور معالجات کے

اشتہارات کہ ان میں چراغ یا مشعل لے کر ڈھونڈو گے تو سچ بہت ہی کم پاؤ گے۔ ہر شخص اپنی مجوزہ دوائیں، ہر مرض کی شفا بتاتا ہے، دوسرا اس کو جھوٹا بتاتا ہے اور یہ کہتا ہے، لفاظی طبیبوں کی طرف نہ جانا اور جھوٹے اشتہاروں سے دھوکہ نہ کھانا، صحت ہماری دواؤں میں اور صداقت ہمارے اشتہاروں میں ہے۔

ان جھوٹے اشتہاروں کے ذریعہ ہزاروں بلکہ لاکھوں روپیہ مخلوق خدا کا جو عقل کے اندھے اور گانٹھ کے پورے ہیں، لوٹا جاتا ہے اور وہ روپیہ زنا وشراب وناجائز عیش وعشرت میں صرف کیا جاتا ہے۔ جو لوگ غریب ہیں اور بے گانے گھروں کی روٹیوں کے محتاج تھے وہ مالا مال ہوگئے ہیں اور بگھیوں اور فٹنوں پر مٹرگشت کررہے ہیں۔

ان اکاذیب کی اشاعت کرنے والے اکثر ملکی اخبار ہیں جو ریفامر کہلاتے ہیں اور تہذیب واصلاح ملکی وقومی واخلاقی کا بیڑا اٹھانے کے مدعی ہیں۔ وہ اجرت چھپائی کے طمع سے ہر ایک اشتہار کو اس کی سچائی کا امتحان کرنے کے بغیر درج اخبار کر لیتے ہیں اور اس وعید شدید سے کہ ''جو شخص جھوٹ بات کو نقل اور شائع کرے وہ احد الکاذبین ہے''۔ نہیں ڈرتے ان سے بھی بڑھ کر مذہبی، دینی تصنیفات کے مصنف اور مذہبی اخبار ورسائل کے ایڈیٹر ہیں، وہ اپنے مطبوعات وتصانیف کی نسبت یہ دعویٰ مشتہر کرتے ہیں کہ تمام دنیا میں ان کی نظیر نہیں ہے۔ حالانکہ تمام دنیا کا اقل قلیل حصہ ان کی نگاہ سے گزرتا ہے اور یہ ان کے اشتہارات ولاف گزاف کو اپنے رسائل واخبارات میں درج کر کے احد الکاذبین بنتے ہیں۔

الحمدللہ والمنّہ کہ رسالہ اشاعۃ السنۃ اس مظلمہ سے اب تک بری ہے، نہ اس نے اپنی تعریف میں کبھی کوئی اشتہار اس عرصہ بیس بائیس برس میں شائع کیا، نہ کسی اخبار میں درج کرایا اور نہ کسی کے تجارتی اشتہار کو اجرت لے کر خود درج وشائع ومشتہر کیا۔ **وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء. وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا مارحم ربی۔**

حضرات ناظرین! یہ کذب ایک ایسا مظلمہ ہے کہ طاعون اس کی ایک ادنی سزا ہے اور طاعون وغیرہ بلاؤں سے بچنے کے لئے ایسے مظالم سے باز نہ آنے اور توبۃ النصوح کرنے کے بغیر کوئی علاج نہیں۔

طاعون کا یہ سبب اور اس کا علاج جو ہم نے بتایا ہے، یہ کسی مذہب سے خصوصیت

نہیں رکھتا اور اس پر پارٹی فیلنگ (یعنی خاص مذہبی اعتقاد) کا گمان نہیں ہوسکتا۔ مرزا قادیانی نے رسالہ دافع البلاء (جو درحقیقت جاذب البلاء ہے) کے (ص۴،۵) میں شیعہ وسنی وغیرہ مسلمانوں اور ہندوؤں، عیسائیوں وغیرہ کا خیال ومقال نقل کر کے یہ کہا تھا کہ یہ سب پارٹی فیلنگ یعنی اعتقادی امور ہیں اور پھر دعویٰ کیا تھا کہ یہ طاعون میری رسالت ومسیحیت سے انکار کی وجہ سے آیا ہے اور یہ دعویٰ کیا تھا کہ اس کا ثبوت میرے اشتہارات میں موجود ہے۔

ہم نے خدا کی تائید وامداد سے نہ اپنی ذاتی لیاقت سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مرزا کا دعویٰ بھی ویسا ہی پارٹی فیلنگ پر مبنی ہے جیسا کہ اس کے نزدیک اوروں کا دعویٰ ہے اور اس کا دروغ بے فروغ ہونا، اس کے اشتہارات سے جن کو وہ ثبوت میں پیش کرتا ہے، آفتاب نیم روز کی طرح ثابت ہے اور درحقیقت طاعون کا روحانی سبب اور علاج وہ ہے جو ہم نے بیان کیا ہے، جس کو کسی مذہب سے کوئی خصوصیت نہیں ہے اور اس وجہ سے اس پر پارٹی فیلنگ یا اعتقادی من گھڑت ہونے کا گمان نہیں ہوسکتا۔

اور اس کا خلاصہ دوحرفی یہ ہے کہ دنیا کے ہر ملت ومذہب کے اکثر اشخاص نے اپنا اپنا مذہب چھوڑ دیا ہے اور اپنے مذہب کا خلاف کیا۔ اس لئے ان پر طاعون مسلط ہوا اور اس کا علاج وہی اپنے مذہب کے سچے اصول ومسائل کی پیروی اور راست بازی ودیانتداری اور تقویٰ شعاری ہے۔ اس پیروی مذہب ودیانت داری وراست بازی کے سوا اس ملک سے اس طاعون کی بیخ کنی خیال ہے اور سودائے محال۔

اے خدا مالک متصرف ارض وسما تو ہمارے حال پر رحم فرما، ہم مسلمانوں اور دیگر اقوام کو سمجھ اور راست بازی، دیانت داری وتقویٰ شعاری عطا فرما، تاکہ ہم اپنی حالت کو درست کریں اور نئے دن، نئے رنگوں کے عذابوں سے محفوظ رہیں۔

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین. فاغفرلنا ذنوبنا وکفر عنا سیّاتنا وتوفنا مع الابرار۔ اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے تو ہمارے گناہ معاف نہ کرے اور رحم نہ کرے تو ہم خسارہ پانے والوں سے ہوجائیں گے۔ پس اے خدا تو ہمارے گناہ معاف کر دے اور ہماری بدیوں کو دور کر دے اور ہم کو اپنے نیک بندوں کے ساتھ دنیا سے اٹھائیو۔ آمین ثم آمین!

(اشاعۃ السنۃ ج۲۰ نمبر۱تا۵ ص۵تا۱۵۵)

# حاشیہ جات

۱؎ ان تھوڑے لوگوں کی تعداد ہمارے علم میں حسب تفصیل ذیل ہے۔ مدارس میں ایک یا دو، ممالک متوسط میں ایک، علی گڑھ میں ایک، دہلی میں ایک یا دو، بٹالہ میں ایک یا دو، پٹیالہ میں ایک یا دو، ضلع راولپنڈی میں دو۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔

۲؎ انطاکیہ والوں کا حال قرآن مجید کی سورہ اعراف کی آیت میں ہے:

’’واسئلهم عن القرية التى كانت حاضرة البحر اذ يعدون فى السبت اذ تاتيهم حيتانهم يوم سبتهم شرّعاً ويوم لا يسبتون لا تاتيهم كذالك نبلوهم بما كانوا يفسقون. واذ قالت امة منهم لم تعظون قوماً ن الله مهلكم او معذبهم عذاباً شديدا قالوا معذرة الى ربكم ولعلهم يتقون. فلما نسوا ما ذكّروا به انجينا الذين ينهون عن السوء واخذنا الذين ظلموا بعذاب بئيس بما كانوا يفسقون (اعراف:۱۶۲ تا ۱۶۵)‘‘

جس میں ارشاد ہے کہ ان کو اس بستی کا حال پوچھ جو ساحل بحر پر تھے، جب کہ ان کے سامنے مچھلیاں سبت کے دن پانی پر ظاہر ہوتی تھیں اور جس دن سبت نہ ہوتا نہ آتیں، ہم نے ان کو اس طرح جانچا کہ وہ بے حکم ہوگئے تھے۔ ان میں سے ایک جماعت (نصیحت کرنے والوں کی) بولی تم ان کو کیوں سمجھاتے ہو خدا ان کو ہلاک کرے گا یا سخت عذاب میں پھنساوے گا۔ وہ بولی خدا کی جناب میں عذر کرنے کو اور اس لئے کہ وہ باز آویں۔ پھر جب وہ نصیحت کو بھول گئی تو ہم نے شکار سے روکنے والوں کو بچالیا اور ظالموں کو برے عذاب میں پکڑا، کیونکہ وہ بے حکم ہوگئے تھے۔

۳؎ ’’جس مسیح کے لوگ منتظر ہیں، اس کی نسبت ہرگز احادیث میں نہیں لکھا ہے کہ اس کے ہاتھ سے مردہ زندہ ہوں گے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۱، خزائن ج۳، ص۱۰۳)

۴؎ اصل اشعار یہ ہیں:

وشتان مابينى وبين حسينكم ۔۔۔ فانى اويّد فى كل آن وانصروا

اما حسين فاذكرو دشت كربلا ۔۔۔ الىٰ هذه الايام تبكون فانظروا

ان اشعار میں ان نے صاف اظہار کیا ہے کہ امام حسین اس کا نہیں ہے، شیعہ کا ہے۔ اس کا ان سے کوئی علاقہ نہیں۔

۵؎ مرزا نے یہ الہام تو گھڑ لئے۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس کو یہ کھٹکا ہوا (جیسے ’’چور کی داڑھی میں تنکا‘‘ سن کر چور کو کھٹکا ہوا تھا اور وہ اپنی داڑھی جھاڑنے اور پھٹکارنے لگ گیا تھا) کہ اب تو میرا بھانڈا پھوٹ

گیا۔ یہ الہام سن کر عام مسلمان جو خدا تعالیٰ کی نسبت ''اللہ الصمد لم یلد ولم یولد'' کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ مجھے کھلم کھلا کافر کہیں گے۔ تو جھٹ اس دعویٰ پر پردہ ڈالنے کے لئے (ص۶) رسالہ جالب البلاء میں یہ حاشیہ چڑھا دیا کہ (خزائن ج۱۸،ص۲۲۷) کہ ''خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے، نہ اس کا کوئی شریک ہے، نہ بیٹا اور نہ کسی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں۔

لیکن یہ فقرہ اس جگہ قبیل مجاز اور استعارہ میں سے ہے۔ جیسے ''ید اللہ فوق ایدھم'' وغیرہ پس اس خدا کے کلام کو ہوشیاری اور احتیاط سے پڑھو اور از قبیل متشابہات سمجھ کر ایمان لاوے ولیکن اس کے عقل پر پردہ اور پتھر پڑھ گیا اور وہ یہ نہ سمجھا کہ کجا متشابہات اور کجا محالات۔ متشابہات اور محالات میں تو آسمان وزمین کا فرق ہے اور اگر محالات باطلہ متشابہات بن سکیں تو دنیا کے مذاہب باطلہ سے باطل سے باطل اور محال سے محال عقائد وخیالات (جیسے ہنود کی مجوزہ تثلیث (برہما، بشن، مہاندیو) اور نصاریٰ کے مخترعہ تثلیث (باپ، بیٹا، روح القدس) یہی متشابہات قرار پا کر جائز وممکن متصور ومسلّم ہو۔ عیسائی بھی اپنی مجوزہ تثلیث کو متشابہات سے قرار دیتے ہیں اور مسلمان اس کو اسی واسطے نہیں مانتے کہ وہ محالات سے ہے نہ متشابہات سے۔

مسلمان کہتے ہیں کہ متشابہات وہ امور ہیں جو بذات خود ممکن الوقوع ہیں، مگر مجہول الکنہہ ہیں، عقل انسانی ان کے ادراک کہنہ سے عاجز وقاصر ہے۔ ان کی حقیقت کو پہنچ کر اور سمجھ کر محال قرار نہیں دیتی (جیسے ید وغیرہ خدا کے صفات ہیں) اور محال وہ امور ہیں جن کی کنہہ وحقیقت پر عقل احاطہ کر چکی ہو اور اس لئے اس کو ناممکن الوقوع ومحال قرار دیتی ہو۔ (اصل چہارم من جملہ مباحثہ اقوام غیر ج۱۹،ص۸۸ میں ملاحظہ ہو)

بناءً علیہ اہل اسلام کے نزدیک متشابہات کے لئے یہ شرط لازم ہے کہ وہ ممکنات سے ہوں اور عقل انسانی ان کی کنہہ وحقیقت کو پہنچ کر ان کو ناممکن الوقوع ومحال قرار نہ دیتی ہو اور مع ہذا وہ محکمات قرآن وحدیث کے مخالف نہ ہوں اور خدا تعالیٰ کے لئے ولد یا فرزند تجویز کرنا، ایسا محال ومعلوم البطلان ہے کہ عقل انسانی بھی اس کو محال جانتی ہے اور خدا تعالیٰ کی صمدیت اور احتیاج زن وفرزند سے پاکی وقدوسیت کے مخالف ہے اور محکمات قرآن امثال آیت مذکورہ بالا وغیرہ بھی اس کو رد کرتے ہیں، قرآن اور اسلام اسی صمدیت اور قدوسیت خدا تعالیٰ کے اظہار کے لئے بمقابلہ یہود ونصاریٰ قائم ہوئے ہیں۔

اور اگر بمقابلہ آیات محکمات قرآن جو خدا تعالیٰ کی ولدیت کو مٹاتی اور اس کا ''الصمد لم یلد ولم یولد'' ہونا ظاہر کرتی ہیں۔ مرزا کے خطاب میں خدا تعالیٰ کا یہ الہام کہ ''تو میرے لئے بمنزلہ اولاد ہے'' واقعی منجانب خدائے رحمان نہ منجانب شیطان فرض وتسلیم کیا جاوے اور اس کو من جملہ متشابہات قرار دیا جائے۔ تو پھر اسلام وقرآن کا یہودیت ونصرانیت سے مقابلہ ہی کیا رہا اور اسلام ویہودیت

ونصرانیت میں فرق ہی کیا رہ گیا۔

مرزائی پارٹی میں کوئی اہل علم ہو اور سمجھ وعقل سے کچھ حصہ رکھتا ہو تو وہ صرف اس دعویٰ مرزا کو سن کر اور اس کے رد میں ہمارے بیان کو پڑھ کر مرزا کے دام تزویر سے نجات پائے اور اس کو دونوں ہاتھ سے سلام کہہ کر الگ ہو جائے۔ مگر مرزا کے مرید وتقلید نے اکثر ان لوگوں کے علم پر پردہ ڈال رکھا ہے اور ان کے سمجھ وحواس کو ان سے چھین لیا ہے۔ ''**لهم قلوب لا یفقهون بها ولهم اعین لایبصرون بها ولهم اٰذان لا یسمعون بها. اولٰئک کالانعام بل هم اضل**''(اعراف: ۱۷۹)ان کے دل ہیں پر وہ ان سے کچھ نہیں سمجھتے، آنکھیں ہیں پر وہ ان سے کچھ نہیں دیکھتے، کان ہیں پر ان سے کچھ نہیں سنتے۔ وہ لوگ انسان ہو کر جانور بن رہے ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہو گئے ہیں۔

۶۔ قرآن مجید میں بہت سی آیات اس مضمون کی موجود ہیں کہ الہام کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے سے بڑھ کوئی ظالم نہیں: ''**فمن اظلم ممن افتریٰ علی اللّٰہ کذباً اوقال اوحی الیّ ولم یوح الیه شیٔ**''(انعام:۹۳) یعنی اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو خدا تعالیٰ پر افتراء کرے۔ یا یہ کہے کہ میری طرف وحی ہوتی ہے۔ حالانکہ اس کی طرف کچھ وحی نہ ہو۔

۷۔ ناظرین یہ لفظ تغمہ مرزا کے رسالہ میں درج ہے اور صحیح لفظ تمغہ ہے۔

۸۔ ناظرین! یہاں ''دروغ را حافظہ نباشد'' کی مثال خوب صادق آتی ہے۔ اس اصل اشتہار پر تاریخ ۶/فروری ۱۸۹۸ء ثبت ہے۔ یہاں ۲۶/کا حوالہ دیا گیا ہے۔

۹۔ اصل الہام میں ۶/فروری لکھا ہوا ہے مگر (دروغ گو حافظہ نباشد)

۱۰۔ مرزا نے رسالہ دافع البلاء کے (ص۴و۱۰و۱۴و۱۷و۱۸، خزائن ج۱۸، ص۲۲۴ تا ۲۳۸ ملخص) میں چند شہروں کے رہنے والوں یا ان کو متبرک جاننے والوں کو جن کے نام ذیل کے نقشہ میں درج ہیں، اس مضمون کا چیلنج کیا ہے کہ قادیان کو میں نے شفاعت کر کے طاعون سے بچا لیا ہے تم لوگ مجھے جھوٹا اور اپنے آپ کو سچا جانتے ہو تو تم بھی ان مقامات کو شفاعت کر کے طاعون سے بچا لو اور قسمیہ اشتہار کے ذریعہ یہ بات مشتہر کرو کہ فلاں فلاں مقامات طاعون سے بچ جائیں گے۔ تم ایسا نہ کرو گے تو اپنے جھوٹے ہونے پر مہر لگا دو گے۔

میرے علم وخیال میں اس احمقانہ چیلنج کا اس کو کسی شخص نے جواب نہیں دیا اور نہ ہی آئندہ امید ہے کہ کوئی صاحب مذہب وعقل وشرم ایسے بیہودہ اور بے شرمی کے بھرے ہوئے چیلنج کو قبول کرے گا۔ جن لوگوں کو اس نے اس چیلنج میں مخاطب کیا ہے وہ سب کے سب کسی نہ کسی مذہب کے پابند ومعتقد ہیں اور وہ اپنے اپنے مذہب کی ہدایت سے خدا تعالیٰ پر تحکم نہیں کرتے اور کوئی حکم لگانے کی جرأت نہیں کرتے اور دنیا

میں شرم وآبرو وہ رکھتے ہیں۔ لہٰذا ایسی بات منہ سے نہیں کہہ سکتے جس کا وقوع ان کے اختیار میں نہ ہو۔ مرزا چونکہ کسی مذہب کا معتقد نہیں اور (اس کا اسلام کا دعویٰ صرف احمق مسلمانوں سے مال مارتے اور روٹیاں کھانے کو ہے) اور شرم وحیا دنیا کا نہ ہونا تو اس کے مذہب جدید کا (جو اس نے نکالا ہے) ایک جزو یا لازمی امر ہے۔ لہٰذا ایسا دعویٰ اسی کے منہ سے بار بار نکلتا اور سجتا ہے وہ اس چیلنج کے وقت یہ سمجھتا ہے کہ آخرت اور آخرت کے حساب اور جھوٹ وغیرہ گناہوں پر عذاب کی تو کوئی حقیقت ہی نہیں۔

رہا نتیجہ دنیا سو اگر میرا دعویٰ سچا نکلا اور قادیان میں بحسب اتفاق طاعون نہ آیا (جیسا کہ بہت سے مقامات میں اس وقت تک نہیں آیا تو میرے وارے نیارے ہیں اور اگر طاعون آ گیا اور میں خود شکار طاعون ہو گیا تو میرے مردہ کو کس نے کچھ کہنا ہے اور میری ٹانگ کس نے پکڑنی ہے۔ کوئی ایسا کرے تو مجھے کیا اور اگر میں بچ گیا اور میرے خاص کنبہ میں اور اخص خلفاء میں سے ہی طاعون آ گیا تو پھر تاویل کا دروازہ میرے لئے کھلا ہے۔

عبداللہ آتھم کے نہ مرنے کے وقت میں اپنے گروہ میں جھوٹا نہ ہوا اور میں نے اپنی جماعت کو پھسلنے نہ دیا، سنبھال لیا۔ تو طاعون کے آنے پر ایسے سادہ لوحوں کو سنبھال لینا کیا مشکل ہوگا۔ میرے پیروان کا ہیولےٰ ایسا قابل ہے کہ اس پر جو صورت یا رنگ میں چڑھاؤں بآسانی چڑھ سکتا ہے۔ اگر میرے کنبہ یا خاص کسی خلیفہ (مثلاً خلیفہ اول مولوی حکیم نورالدین یا خلیفہ دوم ملا محمد احسن امروہی یا خلیفہ سوم محمد علی خان کوٹلوی یا خلیفہ چہارم کریم بخش سیالکوٹی) پر طاعون آیا تو میں پہلا عذر منجملہ عذرات اربعہ کردوں گا کہ وہ میری چاردیواری میں نہ تھے۔ جس وقت ان کو طاعون نے پکڑا اس وقت وہ کہیں سیر گلشن کرنے کو یا پائخانہ پھرنے کے لئے باہر گئے ہوئے تھے کہ طاعون نے ان کو دبوچ لیا۔

اس تاویل کو اگر کسی نے غلط ثابت کیا اور شواہد سے ثبوت بہم پہنچا دیا کہ وہ لوگ عین میری چاردیواری کے اندر طعمہ طاعون ہوئے ہیں۔ تو پھر میں دوسرا عذر پیش کروں گا اور یہ کہہ دوں گا کہ گو وہ لوگ بظاہر میرے مرید وخلیفے تھے۔ مگر درحقیقت وہ دل سے مرید نہ تھے اور درپردہ منافق تھے۔ اس تاویل کو بھی کسی نے رد کر دیا اور ان لوگوں کے اخلاص پر میرے ان الہامات وبشارات کو جو ان کے حق میں سنا چکا ہوں، پیش کیا یا بطور کرامت وخرق عادت کوئی مردہ ان میں سے بول اٹھا۔ ''انا علی ملة غلام احمد'' یعنی میں مرزا کے دین پر ہوں تو پھر تیسرا عذر پیش کروں گا اور یہ کہہ دوں گا کہ یہ لوگ عدد میں میرے مخالفوں کی نسبت نادر اور کم ہیں ''والنادر کا المعدوم'' اور اگر اس کو بھی کسی نے رد کیا اور سرکاری رپورٹوں کی شہادت سے میرے اموات طاعون زدہ کی جانب کثرت ثابت کر دے تو میں چوتھا عذر پیش کردوں گا اور یہ کہوں گا

کہ ان لوگوں پر طاعون وارد ہونے کی وجہ مخفی ہے اور وہ خدا ہی کو معلوم ہے۔

اور چونکہ یہ باتیں کسی اہل عقل سے جو کسی قدیمی مذہب کا بھی قائل ہو اور وہ دنیا کی ننگ وشرم بھی رکھتا ہو، سرزد ہونی ناممکن ہیں۔ لہٰذا نہ کسی نے اس چیلنج کو قبول کیا نہ آئندہ کسی کے قبول کرنے کی امید ہے۔ ذیل میں ان مقامات کے معہ ان اشخاص یا اقوام کے جن کے نام سے چیلنج کیا ہے۔ ہم ایک نقشہ میں نام پیش کرتے ہیں۔ وہ نقشہ یہ ہے:

| نام مقام | نام اشخاص یا اقوام کا جن کے نام مرزا نے چیلنج کیا |
|---|---|
| بنارس | آریہ ہنود |
| کلکتہ | پادری وایٹ بحت ودیگر عیسائیان پنجاب وہندوستان |
| دہلی | شیخنا وشیخ الکل، شمس العلماء سید محمد نذیر حسین مرحوم دہلوی اور خاکسار |
| لاہور | منشی شمس الدین انجمن حمایت اسلام ومنشی الٰہی بخش اکونٹنٹ مدعی الہام بمقابلہ مرزا۔ |
| بٹالہ | عیسائیان بٹالہ وخاکسار |
| امرتسر | ہندوستاتن دھرم ومولوی غزنوی (امرتسری) |
| امروہہ | مولوی احمد حسن صاحب |
| گولڑہ | پیر مہر علی شاہ صاحب |
| نارووال | عیسائیان |

۱۱ ''آوی'' عربی لفظ جس کے معنی تباہی اور انتشار سے بچانا اور اپنی پناہ میں لے لینا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ طاعون کی قسموں میں سے وہ طاعون سخت وبربادی بخش ہے۔ جس کا نام طاعون جارف یعنی جھاڑو دینی والی، جس سے لوگ جابجا بھاگتے ہیں اور کتوں کی طرح مرتے ہیں۔ یہ حالت انسانی برداشت سے بڑھ جاتی ہے۔ پس اس کلام الٰہی میں یہ وعدہ ہے کہ یہ حالت کبھی قادیان پر وارد نہیں ہوگی۔ اسی کی تشریح یہ دوسرا الہام کرتا ہے کہ لولا الاکرام . لهلك المقام ۔یعنی اگر مجھے اس سلسلہ کی عزت ملحوظ نہ ہوتی تو میں قادیان کو بھی ہلاک کر دیتا۔ اس الہام سے دو باتیں سمجھی جاتی ہیں:

۱...... اوّل یہ کہ کچھ حرج نہیں کہ انسانی برداشت کی حد تک کبھی قادیان میں بھی کوئی واردات شاذونادر طور پر ہو جائے۔ جو بربادی بخش نہ ہو اور موجب فرار وانتشار نہ ہو، کیونکہ شاذونادر معدوم کا حکم رکھتا ہے۔

۲...... دوسرے یہ کہ یہ امر ضروری ہے کہ جن دیہات اور شہروں میں بمقابلہ قادیان کی سخت سرکش اور شریر اور ظالم اور بدچلن اور مفسد اور اس سلسلہ کے خطرناک دشمن رہتے ہیں اور ان کے شہروں میں یا دیہات

میں ضرور بربادی بخش طاعون پھوٹ پڑے گی۔ یہاں تک کہ لوگ بے حواس ہوکر ہر طرف بھاگیں گے۔ ہم نے ’’اویٰ‘‘ کا لفظ جہاں تک وسیع ہے، اس کے مطابق یہ معنی کردیئے ہیں اور ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ قادیان میں کبھی طاعون جارف نہیں پڑے گی، جو گاؤں کو ویران کرنے والی اور کھا جانے والی ہوتی ہو۔ مگر اس کے مقابل پر دوسرے شہروں اور دیہات میں جو ظالم اور مفسد ہیں، ضرور ہولناک صورتیں پیدا ہوں گی۔ تمام دنیامیں ایک قادیان ہے، جس کے لئے یہ وعدہ ہوا۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک منه۔ (حاشیہ منجانب مرزا قادیان)

۱۲؎ آج سے دس برس پہلے ایک سبز اشتہار میں جو میری طرف سے شائع ہوا تھا طاعون کی خبر دی گئی تھی اور وہ یہ ہے ’’ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انهم مغرقون ‘‘یعنی جو لوگ ظلم اور سرکشی اور بدکاری اور نافرمانی سے باز نہیں آتے، میرے آگے ان کی کچھ شفاعت نہ کر۔ کیونکہ وہ غرق کئے جائیں گے۔ منه

(حاشیہ منجانب مرزا)

۱۳؎ ایک اسلامی انجمن کے سیکرٹری کو صرف میاں شمس الدین کے لفظ سے یاد کرنا اور ایک عیسائی صلیبی (کو) پادری صاحب کے خطاب سے یاد کرنا اسی خیالی مسیح کا کام ہے جو بزعم خود صلیب توڑنے کے لئے آیا ہے۔

۱۴؎ ناظرین اس خبط مرزا کو دیکھنا، اپنے الہام کو اب آیت کہنے لگ گیا، آگے دیکھئے کیا بولتا ہے۔

۱۵؎ یہ وہی خبط مرزا ہے جو اوپر جتایا گیا ہے۔

۱۶؎ یہ بھی مرزا کا ایک دروغ ہے۔ حکیم محمد شریف کلانوری سے میں نے بگوش خود سنا تھا۔ ’’صمتا ان لم تسمعا ‘‘ کہ مرزا نے میرے سامنے حضرت عبداللہ صاحب غزنوی سے بیعت کی۔ مرزا چونکہ اس بیعت سے منکر ہوگیا تھا۔ لہٰذا اس بیعت کے فائدہ سے محروم کیا گیا اور گمراہ ہوگیا:

تہی دستاں قسمت را چہ سود از رہبر کامل    کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

اب وہ بے مرشد کہلاتا ہے اور اس پر فخر کررہا ہے۔

۱۷؎ مرزا کے مقدمہ خون میں میں سرکاری گواہ تھا، میں نے حسب دستور عام عدالت کھڑے ہوکر شہادت دی، تو اس سے مرزا نے جھوٹا قصہ کرسی بنالیا۔ مگر خدا تعالیٰ نے اس کا صلہ ومعاوضہ اس کو بہت جلد ایک مقدمہ ملتان کی شہادت میں دے دیا اور اس پر یہ بیت سچا کر دکھایا:

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را    چنداں امان نداد کہ شب را سحر کند

اب اگست سنہ حال میں اس معاوضہ پر اور یہ اضافہ ہوا کہ مقدمہ مولوی کرم الدین صاحب ساکن بھیں میں ایک ہندو مجسٹریٹ گورداسپورہ کی عدالت میں جس میں بہت سے حکام ضلع ودیگر شرفا کرسیوں پر بیٹھے رہے شہادت کے لئے پیغمبر قادیان کو پانچ گھنٹہ کامل کھڑا رہنا پڑا۔ جس سے اس کا منہ سوکتا

تھا اور پل پل اس کو برف ملا کر دودھ پلایا جاتا تھا۔

۱۸۔ منیجر پیسہ اخبار سے لاہور میں حسب اتفاق ملاقات ہوئی اور ان سے یہ امر دریافت کیا، تو انہوں نے صاف کہا کہ مرزا جھوٹ بولتا ہے۔

۱۹۔ اس کے یہ نام والقاب اس لئے تجویز کئے ہیں، نہ مسلمانی خطاب ولی وغیرہ کہ مسلمان تو پھر بھی اس کو اپنا بزرگ ولی نہ مانیں گے، گو گورنمنٹ اس کی کرامت مان لے۔ وہ اس کے عقائد کے سبب اس کو کبھی ولی نہ کہیں گے گو وہ الٹی گنگا بہادے۔ ان کا یہ عقیدہ ومقولہ ہے کہ اگر کوئی شخص ہوا میں اڑنے لگے، سطح آب ودریا پر چلے اور اس کا پاؤں نہ بھیگے اور آگ کھا جائے اور مع ہذا ایک سنت صحیحہ نبویہ کا عمداً خلاف کرے، تو اس کے یہ تمام افعال استدراج ہیں یا ہتھ ناٹک اور شعبدہ بازی ہیں۔ چہ جائے کہ وہ کھلم کھلی کفریات بکے اور صریح کفریات کا ارتکاب کرے۔

۲۰۔ قادیان کا مرزا خوش قسمتی سے ایسی سلطنت کے زیر حکومت ہے جو نیوٹرل کہلاتی ہے اور اس کو کسی مذہب سے ہمدردی نہیں ہے اور مذاہب کی تو کجا، مذہب عیسائی کی بھی اس کو حمیت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا حضرت عیسیٰ مسیح کو (علی نبینا علیہ السلام) برملا گالیاں دیتا ہے۔ چنانچہ (ص۹) وغیرہ میں ذکر ہوا ہے اور ارکان سلطنت کے کان پر جوں نہیں چلتی۔

ایک دفعہ میں نے صرف حمیت مذہبی سے اور حمایت نبی سے، نہ کسی اور غرض سے ایک سابق لفٹنٹ گورنر پنجاب سے جو اس وقت نیم پادری تھے اور اب ولایت میں پورے پادری بن کر مشن کا کام کررہے ہیں۔ عندالملاقات ان گالیوں کا تذکرہ کیا تو وہ بولے کہ اس پر مواخذہ کرنا میرا کام نہیں۔ میں نے کہا آپ کسی پادری کو ہی چارہ جوئی پر آمادہ کریں۔ وہ بولے کہ پادری لوگ جھگڑا لڑائی نہیں کیا کرتے۔ ہزآنر لفٹنٹ گورنر نے سچ کہا تھا، بے شک پادری صاحبان مذہبی حمیت نہیں رکھتے۔ اس لئے کوئی حضرت مسیح کو گالی دے تو وہ اس سے جھگڑا نہیں کرتے ولیکن اگر خود پادری صاحب کو کوئی گالی دے یا ارادہ توہین کرے تو جھٹ پولیس کو بلاتے ہیں۔ اسی وجہ سے مرزا اس سلطنت کی تعریف میں ہمیشہ رطب اللسان رہتا ہے اور اس کو بار بار ابر رحمت کہتا ہے اور اسی وجہ سے وہ بلاخوف وبلا دھڑک ایسے دعاوی کررہا ہے۔

اور اگر وہ کسی اسلامی سلطنت (دولت خداداد افغانستان یا عربستان یا ایران) میں جائے اور وہاں اس قسم کے دعاوی زبان پر لاوے تو ان دعاوی کا مزہ چکھ لے۔ ان دنوں مرزا کا ایک خلیفہ افغانستان میں پہنچا اور اس نے وہاں جا کر اس قسم کے خیالات ودعاوی مرزا کا اظہار کیا تو وہاں اس سے وہی سلوک ہوا جو ایک نبی کی توہین کرنے والے، امتی ہو کر عیسیٰ بن بیٹھنے والے، احادیث نبویہ کو رد کرنے والے، کروڑوں

مسلمانوں کے دل دکھانے والے سے بحکم شریعت اسلام وقدیم ادیان ہونا چاہئے تھا۔

چنانچہ متعدد دیسی اخباروں میں اس کا ذکر ہوا ہے۔ پیسہ اخبار ۲۳؍اگست ۱۹۰۳ء میں بحوالہ پنجاب سماچار درج ہے کہ ملا لطیف بنون میں جاگیردار تھا۔ حج بیت اللہ کے لئے تیار ہوا، قریباً ایک ہزار روپیہ امیر صاحب کابل کی طرف سے اس کو بطور زاد راہ ملا۔ ملا صاحب مکہ معظّمہ کو جاتے ہوئے راستہ میں قادیان وارد ہوئے اور مرزا قادیان کے مرید بن کر مکہ معظّمہ جانے کے بجائے، وطن واپس پھرے۔ جب امیر صاحب کو یہ حال معلوم ہوا تو اس ملا کو بلا کر پہلے تو سمجھایا۔ جب اس نے نہ مانا تو ملا صاحب آخر توپ کے سامنے کھڑے کر کے توپ سے اڑائے گئے۔ یہ واقعہ ایک مہینے کا ہے اور اس کی صحت کا ذمہ دار ملا متوفی کا چچازاد بھائی ہے۔

خاکسار کہتا ہے کہ ہمارے شہر بٹالہ کے قریب موضع مسانیاں کے سید کابل سے بٹالہ وارد ہوئے، تو انہوں نے بھی اس خبر کے اخباروں سے مشتہر ہونے سے پہلے یہ خبر بٹالہ شہر میں مشتہر کی اور مرزائی پارٹی لاہور وغیرہ بھی اس کو مانتے ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ کابل میں جو ہیضہ واقعہ ہوا ہے وہ اسی خلیفہ کے قتل کئے جانے کی سزا میں حضرت اقدس کی بددعا سے ہوا ہے۔ خاکسار کہتا ہے، یہ خوب سزا ہے کہ ’’کرے داڑھی والا پکڑا جائے مونچھوں والا‘‘ جن کے حکم سے اور جن کے ہاتھ سے وہ مرتد مارا گیا، تو وہ خدا کے فضل سے امن وعافیت میں رہیں اور سزا ہیضہ ان کو ملے، جو وہ اس قتل میں بے گناہ رہیں۔ یہ ڈھکوسکہ مرزائی نیا نہیں، پرانا ہے، جس کا ایک جواب اور بھی ہے جو عن قریب آتا ہے۔

۲۱؎ اصل عبارت ازالہ (ص۵۰۳) یہ ہے: ’’ہم ایک گروہ دابۃ الارض زمین سے نکالیں گے وہ گروہ متکلمین کا ہوگا، جو اسلام کی حمایت میں تمام ادیان باطلہ پر حملہ کرے گا، یعنی وہ علماء ظاہر ہوں گے۔‘‘

۲۲؎ لفظ حسینکم، جس کے معنی یہ ہیں کہ: ’’تمہارا حسین‘‘ صاف مشعر ہے کہ حضرت امام حسین سے مرزا کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ لفظ اس نے ایسا قلم سے نکالا ہے جیسا مالک بن نویرہ نے آنحضرت ﷺ کی نسبت حضرت خالد بن ولید ؓ کو مخاطب کر کے لفظ صاحبکم کہا تھا۔ جس سے خالد بن ولید نے یہ سمجھا کہ مالک بن نویرہ کا آنحضرت ﷺ سے کوئی تعلق نہیں۔ اسی وجہ سے وہ اسلام کے حکم زکوٰۃ کی تعمیل کا مانع ہو کر اسلام کے ایک پولیٹکل انتظام میں خلل انداز ہو رہا ہے اور اس کو قتل کر دیا۔ مرزا بھی اگر اسلامی سلطنت خصوصاً ایران میں ہوتا اور وہاں کلمہ حسینکم کہتا تو اس کا سر بھی مالک بن نویرہ کی طرح، جس کا وہ مقلد بنا ہے، قلم کیا جاتا۔

وہ خوش قسمتی سے ایک ایسی سلطنت میں ہے۔ جہاں امام حسین ؓ کے نانا کو گالیاں دی جاتی ہیں اور گالیاں دینے والوں کو کوئی نہیں پوچھتا۔ بلکہ خود جناب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جن کی طرف سلطنت کا مذہب منسوب ہے۔ یہ مرزا خود گالیاں دیتا ہے، جن کا ذکر (ص۱، ج۱) میں ہو چکا ہے اور سلطنت میں ان

گالیوں پر نوٹس نہیں لیا جاتا۔ اس لئے مرزا بے خوف ایسے کلمات شائع کر رہا ہے۔

قتل مالک بن نویرہ کی اس وجہ اور سدّ کو اس وقت کے مخالفین پیسہ اخبار اور خود پیسہ اخبار نہیں سمجھے اور وہ صرف لفظ صاحب بحق آنحضرت ﷺ بولنے کو وجہ قتل قرار دینے پر بحث کر رہے ہیں۔ جو ایک فضول بحث ہے اور اصلیت سے دور پڑے ہیں۔ اور اگر پیسہ اخبار یہ معذرت کر دیتا کہ لفظ محمد صاحب میرے قلم سے غلطی سے نکل گیا ہے تو اس بحث کی نوبت نہ آتی۔ اس میں شک نہیں کہ گو صرف لفظ صاحب بحق آنحضرت ﷺ عربی محاورہ میں مطلقاً مخالف تعظیم نہیں ہے۔ مگر اردو محاروہ میں خلاف تعظیم سمجھا جاتا ہے اور لفظ محمد صاحب مسلمانوں کے قلم میں یا زبان پر نہیں آتا، اس کو وہی لوگ استعمال کرتے ہیں جو اقوام غیر میں مہذب کہلاتے ہیں۔

۲۳ یہ لفظ حدیث ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر بھاگنے کی نیت نہ ہو کوئی ضرورت ہو تو طاعون کی جگہ سے نکلنا منع نہیں۔ ایسا ہی اس جگہ جہاں طاعون واقع ہو، ضرورت کے لئے جانا منع نہیں ہے یہ حکم اس شخص کے لئے جو خدا تعالیٰ پر کامل توکل رکھنے والا ہو اور اگر مبتلاء طاعون ہو جائے تو اس کے دل میں یہ خیال نہ گزرے کہ مجھ کو کسی طاعون زدہ کی لاگ سے طاعون ہوا ہے اور اس کا یقین اس حدیث پر ہو جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ’’**عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ لا عادی ولا هامة ولا صفر فقال اعرابی یا رسول الله ﷺ فما بال الابل نکون فی الرمل لکانها الظبا فیخالطها البعیر الاجرب فیجریها فقال رسول الله ﷺ فمن اعدی الاول.**‘‘ (رواہ البخاری، مشکوٰۃ ص۳۸۳) ’’**وفی هذه الاحادیث منع القدوم علی بلد الطاعون ومنع الخروج منه فرارا من ذالک واما الخروج معارضة فلا باس به وهذاالذی ذکرناه مذهبنا ومذهب الجمهور**‘‘ (شرح مسلم ص۲۲۸)

کہ کوئی مرض بذات خود متعدی نہیں ہوتی۔ اس پر اعرابی نے آنحضرت سے سوال کیا کہ ہمارے اونٹ اچھے بھلے ہوتے ہیں۔ پھر جب ان میں کوئی خارش زدہ اونٹ آ جاتا ہے تو سب کو خارش زدہ کر دیتا ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ پہلے اونٹ کو جو خارش ہوئی وہ کس سے ہوئی؟ یعنی جس پروردگار نے پہلے اونٹ کو خارش پیدا کی، اسی نے ان سب میں پیدا کی۔ ایسا ہی امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہا ہے ان احادیث صحیح مسلم میں طاعون کی جگہ جانا اور وہاں سے بھاگنے کی نیت سے نکلنا منع کیا گیا ہے اور اگر کسی عذر و عارضہ سے نکل جائے تو منع نہیں ہے۔

۲۴ سراج الاخبار جہلم نمبر۱۶، ۱۷، ج۲۰ ملاحظہ ہو۔

نوٹ: طاعون اسلام میں پہلے بھی واقعہ ہو چکی ہے جس کی تفصیل امام نووی نے شرح صحیح مسلم کے (ص۱۶) میں کی ہے۔ مگر طاعون جو اس وقت مسلط ہو رہا ہے سب سے بڑھ کر ہے۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

# کرشن قادیان

اور

# مسلمانان

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**باﷲ من ہذہ الکلمۃ السوداء الفحشاء کبرت کلمۃً تخرج من افواہ من تفوہ بھا ان یقولون الا کذباً**

قادیان کے کرشن (مرزا غلام احمد) مہاراج نے پہلے وکیل ومناظر غیر اقوام من جانب اسلام کا روپ بھرا تھا اور قرآن واسلام کی حقانیت پر تین سو دلائل قرآن ہی سے نکالنے کا وعدہ دے کر (بحسب اعتراف خود) دس ہزار روپیہ مسلمانوں کا بٹورا۔ وازانجا کہ ان تین سو دلائل کا وجود کتاب براہین میں تو کب ہوتا، اس کے دماغ میں بھی نہ تھا۔

لہٰذا اس کتاب کے تیسرے حصے (یا جلد) سے ایک اور روپ ولی اور نبی بننے کا جمایا اور وحی والہام (جو انبیاء واولیاء کا خاصہ ہے) کا دعویٰ کر کے پیری مریدی کا جال بچھایا۔ ان الہاموں میں کبھی آپ نے آدم علیہ السلام کا روپ بھرا، کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام و آنحضرت ﷺ ودیگر انبیاء علیہم السلام کا اوتار لیا اور اس ذریعے سے عقل کے اندھوں اور گانٹھ کے پوروں کو اپنے دام میں پھنسایا۔

ان مختلف روپ بھرنے سے مال دار آپ کے مرید بن گئے اور کافی سے زیادہ روپے آپ نے جمع کر لئے۔ حتی کہ سرکار انگریزی کو بھی ان کی آمدنی دیکھ کر انکم ٹیکس وصول کرنے کا موقعہ مل گیا اور آپ پر ٹیکس لگایا گیا اور پھر وہ ایک مسلمان افسر تحقیقات کی مہربانی سے اور کرشن مہاراج کی حکمت عملی وغلط عذر داری وغلط بیانی سے اٹھ بھی گیا۔ مگر بحکم حدیث نبوی کہ اگر ابن آدم (حریص دنیا) کے پاس دو جنگل سونے کے ہوں۔ تب بھی وہ تیسرا جنگل تلاش کرتا ہے اور اس کے پیٹ کو مٹی ہی پر کرتی ہے:

تنگ چشمے ہائے دنیا دار را یا قناعت پر کند یا خاک گور

جوں جوں مہاراج کی دولت بڑھتی گئی، حرص مال زیادہ ہوتی گئی۔ لہٰذا آپ نے

ایک اور روپ (سکھوں کے گرونانک صاحب کے) بھرنے کی ٹھہرائی اور اس کے واسطے پہلی پٹڑی یہ جمائی کہ گرونانک صاحب آپ کے ہم مذہب تھے۔ تاکہ سکھ پارٹی سے جو اس وقت مال ودولت میں بڑھی ہوئی ہے اور ان میں کئی ریاستوں کے والی مہاراجہ ہیں۔ کچھ روپیہ آوے اور زیورات اور قوت باہ کے یاقوتیوں کے کام میں صرف ہو۔ سکھوں میں کوئی ان کا قائل ومائل ہوجاتا، تو ایک نہ ایک دن اس نے ضرور باوا نانک صاحب بن جانا تھا۔ مگر چونکہ سکھ پارٹی کے لیڈر تعلیم یافتہ تھے، وہ آپ کی چال تاڑ گئے اور اس کے قابو میں نہ آئے۔ اورانہوں نے بجائے (ویلکم) لبیک کے، تبرّے سنائے۔

اب آپ کو یہ سوجھی ہے کہ ہندو پارٹی میں گو تعلیم یافتہ لوگ بھی ہیں۔ مگر ان پڑھ زیادہ ہیں اور زود اعتقادی ان کا خاصہ اور قدیمی شیوہ ہے اور مال ودولت میں بھی وہ سکھوں سے کم نہیں، تو اب آپ نے کرشن جی کا اوتار لیا ہے اور اپنی نسبت تازہ اور گرما گرم یہ الہام گھڑ کر شائع کردیا ہے، جو آپ کے لیکچر سیالکوٹ میں اور ’’ریویو آف ریلیجنز‘‘ میں مشتہر ہوا ہے۔ یہ ہے کہ ’’کرشن رودر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے۔‘‘

(لیکچر سیالکوٹ ص۳۴، خزائن ج۲۰ ص۲۲۹)

یہ روپ اور یہ اوتار لینا آپ کے روز افزوں تبدلات وانتقالات کا بحکم اس بیت کے جس کو ہم نے زیب عنوان کیا ہے، عین لازمہ ونتیجہ تھا اور ان انسلاخات کی نظر سے اس کا پہلے ہی یقین تھا اور آئندہ بھی یہ یقین کیا جاسکتا ہے کہ ایک نہ ایک دن آپ مہتروں (بھنگیوں) کے پیشوا لال بیگ کا روپ بھی بھریں گے۔ کیونکہ بھنگیوں میں تعلیم برائے نام بھی نہیں اور ان کی آمدنی (جب سے اروڑی (میلے اور کھاد) کی قیمت بڑھتی جاتی ہے) دن بدن ترقی پر ہے۔

کرشن قادیانی کا بھائی مرزا امام الدین جلد بازی کر کے لال بیگ کا خلیفہ بنا تھا،

اس لئے وہ اس میں ناکام رہا اور اس کے مرجانے سے وہ عہدہ پھر خالی ہوگیا اور چونکہ کرشن قادیان گہری پالیسی کا پالیٹیشن ہے اور دنیا کمانے کی مصلحت اور دوراندیشی میں وہ اپنی نظیر آپ ہی ہے۔لہٰذا امید واثق اور یقین کامل ہے کہ وہ حکمت ومصلحت سے پہلے عہدۂ خلافت لال بیگ اپنے لئے تجویز کرے گا اور پھر بتدریج خود ہی لال بیگ بن بیٹھے گا اور اس میں کامیاب ہوگا۔اس کے بعد وہ پارسیوں کے پیغمبر زردشت کا اوتار لے اور ان پر ہاتھ پھیرے گا۔وعلیٰ ہذا القیاس!

اس مضمون میں جو بات ہم مسلمانوں کے متعلق کہنی چاہتے ہیں، وہ صرف یہ ہے کہ اب کرشن قادیانی سے بحث ومباحثہ چھوڑ دیں۔اوران کو اوران کے ہندو بھائیوں کو(جن کو وہ اپنے رسالہ ’’ریویو آف ریلیجنز میں جابجا بھائی کہتے ہیں) بھگت لینے دیں۔اگر وہ ان میں کرشن مانے گئے اور ہندو اس کو دھن مہاراج، دھن مہاراج، بول اٹھے تو وہ شوق سے ان کی حلوا پوریاں کھائیں۔مسلمانوں کا اس میں کیا حرج ہے اوران کو حسد وبخل سے کیا حاصل۔ ہم تو اس کے حق میں کڑاہ پرشاد(حلوا) کے لئے خود گورنمنٹ سے مضمون طاعون میں سفارش کر چکے ہیں اور مسلمان بھی ہماری موافقت کریں اور اس کو ہندوؤں کی حلوا پوری کھانے دیں اور اگر ہندوؤں کی ان سے اَن بن ہوگئی تو کچھ دنوں مسلمانوں کو ان کی خدمت گزاری سے فرصت وفراغت رہے گی اور آیت ’’کفی اللّٰہ المؤمنین القتال‘‘ صادق آئے گی۔

ہاں! بحث مباحثہ کے بغیر تزویرات کشن قادیان پر ناواقف مسلمانوں کو واقف کرنا اور مسلمانوں کو اس کے دام تزویر سے بچانا(جیسا کہ اس مضمون میں ہوا ہے) مضائقہ نہیں رکھتا، اس سے ہم مسلمانوں کو نہیں روکتے۔کیونکہ یہ نصیحت ہے اور نصیحت ہر مسلمان پر ہمیشہ کے لئے فرض ہے۔’’الدین النصیحۃ للّٰہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین ولعامتہم‘‘ (اشاعۃ السنۃ ج۲۰ نمبر۸ ص۲۲۶ تا ۲۲۹)

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

# زلزلے کا روحانی سبب اور اس کا علاج

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

’’وما نرسل بالآیات الّا تخویفا. وما اصابکم من مصیبة. فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر. وما انتم بمعجزین فی الارض ومالکم من دون اللہ من ولی وّلا نصیر‘‘

جو زلزلہ ۴؍اپریل ۱۹۰۵ء کو پنجاب میں اور اس سے کچھ پہلے مدراس میں اور اس سے پیشتر کشمیر و پشاور میں اور دو یا تین سال کا عرصہ ہوا ہے، نیویارک میں اور ایک مدت پہلے تربن دارالخلافہ پرتگال میں اور اس سے بہت پیشتر اٹلی کے دو شہروں پمپئی اور ہرکولیم میں واقع ہوا ہے۔ عام دنیا اور خاص کر اخباری اور علمی دنیا کو معلوم ہے اور اس زلزلے کے جو طبعی یا نیچرل اسباب بیان کئے جاتے ہیں کہ وہ بخارات زمین کا زور سے نکلنا یا آتش فشاں پہاڑوں کے آتشیں مادے کا حرکت کرنا ہے۔ وہ بھی نیچرل فلاسفی یا سائنس وطبعی کے جاننے والوں پر مخفی نہیں ہے۔

مذہب نے ان اسباب کا نہ تو اثبات کیا ہے اور نہ نفی اور کسی آسمانی یا روحانی مذہب کا یہ فرض منصبی بھی نہیں ہے کہ کائنات وحوادث عالم کون وفساد کے اسباب والمیّات سے بحث کرے۔ اس کا فرض منصبی تہذیب الاخلاق وتعلیم توحید واخلاص وعبادات واصلاح معاملات ہے اور اس مدّعا کے لئے کائنات وحوادث عالم کے اغراض وفوائد ولمیّات کا بیان کرنا کافی ووافی ہے۔

سو اہل اسلام نے ایسا بیان کر دیا ہے کہ نہ تو کسی اور مذہب آسمانی نے بیان کیا ہے اور نہ وہ انسانی طاقت سے بیان ہوسکتا ہے۔ تمام دنیا کی ہر چیز ذرہ ہے، خواہ آفتاب، چیونٹی ہے یا پہاڑ، احجار ہیں یا اشجار، ہر ایک آیت یعنی نشانی قدرت ودلیل وحدت، خالقیت خالق ہے اور اس دنیا کو اس وجہ سے عالم کہا جاتا ہے کہ وہ ذات وصفات باری تعالیٰ پر ایک علامت ہے:

برگ درختاں بنرور نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

انہی آیات سے زلزلہ بھی ایک آیت ہے، جس کے دنیا میں ظاہر کرنے سے غرض آیت نمبر اوّل میں بیان ہوئی ہے۔ جس کو ہم نے زیب عنوان کیا ہے اور اس کا یہ مضمون ہے کہ:’’وما نرسل بالایت الا تخویفاً (الاسراء:۵۹)‘‘ ہم آیات اس لئے بھیجتے ہیں کہ دنیا ان کو دیکھ کر ڈر جاوے اور خدا کی عظمت وجبروت کو پیش نظر رکھ کر اس کے گناہوں سے بچے۔

دوسری آیت ’’وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم...... الخ (الشوریٰ:۳۵)‘‘ زیب عنوان مضمون میں فرمایا ہے کہ: لوگو! جو مصیبت تم کو پہنچتی ہے، وہ تمہارے اعمال کی شامت ہے اور ہنوز بہت سے تمہارے اعمال بد سے خدا درگزر ہی کرتا ہے۔ تم ان مصیبتوں سے بچنے کے لئے زمین میں بھاگو، تو بھاگ نہ سکو گے اور بجز خدا تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ یعنی ان مصیبتوں سے بچنا ہو تو خداتعالیٰ ہی کی طرف رجوع اور گناہوں سے تائب ہو۔ خداتعالیٰ تم پر رحم کرے گا اور ان بلاؤں کو ٹلا دے گا۔

ایک اور آیت میں فرمایا ہے ’’ولو یواخذ اللہ الناس بما کسبوا ما ترک علی ظہرھا من دابۃ (فاطر:۴۵)‘‘ کہ اگر خدا لوگوں کو ان کے اعمال بد پر پورا مواخذہ کرے، تو پشت زمین پر ایک چلنے والے کو نہ چھوڑے۔

ان آیات سے بخوبی معلوم ہوا کہ زلزلے کا روحانی سبب بندوں کے گناہ اور اعمال بد ہیں اور اس سے بچنے کا ذریعہ اور علاج بجز انابت الی اللہ اور توبہ اور کچھ نہیں ہے۔ جو زلزلے کے وقت عام وخواص کے منہ سے نکل رہی تھی۔ وہ توبہ دل سے ہو اور بندوں کے اعمال اس کے مطابق ہو جاویں، تو خداوند رحیم وکریم سے امید ہے کہ وہ آئندہ ایسی بلاؤں کو ٹلاتا ہے۔

جو لوگ مذہب کو دل سے مانتے ہیں (گو عمل میں قاصر ہیں) اور وہ ان آیات پر یقین رکھتے ہیں۔ شاید وہ یہ سوال کریں کہ وہ کون سے گناہ ہیں، جن کی سزا میں یہ مصیبتیں نازل ہوتی ہیں۔ ان کے ہدایت کے لئے اس سوال کا وہی جواب دیا جاتا ہے، جو سوال طاعون کا جواب وغیرہ جلد ہذا دیا گیا ہے۔ کہ اس وقت اور اس سے پیشتر اس وقت سے کہ نئی روشنی یا (بنظر حقیقت یوں کہو) گہری سیاہی زمین پر چھا گئی ہے۔ مذہب دنیا سے اٹھا جاتا ہے۔ اکثر ہندو، ہندو نہیں رہے، عیسائی، عیسائی نہیں اور مسلمان مسلمان نہیں۔

مذہب اور احکام مذہب کو ہنسی میں اڑایا جاتا ہے۔ جس شخص کو جس مذہب کا ادّعا ہے وہ اسی مذہب کا عملی طور پر دشمن ومخالف ہو رہا ہے۔ اس کے احکام وہدایت کو اپنی خواہش نفس کے تابع کر رہا ہے اور جو حکم اس کی خواہش کے تابع وموافق نہ ہو سکے، اس کو صاف طور پر اور برملا مذہب سے نکال کر پھینک دیتا ہے، جو شخص جھوٹ اور بے ایمانی سے زبانی نفرت ظاہر کرتا ہے، وہی سب سے زیادہ جھوٹ اور بے ایمانی کو دل سے پیار کرتا ہے اور عملاً اس سے الفت ومحبت کا قطعی ثبوت دے رہا ہے۔ ہم غیر مذہب والوں کی شکایت کیا کریں بر طبق:

ہر کس از دست غیر نالہ کند سعدی از دست خویشتن فریاد

بجائے اس کے اپنے ہی مذہب کے مدعیوں کی حکایت کیوں نہ کریں۔

جو لوگ کلمہ گو اور مسلمان کہلاتے ہیں اور دین اسلام کے زبان سے مدعی ہیں اور اس کی حمایت وحمیّت کا دم بھرتے ہیں۔ وہ کھلے بندوں احکام عقائد اسلام وقرآن سے انکار کررہے ہیں اور احادیث صحیحہ نبویہ کو جو اسلام کا رکن ثانی ہے، صاف طور پر رد کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں زلزلوں یا اور بلاؤں کا نازل ہونا کونسا محل تعجب ہے۔

محل تعجب تو یہ ہے کہ لوگوں کا یہ حال ہے اور پھر وہ زمین پر چلتے پھرتے ہیں، ان لوگوں میں سے سب سے زیادہ قابل ذکر ولائق تعریف مہاراج کرشن قادیان ہیں۔ جو اپنے آپ کو فدائے اسلام قرار دیتے ہیں اور اسلام کی حمایت وحمیّت میں تمام دنیا کے اہل مذاہب کے مقابلے کے لئے کھڑے ہیں۔ وہ سالہا سال سے باوجودیکہ زبان سے جھوٹ کو بہت برا کہتے ہیں اور اس کی نجاست قرار دیتے ہیں۔ مگر دل سے اور عملی طور پر اس پر ایسے مفتون ہیں کہ گویا اس کے دلدادہ اور عاشق زار ہیں۔ آپ نئے دن خدا پر اس قسم کے افتراء کرتے ہیں کہ خداتعالیٰ نے مجھے نبی کیا، مجھے مسیح موعود ومہدی مسعود بنادیا ہے۔ مجھ پر فلاں فلاں پاک وحی ہوئی ہے اور میں نے خدا سے الہام پاکر ہزارہا پیشین گوئیاں کی ہیں جو سب کی سب سچی نکلی ہیں۔

اور یہ افتراء علی اللہ ایسا سخت ظلم ہے کہ بشہادت آیۃ ’’**ومن اظلم من افتریٰ علی اللہ کذباً او قال اوحی الیّ ولم یوحی الیہ شی** (انعام:۹۳)‘‘ اس سے بڑھ کوئی ظلم نہیں ہے۔

اس افتراء کی ایک تازہ مثال یہ ہے کہ ۴؍اپریل ۱۹۰۵ء کے زلزلے سے آپ کو سابق افتراء پردازیوں پر ندامت اور توبہ نصیب نہ ہوئی، بلکہ اس واقعہ عجیب کو دیکھ کر آپ کی رال ٹپک پڑی اور اس واقعہ کو آپ نے ان افتراؤں کی صداقت کی دلیل اور مسیح موعود وملہم ہونے کی نشانی بنالی۔ ۵؍اپریل کو ایک اشتہار بعنوان ’’الدعوت‘‘ شائع کردیا۔ اس میں آپ نے سبب زلزلہ تو لوگوں کی معصیت اور دنیا پرستی اور بے ایمانی کو ٹھہرایا۔ مگر خود اسی اشتہار میں معصیت، دروغ گوئی کا ارتکاب کیا اور خداتعالیٰ پر افتراء کر کے یہ کہا:

’’چونکہ میرا کام دعوت اور تبلیغ ہے۔ اس لئے میں دوبارہ ظاہر کرتا ہوں اور میں قسم حضرت احدیت جل شانہ کی کھا کر کہتا ہوں کہ کہ میرے پر خدا نے اپنی وحی کے ذریعہ سے

ظاہر فرمایا ہے کہ میرا غضب زمین پر بھڑکا ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں اکثر لوگ معصیت اور دنیا پرستی میں ایسے غرق ہوگئے ہیں کہ خداتعالیٰ پر بھی ایمان نہیں رہا اور وہ جو اس کی طرف سے اصلاح خلق کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اس سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے اور یہ ٹھٹھہ اور لعن وطعن حد سے گزر گیا ہے۔ پس خدا فرماتا ہے کہ میں ان سے جنگ کروں گا اور میرے وہ حملے ان پر ہوں گے جو ان کے خیال وگمان میں نہیں۔ کیونکہ انہوں نے جھوٹ سے اس قدر دوستی کی، کہ سچائی کو اپنے پاؤں کے نیچے پامال کرنا چاہا۔ پس خدا فرماتا ہے کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ اپنے غریب گروہ کو ان درندوں کے حملوں سے بچاؤں اور سچائی کی حمایت میں کئی نشان ظاہر کروں اور وہ فرماتا ہے کہ دنیا میں ایک نذیر آیا، پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔

پس تم سوچ کر دیکھو کہ یہ دن کیسے ہیں، جو تم دیکھ رہے۔ سچ کہو کہ کیا کبھی تمہارے باپ دادوں نے سنا تھا کہ جس زور سے اب ملک کو طاعون کھا رہی ہے، کبھی پہلے بھی ایسا زور ہوا تھا۔ اور جس طرح ابھی ۴ اپریل ۱۹۰۵ء کو ایک شدید زلزلہ نے تمہارے دلوں کو ہلا دیا اور عام نقصان پہنچا دیا اور لوگوں کو دیوانہ سا کر دیا، کبھی پہلے بھی تم نے یا تمہارے بزرگوں نے اس ملک میں دیکھا تھا؟ اور یاد رکھو کہ یہ تمام واقعات صرف تکلف اور بناوٹ سے پیش گویاں قرار نہیں دیئے گئے، سالہا سال اس کے وجود سے پہلے براہین احمدیہ میں خبر دی گئی تھی اور ایسا ہی دوسری کتابوں میں جو میری تالیف ہیں، یہ خبریں شائع ہوچکی ہے۔ اور یہ تو پرانی باتیں ہیں، ممکن ہے کہ اکثر لوگوں کو بھول گئی ہوں گی، کیونکہ غفلت اور عداوت اور بدظنی یہ تینوں جس جگہ اکٹھی ہوجائیں، وہاں حافظہ کب درست رہ سکتا ہے۔ خدا کے وعدے بھی ایمانداری سے ہی یاد رہتے ہیں۔ ورنہ جس شخص کا دل ایمان سے خالی ہو، وہ ہزار نشانوں کو بھی آنکھوں سے دیکھ کر ایسا دل سے اتار دیتا ہے، جیسا کہ ایک تنکا توڑ کر پھینک دیا جائے۔

غرض میں اس وقت پرانی پیشین گوئیوں پر اکتفا نہیں کرتا، بلکہ میں ان پیشین گوئیوں کو پیش کرتا ہوں، جن کے شائع کئے جانے پر قریباً ایک مہینہ گزرا ہے۔ دیکھو میرا اشتہار ''الوصیت'' جس کو میں نے ۲رفروری ۱۹۰۵ء کو شائع کیا تھا۔ یہی اشتہار الحکم (نمبر۷، ج۹ ص۱۱) پر ۲۸رفروری ۱۹۰۵ء کو شائع ہوا اور پھر دوبارہ الحکم مؤرخہ ۲۴رمارچ ۱۹۰۵ء کے (ص۲، کالم۲) میں وہی الہام شائع ہوا ہے۔

ان پیش گوئیوں میں سے ایک خبر کے الفاظ یہ ہیں کہ ۲۶رفروری ۱۹۰۵ء کی رات کو جس کی صبح کو ۲۷رفروری ۱۹۰۵ء تھی۔ میں نے بطور کشف دیکھا کہ دردناک موتوں سے عجیب طرح پر شور قیامت برپا ہے۔ میرے منہ پر یہ الہام الٰہی تھا کہ موتا موتی لگ رہی ہے اور مجھے دکھایا گیا کہ ملک عذاب الٰہی سے مٹ جانے کو ہے۔ نہ مستقل سکونت امن کی جگہ رہے گی، نہ عارضی سکونت مقاموں پر اور عارضی سکونت گاہوں پر آفت آئے گی اور پھر مارچ کے مہینے میں خداتعالیٰ نے اپنی پاک وحی سے میرے پر ظاہر کیا کہ مکذبوں کو ایک نشان دیکھایا جائے گا اور یہ پیش گوئی بھی اسی الحکم ۲۴رمارچ میں شائع ہوچکی ہے۔

اب اے عزیزو! سوچ لو کہ کیا یہ زلزلہ جو ۴راپریل ۱۹۰۵ء کی صبح کو اس ملک میں ظاہر اوہی نشان نہیں ہے، جس کی خدا نے پہلے سے خبر دی ہے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات ج۳ص ۵۱۸تا۵۲۰)

حضرات ناظرین! اخوان دین! اور کرشن جی کے دام افتادہ مظلومین! اس اشتہار ’’الدعوت‘‘ میں جس قدر کرشن جی نے جھوٹ اور بے ایمانی کی شکایت کی اور اس سے نفرت ظاہر کی ہے۔ اسی قدر بلکہ اس سے بڑھ کر جھوٹ سے الفت کی ہے، اس میں ان کا یہ دعویٰ کہ زلزلہ ۴راپریل میرے مرسل ہونے سے انکار کرنے کی وجہ سے آیا ہے اور یہ محض افتراء علی اللہ ہے اور مضمون اس بیت سے بڑھ کر کوئی حقیقت نہیں رکھتا:

ایں کرامت ولی ماچہ عجب    گربہ شاشید وگفت باراں شد

یہ افتراء پردازی کرشن جی کی پرانی عادت ہے۔ دنیا میں جو حادثہ وقوع میں آتا ہے، کوئی مرجاوے یا کوئی بیمار ہوجائے، کہیں طاعون پڑے، کبھی چاند، سورج کو گرہن لگے، کبھی آسمان سے کوئی ستارہ ٹوٹے، تو آپ ان سب واقعات کو اپنی ہی کرامت بنالیا کرتے ہیں اور اپنی نبوت ومسیحیت اور مہدویت کی دلیل بنالیتے ہیں۔ ان کی پچھلی افتراء پردازیوں کی تفصیل (اشاعۃ السنۃ ج۱۳، لغائت ۱۹) میں اور اس (ج۲۰) کے پہلے چار نمبروں میں بخوبی ہوچکی ہے اور یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ ایسے شخص کا اور اس عمل واعتقاد کے انسان کا خدا کی طرف سے ملہم اور اس کے شرف خطاب سے مشرف ہونا، ناممکن ومحال ہے۔ اس کو ملہم مانا جاوے تو پھر کسی صادق ملہم نبی یا ولی کا الہام قابل اعتبار نہیں رہتا اور وحی والہام سے یک قلم

امان اٹھ جاتی ہے۔ اس مقام میں ہم صرف اشتہارات ’’الدعوت‘‘ کا کذب اسی اشتہار کی شہادت سے ثابت کرتے ہیں اور اس ثبوت کو:

آفتاب آمد دلیل آفتاب　　گر دلیلے بایدت زور و متاب

کا مصداق بنا کر دکھا دیتے ہیں۔

اس اشتہار ’’الدعوت‘‘ میں کرشن جی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ’’میں نے اشتہار ’’الوصیت‘‘ میں جو مستقل طور پر اور فلاں فلاں اخبار میں اور ریویو آف ریلیجز میں شائع ہوا ہے۔ اس زلزلے کی خبر دے دی تھی۔ یہ میرا وہی نشان ہے، جس کو خدا نے شب ۲۷رفروری کو مجھے خبر دی تھی اور میں نے وہ خبر ۲۷رفروری کو اشتہار ’’الوصیت‘‘ میں اور اس سے پچیس برس پہلے براہین احمدیہ میں شائع کر دی تھی۔‘‘

واہ صاحب! کیا کہنا ہے، الہامی خبر تو ۲۷رفروری ۱۹۰۵ء کو ملے اور اس کی اشاعت پچیس برس پہلے براہین احمدیہ میں ہو جاوے۔ یہ بھی وہی بات ہوئی:

چہ خوش گفت ست سعدی در زلیخا　　الا یا ایھا الساقی ادر کاساً وناولھا

حضرات ناظرین! اشتہار ’’الوصیت‘‘ اس وقت ہمارے سامنے ہے اور ریویو آف ریلیجنز ہمارے ہاتھ میں ہے اور براہین احمدیہ ہماری میز پر ہے۔ اشتہار ’’الوصیت‘‘ اور براہین احمدیہ میں اس زلزلہ کا نام ونشان نہیں ہے۔

عبارات ’’الوصیت‘‘ وبراہین کو ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں اور کرشن جی کی دروغ گوئی کی ناظرین سے تصدیق چاہتے ہیں۔

## الوصیت

’’قال اللہ عزوجل. قل مایعبؤا بکم ربکم لولا دعاء کم ‘‘یعنی ان کو کہہ دے کہ میرا خدا تمہاری پروا کیا رکھتا ہے، اگر تم بندگی نہ کرو اور دعا میں مشغول نہ رہو۔

دوستو! خداتعالیٰ آپ لوگوں کے حال پر رحم کرے۔ آپ صاحبوں کو معلوم ہوگا کہ میں نے آج سے قریباً نو ماہ پہلے ’’الحکم‘‘ اور ’’البدر‘‘ میں جو قادیان سے اخباریں نکلتی ہیں، خدائے تعالیٰ کی طرف سے اطلاع پا کر یہ وحی الٰہی شائع کرائی تھی کہ ’’عفت الدیار محلھا ومقامھا ‘‘یعنی یہ ملک عذاب الٰہی سے مٹ جانے کو ہے، نہ مستقل سکونت امن کی جگہ رہے

گی اور نہ عارضی سکونت امن جگہ یعنی طاعون کی وباء ہر جگہ عام طور پر پڑے گی اور سخت پڑے گی۔ دیکھو اخبار الحکم مؤرخہ ۳۰رمئی ۱۹۰۴ء (نمبر۱۸، ج۸، کالم۳) اور اخبار البدر (نمبر۲۰، ۲۱) مؤرخہ ۲۴رمئی ویکم جون ۱۹۰۴ء (ص۱۵، کالم۲) اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ وقت بہت قریب آ گیا ہے، میں نے اس وقت جو آدھی رات کے بعد چار بج چکے تھے، بطور کشف دیکھا ہے کہ دردناک موتوں سے عجیب طرح پر شور قیامت برپا ہے۔ میرے منہ یہ الہام الٰہی تھا کہ موتا موتی لگ رہی ہے کہ میں بیدار ہوگیا اور اسی وقت جو ابھی کچھ حصہ رات کا باقی ہے، میں نے یہ اشتہار رلکھنا شروع کیا۔

دوستو! اٹھو اور ہوشیار ہو جاؤ کہ اس زمانے کی نسل کے لئے نہایت مصیبت کا وقت آ گیا ہے۔ اب اس دریا سے پار ہونے کے لئے بجز تقویٰ کے اور کوئی کشتی نہیں، مومن خوف کے وقت خدا کی طرف جھکتا ہے کہ بغیر اس کے کوئی امن نہیں ہے۔ اب دکھ اٹھا کر اور سوز وگداز اختیار کر کے اپنا کفارہ آپ دو۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۳ص۵۱۵)

اس کے بعد آپ نے لوگوں کو توبہ واستغفار اور صدقہ وخیرات کی رغبت دلائی ہے (جس سے اصل مطلب برطبق مصرع:

ایں ہمہ از بے آنست کہ زر مے طلبی

فلوس طلبی ہے، تاکہ مطبخ گرم رہے اور دوائی خانہ قوت باہ میں یاقوتیاں تیار ہوں)

اس کے بعد آپ نے فرمایا ہے، خدا نے آج سے پچیس برس پہلے طاعون کی مجھے خبر دی تھی اور ''براہین احمدیہ'' میں یہ شائع ہو چکی ہے اور اس الہام کی اصل عبارت ایک اور اشتہار میں جو بعنوان ''الانذار'' (مجموعہ اشتہارات ج۳ص۵۲۲) آپ نے شائع کیا ہے، یہ نقل کی ہے:

''واصنع الفلک باعیننا ووحینا ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انہم مغرقون'' اور اس کا ترجمہ رسالہ (دافع البلاء حاشیہ ص۶، خزائن ج۱۸، ص۲۲۶) میں ان الفاظ سے کیا ہے۔ یعنی ایک کشتی میرے حکم سے اور آنکھوں کے روبرو بنا، جوان کو مرنے سے بچائے گی۔ جو ظلم اور سرکشی اور بدکاری میں اور نافرمانی سے باز نہیں آتے، میرے آگے ان کی سفارش نہ کر، وہ غرق کئے جائیں گے اور متن رسالہ دافع البلاء کے (ص۶، خزائن ج۱۸، ص۲۲۶) میں اس پیش گوئی کو متعلق طاعون قرار دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ ''بلکہ طاعون کی خبر آج سے بائیس برس پہلے براہین احمدیہ میں دی گئی ہے''۔ پھر اسی کے حوالہ میں حاشیہ منقولہ بالا

تحریر کیا ہے۔ اسی رسالہ دافع البلاء کے بعد آپ نے رسالہ کشتی نوح بنایا، تو اس میں بھی یہی جتایا ہے کہ جو کشتی بنانے کا حکم ہے وہ اسی طاعون سے بچنے کے لئے ہے۔

اب کرشن جی کا یہ بچن (قول) کہ میں نے براہین احمدیہ اور ''الوصیت'' میں زلزلہ کی خبر دی تھی۔ دروغ بے فروغ نہیں تو اور کیا ہے؟ حضرات ناظرین! اشتہار ''الوصیت'' میں اور الہام مذکور براہین احمدیہ میں زلزلہ کا ذکر یا اشارہ تک بھی نہیں ہے اور کرشن جی کا اشتہار ''الوصیت'' میں یہ کہنا کہ کیا زلزلہ جو۴ر اپریل ۱۹۰۵ء کی صبح کو ظاہر ہوا، وہی نشان نہیں ہے، جس کی خدا نے پہلے سے خبر دی تھی۔ ایسا سفید جھوٹ ہے کہ دنیا میں اس سے بڑھ کر سفید یا سیاہ جھوٹ نہ ہوگا۔

اس دروغ گوئی پر آپ کے اس دلیری ودلاوری کو جو مصرع:

چہ دلاور است وزدے کہ بکف چراغ دارد

کا مصداق ہے۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ جو معنی الہام ''موتا موتی'' اور ''**عفت الدیار محلها و مقامها**'' کے اشتہار ''الوصیت'' میں کرشن جی نے خود بیان کئے ہیں کہ اس سے طاعون مراد ہے۔ اس کو بعد وقوع زلزلہ ۴ر اپریل ۱۹۰۵ء خود ہی غلط قرار دیتے ہیں اور اس پر طرفہ یہ ہے پھر اس غلطی کا اعتراف نہیں فرماتے اور یہ نہیں کہتے کہ پہلے ہم یا ہمارا ملہم بھول گئے تھے اور غلطی سے اس کے معنی طاعون بیان کئے تھے، بلکہ ان معنوں سے آنکھ بند کر کے اور اپنے مریدوں کی آنکھوں میں خاک دھول بھر کر اشتہار ''الانذار'' میں فرماتے ہیں:

''وہ پہلی پیش گوئی جو میں نے ''الحکم اور البدر'' میں حادثہ سے پانچ ماہ پہلے ملک میں شائع کر کے خبر دی تھی کہ ملک میں بڑی تباہی پیدا ہوگی اور شور قیامت برپا ہوگا اور یک دفعہ ''موتا موتی'' ظہور میں آجائے گی۔ دیکھو وہ نشان کیا پورا ہوا اور جیسا کہ میں نے ابھی لکھا ہے۔ یہ پیش گوئی مذکورہ اخبار ''الحکم اور البدر'' میں اس زلزلہ سے قریباً پانچ ماہ پہلے شائع کردی گئی تھی اور پیش گوئی مذکور یہ ہے: ''**عفت الدیار محلها و مقامها**'' یعنی بہت سے مخلوق کو مٹا دینے والی تباہی آئے گی، جس سے مکانات بے نشان ہوجائیں گے اور ان مکانوں اور گھروں کا پتہ نہ ملے گا کہ کہاں تھے۔ دیکھو کیسی صفائی سے یہ خدا کی باتیں پوری

ہوگئیں۔ اگر تم عربی دان نہیں ہو تو عربی دانوں سے پوچھ لو کہ اس وحی الٰہی کے کیا معنی ہیں کہ:

**’’عفت الدیار محلھا ومقامھا‘‘**

اے عزیزو! اس کے یہی معنی ہیں کہ محلوں اور مقاموں کا نام ونشان نہیں رہے گا، طاعون تو صرف صاحب خانہ کو لیتی ہے۔ مگر جس حادثہ کی اس وحی الٰہی میں خبر دی گئی تھی۔ اس کے تو یہ معنی ہیں کہ نہ خانہ رہے گا اور نہ صاحب خانہ۔ سو خدا تعالیٰ کا فرمودہ جس طور سے اور جس صفائی سے پورا ہوگیا۔ آپ صاحبوں کو معلوم ہے، اس کی نسبت اشتہار ’’الوصیت‘‘ میں یہی خبر دی گئی تھی۔‘‘ (اشتہار الانذار مجموعہ اشتہارات ج۳ص۵۲۲،۵۲۳)

اس عبارت کو پڑھ کر اور تنسیخ یا تغلیط معنی مفسرہ ومبینہ اشتہار الوصیت کو دیکھ کر یہ مثل یاد آتی ہے کہ ’’مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید برکلہ خود باید زد‘‘ اور بے ساختہ اور بے تحاشا یہ کہنا پڑتا ہے کہ اگر الہام ’’موتا موتی‘‘ اور ’’**عفت الدیار محلھا ومقامھا**‘‘ آپ کے ملہم کی مراد یہی زلزلہ تھا، تو پانچ مہینے سے بلکہ زمانہ تالیف رسالہ دافع البلاء۱۹۰۳ء سے، بلکہ زمانہ تالیف براہین احمدیہ پچیس برس سے آپ کے ملہم نے آپ کو جہالت میں کیوں رکھا اور اشتہار ’’الوصیت‘‘ میں آپ کی تفسیر طاعون کی غلطی کو کیوں ظاہر نہ کیا۔

معلوم ہوتا ہے، آپ کا ملہم (جو یقیناً معلم الملکوت ہے) پرلے سرے کا احمق ہے یا مسخرہ ہے جو سالہا سال اپنے الہاموں کے معنی دربطن خود رکھتا ہے۔ آپ کو ان معنوں سے اطلاع نہیں دیتا۔ اسی واسطے آپ ہمیشہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہتے ہیں اور جیسے واقعات پیش آتے ہیں، ویسے معنی آپ بنا لیتے ہیں۔ اس کی اور تمثیل تفصیل ناظرین اشاعۃ السنۃ (نمبر۱، ج۱۲کے ص۲۴و۲۵) میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس اشتہار ’’الوصیت‘‘ میں جو عربی فقرہ ’’**عفت الدیار محلھا ومقامھا**‘‘ الہام قرار دیا ہے یہ ایک شعر جاہلیتؐ سے چرایا ہوا مصرع ہے۔ عربی دان بھی اس فقرہ کے وہ معنی نہیں سمجھ سکتے جو کرشن مہاراج نے معلم الملکوت سے الہام پاکر خود ہی بیان کئے ہیں کہ نہ تو مستقل سکونت امن کی جگہ رہے گی اور نہ عارضی سکونت امن کی جگہ۔ عرب کے عربی جاننے والے اس فقرہ میں ایسا کوئی لفظ نہیں پاتے، جس کے معنی سکونت کے ہوں اور نہ وہ کوئی فاعل سکونت اس فقرے میں دیکھتے ہیں۔ لفظ ’’**محلھا ومقامھا**‘‘ میں جو ضمیر مجرور (ھا) ہے اس کا مرجع تو اس فقرے میں لفظ ’’دیار‘‘ کے سوا کوئی نظر نہیں آتا اور دیار ایسی اشیا ہیں، جو محل

سکونت ہیں، نہ فاعل سکونت، فاعل سکونت تو ساکنین ہیں۔ جن کا اس فقرے میں نام ونشان نہیں ہے، ہے تو بطن قائل (کرشن یا اس کے ملہم) ہی میں ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ آپ نے یہ مصرع چرا تو لیا، مگر پھر آپ کو سوجھا کہ جملہ ''**عفت الدیار**'' کے بعد ''**محلها ومقامها**'' کہنا بے معنی اور فضول تک بندی ہے اور اگر محلہا کو دیار سے بدل ٹھہرا کر اس کے معنی کچھ بن جائیں کہ گھروں کا محل بھی نظر نہ آئے گا، کہ وہ کہاں تھے، تو مقامہا کا کوئی مطلب نہ نکلے گا۔ کیونکہ گھر اپنے محل چھوڑ کر دوسرے مقام عارضی میں نہیں جایا کرتے۔ تو آپ نے ساکنین کی جائے سکونت عارضی کا لفظ اس کے معنوں میں داخل کر دیا اور یہ سمجھا کہ سکونت وساکنین کا لفظ اس معنی کی تصحیح کے لئے کہاں سے آئے گا۔ سچ ہے ''عیب کرنے کو بھی ہنر چاہئے۔''

وہ لوگ کہاں ہیں جو کرشن جی کی عربی کو معجز جانتے ہیں۔ وہ تشریف لائیں اور وہ اس عربی کا ان معنیٰ میں صحیح ہونا ہی ثابت کر دکھائیں، معجز ہونا تو بالاتر ہے۔

بعض بے علم اور عربی سے ناواقف کہا کرتے ہیں کہ کرشن جی کی عربی کا مقابلہ کوئی مسلمان نہیں کرتا۔ اس کا جواب اشاعۃ السنۃ میں بارہا دیا گیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی عالم عربیت اس کی عربی کو عربی نہیں جانتا اور اس کو مخاطب صحیح خیال نہیں کرتا۔ ان کو عار وننگ ہے کہ اس کی عربی کو عربی سمجھ کر اس کے مقابلے میں قلم اٹھاویں اور اس جاہل از عربیّت کو اپنا مخاطب بنائیں۔

کرشن جی کے ۸؍اپریل ۱۹۰۵ء کے اشتہار ''الانذار'' میں ایک پیش گوئی یا یوں کہے دروغ گوئی اور بھی ہوئی ہے، جس کی صورت والفاظ یہ ہیں۔

## الانذار

(غور سے پڑھو کہ یہ خدا تعالیٰ کی وحی ہے)

''آج رات تین بجے کے قریب خدائے تعالیٰ کی پاک وحی مجھ پر نازل ہوئی، جو ذیل میں لکھی جاتی ہے۔ تازہ نشان کا دھکّہ ''**زلزلة الساعة. قوا انفسكم ان الله مع الابرار. وفى منك الفضل. جآء الحق وزهق الباطل**'' ترجمہ مع شرح: یعنی خدا ایک تازہ نشان دکھائے گا، مخلوق کو اس نشان کا ایک دھکہ لگے گا۔ وہ قیامت کا زلزلہ ہوگا (مجھے علم نہیں دیا گیا کہ زلزلہ سے مراد زلزلہ ہے یا کوئی اور شدید آفت ہے، جو دنیا پر آئے گی،

جس کو قیامت کہہ سکیں گے اور مجھے علم نہیں دیا گیا کہ ایسا حادثہ کب آئے گا اور مجھے علم نہیں کہ وہ چند دن یا چند ہفتوں تک ظاہر ہوگا یا خدائے تعالیٰ اس کو چند مہینوں یا چند سالوں کے بعد ظاہر فرمائے گا۔ بہرحال وہ حادثہ زلزلہ ہو یا کچھ اور ہو، قریب ہو یا بعید ہو، پہلے سے بہت خطرناک ہے، سخت خطرناک ہے، اگر ہمدردی مخلوق مجھے مجبور نہ کرتی تو میں بیان نہ کرتا۔''

(مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۲۲)

حضرات ناظرین! اس پیش گوئی کا لفظ ''**زلزلة الساعة**'' تو قرآن میں سے چرایا گیا ہے، قرآن کی پوری آیت ''**یٰآیھا الناس اتقوا ربکم ان زلزلة الساعة شئ عظیم. یوم ترونها تذهل کل مرضعة عمّا ارضعت وتضع کل ذات حمل حملها وترالناس سکٰرٰی وماهم بسکٰرٰی ولکن عذاب الله شدید**'' (الحج: ۱،۲)

اور اس کا ترجمہ یہ ہے، لوگو خدا سے ڈرو قیامت کا زلزلہ بڑی (بھاری) چیز ہے۔ جس دن تم اس زلزلہ کو اس حالت پر پاؤ گے کہ دودھ پلانے والی اپنے بچہ کو بھول جائے اور حاملہ حمل گرادے اور لوگ نشہ کی سی حالت میں ہوں اور درحقیقت وہ نشہ میں نہ ہوں گے ولیکن خدائے تعالیٰ کا عذاب سخت ہوگا، جس کے ہول سے وہ سراسیمہ ہوں گے۔

مسلمان اس آیت کے مضمون پر پہلے ہی ایمان ویقین رکھتے ہیں اور زلزلہ قیامت سے ڈرتے ہیں، کرشن جی نے اس آیت کے ایک لفظ کو چرا کر اپنا الہام بنالیا اور خدا پر افتراء کیا اور اپنے دام افتادہ احمقوں کو ڈرا دھمکا کر اپنا الّو سیدھا کرنا چاہا اور اس ذریعہ سے ان سے ٹکے بٹورنے کا ایک ڈھنگ نکالا ہے۔ مگر جو اس کے اخیر میں یہ فقرہ لگادیا گیا ہے کہ'' مجھے اس بات کا علم نہیں دیا گیا کہ زلزلہ سے زلزلہ مراد ہے یا کوئی اور حادثہ اور وہ چند دنوں میں آئے گا یا چند ہفتوں یا مہینوں یا سالوں میں'' اس نے اس منتر کو بے اثر کردیا ہے، اس پیش گوئی کو کرکری بنادیا۔

عام لوگ اس پر ہنسی اڑا رہے اور یہ کہہ رہے کہ ایسی پیش گوئی تو ہر شخص کرسکتا اور کہہ سکتا ہے کہ دنیا پر کوئی حادثہ آنے والا ہے، جس کی نوعیت اور وقت کو مقرر نہیں کیا جاسکتا اور پھر وہ اس میں جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ دنیا حوادث سے خالی نہیں رہی اور نہ آئندہ رہے گی۔ یہاں تک کہ قیامت برپا ہوگی اور ایسی پیش گوئی کرنے والا ملہم کہلانے اور مریدوں سے

فلوس کمانے کا مستحق نہیں ہوسکتا۔ اس فقرے کے لگانے سے بھی آپ چوکڑی بھول گئے اور باوجود شہسوار ہونے، میدان بات بنانے کے منہ کے بل گرے۔ سچ کہا گیا ہے:

گرتے ہیں شہسوار ہی میدان رزم میں وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے

اس قسم کی دروغ گوئیاں اشتہار ''الانذار'' میں اور بھی ہیں۔ مگر اس مقام تمثیل جو کچھ بیان کیا گیا ہے، کافی سے زیادہ ہے۔

اب ہم پھر مسلمانان اہل ایمان سے مخاطب ہوتے ہیں اور ان کی خدمت میں ناصحانہ التماس کرتے ہیں کہ وہ معصیت خدا سے تائب ہوکر خدا کی طرف انابت اختیار کریں اور اس قسم کے گناہوں سے بچیں اور اپنے متعلقین کو بچائیں، تاکہ ان پر رحم ہو اور نئے دن کے عذابوں اور بلاؤں سے ان کو نجات ہو۔

اس مقام میں اگر کسی کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو کہ بعض مقامات میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں، جو اس قسم کے گناہ نہیں کرتے۔ جن کی سزا اس قسم کے عذاب ہیں۔ خصوصاً نابالغ بچے اور عورتیں اور ایسے سیدھے سادے لوگ ہیں، جن سے اس قسم کے گناہ سرزد نہیں ہوتے۔ پھر ان مقامات میں زلزلہ کیوں آیا، جس سے ان کی جانوں کو نقصان پہنچا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ پروردگار کی عادت قدیم ہے کہ جس قوم کے اکثر لوگ سرکش ہوجائیں اور ان میں گناہ کی خباثت کثرت سے پھیل جاوے اور وہ قوم لائق عذاب ٹھہر چکے، تو اس قوم کے عام لوگوں پر عذاب نازل ہوتا ہے۔

اس عذاب سے اسی شخص کو خدا بچالیتا ہے، جو اس قوم سے نکل جائے اور اس جگہ سے مہاجرت اختیار کرے۔ جیسے حضرت لوط مع اپنے صالح عیال کے اپنی بستیوں سے جن پر عذاب آیا تھا، نکل گئے تھے یا آنحضرت ﷺ مکہ سے نکل گئے تھے۔ جب ان پر قحط مسلط ہوا تھا اور جو صالحین یا بے گناہ اشخاص اپنی قوم لائق عذاب میں شامل رہیں۔ وہ عذاب عام دنیا میں شامل رکھے جاتے ہیں اور وہ عذاب ان کے لئے گو صورۃ عذاب ہوتا ہے۔ مگر حقیقۃ رحمت اور ان کی شہادت کا موجب ہوتا ہے۔ چنانچہ ان کے حق میں اس مضمون کی احادیث گزرچکی ہیں، جن میں سے ایک یہ حدیث ہے کہ جو شخص دیوار یا چھت کے نیچے دب کر یا پانی میں ڈوب کر مرجائے، وہ شہید ہوتا ہے اور دوسری یہ حدیث کہ ناگہانی مرگ کافر کے لئے غصہ کی پکڑ ہے اور مومنوں کے لئے رحمت۔

علاوہ برآں ایک اور حدیث میں ذکر ہے ’’وعن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ اذا انزل اللہ بقوم عذابا اصاب العذاب ومن کان فیھم ثم بعثوا علی اعمالھم. متفق علیه‘‘ کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس وقت کسی قوم پر عذاب نازل ہوتا ہے، وہ سبھی افراد قوم پر نازل ہوتا ہے۔ پھر وہ اپنی نیت پر اٹھائے جاتے ہیں۔ یعنی جو صالح ہوتا ہے، وہ آخرت میں اجر وثواب پاتا ہے اور جو بدعمل ہو وہ عذاب پاتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ’’وعن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ یبعث کل عبد علٰی مافات علیه. رواہ مسلم‘‘ (مشکوٰۃ ص۴۴۹) کہ یاجوج ماجوج کے ہاتھوں سے لوگوں کے ہلاک ہونے کا آنحضرت ﷺ نے ذکر فرمایا، تو حضرت زینبؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم سب ہلاک ہوجائیں گے۔ حالانکہ ہم میں صالحین بھی ہوں گے۔ آپ نے فرمایا، ہاں۔ اگر خباثت میں کثرت ہوجائے گی۔ (مشکوٰۃ ص۴۴۸)

ایک اور حدیث میں ذکر ہے ’’وعن ابی ھریرۃ انه سمع رجلاً یقول ان الظالم لا یضر الا نفسه فقال ابوھریرۃ بلٰی واللہ حتی الحباری لتموت فی وکرھا ھزلاً یظلم الظالم. رواہ البیھقی فی شعب الایمان‘‘ (مشکوٰۃ ص۴۴۸) کہ حضرت ابوہریرہؓ نے ایک شخص کو یہ کہتے سنا کہ ظالم بجز اپنی جان کے کسی کو ضرر نہیں پہنچاتا۔ حضرت ابوہریرہؓ بولے کہ کیوں نہیں۔ بخدا ظالم کے سبب چرز (جانور) اپنے گھونسلے میں بھوک سے دبلا ہوکر مرجاتا ہے۔ یعنی اس کی شامت ظلم سے، اس کو بھی کھانے کو نہیں ملتا۔

اس قول حضرت ابوہریرہؓ کی تصدیق اس قول خداوندی سے ہوتی ہے ’’واتقوا فتنة لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصه واعلموا ان اللہ شدید العقاب (انفال:۲۵)‘‘ کہ مومنو! اس عذاب سے بچو جو خاص کر ظلم کرنے والوں کو ہی نہیں پہنچتا اور واقعات دنیا بھی اس پر شاہد ہیں۔ دنیا میں عام عذاب نازل ہورہے ہیں اور کہیں طاعون ہے، کہیں خشک سالی ہے، کہیں زلزلے ہیں اور کہیں وبائے ہیضہ ہے، کہیں بارش کی کثرت اور برف باری سے ہزاروں جانیں تلف ہوتی نظر آرہی ہیں۔

یہ سبھی آفات ظالموں کی شامت اعمال کا نتیجہ ہیں۔ آج کل اور اس سے کوئی سال پیشتر جو کرشن قادیان سے ظلم (کذب) وافترا علی اللہ سرزد ہورہا ہے۔ اس میں بہت لوگ مستوجب سزا ہیں۔ جو لوگ اس کے عقائد اور اقوال واعمال بد کے حامی ہیں۔ ان کا

مستوجب سزا ہونا تو ظاہر ہی ہے اور جو لوگ ان عقائد وافعال کے مخالف ہیں، وہ اس وجہ سے مستوجب سزا ہیں کہ وہ ان عقائد واقوال ظالمانہ پر واقف ہوکر ان پر غیرت نہیں کرتے اور قلمے، قدمے، سخنے، درمے ان اقوال وعقائد ظالمانہ کے رد میں اہل غیرت کو مدد نہیں دیتے۔

ایک حدیث میں آیا ہے ''**عن جابرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اوحی اللہ عزوجل الی جبرئیل علیہ السلام ان اقلب مدینة کذا وکذا باھلھا فقال یا رب ان فیھم عبدک فلاناً لم یعصیک طرفة عین فقال اقلبھا علیه وعلیھم فان وجھه لم یتمعر فیّ ساعة. رواہ البیھقیفی شعب الایمان** ''(مشکوٰۃ) کہ ایک قوم کی نسبت خدائے تعالیٰ کا جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ ان کی بستیوں کو ساکنین سمیت پلٹ دے۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ اس میں ایک شخص ایسا نیک ہے کہ اس نے کبھی ایک لمحہ گناہ نہیں کیا۔ خدا تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس پر اور ان سب پر الٹا دے۔ کیونکہ وہ میرے دین کی غیرت میں ایک ساعت چیں بجبیں نہیں ہوا تھا۔

گورنمنٹ بھی خدا کے (جو تمام دنیا کا شاہان شاہ ہے) نزدیک کرشن جی (قادیان) کے مظالم کی جواب دہ اور قصوروار ہے کہ باوجود قدرت تام واختیار عام اس ظلم پر اس کو مہلت دی جاتی ہے اور اس پر مواخذہ نہیں کرتی، اسی قصور کا یہ بدلہ ہے، جو اس زلزلے کے سبب گورنمنٹ کو ضلع کانگڑہ ودھرم سال میں نقصان پہنچا اور بہت سا روپیہ ضائع ہوا اور بہت سے جوڈیشل اور ملٹری افسروں اور ملازموں کی جانیں تلف ہوئیں۔ گورنمنٹ اب بھی خدا سے ڈرے اور اس کے مفتریانہ دعوؤں کو جس سے ہزاروں بندگان خدا کا نقصان ہورہا ہے روکے بعضے نادان جو کہ نہ تو سنۃ اللہ اور ایام اللہ سے واقف ہیں اور نہ واقعات دنیا سے خبر رکھتے ہیں۔ ان کا یہ خیال ہے کہ خدا تعالیٰ گورنمنٹ پر ہمیشہ نظر عنایت اور مہربانی رکھتا ہے۔

اسی واسطے کوئی انگریز مبتلائے طاعون وغیرہ نہیں ہوا۔ ان کو واضح ہو کہ اس زلزلہ ۴ر اپریل سے بڑے بڑے انگریز بھی ہلاک ہوئے ہیں اور طاعون مدت ہوئی، انگریزوں کے ملک میں اپنا ہاتھ دکھا چکی ہے۔ چنانچہ ۱۳۴۸ میں ایک خوفناک طاعون جس کو بلیک ڈیتھ کہتے ہیں، براعظم سے انگلستان میں آئی اور شہروں کے بھرپور کوچوں اور ملک کی چھوٹی چھوٹی جھونپڑیوں میں لوگ اس قدر جلدی مرگئے کہ ان کو دفن کرنا مشکل تھا۔ آخرکار انگلستان کی

آبادی کی ایک تہائی سے زیادہ لوگ تباہ ہوئے اور ابھی ان میں وہ لوگ جو لڑائی میں مرے تھے،نہیں شمار کئے گئے۔ (تاریخ انگلستان تصنیف اریلابی بکلےص ۹۵)

چند سال کا عرصہ گزرا ہے کہ یورپ کے بڑے بڑے شہروں کے بڑے بڑے اراکین کو انفلوئزا بیماری نے خاک میں ملا دیا تھا۔جس کی تفصیل اخباروں میں ہوئی تھی۔ الغرض خیال خام اور نادانی کا خیال ہے کہ خداوند تعالیٰ بادشاہوں کا بادشاہ یورپین گورنمنٹوں پر ہمیشہ نظر عنایت رکھتا ہے۔اس وجہ سے ان پر کسی گناہ کے عوض کوئی بلانہیں آتی۔ یہ بیت ہر ایک ملک، ہر ایک قوم، ہر ایک کلاس اقوام کے لئے نصب العین کر رکھنا واجب ہے:

تو مشو مغرور بر حلم خدا  دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

جو لوگ خدا تعالیٰ اور اس کے کلام کو نہیں مانتے اور وہ نیچرلسٹ (یعنی نیچر کو خدا ماننے والے یا میٹیرلسٹ یعنی مادہ کو خدا ماننے والے ہیں) وہ ہمارے اس بیان کو ایک بازیچہ سمجھیں گے:

اگر صد باب حکمت پیش ناداں  بخوانی آیدش بازیچہ در گوش

اور وہ ہماری قوم تمام تقریر کے (جو جواب سوال اہل ایمان تحریر میں آئی ہے) جواب میں یہ کہہ دیں گے کہ زلزلہ جن طبعی اسباب بخارات زمین یا مادہ آتش سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ خواہ مخواہ اپنے وقت پر ظہور کرتا ہے اور وہ کبھی ٹل نہیں سکتا۔ گو ہندو مسلمان وعیسائی اور تمام مذاہب دنیا کے لوگ رو رو کر خدا کو پکاریں اور دعا وزاری کریں اور صدقہ وخیرات نکالیں۔

ان لوگوں کا پورا اور عملی جواب تو خدا تعالیٰ ہی کی قدرت میں ہے، وہ ان پر آسمان سے کوئی بلا نازل کرے۔ طاعون بھیجے یا زلزلہ سے ان پر کسی مکان کی چھت یا پہاڑ ٹوٹ پڑے،تو اس وقت وہ بے اختیار خدا خدا پکار اٹھیں،ان کی پکار اور توبہ استغفار سے وہ بلا ٹلے۔ تب وہ مانیں کہ خدا تعالیٰ کا زاوف کاز (مسبب الاسباب) ہے،وہ ان اسباب میں جو چاہے تبدیل وتصرف کر سکتا ہے۔ بہت سے ملحدوں اور دہریوں کا حال دیکھا اور سنا گیا ہے کہ جب ان کی جان پر آ پڑتی ہے اور کسی سبب اور علاج سے وہ جانبر نہیں ہو سکتے،تو آخر وہ خدا یا خدایا گاڈ او مائی گاڈ پکارتے ہیں اور خدا کی طرف التجا کرتے ہیں۔

علمی جواب ہم اس مقام ترغیب وترہیب اہل ایمان میں اسی قدر دے سکتے ہیں کہ طبیعت یا مادہ اور جو اس کے اندر خواص واسباب پائے جاتے ہیں اور وہ وقتاً فوقتاً صورت

پذیر ہوتے ہیں۔ وہ سب کے سب ممکن الوجود ہیں، نہ واجب الوجود اور تجدد وحدوث ان کے لئے لازم ومشاہد امر ہے۔ یہ امکان وحدوث تجدد مقتضی ہے اور قطعی فیصلہ کرتا ہے کہ جو کچھ ان سے ظہور میں آتا ہے، وہ ذات خارج تب ہی ان کی اس احتیاج کو رفع کرسکتی ہے اور ان کی حالت ممکنۃ الوجود کو فعلیت میں لاسکتی ہے۔ جب کہ وہ ان میں کلی تصرف کا اختیار رکھتی ہو’’یفعل ما یشآء ویحکم ما یرید‘‘ کا مصداق ہو۔

وہ ذات ایسی نہ ہوتی تو عالم (مادہ ومادیات) وجود ہی میں نہ آتا، عالم وجود میں آ گیا ہے، تو اس سے صاف اور قطعاً ویقیناً ثابت ہے کہ وہ ذات ایسی ہی ہے۔ وہ ایسی ہی ہے تو وہ عالم کو جس طرح چاہے بدل سکتی ہے، چاہے تو ایک آن میں آگ کو ہوا کردے، ہوا کو آگ بنادے، زمین کے بخارات اور پہاڑوں کے مادہ آتشیں کو چشمے پانی کی طرح بہادے۔ جیسا کہ جزیرہ ہوائی میں کلایو پہاڑ کی بھٹی کی جھیل میں ہورہا ہے یا لطیف ہوا کر کے مسامات زمین نکال کر اڑادے۔ اس اجمال کی تفصیل ہم ریویو رسالہ نعمانی کے’’الکلام‘‘ میں کریں گے۔ جو عنقریب شائع ہوگا۔ بتوفیق اللہ تعالیٰ!

## الندآء من وحی السمآء

اس نام وعنوان کا تیسرا اشتہار کرشن جی (قادیان) کا مضمون سابق کے کاپی ہوجانے کے بعد ہمارے پاس پہنچا۔ اس عنوان کی شرح وتفسیر کرشن مہاراج نے ان الفاظ سے کی ہے۔ یعنی ایک زلزلہ عظیمہ کی نسبت پیش گوئی باردوم وحی الٰہی سے۔‘‘ اس تفسیر کو دیکھ کر ہم نے یہ سمجھا تھا کہ شاید اس میں زلزلہ کی نسبت صاف الفاظ میں پیش گوئی ہو اور اس اشتہار کو اول سے آخر تک پڑھا، ختم کیا تو اس میں بھی بجز پرانی لاف زنی، بیہودہ گوئی، جعل سازی، افتراء پردازی، دھوکہ بازی اور روباہ بازی کچھ نہ پایا۔

ہمارے مضمون سابق کو پڑھ کر اس اشتہار کی افتراء پردازیوں کو ناظرین خود بخود سمجھ جائیں گے۔ تاہم بنظر مزید تائید اس اشتہار کی چند دھوکہ دہی وافتراء دازیوں کو تین نمبروں میں بیان کیا جاتا ہے:

نمبراوّل: اس اشتہار میں مہاراج کرشن جی نے کہا ہے۔ اب تک ایک فرد بھی ہماری جماعت میں سے طاعون سے نہیں مرا، جس نے عملی حالت کو محبت کاملہ اور قوت ایمان اور پورے صدق وصفا اور دین کو مقدم رکھنے کے ساتھ جمع کیا ہو اور جس کو میں نے

ان علامات کے ساتھ شناخت کرلیا ہو یا مجھ کو اس کے مرتبہ کی خبر دی گئی ہو...... ’’اصل الہام جس سے میں نے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ خدا تعالیٰ ہر ایک کامل الایمان اور کامل العمل کو جو ہماری جماعت میں سے ہوگا، طاعون کی موت سے بچالے گا یہ ہے: ’’**الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتدون**‘‘ میں ایسے لوگوں کو بھی جانتا ہوں، جو پہلے اسی جماعت میں داخل ہوئے اور پھر وہ مرتد ہوگئے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات ج۳ص ۵۲۷،۵۲۸)

ناظرین! اس قول میں جو کرشن جی نے افتراء پردازی اور دھوکہ بازی کی ہے، وہ آپ کو جلد ہذا کے رسالہ سابق سے بخوبی معلوم ہوسکتی ہے۔ اس مقام میں اس کے متعلق دو سوال کرشن جی سے کئے جاتے ہیں، ان کا جواب جو آپ دیں گے، اس سے آپ کی دھوکہ بازی وافترا پردازی اور بھی وضاحت سے ثابت ہوگی۔

**سوال اوّل:** یہ الہام جس سے آپ نے طاعون سے بچنے کے لئے کامل الایمان والعمل ہونے کی قید لگائی ہے۔ آپ کو کب ہوا اور اس کو کب شائع کیا؟ اشتہار ۶رفروری ۱۹۹۸ء کے ساتھ یا اس کے چار سال بعد ۱۹۰۲ء میں جب قادیان میں طاعون کا وقوع ہوگیا اور اپنے رسالہ دافع البلاء وکشتی نوح کو شائع کیا۔ اس کا جواب اگر آپ باختیار شق اول دیں تو اس الہام کے محل بیان کی نشان دہی کریں اور اگر جواب باختیار شق ثانی دیں، تو اس سے صاف ثابت ہوگا، جو ہم نے نمبر اول ودوئم کے صفحات مذکورہ بالا میں کہا ہے کہ آپ کا ملہم بڑا عیار یا مسخرہ ہے، جو آپ کو واقعات اور مواقع دیکھ کر الہامات کے معنی گھڑ لینا سکھاتا ہے۔

**دوسرا سوال:** یہ کہ من جملہ بہت سے سیوکان مہاراج کرشن (یعنی مریدان خاص) کے، جن کی فہرست شائع ہوچکی ہے۔ مولوی جمال الدین صاحب ساکن سیدوالہ ضلع منٹگمری جو کہ کرشن مہاراج کے بڑے بھاری چیلے تھے اور ضلع منٹگمری میں انہوں نے آپ کے بہت سیوک (مرید) بنادیئے۔ جو ان کے مرجانے کے بعد بھی مہاراج کے درشن کپرشن کو قادیان میں آئے اور اس خاکسار سے بھی ملے تھے اور مسٹر محمد افضل ایڈیٹر البدر جو آپ کی نصرت وحمایت واشاعت الہامات میں بڑے سرگرم تھے۔

یہ دونوں مؤمن کامل الایمان والعمل تھے یا منافق تھے اور مرتد ہوکر مرے۔ اس

سوال کا جواب اگر آپ باختیار شق اول دیں، تو پھر آپ پر یہ سوال ہے کہ یہ دونوں طاعون سے کیوں مرے اور ان کی موت سے آپ کے اس دعویٰ کا کہ میری جماعت کا ایک شخص بھی طاعون سے نہیں مرا۔ کذب ظاہر ہوا یا کچھ کسر رہی ہے اور اگر اس سوال کا جواب باختیار شق ثانی دیں تو براہ مہربانی اس جواب کو شائع ومشتہر کردیں۔ اس جواب سے لوگ آپ ہی نتیجہ نکال لیں گے کہ آپ کون ہیں اور کیسے راست باز ہیں اور مولوی جمال الدین کے پھنسائے ہوئے سیوک (مرید) آپ کے رہنے چاہئے یا آخر وہ بھی آپ سے مرتد ہونے کا خطاب پائیں یا وہ مسلمان رہنے کے لئے آپ کی انڈوت چھوڑیں۔

نمبر دوم: اس اشتہار میں کرشن جی نے دعویٰ تو یہ کیا ہے کہ ۹؍اپریل کو خدا تعالیٰ نے مجھے ایک سخت زلزلہ کی خبر دی ہے اور اس کے ثبوت میں آپ نے حاشیہ (ص۲، مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج۳،ص۵۲۶) سورۃ النازعات کی آیت ''**ترجف الراجفه. تتبعها الرادفه**'' کو دلیل ٹھہرایا ہے اور پھر متن (ص۶، مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج۳،ص۵۳۱، ۵۳۲) میں کہا ہے ''اس بارے میں جو عربی میں مجھے وحی الٰہی ہوئی ہے۔ اس کو اس جگہ مع ترجمہ لکھ کر اشتہار کو ختم کرتا ہوں اور وہ یہ ہے:

''بخور آنچہ ترا بخورانم'' **لک درجة فی السمآء والذین هم یبصرون نزلت لک نری اٰیات ویهدم ما یعمرون. قل عندی شهادة من الله فهل انتم مومنون کففت عن بنی اسرائیل ان فرعون وهامان وجنود هما کانوا خاطئین انی مع الافواج اٰتیک بغتته** ''یعنی جو کچھ میں تجھے کھلاتا ہوں وہ کھا تیرا آسمان پر ایک درجہ ہے اور نیز ان میں ایک درجہ ہے، جو آنکھیں رکھتے ہیں اور دیکھتے ہیں اور میں تیرے لئے زمین پر اتروں گا تا اپنے نشان دکھلاؤں، ہم تیرے لئے زلزلہ کا نشان دکھلائیں گے اور وہ عمارتیں جن کو غافل انسان بناتے ہیں یا آئندہ بنائیں گے، گرادیں گے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک زلزلہ نہیں، بلکہ کئی زلزلے ہوں گے، جو عمارتوں کو وقتاً فوقتاً گرائیں گے اور پھر فرمایا کہ میں تیری جماعت کے لوگوں کو جو مخلص ہیں اور بیٹوں کا حکم رکھتے ہیں، بچاؤں گا۔ اس وحی میں خدا تعالیٰ نے مجھے اسرائیل قرار دیا اور مخلص لوگوں کو میرے بیٹے۔ اس طرح پر وہ بنی اسرائیل ٹھہرے اور پھر فرمایا کہ میں آخر کو ظاہر کروں گا کہ

فرعون یعنی وہ لوگ جو فرعون کی خصلت پر ہیں اور ہامان یعنی وہ لوگ جو ہامان کی خصلت پر ہیں اوران کے ساتھ لوگ جوان کالشکر ہیں، یہ سب خطا پر تھے۔

اور پھر فرمایا کہ میں اپنی تمام فوجوں کے ساتھ یعنی فرشتوں کے ساتھ نشانوں کے دکھلانے کے لئے ناگہانی طور پر تیرے پاس آؤں گا۔ یعنی اس وقت جب اکثر لوگ باور نہیں کریں گے اور ٹھٹھے اور ہنسی میں مشغول ہوں گے اور بالکل میرے کام سے بے خبر ہوں گے۔ تب میں اس نشان کو ظاہر کروں گا کہ جس سے زمین کانپ اٹھے گی۔ تب وہ روز دنیا کے لئے ایک ماتم کا دن ہوگا۔ مبارک وہ جو ڈریں اور قبل اس کے جو خدا کے غضب کا دن آوے، توبہ سے اس کو راضی کرلیں۔ کیونکہ وہ حلیم اور کریم اور غفور اور تواب ہے۔ جیسا کہ وہ شدید العقاب بھی ہے۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۳۲)

ناظرین! اس قول میں کرشن جی نے عجیب روباہ بازی اور دھوکہ دہی کی ہے۔ پہلے ناواقف مسلمانوں کے سامنے آیت قرآن جس میں زلزلہ زمین یا نفخہ فنا کا ذکر ہے اور مسلمانوں کو اس پر یقین واعتقاد ہے، پیش کی اور وقوع زلزلہ سے ڈرایا۔ پھر اس کے ساتھ اپنا من گھڑت الہام ملادیا تاکہ قرآن مجید کی خبر سے خوف زدہ دل اسی خوف سے اس کے الہام سے بھی ڈر جائیں اور اس کے الہام کو موافق قرآن سمجھ کر مان لیں۔ پھر اس الہام کا نام تو عربی الہام رکھا ہے، مگر اس میں ایک فقرہ فارسی بھی جڑ دیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کرشن جی کا ملہم عربی میں کچا اور نوآموز ہے۔ جیسے ہند یا فارس کے نوآموز عربی دان عربی بولتے بولتے ہندی یا فارسی بھی اس میں جڑ دیتے ہیں اور پھر وہ عربی بھی ایسی بنائی ہے کہ جس کے معنی عرب کے عربی دان کچھ نہیں سمجھ سکتے، جب تک کہ آپ کے ترجمہ یا تفسیر کو سامنے نہ رکھ لیں۔

اور اس طرفہ پر طرہ یہ کہ جو مطلب اس الہام کا بنایا گیا ہے، وہ اس کے فارسی وعربی الفاظ سے نہیں نکلتا اور زلزلہ عظیمہ پر جس کے واسطے دوبارہ پیش گوئی (یا یوں کہیں کہ دروغ گوئی) کی ہے، تصریح نہیں پائی جاتی۔ اس میں صرف ایک ہدم عمارات کا لفظ ہے، جس کا مضمون کم وبیش ہر زمانہ میں ہر ملک میں وقوع میں آتا رہتا ہے اور اس کو کوئی عاقل وباانصاف وباحیا انسان پیش گوئی قرار نہیں دے سکتا۔

پھر اس ہدم عمارات سے عنوان اشتہار میں ایک زلزلہ عظیمہ مراد ٹھہرایا ہے اور ترجمہ اور تفسیر الہام میں ایک زلزلہ نہیں، بلکہ کئی زلزلے مراد لئے ہیں، یہ ایک دوسری روباہ

بازی یا شتر مرغی ہے۔ پھر اس کے عربی الفاظ دیکھو تو یہ الہام ایک مجنون کی بڑ معلوم ہوتی ہے۔ جملہ ”لک نریٰ“ آیت کے بعد لفظ ویهدم ما یعمرون کوئی محل ترکیب و اعراب نہیں رکھتا۔ نہ واؤ کا محل عطف پیدا ہوتا ہے، نہ ب کا محل تعلق، ایسی نامعقول کلام کو الہام الٰہی کہنا خدا تعالیٰ پر بہتان باندھنا ہے۔

نمبر سوم: اس اشتہار میں آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ اس سے ایک سال پہلے (جس کو اشتہار ”الدعوت والانذار“ میں غلطی سے پانچ مہینے لکھا گیا ہے) الہام ”عفت الدیار محلها ومقامها“ اور الہام زلزلہ کا دھکہ شائع ہو چکا ہے اور کتاب براہین احمدیہ میں ۲۵ برس پہلے ان دونوں زلزلوں کا ذکر ہو چکا ہے ”اس کے (ص۵۱۶) میں پہلی پیش گوئی موجود ہے۔ جس کی عبارت یہ ہے ”فبراه الله مما قالوا وکان عند الله وجیها. الیس الله بکاف عبده. فلما تجلّی ربه للجبل جعله دکا. والله موهن کید الکافرین“ یعنی اپنے اس بندے کو تہمتوں اور بہتانوں سے بری کرے گا، جو اس پر لگائے جائیں گے، وہ خود اپنے بندے کے لئے کافی ہے۔ پس جب خدا پہاڑ پر تجلی کرے گا، تو اس کو پارہ پارہ کر دے گا اور جو کچھ مخالف لوگ ناحق کے الزاموں میں مبتلا کرنا چاہیں گے، ان کے سب مکر سست کر دے گا۔

اور اس کے (ص۵۵۷) میں دوسری پیش گوئی زلزلہ کے بارے میں یہ ہے ”میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا، اپنی قدرت نمائی سے، تجھ کو اٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا“ الفتنة ههنا فاصبر کما صبر اولوالعزم فلما تجلّی ربه للجبل جعله دکاً. قوة الرحمن لعبیدالله الصمد “عربی کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان دنوں میں تیرے پر ایک فتنہ برپا کیا جاوے گا۔ پس خدا تجھے بری کرنے کے لئے ایک نشان دکھلائے گا اور وہ یہ کہ پہاڑ پر اس کی تجلی ہوگی اور وہ پہاڑ کو پارہ پارہ کر دے گا۔ یہ خدا کی قوت سے ہوگا تا وہ اپنے بندے کے لئے نشان دکھاوے۔“

(مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۳۳،۵۳۴)

ناظرین! اس نمبر میں جو کرشن جی نے دروغ گوئی اور دھوکہ دہی کی ہے اس کا بیان ہمارے سابق کلام میں ہو چکا ہے کہ نہ تو الہام ”عفت الدیار الخ“ میں زلزلہ کا صریح

بیان ہے اور نہ لفظ زلزلہ یا دھکہ سے زلزلہ میں یقیناً مراد ہوسکتا ہے۔ اس امر کا اور کوئی کب یقین کر سکتا ہے جب کہ خود کرشن جی مہاراج کو اس کا یقین نہیں ہوا۔ چنانچہ اشتہار ''الانذار'' میں وہ فرما چکے ہیں کہ مجھے علم نہیں دیا گیا کہ زلزلہ سے مراد زلزلہ ہے یا کوئی اور شدید آفت ہے۔

اس مقام میں صرف کرشن جی کی اس افتراء پردازی کا جواب دینا ضروری ہے کہ انبیاء علیہم السلام بھی اپنی پیش گوئیوں میں ایسے غلط معنی بیان کرتے تھے۔ جو آپ کررہے ہیں۔ ''**کبرت کلمة تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا**'' سو جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی نسبت ایسا کہنا، کفر ہے اور اپنے خبیث دل ودماغ پر انبیاء کے پاک دل ودماغ کا قیاس کرنا ہے:

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر — گرچہ آید در نوشتن شیر شیر

حضرات انبیاء علیہم السلام نے کبھی کوئی پیش گوئی ایسی نہیں کی جس کے معنی سالہا سال تک ان پر مخفی رہے ہوں اور اس وجہ سے انہوں نے جیسا موقع دیکھا ویسے معنی کر لئے ہوں۔ جو شخص انبیاء کی نسبت اس امر کو تجویز کرتا ہے، وہ انبیاء کو اپنی طرح جھوٹا جانتا ہے۔ کرشن مہاراج اگر آپ بحوالہ کتاب وسنت کوئی ایک پیش گوئی ایسی بتاویں، تو ہم سے ہماری حیثیت کے موافق جو چاہیں، انعام یا تاوان لیں۔ مگر یہ یاد رکھیں کہ اگر حدیث ''**ذهب وهلی**'' پیش کریں گے تو منہ کی کھائیں گے۔ جیسا کہ مناظرہ لدھیانہ میں کھا چکے ہیں اور اگر بمقابلہ قرآن وحدیث کوئی پیش گوئی توریت یا انجیل پیش کریں گے تو یہودی یا عیسائی کہلائیں گے، جو مثال پیش کریں اس میں یہ دونوا امر ملحوظ رکھیں۔

کرشن جی کے اس اشتہار سوم اور اس سے پہلے اشتہار ''الدعوت'' اور الانذار میں یہ دعویٰ کہ لوگوں نے میری رسالت اور مسیحائیت اور مہدویت سے انکار کیا، تو ان پر زلزلہ آیا اور کانگڑہ، بھاگسو، پالم پور، سوجانپور، کلو، ریلو وغیرہ تیرہ (۱۳) مقامات کی مخلوقات کو تباہ کیا۔ اس سوال کا بھی محل ہے کہ ان سب مقامات میں اور ان سب لوگوں کو جو ان میں تباہ ہوئے، آپ کی دعوت نبوت ورسالت ومسیحائیت ومہدویت پہنچ چکی تھی یا نہیں۔ اگر آپ اس کا جواب بشق اثبات دیں، تو اس کی دلیل اس تفصیل سے بتاویں کہ فلاں فلاں مقامات میں اور فلاں فلاں اشخاص کو جو ہلاک ہوئے، فلاں فلاں رسولوں یا خلیفوں کے ذریعے میری دعوت پہنچ چکی تھی اور انہوں نے میری دعوت قبول کرنے سے انکار کیا تھا۔

آپ یہ تفصیل بتادیں تو اسامی وار فہرست پیش کرنا، آپ پر لازم ہوگا اور اگر جواب بشق نفی دیں، تو پھر آپ ہی خود سوچیں کہ جس قوم یا بستی میں کسی نبی و مامور کی دعوت نہیں پہنچتی اور اس قوم یا بستی سے انکار قبولیت و دعوت نہیں پایا جاتا۔ وہ قوم یا بستی عذاب الٰہی سے کب ہلاک کی جاتی ہے اور آیت ''**وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا**'' اور اس مضمون کی چند آیتیں جن کے معنی یہ ہیں کہ ہم کسی قوم یا بستی کو عذاب سے ہلاک نہیں کرتے، جب تک اس میں رسول نہ بھیجیں اور آپ بھی ان آیات کو مان چکے ہیں، اس امر کو کب جائز رکھتی ہیں۔ کیا خداوند تعالیٰ رحیم اور عادل کا انصاف اس امر کی اجازت دیتا ہے کہ کرشن جی کی دعوت سے انکار تو لاہور، امرتسر، بٹالہ وغیرہ کے لوگ کریں اور پھر بھی وہ ان بلاؤں سے مامون و مصئون رہیں اور اس انکار کے بدلے عذاب الٰہی کلو اور ریلو میں نازل ہو اور اس سے وہ لوگ ہلاک ہوجائیں، جنہوں نے کرشن قادیان کی دعوت تو کجا، نام بھی نہ سنا ہو۔ کیا اس سزا دہی پر وہ اردو مثل صادق نہ آئے گی کہ ''کرے مونچھوں والا اور پکڑا جاوے داڑھی والا'' یا وہ پنجابی مثل ''کہ نانی خصم کرے دھوتے (نواسے) نون چٹی۔

کرشن جی تو گوپیوں کے دھن میں سرشار ہیں اور ان سے لہو و لعب میں مشغول۔ وہ ان سوالوں کو کب سنتے ہیں اور ان کا جواب کب دیتے ہیں۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کا کچھ خوف رکھتے ہیں اور وہ دھوکہ میں آکر کرشن جی کے چیلوں اور سیوکوں میں آ پھنسے ہیں، وہ خدا کے لئے داد انصاف دے کر اس سوالات کو سوچیں اور انصاف سے ان کے جوابات میں غور کریں کہ زلزلہ یا طاعون وغیرہ آسمانی بلاؤں کا روحانی سبب کرشن جی کی دعوت سے انکار ہے یا وہ سبب ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ جس کو کسی مذہب سے کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ اور اس میں پارٹی فیلنگز کا (اپنی قوم یا جماعت کے خیالات) کچھ دخل نہیں ہے کہ ہر ایک مذہب کے اکثر افراد نے اپنے مذہب کی ہدایات و اعتقادات و احکام کو پس و پشت ڈال دیا ہے۔ اکثر ہندو، ہندو نہیں رہے اور مسلمان، مسلمان نہیں۔ عیسائی، عیسائی نہیں:

ہندو نئے نئے ہیں مسلمان نئے نئے

اور اس جرم سے نہ کلو کے ہلاک شدہ لوگ بری ہیں اور نہ ریلو یا اور مقامات کے جہاں کسی نہ کسی مذہب کی دعوت پہنچ چکی ہے اور پھر وہ اس مذہب سے سرکش ہیں اور گناہوں میں مبتلا۔

## اس روحانی علاج کا خلاف اور اس پر عذاب کا خوب

مضامین سابقہ میں جو زلزلے اور طاعون کا روحانی علاج بتایا گیا ہے، اکثر لوگوں سے اس کے خلاف ہو رہا ہے اور وہ ان گناہوں پر جو ان عذابوں کے اسباب ہیں، ویسے ہی مصر ہیں جیسے پہلے تھے۔ بلکہ پہلے بھی بڑھ کر۔ ان سب سے پیش قدم وتیز رفتار مہاراج کرشن قادیان ہیں۔ جو لوگوں کو عذاب سے ڈراتے اور جھوٹ وغیرہ گناہوں سے توبہ کی رغبت دلاتے ہیں۔ مگر خود جھوٹ اور افتراء علی اللہ سے توبہ نہیں کرتے۔

۲۹/اپریل ۱۹۰۵ء کو انہوں نے ایک اور اشتہار بعنوان ''زلزلے کی خبر بار سوم'' اس مضمون کا شائع کیا ہے (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۳۵،۵۳۶) پر موجود ہے کہ یہ زلزلہ مجھے نہ ماننے اور نہ پہنچاننے کے سبب سے آیا ہے اور آئندہ بھی آئے گا، جس وقت غالباً صبح کا وقت ہوگا یا اس سے قریب، اس میں یہ بھی کہا ہے کہ ''اگر لوگ بڑے بڑے مکانوں سے جو دو منزلے، سہ منزلے ہوتے ہیں، اجتناب کریں تو اس میں رعایت ظاہر ہے'' اور خود بھی مہاراج نے اسی علاج پر عمل کیا ہے، اپنے پختہ مکان اور چار دیواری دارالامان کو چھوڑ کر باغ کے میدان میں خیمہ لگا لیا ہے اور ایسا ہی آپ کے مخلص حواریوں اور سیوکوں اور پوجاریوں نے عمل اختیار کیا ہے۔

اس کا پہلے تو اپنے اشتہاروں میں صرف روحانی علاج توبہ واستغفار کی طرف لوگوں کو توجہ دلانا اور پھر خود اس جسمانی علاج کی طرف رجوع کرنا اور لوگوں سے رجوع کرانا صاف اور قطعی دلیل ہے کہ جو کچھ وہ پیش گوئی زلزلہ کے متعلق کہتا یا کرتا ہے، اس میں ان انگریزوں کی جنہوں نے علم طبعی طبقات الارض ونجوم وغیرہ علوم پر اعتماد کر کے یہ پیش گوئی کی تھی، تقلید وتصدیق کر رہا ہے۔ اور احمقوں کو دام میں لانے اور ٹکے کمانے کے لئے اس کو الہامی پیش گوئی بنا کر خدا پر افتراء کا مرتکب ہوا ہے اور اگر وہ الہام الٰہی سے یہ پیش گوئی کرتا اور اس عذاب کا موجب گناہوں کو اور اس سے بچنے کا سبب صرف توبہ کو جانتا، تو ہرگز خواہ اس جسمانی علاج کی طرف رجوع نہ کرتا اور یقین رکھتا کہ خدا کے عذاب کو توبہ ہی ہٹا سکتی ہے (اگر نزول عذاب سے پہلے عمل میں آوے) دنیاوی وجسمانی علاج وتدبیر اس کو ہرگز نہیں روک سکتی۔

ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ کیا دو منزلہ سہ منزلہ مکانات گرانے سے خدا تعالیٰ

گناہ گاروں کو ہلاک نہیں کر سکتا ہے اور اگر وہ خیموں یا میدانوں میں جا پڑیں، تو ان پر آسمان سے آگ نہیں برسا سکتا اور زمین کو شق کر کے اس میں ان کو نہیں دھنسا سکتا۔ جیسا کہ دونوں امر نیویارک وغیرہ میں وقوع میں آچکے ہیں۔

اے نادان کرشن قادیان اور ان کے ناعاقبت اندیش مقلدان وسیوکان خیمے اکھاڑ کر اپنے دارالامان کی چار دیواری میں آبسو اور اگر خدا کی رحمت اور اس کے عذاب سے نجات چاہتے ہو تو اپنے گھروں میں رہ کر دعویٰ الہام ومسیحائیت ومہدویت سے دست بردار ہو کر اور ان ہر روز کی افتراء پردازیوں سے سچی توبہ اختیار کرو۔ خداتعالیٰ قادر مطلق عالم السرّ، مدبرالامر ومتصرف الدہر تمہاری سچی توبہ دیکھے گا، تو ان مقامات اور اس گاؤں کو جہاں تم ہوگے، زلزلے سے بچالے گا۔

ہے مہاراج کرشن بزبان خود روڈ ہر گوپال آپ اپناوہ بچن (بول) بھی بھول گئے (اور کیوں نہ بھولتے ''دروغ گورا حافظہ نباشد'' کی کہاوت سچی اور پرکھی ہوئی مثل ہے) جو رسالہ دافع البلاء کے (ص۵،۶،۷،۱۰، خزائن ج۱۸، ص۲۲۵، ۲۲۶، ۲۳۰) میں آپ نے اُچرا (فرمایا) ہے کہ ''خداتعالیٰ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا، جب تک لوگ خدا کے مامور ورسول کو نہ مان لیں اور قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ تاتم سمجھو قادیان اسی لئے محفوظ رکھی گئی ہے کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔

اب دیکھو تین برس سے ثابت ہو رہا ہے کہ وہ دونوں پہلو پورے ہوگئے، یعنی ایک طرف تمام پنجاب میں طاعون پھیل گئی اور دوسری طرف باوجود اس کے کہ قادیان کے چاروں طرف دو دو میل کے فاصلے پر طاعون کا زور ہو رہا ہے اور قادیان طاعون سے پاک ہے۔ بلکہ آج تک جو شخص طاعون زدہ باہر سے قادیان میں آیا۔ وہ بھی اچھا ہوگیا (ص۵،۶) جب تک طاعون دنیا میں رہے، گو ستر برس تک رہے قادیان کو وہ (خدا) اس خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے (ص۱۰) وہ عزوجل فرماتا ہے ''ما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم '' (ترجمہ) خدا ایسا نہیں کہ قادیان کے لوگوں کو عذاب دے، حالانکہ تو ان میں رہتا ہے (ص۵)''

اور اس سے پہلے اشتہار طاعون مؤرخہ ۱۷؍مارچ ۱۹۰۱ء (مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج۳، ص۴۰۲) میں یہ بچن آپ بول چکے ہیں ''میں سچ کہتا ہوں کہ اگر ایک شہر میں جس میں مثلاً

دس لاکھ کی آبادی ہو، ایک بھی کامل راستباز ہوگا، تب بھی یہ بلا شہر سے دفع کی جائے گی۔‘‘

ہے مہاراج کرشن جی منہ سے تو آپ کے یہ بچن نکل چکے ہیں اور کرم (عمل) آپ کے اس کے برخلاف ہیں۔ آپ پختہ مکان اور دارالامان کو چھوڑ کر گاؤں سے باہر نکل گئے ہیں۔ یہ عمل آپ کا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ جو کہتے ہیں، خدا کی طرف سے نہیں کہتے ہیں۔ اس پر آپ کو خود نیچا (امید) اور انند (خوشی) وطمانیت نہیں ہے اور آپ کا دعویٰ الہام محض کذب وافتراء ہے۔

کرشن قادیان سے تو ہم کو امید نہیں کہ وہ اس افتراء پردازی اور خلق خدا کو ایذا رسانی سے توبہ کرے۔ کیونکہ اسی میں اس کی گزران ہے اور یہی اس کی دکان کا اثاث اور سامان ہے۔ ہم اس مقام میں گورنمنٹ کو (جو احکم الحاکمین اور شاہان شاہ روئے زمین کی طرف سے عامہ خلائق کی جان ومال کے امن وحفاظت کی ذمہ دار وجواب دہ ہے) باادب وانکسار اس ایذا رسان خلائق کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ اگر گورنمنٹ کے نزدیک بھی اس پیش گوئی میں وہ شخص دروغ گوئی کا اور عامہ خلائق کو دھوکہ دہی اور ایذا رسانی کا مرتکب ہوا ہے (جیسا کہ پبلک کا خیال ہے اور رعایا ہند کی میجارٹی اسی طرف ہے) تو گورنمنٹ اس سے عدالت کے ذریعے جواب طلب کرے۔

پھر اگر الزام جرم تخویف مجرمانہ یا نقل امن عامہ خلائق اس پر ثابت ہو تو ان اجرام کی اس کو سزا دے، تاکہ ملک میں امن قائم ہو اور ’’خس کم جہاں پاک‘‘ کی مثل صادق آوے۔ اگر وہ ان الزاموں سے قانونی زور سے جو وہ رکھتا ہے، کیونکہ نبی ہونے سے پہلے زمانہ محرری سیالکوٹ محکمہ میر ابراہیم علی صاحب میں بارہا مختاری کا امتحان دے چکا ہے۔ گو اس میں فیل ہے یا جو اس کے مرید پلیڈرر کھتے ہیں، بری ہو جائے۔ تو بدرجہ دوم گورنمنٹ اس کے اقرار نامہ ۲۴ر فروری ۱۸۹۹ء کے (جو مسٹر ڈوئی صاحب بہادر مجسٹریٹ جج گورداسپور حال کمشنر بندوبست پنجاب کے اجلاس میں اس نے لکھ دیا تھا اور اس کے واقعہ اول وسوم میں انذاری پیش گوئیاں نہ کرنے کا وعدہ دے چکا ہے، جن کے الفاظ یہ ہیں:

۱...... میں ایسی پیش گوئی کو شائع کرنے سے پرہیز کروں گا، جس کے معنی یہ ہوں یا ایسے خیال کئے جاسکیں کہ کسی شخص کو (یا اشخاص کو مسلمان ہوں خواہ ہندو، خواہ عیسائی وغیرہ) ذلت پہنچے گی یا وہ مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

۲...... میں کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہوں گا، جس کا یہ منشا ہو یا ایسا منشا رکھنے کی وجہ معقول رکھتا ہو کہ فلاں شخص (یا اشخاص خواہ مسلمان ہوں خواہ ہندو یا عیسائی وغیرہ) ذلت اٹھائے گا یا مورد عتاب الٰہی ہوگا)'' دست آویز سے ایسی انذاری پیش گوئیوں سے اس کو روکے اور اگر اس اقرار نامہ کو بھی وہ اور اس کے پلیڈر مرید قانونی زور سے بے اثر ثابت کردیں اور مسٹر ڈوئی کا کیا کرایا اکارت (بیکار) کر کے دکھاویں، تو پھر بدرجہ سوم گورنمنٹ پولیٹکل مصالح ملکی ہی کی نظر سے اس کو ایسی فتنہ انگیز پیش گوئیوں سے روک دے۔

اور اگر پولیٹکل کارروائی کو بھی وہ لوگ چلنے نہ دیں، تو بدرجہ چہارم گورنمنٹ منّت وخوشامد سے کام لے اور کڑاہ پرشاد (حلوے) کا چڑھاوا چڑھا کر مہاراج کرشن کو پرسنّ (خوش) کردے اور آئندہ کے واسطے اس سے شفقت ومرحمت عامہ خلائق کا عہد لے۔ اگر گورنمنٹ سے یہ بھی نہ ہوسکا تو پھر مہاراج کرشن جی کی پانچوں گھی میں ہے، جو چاہیں سو کریں۔ ہمارا جو کام تھا ہم نے پورا کردیا۔ ہم کو یہ خیال نہ چاہئے کہ ہمارا کہنا کسی نے نہیں سنا، ہم اس شعر حافظ کو پیش نظر رکھتے ہیں:

حافظ وظیفہ تو دعا کردن ست بس     در بند آں مباش کہ نشنید یا شنید

کرشن جی کو چاہئے کہ اپنی تقریر پر خوشیاں منائیں اور یہ شعر پڑھ سنائیں:

در کوئے نیک نامی مارا گزر ندارد     گر تو نمے پسندی تغیر کن قضارا

## کرشن قادیانی کی گورنمنٹ اور پبلک کو دھوکہ دہی

۱۱رمئی ۱۹۰۵ء کو کرشن قادیانی نے ایک اور اشتہار شائع کیا ہے (مجموعہ اشتہارات ج۳، ص۵۲۷) اشتہار کا عنوان یہ ہے: ''ضروری گزارش لائق توجہ گورنمنٹ'' یہ اشتہار بمقابلہ پیسہ اخبار لاہور نکلا ہے اور اس میں کرشن جی نے یہ ظاہر کیا ہے کہ پیش گوئی زلزلے کی اشاعت سے میری غرض اور مقصود لوگوں کو آزار پہنچانا، ڈرانا اور دھمکانا اور اس ذریعہ سے ان کو اپنے دام میں لانا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ لوگوں کی ہمدردی وخیر خواہی کرنا اور انکو زلزلے کے نقصان سے بچانا میرا مقصود ہے۔ یہی مقصود اس نے گورنمنٹ پنجاب وگورنمنٹ ہند کے نام چٹھیات روانہ کرنے سے بتایا ہے۔ ان چٹھیات کے اخیر میں اس نے یہ کہا ہے (چنانچہ اس کے آرگن (ریویو آف ریلیجنز نمبر۵ ج۴ ص۲۰۳) میں کہا ہے کہ ہمدردی وخیر خواہی نے مجھے

مجبور کیا ہے کہ میں قبل اس کے کہ وہ دن آوے، گورنمنٹ کو اطلاع دوں...... میرے نزدیک گورنمنٹ کو کوئی ایسی تجویز کرنی چاہئے، جس سے گورنمنٹ کے حکام خطرہ کی حالت میں پہاڑوں میں نہ رہیں۔ جنوری ۱۹۰۶ء تک پہاڑوں سے اجتناب کیا جائے۔

ازانجا کہ یہ خاکسار گورنمنٹ کا مسلم خیر خواہ ہے اور قوم کا فیدفل ایڈووکیٹ (مخلص ووفادار وکیل) ہے اور اس کی تحقیق میں کرشن قادیانی کا یہ دعویٰ محض غلط ومغالط (دھوکہ دہی) ہے اور درحقیقت اس کا مقصود اس پیش گوئی اوران چھٹیات سے پبلک پر ظاہر اور ثابت کرتا ہے اور اس اشتہار کے تیرہ فقرے نقل کر کے انکا کذب ومغالطہ ہونا اس کے اپنے ہی کلام والفاظ سے ثابت کر دکھاتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ ''جادو وہ جو سر چڑھ بولے'' بجائے اس کے خاکسار کہتا ہے کہ حق وہ ہے جو اپنے آپ بول اٹھے:

آفتاب آمد دلیل آفتاب  گر دلیل بایدت زور ومتاب

گورنمنٹ اور پبلک خاکسار کے بیان واظہار مغالطات کرشن قادیان میں ایسے آفتابی (آفتاب جیسے روشن) دلائل پاویں تو داد انصاف دیں۔

ان فقرات سے پہلا نمبر اس کا یہ فقرہ ہے کہ: ''میں نے براہین احمدیہ میں اس زلزلے کی خبر دی تھی اور کہا تھا کہ پہاڑ پھٹ جائیں گے۔'' خاکسار کہتا ہے کہ یہ ایک ایسا جھوٹ ومغالطہ ہے کہ اس کے کذب ہونے پر براہین احمدیہ خود گواہ ہے۔ جن جن صفحات (۵۱۶،۵۷۷) براہین احمدیہ کا کرشن جی نے اس زلزلے کے متعلق اپنے اشتہار ''النداء من وحی السمآ'' کے (ص۸، مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج۳،ص۵۳۳) میں حوالہ دیا ہے۔ ان میں نہ زلزلے کا نام ونشان ہے نہ زلزلے سے پہاڑوں کے پھٹ جانے کا ذکر ہے اور طرفہ یہ کہ وقوع زلزلہ ۴/اپریل ۱۹۰۵ء سے پہلے کبھی کرشن جی کے دل ودماغ میں اس زلزلے کا خواب خیال بھی نہ گزرا تھا۔ زلزلہ کا خیال تو وقوع زلزلہ ۴/اپریل ۱۹۰۵ء کے بعد آپ کو پیدا ہوا۔ اس امر کا اقبال کرشن جی خود اپنے اشتہار ''النداء من وحی السماء'' کے (ص۷، مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج۳،ص۵۳۲،۵۳۳) میں کیا ہے۔ چنانچہ کہا ہے: ''یاد رہے کہ ان دونوں زلزلوں کا ذکر میری کتاب براہین احمدیہ میں بھی موجود ہے، جو آج سے پچیس برس پہلے اکثر ممالک میں شائع کی گئی تھی۔ اگرچہ اس وقت اس خارق عادت بات کی طرف ذہن منتقل نہ ہوسکا۔ لیکن اب ان پیش گوئیوں پر نظر ڈالنے سے بدیہی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ آئندہ

آنے والے زلزلوں کی نسبت پیش گوئیاں تھی، جو اس وقت نظر سے مخفی رکھی گئیں۔ چنانچہ پہلی پیش گوئی ان میں سے براہین احمدیہ کے (ص۵۱۶) میں موجود ہے۔ جس کی عبارت یہ ہے ’’فبراہ اللہ مما قالوا وکان عنداللہ وجیھاً الیس اللہ بکاف عبدہ فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکّا واللہ موھن کید الکافرین‘‘

دوسری پیش گوئی براہین احمدیہ میں زلزلے کے بارے میں یہ ہے: ’’میں دنیا میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا، اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤں گا، دنیا میں ایک نذیر آیا، پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کردے گا۔ الفتنۃ ھھنا فاصبر کما صبر اوالعزم فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکّا قوت الرحمن لعبیداللہ الصمد‘‘ (براہین احمدیہ ص۵۵۷)

گورنمنٹ اور پبلک براہین احمدیہ کے صفحات مذکورہ ملاحظہ فرماویں۔ اس دھوکہ بازی وجعل سازی کرشن قادیان کی مزید تشریح اظہار مغالطات وکذب نمبر۲ و۳ و۴ کے ضمن میں بھی ہوگی۔

__دوسرا نمبر:__ اس کا یہ فقرہ ہے کہ: ’’زلزلے کے بعد مجھے بار بار یہ خیال آیا کہ میں نے بڑا گناہ کیا کہ جیسا کہ حق شائع کرنے کا تھا، میں نے اس پیش گوئی کو شائع نہ کیا۔‘‘

__تیسرا نمبر:__ اس کا یہ فقرہ ہے کہ: ’’یہ بھی فروگذاشت ہوئی کہ عربی پیش گوئی (مندرجہ براہین احمدیہ) کا ترجمہ بھی نہ ہوا۔‘‘

__چوتھا نمبر:__ اس کا یہ فقرہ ہے: ’’اگرچہ میں اس وقت (بوقت عربی پیش گوئی براہین احمدیہ) جانتا تھا کہ میرا لکھنا دلوں کو ایک واجبی احتیاط کی طرف مصروف نہیں کرے گا۔ کیونکہ قوم میری باتوں کو بدظنی سے دیکھتی ہے اور ہر ایک بھلائی کی بات جو میں پیش کرتا ہوں، بجز گالیاں سننے کے میں اس کا کوئی صلہ نہیں پاتا۔ تاہم میرے دل کو اس غم نے سخت گھیرا کہ جو خبر مجھے پہلے سے بہت صفائی سے خدائے علیم وحکیم کی طرف سے ملی تھی، اس کی میں نے پورے طور سے اشاعت نہ کی۔‘‘

خاکسار کہتا ہے، ان تینوں فقروں میں کرشن قادیان نے ایسا دلیرانہ جھوٹ بولا ہے، جو مصرعہ: ’’چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد‘‘ کا مصداق ہے اور مع ہذا اس سے یہ حماقت بھی عمل میں آئی ہے کہ اس نے اپنی اس دلیری پر یہ حکایت یا کہاوت بھی صادق

کر دکھائی کہ کسی نے پرائی بدشگونی کے لئے اپنی ناک کاٹ لی تھی، عام لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے اپنی پیش گوئی کی سچائی ظاہر کی اور اس میں ایک بڑے گناہ کے ارتکاب سے اپنی گناہ گاری مان لی۔ جس سے اصل اپنے دعویٰ نبوت کی جڑ کاٹ دی۔ کیونکہ وہ پیش گوئی براہین احمدیہ کو سچا بنانے اور اس پر زلزلے کا رنگ چڑھانے اور اس ذریعہ سے اپنی غیب دانی ونبوت کا سکہ جمانے کی غرض سے اسی بات کا مدعی ہوگیا ہے کہ براہین احمدیہ کی پیش گوئی سے مجھے بہت صفائی سے خدا کی طرف سے یہ خبر مل چکی تھی کہ اس سے زلزلہ مراد ہے۔ تاہم میں نے قوم کی بدگوئی اور بدظنی کے خوف سے اس مراد کو چھپایا اور ہندی زبان میں عربی الفاظ کا ترجمہ کر کے لوگوں میں شائع نہ کیا اور میں اس فعل سے خدا کے کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا اور پچیس برس تک اس گناہ پر قائم ومصر رہا۔

پس اگر اس دعویٰ میں کرشن کو سچا مان لیا جاوے، تو اس سے گو اس کی پیش گوئی سچی ہوجاتی ہے (جیسا کہ کاہنوں، منجموں، جیالوجی (علم طبقات الارض) کے عالموں کے اس قسم کی پیش گوئیاں سمجھی جاتی ہیں۔ مگر اس سے اصل اس کا دعویٰ الہام ونبوت (جس کی خاطر پیش گوئی کی تھی) باطل ہوتا ہے، کیونکہ کسی سچے نبی یا ملہم کی یہ شان نہیں کہ جس بات کی تبلیغ کا خداتعالیٰ اس کو حکم دے، وہ اس بات کو دیدہ ودانستہ عمداً وارادۃً پچیس برس تک چھپائے رکھے اور اس کی کما حقہ تبلیغ نہ کرے، اس کتمان اور عدم تبلیغ سے تو مانی منائی ہوئی، نبوت باطل ہوجاتی ہے اور عہدہ نبوت سے نبی کی معزولی عمل میں آجاتی ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں فخر الانبیاء، سید المرسلین ﷺ کے خطاب میں ارشاد ہوا ہے

''یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالته واللہ یعصمک من الناس ان اللہ یا یھدی القوم الکافرین (مائدہ:۶۷)''

کہ اے رسول جو کچھ خدا کی طرف سے نازل ہوا (احکام ہو یا اخبار متعلق عمل واعتقاد وغیرہ) ان سب کی تبلیغ کر دے۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو خدا کی رسالت کو اور اپنے مشن کو) پورا نہ کیا اور اگر اس تبلیغ میں تجھے لوگوں کی ایذا کا خوف ہو تو خداتعالیٰ تجھے لوگوں سے بچا لے گا۔ خدا کافروں کی (جو دیدہ دانستہ خدا کے گناہ (عدم تبلیغ وحی کے سالہا سال) مرتکب رہتے ہیں یا ان احکام کی تصدیق وتسلیم سے انکاری ہیں، رہنمائی نہیں کرتا۔

لیجئے اس کتمان وحی عرصہ پچیس سال کے اقبالی جرم وگناہ میں آپ کی نبوت (جس

کے منوانے اور اس کے ذریعہ لوگوں کو دام میں پھنسانے کے لئے) وہ پیش گوئی بھی باطل ہوئی اور آپ پر علاوہ اس مثل ہندی (ناک کٹائی) فارسی مثل بھی صادق آئی:

مرا خواندی وخود بدام آمدی

اس اقبالی جرم (کتمان وحی) میں آپ کا یہ عذر خام خوف بدگوئی ودشنام جناب باری میں لائق پذیرائی نہیں ہے۔ کیونکہ اگر قوم اہل اسلام کے بعض افراد آپ پر بدظن تھے اور وہ آپ کی خیرخواہی کے صلہ میں آپ کو گالیاں دیتے تھے، تو بعض افراد قوم (جن کی تعداد آپ لاکھوں تک بتاتے ہیں) اس عرصہ پچیس سال میں آپ کے مرید ومعتقد ہو چکے تھے اور بعض تو ان میں ایسے تھے، جو مال وجان ودین وایمان سب کچھ آپ پر فدا کر چکے تھے اور مصرعہ:

اگر یابم خریداری فروشم دین ایمان را

پر عمل کر چکے تھے اور اپنے املاک واوطان وجائیداد ومکان چھوڑ کر آپ کے دارالامان قادیان میں ڈیرے لگا چکے تھے۔ آپ اور نہیں تو ان ہی میں کسی ایک یا دو کے (مثلاً حکیم مولوی نورالدین خلیفہ اوّل یا محمد احسن صاحب خلیفہ ثانی یا محمد علی خان خلیفہ سوم یا مصنف عسل مصفی مرزا خدابخش اسسٹنٹ خلیفہ سوم کے کان میں اس پیش گوئی عربی کے معنی زلزلہ کی تاثماً تبلیغ کر دیتے اور اس اقبالی جرم کے ارتکاب سے بچ جاتے اور عہدہ نبوت پر بحال رہتے اور اگر آپ کو یہ دعویٰ ہو کہ ہم نے ان چاروں خلفاء کے کان میں کہہ دیا تھا کہ پیش گوئی عربی سے زلزلہ ۴راپریل ۱۹۰۵ء یا اس کے بعد آنے والا زلزلہ مراد ہے، تو آپ اسی امر کا کسی اشتہار یا اخبار میں اعلان کر دیں۔

ہم ان اصحاب کبار سرکار سے صرف دو صاحبوں آخرالذکر کو منتخب کریں گے اور ایک خاص مجلس احباب میں ان کی شہادت لیں گے۔ انہوں نے یہ شہادت ادا کی تو پھر مضمون اس پیش گوئی کے سچی ہو جانے کی آپ کو ڈگری دی جائے گی (یہ اس قسم کی سچائی ہوگی، جو نجومیوں، کاہنوں، جیالوجی والوں کی پیش گوئیوں میں اتفاقی سچائی پائی جاتی ہے) مگر یہ یاد اور ملحوظ خاطر ہے کہ اس سچائی کی ڈگری میں آپ کی اصل نبوت باطل ہوگی اور اقبالی جرم کتمان سے عہدہ نبوت سے آپ کی معزولی عمل میں آئے گی۔ یہ درصورت سچائی دعویٰ علم معنی پیش گوئی عربی کی آپ پر دروغ گوئی کا الزام ہے۔

اور اگر اس دعویٰ میں آپ کو سچا نہ مانا جائے اور تسلیم کیا جائے کہ پچیس برس تک جو

اپنے معنی مراد پیش گوئی عربی (یعنی خبر زلزلہ) کوشائع نہ کیا، تو اس کا موجب یہی تھا کہ آپ نے اس پیش گوئی کے معنی ومراد کو نہ سمجھا تھا اور ایسا ہی آپ کے اعتقاد میں اور انبیاء سے ظہور میں آتا رہا ہے کہ وہ بعض پیش گوئیوں کے معنی سمجھنے میں غلطی کرتے رہے ہیں۔

چنانچہ اشتہار ’’النداء من وحی السماء ‘‘ کے (ص۷) میں صاف کہا ہے: ’’ان پیش گوئیوں پر نظر ڈالنے سے بدیہی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ آئندہ آنے والے زلزلوں کی نسبت پیش گوئیاں تھیں جو اس وقت نظر سے مخفی رہ گئیں۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۳۳) آخری (ص۸) میں آپ فرما چکے ہیں کہ: ’’قبل از وقوع کسی پیش گوئی کے معنی کرنے میں عوام تو ایک طرف بعض اوقات انبیاء بھی اجتہادی غلطی کر بیٹھتے ہیں۔ گو بعد اس کے پیش گوئی کے وقوع کے وقت معنی کھل جاتے ہیں۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۳۴) اور ایسا ہی آپ کے اکثر تحریرات میں پایا جاتا ہے اور جب کبھی کسی پیش گوئی کے جھوٹے ہونے کا الزام آپ پر قائم ہوتا ہے، تو اس الزام کو اسی اصول سے اٹھایا جاتا ہے اور یہ اصول بطور قاعدہ کلیہ آپ کے مذہب میں اور آپ کے مریدوں اور حامیوں میں برتا جاتا ہے۔ تو اس صورت میں آپ پر دروغ گوئی اور دھوکہ دہی کا الزام بہت صاف اور خوب ظاہر ہے کہ دل میں تو آپ کے یہ ہے کہ ہم وقوع کی پیش گوئی سے پہلے زلزلہ کے معنی نہ سمجھتے تھے۔

جیسے کہ ہم سے پہلے انبیاء اپنی پیش گوئیوں کے معنی سمجھا کرتے تھے اور زبان سے آپ اس کے برخلاف یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اس پیش گوئی کے معنی تو یہی سمجھے ہوئے تھے کہ اس سے زلزلہ مراد ہے۔ مگر پچیس برس تک اس معنی کو چھپاتے رہے اور قوم کی بدگمائی اور دشنام دہی سے ڈرتے رہے اور گناہ کبیرہ کے مرتکب رہے۔

بالجملہ اس دعویٰ میں آپ کو سچا کہیں، تو آپ پر اقبالی گناہ کتمان وحی کا الزام قائم ہوتا ہے اور اس سے اس کا اصل دعویٰ الہام وثبوت باطل ہوتا ہے اور اس سے دعویٰ نبوت میں آپ کا کذب ثابت ہوتا ہے اور اگر جھوٹا کہیں، تو اس سے آپ کی صریح دروغ گوئی، دھوکہ دہی ثابت ہوتی ہے۔ بہر حال دونوں صورتوں میں آپ الزام کذب ودھوکہ دہی سے نہیں بچ سکتے اور ہماری یہ دلیل مصرعہ:

آفتاب آمد دلیل آفتاب

کا مصداق ہے، گورنمنٹ انصاف کرے اور پبلک داد حق دے۔

پانچواں نمبر: آپ کا یہ فقرہ ہے کہ جس قدر میری جماعت میں سے دھرم سالہ اور کانگڑہ اور کلّو وغیرہ میں لوگ رہتے تھے یا ملازم تھے۔ ایک بھی ان میں سے ضائع نہیں ہوا۔ اس کی وجہ یہی ہوگی کہ وہ زلزلہ کی خبر کو پہلے سے یاد رکھتے ہوں گے اور حتی الوسع اپنی باطنی اصلاح بھی کی ہوگی۔

خاکسار کہتا ہے کہ اس نمبر میں آپ نے ایک تو یہ جھوٹ بولا ہے کہ ان مقامات میں جو بچا ہے، وہ میرا مرید تھا، وہ اس لئے بچ گیا کہ وہ اس زلزلے سے خبردار تھا۔ زلزلے کے وقت وہ گرنے والے مکانوں سے نکل گیا تھا اور اگر بیچ میں رہ کر بچا تو اصلاح باطنی کے سبب بچ گیا۔ یہ کذب لوگوں پر اور گورنمنٹ پر تب ظاہر ہوسکتا کہ مرزا بچ جانے والوں مریدوں کی فہرست شائع کرے اور گورنمنٹ اس کی پڑتال کرے کہ وہ مرزا کے مرید ہی تھے یا ان میں ہندو، عیسائی بھی تھے اور دوسرا درپردہ یہ دھوکہ دیا ہے کہ آگر آئندہ بھی کوئی بچنا چاہے، تو میری جماعت میں داخل ہو جائے، ورنہ اس کا بچنا محال ہے۔

چھٹا نمبر: اس کا یہ فقرہ ہے کہ: ''میں پہلے سے بہت شرمندہ تھا کہ میں نے زلزلے کے پہلے خبر کو کماحقہ کیوں شائع نہ کیا اور کیوں بنی نوع کی پوری ہمدردی نہ کی۔ اب دوسرے زلزلے کی خبر پا کر میرا دل اس بات کے لئے بے اختیار ہوگیا کہ پہلے فروگزاشت کی، اب تدارک کروں۔ اس غرض سے میں نے تین اشتہار شائع کئے ہیں...... بلکہ اس اطلاع کے لئے ایک چٹھی بخدمت جناب لفٹنٹ گورنر اور ایک چٹھی بخدمت جناب لارڈ کرزن بھیجی گئی تھیں۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۳ص ۵۳۸،۵۳۹)

خاکسار کہتا ہے، اس فقرہ کے مضمون میں بھی آپ نے محض کذب اور دھوکہ دہی سے کام لیا۔ زلزلے آئندہ کے وقوع کا آپ کو خود اس وقت تحریر اشتہار ۱۱؍مئی ۱۹۰۵ء تک علم ویقین نہیں ہے۔ چنانچہ اشتہار ''الانذار'' مؤرخہ ۸؍اپریل ۱۹۰۵ء (مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج۳،ص۵۲۲) میں خود لکھ چکے ہیں کہ: ''مجھے یہ علم نہیں دیا گیا کہ زلزلے سے مراد زلزلہ ہے یا کوئی اور شدید آفت ہے۔''

پھر اس اشتہار ۱۱؍مئی کے (ص۲، مجموعہ اشتہارات ج۳،ص۵۳۹) حاشیہ کی آخیری سطروں میں آپ لکھتے ہیں کہ ''مجھے اب تک قطعی طور پر یہ بھی معلوم نہیں کہ اس زلزلے سے در حقیقت زلزلہ مراد ہے یا کوئی شدید آفت ہے''۔ پھر کیونکر ممکن وقابل تسلیم ہے کہ گزشتہ

زلزلے کی کماحقہ اشاعت کرنے سے شرمندہ ہوکر آئندہ زلزلے کے نقصان سے بچانے کی غرض سے اپنی پبلک اور گورنمنٹ کو اطلاع دی ہو۔ جس چیز کا انسان کو خود علم ویقین نہ ہو، وہ دوسروں کو اس کا علم ویقین کیونکر دلاسکتا ہے اور اس یقین دلانے یا نقصان یا نفع جتانے میں اس قدر کوشش واتمام کب کرسکتا ہے؟

اس اشتہار بازی اور گورنمنٹ کی خدمت میں اطلاع دہی سے آپ کی غرض صرف دھمکی اور دھوکہ دہی اور اس پالیسی کی چالبازی ہے کہ اگر گورنمنٹ اور پبلک نے میری تخویف ودھمکی کو گوزشتر اور لاشیٔ محض قرار دیا اور اس کا کوئی نوٹس نہ لیا اور مجھے کچھ نہ پوچھا اور نہ کچھ خود اس پر کوئی عمل کیا، تو اس میں میرا کیا حرج ہوگا۔ صرف چند فلوس چھپائی اشتہارات اور محصول ڈاک میں صرف ہوگئے اور وہ جیسے ناجائز دھمکیوں سے وصول کیے جاتے ہیں۔ ویسے ہی ناجائز محل میں صرف ہوں گے اور مثل:

مال حرام بود بجائے حرام رفت

کے مصداق بنیں گے اور اگر میری ان دھمکیوں نے گورنمنٹ پر کچھ اثر کردیا اور ہزآنر لفٹنٹ گورنر وہزاکسیلنس ویسرائے قیام شملہ موقوف کر کے قادیان یا اس کے قریب جنوری ۱۹۰۶ء تک قیام اختیار فرمایا تو میری وارے نیارے ہیں۔ تمام ہندوستان میرا مرید ہوجائے گا اور سونے چاندی سے میرا گھر بھر جائے گا۔

کرشن جی مہاراج آپ کی ان پالیسیوں کو دانا خوب سمجھتے ہیں ’’عاقلاں می دانند‘‘ اور وہ آپ کے خطاب میں یہ کہہ رہے ہیں:

بہر رنگے کہ مے آئی شناسم من انداز قدت خوب دانم

آپ کی یہ پالیسی پہلی اور نئی پالیسی نہیں ہے آپ ہمیشہ یہی پالیسیاں عمل میں لاتے ہیں اور گورنمنٹ کی ٹوپیچ نیوسٹرلٹی یا عدم توجہی وسہل انکاری سے آپ کامیاب ہوتے ہیں۔ مدت ہوئی آپ نے ایک اشتہار جس کی ایک طرف انگریزی تھی اور دوسری جانب اردو تھا، شائع کیا اور وہ یورپ کے بڑے اراکین سلطنت کے حتی کہ برٹش آف ویلز کے (جو اس وقت قیصر ہند ہیں) پاس بھجوادیا تھا اس کا نوٹس اہل یورپ سے کسی نے نہ لیا۔ (اور اس امر کا آپ کو پہلے سے یقین تھا) تو بھی ہندوستان کے احمقوں میں آپ کی دلاوری اور

بہادری بڑھ جائے گی، جس کے جواب دہ احکم الحاکمین شاہ شاہان روئے زمین کے حضور گورنمنٹ ہوگی اور ضروری ہوگی۔

ہاں! اگر گورنمنٹ نے احکم الحاکمین سے ڈر کر اور عام لوگوں کو ضرر پانے کو مدنظر رکھ کر ان چٹھیات اور اشتہارات کا نوٹس لیا اور اشاعۃ السنۃ کے اشتہارات اور اقبالی دلائل کو پیش نظر رکھ کر آپ سے ان دھمکیوں کا جواب طلب کیا، تو پچھلی جعلی اور بناوٹی شرمندگی کی جگہ آئندہ واقعی اور اصلی شرمندگی آپ کو حاصل ہوگی۔

سا تواں نمبر: اس کا یہ فقرہ ہے کہ:''اب میں اس بات کی طرف متوجہ ہوں کہ یا تو خدا اپنے فضل وکرم سے اس گھڑی کو ٹال دے اور مجھے اطلاع دے اور یا پورے طور پر بعینہ تاریخ اور روز اور وقت اس آنے والے حادثہ سے مطلع فرمادے۔''

(مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۳۹)

خاکسار کہتا ہے کہ یہ بھی کرشن جی کی محض دھوکہ دہی اور حیلہ جوئی ہے، چونکہ زلزلے آئندہ کی وہ تاریخیں جو بعض انگریزوں نے علم طبقات الارض یا خواص نجوم سے کی تھیں اور وہ اخباروں میں مشتہر ہوئیں، ٹل گئی ہیں اور ان ہی انگریزوں کی تقلید سے نہ خدا کے الہام سے آپ نے یہ پیش گوئی کی تھی۔ مگر اس میں یہ عقل مندی و پیش بندی کر کے تعین تاریخ کو اڑا دیا اور وقوع زلزلہ کو ایسا وسیع کر دیا کہ اگر وہ آپ کے تمام زمانہ زندگی میں وقوع میں نہ آوے، تب بھی آپ کو کوئی جھوٹا نہ کر سکے اور اگر کوئی اعتراض کرے بھی تو آپ یہ کہہ دیں کہ میں نے اس کا وقت کب مقرر کیا تھا۔

اور پھر موسم کی گرمی اور خیموں کی تپش سے آپ کے نازک بدن پیاری جان پر آفت آئی تو آپ کو یہ فکر پڑی ہے کہ ادھر خیموں کی گرمی ستاتی ہے، ادھر لوگوں کی طرف سے سوءظنی اور تکذیب کا خوف دامن گیر ہے۔ اس فکر سے آپ کی توجہ اس طرف مصروف ہوئی ہے کہ اس پیش گوئی کو منسوخ کرنے کے لئے (جو آج تک کسی سچے ملہم سے نہیں ہوا، کیونکہ نسخ صرف احکام میں ہوتا ہے نہ اخبار و پیش گوئیوں میں، اخبار میں نسخ ہو تو اس سے مخبر کا کذب ثابت ہوتا ہے) کوئی الہام گھڑنا چاہے (جیسا کہ عبداللہ آتھم کی تاریخ موت ٹل جانے کے بعد یہ الہام گھڑا تھا کہ''اطلع اللّٰہ علی ھمہ وغمہ'') سو بہت جلد تازہ بتازہ گرما گرم الہام گھڑ کر سنا جائے گا، جس کے الفاظ یا مضمون یہ ہوگا:

’’اطلع اللہ علی ھمک یا کرشن وغمک فاجاب دعاء ک وتقبل شفاعتک فارفع عن الحائط خیامک واختر فی دارالامان القادیان قیامک واعلم الحکام ان یلازموا الجبال ولا یفروا منھا مخافۃ الخبال والزوال وانکال زھق الزلازل وجاء الامان ‘‘یعنی ہے مہاراج کرشن لودھر گوپال خدا تعالیٰ نے تیرے غم پر اطلاع پائی ہے اور تیری دعا رفع زلزلے کے باب میں اس نے قبول فرمائی ہے اور تیری شفاعت پبلک اور گورنمنٹ کے حق میں اس نے منظور کر لی ہے۔ اب باغ سے خیمے اٹھالے اور دارالامان قادیان میں قیام فرما کر گورنمنٹ کو یہ اطلاع کر دے کہ وہ پہاڑوں میں رہیں اور بخوف نقصان وہلاکت وزوال وہاں سے بھاگ نہ جاویں، زلزلے دور ہوئے اور امن آ گیا۔

آٹھواں نمبر: اس کا یہ فقرہ ہے کہ: ’’جس آنے والے زلزلے سے میں نے دوسروں کو ڈرایا تھا، اس سے پہلے میں آپ ڈرا اور ایک ماہ سے میرے خیمے باغ میں لگے ہوئے ہیں۔ جن پر ہمارا ایک ہزار روپیہ خرچ ہوا میں قادیان میں واپس نہیں گیا...... اور جنگل میں مع اہل عیال اور اپنی تمام جماعت کے پڑا، تکلیف اٹھا رہا ہوں۔ میری نیک نیتی پر اس سے بڑھ کو کون گواہ ہوسکتا ہے۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۳ص۵۴۰)

خاکسار کہتا ہے یہ بھی ایک بڑا دلیرانہ جھوٹ ہے اور باغ میں خیمہ زنی اس جھوٹ کو سچا کر دکھانے کی غرض سے ہے۔ آپ مہاراج کرشن زلزلے سے خود نہیں ڈرے، صرف دوسروں کو ڈرانے اور ان پر اپنی پیش گوئی کا اثر جمانے اور اس ذریعہ سے فلوس کمانے کے لئے یہ خیمہ زنی ہوئی ہے اور جنگل کی تکلیف برداشت کرنا بھی اسی وجہ ہے کہ اس تکلیف کا انجام راحت ہے کہ بہت لوگ دام مریدی میں پھنسیں گے اور روپیہ اشرفیوں سے گھر بھر دیں گے۔ ولنعم ما قیل:

رنج راحت شد چو مطلب شد بزرگ     گرد کلہ توتیائی چشم گرگ

اس بدنیتی پر اس سے بڑھ کر اور کون سی آفتابی (آفتاب کی طرح روشن) دلیل ہوسکتی ہے کہ آپ کا اس پیش گوئی سے ڈرنا بحکم عقل ناممکن ومحال امر ہے۔ جس کے محال ہونے پر یہ عقلی دلیل ہے، جو حصر عقلی پر مبنی ہے کہ آپ کی پیش گوئی دو حال سے خالی نہیں یا تو خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہوگی یا خدا کی طرف سے نہ ہوگی، بلکہ اپنی یا کسی اور کی من گھڑت

ہوگی۔ اگر آپ شق اول اختیار کریں اور اس پیش گوئی کو خدا کی طرف سے کہیں اور اپنے آپ کو ملہم ربانی اور مخاطب الٰہی قرار دیں، تو پھر آپ کو اور آپ کی مخلص جماعت کو اس سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

کیونکہ جس خدا نے آپ کو خطاب اس پیش گوئی سے فرمایا ہے، اس نے ساتھ ہی اس کے آپ کو یہ بشارت بھی دی ہوئی ہے کہ خدا کا فضل تمہارے حال پر شامل ہے، تم تو ہمارے فرزند ہو، جس قوم یا بستی میں تمہارا قدم ہوگا۔ اس قوم یا بستی پر عذاب نہ آئے گا۔ آپ تو آپ ہیں، آپ کے نام لیوا اور سیوک (مرید) عذاب سے بچ جاتے ہیں۔ دیکھو کانگڑہ دھرمسال میں سخت زلزلہ ہوا۔ مگر اس میں تمہارے مریدوں سے کوئی ضائع نہ ہوا۔ جس کو تم نے اس اشتہار میں بیان کیا ہے اور یہ بھی تم اس اشتہار میں کہہ چکے ہو کہ یہ زلزلے کی پیش گوئی قطعی نہیں، بلکہ شرطی ہے، ہر ایک شخص جو نیک چلنی اختیار کرے گا، وہ بچایا جائے گا۔ پس ایسے کو کیا غم ہے جو اپنے چال چلن کی درستی رکھتا ہے۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۳ص۵۴۰)

پھر ان بشارات وخطابات کے ساتھ آپ کا ڈر جانا کیونکر ممکن ومتصور ہے۔ بجز اس حالت کے کہ آپ بدچلنی اختیار کریں اور اپنے آپ کو بدچلن قرار دیں۔ جس سے آپ کا دعویٰ نبوت وامامت باطل ہوتا ہے اور اگر آپ شق ثانی اختیار کریں اور یہ کہیں کہ یہ پیش گوئی ہماری من گھڑت ہے، تو پھر اس سے ڈرنا کسی حالت میں بھی (آپ نیک ہوں یا بدچلن بن جائیں) ممکن نہیں۔ جو شخص کسی نادان بچے کو خیالی ہوّے سے ڈراتا ہے۔ کیا وہ خود بھی اس ہوّے سے ڈر جاتا ہے۔ نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔

اور اگر شق دوم اختیار کرنے پر یہ اقبال کریں کہ یہ پیش گوئی انگریزوں نے کی تھی، اس نے ہم کو ڈرایا تھا، جیسا کہ اور بہت لوگوں کو لاہور وامرتسر میں ڈرایا تھا اور انہوں نے اپنے گھر چھوڑ کر خیموں میں رہنا اختیار کر لیا تھا تو اس صورت میں آپ کا سارا تانا بانا کھل جاتا ہے اور یہ فریب اور دھوکہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ پیش گوئی کوئی کرے اور آپ اس کو اپنی الہامی پیش گوئی بنالیں اور لوگوں کو ڈرا دھمکا کر اپنے دام میں لاویں۔

کیا یہ آفتابی دلیل سن کر بھی گورنمنٹ اور پبلک آپ کے واقعی ڈر جانے کو تسلیم کرے گی اور آپ کو دھوکہ باز، جعل ساز قرار نہ دے گی اور مخلوق خدا یوں بھی آپ کے دام تزویر میں پھنسی رہے گی اور گورنمنٹ خدا تعالیٰ احکم الحاکمین کے حضور میں جواب دہ نہ ہوگی۔

خیموں پر آپ کا ڈیرہ لگانا ایک اور وجہ سے بھی اس امر کی دلیل ہوسکتا ہے کہ یہ پیش گوئی آپ کی الہامی نہیں، اس کا مفصل بیان فقرہ نمبر۹ کے اظہار مغالطہ میں ہوگا۔

نواں نمبر: اس کا یہ فقرہ ہے کہ: ’’جو لوگ مقدرت رکھتے ہیں، وہ خیموں میں رہیں اور جو بے مقدرت ہیں، وہ دعا کرتے رہیں۔‘‘ (ایضاً)

خاکسار کہتا ہے کہ یہاں تو آپ اس تدبیر جسمانی خیمہ میں پناہ گزینی کی ہدایت فرماتے ہیں اور بہت جگہ اشتہارات ؑ زلزلہ میں اس کا روحانی علاج صرف دعا وتوبہ بتا چکے ہیں۔ پس اگر زلزلہ کو عذاب آسمانی جانتے ہیں اور اس کا علاج اسی روحانی کو دل سے مانتے ہیں، تو پھر تدبیر جسمانی فضول ہے۔ آسمانی عذاب کو خیمے ہرگز نہیں ٹلا سکتے، خیمے والے لائق عذاب ہوں گے تو آسمان سے آگ برسے گی اور وہ زمین دھنسائی جائے گی۔ اگر اس عذاب کو صرف طبعی اسباب کا نتیجہ سمجھتے ہیں (جیسے جیالوجی والے سمجھتے ہیں) تو پھر اس کو آسمانی عذاب بتانا اور لوگوں کو دعا وتوبہ رغبت دلانا (جس سے آپ کا مقصود اپنی نبوت تسلیم کرانا ہے۔ چنانچہ نمبر۱۳ کے اظہار مغالطہ میں ثابت کیا جاوے گا) دھوکہ دہی نہیں تو اور کیا ہے۔

دسواں نمبر: آپ کا یہ فقرہ ہے کہ: ’’اس کے واسطے میں نے کوئی تاریخ مقرر نہیں کی، کیونکہ خدا تعالیٰ نے تاریخ میرے پر ظاہر نہیں فرمائی۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۳۹ حاشیہ)

خاکسار کہتا ہے کہ تاریخ مقرر نہ کرنے کی وجہ وہ عقل مندی اور پیش بندی ہے، جس کا بیان اظہار مغالطہ فقرہ نمبر۷ میں گزرا ہے۔ مگر بحکم آنکہ دروغ گورا حافظہ نباشد اور شہادت آیت ’’ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرا‘‘ آپ سے اس عقل مندی وپیش بندی کا اس قدر خلاف بھی ہوگیا کہ چٹھی اسمی گورنمنٹ میں تاریخ نہیں تو سال مقرر کردیا اور یہ کہا ہے جنوری ۱۹۰۶ء تک پہاڑوں سے اجتناب کیا جائے، جس کا صاف منشاء ہے کہ زلزلہ آیا تو جنوری ۱۹۰۶ء تک آوے گا، اس کے بعد نہ آوے گا۔ اس اشتہار میں اس نے ایک قسم کی یہ تعیین بھی کردی ہے کہ زلزلہ موسم بہار میں آوے گا۔ مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ ممکن ہے کہ پہاڑ سے کچھ اور مراد ہو۔ یہ اختلاف بیانیاں اور روباہ بازیاں اس امر کی دلیل ہیں کہ یہ پیش گوئیاں خدا کی طرف سے نہیں ہیں، صرف من گھڑت ڈھکوسلے ہیں، جن سے لوگوں کو ڈرایا اور پھنسایا جاتا ہے۔

گیارہواں نمبر: اس کا یہ فقرہ ہے کہ: ’’میں نے یہ پیش گوئی کسی کمزور بنا پر نہیں کی، بلکہ اگر حکام کی طرف سے میرے اس دعویٰ کی پڑتال ہو، تو کم سے کم ایک ہزار پیش گوئی ایسی ثابت ہوگی، جو سچی نکلی۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۴۰)

خاکسار کہتا ہے کہ حکام وقت ہی نے خلقت خدا کا بیڑا ڈبو دیا ہے، وہ کسی پیش گوئی کی پڑتال کرتے تو خلقت خدا کو یہ دن کیوں دیکھنا پڑتا۔

اب کرشن مہاراج کے اس چیلنج پر اور گورنمنٹ کو چٹھیات خاص میں مخاطب کرنے پر گورنمنٹ نے پڑتال کی طرف توجہ نہ کی تو اس سے کرشن مہاراج کا پانی بہت چڑھ جائے گا اور وہ یہ لن ترانیاں ہانکے گا کہ اگر میں اپنی پیش گوئیوں میں سچا نہیں، تو گورنمنٹ مجھے کیوں نہیں پکڑتی۔ گورنمنٹ تو اس کی ایسی لن ترانیوں کو فضول جان کر ساکت ہے یا اس کے ٹوچ نیوٹرسٹی اس توجہ سے مانع ہے اور اس سے اس کی بہت سے رعایا کے اخلاق واموال تباہ ہورہے ہیں۔ اس کی اپیل بجز خدا تعالیٰ جو تمام گورنمنٹوں کا اعلیٰ حاکم ہے، کس کے آگے کریں۔

اے خدا شاہان شاہ تو گورنمنٹ ہی کو ہدایت کر اور مظلوم رعایا کی باتوں کو سننے والے کان، انکو دیکھنے والی آنکھ، ان کی حالت کو دیکھنے والا دل عطا فرما۔ آمین ثم آمین۔ اگر گورنمنٹ توجہ کرے، تو میں اسلام ومسلمانوں کی طرف سے وکیل ہو کر اس امر کو ثابت کرنے کے واسطے تیار ہوں کہ کرشن قادیان کی ایک پیش گوئی بھی سچی نہیں نکلی۔ مجھے بلانے میں گورنمنٹ کو کسی وجہ سے تامل ہو تو میرا رسالہ اشاعۃ السنۃ طلب ہو اور جن جن مقامات کا میں حوالہ اس مضمون میں اور اس سے پہلے تین مضمونوں میں دے چکا ہوں یا آئندہ دوں، ان مقامات کے تراجم گورنمنٹ کے ملاحظہ میں گزرے۔

باہواں نمبر: اس کا یہ فقرہ ہے کہ: ’’مجھے منجم ہونے کا دعویٰ نہیں، علم جیالوجی (طبقات الارض) کا میں مدعی نہیں۔ صرف وحی والہام سے پیش گوئی کرتا ہوں …… پھر جو لوگ مجھے اس دعویٰ الہام میں جھوٹا جانتے ہیں۔ ان کا میری پیش گوئیوں سے ڈرنا اور تشویش میں پڑنا کیا معنی رکھتا ہے۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۴۱)

خاکسار کہتا ہے کہ جو لوگ آپ کو اس دعویٰ الہام میں جھوٹا جانتے ہیں، وہ تو آپ کی ان پیش گوئیوں کو گوز شتر سے زیادہ وقعت نہیں دیتے۔ ان کا ان پیش گوئیوں سے ڈرنا فی الواقعہ اور بلاشک کوئی معنی نہیں رکھتا۔ مگر کیا دنیا میں اور رعایا گورنمنٹ سبھی لوگ ایسے ہی ہیں

ایسے ہی ہیں۔ ایسا کوئی نہیں، جو ان پیش گوئیوں سے ڈرتا ہو اور اس ڈر سے اس کو نقصان پہنچا ہو۔ بے شک ایسے لوگ بہت ہیں اور وہ دو قسم ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو آپ کو مسیح و مہدی و ملہم پیغمبر مان چکے ہیں، وہ اس قسم کی پیش گوئیاں سن کر اور آپ سے ڈر کر آپ کے مرید ہو گئے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ جو نہ آپ کے پورے معتقد ہیں اور نہ منکر ومخالف وہ آپ کی پیش گوئیاں سن کر یوں ہی دیکھا دیکھی ڈر جاتے اور تشویش میں پڑتے ہیں۔ ان میں بعض عقل مند اپنے ڈر کی وجہ یہ شعر پڑھتے اور اس پر عمل کرتے ہیں:

گاہ باشد کہ کودک ناداں بغلط بر ہدف زند تیرے

اور چونکہ یہ دونوں قسم گورنمنٹ کے ویسے ہی رعایا ہیں جیسا کہ اول الذکر (قسم سوم) منکرین کرشن رعایا ہے۔ لہٰذا گورنمنٹ کا خسروانہ فرض ہے کہ آپ کی دھمکیوں سے ان کو بچاوے اور آپ کے دام میں سے قسم اول کو نکالے اور قسم دوم کو پھنسنے نہ دے۔ ان ہی دو قسموں کی نسبت اخبار والوں نے گورنمنٹ میں اپیل کیا ہے، جس کے جواب میں آپ نے قسم سوم (منکروں) کو پیش کر دیا ہے اور گورنمنٹ کو دھوکہ دیا ہے۔

<u>تیرھواں نمبر:</u> آپ کا یہ فقرہ ہے کہ: ''توبہ واصلاح نفس سے میری مراد اس جگہ یہ نہیں کہ کوئی ہندو یا عیسائی مسلمان ہو جائے یا میری بیعت اختیار کرے۔''

(مجموعہ اشتہارات ج۳ص۳۴۲)

خاکسار کہتا ہے، اس فقرہ میں جو آپ نے گورنمنٹ اور پبلک کو دھوکہ دیا ہے، وہ تمام مضمون اس اشتہار زلزلے بلکہ دیگر اشتہارات متعلقہ زلزلے کے اکاذیب ومغالطات کا لب لباب ونچوڑ ہے۔ لہٰذا ہم بھی اس فقرہ کے اظہار کذب ومغالطہ میں اس کے جملہ اشتہارات کے فقرات نقل کر کے گورنمنٹ اور پبلک پر یہ ثابت کر دیتے ہیں کہ ان پیش گوئیوں (یا دروغ گوئیوں، دھمکیوں) سے کرشن جی کا مطلب بجز اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ ہندو، مسلمان اور عیسائی سب کے سب اپنا مذہب چھوڑ کر کرشن کے پنتھ میں داخل ہو جائیں اور اس کے سیوک ومرید بن جاویں اور سونے چاندی سے اس کا گھر بھر دیں۔ اس مدعا کے اثبات کے لئے، ہم اس کے اشتہارات متعلقہ زلزلے کے اصل فقرات وعبارات نقل کر دیتے ہیں۔ گورنمنٹ اور پبلک خود سمجھ لے اور انصاف کرے کہ ان فقرات سے اس کا

مطلوب ومقصود کیا ثابت ہوتا ہے۔ ہم کچھ نہیں کہتے: ''مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید'' ان فقرات کے الفاظ توجہ کے لائق ہیں۔

اس کا سب سے پہلا اشتہار متعلق زلزلہ ''الدعوت'' ہے جو کہ ۴/اپریل ۱۹۰۵ء کو (مجموعہ اشتہارات ج۳،ص ۵۱۸) میں شائع ہوا ہے۔ اس میں چار فقرات لائق توجہ گورنمنٹ وپبلک ہیں۔

۱...... ''دنیا میں ایک نذیر آیا، پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔''

۲...... ''میں دوبارہ ظاہر کرتا ہوں اور میں قسم حضرت احدیت جل شانہ کی کھا کر کہتا ہوں کہ میرے پر خدا نے اپنی وحی کے ذریعہ سے ظاہر فرمایا ہے کہ میرا غضب زمین پر بھڑکا ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں اکثر لوگ معصیت اور دنیا پرستی میں ایسے غرق ہوگئے ہیں کہ خداتعالیٰ پر بھی ایمان نہیں رہا اور وہ جو اس کی طرف سے اصلاح خلق کے لئے بھیجا گیا ہے، اس سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے۔''

۳...... ''وہی پرانا فقرہ انجیل جس کو ماٹو بنایا تھا، دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔''

۴...... ''میں نے بطور کشف دیکھا کہ دردناک موتوں سے عجیب طرح پر شور قیامت برپا ہے، میرے منہ پر یہ الہام الٰہی تھا کہ موتا موتی لگ رہی ہے اور مجھے دکھایا گیا کہ ملک عذاب الٰہی سے مٹ جانے کو ہے نہ مستقل سکونت امن کی جگہ رہے گی، نہ عارضی سکونت مقاموں پر اور عارضی سکونت گاہوں پر آفت آئے گی اور پھر مارچ کے مہینہ میں خداتعالیٰ نے اپنی پاک وحی سے میرے پر ظاہر کیا کہ مکذبوں کو ایک نشان دیکھایا جائے گا۔''

اس کا دوسرا اشتہار ''الانذار'' ہے جو ۸/اپریل ۱۹۰۵ء کو (مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج۳ص ۵۲۲) کو شائع ہوا۔ اس میں پانچ فقرے لائق توجہ ہیں۔

۱...... وہی پرانا انجیل سے چرایا ہوا فقرہ ''دنیا میں ایک نذیر آیا، پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔''

۲...... ''اور پھر اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میرا فضل تیرے نزدیک آ گیا۔ یعنی

وہ وقت آ گیا کہ تو کامل طور پر شناخت کیا جاوے، حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا۔''

۳...... ''حاصل مطلب یہ ہے کہ جو کچھ نشان ظاہر ہوا اور ہوگا، اس سے یہ غرض ہے کہ لوگ بدی سے باز آ جاویں اور اس خدا کے فرستادہ کو جوان کے درمیان ہے، شناخت کر لیں۔''

۴...... ''ہر ایک جو خدا کے مقدس نبیوں اور رسولوں اور مرسلوں کو بدزبانی سے یاد کرتا ہے اور باز نہیں آتا، وہ پکڑا جائے گا۔''

۵...... ''کاش میں ان کی نظر میں کاذب نہ ٹھہرتا تا دنیا ہلاکت سے بچ جاتی۔''

اس کا تیسرا اشتہار ''**النداء من وحی السماء**'' ہے جو ۱۸ر اپریل ۱۹۰۵ء کو (مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج۳، ص۵۲۵) شائع ہوا۔ اس میں پانچ فقرے لائق توجہ ہیں۔

۱...... ''خدا عزوجل نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ دونوں زلزلے تیری سچائی ظاہر کرنے کے لئے دو نشان ہیں، انہی نشانوں کی طرح جو موسیٰ نے فرعون کے سامنے دکھلائے تھے اور اس نشان کی طرح جو نوح نے اپنی قوم کو دکھلایا تھا۔''

۲...... ''خدا نے مجھے یہ خبر دے رکھی ہے کہ طاعون اس جماعت کی تعداد کو بڑھائے گی اور دوسرے مسلمانوں کی تعداد کو گھٹائے گی۔ سو آخر پر دیکھ لینا چاہئے کہ یہ پیش گوئی سچی نکلی یا جھوٹی۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ظلم کے سبب سے جو کیا گیا اور طاعون کے نشان کو دیکھ کر لوگ ہنسی سے پیش آئے، یہ دوسرا نشان زلزلہ کا ظاہر ہوا۔''

۳...... ''صاف ظاہر ہے کہ اس قسم کے قہری عذاب کے نازل ہونے سے پہلے خدا کی طرف سے کوئی رسول ضرور مبعوث ہوتا ہے، جو خلقت کو آنے والے عذاب سے ڈراتا ہے اور یہ عذاب اس کی تصدیق کے واسطے قہری نشانات ہوتے ہیں۔ اس وقت بھی خدا کا ایک رسول تمہارے درمیان ہے، جو مدت سے تم کو ان عذابوں کے آنے کی خبر دے رہا ہے۔ پس سوچو اور ایمان لاؤ تاکہ نجات پاؤ۔''

۴...... ''میں سچ کہتا ہوں کہ اس آنے والے نشان کے بعد جو مجھ کو قبول کرے گا۔ اس کا ایمان قابل عزت نہیں، جس کے کان ہیں، سنے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا غضب زمین پر بھڑکا ہے۔ کیونکہ زمین والوں نے میری طرف سے منہ پھیر لیا ہے۔''

۵...... ''اور پھر فرمایا کہ میں تیری جماعت کے لوگوں کو جو مخلص ہیں اور بیٹوں کا حکم رکھتے ہیں، بچاؤں گا۔''

اس کا چوتھا اشتہار زلزلے کی خبر بار سوم ہے جو ۲۹ر اپریل ۱۹۰۵ء (مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج۳،ص۵۳۵) کو شائع ہوا، اس میں دو فقرے لائق توجہ ہیں۔

۱...... وہی پرانا چرایا ہوا فقرہ ''دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔لیکن خدا اس کو قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کردے گا۔''

۲...... ''یاد رہے کہ خدا کا غیب نہایت عمیق در عمیق ہوتا ہے۔بجز ان خدا کے مرسلوں کے جو جناب الٰہی میں برگزیدہ ہوتے ہیں اور کسی پر نہیں کھلتا اور کسی کو اس خالص غیب سے اطلاع نہیں دی جاتی۔ پس مجھے خدا تعالیٰ نے اطلاع دی ہے تاکہ وہ جو خدا تعالیٰ کو شناخت نہیں کرتے اور نہ مجھ کو۔ان کو پتہ لگ جائے۔''

ان فقرات کو نظر سرسری سے دیکھنے والا بھی یقین کرے گا اور سمجھ لے گا کہ اس زلزلے کی خبر دینے سے کرشن قادیانی کو مقصود کیا ہے۔اب دیکھئے باریک بین گورنمنٹ اور انصاف پسند پبلک ان فقرات سے کیا مطلب نکالتے ہیں اور کرشن جی کو کیا سمجھتے ہیں۔

## کیا گورنمنٹ اب بھی دروغ گوئی ودھوکہ دہی کرشن قادیانی کا نوٹس نہ لے گی؟

کرشن قادیانی کی انذاری پیش گوئیوں اور دھمکیوں کی طرف ملکی اخباروں (پیسہ اخبار وغیرہ) نے گورنمنٹ کو توجہ دلائی، تو کرشن جی کو کسی قدر ہوش آئی اور یہ فکر پڑی کہ شاید گورنمنٹ کو اپنی مظلوم و نادان رعایا پر رحم آجائے اور وہ ان پیش گوئیوں کی طرف توجہ فرما کر مجھ سے یہ سوال کرے کہ کیوں تم نے ہماری نادان رعایا کو کبھی طاعون سے کبھی زلزلہ سے (ان کو اپنی تائید وتصدیق کا نشان ٹھہرا کر) ڈرایا اور دھمکایا اور ان دھمکیوں سے ان کو دام میں پھنسایا اور ان کا مال دبایا ہے۔اس فکر نے اس کو اشتہار ۱۱ر مئی ۱۹۰۵ء کی اشاعت پر مجبور کیا۔ جس میں اس نے بہت کچھ جھوٹ بول کر اور گورنمنٹ کو دھوکے دے کر گورنمنٹ کے سوال مذکور سے اپنی جان کو چھوڑانا چاہا ہے۔

ازاں جملہ ایک جھوٹ ودھوکہ اس اشتہار کا یہ فقرہ ہے کہ: ''آنے والے زلزلے سے میں خود ڈر گیا ہوں۔اس واسطے میں اپنے کنبہ اور مخلص مریدوں سمیت اپنے پختہ مکانات چھوڑ کر میدان میں خیمے لگا کر پڑا ہوں اور دھوپ کی شدت برداشت کررہا ہوں میں خود ڈر گیا

تو میں نے محض ہمدردی سے نہ کسی خودغرضی سے گورنمنٹ اور پبلک کو بھی ڈرایا اور زلزلے آئندہ کے نقصان سے ان کو بچانا چاہا۔‘‘ (سابقاً)

خاکسار گورنمنٹ کے خیرخواہ اور پبلک کے خادم نے اپنے مضمون سابق میں بضمن اظہار کذب فقرہ ہشتم اشتہار ۱۱ر مئی کرشن قادیان گورنمنٹ پر خوب ظاہر ثابت کر دیا تھا کہ پیش گوئی زلزلے سے کرشن جی کا ڈر جانا بحکم عقل ناممکن ہے کیونکہ اگر یہ پیش گوئی الہام اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور کرشن جی کی تائید وتصدیق کے واسطے کوئی زلزلہ آنے والا ہے، تو اس سے کرشن کا بچ جانا یقینی امر ہے۔ پھر اس سے ان کا ڈر جانا کوئی وجہ نہیں رکھتا اور اگر وہ الہام وپیش گوئی خدا کی طرف سے نہیں، من گھڑت ڈھکوسلہ اور ان کا فرضی وجعلی ہوّا ہے، تو ایسے ہوّے سے ان کا ڈر جانا، کیونکر ممکن ہے؟

لہٰذا کرشن جی کا میدان میں خیمے لگانا اور دھوپ کی شدت برداشت کرنا، کسی نیک نیتی اور ہمدردی پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ اس خودغرضی پر کہ احمق لوگ اس کو زلزلے سے ڈرتا ہوا دیکھ کر ڈر جاویں اور اس کے دام میں آ پھنسیں، جس پر اس کے اشتہارات اربعہ سابقہ کے ۱۶ فقرہ شاہد، ناطق ہیں۔

ہمارے اس بیان کی تصدیق مہاراج کرشن جی نے اپنے اس فعل سے کر دی ہے کہ میدان سے اپنا ڈیرہ اٹھا لیا ہے اور اپنے پختہ مکانوں میں سکونت کو اختیار کر لیا ہے۔ جس سے صاف اور قطعی ثبوت ملتا ہے کہ درحقیقت آپ کو ڈر، ورکچھ نہ تھا، جو تھا لوگوں کو ڈرانے کا حیلہ ووسیلہ تھا۔ پھر جب آپ نے دیکھا کہ جو لوگ ہمارے اس حیلہ سے پھنسنے والے تھے، وہ پھنس چکے ہیں اور باقی ماندہ لوگوں کو اخبار والے بے ڈر کر رہے ہیں اور ہمارے اس منتر کو چلنے اور پھرنے نہ دیں گے، تو آپ نے میدان سے ڈیرہ اٹھا لیا اور اگر واقعی آپ کے دل میں زلزلہ کا ڈر ہوتا تو جنوری ۱۹۰۶ء تک جس کو آپ چٹھی اسمی گورنمنٹ میں میعاد زلزلہ ٹھہر چکے تھے۔ آپ میدان سے ڈیرہ نہ اٹھاتے اور پختہ مکانوں کی سکونت اختیار نہ فرماتے۔

اور اگر آپ اس کے جواب میں یہ بات بتاویں گے کہ الہام یا پیش گوئی زلزلہ منسوخ ہو چکی ہے اور ہم کو خدا کی طرف سے وہ الہام (جو تمہارے رسالہ کے (ص ۳۲۷) میں منقول ہے) یا اس مضمون کا اور الہام ہو چکا ہے یا اس کی تاریخ بدل گئی ہے تو اس سے اوّلاً کرشن جی ہمارے اس بیان کی جو ان کے اشتہار ۱۱ر مئی کے فقرہ نمبر ۷ کے متعلق ہم کہہ چکے

ہیں۔ تائید وتصدیق کریں گے اور دعویٰ الہام میں اپنی دروغ گوئی کا خود اقرار کرنے والے ٹھہریں گے۔ اور ثانیاً وہ اس سوال کے مورد ہوں گے کہ جب آپ نے میدان سے خیمہ اٹھا لیا، تو اس الہام کی منسوخی یا تبدیلی تاریخ کو کیوں مشتہر نہ کیا۔ آپ اس زلزلے سے بے ڈر ہوگئے تھے تو اوروں کو جن کو ڈرا چکے تھے، کیوں بے ڈر نہ کیا۔ کیا آپ کی اس میں بدنیتی اور دھوکہ دہی نہیں پائی جاتی کہ وہ لوگ اس ڈر میں مبتلا رہ کر آپ کی سیوا کرتے رہیں، بے ڈر ہوکر آپ کی سیوا وڈنڈرت نہ چھوڑ دیں۔ گورنمنٹ کا عادلانہ ورحیمانہ فرض ہے کہ وہ آپ سے اس سوال کا جواب طلب کرے اور اب بھی گورنمنٹ کرشن جی کی دھوکہ دہی اور رعایا گورنمنٹ کو ایذارسانی کا نوٹس نہ لے گی۔ تو پھر ہم شاہان شاہ عالم کی جناب میں اپیل ودعا کریں گے کہ وہ احکم الحاکمین گورنمنٹ کو اس طرف توجہ دلاوے اور اس کی نادان بھیڑوں (رعایا) کو اس بھیڑیئے سے چھوڑا دے۔ ذیل میں ہم ایک کھلی چٹھی گورنمنٹ کے نام کی شائع کرتے ہیں۔

## کھلی چٹھی

### بحضور نواب المعلّٰی القاب ہزاکسیلنی وایسرائے وگورنر جنرل ہند
### وہزآنر لفٹنٹ گورنر پنجاب

حضور والا! میں نہایت ادب سے اور خیر خواہی سلطنت وملک اور اپنے مذہب اسلام ودیگر مذاہب کے اشخاص سے ایمانی وانسانی ہمدردی کی نظر سے آپ دو فرمانرواؤں کے حضور میں (جن کو مرزاغلام احمد کرشن قادیانی نے اپنی چٹھیات واشتہارات سے دھوکہ دینا چاہا ہے) اس دھوکہ کو ظاہر کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

حضور والا! ان چٹھیات کا مضمون کرشن قادیان نے اپنے اشتہار ۱۱/مئی میں جس میں روانگی چٹھیات کی اطلاع مشتہر کی ہے، تو پورا نقل نہیں کیا۔ مگر مضمون اشتہار سے معلوم ہوتا ہے کہ ان چٹھیات کا مضمون یہ ہوگا کہ جو میں نے گزشتہ زلزلہ ۴/اپریل ۱۹۰۵ء یا آئندہ زلزلے کی نسبت اشتہارات اربعہ مؤرخہ ۸/اپریل لغایت ۲۹/اپریل میں پیش گوئی کی تھی اس سے میرا مقصود صرف انسانی ہمدردی ہے، نہ لوگوں کو ڈرانا اور دھمکانا اور اس ذریعہ سے ان کو اپنے مذہب میں لانا۔

حضور والا! اگر ان چٹھیات کا یہی مضمون ہے تو یہ اس کی سراسر دھوکہ دہی ہے۔ اس کا مقصود جو اس کی صریح عبارات میں پایا جاتا ہے، صرف دھمکانا اور ڈرانا اور جبراً لوگوں کو اپنے مذہب میں لانا ہے۔ اس امر کا ثبوت خاکسار کے مضمون (کرشن قادیانی کی گورنمنٹ کو دھوکہ دہی اور اس سے پہلے مضامین) میں کافی موجود ہے۔ گورنمنٹ ان مضامین کا پورا ترجمہ ملاحظہ میں لائے اور اگر اس میں کوئی امر دریافت طلب باقی رہ گیا ہو، تو خاکسار سے استفسار فرما کر کرشن قادیانی سے جواب طلب کرے اور اگر گورنمنٹ اس کی دھوکہ دہی تحقیقات جوڈیشل طور پر بذریعہ عدالت کرنا چاہے تو اس کے مقابلہ میں اس کا ثبوت پیش کرنے کے لئے، پبلک اور خاص کر اہل اسلام کی طرف سے خاکسار حاضر ہونے کے لئے تیار و مستعد ہے۔ اور اگر گورنمنٹ نے اس کی پیش گوئی کو لغو سمجھ کر اس کا کچھ نوٹس نہ لیا۔ جیسا کہ عام خیال ہے تو اس سے بہت نادانوں اور بے علموں میں اس کی پیش گوئیوں کا اعتبار بڑھ جائے گا اور اس سے عام رعایا اور گورنمنٹ کو نقصان پہنچے گا۔

خاکسار خیر خواہ سلطنت و دعا گو پبلک ابوسعید محمد حسین ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ

(اشاعۃ السنۃ ج ۲۰ نمبر ۹، ۱۰، ۱۱، ص ۲۸۴، ۳۴۰)

## حاشیہ جات

۱...... لبید شاعر جاہلیت کا وہ شعر ہے، جو دیوان حماسہ میں منقول ہے۔

۲...... جس معنی میں اصل شاعر نے یہ لفظ استعمال کیا ہے، وہ صحیح ہیں۔ مگر یہ مقام اس کی تفصیل کا محل نہیں۔

۳...... جزائر ہوائن میں کلایو کوہ آتش فشاں کی بھٹی میں ایک جھیل تین میل چوڑی ہے، جس میں ہمیشہ پگلا ہوا مادہ یعنی لاوا رہتا ہے اور بعض دفعہ زیادہ گرمی کی وجہ سے وہ جھیل بھٹی کی دیواروں پر سے بہہ جاتی ہے۔ لیکن ابلتا ہوا آتشی تو دہ کبھی منجمد نہیں ہوتا۔ یہ جھیل جو تقریباً تین میل چوڑی ہے، آتشی لہروں میں بہتی ہے۔

(مینول آف جغرفی ص ۱۷او ۳۷)

۴...... شاید اس کے تفسیر و معنی یہ ہوں کہ قوت باہ کی یاقوتیاں اور بادام روغن میں پکا ہوا پلاؤ، جو آپ کے دائمی استعمال میں آتے ہیں۔

۵...... اشتہار ''الوصیت'' میں جس میں پہلے تو طاعون کی خبر تھی اور اب آپ اس کو خبر زلزلہ بتاتے ہیں۔ آپ صاف فرما چکے (چنانچہ بصفحہ ۱۹۱ منقول ہے کہ اس دریا سے پار ہونے کے لئے بجز تقویٰ اور کوئی کشتی نہیں)

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

# کرشن قادیانی کی دھوکہ دہی میں اس کے چیلے کی تیز قدمی سے پیروی

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(فارسی مثل)

بہ نیم بیضہ چو سلطان ستم روا دارد  زنند لشکریانش ہزار مرغ بسیخ

(پنجابی مثل) گورو جنہاندے پٹنے چیلے جان اچھت

کرشن جی مہاراج زلزلے کے متعلق جھوٹ بولتے بولتے اور گورنمنٹ و پبلک کو دھوکہ دیتے تھک گئے اور آنے والے زلزلے سے ناامید ونادم ہوکر میدان سے خیمہ اٹھا کر قادیان میں آ گھسے اور اس عربی نداء ہاتف غیبی ''**الاھل وجدوا ما فقدوا بل یئسوا فانقلبوا**'' کے مصداق بن کر اور اس ندامت کو اٹھانے اور الزام دروغ گوئی سے جان چھڑانے کے لئے بجز خاموشی کوئی حیلہ وسبیل نہ پاکر خاموشی اختیار کر بیٹھے، تو چیلوں کا دل ٹھہرانے اور آنسو پوچھنے کے کے لئے اس ڈیوٹی کو آپ کے ایک چیلے (ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز) نے اپنے ذمہ لے لیا اور اس میں گورو جی کو پیچھے چھوڑ کر تیز قدمی وسبقت کا حیرت انگیز ثبوت دیا۔

آپ نے پرچہ (نمبر۸، ج۴ بابت ماہ اگست ۱۹۰۵ء) میں ایک مضمون شائع کیا ہے، جس کا عنوان یہ ہے ''زلزلہ کی پیش گوئیاں'' اور اس کے ذیل میں یہ کہا ہے، ولایت کے میگزین اکلت ریویو میں ایک مضمون ۴ر اپریل والے زلزلہ کے متعلق شائع ہوا ہے، جس میں یہ لکھا گیا ہے کہ زلزلے عموماً چاندگرہن یا سورج گرہن کے بعد آتے ہیں۔

چنانچہ یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ اسی بناء پر زیڈکیل جنتری میں جو اکتوبر کو شائع ہوئی تھی۔ یہ لکھا گیا تھا کہ ۷۴ درجہ طول بلد کے قریب مارچ کے اخیر یا اپریل کے ابتداء میں ایک دھکہ زلزلہ کا محسوس ہوگا۔ اس کے بعد چیلہ جی نے بقدر ایک صفحہ کے اپنا مضمون لکھا ہے، جس میں گورو جی کی دھوکہ دہی و دروغ گوئی کی تقلید وپیروی کے ساتھ اس پر ایسی تیز قدمی وسبقت اختیار کی ہے کہ اس میں گورو جی کو پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔

اس مقام میں اس مضمون کے چار فقرے نقل کرتے ہیں اور اس دروغ گوئی گرو جی کی پیروی اور ان پر سبقت دونوں کا ثبوت ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

<u>فقرہ اوّل:</u> ''زیڈکیل کی جنتری اکتوبر ۱۹۰۴ء کو شائع ہوئی اور اس میں کسی ملک کا نام نہیں کہ فلاں ملک میں زلزلہ آئے گا۔ اس طول بلد ۷۴ درجہ پر بہت ممالک واقع ہیں اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ اصل مرکز زلزلے کا جہاں اس کی تباہی سب سے زیادہ ہوئی

ہے، کانگڑہ ہے جو ۷۶، ۷۷ درجہ طول کے درمیان واقعہ ہے۔ اس جنتری کی اشاعت سے دس ماہ پہلے ایک شخص (آپ کے گوروجی نے) خدا سے الہام پا کر یہ اخبار میں شائع کیا تھا کہ ایک دھکہ زلزلہ کا اس ملک میں محسوس ہونے والا ہے۔

پھر اس اشاعت سے ۵ ماہ بعد یعنی اس جنتری سے ۵ ماہ پہلے یہ پھر شائع کیا کہ اس ملک کے ایک بڑے حصہ میں مکانات بالکل زمین سے مل جاویں گے، جیسا کہ الہام ''عفت الدیار محلھا ومقامھا'' سے پایا جاتا ہے۔''

اس فقرہ میں چیلہ جی کا یہ کہنا کہ اشاعت جنتری زیڈکیل کے پہلے گوروجی نے زلزلہ کی پیش گوئی کر دی تھی۔ گوروجی کی تقلید اور پیروی ہے۔ جس کا جواب آپ کو مل چکا ہے کہ زلزلہ ۴راپریل سے پہلے زلزلہ کا وجود آپ کے خواب وخیال میں بھی نہ آیا تھا۔ جو کچھ آپ نے کہا تھا، طاعون کے متعلق کہا تھا اور اس امر کا اعتراف آپ کے اشتہارات ''الوصیت اور النداء'' میں موجود ہے اور اس دروغ گوئی میں جو چیلہ جی سے پیش قدمی ہوئی ہے۔ وہ ان کا یہ کہنا ہے کہ زیڈکیل نے وقوعہ زلزلہ کا محل نہیں بتلایا تھا اور ہمارے گوروجی نے محل بتا دیا تھا کہ وہ یہ ملک یعنی پنجاب ہوگا اور اس کے ایک بڑے حصہ میں مکانات زمین سے مل جائیں گے۔

ناظرین اس قدر زاید کا دروغ ہونا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان الفاظ اس ملک اور اس ملک کے بڑے حصہ کا نام ونشان زلزلہ کے متعلق گوروجی کے کسی اشتہار یا ان کے کسی اخبار میں پایا نہیں جاتا۔ چیلہ جی اس دعویٰ میں سچے ہیں، تو کسی اخبار یا اشتہار کا حوالہ دے کر اس کی عبارت نقل کریں اور اس پر ہماری حیثیت کے موافق ہم سے انعام لیں۔ یہ نہ ہو سکے تو اس دروغ گوئی اور دھوکہ دہی سے تائب ہوں۔ بلکہ گوروجی کے سیوک ہونے سے جس کا پھل یہ دروغ گوئی ہے دست بردار ہو جائیں۔

فقرہ دوم: ''کیا الہام الٰہی میں قبل اس کے کہ سیاروں کا اجتماع معلوم ہو سکے یا جنتری میں شائع ہو، زلزلہ کی خبر نہیں دی گئی اور پھر زیڈکیل جنتری کی خبر ہے بھی مہمل، کیونکہ اس میں صرف اس قدر کہا گیا ہے کہ تیز دھکہ کا زلزلہ محسوس ہوگا۔ مگر تیز دھکے دنیا میں ہمیشہ اور ہر ملک میں کم وبیش رہتے ہیں۔ نیوز لینڈ، بندر عباس، سیویزلینڈ، فرانس، اٹلی، ویلیز، ٹرکی وغیرہ میں محسوس ہوئے۔ لہٰذا تیز دھکہ کہہ دینا کوئی علم نہیں دیتا۔ مگر خداتعالیٰ عالم الغیب نے جو وحی کی (یعنی آپ کے گوروجی کو) اس میں نہ صرف تیز دھکہ ہی بتلایا گیا ہے، بلکہ ساتھ ہی

یہ بتلا دیا گیا ہے کہ اس قسم کا زلزلہ ہوگا کہ ایسا زلزلہ پنجاب میں پہلے کبھی نہیں ہوا۔ جس سے ایک حصہ ملک پنجاب میں عمارتیں بھی نیست ونابود ہوجاویں گی۔ اب یہ وہ بات ہے کہ جس پر انسانی عقل احاطہ نہیں کرسکتی۔''

اس فقرہ کے پہلے حصہ میں تو وہی گوروجی کی معمولی دروغ گوئی میں پیروی ہے (جس کا جواب ابھی دیا گیا ہے) اس کے بعد جو کہا ہے، وہ اس جھوٹ میں چیلہ جی کی پیش قدمی ہے اور نہایت دلیرانہ دروغ گوئی چیلہ جی کو اس کی سچائی کا دعویٰ ہے۔ تو وہ گوروجی کے زلزلہ ۴ راپریل سے پہلے کسی اشتہار یا اخبار سے یہ الفاظ نقل کر کے دکھلا دیں اور ہم سے جو چاہیں انعام لیں۔ یہ نہ ہوسکے تو اس دروغ گوئی اور دھوکہ دہی سے، بلکہ گوروجی کی سیوکی سے جو اس دروغ گوئی کا پھل لائی ہے، توبہ کرے۔

فقرہ سوم: ''خالی تیز دھکہ کہنا ایک مبہم لفظ ہے۔ مگر وحی الٰہی نے کوئی ابہام باقی نہیں چھوڑا۔''

فقرہ چہارم: ''بلکہ ایسے صاف الفاظ میں زلزلہ کی کیفیت کو بیان کر دیا ہے، جس سے بڑھ کر صفائی ممکن نہیں۔''

ان دونوں فقروں میں چیلہ جی نے دروغ گوئی اور دھوکہ دہی کو درجہ انتہا تک پہنچا دیا ہے اور گوروجی کو بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے اور مصرع:

چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد

کا مصداق بن کر دکھلا دیا ہے۔ اصل الہام اردو کرشن جی میں جو ان کے اخبار جنوری ۱۹۰۳ء میں شائع ہوا ہے، صرف زلزلہ کا دھکہ بولا گیا ہے اور اس کے ساتھ کوئی بیان وتشریح نہیں۔ بلکہ اس کے بعد ایسا فقرہ بولا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیش گوئی نہیں ہے۔ کسی موجودہ واقعہ کی حکایت ہے اور وہ یہ فقرہ ہے ''میں کوئی زلزلہ محسوس نہیں پاتا''۔ اور اصل عربی الہام جو ان کے اخبارات مئی ۱۹۰۴ء اور اشتہار ''الوصیت'' (مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج۳، ص۵۱۵) میں شائع ہوئی ہیں۔ صرف یہ الفاظ ہیں ''عفت الدیار محلها ومقامها'' اور اس کی بھی کوئی تشریح وتبیین اخباروں میں نہیں ہوئی۔ صرف لفظ (متعلقہ طاعون) خطوط وحدانی میں لگایا گیا ہے اور اشتہار ''الوصیت'' میں اس کی تبیین یا تشریح ہوئی ہے، تو طاعون سے ہوئی ہے۔

اسی طاعون کا اس ملک میں ظاہر ہونا اور اسی طاعون سے اس ملک کا مٹ جانا

بیان ہوا ہے اور اسی طاعون کی نسبت یہ کہا گیا ہے کہ جب سے دنیا ہوئی ہے، ایسی سختی کے دن کبھی نہیں آئے۔ان تشریحات کے ساتھ کرشن جی کے کسی الہام یا کلام میں جو زلزلہ ۴رار پریل کے پہلے شائع ہوا ہو۔ زلزلہ کا نام ونشان نہیں پایا جاتا۔ بایں ہمہ زلزلے کے دھکے کو چیلہ جی کا مفسّر اور مبیّن قرار دینا اور اس کے مقابلہ میں زیڈ کیل جنتری کے تیز دھکہ کو مبہم قرار دینا پرلے سرے کی دروغ گوئی نہیں تو اور کیا ہے؟

ناظرین! ہم نے صرف اپنی تحقیقات ومعلومات متعلقہ تصانیف اشتہارات کرشن جی پر اکتفانہ کر کے کرشن جی کے بہت سے چیلوں سے جو لاہور میں رہتے ہیں اور ان کا مکان کرشن جی کا لاہور میں ہیڈ کوارٹر یا گورنمنٹ ہاؤس کہلاتا ہے اور ان میں سے لائق ذکر اور کرشن پنتھیوں میں مشہور دو شخص ہیں۔ (۱) مالک کارخانہ مرہم عیسیٰ (۲) ومالک اخبار البدر قادیان چیلنج کیا اور یہ کہا۔ اگر آپ لوگ زلزلہ ۴راپریل سے کسی پہلی تحریر واشتہار کرشن جی میں زلزلہ کے متعلق یہ چار تشریحیں والفاظ جو ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز نے بیان کی ہیں کہ:

(۱) وہ زلزلہ اسی ملک میں ہوگا اور (۲) ملک پنجاب میں ہوگا اور اس ملک کے بڑے حصہ کے مکانات اس سے زمین میں مل جائیں گے اور وہ ایسا زلزلہ ہوگا کہ اس سے پہلے کوئی زلزلہ پنجاب میں نہیں ہوا، تو اس کے صلہ میں آپ کو وعدہ دیتا ہوں کہ میں آئندہ مرزا کا تعاقب چھوڑ دوں گا اور اگر آپ لوگ نقد انعام چاہیں تو ایک سو (۱۰۰) سے پانچ سو روپیہ تک دینے کو حاضر ہوں اور اگر ان تشریحات کا زلزلہ کے متعلق کہیں وجود نظر نہ آیا تو آپ کو کرشن جی کی پیروی کا چھوڑنا لازم ہوگا۔ اس پر ان لوگوں نے بہت کچھ ہاتھ پیر مارے اور اخباروں کے فائل ڈھونڈ ڈالے، مگر ان کو کہیں ان تشریحات کا نام ونشان متعلق زلزلہ نظر نہ آیا۔

یہ بھی ان سے کہا گیا ہے کہ آپ لوگ قادیاں سے مدد لیں، جس کو چاہیں۔ ملّا احسن امروہی وحکیم نورالدین بھیروی کو بلا کر ان سے تشریحات کی نشان دہی کرادیں۔ اس امر کا بھی ان سے حوصلہ نہ ہوسکا۔ آخر انہوں نے صاف کہہ دیا کہ ایڈیٹر کی یہ تشریحات غلط ہیں۔ ہم ان کی نشان دہی کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ جس سے کس وناکس کو یقین ہوسکتا ہے کہ ان تشریحات کے دعویٰ میں چیلہ جی نے محض دروغ گوئی سے کام لیا اور کرشن جی کا الہام (زلزلہ کا دھکہ) زیڈ کیل کی پیش گوئی تیز دھکہ کا زلزلہ سے زیادہ مبہم ومہمل ہے۔ کرشن جی کی پیش گوئی کا زیڈ کیل کی پیش گوئی سے بڑھ کر مبہم ومہمل ہونا ثابت ہوا۔

تو اب ناظرین پر ایک اور دروغ گوئی ودھوکہ دہی ان لوگوں کا اظہار کیا جاتا ہے اور وہ ان کی دروغ گوئی ودھوکہ دہی پر ایک بڑی قوی دلیل اور سخت الزامی حجت ہے اور وہ یہ ہے کہ ان لوگوں کا اپنی ان مبہم ومہمل پیش گوئیوں پر کہ ''عذاب الٰہی یعنی طاعون سے ملک مٹ جانے کو تیار ہے اور دردناک موتوں سے عجیب شور برپا ہے اور موتا موتی لگ رہی ہے'' اور زلزلہ کا دھکہ ''عفت الدیار الخ'' کو جن میں اصل الہامات میں کوئی تشریح نہیں کی وہ عذاب زلزلہ ہے یا طاعون اور وہ کس وقت اور کس ملک میں آئے گا اور وہ کس قسم کا ہوگا تو آسمانی نشان بنالیا ہے اور ان کو اپنی نبوت اور صداقت کی قطعی دلیل ٹھہرالیا۔ مگر حضرت مسیح علیہ السلام کی اس قسم کی پیش گوئیوں کا خوب ہی خاکہ اڑایا ہے۔ ان کی تحقیر وتوہین کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔

چنانچہ (ازالہ اوہام ص۶،۷، خزائن ج۳ ص۱۰۶) میں کہا ہے: ''مسیح کے معجزات وپیش گوئیوں پر جس قدر اعتراض وشکوک پیدا ہوتے ہیں، میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے ہوں۔ کیا تالاب کا قصہ مسیح کے معجزات کی رونق کو دور نہیں کرتا اور پیش گوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ تر ابتر ہے۔ کیا یہ بھی کوئی پیش گوئیاں ہیں کہ زلزلے آئیں گی، مری پڑے گی، لڑائیاں ہوں گی، قحط پڑیں گے''۔

ناظرین! حضرت مسیح علیہ السلام کی ایسی مبہم پیش گوئیوں کی نسبت ایسی توہین وتحقیر کے کلمات کہنے اور اپنی اس قسم کی پیش گوئیوں کو بانس پر چڑھانا اور ان کو مبیّن اور مشرّح قرار دے کر اپنی صداقت کی دلیل ٹھہرانا، دھوکہ دہی اور دروغ گوئی نہیں، تو پھر دنیا میں دروغ گوئی کس کا نام ہے۔ انصاف! انصاف!! انصاف!!!

اس سے بھی بڑھ کر سنو، چیلہ جی کی کرتوت تو یہ ہے اور اس پر دعویٰ یہ کہ ہم ایسے مضامین جو اسلام کو مدد دیں، رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں شائع کر کے دین اسلام کو مدد پہنچا رہے ہیں اور اس مدد پہنچانے میں ''ہمچو ما دگرے نیست'' کے مدعی ہیں۔ ریویو کی (ج۴، نمبر۷) میں آپ فرماتے ہیں:

## سلسلہ احمدیہ کی سچائی پر ایک ہی دلیل کافی ہے

پھر اس کے ثبوت میں فرماتے ہیں، اس کی ایک ہی مثال کافی ہے کہ کس نے یہ کوشش کی کہ انگریزی زبان میں صرف مذہب اسلام کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے یورپ اور امریکہ

کے رہنے والوں تک یہ پاک پیغام پہنچائے کہ سب غلطیوں سے پاک اور اللہ تعالیٰ کے تعلق پیدا کرنے والا اور سچا روحانی مذہب صرف ایک ہی ہے، یعنی اسلام۔ پھر کس قوم نے کوشش کی، جیسی کہ ہماری قوم نے کہ ان رسالوں کی سینکڑوں کاپیاں مفت ان لوگوں کے گھروں میں پہنچائیں۔ یہ جوش سچائی کی حمایت کا اور باطل کی تردید کا کسی کاذب دل میں بھی پیدا ہوسکتا ہے؟

اس جگہ ایک تازہ شہادت بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اس سلسلہ کی تحریروں کو ایک تعصب سے پاک دل کس وقعت کی نگاہ دے دیکھتا ہے۔ اس سے پہلے امریکہ میں مسٹر دیب، آسٹریلیا میں مسٹر سیوارٹ اور مسٹر ہنری مجل، انگلستان میں مسٹر کوئیلم کی شہادت کا کئی دفعہ اشتہارات وغیرہ میں ذکر آ گیا ہے۔

حال میں ایک انگریز کی خط وکتابت ہمارے ساتھ شروع ہے، جس کے نام کو میں ابھی مصلحۃً ظاہر نہیں کرتا۔ وہ پہلا خط حضرت اقدس (کرشن جی مہاراج) کے نام لکھتا ہے: ’’میں نے اب تک ایک بھی ایسی کتاب نہیں پڑھی، جس میں اسلام کی حمایت اس قدر زور کے ساتھ کی گئی ہو۔ جیسی آپ کے شاندار پرچے میں۔ پھر دوسرے خط میں جو میرے نام تھا، وہ صاحب لکھتے ہیں، میں نے اب تک کوئی کتاب یا پرچہ نہیں پڑھا، جس میں اسلام کی حمایت اس طاقتور اور زبردست ہاتھ سے کی گئی ہو۔‘‘

اس کے جواب میں صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ بے شک آپ کے ریویو میں بعض مضامین، مسائل جزیہ فرعیہ اسلام کی تائید میں نکلتے ہیں۔ مگر اس حلوے میں زہر کی آمیزش بہت ہوتی ہے۔ حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام کو قبل از وقت وفات مار کر ان کی جگہ خود غصب کر کے سنبھال لینا۔ پھر اس غصب ومداخلت بے جا پر صبر واکتفا نہ کرنا۔ بلکہ ان کو ہمیشہ تحریرات میں کوستے رہنا اور ان کی اہانت کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرنا (جیسے آپ کے گروجی کا یہ کہنا:

اینک منم کہ حسب بشارت آمدم عیسیٰ کجاست تابنہد پا بمنبرم

(ازالہ اوہام ص۱۵۸، خزائن ج۳ ص۱۸۰)

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰)

وہ تو شرابی، کھاؤ پیوؤ، تھا۔ اس کے ننہال میں دو کسبیاں تھیں وغیرہ وغیرہ۔ ایسی زہر ہلاہل ہے، جس نے گوروجی اور چیلے کی تمام تائید جزئیات اسلام کو ’’کان لم تکن‘‘

کردیا۔ اس پہلی چوکڑی بھول جانے نے مسائل جزیہ اعتقادیہ وعملیہ میں سے آپ لوگوں کو اسلام کے سیدھے راہ سے بھلادیا اور پچلا دیا ہے۔ حتی کہ حقیقت ایمان باﷲ وایمان بملائکتہ، نزول وحی ورسالت وحشر نشر ونعیم جسمانی جنت، الام دوزخ سے بھی منکر بنا دیا۔ جس کے بیان ونظائر وتمثیلات کا رسالہ اشاعۃ السنۃ کی (ج۱۳ الغایت ج ہذا۲۰۱) کی متکفل ہے۔

اس مخالفت اصول دین کے ساتھ آپ کا کسی مسئلہ جزئی، فرعی میں اسلام کی تائید کرنا ایسا ہے، جیسے ایک منافق کا ایک اسلامی لڑائی (روز خیبر) میں سینہ سپر ہوکر لڑنا اور بہت سے زخم کھانا، جس کا ذکر صحیح بخاری کے (۶۰۶ و۹۷۷) وغیرہ کی اس حدیث حضرت ابوہریرہؓ میں ہے، جس کا خلاصہ ومطلب یہ ہے کہ ایک شخص مدعی اسلام خیبر کی لڑائی میں آنحضرتﷺ کے ساتھ تھا۔ آنحضرتﷺ نے اس کے حق میں فرمایا کہ یہ دوزخی ہے۔ جب لڑائی کا وقت آیا، تو وہ بہت ہی لڑا، پھر جب اس کو بہت زخم پہنچے تو اس نے اپنے ترکش سے تیز تیر نکال کر اور اس سے اپنے آپ کو ہلاک کیا۔ لوگ دوڑتے ہوئے آنحضرتﷺ کے پاس پہنچے اور عرض کیا کہ جس شخص کو آپ نے جہنمی کہا تھا، وہ واقعی جہنمی نکلا اور خدا نے آپ کی بات کو سچ کردیا ہے۔ آنحضرتﷺ نے بلالؓ کو حکم دیا کہ تمام لوگوں کو پکار سناوے کہ بہشت میں وہی جائے گا، جو مومن ہوگا اور اس دین کی خداتعالیٰ اس شخص کے ذریعے بھی مدد کرتا ہے، جو خود (مومن ہو، فاسق) ہو۔

اب رہا جواب تحسین انگریزان نومسلم، سو یہ بیت صائب ہے:

صائب دو چیز مے شکند قدر شعر را تحسین ناشناس و سکوت قدر شناس

وہ بے چارے نومسلم ہیں، وہ ابھی حقائق متشابہات اسلام، نزول مسیح وحقیقت ملائکہ وحشر ونشر کب سمجھ سکتے ہیں۔ متشابہات اسلام کی حقیقت تو کرشن جی اور ان کے پرانے سیوک (مولوی) نہیں سمجھتے اور اسی وجہ سے وہ ان حقائق سے انکاری ہوکر شن پینتھ میں داخل ہوگئے ہیں۔ پھر ان بے چارے نومسلموں پر کیا افسوس ہے۔ یہ حدیث توجہ ان لوگوں کے بھی لائق ہے، جو بعض اشخاص کو آریہ وغیرہ مخالفین اسلام وسنت سے مقابلہ کرتا ہوا دیکھ کر پہلوان اسلام سمجھتے ہیں اور اس کے عقائد کا کچھ لحاظ نہیں کرتے کہ موافق اسلام وسنت ہیں یا نہیں۔

(اشاعۃ السنۃ ج۲۰ ش۱۱ ص۳۴۰ تا۳۴۸)

أنا خاتم النبيين لا نبي بعدي

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

# اسلامی حکم سیاسی متعلق جہاد و قتل مرتد

## اور سید محمد و مرزا غلام احمد

# لائق توجہ گورنمنٹ

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مرزا غلام احمد اور اس کے ایک حواری نے اس قسم کے مضامین سول وملٹری گزٹ ۷رمئی ۱۹۰۷ء میں شائع کئے تھے۔ جن میں یہ جتایا تھا کہ برٹش گورنمنٹ سے اس کی موجودہ حالت نیوٹرلٹی (عدم مداخلت مذہبی) میں مذہبی جہاد کو ناجائز جاننا خاصۂ اور صرف مرزائی پارٹی کا اعتقاد ہے، جس میں مسلمان عموماً اور ہزمیجسٹی امیر افغانستان خصوصاً ان کے مخالف ہیں۔ اسی مخالفت کی وجہ سے اس کا ایک مرید کابل میں قتل کیا گیا ہے۔

سید محمد ایڈیٹر اخبار الحق کراچی نے ان کے مضامین کو عام مسلمانوں اور خاص کر ہزمیجسٹی امیر پر غیر شریفانہ حملہ قرار دے کر سول ملٹری گزٹ ۲۳رمئی ۱۹۰۷ء میں ان کا یہ جواب دیا ہے، جو دوفقروں میں منقول ذیل ہے:

۱...... گورنمنٹ کی موجودہ حالت نیوٹرلٹی میں اس سے مذہبی جہاد کرنا تمام عالم وفاضل مسلمانوں کے نزدیک ناجائز ہے، بلکہ اصول اسلام کے مخالف ہے۔ لہٰذا مرزا کا یہ الزام عام مسلمانوں پر محض اتہام ہے اور خاص کر ہزمیجسٹی امیر پر جو برٹش گورنمنٹ کے سچے دوست ہیں، مصالح ملکی کی نظر سے بھی بے جا اور نامناسب ہے۔

۲...... مرزا کے مرید کا کابل میں قتل کیا جانا، اس وجہ سے نہیں ہوا کہ وہ مرزا گورنمنٹ سے جہاد کو ناجائز بتاتا تھا، بلکہ وہ اس وجہ سے ہوا تھا کہ مرزا اسلام سے مرتد ہوکر خاتم المرسلین ﷺ اور کل انبیاء کی (جن میں حضرت مسیح بھی شامل اور اعتقاد اہل اسلام میں قابل عزت وتوقیر ہیں) توہین کرتا اور ان کو گالیاں دے چکا تھا اور خود مدعی نبوت بن بیٹھا تھا اور اس کی ان باتوں کو تسلیم کرنے کی وجہ سے، اس کا وہ مرید جو قتل کیا گیا ہے، مرتد ہو چکا تھا۔

اس کے جواب میں مرزا نے پھر قلم اٹھایا اور سول وملٹری گزٹ ۲۸رمئی ۱۹۰۷ء میں ایک مضمون مشتہر کیا، جس میں چار فقرے لائق بحث ونظر ہیں:

۱...... ''میں اور میرے مرید اتھوڈاکس (راسخ مسلمان ہیں) خدا کو اور رسول کو اور قرآن کو مانتے ہیں۔ اس لئے ہم مرتد نہیں ہیں، پھر جو ہم کو اسلام سے مرتد قرار دیا گیا ہے اور ہمارے مرید کو قتل کیا گیا ہے، تو اس کی وجہ بجز اس کے اور کوئی نہیں ہے کہ ہم اس مہدی اور مسیح موعود کے منکر ہیں، جو بزور شمشیر اسلام پھیلائیں گے اور اسی بناء پر ہم جہاد کے بھی منکر ہیں، جو عام مسلمانوں کے خیال میں مانا گیا ہے۔''

۲...... ''جو سلوک ہم سے کابل میں کیا گیا ہے، یہی سلوک مکہ اور مدینہ اور تمام اسلامی سلطنتوں میں ہمارے ساتھ جائز سمجھتا جاتا ہے اور ہمارے جانوں اور مال اور مذہب کو بجز سلطنت برٹش گورنمنٹ کسی جگہ امن نہیں ہے، اس لئے جیسے ہم اس سلطنت کے خیر خواہ اور دوام قیام کے طالب ہیں، کوئی دوسرا مسلمان نہیں ہوسکتا۔''

۳...... ''ہم مسلمان کے اس مقدس مسئلہ کو کہ مہدی و مسیح آئیں گے اور بزور شمشیر اسلام پھیلائیں گے۔ خطرناک سمجھتے ہیں اور یہی مسائل سرحدی مسلمانوں کی تباہی کے باعث ہوتے ہیں، جب جاہل لوگوں کے دلوں میں ایسے خیال جگہ پکڑ لیتے ہیں، تو بجرد اس کے کہ کوئی شخص مہدی ہونے کا دعویٰ کرے اور تلوار ہاتھ میں لے تعصب کی آگ شعلہ زن ہوجاتی ہے، جاہلوں کی کثیر تعداد اس کے ساتھ ہوجاتی ہے۔ لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ یہ اعتقادات غلط ہیں۔ مذہب اسلام کی صادق روشن تعلیم کی موجودگی میں کسی جہاد کی ضرورت نہیں ہے، مسلمانوں میں جو دانا ہیں۔ وہ ایسے اعتقادات کو آہستہ آہستہ چھوڑتے جاتے ہیں۔''

۴...... ''میں یہ نہیں کہتا کہ راسخ مسلمانوں سے جو ہمارے مخالف ہیں وہ گورنمنٹ کے وفادار رعیت نہیں ہیں، وہ وفادار تو ہیں ولیکن اگر وہ ایسے اعتقادات کو چھوڑ دیں تو زیادہ بہتر ہے۔''

حضرات ناظرین! میں ان دونوں خیالوں پر منصفانہ محاکمہ کرنا چاہتا ہوں۔ مگر جو لوگ مجھ سے پہلے واقف نہیں وہ پہلے مجھے دیکھیں اور میرا رسالہ ''**الاقتصاد فی مسائل الجہاد**'' کی (جو تین زبانوں، اردو، انگریزی، فارسی) میں چھپ کر سر چالس اچیسن سر جیمس لائل اور سر فریڈرک رابرٹس کے نام ڈیڈیکیٹ ہوچکا ہے اور اس کے عربی ایڈیشن کی (جس کو میں ہز مجسٹی امیر کے نام ڈیڈیکیٹ کرنا چاہتا ہوں) اشاعت زیر تجویز ہے کہ جس زبان سے وہ دلچسپی رکھتے ہوں، اس کی ایک کاپی طلب فرما کر ملاحظہ کریں۔

پھر اس رسالہ اور میرے دیگر مضامین مندرجہ اشاعت السنۃ کے متعلق جو چٹھیات وسرٹیفکیشن اعلیٰ افسران گورنمنٹ کے چھپ چکے ہیں اور ان کی بھی ایک کاپی آپ کے ملاحظہ کے لئے ارسال ہوسکتی ہے۔ ملاحظہ فرماویں۔ ان چٹھیات خصوصاً ترجمہ چٹھی فارسی گورنمنٹ پنجاب سے جو اس کاپی میں دوسرے نمبر پر درج ہے۔ میری رائے کی وقعت کا اندازہ کریں، جو گورنمنٹ اور اہل اسلام کی نظر میں ہے اور پھر مرزا غلام احمد کی رائے کی وقعت کا اندازہ کریں کہ وہ اہل اسلام میں کس قدر ہے اور گورنمنٹ میں کس قدر ہے۔ اہل اسلام میں تو اکا

اندازہ اس کے مضمون کے دوسرے فقرے سے ہوسکتا ہے۔ جس میں وہ لکھتا ہے کہ تمام اسلامی سلطنتوں میں مرتد واجب القتل سمجھا جاتا ہوں اور گورنمنٹ میں اس کی رائے کی وقعت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے، کہ اس کے مضامین ممانعت جہاد کے مشتہر کرنے پر بھی گورنمنٹ کی طرف سے اس کے نام کی دوحرفی چٹھی بھی اس کو عطا نہیں ہوئی۔ جس میں مسرت وخوشنودی کا اظہار ہو۔

اس کے بعد یہ منصفانہ محاکمہ سنیں کہ جو کچھ سید محمد ایڈیٹر ''الحق'' نے کہا ہے سچ اور بالکل صحیح۔ اس کے فقرہ اول کی صداقت پر ایک تو میرا رسالہ ''الاقتصاد فی مسائل الجہاد'' شاہد عدل ہے۔ دوسرا گواہ اس سے پیشتر کا رسالہ ''ڈاکٹر سر سید بجواب رسالہ ڈاکٹر ہنٹر'' ان دونوں کے ہوتے تیسرے گواہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ رسالہ سر سید امید ہے ناظرین کے ملاحظہ سے گزرا ہوگا۔ اگر اس کی ضرورت ہو تو وہ بھی حاضر ہے اور اس کے فقرے کے پہلے حصہ کی (کہ اس کے مرید کو مرتد قرار دے کر قتل کیا گیا ہے) صداقت پر خود مضمون مرزا کا فقرۂ دوم ناطق، گواہ ہے۔

رہا اس کا پچھلے حصہ (کہ اس کو انبیاء کی توہین ودشنام دہی اور دعویٰ نبوت کی وجہ سے مرتد قرار دیا گیا ہے، نہ مسئلہ جہاد کی وجہ سے) اس کی صداقت پر بھی دو گواہ ہیں۔ ایک مرزا کی تصانیف جن میں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور نبی آخرالزمان اور حضرت مسیح کی توہین کی ہے، جو اس کے بعینہا الفاظ سے نقل کی جاتی ہے۔

(ازالہ اوہام ص۵۳۳، خزائن ج۳ ص۳۸۶) میں وہ لکھتا ہے ''خداتعالیٰ نے اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے اور نبی بھی'' اور (ضمیمہ انجام آتھم ص۵، خزائن ج۱۱ ص۲۸۹ حاشیہ) میں حضرت مسیح کا ذکر کر کے اس نے کہا ہے: ''آپ کی عقل موٹی تھی، آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کرنے کی اکثر عادت تھی، جس پر یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے، آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔''

اور اس کے (ص۷) میں لکھتا ہے: ''آپ کا خاندان نہایت پاک مطہر (یعنی ناپاک) ہے، تین دادیاں اور نانیاں زناکار تھیں، کسبی عورتیں تھیں، جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے''۔ اور رسالہ (دافع البلاء ص۱۳، خزائن ج۱۸، ص۲۳۳) میں لکھا ہے کہ:

’’میں اسرائیلی مسیح ابن مریم سے پرشان میں بڑھ کر ہوں۔‘‘

دوسرا گواہ ایک معزز عہدہ دار سلطنت کابل (جو اس دربار میں جس میں مرید مرزا پر مرتد ہونے کا حکم لگایا تھا، شامل وشریک تھا) کی دستخطی تحریر ہے، جو مضمون سول وملٹری ۲۸؍مئی کو پڑھ کر اس نے میرے پاس پشاور سے ارسال کی ہے۔ اس تحریر میں وہ عہدہ دار لکھتا ہے ’’میں خود اس جلسہ میں جو مسجد شاہی کابل میں ہوا تھا، موجود تھا۔ جہاد کا ذکر مطلق نہ ہوا تھا۔ صرف ارتداد کا فتویٰ دیا گیا تھا۔ کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے کا قائل نہ تھا اور مرزا اس کے پیر نے حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں دشنام وتوہین کے لفظ استعمال کئے تھے۔‘‘

میں کہتا ہوں ایسے مرتد کو جو نبیوں کو گالی دے اور ان کی توہین کرے، قتل کرنے کی فلاسفی اور پولیٹکل وجہ یہ ہے کہ اس کے ان افعال سے تمام اہل المذاہب میں اشتعال پیدا ہوکر اس سے کشت وخون ونقض امن عامہ خلائق کے وقوع کا اندیشہ ہوتا ہے۔

اسی وجہ سے اسلام میں ایسے فتنہ انداز مرتد کو قتل کرنے کا حکم ہے، جیسے کہ دنیا کی تمام سلطنتوں میں پادشاہوں کی اہانت کرنے والوں اور بغاوت پھیلانے والوں کو پھانسی یا عبور دریائے شور کا حکم دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ آج کل پنجاب میں ہوا ہے۔ اس قتل کی وجہ صرف مذہبی مخالفت یا ایک جزئی حکم جہاد سے انکار نہیں ہوسکتی۔ اگر یہ وجہ ہوتی تو کوئی مخالفت مذہب مسلمان پادشاہوں کی تلوار سے نہ بچتا اور ان کے ماتحت رعایا میں امن وآزادی نہ رہ سکتا۔

حالانکہ شروع اسلام سے اس وقت تک اسلامی سلطنتوں کے ماتحت غیر اسلامی لوگ برابر امن وآزادی سے رہتے چلے آئے ہیں۔ ہزمیجسٹی امیر ہی کی سلطنت کو دیکھو کہ اس میں ہندو، عیسائی، ارمنی وغیرہ مسلمانوں کی طرح امن وآزادی سے عیش بسر کر رہے ہیں۔ حتی کہ ساٹھ ستر ہندو شاہی دربار میں شرف یاب ہیں۔ اس ملک ہندوستان میں ہزمیجسٹی تشریف لائے، تو اس ملک کے ہندوؤں وعیسائیوں سے بھی اسی سلوک سے پیش آئے۔ جیسے مسلمانوں سے پیش آئے۔ عید کے شاہی دربار دہلی میں جیسے مسلمان روساء مدعو ومشرف ہوئے، ویسے ہی ہندو روساء مدعو ہوئے۔ ہندوؤں کے معابد ومشاہد کی بھی ہزمیجسٹی امیر نے ویسے ہی داد دہش سے اعانت وعزت کی، جس سے مسلمانوں کی مساجد ومشاہد وسکولوں اور

کالجوں کی، یہی وجہ ہے ہز میجسٹی امیر ہندوستان و پنجاب کے تمام ہندو و مسلمان سکھ وغیرہ اہل مذاہب کے اشخاص کو (بجز فرقہ مرزائیہ) دلوں میں ایسی اس محبت عزت کی تخم ریزی کر گئے ہیں کہ جب تک برٹش گورنمنٹ سے ہز میجسٹی کی دوستی قائم رہے گی، وہ عزت اور محبت روز افزوں ترقی کرے گی اور عمدہ پھل لائے گی۔

اور جو کچھ مرزا غلام احمد نے کہا ہے، اس میں سے صرف فقرہ دوم تو صحیح ہے، جو خیال سید محمد کا مصدق ہے اور ہمارا بھی اس پر صاد ہے کہ بے شک آپ کو بجز سلطنت برٹش گورنمنٹ کہیں جائے امن نہیں ہے۔ کیونکہ آپ کے مذہبی خیالات روئے زمین کے مسلمانوں کے مخالف ہیں اور باقی تینوں فقرے مضمون سے محض خلاف واقعہ اور بالکل غلط و سراسر مغالطہ ہیں۔

پہلے فقرے میں جو اس نے کہا ہے، ہم خدا اور رسول وقرآن کو مانتے ہیں، ہم کو مرتد کہنا صرف اعتقاد آمد مسیح ومہدی سے انکار کی وجہ سے ہے، وہ بالکل سفید جھوٹ ہے۔ مرزائی پارٹی کا بظاہر خدا اور رسول وقرآن کو ماننا ایسا ہے جیسا کہ اس کے تمام مخالف مسلمانوں کا سچے دل سے خدا اور رسول اور قرآن کو ماننا ہے ومع ہذا جیسا مرزا ان سب مسلمانوں کو کافر ومرتد سمجھتا ہے اور اپنی پارٹی کا ان سے میل جول رکھنا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں کہتا، ان دنوں اس نے کتاب حقیقۃ الوحی شائع کی ہے تو اس کے (ص ۱۲۸، خزائن ج ۲۲، ص ۱۳۱) میں ایک بڑے پکے مسلمان ڈاکٹر عبدالحکیم خان اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ کو جو خدا اور رسول وقرآن کو مانتا ہے، صرف اس جھوٹے بہانہ سے کہ وہ رسول کو ماننے کو ضروری نہیں جانتا، مرتد قرار دیا ہے، جس کا جھوٹ ہونا ڈاکٹر نے اخبار وطن مؤرخہ ۱۷ رمئی ۱۹۰۷ء میں شائع کر دیا ہے۔

ایسا ہی اگر تمام مسلمانوں نے ان سچے اور واقعی عذرات سے کہ مرزا خود مدعی نبوت بن بیٹھا اور انبیاء کی توہین کرتا ہے، اس کو مرتد قرار دیا، تو یہ کون سے شکایت کا محل ہے اور اس حکم ارتداد کو آمد مہدی ومسیح سے انکار پر مبنی کیوں ٹھہرایا گیا ہے۔ کیا مرزا کے سوائے آمد مسیح ومہدی سے منکر اور کوئی مسلمان نہیں ہے اور اگر ہے تو کیا اس پر حکم ارتداد لگایا گیا ہے، ہم بہت سے مسلمانوں کی نشان دہی کرتے ہیں، جو مرزا کی مانند آمد مسیح ومہدی سے منکر ہیں اور وہ راسخ مسلمانوں کے نزدیک کافر ومرتد قرار نہیں دیئے گئے۔ بلکہ صرف بدعتی وغیر سنی قرار دیئے گئے ہیں۔

مسلمانوں کا ایک قدیم فرقہ جہمیہ اور بعض معتزلہ مسیح کی آمد سے منکر چلے آئے ہیں۔ چنانچہ شرح صحیح مسلم کے (ص۴۰۳) میں منقول ہے اور معتزلہ کے انکار حیات مسیح کو جو آمد کے لئے شرط ہے، مرزا نے بھی اپنی کتاب حقیقۃ الوحی (ص۳۰، خزائن ج۲۲، ص۳۲ حاشیہ) میں نقل کیا ہے ’’پھر ان لوگوں کو کوئی راشد مسلمان اس انکار کی وجہ سے مرتد قرار نہیں دیتا۔‘‘

امام مہدی کے متعلق احادیث سے ایک بڑے مؤرخ اور سنی محدث ابن خلدون حضرمی نے ’’کتاب العبر فی دیوان المبتدائے والخبر‘‘ میں انکار کیا ہے۔ اس کو بھی اس انکار کے سبب کسی نے مرتد نہیں کہا۔ دور نہ جاؤ، اس زمانہ کے معتزلہ (نیچریہ) سرسید اوران کے فالورز نے مسیح اور مہدی دونوں کے آنے سے انکار کیا ہے۔ پھر ان کو اس انکار کی وجہ سے مرتد نہیں سمجھا گیا۔ پھر اس انکار کی وجہ سے راشد مسلمانوں کا مرزا اور مرزائیوں کو مرتد قرار دینا کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔

مذہبی جہاد کی نسبت کسی لکھے پڑھے راشد مسلمان کا یہ خیال نہیں ہے کہ وہ جبراً اور بزور شمشیر اسلام پھیلانے کے لئے ہے۔ بلکہ تمام واقف کار مسلمانوں کے نزدیک مذہبی جہاد صرف ڈیفنسیو ہے اور مدافعت کے لئے مشروع ہے۔ پھر اس سے انکار کی وجہ سے مسلمانوں کا مرزا کو مرتد سمجھنا کیونکر ممکن ہے۔

فقرہ سوم: میں جو مرزا نے کہا ہے، وہ بھی محض غلط اور مغالطہ ہے۔ مذہبی جہاد کی نسبت جو کچھ واقف کار مسلمانوں کا خیال ہے وہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں، مسیح موعود اور امام مہدی کے آنے کے متعلق بھی واقف کار مسلمانوں کا خیال یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ بزور شمشیر اسلام پھیلانے کے لئے آئیں گے۔ حضرت مسیح ابن مریم کی نسبت صحیح بخاری سے (جو سنی مسلمانوں اور مرزا کے اتفاق سے صحیح مسلم چلی آتی ہے) کے (ص۴۹۰) میں مسیح کی نسبت صاف آچکا ہے ’’یضع الحرب‘‘ (یعنی جب وہ آئیں گے، لڑائی جہاد کو موقوف کردیں گے) جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ صرف آسمانی نشانات وکرامات سے تمام زمین میں دین اسلام کو پھیلادیں گے۔ تمام زمین پر کافر ایک بھی نہ رہے گا اور جب کافر کوئی نہ رہا، تو پھر جہاد کس سے ہوگا اور چونکہ امام مہدی کی آمد بھی اسی زمانہ میں ہوگی۔ لہٰذا وہ بھی بحکم حدیث مذکور جہاد کے ذریعہ نہیں، بلکہ روحانی وآسمانی برکات سے اسلام پھیلائیں گے۔

یہی بات مرزانے خود مسیح موعود ومہدی مسعود بن کر اپنے لئے تجویز کرلی ہے تو پھر اگر یہی اعتقاد مسلمانوں کا واقعی اور اصلی مسیح اور مہدی کی نسبت ہو تو پھر ان کی آمد کا اعتقاد کیوں خطرناک بتایا جاتا ہے۔ اس باب میں میں نے ایک مستقل مضمون بہ عنوان ’’آسمانی مسیح اور اس کا رفیق مہدی‘‘ تیار کیا ہوا ہے جو کہ عن قریب شائع ہونے والا ہے بناءً علیہ مسیح موعود اور مہدی کی آمد کا اعتقاد کسی خطرہ کا محل نہیں ہے۔ ہاں! بجائے اس کے محل خطرہ، آپ جیسے لوگوں کا دعویٰ مسیحائیت ومہدیت ہے، جو نہ واقعی مسیح موعود ہیں اور نہ اصلی مہدی اور کسی قسم کی کرامات اور آسمانی برکات اپنے ساتھ نہیں رکھتے اور پھر خود ہی مسیح موعود اور خود ہی مہدی مسعود بن کر بیٹھے ہیں۔

آپ لوگ جب کبھی جمعیت اور شوکت پاویں گے کچھ نہ کچھ کر دکھائیں گے۔ ابھی تک آپ کی طرف سے کچھ ظہور میں نہیں آیا تو یہ ’’ستر بی. بی از بے چادر‘‘ کی مصداق ہے۔ اگر آپ کے مریدوں کی تعداد بقول آپ کے ہزاروں یا لاکھوں تک پہنچ گئی ہے تو پھر بھی وہ متفرق ہے اور دوسرے کی ماتحتی میں ہے۔ دس، بیس یا سو، دوسو آپ کے مرید لاہور میں ہیں اور سو پچاس یا زیادہ افریقہ میں۔ وعلیٰ ہذا القیاس! اور سب کے سب سرکاری ملازم ہیں اور سرکاری رعایا ہیں۔ جب ان سب کو یکجائی جمعیت ہوگی اور کسی شخص کی ماتحتی نہ رہے گی تو اس وقت دیکھا جائے گا کہ آپ لوگوں سے کیا کچھ ظہور میں آتا ہے۔

آپ کی ایک نظیر مہدی سوادنی کو ہم دیکھ چکے ہیں، پہلے تو وہ آپ کی مانند روحانی درویش تھا اور آخر جمعیت پاکر پولیٹکل سردار بن گیا۔ جس کو نیچا دیکھانے کے لئے ہماری گورنمنٹ کو بھی کچھ حصہ لینا پڑا۔ یہ بات گورنمنٹ کو ہم اور ہمارے ہمعصر بارہا جتا چکے ہیں اور گورنمنٹ بھی آپ کی طرف سے غافل ومطمئن نہیں ہے اور آپ کے اشتہارات وتحریرات سے دھوکہ نہیں کھاتی۔

<u>چوتھے فقرہ:</u> میں جو کچھ مرزانے کہا ہے، اس میں بھی بالکل مغالطہ سے کام لیا ہے، راسخ مسلمان رعایا کو پہلے تو اس نے گورنمنٹ کا وفادار تسلیم کیا اور پھر اس میں اسی قدر بھس ملا دیا ہے کہ اگر وہ اعتقادات مہدی ومسیح کو چھوڑ دیں گے تو پورے وبہتر وفادار بنیں گے۔

فقرہ سوم کے متعلق ہم ابھی کہہ چکے ہیں کہ جس طور سے راسخ مسلمان مسیح موعود اور مہدی کی آمد کو مانتے ہیں، اس میں ان کی وفاداری میں کچھ نقصان نہیں ہے۔

سلطنت کو یا وفاداری رعیت کو کوئی اگر خطرہ ہے، تو جھوٹے مسیحوں کی مسیحائیت اور بناوٹی مہدیوں کی مہدویت سے ہے وبس۔ جس کی تفصیل ہمارے مستقل مضمون ’’آسمانی مسیح اور اس کا رفیق مہدی‘‘ میں ہے۔ جو عنقریب شائع ہوگا۔ اس فقرہ چہارم کے متعلق ہم اس قدر کہنے سے نہیں رک سکتے کہ اس فقرہ میں پھر مسلمانوں کی وفاداری پر صراحتاً اور ہز میجسٹی امیر کی برٹش گورنمنٹ سے سچی دوستی پر درپردہ حملہ کیا ہے اور یہ جتایا ہے کہ مسیح موعود ومہدی کے آمد کے اعتقاد کے ساتھ مسلمان گورنمنٹ کے پورے وفادار اور ہز میجسٹی امیر گورنمنٹ کے پورے صادق دوست نہیں ہوسکتے، جو نہایت افسوس کا محل ہے اور سخت شرمناک اور غیر شریفانہ حملہ ہے، جس کا جواب ہم اوپر بھی دے چکے ہیں۔

ہاں اس کے مقابلہ میں مسلمان مرزاغلام احمد کی نسبت یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب کہ تم اپنی کتاب (دافع الوساوس ص۶۰۱، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں صاف یہ عبارت لکھ چکے ہو کہ:

’’جب انسان خداتعالیٰ کا نافرمان ہوجاتا ہے تو اس کی ملک اصل مالک (خداتعالیٰ) کی طرف عود کرتی ہے اور پھر اس مالک حقیقی کو اختیار رہوتا ہے کہ چاہے تو بلاتوسط رسل نافرمانوں کے مالوں کو تلف کرے اور ان کی جانوں کو معرض عدم میں پہنچاوے یا کسی رسول کے واسطے سے یہ تجلی قہری نازل فرماوے، ایک ہی بات ہے۔‘‘

اور تمہارے نزدیک گورنمنٹ بھی بلحاظ مذہب خدا کی نافرمان ہے، اسی واسطے تم نے اپنے انگریزی اشتہاروں میں گورنمنٹ کو اپنے مذہب کی طرف بلایا اور عذاب اخروی سے ڈرایا ہے۔ لہٰذا اس عبارت میں آپ نے اس امر کو جائز رکھا ہے کہ خدا چاہے تو تمہارے ذریعہ گورنمنٹ کی جان ومال کو تلف کردے اور یہی بعینہ جہاد کا مفہوم اور اس کا نتیجہ لازم ہے۔

اس صورت میں تمہاری وہ تحریرات واشتہارات جن میں تم گورنمنٹ سے جہاد کو ناجائز کہتے ہو، تمہارے دلی اعتقاد کا فوٹو نہیں، بلکہ وہ ہاتھی دانتوں کی مانند ہیں، جو دکھانے کے اور کھانے کے اور...... اگر اب تم عبارت کو وڈرا (واپس) کرلو یا اس کی غلطی ومنسوخی کا اشتہار دو پھر تم بھی تمام مسلمان رعایا کی مانند گورنمنٹ کے سچے وفادار بن جاؤ گے اور گورنمنٹ سے اس کی موجودہ حالت میں جہاد کو ناجائز جاننے والے سمجھے جاؤ گے۔ مگر اس شرط سے کہ مسیح موعود اور مہدی مسعود کا دعویٰ چھوڑ دو۔ یہ دعویٰ بجز حضرت عیسیٰ بن مریم اسرائیلی اور ان کے رفیق امام مہدی، جس شخص کے منہ سے نکلے گا، وہ مفسد ہوگا اور وہ جب

قابو پائے گا تلوار اٹھائے گا اور زمین میں خون بہائے گا۔ روحانی برکات اور آسمانی نشانات سے دین اسلام کو تمام دنیا میں پھیلانا اسی حضرت مسیح ابن مریم اسرائیلی کا کام ہے جو آسمان پر اٹھایا گیا ہے اور آسمان ہی سے اترے گا اور اس کے وقت میں اس کی تائید کے لئے کوئی اور امام پیدا ہوگا، جو امام مہدی کہلائے گا، زمینی ہوکر جو مسیح بن بیٹھے گا اور خود ہی اسرائیلی مسیح کے موجود ہونے کے بغیر مہدی کہلائے گا، وہ مسلمانوں کے اعتقاد میں مفسد وخون ریز ہوگا‘‘۔

یہ مضمون سول اینڈ ملٹری گزٹ ۱۹؍جولائی کو ان کے ہیڈ کوارٹر قادیان میں ایک جنرل میٹنگ (بڑی بھاری کمیٹی) ہوئی۔ جس میں شوروغل برپا ہوگیا، کوئی کہتا اس کا جواب سول میں شائع کیا جائے۔ اس کو یہ جواب ملا کہ سول اس کو نہیں چھاپے گا۔ کوئی کہتا اس کے جواب سے بالکل سکوت اختیار کرنا چاہئے۔

اس پر مرزاجی نے خوف زدہ ہوکر یہ اعتراض کیا کہ اس صورت میں گورنمنٹ ہم پر بدظن ہوجائے گی اور آخر یہ قرار پایا کہ اس کے جواب میں ایک مستقل پمفلٹ چھپوا کر اعلیٰ افسران گورنمنٹ کے پاس بھیج دینا چاہئے اور مولوی محمد احسن امروہی یا حکیم نوردین کو یہ کام سپرد ہوا کہ نواب صاحب بھوپال کی تالیفات جمع کر کے ان سے آمد مہدی کے متعلق خیالات نواب صاحب کو نقل کر کے یہ ثابت کرنا چاہئے کہ چونکہ راقم مضمون (خاکسار ایڈیٹر) نے نواب کو امام وپیشواء تسلیم کیا ہوا ہے۔ لہٰذا اس کا اعتقاد بھی آمد مہدی کی نسبت وہی ہوگا جو نواب صاحب نے ظاہر کیا ہے۔

یہ حال تشویش اور ارادہ جواب نویسی اس پارٹی کا سن کر خاکسار نے مرزاجی کے نام اس مضمون کا خط لکھا کہ اگر اس مضمون کا جواب آپ لکھنا چاہیں، تو خاکسار آپ کی مدد کرنے کو حاضر ہے۔ نواب صاحب کی تالیفات سے جو کتاب مطلوب ہو خاکسار سے مستعار طلب کریں اور میرا رسالہ اشاعۃ السنۃ (جس میں نواب صاحب کے خیالات پر بحث ہے اور وہ اردو وانگریزی دونوں زبانوں میں شائع ہوچکا ہے) قیمتاً طلب کریں۔ اس خط کے روانہ ہوجانے کے بعد مرزاجی کے آرگن ایڈیٹر الحکم بٹالہ میں آئے اور وہ خاکسار کا رسالہ جہاد اردو وفارسی معہ نقل سرٹیفکیشن لے گئے۔ دیکھئے ان کا پمفلٹ کب شائع ہوتا ہے۔

(اشاعۃ السنۃ ج۲۱ نمبر۱۱،۱۲ ص۳۴۵ تا ۳۵۶)

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

# کھلی چٹھی

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(جس میں مرزا کی پیش گوئی طاعون پر بحث ہے اور اس کی کتاب حقیقت الوحی اور اس کے آخری فیصلہ بحق مولوی ثناء اللہ و ڈاکٹر عبدالحکیم خان پر ریویو و استفسار مشتہرہ الحکم مؤرخہ ۳۰/ اپریل ۱۹۰۷ء و اعلان مندرجہ الحکم ۱۰/ جون ۱۹۰۷ء متعلقہ طاعون کا جواب ہے)

**تمہیدی ریمارک:** مرزا کا استفسار الحکم ۳۰/ اپریل میں شائع ہوا، تو اس کے جواب میں خاکسار نے ایک خط ۱۷/ مئی ۱۹۰۷ء کو لکھ کر قلمی ارسال کیا، جس کا خلاصہ یہ تھا کہ آپ نے جو ۳۰/ اپریل کے الحکم میں ایک یہ اصول بیان کیا ہے کہ ’’جیسے بادشاہوں کی رسم ہے کہ جب ان کا غصہ کسی شہر پر نازل ہوتا اور اس میں قتل عام کا حکم دیا جاتا ہے تو جس شخص کو سلطنت سے کوئی خاص تعلق ہوتا ہے، اس کی جان وعیال واطفال کی نسبت شاہی فرمان جاری ہوتا ہے کہ ان پر کوئی سپاہی حملہ نہ کرے ویسے ہی خداتعالیٰ کی عادت ہے کہ جب زمین پر غضب الٰہی نازل ہوتا ہے، تو جس شخص کو خداتعالیٰ سے خاص تعلق ہوتا ہے، اس کی نسبت ملائکہ کو حکم ہوتا ہے کہ اس گھر کے محافظ رہیں۔

پھر اس کے بعد یہ کہا ہے یہی وجہ ہے کہ جب طاعون دنیا پر نازل ہوئی، تو اس کے ابتدائی زمانہ میں مجھے الہام ہوا کہ ’’**انی احافظ کل من فی الدار**‘‘ ’’یعنی میں ہر ایک شخص جو اس گھر کی چاردیواری میں ہے، اس کو طاعون سے بچاؤں گا۔‘‘ (کشتی نوح ص۱۰، خزائن ج۱۹ ص۱۰) چنانچہ قریباً گیارہ برس کا عرصہ ہوا ہے، جب یہ الہام ہوا تھا اور اس مدت تک لاکھوں انسان اس دنیا سے شکار طاعون ہوکر مرگئے۔ لیکن ہمارے اس گھر میں، اگر ایک کتا بھی داخل ہوا، تو طاعون سے محفوظ رہا۔

پھر اس کے بعد استفسار کیا ہے کہ ’’یہ کس قدر عظیم الشان معجزہ ہے، چاہئے کہ ہمارے مخالف مسلمان اور آریہ اور عیسائی اس بات کا جواب دیں۔‘‘

اس کے جواب میں چونکہ آپ نے مخالف مسلمانوں کو بھی مخاطب کیا ہے اور اس خاکسار کو اپنے مخالفین کا سرگروہ کہا ہوا ہے۔ لہٰذا میں اس استفسار کا یہ جواب دیتا ہوں کہ اس میں جو کچھ آپ نے کہا ہے، محض خلاف واقعہ اور بالکل غلط ہے۔ اس میں آپ نے یہ جتایا ہے کہ آپ کا کوئی پیرو جو آپ کی چاردیواری میں تھا، طاعون سے ہلاک نہیں ہوا اور چاردیواری کی تشریح اپنی (کشتی نوح ص۱۰، خزائن ج۱۹ ص۱۰) وغیرہ روحانی چاردیواری سے کی اور

یہ بات کہی ہوئی ہے کہ: ’’اس جگہ یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک وخشت کے گھر میں بودوباش رکھتے ہیں، بلکہ وہ لوگ بھی ہیں جو میری پوری پیروی کرتے ہیں اور میرے روحانی گھر میں داخل ہیں۔‘‘

اس تشریح کے مطابق اور نیز اس تعمیم اور فضل ورحم عمیم کے روسے (جوایک رہ گزر کتے، آپ کے گھر میں داخل ہونے والے کو بھی شامل ہے) اس پیش گوئی کا راست ہونا اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ آپ کے پیروان سے ادنیٰ کتے کا درجہ رکھنے والا بھی شکار طاعون نہ ہوتا، حالانکہ آپ کے بڑے بڑے مشنری (آپ کی رسالت کی تبلیغ کرنے والے اور آپ کے مذہب کو دنیا میں پھیلانے والے) اور دارالامان قادیان کے مہاجر (اپنے وطن چھوڑ کر وہاں ڈیرے جمانے والے) شکار طاعون ہو چکے ہیں، جن کی تعداد بہت ہے۔ مگر ہم سر دست[۱] تین شخصوں کے جو سینکڑوں مرزائی اشخاص کے لیڈر (رہبر) تھے نام پیش کرتے ہیں۔

اوّل: مولوی برہان الدین جہلمی جو مرزائیاں علاقہ جہلم اور اس کے اطراف کا پیشوا تھا۔

دوم: مولوی جمال الدین بافندہ ساکن سید والہ ضلع منٹگمری جو اس علاقہ کے مرزائیوں کا پیشوا تھا۔

سوم: محمد افضل سابق ایڈیٹر البدر جو آپ کے مذہب کی خدمت اور اخبار کے ذریعہ دنیا میں اس کی اشاعت کرنے میں آپ کے ان اصحاب کبار اور نائبان ذوی الاقتدار سے تھا۔ جن کے ذریعہ آپ کے مذہب کو دنیا میں رواج ہوا ہے اور خاص کر دارالامان قادیان کی چاردیواری ظاہری وخاکی میں ڈیرہ جمانے کا شرف بھی حاصل کر چکا تھا۔

ان کی نسبت میں آپ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا لوگ آپ کی پیروی میں اس رہگذر کتے کے (جو اتفاقاً آپ کے گھر میں داخل ہوجائے) کے برابر بھی نہ تھے کہ وہ طاعون کے شکار ہوگئے اور خداتعالیٰ کے فرشتے ان کو طاعون سے بچا کر اس حکم الٰہی کے کہ ’’اس گھر کے محافظ رہو‘‘ کاربند نہ ہوئے۔

اس سوال کے جواب میں اگر آپ یہ کہیں گے کہ وہ لوگ مرض طاعون سے ہلاک نہیں ہوئے، تو اگرچہ اس جواب کو وہ لوگ جو آپ کی کورانہ تقلید اور اندھادھند مریدی میں پھنسے ہوئے ہیں اور اپنا دین وایمان وعقل سب کچھ فروخت کر کے مصرع:

اگر یابم خریدارے فروشم دین وایمان

کا مصداق ہوگئے یا وہ لوگ جو دل سے تو آپ کے معتقد نہیں۔ مگر روٹیوں کی خاطر آپ کی ہاں میں ہاں ملا کر مصداق مثل ''ایں شکل برائے اکل'' ہورہے ہیں اور وہ ایک غریب آدمی ہونے کے بعد صدہا روپیہ کے مالک بن گئے ہیں، مان جائیں گے۔ ولیکن جن لوگوں کو آپ سے اس قسم کے تعلقات نہیں اور وہ اصل واقعات وفات ان تینوں حواریوں سے بخوبی واقف ہیں یا نیوٹرل (غیر طرف دار) مقامی اشخاص کی شہادت سے واقف ہوسکتے ہیں وہ اس جواب کو ہرگز تسلیم نہ کریں گے۔ بلکہ دام افتادہ مریدوں میں سے بھی جو صرف دھوکہ میں آکر اس آپ کی مریدی میں پھنسے ہوئے ہیں اور وہ خاص دارالامان قادیان میں رہتے ہیں اور محمد افضل کی طاعونی موت سے واقف ہیں اور برہان جہلمی اور جمال سید والوی کی کیفت موت طاعون جہلم وسید والے پہنچ کر معلوم کرسکتے ہیں، بھی اس جواب کو تسلیم نہ کریں گے اور اگر کچھ فہم وحس رکھتے ہوں گے تو آپ کی تقلید ومریدی کے پھندے سے نکل جائیں گے۔

اور اگر آپ سوال کا یہ جواب دیں گے کہ جو لوگ میرے مریدوں میں سے مبتلاء طاعون ہوئے ہیں وہ میرے پورے پیرو نہ تھے اور انہیں میں سے یہ تینوں یا ایک محمد افضل حواری بھی تھا۔ خداتعالیٰ نے مجھے ان کے پورے پیرو ہونے اور کامل الایمان ہونے سے مطلع نہیں کیا (چنانچہ یہ بات ایک آرگن میں آپ نے اپنی طرف سے چھپوادی ہے) اور ان کی نسبت آپ یہ کہہ دیں گے کہ وہ لوگ اگرچہ میری خاکی چاردیوای میں کتے کی طرح کبھی کبھی داخل ہوتے تھے۔ مگر وہ میری روحانی چاردیواری میں داخل نہ ہوئے تھے، تو اس جواب کو بھی کوئی اہل بصیرت صاحب فہم وانصاف تسلیم نہ کرے گا۔

اور اس پر تعجب سے ایک یہ سوال کرے گا کہ ایک رہگزر کتا (جو اتفاق سے آپ کے گھر میں داخل ہوجائے) صرف اس وجہ سے کہ وہ آپ کے دارالامان کی خاکی چاردیواری میں داخل ہوگیا تھا، اس طاعون سے بچ جاوے اور ایک مہاجر دارالامان ایڈیٹر البدر اور دو آپ کے مذہب مشنری وواعظ (برہان وجمال) باوجودیکہ وہ اپنی عمر کا ایک حصہ آپ کے مشن (رسالت) میں صرف کرچکے تھے۔ صرف اس وجہ سے کہ وہ ہنوز پورے پیرو نہ تھے، کچھ کچے رہے تھے۔ طاعون کا شکار ہوگئے۔ یہ بوالعجبی نہیں تو اور کیا ہے؟

دوسرا یہ سوال کہ جب تک آپ پورے پیرو ہونے کا کوئی میعار مقرر نہ کریں گے،

جس سے سچے اور جھوٹے اور مخلص ومنافق کی تمیز ہو سکے اس پیش گوئی کو اپنی صداقت کا نشان اور اپنے دعویٰ کی برہان کیونکر بنا سکتے ہیں۔

ایسا کوئی معیار مقرر نہ ہوگا تو آپ ہر شخص کی نسبت گو وہ آپ کے گرم جوش مریدوں اور جان نثاروں سے ہوگا، جب وہ طاعون سے مرے گا، یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ میرا پورا پیرو نہ تھا اور خداتعالیٰ نے مجھے اس کے اخلاص وایمان سے مطلع نہ کیا تھا۔ مثلاً اگر حکیم مرزائیہ نوردین خلیفہ اول یا آپ کے مدینہ علم لدنی کے دروازہ اور آپ کے وکیل بالخصومۃ ومناظر مولوی محمد احسن خلیفہ دوم یا آپ کے حامی جان نثار اپنی خاندانی ریاست کو آپ پر قربان کرنے والے خان محمد علی خان خلیفہ سوم یا آپ کے خلیفہ چہارم، عبدالکریم متوفی (جو طاعون سے بڑھ کر کاربنکل کے زخموں سے ہلاک ہوئے) کے دو قائم مقام ایڈیٹران الحکم والبدر طاعون سے ہلاک ہو جائیں گے۔ تو آپ ان کی نسبت بھی بڑی دلیری سے یہ کہہ دیں گے کہ یہ سب کے سب منافق تھے۔ دل سے میرے پیرو نہ تھے اور اس عذر وحیلہ سے آپ کسی مخلص وصادق مرید کے طاعون سے فوت ہو جانے سے بھی اس پیش گوئی کو جھوٹی نہ ہونے دیں گے۔

خاکسار نے ان باتوں کے آپ کی طرف سے پیش ہونے کی پیش گوئی اشاعۃ السنۃ (ج۲۰ص۱۸و۳۸) میں کر دی ہوئی ہے۔ لہٰذا اب مناسب نہیں کہ آپ میرے دوسرے سوال کے جواب میں یہ بات کہیں، بلکہ مناسب ہے کہ پوری پیروی کا معیار ایسا مقرر کر دیں، جس پر یہ سوال وارد نہ ہو۔ اس خط کا جواب ایک ہفتہ تک نہ آیا، تو اس خط کو رسالہ میں شائع کیا جائے گا۔

اس خط کا جواب ۲۲رمئی ۱۹۰۷ء کو مرزا کی طرف سے ایک ڈیپوٹیشن کے ذریعہ وصول ہوا، جس کا خلاصہ اسی کے الفاظ سے نقل کیا جاتا ہے:

مکری حضرت مولوی سلمہ اللہ تعالیٰ

بعد دعوات مخلصانہ۔ آپ کا عنایت نامہ پہنچا، آپ جیسے اہل علم وفراست سے اگرچہ ایسا اعتراض بعید ہے، مگر پھر بھی میں سوچتا ہوں کہ یہ مقتضائے بشریت ہے اور میں اپنی نسبت بھی تجربہ رکھتا ہوں کہ جب تک ایک امر پر میرا علم محیط نہ ہو جائے اور جیسا کہ شرط ہے وسعت معلومات نہ ہو جائے، تب تک ممکن ہے کہ ایک رائے ظاہر کرنے میں غلطی کروں، بجز

اس حالت کے کہ خداتعالیٰ اپنے الہام خاص سے مجھے غلطی سے بچالے۔ عزیز من! خداتعالیٰ نے جو مجھے میرے خاص رفیقوں کی نسبت طاعون سے محفوظ رہنے کی خبر دی ہے۔ وہ الفاظ یہ ہیں۔ ’’ان الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتدون‘‘ پس جو لوگ خدا کے علم میں ایسے ہیں، بے شک ان کو وہ بچائے گا۔

غرض یہ پیش گوئی مشروط بشرط ہے اور اس بحث میں پڑنا گویا متشابہات میں دخل دینا ہے۔ رہی یہ پیش گوئی کہ ’’انی احافظ کل من فی الدار‘‘ اس میں کوئی شرط نہیں اور گیارہ سال سے اس کی صداقت ثابت ہو رہی ہے۔ اگر کوئی شخص اس کی تکذیب کرے کہ یہ خدا کا کلام نہیں، انسان کا افتراء ہے اور یہ کہے کہ میں بھی دعویٰ کرتا ہوں کہ میں آئندہ سال معہ جمیع من فی الدار کے طاعون سے محفوظ رہوں گا تو وہ ہرگز محفوظ نہ رہے گا۔ اب معاف فرماویں، آپ کے خط کا جواب اتنا لکھنا پڑا۔ خاکسار غلام احمد۔

اور اس خط کے ساتھ ایک کتاب حقیقت الوحی بھی بھیجی، جس کا قادیانی اخباروں میں بڑا ذکر و چرچا ہو رہا ہے۔ اس خط کے جواب میں خاکسار نے یہ کھلی چٹھی لکھی ہے، جو ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

## خط مولانا بٹالوی بنام مرزا قادیانی

مائی اولڈ فرینڈ کرشن قادیان۔ نمبر۳۲۱ (بٹالہ ۲۸ رمئی ۱۹۰۷ء)

دعائے صحت ظاہر و باطنی جسمانی و اعتقادی کے بعد نہایت اخلاص و کمال نصح سے چند فقرات لکھے جاتے ہیں، توجہ و حسن ظنی سے مطالعہ فرمائیں۔

۱...... آپ کا خط ۲۲ رمئی کو ایک ڈیپوٹیشن (وفد) کے ذریعہ جس کے پریذیڈنٹ مولوی محمد احسن امروہی تھے اور وہی کتاب حقیقت الوحی لے کر آئے تھے، پہنچا۔ جس کا خلاصہ اوپر منقول ہو چکا ہے۔ اس خط کو میں نے دیکھا اور کتاب حقیقت الوحی کو بھی میں نے دو دن لگا کر اپنے رسالہ کا کام چھوڑ کر غور سے پڑھا، اس سے پہلے آپ کا آخری فیصلہ بحق مولوی ثناء اللہ الحکم ۱۷ راپریل ۱۹۰۷ء بھی پڑھا اور اس کے بعد وہ فیصلہ اور فیصلہ بحق ڈاکٹر عبدالحکیم خان ایک مستقل تحریر میں جو آپ کی بنگلوری پارٹی کی طرف سے شائع ہوئی ہے، دیکھا اور اس سے پہلے فیصلہ بحق ڈاکٹر ریویو ماہ اگست ۱۹۰۶ء میں دیکھا تھا۔

مگر افسوس کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ میرے خط ۲۲؍مئی کا جواب نہ آپ کے اس خط میں ہے نہ کتاب حقیقت الوحی میں، نہ ان فیصلہ جات میں، بلکہ آپ کے اس خط نے میرے اعتراض کو اور پختہ کر دیا ہے۔ پہلی پیش گوئی کے الفاظ اور اس کی شرح سے آپ نے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ مجھے علم نہیں کہ وہ لوگ جو میرے خاص رفیقوں سے طاعون سے فوت ہوگئے یا جو آئندہ فوت ہو جائیں گے وہ طاعون سے کیوں فوت ہوئے ہیں اور مجھے علم نہیں کہ کون شخص میرے مریدوں سے اس پیش گوئی کی شرط ''عدم ظلم'' کے مطابق اس طاعون سے بچے گا۔ کیونکہ اس پیش گوئی کی اس شرط کو کہ: ''جولوگ اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کو نہ ملاویں گے، وہی اس طاعون سے بچیں گے۔'' خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ یہ شرط کس شخص میں میرے خاص رفیقوں میں سے پائی جاتی ہے، جو ایسا ہوگا وہی بچے گا۔ میں نہیں جانتا کہ کون ایسا ہے اور کون بچے گا اور وہ لوگ جو مبتلاء طاعون ہوگئے کیوں نہ بچے''۔

اور یہی جواب بعینہ میرے اعتراض کا محل تھا کہ پوری پیروی کا کوئی میعار مقرر نہ ہوگا تو آپ اپنے خلفاء اربعہ کو طاعون سے فوت ہو جانے پر بھی عذر کر کے اس پیش گوئی کو جھوٹی نہ ہونے دیں گے۔ عبارت خط اوّل خاکسار اور (اشاعۃ السنۃ ج ۲۰ کا ص ۱۸، ۳۸، ۶۸) ملاحظہ ہو۔

اس اعتراض کے علاوہ اس سے بھی بڑھ کر اس تشریح وعذر پر دوسرا اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ باوجود اظہار اعتراف اس امر کے کہ پہلی پیش گوئی متشابہات سے ہے اس کو اپنے منکروں ومخالفوں کے مقابلہ میں اپنی تائید وتصدیق کے لئے کیوں پیش کیا۔ کیا کبھی سچے ملہم یا نبی نے آیات متشابہات کو اپنے منکروں اور مخالفوں کے سامنے اپنی تائید وتصدیق کے لئے پیش کیا ہے اور آپ کم سے کم کوئی ایک ہی مثال اس کی پیش کر سکتے ہیں۔

اس باب میں قرآن مجید کا تو یہ فیصلہ ہے کہ آیات متشابہات تو صرف مومنوں کے ایمان وتسلیم کی نظر سے نازل کی گئی ہیں، جو متشابہات کو سن کر ''اٰمنا بہ کل من عند ربنا'' کہتے تھے (شروع سورہ اٰل عمران ملاحظہ ہو) لہٰذا آپ کا اس پیش گوئی کو متشابہات سے قرار دینا اور پھر اس کو اپنے منکروں ومخالفوں کے مقابلہ میں اپنے دعویٰ الہام کے ثبوت کے لئے پیش کرنا، کیونکر جائز ومناسب ہو سکتا ہے اور یہ کیوں افسوس کا محل نہ ہو۔

آپ تو بزعم خود وبحسب اعتراف خویش درسی علم نہیں رکھتے، صرف لدنی علم کے مدعی ہیں۔ زیادہ تر افسوس مولوی محمد احسن وحکیم نوردین پر ہے کہ وہ کسی قدر ظاہری ودرسی علم بھی رکھتے ہیں اور پھر آپ کی ایسی بے سروپا باتوں کو مان کر یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ وہ پچھلا لکھا پڑھا سب بھول گئے اور مصرعہ:

جو پڑھا لکھا تھا نیاز نے سو وہ ایک دم میں بھلادیا

کے مصداق بن گئے۔ یہ خط میرے پاس مولوی محمد احسن خود لائے اور پھر وہ آپ کو نہ کہہ سکے کہ یہ بات قابل تسلیم نہیں ہے۔

تیسرا اعتراض: اس پر یہ وارد ہوتا ہے کہ پہلے آپ کے اشتہار متعلق طاعون ۶رفروری ۱۸۹۸ء میں (جو اشاعۃ السنۃ (ج۲۰ص۱۹) میں منقول ہے) اس پیش گوئی میں یہ شرط ’’عدم ظلم‘‘ مذکور نہیں، بلکہ اس کے برخلاف ’’اوی القریۃ‘‘ کہہ کر تم گاؤں کو جو چوہڑے، چمار، ہندو، آریہ وغیرہ ظالمین ساکنین گاؤں کو بھی شامل ہے، بچانے کا وعدہ دیا گیا ہے اور دوسرے اشتہار ۲۲راپریل ۱۸۹۸ء (جو جلد مذکورہ کے (ص۲۳) میں ) اور تیسرے اشتہار ۱۷رمارچ ۱۹۰۶ء میں (اس کے (ص۳۳) میں منقول ہیں) بھی اس شرط کا نام ونشان نہیں، بلکہ تیسرے اشتہاروں میں دس لاکھ کی آبادی والے شہر کو بچانے کا وعدہ کیا ہے، جو یقیناً ہندوؤں وغیرہ ظالموں کو شامل ہے۔ مرزائی پارٹی کے مخلصوں سے مخصوص نہیں، کیونکہ ان کی تعداد ہنوز دس لاکھ کو نہیں پہنچی۔

اور چوتھے اشتہار میں جو (ص۴۳) میں اس جلد کے شائع ہوا ہے۔ نیز اس شرط کا ذکر نہیں اور پانچویں اشتہار (رسالہ دافع البلاء) میں (جو (خزائن ج۲۰ص۴۸) میں منقول ہے) تو آپ نے اس کے برخلاف ایسی توسیع کردی کہ تمام موضع قادیان کو صرف اپنے وجود کا تخت گاہ ہونے، سبب طاعون سے ایسا پاک ومحفوظ قرار دیا ہے کہ باہر سے طاعون زدہ آنے والے اشخاص کو بھی اس قادیان نے طاعون سے بچالیا ہے۔ کیونکہ وہ قادیان خدا کے رسول (مرزا) کا تخت گاہ تھا۔

الغرض چار برس تک یہ پیش گوئی بغیر قید شرط مذکور شائع ہوتی رہی۔ پھر جب خاص قادیان میں طاعون واقع ہونے سے یہ پیش گوئی جھوٹی ہونے لگی۔ تب پانچویں سال ۱۹۰۲ء پہلے تو آپ نے رسالہ دافع البلاء میں اس جھوٹ کو سچ بنانے کے لئے یہ بات بنائی اور اس

پیش گوئی میں یہ قید لگائی کہ قادیان میں طاعون آئے گا تو وہ جارف یعنی جھاڑو دینے والا اور کتوں کی طرح مارنے اور بربادی وبالکل تباہی کرنے والا نہ ہوگا۔

پھر اس بات کی نسبت آپ کو یہ سوجھی کہ چار برس سے اصل پیش گوئی کے بعد پانچویں سال ایسی قید لگانا صریح بناوٹ اور ہنسی کا محل ہوگا تو پھر اس سے چھٹے مہینے آپ کی چھٹی تحریر (کشتی نوح) شائع ہوئی۔ تو اس میں آپ نے اس پیش گوئی میں کامل پیروی اور تقویٰ...... کی قید لگادی اور اس پیش گوئی کی یہ تفسیر کی کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چاردیواری کے اندر ہوگا اور وہ مکمل پیروی اور اطاعت اور سچے تقویٰ سے تجھ میں محو ہوجائے گا، وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے۔

اس وقت آپ کو یہ عربی الہام نہ سوجھا اور نہ کشتی نوح میں درج ہوا۔ پھر ۱۹۰۳ء میں آپ کی ساتویں تحریر رسالہ مواہب الرحمٰن شائع ہوا تو اس وقت بھی آپ کے ملہم کو یہ الہام عربی یاد نہ آیا اور نہ وہ اس رسالہ میں درج ہوا اور جب دس برس تک اس الہام کا آپ کی تحریرات متعلقہ پیش گوئی طاعون میں نام ونشان نہ پایا گیا، بلکہ برخلاف اس کے اس پیش گوئی میں چار برس تک اطلاق وعموم چلا آیا۔ پانچویں برس قیدیں لگانا شروع ہوا تو بھی یہ الہام نہ سوجھا تو اب ۱۹۰۷ء اس الہام کے ذریعہ اس پیش گوئی میں شرط لگانا کیونکر جائز ہے اور یہ اللہ جل شانہ ملہم الصادقین سے کیونکر متصور ہے۔ ایسی شرط کی نسبت اہل عقل اور طالبان حق کو یہ گمان نہ ہوگا کہ یہ شرطیں موقعہ دیکھ کر بعد از وقت لگائی گئی ہیں اور ''مشت بعد از جنگ'' کی مصدق ہیں (ج۲۰،ص۱۸،۳۸،۶۸) اشاعۃ السنۃ ملاحظہ ہو۔

دوسری پیش گوئی کو تو آپ کھلے الفاظ سے غیر مشروط بشرط بتاچکے ہیں، جس کی وجہ سے ایک کتا آپ کے گھر میں داخل ہونے والا طاعون سے بچ سکتا ہے۔ اس تعمیم نے بھی میرے اعتراض کو اور پختہ کردیا ہے کہ کتا تو صرف آپ کے گھر میں اتفاقاً داخل ہونے سے بچ گیا اور برہان جہلمی اور جمال سیدوالوی جو اس مقدس گھر میں بارہا داخل ہوکر اس بیت کے مصداق بن چکے تھے:

سگ درگاہ مرزا شد چو خواہی قرب یزدانی
کہ بر شیراں شرف دارد سگ ایں درگاہ خاقانی

اور خاص کر ایڈیٹر البدر جو اس گھر کا حضوری کتا تھا اور بحکم مثل مشہور ’’سگ حضوری بہ از برادر دوری‘‘ ہزاروں بلکہ لاکھوں آفاقی (بیرون نجات کے) مرزائیوں سے افضل گویا اسم بامسمی تھا و بہ تسلیم و اعتراف خلیفہ ثانی مولوی محمد احسن پریذیڈنٹ ڈیپوٹیشن حامل کتاب آسمانی (حقیقت الوحی) اسی طاعون سے وہ ہلاک ہوا ہے۔ اس طاعون سے نہ بچ سکا، یہ بوالعجبی نہیں تو اور کیا ہے کیا آپ کے بلاغرض وطمع دنیاوی معتقد اس پر یہ شعر نہ پڑھیں گے:

حسن زبصرہ بلال ازحبش صہیب از روم زخاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبیست

میرے اعتراض خط اول کو تو آپ نے اپنے جواب سے ان وجوہات کی شہادتوں سے پختہ کیا، اس خط کے اخیر میں جو آپ نے کہا ہے (گویا میرے اعتراض کا دوسرا جواب دیا ہے) کہ جو شخص ان پیش گوئیوں کو جھوٹا کہے اور انسانی افتراء قرار دے وہ بھی ایسی پیش گوئی کرے کہ میں آئندہ سال معہ جمیع من فی الدار طاعون سے محفوظ رہوں گا، وہ ہرگز محفوظ نہ رہے گا۔ اس چیلنج میں آپ نے مجھے شامل کرلیا ہے۔ گو اخیر میں اس پر معافی چاہی اور اس پر عذر بھی کردیا ہے۔ یہ آپ کا پرانا ہتھیار اور وہ ہتھکنڈا ہے، جس سے آپ نے ہزاروں سادہ لوح اور حمقاء مخلوق خدا کو دام میں پھنسا رکھا ہے۔

اس ہتھکنڈے کا جواب آپ کو اشاعۃ السنہ میں بارہا دیا گیا ہے۔ مگر آپ بڑے صاحب حوصلہ ہیں، ایک بات کا جواب بارہا سن کر اس کا اعادہ کردیتے ہیں۔ لیجئے آپ کی خاطر اور آپ کے دام سے لوگوں کو چھوڑانے کی غرض سے پھر کہا جاتا ہے۔ یہ بات آپ ان لوگوں کو کہہ سکتے ہیں جو آپ کے مقابلہ میں الہام کے مدعی ہوں اور وہ بالمقابلہ آپ کے حق میں پیش گوئیاں کرچکے ہوں۔

جو لوگ بجز انبیاء علیہم السلام کسی کے الہام کو نہیں مانتے اور اس کو حجت شرعی نہیں جانتے اور خود الہام کے مدعی نہیں ہیں۔ ان کے مقابلہ میں یہ بات کہنا دھوکہ دہی اور ابلہ فریبی ہے اور یہ کام راست باز اور صادق ملہموں کا کام نہیں ہے۔ ملہم کجا کسی ادنی عقل مند صاحب حیاء وشرم کا یہ کام نہیں، کہ جس امر کا کوئی منکر ہو اسی امر میں اس سے معارضہ بالمثل کا مطالبہ کرے۔ مثلاً ایک شخص کیمیا گری کا منکر ہے، اس کو کوئی عقل مند صاحب حیا وشرم کیمیا گر اپنی کیمیا گری کے ثبوت کے لئے یہ نہیں کہہ سکتا کہ اگر تم میرے کیمیا گر ہونے کو نہیں مانتے، تو تم

کیمیا بنا کر دکھا دو۔ منکر کیمیا گری اس مدعی کیمیا گری کے جواب میں یہی کہے گا کہ میں کیمیا گری کا قائل نہیں، تو تمہارے مقابلہ میں کیمیا بنا کر کیونکر دکھاؤں۔

ایسا ہی وہ شخص جو خود الہام کا مدعی نہ ہو اور دوسرے کے دعویٰ الہام یا پیش گوئی کو دروغ جانتا ہو، اس کو مدعی الہام یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے الہام کو تم نہیں مانتے، تم بھی اپنا الہام سناؤ اور الہامی پیش گوئی کر کے دکھاؤ۔ اس کے جواب میں اس کے الہام کا منکر یہی کہے گا کہ میں جس الہام و پیش گوئی کا مدعی ہی نہیں، تو میں بالمقابلہ پیش گوئی کیوں کروں۔ کیا میں بھی تمہاری طرح جھوٹا اور مفتری علی اللہ بنوں یا اپنی دلی اور خیالی باتوں اور حدیث النفس کو الہام الٰہی قرار دوں۔

اگر کسی ناعاقبت اندیش نے آپ کے مقابلہ میں ایسا کیا ہے اور کسی مسخرے زٹلی نے بطور تمسخر آپ کے مقابلہ میں کوئی الہام گھڑ کر شائع کیا ہے یا کسی علوم دین قرآن وحدیث واصول وکلام سے محض ناواقف نے اپنی حدیث النفس (خیالی بات) کو الہام سمجھ کر آپ کے مقابلہ میں پیش کیا اور وہ اپنے خیالی الہام یا تسخیر میں صادق نہیں نکلا اور ناکام رہا، تو اس پر آپ کے دوسرے اشخاص کو جو علوم دین سے واقف ہیں اور خداداد عقل وفراست رکھتے ہیں، قیاس نہ کریں اور یہ طمع نہ رکھیں کہ وہ بھی اپنی حدیث النفس (خیالی بات) کو الہام سمجھ کر یا دیدہ دانستہ خداتعالیٰ پر افترا کر کے آپ جیسی پیش گوئی کر کے آپ کے پھندے میں پھنس جائیں گے اور اس ہتھکنڈے کی زد میں آجائیں گے۔

اس ابلہ فریب جواب میں جو آپ نے خاکسار کو بھی شامل کیا ہے، یہ محل شکایت وافسوس ہے۔ مگر چونکہ آپ نے عذر کر کے معافی بھی مانگ لی ہے۔ لہٰذا میں آپ کو معاف کرتا ہوں۔ بشرطیکہ آئندہ مجھ سے یہ چال اختیار نہ کریں۔ بلکہ یہ چال ابلہ فریب بالکل چھوڑ دیں اور کسی سے بھی جو آپ کی مانند مدعی الہام نہ ہو معارضہ بالمثل کا مطالبہ نہ کریں۔

مدعی الہام سے آپ کی اس چال کو اس لئے جائز تسلیم کیا گیا ہے کہ مکے والے مشرک لوگ قرآن کو افتراء کہتے اور خود اس کی مثل بنانے کے مدعی بنتے اور یہ کہتے کہ ''**لو نشاء لقلنا مثل ہذا**'' تو ان کے جواب میں ان کے مدعی ہونے کی وجہ سے کہا گیا ''**قل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات**'' یعنی تم مدعی ہو اور ہمارے رسول کو مفتری کہتے ہو تو تم

بھی دس ہی سورتیں ایسی ہی بناوٹی لاکر دکھاؤ، اس سے وہ عاجز آئے تو کہا گیا ''فاتوا بسورۃ من مثلہ'' ایسی ایک سورت بنا کر لے آؤ۔

یہ معارضہ بالمثل کے مطالبہ کا جواب ہے، اب اس دھمکی کا جواب دیا جاتا ہے، جو بالمقابلہ پیش گوئی کرنے والے کو آپ نے دی ہے اور یہ کہا ہے کہ جو ایسی پیش گوئی کرے گا، وہ ایک سال میں مبتلا طاعون ہو جائے گا۔ وہ یہ ہے کہ اس دھمکی سے کوئی احمق ڈر جائے تو ڈرے اور جہنم میں پڑے۔ خس کم جہاں پاک۔ عقل مند تو ایسی دھمکیوں سے نہیں ڈرتے اور وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ دھمکی صرف گیدڑ بھبکی ہے۔

آپ کی ایسی پیش گوئی و دھمکی آگے کون سی سچی ہوگئی ہے۔ کیا عبداللہ آتھم، لیکھرام، مرزا احمد بیگ، داماد احمد بیگ، صوفی عبدالحق غزنوی وغیرہ وغیرہ۔ آپ کی دھمکی اور پیش گوئی کے مطابق مرے ہیں، نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔ پہلے تین گو مر چکے ہیں، مگر وہ مضمون پیش گوئی کو جھوٹا کر کے مرے ہیں اور آخری دو اب تک زندہ ہیں۔ میرے اس جواب سے آپ کو اور آپ کے مریدوں، مقلدوں کو جوش تو آئے گا۔ مگر وہ جوش تب لائق لحاظ ہوگا، جب کہ آپ لوگ ہمارے ان مضامین اشاعۃ السنۃ کا جن میں ان اشخاص کا آپ کی پیش گوئی کو جھوٹا کرنے کا بیان ہے، جواب دیں گے۔

یہ آپ کے اس خط کا جواب ہے اور میرے خط کے جواب میں اس کے ناکافی ہونے کا ثبوت ہے۔ اسی میں فیصلہ آخری مولوی ثناءاللہ صاحب اور فیصلہ بحق ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب پر ریویو بھی ہوگیا کہ وہ فیصلے محض مغالطے ہیں اور انہیں فیصلوں کے ہمرنگ وہم سنگ ہیں جو پہلے مخاطبوں، عبداللہ آتھم وغیرہ کے حق میں آپ کر چکے ہیں اور ان فیصلوں میں وہی اہمال واجمال ہے، جو پہلے فیصلوں میں تھا۔ مولوی ثناءاللہ صاحب کے حق میں یہ الفاظ کہ ''اے خدا میری زندگی میں اس کو طاعون ہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے نابود کر نہایت مہمل ہے'' (مجموعہ اشتہارات ج۳،ص۵۷۹) نہ اس میں کوئی میعاد مقرر ہوئی ہے، نہ سبب خاص مرض الموت بیان ہوا اور ایک کی زندگی میں دوسرے کا فوت ہو جانا قطعاً اس امر کی دلیل نہیں ہو سکتا کہ وہ کاذب تھا اور زندہ صادق ہے۔

بہت سے صادقین گزر چکے ہیں (جیسے آنحضرت ﷺ اور بہت سے انبیاء بنی اسرائیل) جو کاذبوں کی زندگی میں، بلکہ بعض صادق کاذبوں کے ہاتھ سے فوت ہوئے ہیں

(جیسے مسیلمہ کذاب مفتری علی اللہ ویہود قاتلین انبیاء بنی اسرائیل) پھر کیا کوئی مسلمان ان انبیاء کو صادق جاننے والا یہ سمجھ سکتا ہے کہ فوت ہوجانے والے کاذب تھے اور زندہ رہنے والے صادق تھے، نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔

آپ بھی اس بات کو جانتے تھے اور اشاعۃ السنۃ کے (ص۱۱۳ سے ۱۲۲) تک ان نظائر کو دیکھ چکے تھے۔ پھر آپ نے موت مخالف کو نشان صداقت خود ٹھہرایا ہے تو صرف اس خیال سے کہ اشاعۃ السنۃ کو میرے مرید کب دیکھتے ہیں کہ میرے اس دعویٰ اور نشان نمائی پر مجھے جھوٹا کریں گے اور اس دعویٰ کے بعد اگر میں ان مخالفوں کی زندگی میں مرگیا تو میری ٹانگ کو کس نے پکڑنا ہے اور میری لاش کو کس نے ہلا کر یہ کہنا ہے کہ تو کیوں مرگیا اور اگر بحسب اتفاق وبحکم قضاء وقدر میرا مخالف ہی کسی مہلک بیماری سے جو ایک عام ومعمولی امر ہے، نہ غیر معمولی وخارق عادت ومعجزہ تو میری پانچوں گھی میں ہیں۔

ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب کے متعلق تو آپ کی پیش گوئی تو نہایت ہی مہمل ومجمل ہے اور اس میں ان کی موت کا کچھ بھی ذکر نہیں۔ اس کے الفاظ صرف یہ ہیں ''خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں اور وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں اور ان پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے پر تو نے وقت نہ پہچانا، نہ دیکھا اور نہ جانا۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۵۹) جس کا مطلب دربطن قائل ہے، اس واسطے اس پر آپ نے حاشیے چڑھا کر مطلب بتایا ہے جو ریویو ماہ اگست ۱۹۰۶ء اور اشتہار بنگلور میں بیان ہوا ہے، مگر پھر بھی مطلب صاف ظاہر نہ ہوا۔

ان میں ان کی موت اور اس کے سبب کی نسبت اتنا بھی ایماء نہیں ہے، جیسا کہ موت مولوی ثناء اللہ صاحب کی بابت ہے، ان کے فیصلہ کے متعلق جو اشتہار مطبوعہ بنگلور میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کے اعتقاد میں اعتقاد اسلام اور آنحضرت ﷺ پر ایمان لانا شرط نجات نہیں۔ اسلام کا منکر اور آنحضرت ﷺ کا دشمن بھی اگر توحید پر قائم ہے، نجات پاسکتا ہے۔ اس کو ڈاکٹر صاحب نے محض دروغ قرار دیا ہے اور اخبار وطن ۱۷ر مئی ۱۹۰۷ء میں یہ ہے ''میرا یہ خیال ہرگز نہیں، میرے وہ الفاظ بتاویں، جن میں نے ایسا ظاہر کیا ہے، بلکہ میں نے تو یہ لکھا تھا کہ جو لوگ عمداً آنحضرت ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں وہ بے شک شقی وجہنمی

ہیں۔ مگر جن پر آپ کی تبلیغ نہیں ہوئی، ان میں جو خدا پرست اور باعمل ہوں، نجات پاسکتے ہیں، جس پر مجھے مرتد کہا گیا''۔

اب آپ ہی مرزا صاحب اور مرزائیوں نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ بے خبر کو خدا عذاب نہیں کرتا، خواہ وہ مشرک وظالم ہی کیوں نہ ہو۔ گویا کہ خدا کا ماننا اور عمل صالحہ تو ارتداد میں شامل ہوئے اور ظلم وشرک نجات میں (وطن نمبر۹، ج۷ مطبوعہ ۱۷ر مئی ۱۹۰۷ء) اور جو ان کی نسبت اسی فیصلہ میں یہ کہا گیا ہے کہ انہوں نے یہ پیش گوئی کر دی ہے کہ مرزا تین سال کے عرصہ میں فنا ہو جائے گا۔ اگر واقعی انہوں نے یہ بات کہی ہے جو ان سے نقل کی گئی ہے، تو اس کی نسبت ہمارا ریویو ہو چکا ہے کہ یہ ان کی اصول اسلام اور حکم الہام سے ناواقفی ہے، وہ اپنی خیالی بات اور حدیث النفس کو وحی الٰہی سمجھنے سے غلطی کھا گئے ہیں۔

ایسا ہی اس کہنے میں کہ: ''کاذب صادق کے سامنے ہلاک ہوگا۔'' ان کو دھوکہ لگا ہے۔ مناسب ہے کہ وہ اس دعویٰ سے رجوع کا اشتہار دیں اور اس قسم کی پیش گوئی کسی کے حق میں نہ کریں۔ ہمارے اس بیان میں جواب خط بھی ادا ہوا ہے اور آپ کے فیصلوں کا بھی فیصلہ کیا گیا۔ اب آپ کی کتاب حقیقت الوحی کی حقیقت بیان کی جاتی ہے اور اس پر رائے زنی عمل میں آتی ہے۔

## حقیقت الوحی پر ریویو

وہ کتاب جس وقت میرے سامنے پیش ہوئی، میں نے اس وقت قبل از مطالعہ اس کی نسبت خداداد فراست سے (جس کے آپ بھی اپنے خط میں معترف ہوئے ہیں) اور آپ کی مدت العمری حالت پر قیاس کرنے سے یہ رائے ظاہر کر دی تھی (جس کے اظہار سے آپ کے ڈیپوٹیشن کے ایک ممبر اور آپ کے خیالات والہامات کے آرگن الحکم کے ایڈیٹر مجھے روکتے بھی رہے) کہ اس کتاب میں وہی پرانی باتیں ہوں گی جو براہین احمدیہ و فیصلہ آسمانی، ازالہ اوہام، دافع الوساوس، انجام آتھم وغیرہ تصانیف میں کہی گئی ہیں۔

اس رائے کو دبی زبان سے پریذیڈنٹ ڈیپوٹیشن مولوی محمد احسن نے مان لیا اور یہ کہا تھا کہ ''ہاں وہی باتیں۔'' پھر جب میں نے اس کو پڑھا تو میرا وہ ریویو جو فراست وقیاس سے کیا تھا، صحیح نکلا اور معلوم ہوا کہ اس کتاب کو نئی صورت میں، نئے نام سے شائع کرنا، صرف

ناواقف لوگوں کو دھوکہ دینا ہے اور اس کتاب میں اکثر وہی اکاذیب، وہی مغالطات، وہی دعاوی فارغہ، وہی دلائل واہیہ ہیں، وہی نشانات بعینہا و بالفاظ مذکور ہیں جو پہلی کتاب ورسائل مرزامیں پائے جاتے ہیں۔

اور کم تر جو دوسری صورت ودوسرے الفاظ و پیرایہ میں وارد کئے ہیں، وہ بھی باصلہ وبنظیر ان کتابوں میں موجود ہیں اور ان کا جواب بھی اشاعۃ السنۃ میں (ج۱۳،۲۰) تک ادا ہو چکا ہے۔ اس کی مثالیں آپ کے یہ دعویٰ و بیانات ونشانات ہیں کہ میری دعا یا مباہلہ یا پیش گوئی یا مخالفت کے اثر سے الٰہی بخش مصنف عصاء موسیٰ، منشی سعد اللہ لدھیانوی، مولوی عبدالمجید دہلوی، مولوی رسل بابا امرتسری، مولوی غلام دستگیر قصوری، مولوی ابوالحسن سیالکوٹی، مولوی زین العابدین مدرس عربی مدرسہ حمایت اسلام، امریکن ایلگیزنڈر ڈوئی وغیرہ وغیرہ فوت ہوگئے ہیں اور میں اب تک اپنے دعویٰ الہام کے ساتھ زندہ ہوں اور میرے مال، دولت اور جماعت میں ترقی ہے۔ میں اس دعویٰ میں جھوٹا اور وہ مخالف انکار میں سچے ہوتے تو میں ان کے سامنے مرجاتا، وہ میرے سامنے نہ مرتے۔

ان کا جواب اشاعۃ السنہ سنین گزشتہ میں ادا ہو چکا ہے کہ موت وحیات محق ومبطل ہونے کی دلیل نہیں اور نہ مال ودولت وقلت اتباع وکثرت دنیاوی ترقی وتنزل وبیاری وصحت دلیل حقانیت وبطلان ہے اور آپ کی دعا بد یا مخالفت میں کچھ اثر ہے تو بہت سے آپ کے مخالف جو پانی پی پی کر آپ کو کوستے ہیں، اب تک کیوں زندہ اور ہٹے کٹے دندناتے ہیں اور آپ کی دعا خیر میں کچھ اثر ہے، تو جن لوگوں سے آپ پانچ پانچ سو روپیہ فیس لے کر دعا کر چکے ہیں۔ وہ اس اثر سے اب تک کیوں محروم ہیں اور آپ کے مباہلہ میں کچھ اثر ہے تو صوفی عبدالحق غزنوی کیوں اب تک زندہ ہیں اور اپنے حال میں خوش وخرم ہیں۔

جن نئے لوگوں کے اس کتاب میں آپ نے نام گن سنائے ہیں۔ ان میں سے تو ایک بھی ایسا نہیں ہوا جس نے آپ سے مباہلہ کیا ہو۔ آپ اور آپ کے آرگن ریویو آف ریلیجنز، الحکم اور البدر خدا تعالیٰ کا اور مواخذہ واعتراض دنیا کا خوف اٹھا کر ناحق وبرخلاف واقعہ ان لوگوں کی موت کو آپ کے مباہلہ کا اثر ٹھہراتے ہیں۔

اس جواب کی تفصیل اشاعۃ السنۃ کی جلدوں مذکورہ میں موجود ہے، جس کو سبھی جلدیں میسر نہ ہوں، وہ صرف (ج۱۹ کو ص۱۱۶ سے ۱۳۲) تک اور (ج۲۰ کو ص۱۱۲ سے ۱۴۰) تک

ملاحظہ کرے (ج۱۹کےص۱۱۷) میں مرزا کی اس نیرنگی کو فروخ تیلی سے (جو ایک ہی تیل کو ایک مشکیزہ سے اس کو مختلف منہ لگا کر نکال دیا کرتا تھا) تشبیہ دے کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ جو باتیں اس نے ۱۹۰۰ء میں کہی تھیں، وہی ۱۸۹۱ء میں کہی تھیں، جن کا جواب اس کو مل چکا ہے۔ اب وہی باتیں ۱۹۰۷ء میں کہی ہیں۔

اس مقام میں ایک تازہ اور گرما گرم نیا جواب بھی پیشکش کیا جاتا ہے کہ اگر اس بات کو صحیح تسلیم کر لیا جاوے کہ ان لوگوں کی موت آپ کی دعا یا مباہلہ کا اثر ہے تو اس سے آپ کے دعویٰ کے برخلاف یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ مثیل مسیح ہونے کے دعویٰ میں صادق نہیں ہیں، بلکہ آپ جیسا خونی وسفاک تو کسی نبی، مصلح (ریفامر) کا نظیر ومثیل نہیں ہوسکتا۔

نبی تو خیر خواہ دشمنان ہوتے ہیں، دشمن ان کو مارتے تو وہ ان کے لئے دعا کرتے۔ ایک نبی کو قوم نے ایسا مارا کہ وہ خون آلود ہوگئے، آپ چہرہ سے خون پوچھتے اور یہ دعا مانگتے ’’اللهم اغفر لقومی فانهم لا یعلمون‘‘ ہمارے مولیٰ وسید خاتم الرسل مکہ والوں سے مایوس ہوکر طائف پہنچے، جب طائف گئے کفار فجار اور وہاں کے سفہاء بدکردار نے آپ کو ہنسی میں اڑا کر دیوار میں دھکیل کر طائف سے نکال دیا، تو آپ کو اس غم والم سے مقام قرن الثعالب میں پہنچ کر غم سے ہوش وافاقہ ہوا، تو آپ کی تسلی ودلجوئی کے لئے خدا تعالیٰ نے حضرت اسرافیل کے ساتھ ایک فرشتہ ملک الجبال کو بھیجا۔

انہوں نے سلام فرخندہ انجام، فرحت وعزت التیام پہنچا کر عرض کیا کہ آپ کی تنگی دل وغم والم کو دیکھ کر خدا تعالیٰ نے ملک الجبال کو بھیجا ہے، آپ حکم دیں تو یہ جبل بوقیس اور اس کے ساتھ والے پہاڑ کو زمین سے اکھاڑ کر مکہ والوں کے سروں پر رکھ کر ان کو کچل ڈالے۔ اس کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ’’لا یارب‘‘ اے خدا میں ایسا نہیں چاہتا، ان لوگوں میں کوئی تو ایسا بھی نکلے گا جو ’’لا اله الا الله‘‘ کہے گا اور تیری عبادت کرے گا اور حضرت مسیح تو ایسے رحم مجسم تھے کہ وہ فوت ہوجانے کے بعد روز قیامت بھی اپنے مخالفوں کے لئے جنہوں نے ان کی دعوت ونصیحت کے مخالف ہوکر ان کی پرستش کی ہے، دعا مغفرت ہی کریں گے اور یہ کہیں گے ’’ان تعذبهم فانهم عبادک وان تغفرلهم فانک انت العزیز الحکیم (المائدة:۱۱۸)‘‘ یعنی اے خدا تعالیٰ اگر تو میری نصیحت کی مخالفت

کرنے والوں کو عذاب کرے تو یہ تیرے (محکوم) بندے ہیں اور اگر معاف ہی کردے تو تو غالب حکمت والا ہے۔

ایسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کافروں، نافرمانوں کے لئے دعا مغفرت کی تھی ''رب انھن اضللن کثیراً من الناس فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور الرحیم (ابراھیم:۳۶)'' اے رب یعنی اے خداوند ان معبودوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کررکھا ہے۔ پس جس نے (ان کو چھوڑ کر) میری پیروی کی، وہ تو میرا اور مجھ سے ہے اور جس نے نافرمانی کی تو اس کو بھی بخشنے والا مہربان ہے۔

حضرت موسیٰ اور حضرت نوح علیہما السلام نے اپنے سرکش مخالفین کے لئے بددعا کی تھی، تو وہ ایک مدت دراز کے بعد جب ان کو ان کی ہدایت سے ناامیدی ہوگئی تھی اور خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوچکی تھی ''واوحی الی نوح انہ لن یؤمن من قومک الا من قد اٰمن (ھود:۳۶)'' کہ اب وہ لوگ ایمان نہ لائیں گے پہلے تو وہ حضرات بھی قوم کو مدتوں وعظ کرتے رہے اور ان کی سختیاں سہارتے رہے اور گالیاں بدگویاں سنتے رہے۔ آپ نے تو نبوت کا چارج (عہدہ) لیتے ہی پہلے ہی صحیفہ آسمانی (کتاب براہین) کے نازل ہوتے ہی اپنی قوم کو جن کی ہدایت کے واسطے آپ مبعوث ہوئے تھے کوسنا اور مارنا شروع کردیا تھا۔

پھر آپ مثیل مسیح کیونکر ہوسکتے ہیں یا کسی نبی اور مصلح کے مماثل کیونکر بن سکتے ہیں، اگر صرف نام کے مسیح ہونے کا دعویٰ ہے تو اس نام کے مسیح کے ساتھ لفظ خونی بڑھادینا اور خونی مسیح کہلانا مناسب ہے۔ کیونکہ جو کوئی آپ کا مخالف ہو، اس کے مارنے کو اپنی تبلیغ رسالت اور اس کے اظہار مخالفت سے پہلے ہی اس کو مارنے کے ہتھیار بددعائیں اور منذر الہام خدا کی طرف سے آپ ساتھ لائے ہیں۔

پھر جو شخص سینکڑوں مخالفوں سے مرجاتا ہے، اس کو اپنے ہی الہام ودعا کا اثر اور اپنی کرامت آسمانی نشان قرار دیتے ہیں اور جو مخالفوں سے ہنوز زندہ ہے، ان کو منذر الہامات اور انذاری پیش گوئیوں کی دھمکیاں دیتے ہیں اور یہ پنجابی مثل سناتے اور یہ فرماتے ہیں ''پاواں تنبا کراں چوڑ چنبا'' جس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ پاجامہ پہنوں اور تمہارے گھر کا ستیاناس کروں۔ لہٰذا لقب مسیح بلا اضافہ لفظ خونی آپ کی قہاری شان کے لئے شایان نہیں۔

او مائی اولڈ فرینڈ آپ کے اس قسم کے الہامات وپیش گوئیاں اہل علم وصاحبان

عقل کی نظروں میں اس مثل سے بڑھ کر وقعت نہیں رکھتیں۔ پھر آپ ان پر کیا فخر کرتے ہیں اوران سے کس کو ڈراتے ہیں۔ آپ کے دام افتادہ بافندے جو عقل ایمان فروخت کر کے آپ کی چار دیواری میں ڈیرے لگاتے ہیں اس سے ڈریں، تو ڈریں۔ جن کو ذرہ بھی عقل ہے وہ ان دھمکیوں کو اس جولاہے کی دھمکی سمجھتے ہیں۔

آپ کی ان خونریزیوں اور خونریزی کی دھمکیوں کے متعلق ایک اور یہ بات بھی آپ کی توجہ وانصاف کے (آپ نہ کریں تو اور عقل واہل انصاف کی) توجہ کے لائق ہے کہ آپ کے دعویٰ الہام ومسیحائیت وغیرہ کے منکر ومخالف سارے جہاں میں سبھی لوگ تو ایسے نہیں جو دیدہ دانستہ جحوداً وعناداً انکار کرتے ہوں، بلکہ ان میں بہت ایسے بھی ہوں گے، جو آپ کے دعاوی والہامات کو صحیح نہ سمجھنے اوران پر احاطہ علمی نہ کرنے کی وجہ سے ان سے منکر ہوں گے۔ انہیں لوگوں سے آپ نے اس خاکسار کو شمار کیا۔

چنانچہ اس خط ۲۲رمئی میں مجھ پر اسی نیک گمانی کا اظہار فرمایا ہے اور میں خود بھی حلفاً کہتا ہوں اور جس قسم کی حلف اور جس وقت، جس دن، جس مقام میں آپ چاہیں میں اٹھانے کو تیار ہوں کہ میں نے ابتداء سے آج تک آپ کا مقابلہ ومعارضہ جحوداً وعناداً نہیں کیا۔ بلکہ آپ کے دعاوی جدیدہ اوران کے دلائل مزخرفہ کو جس کا شروع رسالہ فتح اسلام سے ہوا ہے، اصول وعقائد اسلام کے مخالف سمجھ کران سے انکار کیا ہے۔

میرا انکار ورد آپ کے دعاوی دلائل سے ایسا ہے جیسا کہ اپنے پرانے دینی اور اسلامی بھائیوں (علاتی بھائی، حنفیوں، عینی بھائیوں اہل حدیث امرتسری آروی وغیرہم) کے نئے خیالات اورخیالی دلائل سے ہے۔ جس کا آپ جلد بستم وبست یکم اشاعۃ السنۃ کے ملاحظہ سے یقین کر سکتے ہیں۔ پھر ایسے لوگوں کے جواب میں جب وہ آپ سے آپ کے دعاوی کی دلیل اورآپ کے الہامات کا ثبوت طلب کریں، آپ کا یہ کہنا کہ تم میرے الہامات کو نہیں مانتے، افتراء سمجھتے ہو تو تم قسم کھاؤ اور مباہلہ کرو، پھر تم ایک سال تک ہلاک کئے جاؤ گے۔ مدعی مماثلت حضرت مسیح یا کسی سچے ملہم اور ہادی کے لئے کب جائز ومناسب ہے وہ ہلاک ہوگئے تو آپ سے ہدایت کون پائیں گے اورآپ کی بعثت اور نبوت کا نتیجہ کیا نکلے گا۔ ایسے لوگوں غیر معاندوں اور طالبان حق کو تو بحث ودلائل سے اپنے دعاوی سمجھانے مناسب ہیں

اور اگر آپ میں روحانی طاقت اور برقی طاقت ہے، تو ان کی ہدایت روحانی برقی طاقت، دعا سحری سے مناسب ہے، نہ خون ریزی اور خون ریزیوں کی دھمکیوں سے اور اقل قلیل اس کتاب میں نئی باتیں بھی ہیں جو پہلے آپ نے نہیں کہیں، اس لئے ان کا جواب اشاعۃ السنۃ سنین گزشتہ میں ادا نہیں ہوا۔

## مرزا کی پانچ نئی باتوں کا تجزیہ

ازانجملہ ایک یہ بات ہے جو (تتمہ حقیقت الوحی ص۳۷، خزائن ج۲۲ ص۴۷۰) میں آپ نے کہی ہے کہ: ’’نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے میری کتاب براہین احمدیہ کو چاک کر کے واپس کر دیا تھا۔ اس لئے میں نے دعا کی کہ ان کی عزت چاک کر دی جائے تو وہ نوابی سے معزول ہو گئے۔ پھر جب انہوں نے بذریعہ خط مجھ سے دعا کی درخواست کی، جس کی اطلاع حافظ یوسف امرتسری اور مولوی محمد حسین کو دی گئی تھی۔ تب میں نے اس کے لئے دعا کی تو خدا نے مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سرکوبی سے اس کی عزت بچائی جائے گی۔ پھر کچھ مدت کے بعد گورنمنٹ کا حکم آ گیا کہ صدیق حسن خان کی نسبت نواب کا خطاب بحال رہے۔‘‘

دوسری یہ بات ہے جو (حقیقت الوحی ص۳۹۱، خزائن ج۲۲ ص۴۰۶، ۴۰۷) میں کہی ہے کہ ’’اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء ابدال، اقطاب اس امت سے گزر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں اور دوسرے لوگ اس نام کے مستحق نہیں...... اس قدر مکالمہ الٰہی کا وہ حصہ پاتے تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہو جاتے اور آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی میں جو احادیث صحیحہ میں آ چکی ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا، رخنہ واقع ہو جاتا۔‘‘

اور اس کی تائید میں مکتوبات مجدد الف ثانی سے نقل کیا ہے کہ ’’اس امت کے بعض افراد مکالمہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف کیا جاوے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۳۹۰، خزائن ج۲۲ ص۴۰۶)

اس کے بعد کہا ہے کہ ’’احادیث صحیحہ نبویہ میں یہ پیش گوئی کی گئی ہے کہ

آنحضرت ﷺ کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسیٰ اور ابن مریم کہلائے گا اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔'' (حقیقت الوحی ص۳۹۰، خزائن ج۲۲ص۴۰۶)

تیسری یہ بات ہے جو (حقیقت الوحی ص۲۵۵، خزائن ج۲۲ص۲۶۷) میں کہی ہے کہ ''سان فرانسکو اور فارموسا وغیرہ میں میری پیش گوئی کے مطابق زلزلے آئے ہیں۔''

چوتھی بات یہ ہے جو (تتمہ حقیقت الوحی ص۳۷، لغایت ۳۹، خزائن ج۲۲ص۴۷۱،۴۷۲) میں کہی ہے کہ اس دفعہ جو زیادہ بارش سردی ہوئی ہے، وہ میری پیش گوئی کے مطابق ہوئی ہے۔

پانچویں بات یہ ہے جو (حقیقت الوحی ص۱۷۷،۱۷۸، خزائن ج۲۲ص۱۸۲،۱۸۳،۱۹۴) میں کہی ہے کہ ''میری دو تین پیش گوئیاں (جیسے موت عبداللہ آتھم یا داماد احمد بیگ یا نکاح دختر احمد بیگ) پر پورا نہ ہونے کا اعتراض کیا جاتا ہے، ہزاروں پیش گوئیوں کے پورے ہونے کو کیوں دیکھا نہیں جاتا۔'' اسی قسم سے اور نئی باتیں اس میں کی ہیں۔ جن کی تفصیل سے تطویل بلا طائل متصور ہے۔

ان باتوں کے جواب دینے اور ان کی نسبت رائے ظاہر کرنے کی ضرورت نہ تھی، جب کہ ان کے نظائر کا جواب اشاعۃ السنۃ سنین گزشتہ میں دیا گیا ہے، تاہم ان کے جوابات پر باقی نئی باتوں کے جواب کو قیاس کرنے کے لئے نظائر پیدا ہونے کی غرض سے جواب دیا جاتا ہے اور یہ رائے ظاہر کی جاتی ہے کہ یہ باتیں محض مغالطے ہیں۔

پہلی بات محض غلط و بناوٹ معلوم ہوتی ہے۔ (۱) نہ نواب صاحب نے بذریعہ خط دعا کے لئے درخواست کی۔ (۲) اور نہ ان کے خط سے آپ نے مجھے اطلاع دی۔ (۳) اور نہ نواب صاحب کی زندگی میں بحالی خطاب نوابی کا بہ نسبت نواب صاحب حکم ہوا۔ امر سوم کا تصفیہ سرکاری کاغذات سے ہوسکتا ہے، آپ سچے ہیں، تو سرکاری حکم کا نمبر و تاریخ بتاویں۔ امر اول دوم کا تصفیہ نواب کا خط دکھانے سے ہوسکتا ہے۔

اس باب میں واقعی امر یہ ہے کہ نواب صاحب کی تصنیفات میں ایسے الفاظ تھے، جن کے درج ہونے ان کا خطاب موقوف ہوا۔ پھر جب خاکسار نے ان کی مدافعت میں ایک انگریزی پمفلٹ شائع کیا اور اس میں گورنمنٹ پر ثابت کر دیا کہ جو الفاظ ان کی تصانیف میں درج ہوئے ہیں۔ یہ نواب صاحب کے ذاتی خیال کا فوٹو نہیں۔ یہ اقوال غیر ہیں، جن کو

نواب صاحب نے سادہ پن سے درج کتاب فرمادیا ہے۔اس پر گورنمنٹ ہند کی توجہ ہوئی تو گورنمنٹ نے نواب صاحب کی وفات کے بعد صرف بیگم صاحبہ کی خاطر ودلجوئی کے لئے نواب صاحب کو بلفظ نواب یاد کرنے کا حکم دیا، جس سے نواب صاحب بحال نہ ہوئے، بلکہ صرف بیگم کی تلافی ہوئی۔آپ نے اس واقعہ کو کچھ کا کچھ بنا کر دکھادیا اور اپنے احمق مریدوں کو دھوکہ دیا۔

دوسری بات بھی محض غلط وخلاف واقعہ ہے، کسی حدیث صحیح میں یہ ذکر نہیں آیا کہ جس شخص کثرت سے مکالمہ الٰہی سے مشرف ہو وہ نبی کہلانے کا مستحق ہوتا ہے اور نہ ہی یہ بات مجدد الف ثانی نے کہی ہوگی۔آپ سچے ہیں، تو حدیث کا پتہ کسی کتاب حدیث میں اور مجدد صاحب کے مکتوب کا نمبر ونام مکتوب الیہ بتاویں اور نہ یہ مضمون کسی حدیث میں آیا ہے کہ اس امت سے ایک شخص پیدا ہوگا، جو عیسیٰ اور ابن مریم کہلائے گا اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔آپ اس دعویٰ میں سچے ہیں، تو پہلے حدیث کی نشان دہی کتب حدیث سے کریں، اس کے بعد اپنے مکالمہ الٰہیہ کی کثرت کا ثبوت دیں۔

آپ کے خصوم ومنکر تو آپ کو مطلق اور کسی قدر مکالمہ الٰہیہ سے بھی مشرف نہیں جانتے اور اس امر کو بحکم عادت اللہ محال جانتے ہیں کہ آپ جیسے اعتقاد وعمل واخلاق کا شخص مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہوسکے۔آپ جیسا آدمی خداتعالیٰ کا مخاطب اور مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہوسکے، تو خطاب الٰہی اور نبوت سے امان اٹھ جائے گی اور کسی نبی اور مخاطب الٰہی کا اعتبار باقی نہ رہے گا۔

تیسری اور چوتھی باتیں بھی محض غلط ومغالطے ہیں، آپ نے کوئی پیش گوئی ایسی نہیں کی جس میں سان فرانسسکو یا فارموسا میں زلزلہ یا ہندوستان میں سردیوں اور بارش ہونے کی خبر صاف طور پر دی گئی ہو، جس پیش گوئی ''بہار آئی وثلج'' کو آپ پیش کرتے ہیں، وہ اس باب میں صاف وصریح نہیں ہے، بلکہ وہ ان پیش گوئیوں کی نظیر ہے، جن کا زلزلہ کے باب میں صاف نہ ہونا (ج۲۰) اشاعۃ السنۃ میں ثابت ومدلل کیا گیا ہے اور اس کا جواب آپ سے کچھ بن نہیں پڑا۔

آپ کی ہزاروں پیش گوئیوں ونشانات میں سے جن کے (۲۰۸) نمبر آپ نے اس کتاب میں نقل کئے ہیں اور ان کی اصلی تعداد کو آپ نے (ص۶۷) کتاب میں تین لاکھ تک

بتایا ہے۔ ایک بھی پیش گوئی یا نشان صادق ثابت نہیں ہوا، جن چار مشہور پیش گوئیوں (تولد فرزند، موت آتھم، موت لیکھرام، نکاح زوجہ آسمانی) پر آپ کو گھمنڈ تھا۔ ان پر جو ہم نے اعتراض کئے ہیں، ان میں سے ایک اعتراض کا جواب بھی آپ نے کسی سابق تصنیف میں نہیں دیا۔ اس کتاب کے (ص۱۷۷ سے ۱۸۷) تک جو جواب دیئے ہیں، ان کے جواب ہم اشاعۃ السنۃ سنین گزشتہ میں دے چکے ہیں۔

آپ کو مناسب تھا کہ ہمارے جوابات کا جواب دیتے نہ یہ کہ بلا جواب الجواب پرانی باتوں کے اعادہ پر اکتفا کرتے۔ گزشتہ را صلوٰت۔ آپ آئندہ ہی مرد میدان بنیں اور جن پیش گوئیوں ونشانات کی تعداد آپ کبھی تین ہزار کبھی (طغرہ نظامیہ جائز کر کے) تین لاکھ بتاتے ہیں، ان میں سے صرف تین (جو بہت مشہور ہیں (۱) تولید الہامی فرزند (۲) نکاح زوجہ آسمانی۔ (۳) موت آتھم یا لیکھرام یا شوہر ثانی زوجہ آسمانی یا ان میں صرف ایک جس پر زیادہ یقین واعتماد ہو) پر تحریری یا تقریری بحث کر کے ان کا صادق ہونا ثابت کر دیں۔

اگر آپ نے اس ایک یا تین کا منجاب اللہ ہونا اور کلام الٰہی سے اپنا مخاطب اور خدا تعالیٰ کا متکلم ہونا ثابت نہ کیا تو اس پر باقی تین ہزار یا تین لاکھ کا قیاس کر کے ان کا ''کان لم یکن'' ہونا آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا اور اگر ان تینوں کا منجانب اللہ ہونا آپ نے ثابت کر دیا، تو پھر باقی تین ہزار یا تین لاکھ میں ایک ایک کر کے بحث ومباحثہ کرنا پڑے گا۔ یہاں تک کہ جملہ پیش گوئیوں اور نشانات کا منجانب اللہ ہونا آپ ثابت کر دیں۔ کیونکہ اہل اسلام کے نزدیک مسلم ومقرر ہے کہ کسی سچے نبی یا ملہم الٰہی کی جو ہزاروں لاکھوں پیش گوئیوں کے منجانب اللہ ہونے کا دعویٰ کرے، کوئی ایک پیش گوئی جھوٹی نکلے تو وہ دعویٰ نبوت میں جھوٹا سمجھا جائے گا اور اس کی نبوت کا بالکل اعتبار نہ رہے گا۔

مگر مشکل اور سخت مصیبت تو یہ ہے کہ (تذکرہ ص۲۰۹ طبع سوم) کے الہام ''**یا علی دعھم ذراعتھم وانصارھم**'' اے علی (اپنی ذات اقدس کو مراد بتاتے ہیں) ان کی کھیتی اور مددگاروں کو (یعنی مولویوں اور ان کے مباحث) کو چھوڑ دے، مباحثہ کا دروازہ بند کر دیا ہے (گو یہ بند کرنا صرف زبانی اور تقریری بحث سے ہے۔ تحریری بحث تو آپ کو بند نہیں ہوئی۔ اس اپنی کتاب حقیقت الوحی کو دیکھیں جو معہ متعلقات چھ (۶۰۰) صفحہ کے قریب میں ختم

ہوئی ہے یہ بحث نہیں تو اور کیا ہے) اور ایک مدت سے اپنے دعاوی کے ثبوت کے لئے آپ نے اسی ایک دلیل کو پناہ یا ہتھیار تیار کر رکھا ہے کہ: ’’پاواں تنبا کراں چوڑ چنبا‘‘ یعنی ہمارے الہامات ونشانات کی نسبت قسم یا مباہلہ سے کہو کہ خدا کا کلام نہیں، محض افتراء ہے تو پھر ایک سال کے اندر مارے جاؤ گے۔

اس صورت سے فرمایئے آپ کے دعاوی کی صداقت آپ کے ان مخالفوں ومنکروں پر جو معاند نہیں ہیں (جیسا کہ خاکسار آپ کا پرانا غم خوار ہے، کیونکر ثابت ومحقق ہو۔ ’’حسبةً للہ ونصحاً لخلق اللہ‘‘ آپ اس سوال کا جواب ضرور دیں، آپ نہ دے سکیں، تو اپنی امت کے حکیم مولوی نوردین صاحب بہادر یا آپ کے وکیل بالخصومة ومناظر مولوی محمد احسن صاحب بہادر سے جواب دلوائیں۔ ایک واجب العرض گزارش یہ ہے کہ آپ کے غیر معاند خصوم سے آپ کے اس سوال کا کہ ’’میرے الہامات کو خدا کی طرف سے نہیں مانتے، تو اس کے افتراء علی اللہ ہونے پر قسم کھاؤ اور موت کی سزا پاؤ‘‘ بے محل ونامناسب ہونا تو بیان ہو ہی چکا ہے۔

رہے وہ منکر ومخالف جو جحوداً وعناداً آپ کے دعاوی کو حق جان کر اور آپ کے الہامات کو منجانب اللہ مان کر ان سے انکار کرتے ہیں اور وہ ان فرعونی لوگوں کی مانند ہیں۔ جن کے حق میں قرآن میں فرمایا ہے کہ ’’وجحدوا بها واستيقنتها انفسهم ظلماً وعلواً (النمل:۱۴)‘‘ روشن نشانی لاٹھی کا سانپ بن جانے کے منجانب اللہ ہونے کا یقین کر کے عناداً وجحوداً اس سے انکار کیا تھا، ان کی نسبت بھی اگر آپ مسیح علیہ السلام کی مثیل ہیں، قسم کھا کر ہلاک ہو جانے کو نشان نہ بنائیں، بلکہ ان کے لئے بھی وہی دعا کریں کہ خدا ان کا عناد، جحود دور کرے اور ان کو آپ کا مطیع کر دے۔

ان دونوں فریق کی نسبت یہ گزارش بھی بطور سفارش واجب العرض ہے کہ جو شخص آپ کے الہامات کو منجانب اللہ نہ مانے (محقق ہو یا معاند) اس کو یہ لازم نہیں کہ وہ آپ کو عمداً مفتری علی اللہ ہی قرار دے کیوں جائز نہیں ہے؟ کہ وہ آپ کے مقالات والہامات کی نسبت یہ خیال رکھتا ہو کہ وہ آپ کے دل ودماغ کے خیالات ہیں اور از قسم حدیث النفس۔ مگر چونکہ آپ ظاہر درسی علوم سے امی ہیں اور فقراء اہل اللہ کی صحبت وارشاد سے بھی محروم رہے ہیں اور ان کے حالات ومتعلقات عرفان سن سنا کر، کتب صوفیہ میں دیکھ کر اس قسم کے بلکہ اس

سے بڑھ کر خیالات آپ کے دل میں اور آپ کے دماغ میں پیدا ہوئے ہیں۔ ان کو آپ الہامات سمجھ لیتے ہیں۔

پس جس شخص کا آپ کی نسبت یہ خیال ہو وہ آپ کے مقالات والہامات کو اگر خدا کی طرف سے نہ مانے تو پھر اس کو عمداً افتراء علی اللہ بھی کیونکر کہہ سکتا ہے۔ لہٰذا اس سوال کو آپ کسی ...... (معاند ہو خواہ محقق طالب حق) کے سامنے پیش نہیں کر سکتے۔ یہ آپ کی کتاب حقیقۃ الوحي پر خاکسار کا مختصر ریویو ہے، جس کا ماحصل یہ ہے کہ وہ آپ کے قدیمہ مغالطات کا مجموعہ ہے، گوفروخ تیلی کی طرح آپ نے اس کو اور صورت و پیرایہ میں ظاہر کیا ہے:

من آنچہ بلاغ است باتو بنوشتم تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

راقم: آپ کا پرانا خیر خواہ ابوسعید محمد حسین

(اشاعۃ السنۃ ج۲۱ نمبر۱۲ ص۳۵۷ تا ۳۸۴)

## حاشیہ جات

۱؎ یہ محض غلط ومغالطہ ہے، جب کسی قوم پر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے، تو خدا کے مقبول اور صالحین کو بھی وہ عذاب دنیاوی شامل ہوتا ہے پھر آخرت میں صالحین کا حشر ان کی نیت کے مطابق صالحین کے ساتھ ہوتا ہے۔ (دیکھو حدیث متفق علیہ مشکوٰۃ ص۲۳) اور جن کو اس عذاب دنیاوی سے خدا تعالیٰ کو بچانا منظور ہوتا ہے ان کو خدا تعالیٰ اس قوم اور ان کی بستیوں سے نکل جانے کا حکم دیتا ہے، جیسے حضرت لوط علیہ السلام کو حکم ہوا تھا دیکھو (سورہ حجر رکوع ۵)

۲؎ لاہور میں حکیم فضل الٰہی مرزا کا گویا ایجنٹ تھا اور اس کا گھر مرزائیوں کا ہیڈ کوارٹر یا ہوٹل تھا۔ وہ بھی طاعون سے ہلاک ہوا اور بری سختی وعذاب سے مرا۔ خاکسار لاہور سے تحقیق کر چکا ہے۔

۳؎ آپ کے الہام میں ان کا لفظ ہوگا، قرآن مجید میں یہ الہام نازل ہوا ہے، تو اس میں الذین ہے، مرزا صاحب نے یہ الہام قرآن سے کہا تو سہی مگر لفظ قرآن کو بدل دیا۔ سچ ہے کہ عیب کرنے کو بھی ہنر چاہئے۔

۴؎ ایک احمق بافندہ کے گھر میں کسی نے پاجامہ پہن کر نماز پڑھنی شروع کی تو اتفاق سے اس گھر میں آگ لگ گئی، ان احمق گھر والوں نے یہ سمجھا کہ یہ آگ اس نماز پڑھنے والی شامت ہے وہ نمازی چالاک وعیار تھا، اس نے ان کے اس خوف وخیال کو غنیمت سمجھا اور اپنی کرامت کا ہتھکنڈا بنالیا۔ جب کسی بات سے ان پر ناراض ہوتا، تو ان کو ڈراتا اور دھمکاتا اور یہ کہتا ''پاواں تنبا کراں چوڑ چنبا''

خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

# آسمانی مسیح
# اور اس کا رفیق مہدی
# اور گورنمنٹ انگلشیہ

## (تمہیدی ریمارک)

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اس مضمون میں ہم کو آسمانی مسیح اور اس کے رفیق مہدی کی نسبت اہل اسلام قدیم کا خیال بیان کر کے یہ ظاہر کرنا مدنظر ہے کہ یہ خیال عیسائی گورنمنٹ انگلشیہ کے لئے خطرناک نہیں ہے، بلکہ اس خیال کے برخلاف زمینی مسیح اور اس کے مثیل وہم عصر وہم سیرت مہدی کی آمد کا نیا خیال گورنمنٹ انگلشیہ اور ہر ایک گورنمنٹ کے لئے (اسلامی ہی کیوں نہ ہو) پر خطر ہے۔

اس مضمون میں ان دونوں خیال کی تصویر دکھا کر اور صرف خیال اول کے محل وماخذ کی تفصیل کر کے ان کے پولیٹیکل اثر ونتیجہ پر گورنمنٹ وپبلک کو آگاہ کرنا ہمارا مقصود ہے۔ ان خیالات اور ان کے ماخذ پر مذہبی یا علمی (محدثانہ یا متکلمانہ) بحث کرنا اور ان کے دلائل واصول کا باہم موازنہ ومقابلہ کر کے صحیح خیال کی تصحیح وتائید اور ضعیف خیال کی تضعیف اور تردید کرنا ہمارا مطلوب نہیں ہے۔

لہٰذا کوئی صاحب (محدث کہلاتے ہوں یا محدث بن بیٹھے ہوں، خود مجتہد یا مجدد ہونے کے مدعی ہوں، خواہ کسی کے مقلد وخلیفہ بن گئے ہوں، کسی مسیح یا مہدی آسمانی یا زمینی کی آمد کے معتقد ومنتظر ہوں یا خود ہی مسیح اور خود ہی مہدی یا ان دونوں کے خلیفہ بن بیٹھے ہوں) ہرگز ہرگز مجاز نہ ہوں گے کہ ہماری اس پولیٹیکل بحث کے مقابلہ میں مذہبی علمی بحث کو چھیڑ دیں اور کسی خیال قدیم یا جدید کے دلائل کی تصحیح یا تضعیف کے درپے ہو کر اس خیال کا قوی یا ضعیف ہونا ثابت کریں یا یہ ثابت کرنے لگ جائیں کہ آنے والے مسیح سے حضرت عیسیٰ بن مریم مراد نہیں کیونکہ وہ فوت ہو چکے ہیں اور ان کے رفیق مہدی سے فاطمی مہدی مراد نہیں، کیونکہ اس کے متعلق احادیث صحت کو نہیں پہنچیں، بلکہ اس مسیح ومہدی سے فلاں شخص مراد ہے، جس کے مراد ہونے پر فلاں فلاں آیت یا حدیث شاہد ہے یا فلاں مجذوب نے شہادت دی ہے یا فلاں آسمانی نشان ظاہر ہوا ہے‘‘ اور اگر کوئی صاحب خواہی نخواہی برطبق ’’تو مان نہ مان میں تیرا مہمان‘‘ اس قسم کی مذہبی یا علمی بحث میں الجھیں گے تو ہم ان کو مخاطب صحیح نہ سمجھیں گے بلکہ بے علم کم فہم سخن ناشناس قرار دے کر ان کے خطاب میں:

سخن شناس نہ دلبرا خطا ایں جا است

پیش کر کے ان کے جواب سے سکوت محض اختیار کریں گے:

ایں است جوابش کہ جوابش ندہم

یہی وجہ ہے کہ ہم اس مضمون میں آنے والے مہدی کے متعلق ان احادیث میں (جو محل کلام محدثین میں جن کی طرف ہم رسالہ (نمبر۱۲، ج۷، نمبر۲، ج۹ اور نمبر۲ و۸، ج۱۱) میں بحوالہ کلام ابن خلدون اشارہ کر چکے ہیں اور اس میں تفصیلی بحث کا وعدہ بھی کر چکے ہیں) کوئی محدثانہ کلام نہ کریں گے۔ ان احادیث کو جیسے کیسے وہ ہیں، بلا کلام نقل کر کے ان کے مضامین سے نتیجہ مطلوبہ نکال لیں گے۔ ہمارے اس سکوت سے نہ کوئی صاحب تسلیم صحت جملہ احادیث کا نتیجہ نکالیں اور نہ ہمارے سابق نقل کلام ابن خلدون سے ان احادیث کی عدم صحت کو استنباط کر کے ہماری طرف منسوب کریں۔ ہماری طرف اسی قول یا اعتقاد کو منسوب کریں، جس کو ہماری صریح کلام میں پاویں۔ آئندہ زبردستی کرنے کا زبردست کو اختیار ہے اور اس کے مقابلہ میں اس طرف سے یہ بیت تیار ہے:

تو وطوبے و ماؤ قامت بار فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

یہ مضمون ۱۸۹۷ء میں تالیف ہوا اور مسٹر ینگ بالقابہ سابق لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کے اوائل عہد گورنری میں اس کا خلاصہ ان کے ملاحظہ سے گزرا اور علمائے وقت سے مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی کے ملاحظہ سے بھی گزرا تھا۔ مگر بعض پولیٹیکل اور مذہبی مصالح کی نظر سے اس کی اشاعت کو غیر ضروری سمجھ کر ملتوی کیا گیا تھا۔ پھر اس مضمون کی اشاعت کی اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ مرزا غلام احمد کرشن قادیانی نے (جو خود ہی مسیح موعود بن بیٹھا تھا اور خود ہی مہدی معہود) اپنی اس پالیسی کی وجہ گورنمنٹ کو یہ بتائی اور قادیانی اخباروں اور اپنی تصانیف میں یہ مشتہر کی کہ عموماً مسلمانوں کا خیالی مسیح موعود اور امام مہدی کی آمد کی نسبت گورنمنٹ کے لئے سخت خطرناک ہے۔

اس لئے میں مسلمانوں کے دل ودماغ سے اس خیال کو محو کرنے کے لئے اپنا مسیح ومہدی ہونا (جو گورنمنٹ کی مخالفت کو ناجائز بلکہ اصل مسئلہ جہاد کو حرام مطلق جانتا ہوں) تجویز کیا ہے، تاکہ وہ مسلمان جو میرے پیرو ہوں کسی اور مسیح اور مہدی کے منتظر نہ رہیں (جو خونریزی اور جہاد کرے) اور اس خطرناک خیال کا گورنمنٹ کو اندیشہ نہ رہے اور صرف اسی پالیسی کے اختیار اور اس کے اشتہار پر اکتفانہ کر کے اس نے تصریح کے ساتھ مسلمانوں پر عموماً اور ہز میجسٹی امیر افغانستان پر خصوصاً یہ غیر شریفانہ حملہ کیا اور اس سے گورنمنٹ کو دھوکہ دیا کہ ہندوستان وافغانستان ودیگر بلاد اسلامیہ کے مسلمان اس مہدی معہود کے منتظر ہیں جو زمین پر

خونریزی کرے گا۔ ان مسلمانوں سے صرف اکیلا وہ اور اس کے پیرو خونی مہدی کی آمد سے اور مسئلہ جنگ وجہاد سے منکر ہیں اور اسی وجہ سے ہزمیجسٹی امیر افغانستان نے اس کے دو مریدوں کو کابل میں قتل کردیا ہے اور اس کی جان اور اس کے پیروان کی جان واموال کو کسی اسلامی سلطنت اور ملک میں امن نہیں ہے۔

یہ باتیں اس نے سول اینڈ ملٹری گزٹ ۷و۱۲/مئی ۱۹۰۷ء میں مشتہر کرائی ہیں اور عموماً مسلمانوں کو بدنام اور محل اتہام والزام بنانے میں کوتاہی نہ کی، تو اس کے اس حملے کا مجمل جواب خاکسار خادم قوم واسلام وہوا خواہ سلطنت نے اسی سول اینڈ ملٹری گزٹ کے پرچہ ۱۹/جولائی ۱۹۰۷ء میں ایسا درج ومشتہر کرادیا۔ جس کے جواب میں اب تک مرزا اور اس کی پارٹی سے کچھ بن نہیں پڑا اور چونکہ اس اجمال کی پوری تفصیل بادلیل میرے اس مضمون میں پائی جاتی ہے۔ لہٰذا اس مضمون کی اشاعت اس وقت بہت ضروری معلوم ہوئی اور مسلمانوں کے اتہام قادیانی سے برأت اور گورنمنٹ کی مسلمانوں کی طرف سے تسکین طمانیت کرنی واجب نظر آئی۔ مگر ہنوز یہ مضمون کاپی نہ ہوا تھا کہ ۲۶/مئی ۱۹۰۸ء کو قادیانی (علیہ ما یستحقہ) اپنے سبھی دعاوی ناتمام اور پالیسیاں ناکام اپنی بغل میں دبا کر راہیٔ ملک عدم ہوا اور مقولہ ''خس کم جہاں پاک'' کا مصداق متوقع ہوگیا تھا۔ لہٰذا پھر اس مضمون کی اشاعت کو ملتوی کرنے کا خیال پیدا ہوگیا۔

ہرچند اس مسیح ناکام اور مہدی بےنیل ومرام کی موت سے پہلے اس کے نائبین نے رسائل اخبارات قادیان (ریویو آف ریلیجنز والحکم والبدر) میں ایسے مضامین شائع کئے تھے، جس میں تمام اہل اسلام پر وہی حملہ اعتقاد آمد خونی مہدی اور خاص کر اس خاکسار پر بجویز تناقض، تضاد، انکار اعتقاد آمد اصلی مہدی کا الزام دورخی پایا جاتا تھا۔ جس کا جواب باصواب ضروری تھا مگر اس خیال سے کہ جب کہ شہتیر خرابات خانہ افتراءات واتہامات ٹوٹ کر گر گیا ہے تو چھت کی اینٹیں وکڑیاں بھی منتشر ہوجائیں گے۔ جڑ اکھڑ گئی ہے تو شاخیں خودبخود خشک ہوجائیں گی۔ اس حملہ کے الزام کا جواب دینا اور ان کے مقابلہ میں اس مضمون کی اشاعت کرنا غیرضروری سمجھا گیا تھا۔

پھر جب کہ ان نائبین نے اس مردہ کی استخواں کو کھڑا کر کے اپنے احمق دام افتادگان کی نظروں میں اس کو زندہ کر دکھایا اور بدمست آویز مقولہ عزازیلیہ ''الاولیاء لا

یموتون ‘‘ (جو تفسیر عزیزی وغیرہ میں منقول ہے۔ ’’حیات الانبیاء فی وفات الاولیاء ‘‘ کا مضمون اپنی جماعت کے حمقاء کے خیالات میں جما کر مسیحیت ومہدویت کا ڈھانچہ کھڑا کر ہی دیا اور اس کے خلفاء میں سے ایک کو خلیفۃ المہدیؑ والمسیح بنا دیا اور اس کو لقب امیر المؤمنین وغیرہ سے ملقب ومخاطب کر دیا اور اس مردہ کو زندہ کر دکھانے کے لئے اس بے تہذیبی ودروغ گوئی وبیہودہ سرائی وژاژ خائی سے کام لیا کہ اس مردہ کی زندگی میں وہ کام نہ لیا تھا۔ لہٰذا اب پھر ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ اس مضمون ہدایت مشحون کو چھاپ کر مشتہر کر دیا جاوے تاکہ اس سے اصل متعارض حملہ اور ناحق الزام کا قلع قمع ہو اور آئے دن جھوٹی مسیحیت وجعلی مہدویت کی ایسی بیخ کنی ہو کہ پھر کوئی جھوٹا مسیح وجعلی مہدی بدست آویز دلائل شرعیہ واحادیث نبویہ مسیح ومہدی ہونے کا نام نہ لے سکے۔ بلا دلیل وبے وجہ بکواس کرنے سے کوئی اہل علم یا اہل قلم روک نہیں سکتا، اس کے روکنے کے لئے خدا تعالیٰ کی قہری تجلی ضروری ہے، جس نے قادیانی کو دبوچا ہے۔

اس سے زیادہ اس مضمون کی اشاعت سے کوئی غرض ومقصود نہیں، نہ قادیانی سے عداوت، نہ گورنمنٹ کی بے جا خوشامد، نہ کسی صلہ وانعام کی امید وخواہش (جب کہ قادیانی نے بدگمانی کی اور رسالہ کشف الحجاب وغیرہ اشتہاروں میں یہ بدگمانی اس سے قلم میں آئی۔ پھر اس کی تقلید سے اس کے بظاہر مخالف اور درپردہ مقلد ہمارے لائق روحانی فرزند ایڈیٹر اخبار مسمی ’’اہل حدیث‘‘ نے کی اور اخبار ۸؍مئی ۱۹۰۸ء میں اس کی قلم میں آئی) ان کی اس بدگمانی کی ہم کچھ پروا نہیں کرتے، بلکہ اس کے صلہ میں ہم گورنمنٹ کے حضور میں باادب سفارش کرتے ہیں کہ اس مضمون کے صلہ میں جو کچھ گورنمنٹ مجھ کو انعام دینا چاہئے وہ ان دونوں بدگمانوں کو عطاء کرے۔ جس کو وہ دونوں فریق (ایڈیٹر اخبار مسمی ’’اہل حدیث‘‘ وقادیانی کے خلیفہ وہم خیال) نصفا نصف کر کے بانٹ لیں۔ وہی اس انعام کے مستحق ہیں۔ کیونکہ وہی اس مضمون کی اشاعت کے تازہ محرک ہوئے ہیں۔ ریمارک ختم ہوا اب مضمون شروع ہوتا ہے۔

اہل اسلام قدیم کا آنے والے مسیح کی نسبت یہ خیال ہے کہ جو کچھ اس نے اپنے مشن کے متعلق پہلی آمد میں کیا یا جو دوسری آمد میں اس سے وقوع میں آئے گا، وہ ازسرتاپا آسمانی اور روحانی تھا اور رہوگا۔ زمینی سازش وتدبیر اور انسانی طاقت وتاثیر کا وہ اثر نہ تھا اور نہ

ہوگا۔ آپ کی پہلی آمد کے آسمانی نشانات اور روحانی برکات اہل اسلام قدیم کے اعتقاد میں بہت ہیں کہ ازانجملہ بعض قبل ولادت آپ کی والدہ مریم صدیقہ کی پیدائش کے وقت سے ظہور میں آئے:

۱...... ''فتقبلها ربها بقبول حسن وانبتها نباتاً حسناً (اٰل عمران:۳۷)'' ''کانت تنبت فی الیوم کما تنبت المولود فی العام'' (جلالین لکھنوی ص۴۳)

بعض آپ کی پیدائش کے وقت اور بعض آپ کے زمانہ نبوت میں ظاہر ہوئے۔

ازانجملہ اوّل خدا تعالیٰ کا آپ کو ایک مقدسؑ اور بابرکت خاندان سے پیدا کرنا اور آپ کی والدہ مریم صدیقہ کو اچھی قبولیت سے قبول کرنا اور اس کو غیرمعمولی طور سے بڑھانا وہ ایک دن میں اس قدر بڑھتے ہیں جیسے اور بچے سال بھر میں بڑھتے ہیں۔

۲...... ''کلما دخل علیها زکریا المحراب وجد عندها رزقاً قال یا مریم انٰی لک هذا قالت هو من عندالله ''(اٰل عمران:۳۷)''ای یاتینی به من الجنة. لما راٰی زکریا ذالک علم ان القادر علی الاتیان بالشیٔ فی غیر حینه قادر علی الاتیان بالولد علی الکبر دعا زکریا ربه'' (جلالین ص۴۳)

غیرموسمی پھل بہشت سے اس کے پاس بھیجنا جس کو دیکھ کر حضرت زکریا نے جان لیا کہ خدا تعالیٰ بے موسم پھل بھیجنے پر قادر ہے تو وہ مجھے بڑھاپے میں فرزند دینے پر قادر ہے تو آپ نے باوجود حالت مایوسی خدا سے فرزند کے لئے دعا کی۔

۳...... ''اٰنی یکون لی ولد ولم یمسسنی بشر قال کذلک الله یخلق ما یشاء (آل عمران:۴۷)''''ای من خلق ولد منک بلا اب'' (جلالین ص۴۴)

اس کی والدہ کا بغیر واسطہ شوہر کے صرف کلمہ کن سے آپ کے وجود کے ساتھ حاملہ ہونا۔

۴...... ''قد جعل ربک تحتک سریاً وهزی الیک بجذع النخلة تساقط علیک رطباً جنیاً (مریم)''''سریا نهر ماء کان انقطع فجرت النخلة کانت یا بسة'' (جلالین ص۲۴۴،۲۴۵)

آپ کی ولادت کے وقت خشک درخت خرما سے تازہ کھجوریں جھڑنا اور خشک نہر سے پانی جاری ہونا۔

۵...... ''قال انی عبدالله اٰتنی الکتاب وجعلنی نبیاً (مریم:۳۰)''''یکلم

الناس فی المهد و کهلاً (آل عمران:۴۶) ’’’’ای طفلاً قبل وقت الکلام‘‘ (جلالین ص۱۴۴)

یہودیوں کے طوفان و بہتان کے جواب میں آپ کا گہوارہ میں کلام کرنا کہ میں خدا کا بندہ ہوں، خدا نے مجھے نبی کیا ہے۔

۶،۷،۸...... ’’واذ تخلق من الطین کهیئة الطیر باذنی فتنفخ فیها فیکون طیراً باذنی وتبرئ الاکمه والابرص باذنی واذ تخرج الموتی باذنی (مائدة:۱۱۰)‘‘

آپ کا خداتعالیٰ کے حکم سے مٹی سے پرند جانور بنانا اور خدا کے حکم سے اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنا اور خدا کے حکم سے مردے زندہ کرنا۔

۹...... ’’قال عیسی ابن مریم اللهم ربنا انزل علینا مائدة من السماء (مائدة:۱۱۴)‘‘ ’’فنزلت الملٰئکة بها من السماء علیها سبعة ارغف وسبعة احوات فاکلوا منها حتی شبعوا‘‘ (جلالین ص۱۰۴)

اپنے حواریوں کی استدعا پر آسمان سے کھانا نازل ہونے کی دعا کی تو خدا نے نازل کیا۔ جلالین میں ہے کہ فرشتے آسمان سے خوانچہ لے کر اترے، جس میں سات روٹیاں تھی، سات مچھلیاں جس کو انہوں نے کھایا اور سیر ہوئے۔

۱۰...... ’’واذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتم بالبینات فقال الذین کفروا منهم ان هذا الا سحر مبین (مائدة:۱۱۰)‘‘ ’’وما قتلوه وما صلبوه ولکن شبه لهم وان الذین اختلفوا فیه لفی شک منه مالهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه یقیناً (النساء:۱۵۷)‘‘ ’’ان الله ارسل سحابته رفعة فتعلقب به امه وبکت فقال لها ان القیامة تجمعنا‘‘ (جلالین ص۴۵) ’’رفع عیسی من روزنة فی البیت الی السماء‘‘ (فتح البیان ص۶۵، معالم التنزیل ص۱۶۲)

جب بنی اسرائیل (یہودیوں) نے آپ کے معجزات دیکھ کر ان کا انکار وکفر کیا اور آپ کو صلیب پر چڑھا کر قتل کرنا چاہا، تو خدا نے آپ کو ان سے بچالیا اور جس گھر پر آپ تھے، اس کے روشن دان سے نکال لیا اور ایک بدلی کے ذریعہ زندہ آسمان پر اٹھالیا۔ آپ کی والدہ والدہ آپ سے لٹک کر رونے لگیں، تو آپ نے فرمایا قیامت کا دن ہم کو اکھٹا کرے گا۔

۱۱...... ’’وجیهاً فی الدنیا والاخرة ومن المقربین ویکلم الناس فی

المھد وکھلاً ومن الصالحین (آل عمران:۴۵،۴۶) ’’’’انما ختم اوصافہ بالصلاح لانہ لا یسمی المرء صالحا حتی یکون مواظبا علی النھج الاصلح والطریق الاکمل فی جمیع احوالہ وذلک یتناول جمیع المقامات فی الدین والدنیا فی افعال القلوب وفی افعال الجوارح ولھذا قال سلیمان بعد النبوۃ وادخلنی برحمتک فی عبادک الصالحین ‘‘(فتح البیان ص۳۹۳)’’فاولٓئک مع الذین انعم اللّٰہ علیھم من النّبیین والصدیقین والشھداء والصالحین (النساء. ۶۹)‘‘

آپ کی پہلی آمد کی تمام زندگی اور طرز معاشرت سراپا برکت وکرامت تھی، وہ عمر خدا کی اطاعت میں اور خلق خدا پر رحمت وشفقت میں گزری۔ ایک آیت میں آپ کے اجل فضائل نبوت بیان کر کے اخیر میں فرمایا ہے کہ آپ صالحین میں سے یعنی جملہ احوال ومقامات دین ودنیا اور افعال قلوب اور افعال جوارح میں صلاحیت کے اکمل درجہ پر تھے۔ جو اولعزم نبیوں کو حاصل ہوتا ہے اور جس کے واسطے حضرت سلیمان علیہ السلام نے نبی ہوکر تمنا اور دعا کی تھی اور ایسا ہی فتح البیان میں ہے اور خود خداوندتعالیٰ نے اپنے انعام یافتہ بندگان کی آخری وصف بھی بیان کی ہے۔ اس درجہ کمال کی ایک مثال یہ ہے کہ آپ نے دنیا میں بے رغبتی وفقیری وفروتنی ومسکینی سے اپنی پہلی آمد کی عمر بسر کی اور آپ کی زبان سے کسی بشر کی کجا، کسی حیوان کی بدگوئی نہیں ہوئی، کسی کی جان کو ایذاء رسانی تو کیونکر ممکن تھی۔

ایک حدیث میں ہے’’عن یحیی ابن سعید ان عیسی بن مریم لقی خنزیراً فقال لہ انفذ بسالم فقیل اتقول ھذ الخنزیر فقال عیسی بن مریم انی اخاف ان اعود لسانی المنطق بالسوء ‘‘(مؤطا ص۳۸۶) کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے پاس سے خنزیر گزرا تو آپ نے اس کو کہا سلام یعنی سلامتی سے گزر جا۔ کسی نے کہا آپ خنزیر کو ایسا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ میری زبان کو بدگوئی کی عادت نہ ہو جائے۔

ان آیات واقوال سے صاف ثابت ہے کہ حضرت مسیح کی پہلی آمد آسمانی نشانات وروحانی برکات کا محل تھی اور جو کچھ آپ نے اپنے مشن کے متعلق پہلی آمد میں کیا، آسمانی

تائید سے کیا۔ نہ زمینی تدبیر سے ایسی ہی آپ کی دوسری آمد آسمانی نشانوں اور روحانی برکتوں کا محل ہوگی۔

اہل اسلام قدیم یہ یقین وایمان رکھتے ہیں کہ قیامت کے قریب حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام آسمان سے زمین پر دوفرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھ کر ایک سفید منارہ کے قریب دمشق کی شرقی جانب میں اتریں گے اور زمین میں عدل، امن، راستی اور دین کی روشنی پھیلائیں گے اور ظلم، بے دینی، بے ایمانی کو دور کریں گے۔

اس مشن کو پورا کرنے میں وہ زمینی تدبیروں اور انسانی سازشوں کے محتاج نہ ہوں گے اور میدان جنگ وجدال وخونریزی وقتال آراستہ کر کے تلوار سے کام نہ لیں گے، بلکہ اپنی روحانی طاقتوں اور آسمانی نشانوں کے ذریعہ اس مشن کو پورا کریں گے۔ ان کے وقت میں لڑائی بالکل موقوف ہوگی، تلوار اس وقت میں جنگ کے کام سے بیکار ہو جائے گی، صرف کھیتی کاٹنے کے کام میں آئے گی۔

منکرین ان کے نزول آسمانی اور دیگر نشانوں کو دیکھ کر ایمان لے آئیں گے اور جو شقی ازلی سنگدل فطرتی اس سے محروم ہوکر کافر رہیں گے۔ وہ آپ کی سانس کی تاثیر سے ہلاک ہوں گے۔ دجال موعود ان کی صورت دیکھ کر پگھلنے لگ جائے گا، مگر نوشتہ پورا کرنے کے لئے بطور قصاص اس موذی کو آپ اپنے ہاتھ سے قتل کریں گے اور بعض شقی (جیسے یاجوج ماجوج) آپ کی بددعا سے ہلاک ہو جائیں گے اور ان کی لاشوں اور خونوں سے زمین کو پاک کرنے کے لئے آسمان سے مدد آئے گی۔

زمین میں رزق اور پھلوں میں برکت ہوگی اور دولت ومال کی (جس کی وجہ سے اور اس کی طمع سے لوگ آپ میں لڑتے اور ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں) ایسی کثرت ہوگی کہ کوئی کسی کو کچھ مال دینا چاہے گا، تو وہ قبول نہ کرے گا اور لوگوں کا بخل اور آپس میں کینہ اور بغض سب دور ہو جائے گا۔ یہ فیض امن زمانہ مسیح کا انسانوں کے علاوہ حیوانات اور درندوں کو بھی پہنچے گا۔ وہ بھی ایک دوسرے پر ظلم وایذاء رسانی نہ کریں گے۔ بھیڑیا اور بکری، چیتا اور گائے ایک گھاٹ پانی پئیں گے۔ سانپ وغیرہ زہریلے جانور انسانوں اور حیوانوں کے ساتھ کھیلیں گے اور ان کی زہر جاتی رہے گی۔

ان برکات ونشانات میں ان کے ثانی اثنین ورفیق مہدی علیہ السلام ان کے وقت میں

ہوں گے، بلکہ ان ہی کی مدد کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔ ان دونوں حضرات کا ایک ہی مشن ہوگا اور ایک ہی روحانی طریق سے وہ اس مشن کو پورا کریں گے۔

ہرچند آمد مسیح کے پہلے امام مہدی کے زمانہ میں دین سے مزاحمت کرنے والوں سے مسلمانوں کے ڈیفنسیو (مدافعتی) نہ ایفنسو (پیش قدمی) لڑائیاں ہوں گی۔ مگر کسی حدیث صحیح یا ضعیف سے یہ ثابت نہیں ہے کہ حضرت امام مہدی بذات خود کسی شخص پر تلوار اٹھائیں گے اور کسی جان کو تلف کریں گے یا پیش قدمی کر کے اور بلاعوض تلف کرنے کا حکم دیں گے۔

بلکہ ان کی نسبت یہ کہا گیا ہے کہ وہ کسی سوتے کو نہ جگائیں گے اور کسی جان کی خونریزی نہ کریں گے (ایسا ہی حجج الکرامۃ فی آثار القیامہ بصفحہ ۳۶۳) نقل کیا ہے) اور احادیث سے جو عن قریب منقول ہوں گی، معلوم ہوتا ہے کہ ان لڑائیوں میں امام مہدی سے جو کچھ ظہور میں آئے گا وہ روحانی اور آسمانی نشان کے طور پر ہوگا اور آمد مسیح کے بعد تو ان ڈیفنسو لڑائیوں کا بھی خاتمہ ہوجائے گا اور مہدی و مسیح دونوں کے ہاتھ سے روحانی برکات سے دین چمکے گا، تلوار سے کچھ کام نہ لیا جائے گا۔

اس اجمال کی تفصیل بہت سی آیات واحادیث وآثار میں پائی جاتی ہے۔ اس مقام میں ازانجملہ صرف چند آیات واحادیث وآثار نقل کئے جاتے ہیں:

سب سے پہلا نشان آسمانی: (آپ کا آسمان سے نازل ہونا) چند آیات میں پایا جاتا ہے۔ ازانجملہ ایک آیت یہ ہے ”وانہ لعلم للساعۃ“ (زخرف ع۱۶) ”انہ ای عیسیٰ لعلم الساعۃ تعلم بنزولہ“ (جلالین ص۳۹۴) جس میں ارشاد ہے کہ حضرت مسیح بن مریم قیامت کا علم یا نشان ہے، عامہ تفاسیر میں بہ نقل احادیث وآثار بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ کا آسمان سے نزول علامت قیامت ہے۔

دوسری وہ آیت ”یکلم الناس فی المھد وکھلا“ (ال عمران:۴۶) ”قال الحسین بن الفضل یکلم الناس کھلا بعد نزول من السماء وفیہ نص علی انہ ینزل من السماء الی الارض“۔ (فتح البیان ص۳۹۳) ”قال ابن عباس وارسل اللہ الی عیسیٰ وھو ابن ثلاثین سنۃ فمکث فی رسالتہ ثلاثین شھراً ثم رفع اللہ الیہ ثم ینزلہ الٰی الارض وھو فی سن الکھولۃ“ (فتح البیان ص۷۷۸) جس میں ارشاد ہے کہ آپ گہوارہ اور کہولیت (ادھیڑ عمر) میں یکساں کلام کریں

گے۔ عامہ تفاسیر معالم و فتح البیان وغیرہ میں حسین بن الفضل سے نقل کیا ہے کہ حضرت مسیح آسمان سے اترنے کے بعد سن کہولت میں کلام کریں گے۔ ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ سنہ کہولت سے پہلے آسمان پر اٹھائے گئے تھے، آسمان سے سنہ کہولت کے بعد اتر کر کلام کریں گے۔

دوسری آیت وہ ہے جو عن قریب نشان سوم کے ثبوت میں پیش کی جائے گی۔

**دوسرا آسمانی نشانی:** (اس نزول کی کیفیت کہ وہ فرشتوں کے ساتھ اور دمشق کے مشرقی منارہ کے قریب ہوگا) اس حدیث صحیح مسلم میں پایا جاتا ہے۔ جس میں بیان ہے ’’**فینا ھو کذالک اذ بعث اللّٰہ المسیح بن مریم علیہ السلام فینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق بین مھزودتین واضعاً کفیہ علی اجنحۃ ملکین اذا طأطا راسہ قطر واذ رفعہ تحدر منہ حنان کاللؤلؤ**‘‘ (صحیح مسلم ص۴۰۱)

خدا مسیح بن مریم کو بھیجے گا تو وہ دمشق کے مشرقی سفید منارہ کے پاس اتریں گے، زرد رنگ جوڑا پہنے ہوئے، دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے، جب وہ سر جھکائیں گے تو ان سے قطرات عرق ٹپکیں گے اور جب وہ سر اٹھائیں گے تو ان سے موتیوں کے سے چاندی کے دانے گریں گے۔

**تیسرا آسمانی نشان:** (اس نزول اور اس کی کیفیت معجزانہ اور دیگر آسمانی نشان دیکھ کر لوگوں کا ایمان لانا)

دوسری آیت میں ہے: ’’**وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ**‘‘ (النساء:۱۵۹) ’’**قبل موت عیسی لما ینزل قرب القیامۃ**‘‘ (جلالین ص۸۲) ’’**یومن بہ من ادرکہ عند نزولہ الی الارض وصحح الطبری ھذا القول وقد تواترت الاحادیث بنزول عیسی جسما اوضح ذلک الشوکانی فی مؤلف مستقل**‘‘ (فتح البیان ج اول، ص۶۵۷) جس میں ارشاد ہے کہ مسیح کی موت سے پہلے سب اہل کتاب یہودی وغیرہ جو اب منکر ہیں، ایمان لائیں گے۔ عامہ تفاسیر جلالین، فتح الباری، تفسیر طبری وغیرہ میں ہے کہ جب حضرت عیسیٰ آسمان سے اتریں گے تو جو لوگ ان کو پاویں گے ان پر ایمان لاویں گے۔

اس آیت کی تفسیر حدیث صحیح بخاری میں بھی ہوئی ہے جو نشان دہم کے ثبوت میں پیش کی جاوے گی۔ مسیح کے نزول آسمانی اور آمد ثانی کا سر و فائدہ و حکمت یہی ایمان اختیاری

(نہ اجباری ہوگا) ان کو آسمان سے اس معجزانہ کیفیت کے ساتھ اترتے ہوئے دیکھ کر یہود جیسے سنگدل جوان کو صلیب پر مقتول کہتے اور معلون سمجھتے ہیں اور آج کل کے بعض نام کے مسلمان (جوان کے آسمان پر جانے اور دیگر معجزات کے قائل نہیں) ایمان لائیں گے۔ ان منکروں کو قائل کرنے کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی دلیل وشہادت نہ تھی اور جو اس دلیل کو مشاہدہ کر کے بھی منکر رہیں گے۔ وہ ہلاکت کے فرزند، ان کے سانس سے ہلاک ہوجائیں گے۔ جن کا بیان نشان چہارم میں ہوتا ہے۔

**چوتھا آسمانی نشان:** (حضرت مسیح کے نشانات کو دیکھ کر ایمان نہ لانے والوں اور اپنی سنگدلی اور شقاوت ازلی کی وجہ سے کافر رہنے والوں کا صرف آپ کے سانس کی تاثیر سے (نہ تلوار وبندوق سے ہلاک ہوجانا) صحیح مسلم کی اس حدیث میں ہے ’’**فلا یحل لکافر یجد ریح نفسه الا مات ونفسه ینتهی حیث ینتهی طرفه**‘‘ (صحیح مسلم ص۱۰۴) جس میں یہ بیان ہے کہ (نزول مسیح کے وقت) جائز وممکن نہ ہوگا کہ مسیح کا سانس کسی کافر کو پہنچے اور وہ ہلاک نہ اور مسیح کا سانس وہاں تک پہنچے گا، جہاں تک اس کی نظر پہنچے گی۔

**پانچواں آسمانی نشان:** اسی قسم کے ایک سنگدل وشقی ازلی (دجال موعود) کا آپ کے نزول سے پہلے خروج کرنا اور ان کی صورت کو دیکھ کر پگھلنے لگ جانا، صحیح مسلم کی اس حدیث میں ہے ’’**فاذا راہ عدواللّٰہ ذاب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکه لانذاب حتی یهلک ولا کن یقتله اللّٰہ بیده فیریهم دمه فی حربته**‘‘ (صحیح مسلم ص۳۹۲) جس میں یہ بیان ہے کہ دجال حضرت مسیح کو دیکھے گا تو پگھلنے لگ جائے گا۔ آپ اس کو اپنے ہاتھ سے قتل کرنا ترک کرتے تو وہ پگھل کر ہلاک ہوجاتا۔ مگر اللہ تعالیٰ آپ کے ہاتھ سے اس کو قتل کرائے گا۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے ہاتھ سے دجال کے قتل ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ جو نوشتہ خاتم المرسلین کے ذریعہ سے ظاہر کیا گیا ہے وہ پورا ہو۔ دوسری وجہ یہ ہے اس موذی کے ہاتھ سے بہت سے مسلمان قتل کئے جائیں گے (جس کی تفصیل گیارہویں نشان کے فٹ نوٹ میں ہوگی) لہٰذا اس موذی کا قتل کیا جانا، بطور حدود وقصاص ہوگا اور عین انصاف کا مقتضا، نہ رحیمی شان مسیحی کے برخلاف، اس کی تفصیل بھی اس نوٹ میں ہوگی۔

**چھٹا آسمانی نشان:** اس قسم کے اور منکروں اور اکفروں (یاجوج ماجوج) جو

اہل اسلام قدیم کے خیال میں یافث بن نوح کی اولاد سے ہیں اور اب تک وہ ذوالقرنین کی بنا کردہ آہنی دیوار سے روکے ہوئے ہیں’’فبینا ہو کذلک اذا وحی اللہ علی عیسی علیہ السلام انی قد اخرجت عباداً لی لایدان لاحد بقتالھم فخرج عبادی الی الطور ویبعث اللہ یاجوج وماجوج وھم من کل حدب ینسلون فیمر اوائلھم علی بحیرة طبریة فشربون ما فیھا ویمر اٰخرھم فیقولون لقد کان بھذہ مرة ماء ویحصر نبی اللہ عیسی علیہ السلام واصحابہ حتی یکون راس الثور لاحدھم خیراً من مائة دینار لاحدکم الیوم فیرغب نبی اللہ عیسٰی واصحابہ فیرسل اللہ علیھم النغف فی رقابھم فیصحبون فرسی کموت نفس واحدة ثم یھبطہ نبی اللہ عیسٰی واصحابہ الی الارض فلا یجدون فی الارض موضع شبر الا ملأہ زھمھم ونتنھم فیرغب نبی اللہ عیسٰی علیہ السلام واصحابہ الی اللہ فرسل اللہ علیھم طیراً اعناق البخت فتحملھم فتطرحم حیث شاء اللہ ثم یرسل اللہ مطراً الا یکن منہ بیت مدر ولا وبر فیغسل الارض حتی یترکھا کالزلفة ثم یقال الارض انبتی ثمرتک وردی برکتک فیومئذ تاکل العصابة من الرمانة ویستظلون بقحفھا ویبارک فی الرسل حتی ان اللقحة من الابل لتکفی الفئام من الناس واللقحة من البقر لکتفی القلبیلة من الناس واللقحة من الغنم لتکفی الفخذ من الناس‘‘

(صحیح مسلم ص۴۰۱، ۴۰۲ وابن ماجہ ص۲۴۳) (اس حدیث کا مکمل ترجمہ آگے آرہا ہے)

قیامت کے قریب زمانہ نزول حضرت مسیح میں وہ دیوار کھل جائے گی تو وہ نکلیں گے اور آپ کی دعا سے (نہ تلوار و جنگ وقتال وتفنگ سے) ان کا ہلاک ہونا ان کی گردنوں میں ایک پھوڑا نکلنا اور اس سب کا ایک جان کی طرح ایک آن میں مرجانا۔

<u>ساتواں آسمانی نشان:</u> ان خبیثوں کی لاشوں سے زمین کو خالی کرنے کے لئے آپ کی دعا سے اونٹوں کی گردنوں جیسے جانوروں کا جوان کی نعشوں اٹھائیں گے پیدا ہونا۔

<u>آٹھواں آسمانی نشان:</u> ان خبیثوں کے خون اور بدبو سے زمین کو پاک کرنے کے لئے آسمان سے بارش ہونا اور تمام زمین کا صاف ہوجانا۔

<u>نواں آسمانی نشان:</u> آپ کے یمن وبرکت سے زمین کو حکم ہونا کہ وہ اپنے

پھل نکالے اور برکتیں واپس لائے، جس کے اثر سے ایسے ایسے انار پیدا ہوں گے جن کے دانے ایک جماعت کھا سکے اور ان کے چھلکے کے سایہ میں ایک جماعت سایہ لے اور مواشی کے دودھ کا اس قدر کثرت سے پیدا ہونا کہ ایک اونٹنی کا دودھ ایک بڑے قبیلے کے لئے کافی ہو اور ایک گائے کا دودھ اس سے چھوٹے قبیلے کے لئے اور ایک بکری کا دودھ اس سے چھوٹے قبیلے کے لئے۔

یہ چاروں نشان صحیح مسلم کی اور ترمذی وابن ماجہ کی حدیث میں ہیں اور ترمذی وابن ماجہ کی حدیث میں ہیں، جس کا خلاصہ مطلب یہی ہے جو بیان کیا گیا اور اکثر یہ مطالب کتاب الرحمۃ المہداۃ کی حدیث میں بھی پائے جاتے ہیں جو عن قریب گیارہویں نشان کے ثبوت میں پیش کی جاوے گی۔

دسواں آسمانی نشان: (لوگوں کا مال سے مستغنی ہوجانا اور اسی وجہ سے ان کا بخل مالی وباہمی بغض وکینہ باقی نہ رہنا اور جنگ ولڑائیوں کا یک قلم موقوف ہوجانا اور تلوار کا کھیتی کاٹنے کا اوزار بن جانا) احادیث ذیل میں پایا جاتا ہے۔

صحیح بخاری میں ہے ’’باب نزول عیسی بن مریم قال قال رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب ویفیض المال حتی لا یقبلہ احدٌ حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیر من الدنیا وما فیہا ثم یقول ابو ہریرۃ واقرؤ ان شئتم وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیہم شہیدا ‘‘ (صحیح بخاری ص۴۹۰) ’’ای انہم لا یتقربون الی اللہ الا بالعبادۃ لابالتصدق بالمال‘‘ (فتح الباری)

حضرت عیسیٰ کا آسمان سے اترنے کا بیان، آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے مجھے اس خدا کی قسم ہے، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، بے شک عن قریب مریمؑ کے بیٹے حاکم عادل ہوکر اتریں گے۔ لڑائی موقوف کردیں گے، ان کے وقت میں مال ایسا کثرت سے ہوگا کہ کوئی اس کو قبول نہ کرے گا اس وقت ایک سجدہ ساری دنیا سے بہتر معلوم ہوگا۔ ابوہریرہؓ راوی حدیث نے فرمایا کہ چاہو (تو تصدیق اس قول نبوی کے لئے) یہ قول خداوندی پڑھو، جس میں یہ بیان ہے کہ موت مسیح کے پہلے سبھی اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے اس وقت دولت و مال کی افزونی کی وجہ سے لوگ صدقہ وخیرات کرنا چھوڑ دیں گے (کیونکہ قبول کرنے والا کوئی نہ ہوگا) اور صرف بدنی عبادت سے خدا کا قرب چاہیں گے، اس وقت ایک سجدہ تمام دنیا سے بہتر ہوگا۔

اور صحیح مسلم میں اس حدیث کو بیان کر کے اس میں لکھا ہے ''قال رسول اللہ واللہ لینزل ابن مریم حکماً عادلاً فیکسرن الصلیب ویقتلن الخنزیر ولیضعن الجزیة ویترکن القلانص فلا یسعی علیها التذبهن الشحناء والتباغض والتحاسد ولیدعون الی المال فلا یقبله احد'' (صحیح مسلم ص۸۷)

کہ اس وقت اونٹنیاں (جو عرب میں بہت پیارا مال ہے) بے کار چھوڑ دی جائیں گی۔ ان کے لئے کوئی کوشش نہ کرے گا، دلوں کی عداوت اور کینہ اور حسد دور ہو جائیں گے۔ مال کی طرف لوگ بلائے جائیں گے، تو کوئی قبول نہ کرے گا۔

ایک روایت صحیح مسلم میں آیا ہے ''فیبعث اللہ عیسی بن مریم کانه عروة بن مسعود فیطلبه فیهلکه ثم یمکث الناس سبع سنین لیس بین اثنتین عداوة ثم یرسل اللہ ریحاً باردةً من قبل الشام فلا یبقی علی وجه الارض من احد فی قلبه مثقال ذرة من خیر او ایمان الا قبضة . حتی لو ان احدکم دخل فی کبد جبل لدخلته علیه حتی تقبضه قال سمعتها من رسول اللہ قال فبقی شرار الناس فی خفة الطیر واحلام السباع لا یعرفون معروفاً ولا ینکرون منکراً فیتمثل لهم الشیطان فیقول الا تستحیون فیقولون فبما تامرنا فیامرهم بعبادة الاوثان وهم فی ذالک رزقهم حسن عیشهم فینفخ فی الصور'' (صحیح مسلم ص۳۰۲)

کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا وہ دجال کو طلب کر کے قتل کریں گے، پھر تمام لوگ (جن میں حضرت مسیح بھی داخل ہوں گے) سات سال ایسے با امن عیش بسر کریں گے کہ دو شخصوں میں آپس میں عداوت نہ ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک ٹھنڈی ہوا، شام کی طرف سے بھیجے گا۔ جس سے تمام اہل ایمان روئے زمین کے فوت ہو جائیں گے۔ اگر کوئی پہاڑ کے اندر ہوگا، تو وہاں بھی وہ ہوا پہنچے گی اور اس کی جان قبض کر لے گی۔ پھر ایسے لوگ رہ جائیں گے جو جانوروں کے سے ہلکے (بے وقوف) درندوں کے سے سمجھ وخیال والے (ایذا

رساں) ہوں گے وہ کسی اچھی بات کو اچھا نہ جانیں گے نہ برے کو برا سمجھیں گے۔ بعض گدھوں کی طرح بازاروں میں عورتوں سے جفت ہوں گے۔ پھر شیطان ان کے سامنے متشکل ہوکر کہے گا کہ کیا تم حیا نہیں کرتے۔ وہ کہیں گے تو ہم کو کیا حکم دیتا ہے تو پھر وہ ان کو مخلوق پرستی کا حکم دے گا۔ وہ بتوں کی پوجا کریں گے تو ان کا رزق فراخ اور عیش عمدہ ہوگا، ایسی حالت میں نفخہ فنا عالم ہوگا اور قیامت برپا ہوگی۔

اس کتاب کی شرح نووی میں کثرت مال کی تفسیر میں کہا ہے ''**وتقی الارض افلاذ کبدھا کما جاء فی الحدیث الاخر**'' (شرح صحیح مسلم ص۸۷) کہ زمین اپنے کلیجے یعنی سونا چاندی اور خزانے اگل دے گی۔

اور جنگ کے بالکل موقوف ہوجانے اور گھوڑوں کے لڑائی کے کام میں نہ آنے اور تلوار کو کھیتی کاٹنے کا اوزار بنانے کا ذکر ان احادیث میں ہے، جو نشان یازدہم کے ثبوت میں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

گیارھواں آسمانی نشان: (درندوں کا حیوانوں کے ساتھ چرنا اور بچوں کا سانپوں سے کھیلنا وغیرہ) اس حدیث ابن ماجہ میں ہے ''**وتنزع حمة کل ذات حمة حتی یدخل الولید یده علی الحیة فلا تضره وتفر الولیدة الاسد فلا یضرها ویکون الذئب فی الغنم کانه کلبها ویملاء الارض من السلم. کما یملاء الاناء من الماء ویکون الکلمة واحدة فلا یعبد الا الله وتضع الحرب اوزارها وتسلب قریش ملکها ویکون الارض کفا تور الذهب والفضة تنبت نباتها بعهد اٰدم حتی تجتمع النفر علی القطف من العنب فتیشبعهمویجقع النفر علی الرمانة فتشبعهم ویکون الثور بکذا وکذا من المال ویکون الفرس بالدریهمات قالوا یا رسول الله وما یرخص الفرس قال لا ترکب لحرب ابداً فقیل له بما یغلی الثور قال تحرث الارض اکلها**'' (سنن ابن ماجہ ص۲۹۷)

جس میں یہ بیان ہے کہ حضرت مسیح کا نزول ہوگا تو زہر دار جانور کا زہر جاتا رہے گا۔ کوئی لڑکا سانپ پر ہاتھ مارے گا تو وہ اس کو ضرر نہ دے گا۔ شیر کو کوئی لڑکی بھگاوے گی تو وہ اس کو ضرر نہ پہنچائے گا۔ بھیڑیا بکریوں کے ریوڑ میں ایسا رہے گا جیسے اس کا (محافظ) کتا۔

تمام زمین اسلام سے بھر جائے گی۔ جیسے برتن پانی سے بھر جاتا ہے۔ اس وقت بجز خدا واحد کسی کی عبادت نہ ہوگی۔ لڑائی اپنا بوجھ اتار دے گی اور قریش کی بادشاہی جاتی رہے گی (یعنی حضرت عیسیٰ کے مشورہ واجازت کے بغیر ان کا امیر کوئی حکم نہ کرے گا۔ نزول مسیح کے بعد ان کی خصوصیت خلافت سے جاتی رہے گی (قالہ ابن حجر ونقلہ عنہ فی الحج ص۳۸۲) زمین ایسی ہو جائے گی، جیسے سونے چاندی کا طشت وہ اپنی بوٹیاں ایسی اگائے گی جیسے آدم کے وقت اگاتی تھی۔ ایک خوشہ انگور اور ایک دانہ انار سے جماعت سیر ہوگی۔

بیل بڑی قیمت سے بکیں گے، گھوڑے چند درہموں کو، کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا گھوڑے پر لڑائی کے لئے کبھی سواری نہ ہوگی، اس لئے وہ بے کار ہوں گے۔ زمین تمام کاشت کی جائے گی (اس لئے بیل کھیتی کے کام میں آئیں گے اور گراں قیمت ہوں گے)

اور کتاب ''الرحمة المهداة الی من یرید زیادة العلم علی احادیث المشکوٰة'' میں ہے کہ ''ویهلک الله فی زمانة المسیح الدجال ثم تقع الامنة علی الارض حتی ترتع الاسود مع الابل والنمار مع البقر والذیاب مع الغنم ویلعب الصبیان بالحیات فلا تضرهم فیمکث اربعین سنة ثم یتوفی ویصلی علیه المسلمون. وفی روایة ویرجع المسلم وتتخذ السیوف مناجل وتذهب حمة وتنزل السماء رزقها وتخرج الارض برکتها حتی یلعب الصبی بالثعبان فلا یضره'' (الرحمۃ المہداۃ ص۲۷۷)

حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں خدا تعالیٰ دجال کو ہلاک کرے گا۔ اس کے بعد زمین پر امن قائم ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ حیوانات اور درندون پر بھی اس کا اثر پہنچے گا، سانپ اونٹوں کے ساتھ چریں گے، چیتے گائے کے ساتھ۔ بھیڑئے بکریوں کے ساتھ اور بچے سانپوں سے کھیلیں گے تو وہ اس کو ضرر نہ پہنچائیں گے وہ چالیس سال زمین پر زندہ رہیں گے۔ پھر فوت ہوں گے اور مسلمان ان پر نماز جنازہ پڑھیں گے۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ مسلمان لڑنے سے پھر بیٹھیں گے اور تلواروں کو کھیتی کاٹنے کا اوزار بنایا جاوے گا اور زہر دار جانوروں کا اثر جاتا رہے گا۔ آسمان اپنا رزق اتارے گا اور زمین اپنی برکت نکالے گی۔ بچے سانپوں سے کھیلیں گے، تو وہ اس کو ضرور نہ پہنچائیں گے۔

عہد عتیق یسعیاہ نبی علیہ السلام کی کتاب کے باب (۱۱) میں بھی بعض ان نشانات حضرت مسیح کی تائید پائی جاتی ہے۔ چنانچہ کہا ہے (۴) بلکہ وہ راستی سے مسکینوں کا انصاف کرے گا اور انصاف سے زمین کے خاکساروں کے لئے انفصال کرے گا اور وہ اپنے منہ کی لاٹھی سے زمین کو مارے گا اور لبوں کے دم سے شریروں کو فنا کر ڈالے گا۔ (۵) اس کی کمر کا پٹکا راستی ہوگی اور اس کے پہلو وفاداری کے پٹکے سے کسے ہوں گے۔ (۶) اس وقت بھڑیا برّے کے ساتھ رہے گا اور چیتا حلوان کے ساتھ بیٹھے گا اور بچھیا اور شیر بچہ اور پالا ہوا بیل ملے جلے رہیں گے اور ننھا بچہ ان کی پیش روی کرے گا۔ (۷) گائے اور ریچھنی مل کر چریں گے اور ان کے بچے ملے جلے بیٹھیں گے اور شیر ببر بیل کی پوان کھائے گا اور دودھ پیتا بچہ سانپ کے بل کے پاس کھیلے گا۔

نوٹ: اس حدیث سے پہلی حدیث ابن ماجہ کی اور اس سے پہلی حدیث صحیح بخاری کی (جس کی صحت پر اتفاق ہے۔ صاف وصریح الفاظ ناطق ہیں کہ مسیح بن مریم آئیں گے، تو لڑائی کو موقوف کر دیں گے اور تلوار کو کھیتی کاٹنے کا اوزار بناویں گے اور جو حکم جنگ وجہاد کا اسلام میں مستمر چلا آیا ہے اور زمانہ آخری تک اس امر کا دستور العمل رہے گا۔ اس حکم کو حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں اٹھا دیا جائے گا اور یہ ظاہر کیا جائے گا کہ اس حکم کا وقت ہو چکا۔ اس کی تعمیل کا وقت نہیں رہا۔ اس حکم کو اٹھانا حضرت مسیح کی نئی تشریع سے نہ ہوگا۔ بلکہ خود آنحضرت علیہ السلام کے حکم اور پیش گوئی مندرجہ ذیل کے مطابق وقوع میں آئے گا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے ’’**قال رسول الله ﷺ الجهاد ماض مذ بعثنى الله الى ان يقاتل آخر هذ الامة الدجال**‘‘ (ابوداؤد ص۳۴۲) چنانچہ ابوداؤ نے نقل کیا ہے کہ جب سے خدا نے مجھے نبی کر کے بھیجا ہے جہاد جاری ہے اور مستمر رہے گا (مگر) اس وقت تک کہ اس امت کے لوگ دجال سے لڑیں گے۔

جس کا صاف یہ مفہوم ہے کہ دجال مارا جائے گا تو جہاد موقوف ہو جائے گا اور یہ بھی آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ دجال کو حضرت مسیح ابن مریم اپنے ہاتھ سے قتل کریں گے۔ چنانچہ پانچویں نشان آسمانی کے بیان میں صحیح مسلم سے منقول ہوا۔ اس پیش گوئی اور اس حکم نبوی سے صاف ثابت ہے کہ زمانہ مسیح اور قتل دجال کے بعد موقوفی جہاد کا حکم آنحضرت ﷺ کا حکم ہے، جس کی تعمیل حضرت مسیح سے ہوگی۔

اس موقوفی جہاد کے فلاسفی (حکمت وسر عقلی) یہ ہے کہ دنیا میں جہاد یا لڑائی دو ہی غرض سے ہوتی اور وقوع میں آتی ہے۔ ایک غرض دنیاوی (بطمع مال یا بوجہ عناد و دشمنی) جو دنیا داروں کو لڑائی پر باعث ہوتی ہے۔ دوسری غرض دینی (اعلاء کلمة الله و مدافعت اعداء الله) جو اہل دین کو لڑائی کا باعث ہوتی ہے اور زمانہ مسیح میں یہ دونوں غرضیں کسی کو پیش نظر نہ رہیں گی۔ اس وقت کوئی کافر زمین پر نہ رہے گا۔ تو یہ غرض دوم کس کو ہوگی اور جب کہ زمین اپنے مدفون خزانے دولت باہر نکال پھینکے گی اور مال و دولت کی خواہش کسی کو نہ رہے گی۔ تو پھر غرض اوّل (طمع مال) سے لڑائی کیسی، دشمنی عداوت و ایذا رسانی درندوں اور سانپوں میں نہ رہے گی تو انسانوں میں باہم کیونکر ہوگی۔ اب جہاد ہو تو کس سے ہو اور کرنے والا کون ہو۔

دجال موعود کو حضرت مسیح علیہ السلام کا قتل کرنا اس وقت امن سے پہلے ہوگا۔ ایسا ہی دوسرے موذی (ایذا رساں) کافروں سے مسلمانوں کا لڑنا اور امام مہدی علیہ السلام کا اپنی روحانی برکات اور آسمانی نشانات سے ان موذیوں کو ہلاک کرنا امن زمانہ مسیحی سے پہلے وقوع میں آئے گا۔ دجال قتل ہوگا تو پھر سیفی جہاد کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ دجال کے بعد کفار یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا۔ تو ان کے مقابلہ میں بھی سیفی جہاد سے کام نہ لیا جائے گا۔ بلکہ صرف مسیح کی دعا سے ان کی گردنوں میں پھوڑا نکلے گا اور اسی سے ان کا کام تمام ہوگا۔ چنانچہ نشان ششم کے بیان میں صحیح مسلم سے منقول ہوا۔

دجال کو حضرت مسیح کا قتل کرنا، ان کی شان رحیمی و امن گستری کے برخلاف نہ ہوگا۔ وہ موذی یہودی بہت سے مسلمانوں کو سخت اذیت سے ہلاک کرے گا اور ستر ہزار یہودی اس کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو تکلیف پہنچائیں گے، حتیٰ کہ عرب کے لوگ اس موذی یہودی ہاتھ سے تنگ ہو کر پہاڑوں میں جا رہیں گے۔[۵] لہٰذا ایسے موذی کا مارنا ہزاروں مسلمانوں کو زندہ رکھنے کے برابر ہے اور یہ شان رحیمی مسیحی اور امن گستری کا عین لازمہ ہے۔

دجال موعود کا خروج اور حضرت مسیح کا اس کو قتل کرنا جو نشان پنجم میں بیان ہوا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی کے لئے ایک بڑی بھاری علامت اور ایک لازمی شرط ہے۔ جب تک دجال نہ نکلے گا۔ مسیح موعود علیہ السلام ہرگز نہ آویں گے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ اہل اسلام قدیم کا اعتقاد دجال کی نسبت بیان کیا جاوے تاکہ کسی جھوٹے اور بناوٹی مسیح کو یہ گنجائش نہ

رہے کہ وہ اس شرط کو پورا کرنے اور اپنی مسیحائیت کی پٹڑی جمانے کے لئے جس شخص کو چاہے دجال بنالے اور جس چیز کو چاہے دجال کا گدھا بنالے اور پھر خود بھی اس گدھے پر سوا ہوا کرے۔ جیسا کہ ایک جھوٹے مسیح قادیان پنجاب نے کیا تھا کہ اپنی مسیحائیت کی پٹڑی جمانے کے لئے پہلے اپنے مخالف مولویوں کو دجال قرار دیا، پھر عیسائی پادریوں کو دجال ٹھہرایا اور دجال کا گدھا ریل گاڑی کو قرار دیا اور جب تک وہ زندہ رہا۔ اس گدھے پر خود بھی سوار ہوتا رہا اور جب وہ اپنے دعویٰ مسیحائیت کو جھوٹا کرنے کے لئے مرا تو اسی گدھے پر اس کی لاش کو لاد کر اس کے وطن میں پہنچایا گیا۔

ہمارے بیان اعتقاد اہل اسلام قدیم کو مسلمان پڑھ یا سن لیں گے تو پھر کسی ایسے مفتری وکذاب مسیح کے دام میں نہ آئیں گے۔

اس اعتقاد اہل اسلام کا ماخذ و مستند احادیث صحیحہ نبویہ اتفاق کے ساتھ مسلمہ اہل اسلام بیان کی جائیں گی۔ جس سے معلوم ہو جائے گا کہ اہل اسلام قدیم دجال موعود کس کو سمجھتے ہیں اور اس میں کیسی علامات وخواص کا موجود ہونا ضروری جانتے، جو اس وقت کسی شخص میں پائی نہیں جاتیں اور اس کا گدھا کیسا ہوگا۔ ان احادیث میں امور ذیل کا بیان ہوگا۔

(۱) دجال کہاں سے نکلے گا (۲) وہ کب نکلے گا (۳) وہ اب کہاں ہے (۴) اس کی صورت کیسی ہوگی (۵) اس کی سواری کیا اور کیسی ہوگی (۶) اس کے پیرو کون لوگ ہوں گے (۷) وہ کیسے شعبدے وخیالی نشان دکھائے گا (۸) وہ ایمانداروں کو کیونکر ستائے گا (۹) وہ کہاں کہاں پہنچے گا (۱۰) وہ کس جگہ ہلاک ہوگا (۱۱) اس کا گدھا کیسا ہوگا۔

## امر اوّل وششم کا بیان

کتاب جامع ترمذی میں ہے ''باب ما جاء من این یخرج الدجال قال رسول اللہ الدجال یخرج من ارض بالمشرق یقال لها خراسان یتبعه اقوام کان وجوههم المجان المرقة''(ج۲،ص۵۱) آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے دجال مشرق کی اس زمین سے نکلے گا، جس کو خراسان کہا جاتا ہے۔ اس کے پیرو وہ لوگ ہوں گے، جن کے منہ ایسے ہوں گے، جیسے ڈھالیں، جن پر چمڑے تو برتو جمائے گئے ہوں۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے ''خراسان بلدة معروفة بین ماوراء النهر

وبلاد العراق‘‘(مرقاۃ) خراسان مشہور شہر کا نام ہے جو ماوراء النہر اور عراق کے مابین ہے۔

صحیح مسلم میں ہے’’یتبع الدجال من یھود اصفھان سبعون الفاً علیھم الطیالسته‘‘(صحیح مسلم ص۴۰۵) دجال کے پیرو اصفہان کے یہودیوں میں سے ستر ہزار ہوں گے جو عربی چادریں اوڑھے ہوئے ہوں گے۔امر ششم کی تائید بیان امر نہم و دہم میں بھی ہوگی۔

## امر دوم وسوم ونہم ودہم کا بیان

صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں حدیث ہے’’عن فاطمة بن قیس قال رسول اللہ ﷺ انی واللہ ما جمعتکم لرغبة ولا لرھبة ولکن جمعتکم لان تمیم الداری کان رجلا نصرانیاً فجاء فبایع واسلم وحدثنی حدیثا وافق الذی کنت احدثکم عن المسیح الدجال حدثنی انه رکب فی سفینة بحریة مع ثلاثین رجلا من لخم وجذام فلعب بھم الموج شھراً فی البحر ثم ارفؤ الی جزیرة فی البحر حین تغرب الشمس فجلسوا فی اقرب السفینة فدخلوا الجزیرة فلقیھم دابة اھلب کثیر الشعر لایدرون ما قبله من دبره من کثرة الشعر فقالوا ویلک ما انت قالت انا الجساسة قالوا وما الجساسة قالت یا یھا القوم انطلقوا الٰی ھذا الرجل فی الدیر فانه الی خبرکم بالاشواق قال لما سمعت لنا رجلا فرقنا منھا ان تکون شیطانة.

قال فا نطلقنا سراعاً حتی دخلنا الدیر فاذا فیه اعظم انسان رایناه قط خلقا واشده وثاقا مجموعة یداه الی عنقه ما بین رکبتیه الٰی کعبیه بالحدید قلنا ویلک ما انت قال قد قدرتم علی خبری فاخبرونی ما انتم قالوا نحن اناس من العرب رکبنا فی سفینة بحریة فصادفنا البحر حین اغتلم فلعب بنا الموج شھراً ثم ارفینا الی جزیرتک ھذه فجلسنا فی اقربھا فدخلنا الجزیرة فلقینا دابة اھلب کثیر الشعر لا تدری ما قبله من دبره من کثرة الشعر فقلنا ویلک ما انت فقالت ان الجساسة قلنا وما الجساسة قالت احملوا الی ھذا الرجل فی الدیر فانه الی خبرکم بالاشواق فاقبلنا الیک سراعاً وفزعنا منھا ولم نامن ان تکون شیطانة

قال اخبرونی عن نخل بیسان قلنا عن ای شانها تستخبر قال اسألکم عن نخلها هل تثمر قلنا له نعم قال اما انها یوشک ان لا تثمر قال اخبرونی من بحیرة طبریة قلنا عن ای شانها تستخبر قال هل فیها ماء قالوا هی کثیرة الماء قال اما ان ماء ها یوشک ان یذهب قال اخبرونی عن عین زغر قالوا عن ای شانها تستخبر قال هل فی العین ماء وهل یزرع اهلها بماء العین قلنا له نعم هی کثیرة الماء واهلها یزرعون من مائها.

قال اخبرونی عن نبی الامیین ما فعل قالوا قد خرج من مکة ونزل یثرب قال اقاتله العرب قلنا نعم قال کیف نصنع بهم فاخبرناه انه قد ظهر علی من یلیه من العرب واطاعوه. قال قال لهم قد کان ذالک قلنا نعم قال اما ان ذاک خیر لهم ان یطیعوه.

وانی مخبرکم عنی انی انا المسیح الدجال وانی اوشک ان یؤذن لی فی الخروج فاخرج فاسیر فی الارض فلا ادع قریة الا هبطتها فی اربعین لیلة غیر مکة وطیبة فهما محرمتان علی کانتا هما کلما اردت ادخل واحدا منهما استقبلنی مالک بیده السیف صلتا یصدنی عنها وان علی کل نقب منها ملائکة یحرسونها.

قالت قال رسول اللهﷺ وطعن بمحضرته فی المنبر هذه طیبة، هذه طیبة، هذه طیبة. یعنی المدینة الاهل کنت حدثتکم ذالک فقال الناس نعم فانه اعجبنی حدیث تمیم انه وافق الذی کنت احدثکم عنه وعن المدینة ومکة الا انه فی بحرالشام او بحر الیمن لابل من قبل المشرق ما هو من قل المشرق ما هو واومی بیده الی المشرق ’’(مسلم ص۴۰۴،۴۰۵)‘‘ثم تصرف الملائکة وجهه قیل الشام وهنالک یهلک ’’(بخاری ومسلم، مشکوٰۃ ص۴۶۷)‘‘قال رسول اللهﷺ یجیٔ الدجال حتی ینزل فی ناحیة المدینة فترجف ثلث وجفات فیخرج الیه کل کافر ومنافق‘‘ (بخاری ص۴۰۵،۱۰۵۵)

کہ آنحضرتﷺ نے اذان کہلوا کر لوگوں کو جمع کیا، پھر فرمایا میں نے تم کو اس لئے جمع نہیں کیا کہ تم کو ترغیب یا خوف کا وعظ سناؤں، بلکہ اس لئے جمع کیا ہے کہ میں تم کو وہ

واقعہ سناؤں، جو تمیم داری نصرانی نے مشاہدہ کیا اور اس کو دیکھ کر وہ مسلمان ہوگیا اور میرے پاس آکر اس نے اظہار کیا۔ کیونکہ وہ میرے اس بیان کے مطابق ہوا جو میں دجال کی بابت تم سے کہا کرتا تھا۔

وہ بیان کرتا ہے کہ وہ تیس اشخاص قبیلہ لخم وجزام (اہل فلسطین) کے ساتھ ایک جہاز میں سوار ہوا، موج دریا نے (جو ہوا مخالف سے پیدا ہوئی) مہینہ بھر ان کو خراب کیا۔ پھر وہ ایک مشرقی جزیرہ کے قریب جا پہنچے اور ایک چھوٹی سی کشتی کے ذریعہ کنارہ لگے۔ تو ان کو ایک جانور (اہلب) ملا جو اپنے بالوں میں ڈھکا ہوا تھا۔ وہ بولے تو کون ہے، اس نے کہا ہے میں جساسہ ہوں (یعنی دجال کا جاسوس) وہ بولے جساسہ کیا ہوتا ہے، اس نے کہ اس صومعہ (عبادت خانہ یہود) میں چلو وہاں ایک شخص تمہاری خبروں کا مشتاق ہے۔ وہ یہ سن کر ڈر گئے کہ یہ کہیں بھوت نہ ہو۔

پھر وہاں جا کر انہوں نے ایک بڑا شخص دیکھا جو آگے کبھی نہ دیکھا تھا، اس کے ہاتھ گردن سے باندھے ہوئے اور ٹخنوں تک آہنی زنجیروں سے جکڑا ہوا تھا۔ پھر وہ بولے کہ تو کون ہے؟ وہ بولا پہلے تم ہی بتاؤ کہ تم کون ہو؟ انہوں نے اپنا حال مذکور سنایا۔ وہ بولا بیسان کے باغ کا (جو اردن اور فلسطین کے مابین ہے) حال سناؤ کیا وہ پھل لاتا ہے۔ وہ بولے ہاں۔ وہ بولا کہ عن قریب وہ پھل نہ دے گا۔ وہ بولا بحیرہ طبریہ کا حال سناؤ، کیا اس میں پانی ہے۔ وہ بولے ہاں اس میں پانی ہے، اس نے کہا کہ عن قریب اس میں پانی نہ رہے گا۔ پھر کہا مجھے زغر کے (ملک شام میں ایک شہر کا نام ہے) چشمہ کا حال سناؤ کیا اس میں پانی ہے، جس سے اس کے لوگ زراعت کرتے ہوں۔ وہ بولے کہ ہاں۔

اس نے کہا امیوں (عرب) کے نبی کا حال بتاؤ وہ بولے وہ مکہ میں ظاہر ہوا اور یثرب (مدینہ) میں آٹھہرا ہے اور اس کے قرب وجواب کے لوگ اس کے مطیع ہوگئے ہیں۔ وہ بولا ان کے لئے یہی بہتر ہے۔

اور بولا کہ میں دجال ہوں، عن قریب مجھے نکلنے کی اجازت ہوگی، میں زمین کی تمام بستیوں میں پھر نکلوں گا، بجز مکہ وطیبہ کہ ان میں داخل ہونا مجھ پر حرام کیا گیا ہے۔ جب میں ان میں داخل ہونا چاہوں گا، فرشتے تلوار برہنہ لے کر میرا مقابلہ کریں گے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا طیبہ ہی مدینہ ہے اور وہ جزیرۂ شام یا یمن میں نہیں بلکہ

وہ مشرق میں ہے اور بخاری و مسلم میں ہے کہ دجال مشرق سے آئے گا اور مدینہ طیبہ میں داخل ہونا چاہے گا تو فرشتے اس کا منہ ملک شام کی طرف پھیر دیں گے اور وہیں ہلاک ہوگا۔

دجال مدینہ سے باہر ایک کنارہ پر اترے گا، تو مدینہ میں تین زلزلے ہوں گے، جس سے مدینہ کے کافر ومنافق باہر نکل کر دجال کے ساتھ ہو جائیں گے۔

امر نہم ودہم کی مزید تائید بیان امر ہفتم وہشتم میں بھی ہوگی۔

## امر چہارم وپنجم کا بیان

صحیح بخاری ومسلم میں ہے ''قال رسول اللہ ﷺ ما من نبی الا وقد انذرہ قومہ ولا کنی ساقول لکم قولاً لم یقلہ نبی انہ اعور ''(بخاری ص۱۰۵۵) آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے، دجال سے ہر ایک نبی نے اپنی امت کو ڈرایا ہے۔ مگر میں تم کو (اس کی نشان دہی کے لئے) ایسی بات کہوں گا جو کسی نبی نے نہیں کہی، وہ ایک آنکھ سے کانا ہوگا اور اس کی پیشانی پر لفظ کافر (ک،ف،ر) ہوگا جس کو ہر ایک اہل ایمان (خواندہ ہو، خواہ ان پڑھ) پڑھ لے گا۔

پڑھنے والے میں اہل ایمان کی قید سے مفہوم ہوتا ہے کہ وہ لکھا ہوا روحانی طور پر ہوگا، جس کو اہل ایمان اپنی روحانی طاقت سے پڑھ لیں گے۔ وہ جسمانی نہ ہوگا کہ اس کو کافر بھی پڑھ سکے۔

مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے ''قال رسول اللہ ﷺ یخرج الدجال علی حمار اقمر مابین اذنیہ سبعون باعاً . رواہ البیہقی فی کتاب البعث والنشور ''(مشکوٰۃ ص۴۶۹) کہ دجال ایک ایسے سفید گدھے پر سوار ہوگا جس کے دونوں کان میں ستر باع (دو ہاتھ کے مقدار) کا فاصلہ ہوگا۔

## امر ہفتم وششم کا بیان

صحیح مسلم[۱] میں ہے کہ ''قال رسول اللہ ﷺ لا نا اعلم بما مع الدجال منہ معہ نہران تجریان احدھما رأی العین ماء ابیض والاخر رأی العین نارٌ تاجج فاما ادرکن احدٌ فلیات الذی یراہ ناراً ولیمغض ثم لیطاطا راسہ فانہ ماءٌ باردٌ ''(صحیح مسلم ص۴۰۰)''فنارہ ماءٌ ''(صحیح بخاری ص۱۰۵۶)''الیہ

یومئذرجل وھو خیر الناس اومن خیار الناس فیقول اشھد انک الدجال الذی حدثنا رسول اللہ حدیثہ فیقول الدجال ارایتم ان قتلت ھذا ثم احییتہ ھل تشکون فی الامر فیقولون لا. فیقتلہ ثم یحییہ فیقول واللہ ما کنت فیک اشد بصیرۃ منی الیوم فیرید الدجال ان یقتلہ فلا یسلط علیہ‘‘

(صحیح بخاری ص۱۰۵۶، صحیح مسلم ص۴۰۲)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دجال کے ساتھ جو کچھ ہوگا مجھے اس کا خوب علم ہے اس کے ساتھ دونہریں ہوں گی، ایک دیکھنے میں (یعنی نہ حقیقت میں) سفید پانی کی ہوگی۔ دوسرے دیکھنے میں (یعنی نہ حقیقت میں) آگ شعلہ زن ہوگی۔ تم میں سے کوئی اس کو پائے تو آنکھ بند کر کے اس میں سر جھکا دے، وہ سرد پانی ہوگا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ دجال کی آگ درحقیقت پانی ہوگا اور پانی درحقیقت آگ ہوگی۔

اور صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مدینہ کے لوگوں سے سب سے بہتر ایک شخص دجال کی طرف آئے گا اور وہ اس کو کہے گا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ تو وہ دجال ہے، جس کی خبر ہم کو رسول اللہ ﷺ نے دی تھی۔ دجال اپنے پیروان سے کہے گا کہ اگر میں اس کو مار کر زندہ کروں گا، تو پھر تم میرے خدا ہونے پر شک کرو گے، وہ بولیں گے نہیں۔ پھر وہ اس شخص کو قتل کر دے گا اور پھر زندہ کرے گا۔ پھر وہ شخص کہے گا کہ اب مجھے پہلے سے زیادہ یقین ہوگیا ہے کہ تو دجال ہے، پھر دجال اس کو قتل کرنا چاہے گا، تو پھر قابو نہ پائے گا۔

ایسی ہی صحیح مسلم میں حدیث ہے اس کے شروع میں یہ ذکر ہے کہ اس مومن کو دجال کے ہتھیار بند لوگ ملیں گے، تو اس کو کہیں گے کہ تو ہمارے رب (دجال) پر ایمان نہیں لاتا، وہ کہے گا نہیں لاتا تو وہ اس کو قتل کرنا چاہیں گے۔ مگر وہ دجال کے اس حکم کی نظر سے کہ وہ لوگ کسی کو دجال کے پاس حاضر کرنے سے پہلے قتل نہ کریں۔ اس کے قتل سے رک جائیں گے اور اس کو دجال کے پاس پہنچائیں گے۔ پھر دجال اس کو قتل کرے گا، پھر زندہ کرے گا۔ پھر اس کے قتل پر قابو نہ پائے گا۔

صحیح مسلم میں یہ بھی حدیث ہے: ’’قلنا یا رسول اللہ وما اسراعہ فی الارض قال کالغیث استدبرتہ الریح فیاتی علی القوم فیدعوھم فیؤمنون بہ ویستجیبون لہ فیامر السماء فتمطر والارض فتنبت فتروح علیھم

سارحتهم اطول ما كانت ذرىً واسبغه ضروعاً وامده خواصر ثم ياتى القوم فيدعوهم فيردون عليه قوله فينصرف عنهم فيصبحون ممحلين ليس بايديهم شئ من اموالهم ويمر باالخربة فيقول لها اخرجى كنوزک فتتبعه كنوزها كيعاسيب النحل ثم يدعو رجلاً ممتليا شابا فيضر به بالسيف فيقطعه جزلتين رمية الغرض ثم يدعوه فيقبل ويتهلل وجهه ويضحک. فبينما هو كذالک بعث الله المسيح بن مريم فيطلبه حتى يدركه بباب لد فيقتله'' (صحیح مسلم ص۴۰۱)

لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ دجال کس سرعت سے زمین پر نکلے گا۔ آپ نے فرمایا جیسے مینہ (یا بادل) تیز چلتا ہے جس کو پیچھے سے ہوا دھکیلتی ہو، پھر ایک قوم کے پاس پہنچ کر اس کو اپنی الوہیت کی طرف بلاوے گا، وہ اس کی الوہیت پر ایمان لائیں گے، تو وہ ان کے لئے بادلوں کو بارش کا حکم دے گا، تو بارش ہوگی اور زمین کو درخت سبزی جمانے کا حکم دے گا تو وہ خوب جمائے گی۔ پس ان دجال کو ماننے والوں کے جانور مواشی بڑے بڑے کوہان اور بھاری پستان اور بھرے پیٹ والے ہوجائیں گے۔

پھر وہ دوسرے لوگوں کو الوہیت کی طرف بلائے گا تو وہ اس سے انکار کریں گے، جس سے ان کے مال مواشی ہلاک ہوجائیں گے اور وہ تہی دست ہوجائیں گے۔ پھر وہ کھنڈروں پر گزر کر خزانے نکالنے کا حکم دے گا تو وہ اس قدر خزانے نکال پھینکیں گے، جیسے شہد کی مکھیاں، پھر وہ ایک جوان مرد کو تلوار سے دوٹکڑے کرڈالے گا۔ پھر اس کو بلائے گا تو وہ ہنستا وچمکتا ہوا چلا آئے گا۔ ایسے وقت میں خداتعالیٰ مسیح بن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا جو اس کو شہر لد کے (جو شام میں ہے) دروازہ کے پاس ہلاک کردیں گے۔

مشکوٰۃ میں حدیث ہے: ''وان من فتنته ان ياتى الاعرابى فيقول ارايت ان احييت لک ابلک الست تعلم انى ربک فيقول بلى فيمثله الشيطان نحو ابله كا حسن ما يكون ضروعاً واعظمه اسنمته قال وياتى الرجل قد مات اخوه ومات ابوه فيقول ارايت ان احييت لک اباک واخاک الست تعلم انى ربک فيقول بلى فيمثل له الشياطين نحو ابيه ونحو اخيه'' (مشکوٰۃ ص۴۶۹) کہ وہ دجال ایک اعرابی (جنگلی) سے جاکر کہے گا کہ اگر تیرے

اونٹوں کو زندہ کردوں تو تو مجھے اپنا رب مان لے گا۔ اعرابی اس امر کو مان لے گا تو وہ شیطان کو حکم دے گا تو وہ اس کے اونٹوں جیسی صورت بنا کر دکھائی دے گا۔

ایسا ہی وہ ایک اور آدمی کو جس کا بھائی اور باپ فوت ہو چکا ہوگا، کہے گا کہ اگر میں تیرے باپ و بھائی کو زندہ کردوں گا تو تو مجھے اپنا رب مان لے گا وہ اس امر کو تسلیم کرے گا تو شیطان اس کے بھائی اور باپ کی صورت بنا کر دکھا دے گا۔

سنن ابن ماجہ میں حدیث صحیح مسلم کے مضمون کی حدیث نقل کی ہے: ’’وان من فتنة ان یمر بالحی فیکذبونه فلا یبقی لهم سائمة الا هلکت وان من فتنة ان یمر بالحی فیصدقونه فیامر السماء ان تمطر فیمطر ویأمر الارض ان تنبت فتنبت حتی تروح مواشیهم من یومهم ذالک اسمن ماکانت واعظمه وامده خواصر وادره ضروعاً وانه لا یبقی شئ من الارض الا وظهر علیه الا مکة والمدینة فانه لا یاتیها من نقب من نقابهما الا لقیته الملائکة بالسیوف صلتة حتی ینزل عنه الظریب الاحمر عند منقطعة السبحة فترجف المدینه باهلها ثلاث رجفاف فلا یبقی منافق ولا منافقة الا خرج الیه فتفی الخبیث منها کما ینفی الکیر خبث الحدید ویدعی ذالک الیوم یوم الخلاص

فقالت ام شریک بنت ابی العکسر یا رسول اللہ فاین العرب یومئذ قال هم یومئذ قلیل وکلهم ببیت المقدس وامامهم رجل صالح فیمنا امامهم...... تقدم یصلی بهم الصبح اذ نزل علیهم عیسی بن مریم الصبح فرجع ذالک الامام ینکص یمشی القهقری لیتقدم عیسی یصلی فیضع عیسی یده بن کتفیه ثم یقول له تقدم فصل فانها لک اقیمت فیصلی بهم امامهم

فاذا تصرف قال عیسی افتحوا الباب فیفتح ووراء ه الدجال معه سبعون الف یهودی کلهم ذو سیف محلی وسیاح فاذا نظر الیه الدجال ذاب کما یذوب الملح فی الماء وینطلق هاربا ویقول عیسیٰ علیہ السلام ان لی فیک حربة لن تستبعتنی بها فیدرکه عند باب الدّ المشرقی فیقتله

فینهزم الله الیهود فلا یبقی شئ مما خلق الله یتواری به یهودی الا انطق الله ذلک الشئ لا حجر ولا شجر ولا حائط ولا دابة الا الغرقدة فانها شجرهم لا تنطق الا قال یا عبدالله المسلم هذا یهودی فتعال اقتله‘‘

(سنن ابن ماجہ ص۲۹۵)

اس میں بھی یہ ہے کہ دجال کے فتنہ میں سے ایک یہ بات ہے کہ وہ ایک گروہ پر گزرے گا جو اس کو نہ مانیں گے تو ان کے مال مواشی ہلاک ہو جائیں گے۔ دوسرے گروہ پر گزرے جو اس کو مان لیں گے تو ان کے مواشی بڑے موٹے تازے بڑے بڑے کوہان والے بہت شیر دار پستان والے ہو جائیں گے۔ وہ تمام زمین پر غلبہ پائے گا، بجز مکہ ومدینہ کے وہاں سے اس کو فرشتے تلوار کے ذریعہ سے ہٹائیں گے۔ مدینہ کے باہر شورناک زمین میں وہ اترے گا، تو مدینہ میں تین زلزلے ہوں گے، جس سے کافر ومنافق نکل کر دجال کے پاس آجائیں گے۔

راوی حدیث ام شریک نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ اس وقت عرب کے لوگ کہاں ہوں گے۔ آپ نے فرمایا وہ اس وقت بہت کم ہوں گے اور بیت المقدس میں ہوں گے۔ ان کا امام ایک نیک آدمی (علماء اسلام کہتے ہیں امام مہدی) ہوگا وہ نماز پڑھانے کو آگے بڑھے گا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، ان کو دیکھ کر وہ (امام مہدی) پچھلے پاؤں ہٹ آئیں گے تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آگے بڑھیں اور امام بن جائیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی پشت پر دوشانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہیں گے کہ آپ ہی امام بنے رہیں۔ کیونکہ نماز جماعت آپ کے لئے کھڑی کی گئی ہے، لہٰذا یہ نماز آپ ہی پڑھاویں۔ پس وہ نماز امام مہدی پڑھائیں گے۔

جب وہ نماز سے فارغ ہوں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماویں گے کہ دروازہ اس مکان کا (جس میں وہ لوگ دجال کے خوف سے محصور ہوں گے) کھول دو، دروازہ کھولیں گے تو اس کے پیچھے دجال ہوگا، جس کے ساتھ ستر ہزار زرین تلواروں سے مسلح اور طیالسانوں میں ملبوس یہودی ہوں گے۔

دجال حضرت مسیح کو دیکھے گا تو پگھلنے لگ جائے گا، جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے۔ پھر وہ بھاگنے لگے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے تو بھاگتا کہاں ہے، میرے ہاتھ سے ایک

چوٹ تیرے جسم میں مقدر ہے، جس سے تو بھاگ نہیں سکتا۔ پھر آپ اس کو شہر لد کے دروازہ کے پاس پائیں گے اور اس کو قتل کر ڈالیں گے۔ پھر یہودی دجال کے ساتھی بھاگنے اور چھپنے لگ جائیں گے اور جس دیوار یا درخت یا پتھر یا جانور کی اوٹ میں وہ چھپیں گے، وہ خدا کے حکم سے بولے گا اور یہ کہے گا کہ اے خدا کے بندے مسلمان یہ یہودی ہے، اس کو قتل کر۔

ابن ماجہ کی اس حدیث کے اکثر مطالب حدیث صحیح مسلم میں بھی پائے جاتے ہیں

’’**قلنا یا رسول اللہ وما لبثه فی الارض قال اربعون یوماً یوم کسنة ویوم کجمعة وسائر ایامه کایامکم قلنا یا رسول اللہ فذلک الیوم الذی کسنة یکفینا فیه صلٰوة قال لا قدروا له قدرة قلنا یا رسول اللہ ما اسراعه فی الارض قال کا لغیث استدبرته الریح**‘‘ (صحیح مسلم ص۴۰۱)

دجال کے زمین پر ٹھہرنے کی معیاد ابن ماجہ اور صحیح مسلم میں چالیس روز بیان ہوئے ہیں۔ جس میں ایک دن سال بھر کا ہوگا۔ ایک دن مہینے بھر کا اور ایک دن ہفتہ کا باقی ایام اور دنوں کی مانند۔ سال بھر کے دن کی بابت لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے سوال بھی کیا کہ کیا اس میں ہم کو ایک دن کی صرف پانچ نمازیں پڑھ لینا کافی ہوگا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا نہیں تم اس دن کے اوقات کا ہمیشہ کے دنوں کے اوقات سے اندازہ کر کے ان اوقات پر نمازیں پڑھ لیا کرو۔ ہم نے عرض کیا کہ وہ زمین میں کس قدر تیز چلے گا۔ فرمایا جیسے بادل چلتا ہے، جس کو پیچھے سے آندھی دھکیلے۔

اس بیان سے ہمارے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ دجال موعود کون ہے اور کس شرط وعلامت کا وہ آدمی ہے، جس کے مسلمان منتظر ہیں اور وہ ایسا وسیع المفہوم والصفات نہیں ہے کہ جس کو کسی کا جی چاہے دجال بنالے۔ دجال کے عم یا خال یا برادر مصداق سگ زرد برادر شغال قوم یاجوج ماجوج (جس کا ذکر چھٹے، ساتویں، آٹھویں اور نویں نشان آسمانی میں ہو چکا ہے) یہی دجال کی مانند ایک غیر معمولی انسان ہوں گے اور ان کے افعال بھی عام انسانوں کے افعال سے بڑھ کر اور اعجوبہ تر ہوں گے۔

مسیحائیت ومہدویت کے ایک جھوٹے مدعی مرزا قادیانی نے اس شرط خروج یاجوج وماجوج کو پورا کرنے کے لئے یاجوج وماجوج انگریزوں اور روس کو قرار دیا ہے۔ اس کے اس قرار داد اور تاویل سراپا تحریف وتسویل کو جھوٹا کرنے کے لئے اور نیز دوسرے

مفتریوں کی دہان بندی کے لئے اس مقام میں یاجوج ماجوج کے ان افعال وحالات کو بیان کرنا ضروری ہے، جو کسی اور قوم میں آج تک پائی نہیں گئی اور نہ آئندہ پائی جائے گی اور اس وجہ سے کوئی مفتری کسی دوسری قوم یا اشخاص کو یاجوج وماجوج بنا نہ سکے گا۔

نشان ششم لغایت نہم میں صحیح مسلم سے ایک حدیث منقول ہوچکی ہے، جس کا پورا ترجمہ یہاں لکھا جاتا ہے (یہ وہ ترجمہ ہے جس کا وعدہ پہلے کیا گیا تھا) اس وقت جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کر کے اس قوم مؤمنین کی (جن کو خداتعالیٰ نے دجال کے فتنہ سے بچالیا ہوگا) خاطرداری کرتے ہوں گے اور ان کے چہروں پر ہاتھ پھیرتے ہوں گے اور ان کو بہشت کے درجات کی خبر دیتے ہوں گے۔

خداتعالیٰ ان کو بذریعہ وحی اطلاع دے گا میں نے ایسے بندے نکالے ہیں، جن کے جنگ وقتال کی کسی انسان کا طاقت نہ ہوگی (مرزا تو مر گیا ہے اس کے تابعین سے جو اس کو اب تک مسیح موعود سمجھے بیٹھے ہیں سوال ہے کہ کیا انگریز اور روس ایسے ہیں، جن کے مقابلہ کی کسی انسان کو طاقت نہ ہو۔ اگر روس ایسا ہے تو ابھی جاپان سے منہ کی کھا کر کیوں ہٹ بیٹھا) تو اے عیسیٰ میرے (مومن) بندوں کے ساتھ لے کر کوہ طور میں پناہ گزیں ہو۔

پھر خداتعالیٰ یاجوج وماجوج کو بھیج دے گا تو وہ ہر بلندی سے دوڑ پڑیں گے، ان کی پہلی جماعت بحیرہ طبریہ پر پہنچے گی تو اس کا تمام پانی پی جائے گی۔ پھر آخری جماعت پہنچے گی تو کہے گی کہ کیا یہاں کبھی پانی تھا (قادیانی پارٹی سے سوال ہے کہ انگریز یا روس نے بھی بحیرہ طبریہ کا تمام پانی ایسا پیا کہ پھر وہاں پانی کا نشان نظر نہ آوے۔ ہاں انگریزوں نے پنجاب کے دریاؤں سے نہریں نکالی ہیں مگر وہ دریا کبھی ایسے خشک نہیں ہوئے کہ وہاں کسی کو کبھی پانی نظر نہ آیا ہو)

عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایسے محصور ہوں گے کہ ان کو ایک گائے کی سری ایسی پیاری لگے گی جیسے تم کو دینار پیارے ہیں (مرزائیو! تمہارے مسیح اور اس کی پارٹی پر کبھی ان کی تمام زندگی میں ایسا وقت آیا ہے، جن میں ان کا پلاؤ، قورمہ، برف، سوڈا واٹر، میوہ جات انگریزوں یا کسی اور کے روکنے سے بند ہوگیا ہو) پھر حضرت مسیح علیہ السلام ان موذیوں کی تکلیف دہی سے تنگ آکر جناب باری میں دعا کریں گے، تو ان کی بددعا سے ان موذیوں

کی گردنوں میں خدا تعالیٰ پھوڑا (بطور طاعون) پیدا کرے گا، جس سے وہ سب کے سب ایک جی کی مانند مرجائیں گے۔

مرزائیو! تمہارے مسیح کی بددعا سے بھی اس کے خیالی یاجوج وماجوج انگریز وروس تمام نہ سہی کوئی ایک ہی مرض طاعون سے ہلاک ہوا ہو۔ اگر کہو کہ انگریزوں کو تو وہ ابررحمت سمجھتا رہا۔ ان کے لئے بددعا کیوں کرتا، تو پھر کوئی روسی ہی بتاؤ، جو مرزا کی بددعا سے مبتلا طاعون ہوا ہو۔ روسیوں کو بھی رہنے دو، کسی مرزا کے مخالف مسلمان یا ہندو ہی کو بتاؤ جس کے واسطے مرزا نے طاعون کی بددعا کی ہو اور وہ مبتلاء طاعون ہوکر ہلاک ہوا ہو۔

اس کے مقابلہ میں ہم بہت سے مسلمانوں مخالفین مرزا کا نام پیش کر سکتے ہیں، جن کی موت کے واسطے مرزا نے بددعا کی تھی۔ مگر مرزا مرگیا اور وہ اب تک زندہ ہیں۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ یاجوج ماجوج زندہ رہیں اور ان کو بددعا کرنے والا مرجائے۔ اے نادانو! خدا سے یا دنیا سے شرم کرو اب تو مرزا کو مسیح موعود نہ کہتے جاؤ۔

پھر حضرت مسیح پہاڑ طور سے اتریں گے تو زمین پر ایک بالشت زمین نہ پاویں گے جس میں یاجوج ماجوج کی لاشوں سے بدبو نہ ہو۔ حضرت مسیح علیہ السلام جناب باری میں دعا کریں گے، تو خدا تعالیٰ ایسے جانور بھیجے گا، جن کی گردنیں اونٹوں کی گردنوں کی سی ہوں گی وہ ان خبیثوں کی نعشوں کو اٹھا لے جائیں گے (مرزائیو! انگریزوں اور روسیوں کی نعشوں سے بھی زمین میں ایسی بدبو پیدا ہوئی اور ان کے اٹھانے کو کوئی جانور خدا تعالیٰ نے بھیجا؟) پھر خدا تعالیٰ مینہ بھیجے گا۔ جس سے زمین دھل کر صاف ہوجائے گی اور زمین کی پیداوار میں بہت برکت ہوگی باقی حدیث مذکور کا ترجمہ نشان نہم میں گزر چکا ہے۔ (ص۸۴)

ایک اور حدیث صحیح مسلم میں ہے: ’’**ثم یسیرون الی جبل الخمر وھو جبل بیت المقدس فیقولون قد قتلنا من فی الارض ھلم فلنقتل من فی السماء فیرمون نشابھم الی السماء فیرد اللہ علیھم نشابھم مخضوبتہ دماً**‘‘ (صحیح مسلم ص۴۰۲) کہ یاجوج وماجوج جبل الخمر میں پہنچیں گے (جو بیت المقدس کا پہاڑ ہے) وہ کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کو تو قتل کرلیا ہے چلو اب آسمان والوں کو بھی قتل کریں، پھر وہ آسمان کو تیر چلائیں گے، تو ان کے تیر (شاید پرند جانوروں کو لگ کر) خون آلودہ ہوکر واپس آئیں گے، جس سے وہ خبیث سمجھ لیں گے کہ ہم نے آسمان والوں کو بھی قتل

کر ڈالا۔ ان کی جہالت اس حد کو پہنچے گی۔ تب خداتعالیٰ ان کی گردنوں میں پھوڑے پیدا کر کے ان کو ایک دم میں ہلاک کر دے گا۔

اس حدیث کو ترمذی وابن ماجہ بھی اپنی کتابوں میں لائے ہیں’’ **ویستوقد المسلمون من نشابهم قسیهم وجعابهم سبع سنین** ‘‘(جامع ترمذی ج۲،ص۵۲، سنن ابن ماجہ ص۲۹۷) ترمذی نے اس حدیث میں یہ بیان بڑھایا ہے کہ مسلمان ان کے تیروں اور کمانوں اور ترکش، ترکشوں کو سات سال تک بطور ایندھن جلائیں گے (مرزائیوں سے سوال ہے کہ انگریزوں اور روسیوں میں بھی کسی نے آسمان کی طرف تیر چلائے ہیں)

پھر تیر چلانے والے ہلاک ہوئے تو ان کے تیروکمانیں اور ترکش مسلمانوں کا ایندھن بنے ہیں۔ نہیں تو یہ لوگ یاجوج وماجوج کیونکر ہوسکتے ہیں۔ اگر کہیں کہ نہیں تو پھر مرزا کیونکر مسیح موعود ہوسکتا ہے۔ جس کی بددعا سے یاجوج ماجوج ہلاک ہوں گے، وہ تو خود مرگیا اور جن کو یاجوج ماجوج قرار دیتا ہے وہ زندہ ہیں اور ملک کے حکمران ہیں۔

حالات وصفات، یاجوج وماجوج کی نسبت جو کچھ مسلمانوں کا اعتقاد ہے اور وہ کتب تفاسیر میں بیان ہوا ہے، اس کو ہم بیان کرتے تو اس پر مرزائی وغیرہ ملحدین منکرین یاجوج ماجوج ہنسی اڑاتے اور پھبتیاں سناتے۔ لہٰذا ہم نے اس بیان سے تعرض نہیں کیا، بلکہ جو کچھ احادیث صحیحہ (صحیح مسلم وترمذی ابن ماجہ وغیرہ) میں آنحضرتﷺ کی زبان وحی ترجمان سے مروی ہے، صرف وہ نقل کردیا ہے۔ اس بیان کو پڑھ کر اور سن کر امید ہے پھر کوئی مسلمان انگریزوں یا روسیوں یا کسی اور قوم کو یاجوج وماجوج قرار نہ دے گا اور اس باطل تاویل وتسویل سے کسی مفتری کو مسیح موعود بن جانے کا موقعہ نہ ملے گا۔ ان شاءاللہ تعالیٰ۔

**بارھواں نشان آسمانی:** یہ کہ روحانی برکات اور آسمانی نشانات میں حضرت مسیح کا ثانی اثنین امام مہدی آپ سے پہلے پیدا ہوگا۔ بلکہ آپ کا نزول ان ہی کی تائید وحمایت اور اذیت دجال سے آپ کی اور آپ کی ماتحت جماعت مسلمین کی جن کا ذکر ابن ماجہ کی حدیث میں گزر چکا ہے) نجات دلوانے کے لئے ہوگا۔

ہر چند یہ نشان قرآن میں اور کسی اتفاقی صحیح حدیث میں امام مہدی کا نام لے کر صاف طور پر پایا نہیں جاتا۔ مگر اکثر علماء اسلام واہل سنت والجماعت میں مسلم چلا آتا ہے اور صحیح بخاری ومسلم کی بعض احادیث میں جس امیر یا امام کا ذکر ہے اس سے علماء اہل سنت کے

نزدیک یہی امام مہدی مراد ہے اور اسی کے مطابق ہمارا دلی اعتقادؒ ہے۔

ملاّ علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے: ''**ترتیب القصة ان المهدی یظهر اوّلاً فی الحرمین الشریفین ثم یاتی بیت المقدس فیاتی الدجال ویحصره فی الحال فینزل عیسی علیہ السلام من المنارة الشرقیة فی دمشق الشام ویجئ الی قتال الدجال فیقتله بضربة فی الحال فانه یذوب کالملح فی الماء عنه نزول عیسی علیہ السلام فیجتمع علیہ السلام بالمهدی وقد اقیمت الصلوٰة فیشیر المهدی لعیسیٰ علیہ السلام بالتقدم فیمنع معللاً بان هذه الصلوة اقیمت لک فانت اولی بان تکون الامام فی هذا المقام ویقتدی به یظهر متابعته لنبینا**'' (شرح فقہ اکبر ص۷۸)

کہ واقعہ مہدی وآمد مسیح کی یوں ترتیب ہے کہ اوّلاً امام مہدی حرمین میں ظاہر ہوں گے پھر وہ بیت المقدس آئیں گے۔ اس وقت دجال آئے گا اور ان کا محاصرہ کرے گا۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے مشرقی منارہ کے پاس آسمان سے اتریں گے اور قتل دجال کی طرف متوجہ ہوں گے اور ایک ہی چوٹ سے اس کو قتل کریں گے۔ وہ ان کو دیکھ کر پگھلنے لگ جائے گا جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی ایسے وقت میں جمع ہوں گے کہ نماز کی جماعت کے لئے تکبیر ہو چکی ہوگی، حضرت مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھانے کے لئے اشارہ کریں گے۔ وہ اس عذر سے کہ یہ تکبیر آپ کی امامت کے لئے ہوئی ہے امامت سے انکار کریں گے اور وہ نماز امام مہدی پڑھائیں گے اور حضرت عیسیٰ نماز میں ان کے مقتدی ہوں گے۔

اس مضمون کی ایک حدیث سنن ابن ماجہ سے گزر چکی ہے اور بخاری ومسلم میں ایک اسی مضمون کی حدیث ہے ''**قال رسول الله ﷺ کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم وامامکم فیکم**'' (بخاری ص۴۹۰، مسلم ص۸۷) کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے تمہارا کیا حال ہوگا، جب ابن مریم تم لوگوں میں نازل ہوگا، اس حالت میں کہ تمہارا امام موجود ہوگا۔ اس حدیث کی شرح میں علماء اسلام کہتے ہیں کہ اس میں امام سے امام مہدی مراد ہے۔

اور جلد اوّل صحیح مسلم میں اس مضمون کی ایک حدیث یہ آئی ہے ''**فینزل عیسیٰ بن مریم علیہ السلام فیقول امیرهم تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة الله هذه الامة**'' (صحیح مسلم ج۱، ص۸۷) کہ عیسیٰ بن مریم اتریں گے تو

مسلمانوں کا امیر ان کو کہے گا کہ آپ نماز پڑھایئے، وہ جواب میں کہیں گے کہ نہیں تم میں سے ایک (جو پہلے سے امام و امیر ہے) دوسروں کا امام ہو۔ اس میں خداتعالیٰ کو اس امت کا تکریم کرنا منظور ہوگا۔ اس حدیث میں امیر سے امام مہدی مراد بتایا جاتا ہے۔

صحیح مسلم کی ایک اور حدیث میں ''فبیناهم یعدون للقتال یسوون الصفوف اذا قمت الصلوٰة فینزل عیسیٰ بن مریم فامهم. الحدیث ''(صحیح مسلم ج۲،ص۳۹۲) اس حدیث کے برخلاف یہ بھی پایا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ قتل دجال کے لئے نازل ہوں گے تو نماز کی اقامت (تکبیر) ہونے پر وہ خود امام ہوں گے۔ ان دونوں حدیثوں میں تطبیق و موافقت یوں ہوسکتی ہے کہ اس حدیث میں دوسری نماز کا ذکر ہے، جس میں امام مہدی کے لئے تکبیر نہ کہی گئی ہوگی۔ بلکہ حضرت مسیح کے لئے تکبیر کہی گئی ہوگی۔ اس تطبیق و توجیہہ پر دلیل حضرت کا امام مہدی کے خطاب میں یہ کہنا ہے جو ابن ماجہ کی حدیث میں گزرا ہے کہ چونکہ یہ تکبیر آپ کی امامت کے لئے ہوئی ہے۔ لہٰذا اس نماز میں امامت آپ ہی کرائیں۔

ایک حدیث صحیح مسلم میں: ''ابن ابی زئب عن نافع مولٰی ابی قتادة عن ابی هریرة ان رسول اللہ ﷺ قال کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم فامکم منکم فقلت لابن ابی ذئب ان الاوزاعی حدثنا عن الزهری عن نافع عن ابی هریرة وامامکم منکم قال ابن ابی ذئب اتدری ماامامکم منکم قلت تخبرنی قال امکم بکتاب ربکم وسنت نبیکم'' (صحیح مسلم ص۸۷)

ابن ابی ذئب راوی حدیث سے امام ہوجانے حضرت مسیح کی یہ تفسیر وارد ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق حکم و عمل کرنے میں لوگوں کے پیشوا ہوں گے اور لوگ ان کی پیروی کریں گے۔ ان تینوں وجوہ تطبیق و موافقت احادیث سے جو وجہ اختیار و پسند کی جاوے وہ وجہ صحیح و لائق پسند ہے۔

یہ احادیث صحیح مسلم اور ابن ماجہ اس باب میں نص قطعی ناقابل تاویل ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم جو قیامت کے قریب نزول اجلال فرمائیں گے اور ہیں اور امام مہدی اور ہیں، جو ان سے پیشتر موجود ہوں گے اور ان دونوں حضرات میں بوقت نماز امامت میں تکرار ہوگی۔ امام مہدی حضرت مسیح سے نماز میں امام ہونے کی درخواست کریں گے۔

حضرت مسیح اس سے انکار کر کے امام مہدی کو (جن کے واسطے نماز کی اقامت ہوچکی ہوگی) امام بنائیں گے۔ اس نص قطعی سے قادیانی پارٹی کی اس جعل سازی ودجالی چال بازی کی قلعی کھلتی ہے کہ وہ مسیح موعود اور مہدی موعود ایک ہی شخص (مرزا غلام احمد) کو قرار دیتے ہیں اور پہلی حدیث متفق علیہ بخاری ومسلم میں ’’امامکم منکم‘‘ کو عطف تفسیر ٹھہرا کر مرتکب تاویل سراپا تحریف وتسویل ہوتے ہیں اور اس تاویل پرتسویل پر’’ابن ماجہ حدیث’’لا مھدی لا عیسٰی‘‘ کو دلیل ٹھہراتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے پھر اہل علم حدیث سے شرما کر یہ خیال نہیں کرتے کہ وہ حدیث تو صحیح نہیں ہے۔ پھر وہ حضرت عیسیٰ کو امام مہدی بنانے میں ان احادیث صحیحہ مسلم اور خود ابن ماجہ کا مقابلہ کیونکر کرسکتی ہے۔

ناظرین اس حدیث کا غیر صحیح ہونا کتاب حجج الکرامۃ کے (۳۸۵) میں ملاحظہ کریں۔ ہم اس مقام میں اس کا خلاصہ نقل کرتے ہیں۔

شوکانی نے رسالہ توضیح میں کہا ہے: ’’شوکانی در توضیح گفتہ۔ واما حدیث انس اخرجه ابن ماجة والحاکم فی المستدرک لا مهدی الا عیسی بن مریم فیمکن ان یقال فی تاویله لا مهدی کاملاً ولاشک ان عیسی اکمل من المهدی لانه نبی الله وهذا التاویل متهم المخالفة ظاهرة للاحادیث المتواترة‘‘

حافظ ابن القیم در منار گفتہ لا مہدی الا عیسیٰ۔ از طریق محمد بن خالد جندی از ابان بن صالح از حسن بصری از انس بن مالک او از رسول اللہ ﷺ بروایت کردہ و وے متفرد ست بروایت آن ومحمد بن حسن اسنوی در کتاب مناقب شافعی محمد بن خالد را غیر معروف نزد اہل صناعت از اہل علم ونقل گفتہ وبیہقی گفتہ تفرد بہ محمد بن خالد ہذا وحاکم گفتہ وهو مجهول وقد اختلف علیه فی اسناده فروی عنه ابان بن ابی عیاش عن الحسن عن النبی ﷺ فرجع الحدیث الی روایت محمد بن خالد وهو مجهول عن ابان وهو متروک عن الحسن وهو منقطع‘‘

وجمال الدین محمد بن ابی بکر در رسالہ الکلام المجدی فی اثبات خروج المہدی گفتہ حدیث لا مهدی الا عیسٰی بن مریم اخرجه ابن ماجه واخرجه ابوالحسن اجری وقد اجاب عنه الحفاظ کابی بکر العربی وابن عبدالبر القرطبیین

بانہ حدیث لا یصح فانہ انفرد بروایۃ محمد بن خالد وھو مجھول کما قالہ البخاری واختلف علیہ فی اسنادی فتارۃ یرویہ عن ابان عن الحسن عن النبی ﷺ مرسلاً وتارۃ عن الحسن عن انس عن النبی ﷺ والاحادیث عن النبی ﷺ فی خروج المہدی ثابتۃ واصح من ھذا الحدیث والحکم بما دونہ قلت وبتقدیر صحتہ فمدرج وتاویلہ واضح بخلاف تاویل للاحادیث التی فی خروج المھدی ''ودر مشرب وردی گفتہ فالمراد ھھناہ اللغوی اللتقدیر لا مھدی کاملاً فی ذالک الوقت الا عیسیٰ''۔(حج الکرامہ ص۳۸۵)

جو حدیث انسؓ سے ابن ماجہ اور حاکم نے مستدرک میں روایت کی ہے اس کی تاویل میں یہ کہنا ممکن ہے کہ کامل مہدی یعنی ہدایت یافتہ حضرت عیسیٰ ہیں اور اس میں شک نہیں کہ وہ امام مہدی سے بڑھ کر تھے۔ کیونکہ وہ نبی تھے۔ اس حدیث کی یہ تاویل واجب ہے کیونکہ ظاہری معنی سے وہ حدیث احادیث متواترہ کے مخالف ٹھہرتی ہے۔

حافظ ابن قیم نے منار میں کہا ہے، یہ حدیث محمد بن خالد جندی نے ابان بن صالح سے اس نے حسن بصری سے اس نے انس بن مالک سے اس نے آنحضرت ﷺ سے روایت کی ہے اور وہ محمد بن خالد اس کی روایت میں اکیلا ہے اور محمد بن حسن اسنوی نے کتاب مناقب شافعی میں کہا ہے کہ محمد بن خالد اہل صناعت حدیث واہل علم واہل نقل کے نزدیک غیر معروف شخص ہے۔

امام بیہقی نے بھی کہا ہے کہ محمد بن خالد اس حدیث کی روایت میں اکیلا ہے امام حاکم (صاحب مستدرک) نے کہا ہے کہ وہ مجہول الحال ہے۔ پھر اس سے اس حدیث کی روایت میں اختلاف ہوا ہے۔ ابان بن ابی عیاش نے اس حدیث کو حسن سے اس نے آنحضرت ﷺ نے نقل کیا ہے، تو اس حدیث کا رجوع محمد بن خالد کی طرف ہوا جو مجہول الحال ہے۔ اس نے اس حدیث کو ابان سے نقل کیا ہے جو متروک ہے۔ اس نے حسن کے ذریعہ سے آنحضرت ﷺ سے نقل کیا ہے جو منقطع ہے(کیونکہ حسن نے آنحضرت ﷺ کو نہیں دیکھا)

اور جمال الدین محمد بن ابی بکر نے الکلام المجدی میں کہا ہے کہ حفاظ حدیث ساکنین قرطبہ ابن العربی وابن عبدالبر نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں، کیونکہ اکیلے محمد بن خالد کی روایت ہے اور وہ مجہول الحال ہے یہ بات امام بخاری نے کہی ہے اور اس کی روایت

میں اختلاف ہے، کبھی تو وہ حسن بصری سے بواسطہ آنحضرت ﷺ سے نقل کرتا ہے اور یہ روایت مرسل ہے اور کبھی بواسطہ انس آنحضرت ﷺ سے نقل کرتا ہے۔

امام قرطبی نے کہا ہے کہ آمد امام مہدی کی حدیثیں ثابت اور اس حدیث ابن ماجہ سے زیادہ صحیح ہیں۔ لہٰذا ان کے مطابق فیصلہ چاہئے نہ ان کے برخلاف اس حدیث پر، میں (ناقل) کہتا ہوں کہ بصورت فرض کر لینے صحت اس حدیث کے اس کی تاویل واجب ہے، بخلاف احادیث آمد مہدی (کہ وہ صحیح اور نصوص قطعی ہیں) مشرب وردی میں کہا ہے کہ اس کی تاویل یہ ہے کہ اس حدیث ابن ماجہ میں مہدی سے لغوی معنی مراد ہیں۔ یعنی ہدایت یافتہ اور معنی حدیث کے یہ ہیں کہ اس وقت حضرت مسیح سے زیادہ اور کوئی ہدایت یافتہ نہ ہوگا۔

اس غیر صحیح حدیث سے قادیانی کا استدلال کرنا محل تعجب وافسوس نہیں ہے، کیونکہ اولاً تو وہ کوچۂ حدیث سے محض نابلد تھا اور علوم دین سے محض امی ومدعی علم لدنی وثانیاً اس کے دعویٰ دروغ مسیحائیت ومہدویت کے لئے یہ ایک لازمی امر تھا کہ وہ دیدہ ودانستہ بھی احادیث صحیح بخاری مسلم سے آنکھ بند کر کے ان کے مقابلہ میں احادیث ضعیفہ سے استدلال کرے اور بناء علیہ خود ہی مسیح اور خود ہی مہدی بن بیٹھے۔

<u>تعجب وافسوس تو مولوی حکیم نوردین اور مولوی محمد احسن پر ہے جو کسی زمانہ میں اہل حدیث کہلاتے تھے</u> اور کم وبیش کتب حدیث میں نظر رکھتے تھے اور اس حدیث کے ضعف سے غالباً واقف ہوں گے۔ پھر آنکھ بند کر کے اس حدیث سے استدلال قادیانی کو مان گئے اور اس کو مسیح اور مہدی تسلیم کر کے اس کے نائب خلیفہ بن گئے ہیں اور اس بیت کے مصداق ہوئے:

چوں عرض آمد ہنر پوشیدہ شد صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد

ہمارے اس افسوس وتعجب پر وہ لوگ افسوس وتعجب کریں اور اس حدیث کی صحت کے مدعی[۵] ہوں تو اس حدیث کا صحیح ہونا بتصریح وشہادت اہل حدیث ثابت کریں اور احادیث صحیح مسلم کا جو اس واہی حدیث کے برخلاف مسیح ومہدی میں مغائرت کے ثبوت پر نص قطعی ہیں کافی جواب دیں۔ ہم افسوس وتعجب کو واپس لیں گے اور مسیح ومہدی کا ایک ہونا مان لیں گے۔ مرزا کے خلیفو! اس سے بڑھ کر کیا چاہتے ہو! لو ایک ہی بات سے فتح پاتے ہو۔

وازانجا کہ امام مہدی کا آنا بھی روحانی برکات اور آسمانی نشانات سے (جن کا ذکرعنقریب آتا ہے) ہوگا۔ اور نزول مسیح علیہ السلام کے واسطے ان کا پیشتر آنا اکثر مسلمانوں میں مسلم واتفاقی شرط ہے۔ لہٰذا وجود امام مہدی اور ان کی روحانی برکات کو حضرت مسیح کی آمد کے نشانوں میں سے تسلیم کیا گیا ہے اور آمد مسیح کے لئے ایک شرط لازمی مانا گیا ہے۔

بالجملہ حضرت مسیح کی دوسری آمد اہل اسلام قدیم کے اعتقاد میں ان بارہ آسمانی نشانوں کے ساتھ ہوگی۔ جیسے ان کی پہلی آمد گیارہ آسمانی نشانوں سے ہوئی ہے اور ان کے نزدیک آنے والا مسیح وہی ہے، جس میں یہ تیئس نشانات آسمانی پائے گئے ہیں اور پائے جائیں گے وہ ایسے مسیح کی آمد کے منتظر ومعتقد نہیں ہیں۔ جو ان آسمانی نشانوں سے خالی اور معرّا ہو اور دنیا سازشوں اور زمینی تدبیروں اور انسانی تجویزوں کے ساتھ وہ مسیح موعود بن بیٹھے۔ یہاں تک تو امام مہدی کا آنا حضرت مسیح کی آمد ثانی کے لئے ایک نشان اور بطور شرط ہونا تبعاً وضمناً بیان ہوا ہے۔

اب ان کی آمد پر مستقل بحث کی جاتی ہے، جس سے ثابت ہوگا کہ وہ بھی حضرت مسیح کی طرح اپنے مشن میں سیفی جنگ وتلوار وتفنگ سے کام نہ لیں گے، بلکہ صرف آسمانی نشانات اور روحانی برکات سے دنیا میں دین اسلام کی اشاعت کریں گے اور کتاب اللہ (قرآن) اور سنت (حدیث نبوی) کے مطابق حکم کریں گے۔ ان کے نشانات وبرکات کو دیکھ کر لوگ جوق جوق وبشوق وذوق داخل اسلام ہوں گے۔ لہٰذا ان کا آنا کسی سلطنت کے لئے غیراسلامی کیوں نہ ہو، خطرناک وناگوار نہ ہوگا۔ بلکہ مرغوب وخوشگوار ہر ایک سلطنت کے لئے (اسلامی ہو خواہ غیراسلامی) خطرناک وہی مہدی ہیں جو آسمانی نشانوں سے محض خالی اور صاف کورے ہیں اور محض کذب وافتراء سے مہدی بن بیٹھے ہیں۔

کاذب مہدی سوڈان کا سلطنت ترکی اور مصر کے لئے خطرناک ہونا ہر ایک نے دیکھ لیا ہے، جعلی مہدی قادیانی کچھ عرصہ تک زندہ رہتا اور پوری شوکت وجمعیت پاتا تو کچھ کر دیکھاتا۔ یہ بات ہم بارہا قادیانی کی زندگی میں کہہ چکے ہیں اور گورنمنٹ کے نوٹس میں لاچکے ہیں (ج۲۱ص۳۵۳) وغیرہ ملاحظہ ہو۔ یہی خطرہ اور اندیشہ اس کے خلیفوں اور جماعت سے ہے۔ (گورنمنٹ ہوشیار رہے)

# آمد مہدی کی نسبت اہل اسلام قدیم کا اعتقاد وخیال

امام مہدی کی نسبت بھی اکثر اہل اسلام قدیم کا (جو امام مہدی کے منتظر ومعتقد ہیں) یہی اعتقاد ہے کہ وہ بھی حضرت مسیح کی مانند آسمانی نشانات اور روحانی برکات اپنے ساتھ لائیں گے (۲) اور ان کا یہ اعتقاد ابھی بیان ہو چکا ہے کہ حضرت مسیح امام مہدی کے وقت میں آئیں گے۔ بلکہ ان ہی کی حمایت اور محاصرہ دجال سے ان کی تخلیص وصیانت کے لئے نزول اجلال فرمائیں گے۔ (۳) اور مسلمانوں میں مدت قیام امام مہدی بھی وہی سات سال تسلیم کی جاتی ہے جو حضرت مسیح کی آمد ثانی کے بعد ان کی مدت قیام کی تسلیم کی گئی ہے۔ (۴) اور یہ اعتقاد مسلمانان قدیم کا بیان ہو چکا ہے کہ حضرت مسیح قتل دجال کے بعد حکم جنگ وجہاد کی تعمیل کو دنیا سے اٹھائیں گے اور تلوار کو لڑائی کے کام سے بیکار کر دیں گے۔ (۵) اور یہ بھی مسلمانان قدیم کے نزدیک مسلم ہے کہ امام مہدی صرف ولی ہوں گے اور حضرت مسیح نبی۔ (۶) اور یہ بھی ان کے نزدیک مسلم ہے کہ ولی نبی کا تابع ہوتا ہے اور نبی اس کا متبوع، اس کا عکس نہیں ہوتا کہ ولی متبوع اور نبی اس کا تابع۔ (۷) اور یہ بھی ان کے نزدیک مسلم ہے کہ امام مہدی حضرت مسیح کے برخلاف کچھ نہ کریں گے، بلکہ ان کے مشورہ وحکم پر چلیں گے۔

ان ہفتگانہ اعتقادات ومسلمات اہل اسلام قدیم کا یقینی لازمہ ہے کہ ان کے نزدیک امام مہدی بھی اپنے مشن (اشاعت وترقی دین) کو (جس کے واسطے وہ بھیجے جائیں گے۔ جنگ وتلوار سے پورا نہ کریں گے۔ بلکہ ان ہی روحانی انوار وبرکات وآسمانی نشانات سے جن سے حضرت مسیح دین کو ترقی دیں گے اور یہ امر ناممکن اور بحکم مسلمات اسلامیہ وعقائد مذکورہ اہل اسلام محال ہے کہ حضرت مسیح تو لڑائی کو موقوف کریں اور امام مہدی باوجود تابع ومطیع مسیح ہونے کے اس لڑائی کی آگ سلگاتے رہیں اور دنیا میں اس کو بھڑکاتے پھریں، جس کو عقائد سبعہ مذکورہ اہل اسلام کا علم ویقین ہوگا۔ وہ ان کی طرف اس اعتقاد کو ہرگز منسوب نہ کرے گا۔ حضرت مسیح کے نزول سے پہلے ہر چند معرکہ سفیانی وغیرہ میں مسلمانوں کو ڈیفینڈ (مدافعت) کے لئے تلوار سے کام لینا پڑے گا۔ مگر جب سفیانی مارا جائے گا اور اس کے بعد دجال نکلے گا اور اس کے قتل کے لئے حضرت مسیح کا نزول ہوگا اور وہ ہلاک ہوگا، تو پھر سیفی جہاد کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

منجملہ ان عقائد ومسلمات ہفتگانہ اہل اسلام عقیدہ دوم وچہارم وہفتم کا بیان تو بضمن بیان اعتقاد آمد ثانی مسیح ہو چکا ہے اور عقیدہ پنجم وششم محتاج بیان وثبوت نہیں ہے۔کوئی اہل علم مسلمان ان سے بے خبر ومنکر نہیں ہے۔ اب رہا ان کا اعتقاد اول وسوم، سوذیل میں بیان اور ثابت کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی ثابت کیا جائے گا کہ حضرت مسیح کی آمد سے پہلے گو مسلمان سیفی جہاد کریں گے۔ مگر آمد مسیح کے بعد سیفی جہاد کا خاتمہ ہو جائے گا۔

## اعتقاد اوّل وسوم اور اس کے متعلقات کا بیان

امام مہدی کی نسبت اعتقاد اول وسوم اہل اسلام کے بیان سے پہلے یہ بیان ضروری ہے کہ اہل اسلام قدیم جس مہدی کو روحانی برکات اور آسمانی نشانات کا محل ومظہر سمجھتے ہیں۔ وہ کوئی خاص ایک شخص ہے یا ہر کوئی للو، کلو احما، نوراوفتا وجما وکیما وغیرہ شعبدہ بازی یا مسمریزی طاقت سے نشان نمائی کا مدعی ہوکر امام مہدی بن سکتا ہے۔

پس واضح ہو کہ اہل اسلام قدیم کے نزدیک امام مہدی خاص ایک شخص خالص وصحیح النسب سید ہوگا جو خاتون جنت فاطمۃ الزہرؓ کی اولاد سے خاص کر امام حسن کی پشت سے شہر مدینہ طیبہ میں پیدا ہوگا اور مکہ مکرمہ میں مقام ابراہیم اور رکن کے مابین مجبوراً اس کی خواہش کے بغیر اس کو امام بنایا جائے گا اور مہدی ہونے کا خطاب وہ خود اپنے لئے اختیار نہ کرے گا، بلکہ یہ خطاب آسمان سے اور فرشتے کے ذریعہ سے اس کے لئے نازل ہوگا۔ اس کا نام محمد ہوگا اور باپ کا نام عبداللہ اور اس کا حلیہ خاص ہوگا جو کسی دوسرے میں نہ پایا جائے گا اور وہ آنحضرت ﷺ کے اخلاق کریمانہ میں مشابہ ہوگا، نہ صورت میں۔ ترمذی اور ابوداؤد کی حدیث میں ہے:

۱...... ’’قال رسول اللہ ﷺ لا تذهب اولا تنقضی الدنیا حتی یملک العرب رجل من اهل بیتی یواطی اسمه اسمی‘‘ (ترمذی ج۲ ص۱۵، ابوداؤد ج۲ ص۲۳۲) کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے دنیا فنا نہ ہوگی، جب تک میرے اہل بیت سے ایک شخص تمام عرب کا مالک نہ ہو جائے گا جس کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا۔

۲...... ’’وفی روایة یواطئ اسمه اسمی اسم ابیه اسم ابی‘‘ (ابوداؤد ج۲ ص۲۳۳) ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے مطابق ہوگا۔

۳...... اس کی ایک روایت میں ہے ’’وفی روایة المهدی من عترتی من ولد فاطمة‘‘ (ابوداؤد ج۲ص۲۳۲) مہدی فاطمہ کی اولاد سے ہوگا۔

۴...... ’’وفی روایة قال علی ونظر الی الحسن ان ابنی هذا سید کما سماه رسول الله ﷺ ویخرج من صلبه رجل یسمی باسم نبیکم یشبهه فی الخلق ولا یشبهه فی الخَلق یملأ الارض عدلاً‘‘ (ابوداؤد ج۲ص۲۳۳) اس کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے فرزند امام حسنؓ کو دیکھ کر فرمایا۔ میرا یہ بیٹا سید ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام سید رکھا ہے۔ اس کی پشت سے ایک آدمی پیدا ہوگا، جو تمہارے نبی کے نام سے موسوم ہوگا وہ صورت میں آنحضرت ﷺ کا مشابہ نہ ہوگا۔ مگر اخلاق میں آپ کا مشابہ ہوگا، زمین کو عدل سے بھر دے گا۔

۵...... ’’المهدی منی اجلی الجبهة اقنی الانف یملأ الارض قسطا وعدلاً کما ملئت ظلماً وجوراً یملک سبع سنین‘‘ (ابوداؤد ص۲۳۳) اوراس کی ایک روایت میں ہے مہدی میری نسل سے ہوگا، روشن یعنی کھلی پیشانی والا اونچی ناک والا زمین کوعدل وانصاف سے بھر دے گا۔ جیسا کہ وہ ظلم سے بھری ہوگی۔ سات سال حکومت کرے گا۔

۶...... ’’وفی روایة نعیم بن حماد قال رسول الله ﷺ اسمه محمد‘‘ (حجج الکرامۃ ص۳۵۲) نعیم بن حماد کی روایت میں آیا کہ اس کا نام محمد ہوگا۔

کتاب حجج الکرامۃ میں امام مہدی کا حلیہ متعدد کتابوں سے نقل کیا ہے۔ اس مقام میں اس کی نقل پر اکتفا جاتا ہے۔ اس کتاب کے (ص۳۶۰) میں کہا ہے۔

واما حلیہ وے پس ابوسعید خدریؓ از آنحضرت ﷺ روایت کردہ کہ فرمودہ المهدی منی اجلی الجبهة اقنی الانف یملأ الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت ظلماً وجوراً یملک سبع سنین. اخرجه ابوداؤد واخرجه الرویانی من حدیث حذیفة بلفظ المهدی رجل من ولدی کالکوکب الدری قاله جمال الدین محمد بن ابی بکر الاشخر. المهدی من اهل البیت اشم الانف اقنی اجلی یملأ الارض قسطا وعدلاً کما ملئت جوراً وظلما‘‘

محمد بن جعفر گفتہ مہدی باریک حاجب ودراز وکمان ابروست ونیست میان ابروہائے وے افتران وکلان جسم ست اخرجه الحاکم ونعیم بن حماد۔ ودرروایت علی کرم اللہ

وجہہ است کہ انبوہ ریش وشرگیں چشم وسیا مردلک ودرخشندہ دندان ست بررخ خالے داشتہ باشد وبرشانہ او علامت آنحضرت ﷺ بود وعبدالغافر فارسی در مجمع الغرائب وابن الجوزی درغریب الحدیث وابن اثیر درنہایہ آوردہ مرفوعاً کہ میان ہر دوران وے بعد باشد وعبدالرحمٰن بن عوف گفتہ کشادہ دندان باشد۔ ابونعیم وابن عباس گفتہ میانہ قد مشروب الحمرۃ باشد وابوامامہ ازاں حضرت ﷺ روایت کردہ، روئے او کوکبے ست درخشاں دررخسارۂ راست وے خالے سیاہ رنگ باشد وبروے دوعبائے قطراں بود گویا مردے از بنی اسرائیل ست۔

رویانی درہند وابونعیم از حذیفہ روایت کردہ اند مرفوعاً کہ مہدی مردے از اولاد من ست رنگ او رنگ عربی ست وجسم او جسم اسرائیلی ولفظ شیخ علی متقی درحلیہ وے اینست کہ در کتف او علامتے باشد۔ چنانچہ درکتف حضرت ﷺ بود درروے او ہمچو ستارہ درخشندہ باشد پیشانی کشادہ بینی دراز وباریک میان بینی بلند نماید کمان ابرو باشد وبادرازی ابرو چشمہائے او فراخ باشد درمیان دندان او فرقے باشد یعنی سخت متصل نباشد ورنگ او رنگ عربیان باشد یعنی گندم گون وجسم او جسم بنی اسرائیلی یعنی درعرض وطول۔ بررخسارۂ راست او خال سیاہ باشد وہم چنیں برکف دست راست۔ نیز باشد ولکنت درزبان او باشد کہ دروقت بستگی سخن دست راست برزانوئے چپ زند آنگاہ سخن تواند گفت ودرمیان ہر دو زانوے وے کشادگی وبعد باشد وانبوہ ریش بود ودو چشمہائے او سرمہ رنگ خلقی باشند انتہی ونحوہ فی الاشاعۃ وابوالطفیل گفتہ کہ آنحضرت وصف کرد مہدی راوفرمودہ کہ درزبان او گرانی است بزند زانوے چپ خودرا بدست راست خود وقتے کہ درنگ کند بروے سخن اخرجہ نعیم بن حماد وایں حرکتے ست کہ از مردالکن ثقیل اللسان وقت تکلم بے اختیار صادر میشود۔

حدیث چہارم ابوداؤد میں جو امام مہدی کو اخلاق نبوی کا مشابہ قرار دیا گیا ہے۔ ایک بڑا بھاری وصف نشان ہے، جس سے سچے اور اصلی مہدی کے چھوٹے اور نقلی مہدیوں سے جو حشرات الارض کی طرح آئے دن پیدا ہوتے ہیں اور جلد فنا یا ذلیل ہوجاتے ہیں، آسانی سے تمیز ہوسکتی ہے۔

’’وانک لعلی خلق عظیم (نون:۴)‘‘ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بشہادت آیت منقولہ حاشیہ خلق عظیم پر پیدا کیا ہے اور منجملہ اخلاق نبوی، ایک خلق عظیم جو اس مقام میں لائق ذکر ہے۔ آپ کا بے غرض ہونا اور نیت واموال دنیا میں

بے رغبت ہونا ہے۔ آپ نے دنیا کے بادشاہ ہو کر بھی تمام زندگی میں دو روز متواتر جو کی روٹی سے پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا تھا۔ ازواج، اولاد کے لئے سونے چاندی کا زیور نہ بنایا تھا جن کپڑوں میں آپ نے دنیا سے انتقال کیا وہ پیوندوں سے تو بر تو تھے۔ ان حالات کی تفصیل کتب صحاح احادیث اور رسالہ اشاعۃ السنہ (نمبر۴، ج۲۰، ص۱۲۴) میں ہو چکی ہے۔

یہ امام مہدی کے نام اور نسب اور اوصاف کے متضمن احادیث ہیں اور ان کے مدینہ میں پیدا ہونے اور مکہ میں مجبوراً امام بنائے جانے اور آسمانی مہدی کا خطاب پانے کے متضمن روایات عنقریب منقول ہوں گی۔

## ان احادیث کا نتیجہ جو اہل اسلام قدیم اس سے نکالتے ہیں

ان احادیث سے اہل اسلام (جو ان احادیث کو مانتے ہیں) یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ہر مدعی نمائش نشان آسمانی سحر یا مسمریزم سے کوئی کرتب دکھا کر مہدی موعود نہیں ہو سکتا (۱) اور اگر وہ سید نہ ہو (۲) یا سید ہو تو اولاد فاطمہ اور امام حسن سے نہ ہو۔ (۳) یا ان کی اولاد سے ہو، مگر اس کا نام محمد بن عبداللہ نہ ہو۔ (۴) یا نام محمد بن عبداللہ ہو (۵) مگر وہ مدینہ منورہ کی پیدائش نہ ہو، پنجاب و ہندوستان کا ہو یا افریقہ وسوڈان کا ہو (۶) یا وہ خاص مدنی ہو یا ان سب صفات سے موصوف ہو کر امام مہدی بن بیٹھا ہو۔

مگر اپنی مہدویت وامامت کے ذریعہ ہزار ہا روپیہ مریدوں سے بٹور کر اس مال سے دنیا کا عیش اڑاتا ہو۔ گھی کی جگہ پلاؤ، قورمہ میں روغن بادام ڈلواتا ہو اور بیوی بیٹی کے لئے ہزار ہا روپیہ کا سر سے پاؤں تک سونے کا زیور بنواتا ہو اور خود بھی لباس فاخرہ مرینہ پشمینہ پہنتا ہو اور بیوی بیٹی کو گوٹا کناری پہناتا ہو۔ ایسا شخص مہدی ہونے کا مدعی ہوگا تو وہ ان اہل اسلام کے نزدیک اس دعویٰ میں جھوٹا اور مہدی کاذب کہلائے گا اور جو شخص ان صفات ستہ میں سے ایک صفت بھی نہ رکھتا ہو اور صرف وصف تمول ناجائز وتعیش وتن پروری ونفسانی کامرانی سے موصوف ہو کر۔ رباعی:

مہدی کہ کامرانی وتن پروری کند ہم دعویٰ مسیحئی وپیغمبری کند
خوش گفت بذلہ سنج کہن سال روزگار اوخویشتن گم ست وکرا رہبری کند

کا مصداق بن کر اپنی عمر اسی ناجائز عیش وعشرت کی کامرانی میں اور ہدایت کفار

ومشرکین سے بے اعتنائی وناکامی کے ساتھ مرگیا ہووہ ان کے نزدیک فرعون وہامان یا دجال وشیطان کہلائے گا، ادنیٰ درجہ کا بھی مسلمان نہ ہوگا۔

یہ اس مدعی مہدویت پر عدم تصادق صفات خلقی ومعنوی امام مہدی کی وجہ سے علماء اسلام کا حکم فتویٰ ہوگا اور جو شخص صفات خلقی وصوری میں حضرت امام مہدی کے حلیہ مذکورہ بالا سے متعارض ہوا ہے یا ہوگا اس کو تو گلی کوچہ کے لونڈے اور بازاری عوم مسلمان (چہ جائے علماء اہل حکم وافتا) بھی مہدی کاذب قرار دیں گے اور اس پر ہزار لعنت کہیں گے (جیسا کہ مہدی قادیانی کے ساتھ اکتوبر ۱۹۰۱ء میں اس کے دہلی میں پہنچ کر ایسے دعاوی کرنے پر عوام اہل اسلام دہلی کی طرف سے اس کی خدمت گزاری اور آؤ بھگت ہوئی، جس کی وجہ سے وہ جب تک دہلی رہا۔ پولیس کی پناہ لے کر رہا اور جب وہاں سے نکلا تو رات کے تین بجے چوری نکلا (اشاعۃ السنۃ ج ۱۴ کے مضمون تمہید کا (ص۹) ملاحظہ ہو) اور اس کو اردو، فارسی میں شد بد جاننے والے ان مہذبانہ الفاظ سے مخاطب کریں گے:

حلوے خورد را روئے باید
کلاہے خسروی وبادشاہی بہر کل کے رسد حاشا وکلا

اس بیان سے مہدی کی تعیین تشخیص ہوگئی، تو اب مہدی کی نسبت اعتقادا ول وسوم اہل اسلام کی تشریح کی جاتی ہے۔

سنن ابوداؤد میں ذکر مہدی کے عنوان سے ایک باب منعقد کر کے روایت کیا ہے ’’عن ام سلمة زوج النبی ﷺ عن النبی ﷺ قال یکون اختلاف عند موت خلیفة فیخرج رجل من اهل المدینة هارباً الی مکة فیاتیه ناس من اهل مکة فیخرجونه وهو کاره فیبایعونه بین الرکن والمقام ویبعث الیه بعث من الشام فیخسف بهم بالبیداء بین مکة والمدینة فاذا رای الناس ذالک اتاه ابدال الشام وعصائب اهل العراق. فیبایعونه ثم ینشو رجل من قریش اخواله کلب فیبعث الیهم بعثاً فیظهرون علیهم وذلک بعث کلب والخیبة لمن لم یشهد غنیمة کلب فینقسم المال ویعمل فی الناس بسنتة نبیهم ﷺ ویلقی الاسلام بجرانه الی الارض فیلبث سبع سنین ثم یتوفی ویصلی علیه المسلمون‘‘ (ابوداؤد ج۲ ص۲۳۳)

کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ایک خلیفہ کے فوت ہو جانے کے وقت اختلاف پڑ جائے گا کہ اس کی جگہ کون خلیفہ ہو۔ ایک شخص اہل مدینہ سے مکہ کی جانب نکل جائے گا (یعنی اس خوف سے کہ اس کو خلیفہ بنا کر بوجھ خلافت اس پر نہ ڈالا جائے۔ مکہ کے لوگ اس کے پاس پہنچیں گے اور اس کو مجبور کر کے مقام ابراہیم اور رکن مابین اس سے بیعت خلافت کریں گے۔ اس کے مقابلہ کے لئے شام سے ایک لشکر بھیجا جائے گا۔ وہ مکہ و مدینہ کے درمیان ایک میدان میں دھنسایا جائے گا۔ یہ دیکھ کر شام کے ابدال اور عراق کے لشکر اس کے پاس پہنچیں گے اور اس کی بیعت کرلیں گے

پھر ایک شخص قریش سے جس کے ننھیال بنی کلب کہلائیں گے، سر اٹھائے گا۔ حجج الکرامہ میں نقل کیا ہے کہ یہ شخص سفیانی ہوگا، جو دمشق سے خارج ہوگا اور بغداد میں پہنچ کر ایک لاکھ مسلمانوں کو قتل کرے گا، پھر کوفہ میں پہنچ کر ساٹھ ہزار مسلمانوں کو قتل کرے گا اور تیس ہزار باکرہ عورتوں کی بے حرمتی کرے گا۔ پھر مدینہ کی طرف لشکر روانہ کرے گا اور جس کو اہل بیت نبوی اور بنی ہاشم سے پائے گا، قتل کرے گا۔ (اس قسم کے اس کے اور فساد کرے گا) اور وہ اپنا لشکر مسلمانان پیروان امام مہدی کی طرف بھیجے گا، مسلمان اس پر غالب آئیں گے، سفیانی کے لشکر کو لوٹیں گے، جو اس لوٹ میں حاضر نہ ہوا وہ محروم رہا، مہدی وہ مال لوگوں میں تقسیم کرے گا اور لوگوں میں ان کے نبی کی سنت کا عمل جاری کرے گا اور اسلام اپنی گردن زمین پر رکھ دے گا (جیسے اونٹ آرام کے وقت زمین پر منہ رکھ کر سو جاتا ہے) مہدی اسی حالت میں امن و آرام سے سات برس بسر کرے گا اور پھر فوت ہوگا اور مسلمان اس پر نماز جنازہ پڑھیں گے۔

## اس حدیث کے نتائج

اس حدیث کو ماننے والے اور جس امام کی بیعت کا اس حدیث میں ذکر ہے اس کو امام مہدی قرار دینے والے اہل اسلام اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں اور اس کے مطابق اعتقاد رکھتے ہیں کہ امام مہدی مدینہ میں ہوں گے اور مکہ میں لوگوں کے جبر سے نہ اپنی خوشی سے امام بنائے جائیں گے۔ لوگ ان کو ڈھونڈ کر زور و جبر سے امام بنائیں گے۔

وہ خود اپنے امام بنائے جانے کی کوشش اور سازش نہ کریں گے، خدا ان کی تائید کے واسطے یہ نشان آسمانی ظاہر کرے گا کہ ان پر چڑھائی کرنے والے ایک لشکر کو زمین میں

دھنسا دے گا اور ایک ظالم لشکر سفیانی پر ان کو فتح دے گا۔ اس لڑائی میں پیش قدمی سفیانی کی طرف سے ہوگی۔ لشکر امام مہدی سے صرف اس کی مدافعت ہوگی۔ سفیانی پر فتح پا کر امام مہدی جنگ وقتال سے فارغ البال ہو جائیں گے اور سات سال تک بامن زندگی بسر کریں گے اور اسلام اور سنت نبی علیہ السلام کا عمل بلاخوف ومعارضہ مخالفین جاری کریں گے۔ یہاں تک کہ اس دنیا سے رحلت فرمائیں گے اور مسلمان اس پر نماز جنازہ پڑھیں گے۔

اس حدیث سے یہ بھی قطعی نتیجہ نکلتا ہے اور مسلمانوں میں تسلیم کیا جاتا ہے کہ اس وقت تک جو سوڈان وہندوستان وغیرہ بلاد میں مہدی موعود پیدا ہوئے ہیں وہ سب کے سب دعویٰ مہدویت وامامت میں جھوٹے ہیں اور مہدی کاذب کا خطاب پانے کے مستحق، کیونکہ نہ وہ مدینہ میں پیدا ہوئے، نہ مکہ میں جبراً امام بنائے گئے۔ انہوں نے خود اپنی سازش سے اپنی امامت ومہدویت کا سکہ جمانا چاہا، مگر خدا تعالیٰ نے وہ سکہ جمنے نہ دیا۔ ان کی تائید میں نشان مذکور (خسف) یا اور نشان (جس میں ان کی کتر بیونت وتاویل وتسویل کا دخل نہ ہو) ظاہر نہ کیا اور ان کی مہدویت وامامت کو دنیا نے کجا ان کے اضلاع ودیہات کے تمام لوگوں نے بھی تسلیم نہ کیا اور ان سے تمام دنیا میں امن واجراء اسلام وسنت نبی علیہ السلام کہاں خود ان کی جان کو بھی امن حاصل نہ ہوا اور ان کے اپنے گاؤں وضلع میں بھی اسلام عام نہ پھیلا۔

ان میں کوئی (مہدی سوڈان) مدت العمر خون وکشت میں سرگردان رہا اور اسی حالت میں مرا اور آخر اس کی قبر اور نعش کو اس کے مخالفوں نے ذلیل کیا۔ کوئی (مہدی قادیان) اپنے گاؤں میں حکام وقت کی دار وگیر کے خوف سے بے دست وپا وبے زبان ہوکر گوشہ نشین ہو رہا۔ حکام وقت کے خوف کی وجہ سے اتنی جرأت نہ ہوئی کہ وہ اپنے ارادہ وخواہش کے مطابق اپنے خیالات (جن کو (ص۶۰۱، خزائن ج۵،ص ایضاً) کتاب دافع الوساس میں ظاہر ہو چکا ہے) بخوبی ظاہر اور اس پر عمل کر کے اپنا مشن پورا کرے۔

بلکہ برخلاف ان خیالات (مندرجہ ص۶۰۱، خزائن ج۵ص ایضاً کتاب دافع الوساس) کی وہ مدت العمر اپنے مخالف اعتقاد سلطنت انگریزی کے (جس کو خدا تعالیٰ کا نافرمانبردار جانتا رہا) دار وگیر کے خوف سے اس کو ابر رحمت اور تمام اسلامی سلطنتوں سے بہتر وبابرکت کہتا اور اس کو مشتہر کرتا رہا اور اس کے خوف سے اور جھوٹی خوشامد کی غرض سے اسلام کے ایک حکم اور اسلامی فرض رکن اعظم (جہاد) کو مطلق حرام[۹] بتاتا رہا اور اس ایمان رہا اور جھوٹی خوشامد کا ورد

کرتا ہوا بے نیل ومرام ونا کام اس دنیا سے چل دیا۔ یہ لوگ امام مہدی ہوتے تو اپنی روحانی برکات اور آسمانی نشانات سے (نہ شمشیر سے اور نہ پرزور تحریروں اور مغالطہ آمیز تقریروں سے) تمام دنیا میں دین اسلام اور ست نبی علیہ السلام کو پھیلا کر دنیا سے اٹھائے جاتے اور روئے زمین کو دار الامن والا مان بناتے اور کم سے کم اپنی جائے سکونت سوڈان وقادیان کو ایسا دار الامن بناتے کہ ان میں ان کے مخالف دخل نہ پاتے نہ اس کے برعکس وہ اپنے گھر اور گاؤں کو جس کا نام دار الامن والا مان رکھا ہوا تھا، حقیقۃً دار الامن نہ بنا سکے......

صاحب حج الکرامہ کی آثار القیامہ اس کے (ص ۳۴۹) میں اس مضمون کی ایک روایات لایا ہے ''در رسالہ حشریہ گفتہ بعد مدتے یعنی از غلبہ بر ملک ہائے بسیار در ملک شام شخصے از اولاد سفیان پیدا شود کہ سادات را بکشد وآئین او در نواحی شام ومصر منتشر شود ودریں اثناء بادشاہ روم را با یک فرقہ از نصاریٰ جنگ پیش آید وبا فرقہ دیگر صلح۔ مخالفان بر شہر قسطنطنیہ متصرف شوند وآن بادشاہ شہر خود را گزاشتہ بملک شام درآید برفاقت یک فرقہ موافق با فرقہ مخالف جنگ عظیم واقعہ شود وفتح لشکر اسلام را دست دہد بعد شکست مخالفان یکے از نصاریٰ موافق بگوید کہ چلیپا غالب آمد وفتح داد۔ ویکے از لشکر اسلام او را ابزند وبگوید بلکہ دین اسلام غالب آمد۔ آن نصرانی قوم خود را بخواند ومسلمان کسان خود را پس میان ہر دو لشکر حالۃ جنگی شود وبادشاہ اسلام شہید شود وجمع نصاریٰ در ملک شام عمل نمایند ویا فرنگیان مخالف آشتی کنند وبقیہ مسلمانان رو بمدینہ آرند وعمل نصاریٰ تا قریب خیبر رسد۔ در آن وقت مسلمانان در تجسس شوند کہ حضرت مہدی را تلاش باید کرد تا رفع ایں بلا از دست ایشان میسر شود انتہی۔

وظاہر ایں روایت دانست کہ ایں فتح وشکست پیش از ظہور مہدی باشد ومتصل زمانہ وے بود۔ واز روایات دیگر معلوم می شود کہ ایں ماجری منجملہ وقائع ملحمہ کبریٰ ایں امت''

کہ عیسائی قسطنطنیہ پر متسلط ہو جائیں گے اور ان کا عمل وحکم خیبر کے قریب تک پہنچ جائے گا اور شاہ روم قسطنطنیہ چھوڑ کر شام میں چلا جائے گا اور عیسائیوں کے ایک فرقہ سے صلح کر کے دوسرے فرقہ سے لڑائی کرے گا اور اس لڑائی میں مسلمان فتح یاب ہوں گے تو ایک عیسائی کہے گا کہ صلیب کو غلبہ وفتح ہوئی، مسلمان کہے گا نہیں اسلام کو فتح ہوئی۔ پھر ایک مسلمان غصہ میں آ کر صلیب کو توڑ دے گا تو ان دونوں جماعتوں میں جنگ شروع ہو جائے گی۔

پھر مسلمان بادشاہ شہید ہو جائے گا اور عیسائیوں کا تسلط ملک شام پر ہو جائے گا اور

باقی ماندہ مسلمان مدینہ منورہ کی طرف رجو کریں گے اور عیسائیوں کا تسلط خیبر کے قریب تک پہنچ جائے گا۔ تو اس وقت مسلمان امام مہدی کی تلاش کریں گے تا کہ ان کی مدد سے وہ اس بلا سے نجات پائیں گے۔

اس روایت کا ظاہر مفہوم بحسب اعتراف صاحب حجج الکرامہ یہ ہے کہ یہ لڑائیاں مسلمان اور عیسائیوں کی حضرت امام مہدی کی آمد سے پہلے ہو چکی ہوں گی۔ مسلمانوں کی سلطنت اور حکومت کے روم وشام میں ضعف وزوال آئے گا اور مسلمانوں کی جائے پناہ مدینہ منورہ ہوگا۔ تب امام مہدی کا وجود ظہور پذیر ہوگا، نہ اس سے پیشتر اور لڑائیوں اور خونریزیوں کے وقت میں۔ اس روایت رسالہ حشریہ میں امام مہدی کے پہلے چند واقعات کی نسبت اعتقاد اہل اسلام بیان ہوا ہے۔

اوّل بہت بلاد اسلامیہ پر نصاریٰ کا تسلط ہو جانا۔ دوم ایک شخص کا اولاد ابوسفیان سے شام ومصر میں حکمران ہو جانا اور سادات کو قتل کرنا۔ سوم اس کے درمیان میں نصاریٰ کے ایک فرقہ کا شہر قسطنطنیہ پر متسلط ومتصرف ہو جانا اور اس وجہ سے شاہ روم کا قسطنطیہ کو چھوڑ کر شام میں چلا جانا اور دوسرے فرقہ نصاریٰ سے دوستی اور مصلحت کر کے اس کی مدد سے مخالف فرقہ نصاریٰ سے جنگ کرنا اور اس جنگ میں فتح پانا۔ چہارم اس فتح کی نسبت نصاریٰ کا یہ دعویٰ کرنا کہ یہ فتح صلیب کو ہوئی ہے اور بعض مسلمانوں کا دعویٰ کرنا کہ یہ فتح اسلام کو ہوئی ہے اس تکرار کی وجہ سے نصاریٰ کا عہد شکنی کرنا۔

پنجم مسلمانوں اور ان کے موافق فرقہ نصاریٰ میں جنگ ہونا اور اس جنگ میں اسلام کے بادشاہ کا شہید ہو جانا اور اس فرقہ نصاریٰ کا دوسرے فرقہ مخالفین نصاریٰ سے صلح کر لینا اور ملک شام میں نصاریٰ کا تسلط پالینا اور ان کی حکومت کا خیبر کے قریب پہنچ جانا (۶) اور باقی ماندہ مسلمانوں کا مدینہ منورہ کی طرف رجوع کرنا (۷) اس وقت مسلمانوں کا امام مہدی کو تلاش کرنا، تا کہ ان کی مدد سے ان کو اس بلا سے نجات حاصل ہو۔

ان تینوں واقعات اور واقعہ سوم کے ضمنی امور ہفتگانہ پر احادیث ذیل میں روشنی پائی جاتی ہے، جو صحیحین اور سنن ابوداؤد میں مروی ہیں۔

مسلمانوں اور نصاریٰ کی صلح کرنے، پھر نصاریٰ کی عہد شکنی کر کے مسلمانوں سے لڑنے اور جماعت مسلمانوں کی شہید ہونے جانے کا ذکر سنن ابوداؤد کی اس حدیث میں وارد

ہے۔ ’’عن خالد قال جبیر انطلق بنا الیٰ ذی مخبر رجل من اصحاب النبی ﷺ فاتیناه فسأله جبیر عن الهدنة فقال سمعت رسول الله ﷺ یقول ستصالحون الروم صلحاً اٰمنا فتغزون انتم وهم عدوا من ورائکم فتنصرون وتغنمون وتسلمون حتی ترجعون حتی تنزلوا بموج ذی تلول فیرجع رجل من اهل النصرانیة الصلیب فیقول غلبت الصلیب فیغضب رجل من المسلمین فیدقه فعندذالک تغدر الروم وتجمع الملحمة وعن حسان انه زاد فیه فیشور المسلمون الی اسلحتهم فیقتلون فیکرم الله تلک العصابة بالشهادة‘‘ (رواہ ابوداؤد)

کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ (مسلمانوں) رومی (عیسائیوں) سے بامن صلح کروگے اورتم اوروہ مل کر کسی اور دشمن سے لڑوگے۔ پھرتم کو فتح ہوگی، تم لوٹ کا مال پاؤگے اورخود (لوٹے جانے سے) بچوگے، لڑائی سے پھر کر ٹیلوں والی چراگاہ میں پہنچوگے۔ تو ایک نصرانی صلیب کو اٹھا کر کہے گا کہ (اس لڑائی میں) صلیب کو فتح ہوئی۔ ایک مسلمان کو اس پر غصہ آوے گا، وہ صلیب کو توڑ ڈالے گا (اور کہے گا کہ اسلام کو فتح ہوئی) اس وقت عیسائی جماعت عہد شکنی کرے گی اورلڑائی ہوگی اور مسلمان شہید ہوجائیں گے۔

عیسائیوں کے مسلمانوں کے ساتھ صلح کر کے عہد شکنی کرنے اور ان پر چڑھائی کرنے کا ذکر صحیح بخاری کی اس حدیث میں آیا ہے: ’’عن عوف بن مالک عن النبی ﷺ فی حدیث ثم هدنته تکون بینکم وبین بی الاصفر فیغدرون فیاتونکم تحت ثمانین غایة تحت کل غایته اثنا عشر الفاً‘‘

(رواہ البخاری، مشکوٰۃ ص۴۵۸)

’’لا تقوم الساعة حتی ینزل الروم بالاعماق او بدابق فیخرج الیهم جیش من المدینة من خیار اهل الارض یومئذ فاذا تصافوا قالت الروم خلوا بیننا وبین الذین سبوا منا نقاتلهم فیقول المسلمون لا والله لا نخلی بینکم وبین اخواننا فیقاتلونهم فینزهم ثلث لا یتوب الله علیهم ابداً ویقتل ثلثهم افضل الشهداء عندالله ویفتح الثلث لا یفتنون ابداً فیفتتحون قسطنطنیة فبیناهم یقتسمون الغنائم قد علقوا سیوفهم بالزیتون اذ صاح

فیهم الشیطان ان المسیح قد خلفکم فی اهلیکم فیخرجون. وذلک باطل فاذا جاء والشام خرج فبینا یعدون القتال یسوون الصفوف اذا اقیمت الصلوٰة فینزل عیسیٰ ابن مریم فامهم فاذا راه عدوا الله ذاب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکه لانذاب حتی یهلک ولکن یقتله الله بیده فیریهم دمه فی حربته'' (رواہ مسلم)

جس میں قیامت سے پہلے چھ علامات قیامت کا ذکر ہے (۱) آپ کی موت (۲) فتح بیت المقدس (۳) طاعون (۴) مسلمانوں میں ایسی کثرت مال ہوگی کہ سو دینار کو ہیچ سمجھنے کی وجہ سے خوش نہ ہوں گے۔ (۵) فتنہ تمام عرب میں (۶) مسلمانوں سے نصاریٰ کا صلح کرنا۔ پھر ان کا غدر کرنا اور اسی (۸۰) جھنڈے لے کر جس میں ہر ایک کے ماتحت ۱۲۰۰۰ ہزار فوج (کل نو لاکھ ساٹھ ہزار) ہوگی مسلمانوں پر چڑھائی کرنا اور عیسائیوں کے مسلمانوں پر چڑھائی کرنے اور مسلمانوں میں سے بہت لوگوں کے شہید ہو جانے، پھر قسطنطنیہ پر فتح پانے کا ذکر صحیح مسلم کی ان احادیث میں ابو ہریرہؓ، ابن مسعودؓ کے جس میں یہ بیان ہے کہ نصاریٰ اعماق یا دابق (حلب کے قریب ملک شام میں دو مقام ہیں) کے قریب مسلمانوں سے لڑنے کو آ کیمپ لگائیں گے۔ ان کے مقابلہ کے لئے مسلمانوں کی ایک جماعت نکلے گی جو اس وقت مسلمانان روئے زمین سے افضل ہوں گے۔

جب وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں پریڈ میں کھڑے ہوں گے تو ان کو کہیں گے کہ ان مسلمانوں کی طرف ہم کو جانے دو، جنہوں نے ہمارے لوگ قید کئے ہیں۔ ہم ان سے لڑیں گے، مسلمان جواب دیں گے کہ ہم ان کی طرف تم کو جانے نہ دیں گے۔ پھر ان دونوں فریق میں لڑائی ہوگی، تو ایک تہائی مسلمان بھاگ جائیں گے۔ جن کو خدا تعالیٰ کبھی معاف نہ کرے گا اور ایک تہائی شہید ہوں گے جو بہترین شہید کہلائیں گے اور ایک تہائی فتح یاب ہوں گے اور وہ قسطنطیہ پر (جو ان کے ہاتھ سے نکل گیا تھا) فتح پائیں گے اور جب وہ لوٹ کا مال بانٹ رہے ہوں گے اور اپنی تلواروں کو درخت زیتون پر لٹکائے ہوں گے تو شیطان آواز دے گا کہ مسیح دجال تمہارے پیچھے، تمہارے گھروں پر جا پہنچا ہے۔

اور یہ بات اس کی جھوٹی ہوگی، پھر وہ شام میں جائیں گے تو دجال نکلے گا اور جب وہ اس کے مقابلہ کے لئے صف آرا ہوں گے تو اس وقت نماز کے واسطے تکبیر ہو جائے گی۔ پھر

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے اور ان لوگوں کے پیشوا نماز میں (یا کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں اس باب میں اختلاف اقوال نقل ہو چکا ہے) بن جائیں گے، ان کو دیکھ کر دجال پگھلنے لگ جائے گا۔ جیسے (پانی میں) نمک پگھل جاتا ہے، آپ اس کو قتل نہ کرتے تو وہ (یوں ہی) پگھل جاتا ولیکن وہ اس کو اپنے ہاتھ سے قتل کریں گے اور لوگوں کو اپنے نیزہ (یا بھالے) پر اس کا خون دکھائیں گے۔

یہ حدیث ابوہریرہ کا بیان ہے اور ابن مسعودؓ کی حدیث میں آیا ہے ''عن عبداللہ بن مسعود قال رسول اللہ ﷺ لا تقوم الساعة حتی لا تقسم المیراث ولا یفرح بغنیمة ثم قال عدو یجمعون لاهل الشام ویجمع لهم اهل الاسلام یعنی الروم فیتشرط المسلمون شرطة الموت لا ترجع الا غالبة فیقتتلون حتی یحجر بینهم اللیل فیفئ هٰولاء وهٰولاء کل غیر غالب وتفنی الشرطة. ثم یتشرط المسلمون شرطة للموت لا ترجع الا غالبة فیقتتلون حتی یحجز بینهم اللیل فیفئ هؤلاء وهؤلاء کل غیر غالب وتفنی الشرطة تم یتشرط المسلمون شرطة الموت لا ترجع الا غالبة فیقتتلون حتی یمسوا یفئ هؤلاء وهؤلاء کل غیر غالب وتفنی الشرطة.

فاذا کان الیوم الرابع نهد الیهم بقیة اهل الاسلام فیجعل اللہ الدبرة علیهم فیقتتلون مقتلة لم یر مثلها حتی ان الطائر لیمر بجنباتهم فلا یخلفهم حتی یخر میتا فیتعاد بنو الاب کانوا مائة فلا یجدونه بقی منهم الا الرجل الواحد فبایّ غنیمة یفرح وایّ میراث یقسم فبیناهم کذالک اذ سمعوا بباس هو اکبر من ذلک فجاء هم الصریخ ان الدجال قد خلفکم فی ذراریهم فیرفضون ما فی ایدیهم ویقتلون فیبعثون عشر فوارس طلیعة قال رسول اللہ ﷺ انی لاعرف اسماء هم واسماء اٰباء هم والوان خیولهم هم خیر فوارس او من خیر فرارس علی ظهر الارض یومئذ'' (صحیح مسلم ج۲ص۳۹۲)

قیامت نہ ہوگی جب تک کوئی شخص نہ وراثت تقسیم کرے گا اور نہ لوٹ کا مال لینے سے خوش ہوگا۔ (یعنی عموماً مسلمان قتل ہو جائیں گے اس وجہ سے وراثت ومال غنیمت لے کر

خوش نہ ہوں گے) پھر (اس کی تفصیل میں) آپ نے فرمایا مسلمانان شام کے لئے ان کے دشمن نصاریٰ سامان جنگ جمع کریں گے اور وہ ان کے ڈیفنس ومقابلہ کے لئے سامان جنگ جمع کریں گے۔ مسلمان ایک جماعت اس شرط سے مشروط ومقرر کریں گے کہ وہ مرجائیں گے۔ مگر فتح کے بغیر واپس نہ ہوں گے یہی شرط نصرانی کریں گے، پھر باہم لڑیں گے، یہاں تک رات کی ان میں روک ہوجائے گی۔

پھر فریقین واپس ہوں گے اور کوئی غالب نہ ہوگا اور جماعت مشروط فنا ہوجائے گی ایسا ہی تین دن تک ہوتا رہے گا اور جب چوتھا دن ہوگا تو باقی ماندہ اہل اسلام صف آراء ہوں گے اور ایسی لڑائی ہوگی کہ اس کی مثل ونظیر پہلے کبھی کسی نے نہ دیکھی ہوگی۔ پھر خداتعالیٰ مسلمانوں کو فتح دے گا۔ اگر کوئی جانور مقتولین کی لاشوں کے پہلو سے پرواز کرے گا تو وہ ہنوز ان لاشوں کو پیچھے چھوڑ کر نہ نکلے گا کہ مرکر گر پڑے گا۔

ایک باپ (جداعلیٰ) کی اولاد کو جو اس جنگ میں مقتول ہوں گے، شمار کیا جاوے گا تو ایک سو میں صرف ایک بچے گا۔ پھر وہ مال غنیمت سے کیونکر خوش ہوں گے اور وہ اس حالت میں ہوں گے کہ اس سے بڑھ کر خوفناک لڑائی کی خبر سنیں گے کہ دجال ان کے گھروں پر آپڑا۔ وہ یہ سن کر سب کچھ چھوڑ کر گھروں کی طرف پھریں گے اور دس سوار جاسوسوں کو روانہ کریں گے تاکہ وہ دجال کے نکلنے کی خبر لاویں۔ حضرت ﷺ نے فرمایا میں ان سواروں کے اور ان کے باپوں کے نام اور ان کے گھوڑوں کے رنگ پہچانتا ہوں۔

مسلمانوں اور عیسائیوں میں اس بڑی لڑائی کا واقعہ ہونا اور اس کے بعد قسطنطنیہ کا فتح ہونا اس کے بعد (ساتویں سال) دجال کا نکلنا (جو امام مہدی کے زمانہ میں ہوگا) سنن ابی داؤد کی ان احادیث میں وارد ہے۔ جن میں سے ایک حدیث معاذؓ سے مروی ہے:

۵...... ’’**عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ ﷺ عمران بیت المقدس خراب یثرب وخراب یثرب خروج الملحمة وخروج الملحمة فتح القسطنطنیة وفتح القسطنطنیة خروج الدجال**‘‘ (سنن ابوداؤد ص۳۳۴) کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بیت المقدس کا آباد ہونا (یعنی جیسا کہ اس وقت سے ہی جیسے اسلام کا دارالخلافہ بن گیا) مدینہ کا (پہلے سا) آباد نہ رہنے کا موجب ہوگا اور مدینہ کے ایسے آباد نہ رہنا کے بعد مسلمانوں اور عیسائیوں میں بڑی لڑائی واقع ہوگی اور بڑی لڑائی کے بعد

(جس میں قسطنطنیہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔قسطنطنیہ کی فتح مسلمانوں کو ہوگی، فتح قسطنطنیہ کے بعد دجال کا نکلنا ہوگا۔

اور ایک حدیث عیسیٰ بن یونس سے مروی ہے:

۶...... ’’**وعن عیسٰی بن یونس قال قال رسول اللہ ﷺ الملحمة الکبری فی سبعة اشھر**‘‘ کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بڑی لڑائی اور فتح قسطنطنیہ اور خروج دجال سات مہینوں میں ہوگا۔

اور ایک حدیث عبداللہ بن بسر سے مروی ہے:

۷...... ’’**وعن عبداللہ بن بسر ان رسول اللہ ﷺ قال بین الملحمة وفتح المدینة ست سنین ویخرج الدجال فی السابعة**‘‘ (ابوداؤد ص۳۳۴) کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بڑی لڑائی وفتح قسطنطنیہ میں چھ سال ہیں اور دجال ساتویں سال نکلے گا۔

ناقل (ایڈیٹر) کہتا ہے کہ روایت عیسیٰ بن یونس اور روایت عبداللہ بن بسر کی تطبیق وموافقت یوں ہوسکتی ہے کہ بڑی لڑائی چھ سال تک ہوتی رہے گی۔اس کے آخری حصہ میں فتح قسطنطنیہ ہوگی۔ پھر ساتویں سال کے شروع میں دجال کا نکلنا ہوگا جو امام مہدی کے ظہور کا زمانہ ہوگا۔

منجملہ ان احادیث سبعہ تینوں احادیث (ایک بخاری دو مسلم) میں جن کی صحت وثبوت کی تسلیم پر روئے زمین کے سنی مسلمانوں کا اتفاق ہے اور ابوداؤد کی چاروں احادیث (پہلی، پانچویں، چھٹی، ساتویں) میں جن کی صحت وصالح احتجاج ہونا ابوداؤد کے نزدیک مسلم ہے۔ واقعات ثلاثہ اور واقعہ سوم کے ضمنی امور میں سے امر دوم لغایت ششم صاف اور صریح منطوق نص میں پائے جاتے ہیں اور باقی امور ضمنی خصوصاً امر اول وششم (قسطنطنیہ کا مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جانا اور نصاریٰ کا ملک شام وروم پر متسلط ہوجانا۔

ان احادیث کے مفہوم سے (جس کو اصطلاح اصول فقہ اقتضاء نص کہا جاتا ہے اور انگریزی میں (انڈرسٹڈ) ثابت ہے کیونکہ مسلمانوں کا خروج دجال کے پہلے اور اس کے قریب قسطنطنیہ کو فتح کرنا تب ہی ممکن ومتصور ہے کہ اس سے پہلے وہ مسلمانوں کے قبضہ سے نکل چکا ہو خدا وہ دن جلد نہ لاوے اور سلطنت ترکی کا جو اسلام ومسلمانوں کی عزت ہے دیرگاہ قائم وسلامت رکھے آمین ثم آمین:

ویرحم اللہ عبداً قال اٰمینا

ان واقعات کے تسلیم واعتقاد کا جن پر عام سنی فاضل محدث ومتکلم متفق ہیں، کا نتیجہ لازمہ یہ ہے کہ ان کے اعتقاد میں جو آخری زمانہ میں لڑائیاں وخونریزیاں مسلمانوں اور نصاریٰ میں ہوں گی، وہ امام مہدی کے زمانہ سے (جو زمانہ خروج دجال کے قریب ہوگا) پہلے ہوچکے ہوں گے اور ان کی ابتدا نصاری کی طرف سے ہوگی، مسلمان صرف (ڈیفنس) مدافعت کریں گے۔

اس نتیجہ مسلمہ کو اگر کوئی احادیث وسیر سے جاہل اور اسلام مسلمانوں کا چھپا دشمن یا امام مہدی کا نادان دوست ومعتقد نہ مانے اور یہ تجویز کرے اور کہے (خاکش بدہن) کہ چھ سال تک جو رومی عیسائیوں اور مسلمانوں کی لڑائیاں خونریزیاں ہوتی رہیں گی اور مسلمانوں کو شکست ہوکر ان کے مقبوضات قسطنطنیہ وغیرہ بلاد شام وروم ان کے قبضہ سے جاتی رہیں گی اور عیسائیوں کے قبضہ وتصرف میں آجائیں گے۔

ان لڑائیوں میں اور ان شکستوں میں امام مہدی بھی مسلمانوں کے شریک حال ہوں گے اور وہ بھی تلواروں ونیزوں وغیرہ ہتھیاروں سے کام لیں گے۔ تو اس کا منہ بند کرنے اور اس میں خاک بھرنے کو صحیح مسلم سے (جس کی صحت تمام سنی مسلمانوں میں مسلم ہے) ایک حدیث ایسی نقل کی جاتی ہے جس سے بتصریح وبیان نبوی شہر قسطنطنیہ پر مسلمانوں کی چڑھائی اور آخری لڑائی میں تیروں وغیرہ ہتھیاروں سے مطلق کام نہ لینے اور صرف **لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر** کہہ کر اس شہر کو فتح کرنے کا بیان ہے۔

جو شخص اس سے پہلے چھ برس کی لڑائیوں میں امام مہدی کا شامل ہونا تجویز کرے گا، اس کو اس آخری لڑائی وچڑھائی قسطنطنیہ میں (جو امام کے وقت ظہور اور زمانہ دجال کے خروج کے قریب ہوگی) امام مہدی کا شامل ہونا، ماننا پڑے گا اور ساتھ ہی اس کے اس حدیث کو دیکھ کر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ لڑائی اور فتح ہتھیاروں کے بغیر صرف **لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر** کہنے سے ہوگی۔ اس سے اس کو بحسب تسلیم خود ماننا پڑے گا کہ امام مہدی ایسا صاحب کرامات وبرکات تھا تو چھ برس تک اس کو تلوار چلانا اور اس فتح سے پہلے شکست کھانا اس کی شان کے لئے کیونکر مناسب ہوسکتا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے:

’’**عن ابی ہریرۃ ان النبی ﷺ قال ہل سمعتم بمدینۃ جانب منہا**

فی البرد وجانب منها فی البحر قالوا نعم یا رسول اللہ قال لا تقوم الساعة حتی یغزوها سبعون الفا من بنی اسحاق فذا جاؤهاترلوا فلم یقاتلون بسلاح ولم یرموا بسهم. قالوا لا اله الا اللہ واللہ اکبر فیسقط احد جانبها قال ثور لا اعلم الا قال الذی فی البحر ثم یقول الثانیة لا اله الا اللہ واللہ اکبر فیسقط جانبها الاخر ثم یقول لا اله الا اللہ واللہ اکبر یفرج لهم فیدخلوها بیناهم یقسمون الغنائم اذ جاوهم الصریح فقال ان الدجال قد خرج یترکون کل شئ یرجعون'' (صحیح مسلم ج۲ص۳۹۶)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا تم نے ایسا کوئی شہر سنا ہے جس کی ایک طرف میدان میں ہے اور ایک طرف دریا میں، صحابہ نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ ہم نے سنا ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت نہ ہوگی، جب تک ستر ہزار بنی اسحاق (یا بنی اسمٰعیل یعنی عرب چنانچہ امام نووی اور قاضی عیاض کی کلام آئندہ میں ہے) چڑھائی کریں گے جب وہاں پہنچ کر اتریں گے تو نہ ہتھیاروں سے لڑیں گے، نہ تیر چلائیں گے، بلکہ صرف لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہیں گے، تو اس شہر کی ایک جانب گر جائے گی۔ ثور (راوی حدیث نے) کہا ہے کہ میرے علم میں جانب بحری کا اول گرنا ذکر کیا ہے۔

پھر دوسری دفعہ یہ کلمہ کہیں گے تو دوسری جانب گر جاوے گی۔ تیسری دفعہ یہ کلمہ کہیں گے تو وہ شہر فتح ہو جائے گا۔ پھر وہ اس میں داخل ہوں گے اور لوٹ کا مال لیں گے، جب وہ اس کو بانٹنے لگیں گے تو ایک آواز کرنے والا آئے گا اور کہے گا کہ دجال نکلا۔ پھر وہ سبھی کچھ چھوڑ کر ادھر رجوع کریں گے۔

امام نووی نے قاضی عیاض سے نقل کیا ہے:''قوله بنی ابو اسحاق قال القاضی کذا فی جمیع اصول صحیح مسلم قال قال بعضم المحفوظ من بنی اسمعیل وهو الذی یدل علیها الحدیث وسیاقه انما اراد العرب وهذه المدینة هی القسطنطنیة'' کہ بنی اسحاق مسلم کے سبھی نسخوں میں ہے اور بعض روایات میں بنی اسماعیل کا لفظ آیا ہے اور یہی محفوظ ہے اور حدیث کا ظاہر اور سیاق اس کا مؤید ہے اور اس سے عرب کے لوگ مراد ہیں اور اس شہر سے قسطنطنیہ مراد ہے۔

اس حدیث میں نظر انصاف کرنے والا ہرگز جرأت نہ کرے گا اور نہ کہے گا کہ امام

مہدی اس لڑائی و چڑھائی قسطنطنیہ میں ہتھیاروں سے کام لیں گے، بلکہ وہ صاف تسلیم کرے گا کہ اگر اس لڑائی میں ان کا شمول ہوگا تو اپنی برکات مہدوی سے کام لیں گے اور تیر، تلوار کو ذریعہ فتح نہ بنائیں گے۔ پھر اس سے پہلے لڑائیوں میں ان کی برکات مہدویت کہاں جائے گی، کہ اس کے ہوتے وہ تلوار سے کام لیں گے اور پھر شکستیں کھائیں گے۔

اس بیان میں دونوں قسم کی احادیث سے (جو احادیث متمسکہ مخالفین سے بعض درجہ میں برابر ہیں اور بعض بڑھ کر ہیں) ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ امام مہدی جب تشریف لائیں گے، تلوار وغیرہ ہتھیاروں سے کام نہ لیں گے، بلکہ آسمانی تائیدات اور روحانی برکات سے دین اسلام پھیلائیں گے۔

اب ہم اس مضمون کی خصائص و برکات امام مہدی کی ان ہی لوگوں کی کتابوں سے نقل کرتے ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ تلوار و تفنگ اور خونریزی و جنگ امام مہدی کے شایان شان نہیں ہے اور ان کی آسمانی برکات خونریزی و جنگ سیفی سے ان کو مستغنی کریں گی۔ وباللہ التوفیق!

پس واضح ہو کہ معتقدین و قائلین حضرت امام مہدی سے وہ لوگ جو ان احادیث متعلقہ امام مہدی سے (جو صحیحین، صحیح بخاری و صحیح مسلم) میں مروی ہیں، تمسک کرتے ہیں اور ان سے اپنے خیالات کی تائید وثبوت نکالتے ہیں۔ امام مہدی کے حالات میں اس مضمون کی کوئی حدیث صحیح یا حسن بلکہ ضعیف بھی معرض نقل و استدلال میں نہیں لائے، جس میں یہ بیان ہو کہ حضرت امام مہدی تلوار کھینچ کر آئیں گے اور بزور شمشیر غیر مسلم اقوام کو مسلمان بنائیں گے اور جبر و اکراہ سے دین اسلام دنیا میں پھیلائیں گے۔

بلکہ اس کے برخلاف وہی لوگ اپنی تصانیف میں صاف وصریح یہ الفاظ لکھ چکے ہیں کہ امام مہدی کسی سوتے کو نہ جگائیں گے اور کسی جان کا خون نہ بہائیں گے اور نہ کسی کو کسی جان کی خون ریزی کا حکم دیں گے۔

اس تصریح اور بیان صریح کے ساتھ پھر انہی لوگوں کا یہ کہنا کہ امام مہدی بزور شمشیر دین اسلام یا سنت نبی علیہ السلام دنیا میں پھیلائیں گے۔ اپنے قول کو خود جھوٹا کرنا ہے اور اس قول کی تکذیب کے واسطے کسی اور شہادت کی ضرورت نہیں۔ تاہم ہم انہی کی کتابوں سے امام مہدی کے ایسے خصائل وفضائل نقل کرتے ہیں، جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ امام

مہدی اپنے آسمانی نشانات اور الٰہی شہادات سے امام تسلیم کئے جاویں گے۔ انہی نشانات کو دیکھ کر لوگ اسلام میں داخل ہوں گے، خونریزی اور تلوار کشی کے آپ محتاج نہ ہوں گے۔

صاحب حجج الکرامہ نے اس کے (ص۳۶۵) میں کہا ہے ’’اما علاماتے کہ شناختہ شود بآنہا مہدی موعود علیہ السلام پس آنجملہ آنست کہ برسرش ابر سایہ کند ومنادی از وے کہ ندا دہد کہ ایں مہدی ست خلیفہ خدا اتباع او کنید۔

وبروے آید از وے دستے کہ اشارہ کنند بسوئے مہدی بہ بیعت۔ اخرجہ ابونعیم عن عمرو در روایتے آمدہ کہ فرشتہ باشد برسروے وندا کنند کہ ھذا خلیفۃ اللہ المھدی فاسمعوا واطیعوہ! اخرجہ ابونعیم عن ابن عمرو الخطیب فی تلخیص المتشابہ عن ابن عمرو علی مرتضیٰ گفتہ اشارہ کند مہدی طرف پرند پس بےفتد بدست او وبنشاند شاخے از درخت درجائے از زمیں پس سبز شود آندم وبرگ آرد۔ ذکرہ السیوطی وازاں جملہ آنکہ لشکرے از شام برسروے رسد در بیداء میان مکہ ومدینہ بزمین فرد رود۔

اخرجہ ابوداؤد عن ام سلمہ فی حدیث طویل وازاں جملہ آنکہ ندا کنند منادی از آسمان ایہا الناس برید۔ خدا تعالیٰ از شما جبارین ومنافقین واشیاع ایشاں را و والی کرد برشما بہترین امت محمد علیہ السلام پس لاحق شوید باو در مکہ کہ وے مہدی است ونامش محمد بن عبداللہ است وازانجملہ برآوران زمین ست افلاذ کبد خود را مثل اسطوانہ وازانجملہ برآوردن ست کنز کعبہ مکرمہ را از زیروے وقسمت نمودن آن در راہ خدا وازانجملہ آنکہ تابوت سکینہ از غار انطاکیہ یا از بحیرہ طبریہ برآوردہ در بیت المقدس نہد وبدیدن وے یہود مسلمان شوند الا القلیل منہم۔

وازانجملہ الفلاق بحرست برائے او چنانچہ برائے بنی اسرائیل شدہ بود۔ وازانجملہ آنکہ فراہم شود بعیسی بن مریم ونماز گزارد عیسیٰ پس وے۔ (حجج الکرامہ ص۳۶۵)

کہ جن علامتوں سے امام مہدی پہچانے جائیں گے، ازاں جملہ ایک یہ ہے کہ بادل ان کے سر پر سایہ افگن ہوگا۔ دوسرے کہ اس بادل کے اندر سے آواز آئے گی کہ یہ شخص مہدی خلیفہ الٰہی ہے، اس کی پیروی کرو۔ تیسرے یہ کہ اس بادل سے ایک ہاتھ نکلے گا اور وہ آپ کی طرف اشارہ کر کے کہے گا کہ لوگو یہ مہدی ہے، ان کی بیعت کرو۔

چوتھے یہ کہ فرشتہ آپ کے سر پر آئے گا اور کہے گا کہ یہ خدا کا خلیفہ مہدی ہے۔ اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ پانچویں یہ کہ مہدی ایک پرند کی طرف اشارہ کریں

گے تو وہ ان کے ہاتھ پر آپڑے گا۔ چھٹے یہ کہ آپ ایک چھڑی کسی درخت کی زمین میں گاڑ دیں گے تو وہ فی الفور سبز ہو جائے گی اور اپنے پتے نکالے گی۔ ساتویں یہ کہ ایک لشکر شام سے آپ کے مقابلے کے لئے نکلے گا، تو وہ مکہ و مدینہ درمیان بیداء زمین میں دھنسایا جائے گا۔

آٹھویں یہ کہ آسمان سے ایک آواز آوے گی کہ لوگو خدا تعالیٰ نے تمہارے اوپر سے جباروں اور منافقوں کو کاٹ دیا ہے اور امت محمدیہ ﷺ میں سے ایک بہترین شخص کو تمہارا ولی بنادیا ہے۔ تم اس سے مکے میں جاملو۔ وہ مہدی ہے، جس کا نام محمد بن عبداللہ ہے۔ نویں یہ کہ زمین اپنے کلیجے کے ٹکڑے سونے کے ستون نکال دے گی اور مہدی اس کو لوگوں میں بانٹ دیں گے۔ دسویں یہ کہ وہ کعبے کے نیچے سے خزانہ نکال دیں گے۔

گیارہویں یہ کہ بحیرہ طبریہ یا غار انطاکیہ سے آپ تابوت سکینہ (صندوق طمانینت) جو بنی اسرائیل میں لڑائیوں کے وقت میں آگے رکھا جاتا تھا) نکال کر بیت المقدس میں رکھ دیں گے۔ جس کو دیکھ کر یہود (بجز اقل قلیل) مسلمان ہو جائیں گے۔ بارہویں یہ کہ آپ کے لئے دریا پھٹ جائے گا۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے پھٹ گیا تھا۔ تیرہویں یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے ساتھ جمع ہوں گے اور آپ کے پیچھے نماز میں اقتداء کریں گے۔

ان علامات کے علاوہ بعض اور بھی اس کتاب میں مذکور ہیں۔ ہم نے ان کو اس لئے نقل نہیں کیا کہ ان علامات میں انسانی دخل واثر کا امکان بھی ہے اور ہمارے دعویٰ کے مؤید و مطلوب صرف آسمانی نشانات ہیں۔ ان علامات سے علامات نمبر ۱ و ۲ و ۳ و ۹ و ۱۰ کو امام مہدی فاطمی کے منکر اور ان کی جگہ مہدی قادیانی کے مجوز مرزائی پارٹی نے بھی ریویو آف ریلیجنز نمبر (۹ و ۱۱ و ۱۲، ج ۸) میں تسلیم کیا ہے۔

مگر دجالی تاویلات سے ان کے معنی وہ قرار دیئے ہیں، جو ان کے خیال میں مرزا میں پائے جاتے ہیں۔ ان دجالی معنی کی دجالیت سے بحث کرنا، اس مضمون کا موضوع اور ہمارا اس وقت مطلوب نہیں۔ یہ بحث ہمارے مضمون ''منتہی المقال فی شان المسیح والمہدی والدجال'' میں ہوگی اور اس میں یہ دجالیت ان کی بخوبی ثابت کی جاوے گی۔

اس مقام میں ان علامات کے ذکر کرنے سے صرف یہ مقصود تھا کہ جس شخص کی تائید و تصدیق آسمان و زمین کریں، درخت، جانور، فرشتے اس کی گواہی دیں اور ان نشانات کو دیکھ کر یہود جیسے معاند و سنگدل مسلمان ہو جاویں۔ اس شخص کو کافروں کے مسلمان بنانے یا

مقلدین مذاہب اربعہ سے تقلید ائمہ چھوڑا کر ان کو اہل حدیث وبلا واسطہ مجتہدین عامل بالحدیث بنانے کے لئے تلوار چلانے اور خون ریزی کرنے کی کیا حاجت پڑے گی۔

لہٰذا ان لوگوں کا باوجود اعتراف اس امر کے کہ ’’مہدی کسی سوتے کو نہ جگاوے گا اور کسی کا خون نہ بہاوے گا‘‘ پھر یہ کہنا کہ مہدی علیہ السلام دین اسلام یا عمل بالسنۃ بزور شمشیر پھیلاوے گا۔ قول بالمتنافیین نہیں اور محض تعصب اور دین میں غلو وتشدد نہیں تو اور کیا ہے۔ الحق بعض مقلدین فقہا حنفیہ کے اس تشدد نے کہ حضرت عیسیٰ نزول فرمائیں گے تو حنفی مذہب کے مطابق حکم کریں گے۔ ان لوگوں سے یہ غلو وتشدد کرایا ہے۔ یہ گویا انہوں نے ان حنفیوں سے قصاص لیا ہے اور حنفیوں کے ساتھ غیر مسلم اقوام کو بھی محل قتال امام مہدی قرار دیا ہے۔ سو یہ مقصود ومدعا آثار مسلمہ ومرویہ ان ہی حضرات سے بخوبی ثابت ہوگیا ہے۔ وللّٰہ الحمد!

اس استدلال میں شاید کوئی سوال کرے کہ اس قسم کے آسمانی نشانات اور ایسی شہادات انبیاء علیہ السلام خصوصاً خاتم الانبیاء والمرسلین آنحضرت ﷺ کے ساتھ بھی پائے جاتے تھے۔ اگر نشانات کے ہوتے تلوار اٹھانے اور سیفی جہاد کرنے کی امام مہدی کو ضرورت وحاجت نہ ہوگی تو پہلے انبیاء علیہم السلام اور آخری نبی ﷺ کو کیوں حاجت پڑی اور انہوں نے جہاد سیفی کیوں کیا۔ صرف آسمانی نشانات دکھانے پر اکتفا کیوں نہ کیا۔ جیسا کہ مہدی علیہ السلام کریں گے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مہدی علیہ السلام کا وقت (جو بعینہ حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی کا وقت ہے) حکم جہاد کو جو ابتداء بعثت نبوی ﷺ بلکہ اس سے بھی پہلے نبیوں کے وقت سے مستمر چلا آتا تھا) اٹھا دینے کا وقت ہوگا۔ جس کا اٹھایا جانا خود خاتم المرسلین کے حکم اور پیش گوئی سے ثابت ومسلم اہل اسلام ہو چکا ہے۔ چنانچہ اس کا ثبوت گزر چکا ہے۔

لہٰذا حضرت امام مہدی بھی حضرت عیسیٰ کی طرح اس منسوخ شدہ حکم کی طرف رجوع کرنے کے محتاج نہ ہوں گے۔ حضرت امام مہدی کے ظہور سے پہلے جو لڑائیاں مسلمان کر چکے یا شروع کر بیٹھے ہوں گے، وہ اس قدیم ومستمر حکم جہاد کے مطابق پوری ہوں گی۔ حضرت امام مہدی کے قدوم برکات لزوم کے ساتھ ہی آسمانی نشانوں سے کام لینا شروع ہو جائے گا۔ جس کا پہلا نمونہ خسف اہل شام ہے۔ بیداء مابین مکہ ومدینہ میں دوسرا نشان ہلاکت سفیانی۔ تیسرا سقوط ہر دو جانب شہر قسطنطنیہ اور بغیر ہتھیاروں کے فتح قسطنطنیہ وغیرہ

وغیرہ اور ایسی حالت میں امام مہدی علیہ السلام کو سیفی جہاد کی حاجت وضرورت نہ پڑے گی۔

اس شبہ کے حل ہو جانے سے اور اس وقت سیفی جہاد کی عدم ضرورت ثابت ہونے سے ہمارا دعویٰ بلا مزاحمت ثابت ہوا۔ اب ہم اس ثابت شدہ دعویٰ کا نتیجہ جو بحق اہل اسلام وبحق گورنمنٹ والا مقام ثابت ہوتا ہے اور اس کے اظہار کا ہم نے شروع مضمون میں بضمن تمہیدی وعدہ کیا تھا، اثبات کرتے ہیں۔ واللہ بالتوفیق!

## نتائج بحق اہل اسلام

واضح ہو کہ مدعیان اسلام اور متکلمین بکلمہ اسلام امام مہدی کی آمد سے انکار واقبال کی نظر سے تین قسم ہیں۔ قسم اوّل خواص اہل سنت اہل علم جو قرآن، حدیث میں نظر رکھتے ہیں اور اپنے اعتقاد وعمل میں قرآن وحدیث اور سلف صالحین، صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین کے تابع اور ان کے اقوال کے پابند ہیں۔

ہندوستان اور اکثر بلاد اسلامیہ میں یہی لوگ عامہ خلائق کے مقتداء وپیشواء ہیں۔ یہ لوگ امام مہدی کی آمد کی نسبت صرف اسی قدر اعتقاد رکھتے ہیں۔ (جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم) کی احادیث سے (جس کی صحت پر روئے زمین کے سنی مسلمان متفق ہیں) ثابت ہے کہ وہ آسمانی نشانات اور روحانی برکات سے دین اسلام کی تائید کریں گے۔ جیسا کہ ان کے ثانی اثنین حضرت مسیح علیہ السلام روحانی برکات کی تائید کریں گے، ان کے حق میں ہمارے اس مدعا اور اس کے دلائل احادیث صحیحہ کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ان کا اعتقاد کسی شخص کے لئے چہ جائے کہ کسی سلطنت کے لئے (غیر اسلامی کیوں نہ ہو) کسی اندیشہ اور خوف کا محل نہیں۔ ان کے نزدیک امام مہدی کسی سوتے کو نہ جگائیں گے اور کسی ایک جان کا بھی خون نہ کریں گے تو پھر کسی کو اندیشہ کیا اور خوف کس کا۔

قسم دوم خواص شیعہ (اہل تشیع) جو بجائے خود احادیث وتضعیف واخبار میں نظر رکھتے ہیں اور اخباری کہلاتے ہیں۔ مگر ان کے ہاں تنقید وتحقیق، تصحیح وتضعیف احادیث کا اس قدر اہتمام نہیں، جس قدر محدثین اہل سنت میں ہے۔ لہٰذا وہ ہر رطب ویابس حدیث سے اپنے اعتقادیات میں تمسک واستدلال کرتے ہیں۔

انہی لوگوں میں اکثر جہال سنی اور بعض ان کے نیم ملاّ ہیں جو صحیح وضعیف کی تمیز نہیں

رکھتے اور جو کچھ کسی سے (سنی ہو خواہ شیعی) سن پاتے ہیں۔اس کو دستور العمل والا اعتقاد بنا لیتے ہیں۔عشرہ محرم میں جو بدعات شیعہ نے نکالی ہیں ان کے عمل واعتقاد میں وہ سنی کہلا کر شیعوں سے بڑے ہوئے ہیں۔اس قسم دوم کے سنی سنائی اعتقادی باتوں میں اگر امام مہدی کی نسبت مزاحمت وجبر مداخلت مذاہب غیر کا خیال ہے۔تو اس کے ساتھ ہی امام مہدی کی روحانی برکات اور آسمانی نشانات کی تاخیر کا بھی کامل یقین ہے۔جو جبری مداخلت اور قہری مزاحمت کے اعتقاد سے ان کو روک سکتا ہے۔

خصوصاً ان لوگوں کو جن کو قسم اول کے ہادیوں اور لیڈروں کی ہدایات اور تعلیمات پہنچ جائیں ایسے لوگ اپنی ذاتی رائے یا خیال سے کچھ نہیں کرتے،جس طرح ان کو خاص لیڈر لگائیں اس طرف لگ جاتے ہیں۔لہٰذا اس قسم کے لوگوں کے خیالات بھی کسی مخالف شخص یا سلطنت کے لئے یقیناً کسی خوف واندیشہ کا محل نہیں۔جب تک وہ دائرہ اہل سنت سے خروج نہ کریں گے اور اپنے خواص لیڈروں (ہادیوں) کے پیرو رہیں گے جیسے کہ اب تک ہیں۔

قسم سوم وہ لوگ جو حضرت امام مہدی فاطمی کی آمد سے صاف منکر ہیں اور ان احادیث صحیح بخاری ومسلم کو جو امام مہدی کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔مگر ان میں امام مہدی کا صریح نام نہیں ہے،غیر صریح ہونے کی وجہ نہیں مانتے اور ان احادیث سنن اربعہ وغیرہ کو جن میں امام مہدی کا نام وحالات بتصریح مذکور ہیں،صحیح نہیں جانتے اور اس وجہ سے وہ آمد امام سے منکر ہیں۔

پھر اس سوم کے لوگ دو قسم ہیں،ایک قسم پرانے زمانے کے منکر امام مہدی اور وہ فرقہ معتزلہ اور جہمیہ ہے اور بعض محدثین فرقہ سنیہ ہیں۔یہ لوگ آمد اور وجود مہدی سے بالکل منکر ہیں۔نہ کسی آنے والے مہدی کے قائل اور معتقد ہیں اور نہ اس کی جگہ کسی دوسرے کو مہدی قرار دیتے ہیں۔ان کے حق میں ہمارا مدعا اور اس کے دلائل کا اور آمد مہدی سے ان کے کلی انکار کا نتیجہ بھی قطعاً یہی نکلتا ہے کہ وہ کسی خوف واندیشے کا کسی شخص یا سلطنت کے حق میں نہیں ہیں۔

دوسری قسم اس قسم سوم سے آج کل کا محدثہ (نوپیدا) فرقہ مرزائیہ اور اس فرقہ کا لیڈر (ہادی) مرزا غلام احمد قادیانی ہے،جو باوجود تصریح اور صریح اقبال اس امر کے کہ جس قدر احادیث متعلقہ امام مہدی صحاح ستہ وغیرہ میں وارد ہیں اور لوگوں کی زبان زد ہیں،وہ

سب کی سب غیر صحیح ؎ وموضوع وبناوٹی ہیں اور امام مہدی فاطمی کوئی آنے والا نہیں، اس دعویٰ کے مدعی ہیں کہ ان کی جگہ آنے والا ایک اور شخص تھا جو آچکا ہے وہ یہی مرزا غلام احمد ہے جو مہدی موعود بھی ہے اور مسیح موعود بھی ہے۔

یہ لوگ دنیا کی شرم وحیا اور آخرت کا خوف عذاب طاق میں رکھ کر پہلے تو امام مہدی کی جملہ احادیث اور روایات کو غیر صحیح وموضوع قرار دے چکے ہیں۔ پھر ان احادیث وروایات جو ان کے خیال میں (نہ واقعہ میں اور دوسرے تمام مسلمانان روئے زمین کے اعتقاد میں) مرزا پر لگائی جاسکتی تھیں، مرزا پر لگا کر اپنے اس دجالی اصول سے صحیح قرار دیتے ہیں۔ پہلے تو یہ دجالی چال خود مرزا نے اختیار کی تھی، ایک حدیث ضعیف دارقطنی کو جس میں رمضان میں کسوف وخسوف کو امام مہدی کی علامت ٹھہرایا گیا ہے۔ اس دجالی اصول سے صحیح قرار دے کر اس سے اپنا مہدی ہونا ثابت کیا۔ پھر اس کے حامیوں اور پیروان نے ریویو آف ریلیجنز نمبر (۹، ج۷ کے ص۳۴۲) میں یہی دجالی اصول گھڑ کر اس کے اور اس کے نظائر سے دستاویز کیا اور ان سے مرزا کا مہدی موعود ہونا نکالا۔

ہمارے مدعا اور اس کے دلائل بینہ صحیحہ سے (خصوصاً اس حدیث صحیح مسلم سے جس کا صحت میں اول نمبر پر ہونا مرزائیوں نے تسلیم کیا ہوا ہے۔ چنانچہ حاشیہ (ص ہذا) میں موجود ہے اور اس کے صریح منطوق اور کھلے کھلے الفاظ سے امام مہدی کا حضرت مسیح سے جداگانہ ہونا ثابت ہے) اور اس نئے فرقہ کے آمد امام مہدی فاطمی سے صاف انکار کرنے سے اور ان کی جگہ مرزا کو مسیح موعود ومہدی موعود قرار دینے اور تجویز کرنے سے اور اس تجویز میں پہلے ان روایات کو موضوع کہنے سے، پھر اس دجالی اصول سے کہ ان احادیث کے مرزا پر صادق آنے سے ان کی صحت ثابت ہوتی ہے۔ صحیح قرار دینے سے صاف اور قطعی ویقینی نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ فرقہ انکار آمد مہدی فاطمی اور بجائے ان کے اپنے مہدی (قادیانی) کے تجویز وتقرر سے تمام فرقہ ہائے اسلام اور تمام گورنمنٹوں کے لئے جو اس فرقہ کے اعتقاد سے مخالف ہیں اور ان کے نزدیک وہ خداتعالیٰ کے نافرمانبردار ہیں۔

جن کے حق میں اور ان کے مالوں اور جانوں کو تلف کردینے کی نسبت اپنا یہ اعتقاد اپنی کتاب (دافع الوساوس ص۶۰۱) ظاہر ومشتہر کر چکے ہیں کہ جب انسان خداتعالیٰ کا نافرمان ہو جاتا ہے، تو اس کی ملک اصل مالک (خداتعالیٰ) کی طرف عود کرتی ہے اور پھر اس مالک

حقیقی کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو بلا واسطہ رسل نافرمانوں کے مالوں کو تلف کرے اور ان کی جانوں کو معرض عدم میں پہنچادے یا کسی رسول کے واسطے سے تجلی قہری نازل کرے، ایک ہی بات ہے'' سخت خطرناک اور کمال کا اندیشہ ہے۔

جو لوگ ایسے دلیر اور دنیا کی شرم اور آخرت کے مؤاخذہ سے بے ڈر اور بے باک ہوتے ہیں کہ ایک بات کو اپنے منہ سے جھوٹی کہہ کر پھر اسی منہ سے اس کو سچی بنالیتے ہیں اور تضاد اور اختلاف بیانی کی کچھ پروا نہیں کرتے اور ایک شرعی و مذہبی حکم وفیصلہ کو (درباب صحت احادیث) تسلیم کر کے اس فیصلہ کے برخلاف احادیث صحیحہ سے انکار کر جاتے ہیں اور ان کے مقابلہ میں جھوٹی و بناوٹی حدیثوں سے تمسک کر لیتے ہیں۔

ان سے کیا بعید ہے کہ وہ اپنی منہ بولی ان باتوں کو کہ ''آنے والا مسیح ومہدی خونریزی نہ کرے گا اور ہماری مسیحائیت و مہدویت اسی قسم سے ہے، ہم مخالفین مذہب گورنمنٹ اور عامہ مخالفین سے جہاد کرنے کو حرام جانتے ہیں اور ہم جنگ و جہاد کے لئے نہیں، بلکہ صلح وامن قائم کرنے کے لئے آئے ہیں''۔ جب قابو اور موقع پاویں ایک دم کسی دجالی تاویل سے بدل دیں اور مخالفین کی جانوں اور مالوں کو تلف کر دیں اور اپنے اس اصول کو جس کو (دافع الوساوس ص۶۰۱، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں مشتہر کر چکے ہیں، عمل میں لاویں۔

یہاں اگر یہ سوال ہو کہ مسیح ومہدی موعود تو مر گیا، اب اس تبدیلی خیال اور تضاد واختلاف مقال کا خوف کس کی طرف سے رہا۔ تو اس کا جواب یہ ہے یہی خوف وخیال اس کے نائب خلیفۃ المہدی والمسیح اور سٹاف سے ہے۔ کون نہیں جانتا اور مانتا کہ جب مہدی سوڈان مارا گیا تو اس کے جانشین خلیفۃ المہدی نے کیا کچھ نہ کیا۔

ان لوگوں کے اس اعتقاد کے ساتھ جس کو وہ (دافع الوساوس ص۶۰۱) میں مشتہر کر چکے ہیں یقین ہوتا ہے کہ یہ گربہ مسکین کی نظیریں بے پرو ہنے کی وجہ سے ابھی تک کچھ نہیں کر سکے۔ جب ان کو پر لگ جائیں گے تو یہ کسی چڑیا کو جہاں میں نہ چھوڑیں گے جو شعر ایک پالیٹیشن استاد نے کہا ہوا ہے:

گربہ مسکین اگر پر داشتے تخم کنجشک از جہاں بر داشتے

یہ ان لوگوں پر خوب صادق آتا ہے۔

گورنمنٹ ان کے چکنے چپڑے الفاظ کا ہرگز اعتبار نہ کرے اور ہمیشہ ان کی طرف

نظر تفتیش و تحقیق رکھے۔ ہاں اگر یہ لوگ قادیانی کے دعویٰ مسیحائیت و مہدویت کا جھوٹا ہونا مان لیں اور اس کے اس مفسدانہ اصول سے جو دافع الوساوس (ص۶۰۱) میں وہ مشتہر کر چکا ہے۔ اپنی بیزاری ظاہر کریں، تو پھر وہ لوگ بھی عام مسلمانوں کی طرح محل خوف واندیشہ نہ رہیں گے۔

## نتیجہ بحق گورنمنٹ

وازانجا کہ ہمارا مدعا ایسے دلائل سے ثابت ہو چکا ہے کہ ان کی صحت پر اس وقت اور اس ملک کے فریقین (منکرین وقائلین آمد مہدی) کا اتفاق ہے، گو فریق منکر ایک باطل تاویل سے ان دلائل سے مدعا اور نتیجہ غلط نکالتا ہے اور اس مدعا کی غلطی بھی عقلی دلیل سے ثابت ہو چکی ہے، تو اس مدعا سے گورنمنٹ کے حق میں یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ گورنمنٹ کو اس ملک کے خواص مسلمانوں کی طرف سے جو قرآن وحدیث کے پابند ہیں اور ان کے عوام سے جو ان خواص کے فالورز (پیرو) ہیں کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہے اور نہ ہونا چاہئے۔

بلکہ آمد مہدی کی نسبت جو ان کا خیال ہے اس کے ابتدائی مقدمات میں جو یہ ذکر ہے کہ آمد مہدی سے پہلے عیسائی حکومت مشرق میں حدود خیبر تک پہنچ جائے گی اور مغرب میں قسطنطیہ تک، یہ عیسائی گورنمنٹ کے لئے ایک قسم کی خوشی کی خبر ہے، نہ کسی خوف وڈر کی خبر اور جو اس کے آخری نتیجہ میں ذکر ہے کہ امام مہدی حضرت مسیح کی مانند آسمانی نشانوں سے دنیا میں اسلام پھیلائیں گے۔ تمام لوگ حتی کہ سنگدل یہودی ان نشانات آسمانی کو دیکھ کر بشوق وذوق بلا جبر واکراہ اسلام پر ایمان لے آئیں گے۔

پہلی خوشخبری سے بڑھ کر گورنمنٹ کے لئے خوشخبری ہے اور خوش قسمتی ہے، عیسائی گورنمنٹ امام مہدی کو (حضرت مہدی کی تائید میں حضرت مسیح کی (جن کو وہ اپنا سچا نبی وہادی مانتے ہیں اور ان کو وہ اس حلیہ وعلامات سے جو ان کی مقدس کتابوں میں وارد ہیں، شناخت کرلیں گے) شہادت سے امام برحق مان لیں گے اور اپنے شوق واختیار سے نہ اکراہ واجبار سے مسلمان ہو جائیں گے اور ان کی عیسائی سلطنت بنی بنائی جوں کی توں اسلامی سلطنت بن جائے گی تو اس سے بڑھ کر گورنمنٹ کے لئے خوشخبری وخوش قسمتی کیا ہوگی، سلطنت بھی بحال رہی اور اسلام کی دولت لازوال بھی ہاتھ آئی۔

اگر مسلمانوں کا اعتقاد اور اس کے متعلق پیش گوئی یوں ہی صادق آگئی جیسا کہ

خواص اہل اسلام کے اعتقاد میں ہے تو اس میں کسی قسم کا پولیٹیکل انقلاب ظہور میں نہ آوے گا۔ صرف عیسائی خیال کا اسلامی خیال سے تبادلہ ہوگا وبس اور یہ تبادلہ اس تبادلہ کی نظیر ہوگا جو اس وقت لور پول کے قدیم عیسائیوں میں ہوا ہے۔ جس کے برخلاف برٹش گورنمنٹ نے کوئی ایکشن (عمل) نہیں لیا اور کوئی اوبجکشن (اعتراض) نہیں کیا، بلکہ خوشی اور فراخ دلی سے مسلمانان لور پول سے گورنمنٹ کا وہی سلوک ہوا اور ہورہا ہے، جو عیسائی رعایا سے ہوتا ہے۔

اور یہ تبادلہ اس تبادلہ کی نظیر نہ ہوگا جو دنیاوی سلطنتوں کے انقلاف سے ظہور میں آیا ہے جو بشہادت آیت ''ان الملوک اذا دخلوا قریة افسدوها وجعلوا اعزة اهلها اذلة وکذالک یفعلون''(النمل:۳۴) مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ دنیاوی بادشاہ جب کسی ملک پر تسلط ودخل پاتے ہیں تو اس میں فساد مچاتے ہیں اور اس کے معزز لوگوں کو ذلیل کر ڈالتے ہیں اور ان کی حکومت چھین کر ان کی جگہ خود حاکم بن جاتے ہیں۔

اس پر آفتاب جیسی روشن دلیل جس میں کوئی اہل بصیرت اور قرآن وحدیث میں صاحب نظر ذرہ بھر اختلاف نہ کرے گا شپر چشم کچھ چوں چرا کریں تو ان کی کچھ پروا نہیں اور ان کے قول کا اسلام اور اہل علم مسلمانوں میں کچھ اعتبار وشمار نہیں۔ چنانچہ ایک پرانے مسلم اہل علم کا قول:

گر نہ بیند بروز شپر چشم     چشمۂ آفتاب را چہ گناہ
راست خواہی ہزار چشم چناں     کور بہتر نہ آفتاب سیاہ

یہ ہے کہ حضرت امام مہدی کی شان میں آنحضرت ﷺ کی یہ شہادت کہ آپ دین اسلام کی حمایت اور اشاعت میں آنحضرت ﷺ کی نیابت کریں گے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق عمل وحکم جاری کریں گے اور آنحضرت ﷺ کا عمل اپنے تمام زمانۂ رسالت میں یہی رہا ہے کہ آپ نے جن سلاطین سلطنت یا اہل شوکت وحکومت کو دعوت اسلام کی ہے، ان کی سلطنت دنیاوی اور ان کی ملکیت وحکومت ان سے نہیں چھینی۔ بلکہ عملاً وقولاً وہ سلطنت وحکومت بدستور قائم وبرقرار رکھنی چاہی اور ان کے ہاتھ وتصرف میں رہنے دی۔

ہر چند حضور علیہ السلام جیسے سلطان دین تھے، ویسے ہی دنیا کے بھی بادشاہ تھے ولیکن آپ کی بادشاہی ملک گیری اور دنیا طلبی اور طمع مالی کی غرض ونیت سے نہ تھی، بلکہ صرف اعلاء کلمۃ اللہ اور عدل گستری اور مظلوموں کی ظالموں سے دادرسی اور مستحقوں کی حق رسانی آپ

کی نیت اور غرض تھی۔ لہٰذا جس غیر اسلامی سلطنت یا حکومت کو آپ نے دعوت اسلام کی اس دعوت کے ساتھ یہ بشارت بھی دے دی کہ تمہاری حکومت اور سلطنت تمہارے اسلام لانے کے بعد تمہارے ہی ہاتھ میں رہے گی، تم سے چھینی نہ جاوے گی۔

دنیاوی سلطنتوں کا بڑ بھاری مقصود ومفاد باج وخراج ہوتا ہے۔ سو آپ نے غیر اسلامی سلطنتوں سے ان کے اسلام لانے کے بعد باج وخراج لینا نہیں چاہا۔ ہاں ان کو اور احکام اسلام نماز وروزہ وحج کی مانند مال کی زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیا اور یہ فرمادیا کہ وہ اپنے ملک کے مال داروں سے زکوٰۃ لیں اور محتاجوں فقیروں پر اس کو صرف کریں اور اگر کسی دولت مند نے اسلام لانے کے بعد وہ مال زکوٰۃ آپ کے پاس بھیج دیا یا آپ کے نائب ووکیل کے اختیار میں سپرد کرنا چاہا (جیسا کہ عمان کے دو رئیسوں سے وقوع میں آیا تھا۔ چنانچہ زاد المعاد کے (۵۲۲) میں منقول ہے) تو آپ نے اپنے اصول مقررہ کے مطابق اس کو مسکینوں میں صرف وتقسیم کردیا اور اس مال زکوٰۃ کی نسبت صاف فرمادیا:

’’قال رسول اللہ ﷺ انہا لا تحل لمحمد ولا لاٰل محمد ‘‘(صحیح مسلم ص۳۴۵)’’وقال رسول اللہ انہا لا تحل لنا وان مولٰی القوم من انفسہم ‘‘ (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ ص۱۵۳) کہ یہ مال زکوٰۃ مجھ پر حرام ہے، میرے اہل بیت پر حرام ہے اور میرے غلاموں پر حرام ہے۔

آپ کے اس حکم نے صاف فیصلہ کردیا ہے کہ جو دنیاوی سلطنت اور پولیٹیکل سرداری اپنے مقبوضہ ومفتوحہ ملک عرب پر (جس پر نہ تو آنحضرت ﷺ کے پہلے بادشاہ متسلط تھا اور نہ آپ کے دعویٰ نبوت کے بعد کوئی متغلب بخوشی مسلمان ہوا) آپ نے اختیار فرمائے تھے، اس سے آپ کی غرض دنیا طلبی نہ تھی، بلکہ محض عدل گستری اور خالق اور مخلوق کی حق رسانی، اسی وجہ سے آپ کو دنیاوی سلطنت اختیار کرنی پڑی تھی۔ ورنہ آپ کو دنیا سے کیا کام، آپ کا یہ مقولہ تھا’’قال رسول اللہ ﷺ مالی وللدنیا انما انا کراکب استظل بالشجر ثم ترکہا وراح ‘‘ کہ مجھے دنیا سے کیا کام، میری مثال تو ایسی ہے جیسے ایک رہ گزر سوار نے دھوپ کے وقت کسی درخت کے سایہ میں کچھ آرام کیا، پھر اس کو چھوڑ کر چلا گیا۔

ذیل میں آپ کا قول وعمل دول خارجیہ کی نسبت نقل کیا جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے سلطنت روم وفارس ومصر واسکندریہ وحبشہ ودولت بحرین وعمان ویمامہ وغوطہ دمشق کے نام جو

مراسلات دعوت اسلام روانہ کی ہیں ان میں سے بعض مراسلوں میں صاف الفاظ میں تحریر فرما دیا ہے کہ اسلام کے بعد تمہارا ملک تمہارے ہی قبضہ وتصرف میں باقی رہے گا اور بعض مراسلوں میں یہ مدعا ان جامع و پر معانی الفاظ سے ادا فرمایا ہے ’’اسلم تسلم ‘‘یعنی اسلام قبول کرلو اور اس کے احکام کو دستورالعمل بنالو تمہارے ملک، تمہاری جانیں، تمہارے مال، تمہاری آبرو مزاحمت ومداخلت سے بچ جائیں گے۔

ہرقل قیصر روم کے نام جو آنحضرت ﷺ نے نامہ دعوت اسلام تحریر فرمایا ہے

’’بسم اللہ الرحمن الرحیم. من محمد عبداللہ ورسولہ الی ھرقل عظیم الروم.سلام علی من اتبع الھدی. اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم الخ ‘‘(بخاری ص۵ و۴۱۳، مسلم ج۲،ص۹۸)’’قولہ اسلم تسلم فی غایۃ من الایجاز والبلاغۃ وجمع المعانی مع مافیہ من بدیع التجنیس لشمولہ السلامۃ من خزی الدنیا بالحرب والسبی والقتل واخذ دیار والاموال ومن عذاب الاخرہ‘‘ (شرح مسلم ج۲،ص۹۸)

’’فان تسلم شامل لسلامۃ من خزی الدنیا بالحرب والسبی والقتل واخذ الذراری والاموال ومن عذاب الاخرۃ‘‘ (قسطلانی ج۵،ص۱۲۷)

’’یا معشر الروم ھل لکم فی الفلاح والرشد وان یثبت ملککم فتبایعوا ھذاالنبی‘‘ (بخاری ص۵)

وہ صحیح بخاری وصحیح مسلم سے منقول ہے، اس کے اخیر میں آپ کا یہ ارشاد ہے ’’اسلم تسلم‘‘جس کے معنی امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں اور قسطلانی نے شرح بخاری میں بھی بیان کئے ہیں کہ تم مسلمان ہوجاؤ گے تو دنیا میں لڑائی سے، قتل سے، قید کئے جانے سے، اموال ودیار واولاد چھینے جانے سے بچ جاؤ گے اور آخرت میں عذاب سے۔

قیصر روم حضور کے ان جامع الفاظ کو سمجھ گیا اور ان کے عموم وشمول کی نظر سے اس نے اپنے ارکان دولت واساطین ملت کو اپنے ایوان شاہی میں جمع کر کے اسلام کی طرف بلایا اور صاف کہا کہ تم لوگ اس نبی کی دعوت کو قبول کر کے مسلمان ہوجاؤ گے تو تمہارا ملک، تمہارے لئے ثابت اور بدستور قائم رہے گا۔

’’بسم اللہ الرحمن الرحیم. من محمد عبداللہ ورسولہ الی

مقوقس عظیم القبط سلام علی من اتبع الهدی اما بعد فانی ادعوک بدعاته الاسلام ''اسلم تسلم'' الخ ''(زادالمعادج۱،ص۵۱۹)''بسم الله الرحمن الرحیم. من محمد عبدالله الی جیفر وعبید ابنی الجلندی. سلام علی من اتبع الهدی. اما بعد فانی ادعوکما بدعاته الاسلام اسلما تسلماً فانی رسول الله الی الناس کافة لا نذر من کان حیاً ویحق القول علی الکافرین فانکما ان اقررتما بالاسلام ولیتکما وان ابیتما ان تقرا بالاسلام فان ملککما زائل'' (زادالمعادص۵۳۰)

یہی الفاظ''اسلم تسلم ''آپ نے کسریٰ کے خط میں لکھے ہیں،اس خط کا ذکر بخاری کے (ص۴۱۱ اور مسلم کے ص۹۹، ج۲) میں ہے اور اس خط کے الفاظ زاد المعاد کے (ص۵۱۸) میں ہیں۔یہی الفاظ''اسلم تسلم ''آپ نے مصرواسکندریہ کے بادشاہ مقوقس اورعمان کے دورئیس بھائیوں جیفر اورعبید کے نام کے خطوط میں تحریرفرمائے ہیں اورخاص کر عمانی دونوں رئیسوں کے خطاب میں آپ نے صریح یہ الفاظ بھی تحریرفرمائے کہ اگرتم دونوں مسلمان ہوگئے تو میں تمہارے ملک پرتم ہی کووالی قراردوں گا اوراگرتم نے اسلام لانے سے انکارکیا تو تمہارا ملک تمہارے ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

منذر بن ساوی رئیس بحرین (ماتحت کسریٰ) کے نام جوآپ نے نامہ دعوت اسلام تحریرفرمایا:''بعث رسول الله ﷺ العلاء بن الحضرمی الی المنذر بن ساوی وکتب الیه کتاباً یدعوه فیه الی الاسلام فکتب المنذر الی رسول الله ﷺ اما بعد یا رسول الله فانی قرأت کتابک علی اهل البحرین فمنهم من احب الاسلام واعجبه ومنهم من کرهه وبارضی مجوس ویهود فاحدث الی فی ذالک امرک فکتب الیه رسول الله ﷺ. بسم الله الرحمن الرحیم. من محمد رسول الله الی المنذر بن ساوی. سلام علیک. فانی احمد الیک الله لااله الا هوواشهد ان لااله الا الله واشهد ان محمداً عبده ورسوله. اما بعد فانی اذکرک عزوجل فانه من ینصح فانما ینصح لنفسه وانه من یطیع رسلی ویتبع امرهم فقد اطاعنی ومن

ینصح لهم فقد نصح لی وان رسلی قد اثنوا علیک خیراً وانی قد شفعتک فی قومک فاترک للمسلمین ما اسلموا علیه وعفوت عن اهل الذنوب فاقبل منهم وانک مهما نصلح به نعزلک عن عملک ومن اقام علی یهودتیه او مجوسیته فعلیه الجزیه''

''ان ارکون دمشق عظیم من عظماء النصاریٰ کان عند هوذة فسئله عن النبی ﷺ وقال جآء نی کتابه یدعونی الی الاسلام فلم اجبه قال الا ارکون لم لم تجبه . قال ظننت به انا ملک قومی فان اتبعته لم املک قال بلی والله ان اتبعته لملکک فان الخیرة لک فی اتباعه وانه النبی العربی الذی بشربه عیسیٰ وانه المکتوب عندنا فی التوراة محمد رسول الله'' (زادالمعادص۵۲۲)

اوراس نے آپ کی دعوت کو قبول کرکے اپنی ماتحت رعایا (اہل اسلام ویہود ومجوس) کا حکم نبوی استفسار کیا تو آپ نے دوسرے صحیفہ میں ارشادفرمایا کہ جوشخص کسی کی خیر خواہی کرتا ہے وہ اپنی خیرخواہی کرتا ہے اور جس نے میرے پیغامبروں کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی جوان کا خیرخواہ ہواوہ میرا خیرخواہ ہوااور میرے پیغامبروں نے تیری اچھی تعریف کی۔ میں نے تیری سفارش کو تیری قوم کی نسبت قبول کیا ہے۔

جولوگ تمہاری رعایا سے مسلمان ہوگئے ہیں، ان کے اموال واراضی کو میں ان ہی کے واسطے چھوڑتا ہوں اور گناہگاروں کے گناہ معاف کرتا ہوں، تم بھی ان کے عذرکو قبول کرو اور میں تم کو تمہاری حکومت سے معزول نہ کروں گا، جب تک تم اصلاح پر رہو گے اور جو یہودیت اور مجوسی دین پر قائم رہیں، ان پر جزیہ یعنی خراج لگانا چاہئے۔

یمامہ کے رئیس ہوذۃ کو آپ نے دعوت اسلام کی اوراس نے اس خوف سے کہ میری ریاست جاتی رہے گی، اسلام قبول نہ کیا۔ تو اس کو دمشق کے ایک رئیس ارکون نامی عیسائی نے کہا کہ اگرتو مسلمان ہوکر آپ کا پیرو ہوجاتا ہےتو وہ تجھ ہی کو تیرے ملک کا مالک بنا دیتا۔ یہ وہ نبی عربی ہے، جس کی شہادت حضرت عیسیٰ نے دی ہے اور وہ ہماری انجیل میں محمد رسول اللہ لکھا گیا ہے۔

ارکون عیسائی کی یہ شہادت اور ہوذہ کو مسلمان ہو جانے کی مشورت دینا اس وجہ سے تھا کہ آنحضرت ﷺ اور انبیاء سابقین کی یہ سنت ارکون کو معلوم تھی۔ جیسی ہرقل قیصر روم کو معلوم تھی اور اس نے اس کا اظہار اپنے ارکان دولت وملت کے پاس کیا تھا۔

''وفی کتابہ الی الحارث بن ابی شمر الغسانی وکان بدمشق بغوطتھا. بسم اللہ الرحمن الرحیم. من محمد رسول اللہ الی الحارث ابن ابی شمر الغسانی سلام علی من اتبع الھدی واٰمن بہ صدق وانی ادعوک الی ان تؤمن باللہ وحدہ لا شریک لہ یبقی لک ملکک'' (زادالمعاد ص۵۲۲)

حارث بن ابی شمر غسانی رئیس غوطہ دمشق کو آنحضرت ﷺ نے نامہ دعوت اسلام لکھا تو اس میں بھی صاف یہ الفاظ تحریر فرمائے کہ تم مسلمان ہو جاؤ گے، تو تمہارا ملک تمہارے ہی لئے باقی رہے گا۔

یہ آپ کے فرمان اور احکام سلاطین ورؤسا کے نام ہیں۔ اب عام اشخاص کے حق میں آپ کا یہی عام حکم سنو۔

ایک حدیث متفق علیہ بخاری ومسلم میں ہے ''فاذا قالوا ھا عصموا منی دمائھم واموالھم الا بحق الاسلام. قال رسول اللہ ﷺ اذا اسلم الرجل فھو احق بارضہ ومالہ. رواہ احمد وابوداؤد بمعناہ وقال فیہ یا صخران القوم اذا اسلموا احرزو اموالھم ودمائھم'' (منتقی الاخبار ج۷ ص۲۱۳)

آپ نے فرمایا کہ جب لوگ کلمہ لا الہ الا اللہ کہیں گے تو اپنے مال اور جانیں مجھ سے بچالیں گے۔ بجز اس حق کے جو اسلام سے ان پر ثابت ہو، جیسے قصاص یا دیت وغیرہ۔ ایک حدیث میں امام احمد ابوداؤد کی آیا ہے کہ جب کوئی مسلمان ہو جاتا ہے تو وہ اپنی زمین اور مال کا حق دار ہو جاتا ہے۔ ایک حدیث ابوداؤد میں آیا ہے کہ جب کوئی قوم مسلمان ہو جاتی ہے تو اپنے مالوں اور جانوں اور خونوں کو بچالیتی ہے۔

احادیث کو کتاب منتقی الاخبار میں نقل کیا ہے اور ان کو اس مضمون وعنوان کے باب میں وارد کیا اور اس کی دلیل ٹھہرایا ہے کہ جب حربی کافر مسلمانوں کے غلبہ پانے سے پہلے مسلمان ہو جائے تو وہ اپنے مال کو بچالیتا ہے۔

اسی کے مطابق تمام دنیا کے محدثین کے امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح میں اس عنوان کا باب عقد کیا: ’’**باب اذا اسلم قوم فی دار الحرب ولهم مال وارضون فهی لهم. عن اسامه بن زید قال قال رسول الله ﷺ هل ترک لنا عقیل منزلاً** ‘‘ (بخاری ص۴۳۰) اور یہ فرمایا ہے کہ جب کوئی قوم دارالحرب میں مسلمان ہو جائے اور وہاں ان کے مال اور زمینیں ہوں، تو ان مالوں، زمینوں کے مالک وہی ہوتے ہیں اور اس دعویٰ پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عقیل کے تصرف کو اپنے گھروں کی تملیک میں جائز رکھا۔

اس مسئلہ کے متعلق اس حکم اسلام پر علماء و مجتہدین اسلام کی میجارٹی (جمہور) کا اتفاق ہے صرف بعض حنفیہ نے ’’**وان اسلم فی دارالحرب ثم جاء فظهر علی الدار فاولاده الصغار احرار وما کان من مان اودعه ذمیا اومسلماً فهو له وما سوی ذلک فیئی** ‘‘ (ہدایہ ج۱ص ۵۶۸) (جن کا قول ہدایہ میں منقول ہے اور وہ محض غلط اور صرف عقلی دلیل پر مبنی ہے اور نصوص صریحہ منقولہ کے مخالف ہے) اس کا خلاف کیا ہے۔

مگر خدا کا شکر ہے کہ حنفی مذہب کے ایک جلیل الشان امام قاضی ابو یوسف نے جو امام اعظم علیہ الرحمۃ کے اوّل درجہ کے شاگرد ہیں اور غالباً امام اعظم صاحب سے وہ اس قوم میں موافق اور متبع ہوں گے، اس قول سے خلاف کیا ہے اور جمہور علماء سے اتفاق کیا ہے۔

چنانچہ فتح الباری شرح صحیح البخاری میں کہا ہے: ’’**اشار بذلک الی المراد علی من قال من الحنفیة ان الحربی اذا اسلم فی دار الحرب واقام بها حتی غلب المسلمون علیها فهو اٰمن بجمیع ماله الا ارضه وعقاره فانها تکون فیا للمسلمین وقد خالفهم ابو یوسف فی ذالک ووافق الجمهور** ‘‘ (فتح الباری شرح صحیح بخاری) کہ امام بخاری نے اس قول سے بعض حنفیوں کے اس قول کو رد کرنا چاہا ہے اور امام ابو یوسف نے ان حنفیوں سے خلاف کیا ہے اور جمہور علماء کے قول سے اتفاق کیا ہے۔

ایسا ہی نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار میں لکھا ہے کہ: ’’**قوله دمائهم واموالهم یشتمل المنقول وغیر المنقول فیکون المسلم طوعاً احق**

بجميع امواله فقد صرح بدخول الارض فی حدیث صخرا المذکور فی الباب لقوله فیه بارضه وماله وقد ذهب الجمهور الی ان الحربی اذا اسلم طوعاً کانت جمیع امواله فی ملکهم ولا فرق بین ان یکون اسلامه فی دارالاسلام او دار الکفر علی ظاهر الدلیل وقال بعض الحنفية ان الحربی اذا اسلم فی دار الحرب واقام بهاحتی غلب المسلمون علیها فهو احق بجمیع ماله الا ارضه عقاره فانها تکون فیئاً للمسلمین

وقد خالفهم ابو یوسف فی ذالک ووافق الجمهور...... ویدل علی ما ذهب الیه الجمهور ان النبیﷺ اقر عقیلاً علی تصرفه فیما کان لاخویه علی وجعفر والنبیﷺ من الدار والرباع بالبیع وغیره ولم یغیر ذلک والا انتزعها ممن فی یده لما ظفر فکان دلیلاً علی تقریر من بیده دار اوارض اذا اسلم وهی فی یده بطریق الاولیٰ وقد بوب البخاری علی قصة عقیل هذه فقال باب اذا اسلم. الخ‘‘ (نیل الاوطار ج۷ص۲۱۱)

کہ آنحضرتﷺ کا یہ قول کہ مسلمان اپنے خونوں اور مالوں کو بچا لیتے ہیں، منقول وغیر منقول۔ ہر دو قسم کے مالوں کو شامل ہے جو مسلمان ہو جاوے وہ اپنے سبھی قسم کے مالوں کا مستحق ہو جاتا ہے اور صخر کی حدیث میں یہ بات صاف طور پر آچکی ہے۔ اس میں آنحضرتﷺ کا یہ قول ’’زمین اور مال‘‘ صریح موجود ہے اور جمہور علماء کا یہی قول ہے وہ اس میں فرق نہیں کرتے کہ کوئی شخص دارالاسلام میں آکر مسلمان ہو جائے یا دارالکفر میں رہ کر اسلام ظاہر کرے، کیونکہ دلیل حدیث مذکور دونوں حالتوں کو شامل ہے۔

بعض حنفیہ نے کہا ہے کہ اگر کوئی دارالکفر میں مسلمان ہو جائے اور پھر مسلمان اس ملک پر غلبہ پائیں تو مال منقول تو اس کا ہوگا۔ مگر زمین مال غنیمت سمجھی جائے گی جو سبھی مسلمانوں کا حق ہوگا۔ مگر ابو یوسف نے ان کا خلاف کیا اور جمہور علماء سے اتفاق کیا ہے۔

مذہب جمہور کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرتﷺ نے حضرت عقیل کے تصرف کو جو انہوں نے اسلام سے پہلے حضرت علی وحضرت جعفر اور آنحضرتﷺ کے گھروں پر کرلیا تھا جائز رکھا۔ تو اسلام لانے کے بعد پر تصرف بطریق اولیٰ جائز سمجھا جائے گا۔ امام بخاری نے

اس قصہ حضرت عقیل سے اس بات کا استنباط واثبات کیا ہے۔ چنانچہ اس مضمون کا باب منعقد کیا، پھر اس باب کو ذکر کیا جو اوپر بیان ہوا۔

یہ آنحضرت ﷺ کے قول کی تشریح ہے۔ اب حضور کا عمل سنو اور دیکھو جن سلاطین اور رئیسوں ممالک غیر اسلامیہ کو آنحضرت ﷺ نے دعوت اسلام کی، ان میں سے جو مسلمان ہوگیا، اس کا ملک آپ نے نہ چھینا اور نہ اس پر کوئی خراج لگایا۔

عمان کے رئیسوں نے مال زکوٰۃ لینے کا (جو آنحضرت ﷺ اپنی عام رعایا اسلامی سلطنت سے بھی لیا کرتے تھے) آنحضرت ﷺ کے پیغامبروں کو خود اختیار دے دیا تھا۔ یہ مال زکوٰۃ اسلام میں خاص کر مسلمانوں سے لیا جاتا ہے اور ان کے مالوں میں ایک اسلامی حق ہے جیسا کہ ان کی جانوں پر نماز وروزہ وغیرہ۔ اس کا مصرف غریب مسلمان ہوتے ہیں نہ غنی مسلمان اور نہ آنحضرت ﷺ اور ان کے اہل بیت۔ جزیہ یا خراج حربی یا ذمی غیر مسلم اقوام یا اشخاص سے لیا جاتا ہے، جو مسلمانوں کے غلبہ پانے سے پہلے خوشی سے مسلمان نہ ہوئے ہوں۔ چنانچہ صحیح بخاری (ص۴۴۶) میں بیان ہوا ہے۔

حبشہ کا بادشاہ اصحمہ مسلمان ہوگیا تو بدستور اپنے ملک کا بادشاہ رہا آنحضرت ﷺ نے اس کو سلطنت سے معزول نہ کیا اور نہ اس سے باج وخراج لیا۔ اس کا مسلمان ہوجانا مسلمانوں میں مسلم ہے اور بدستور حبشہ کا بادشاہ رہنا بھی مسلم ہے۔ اس پر شہادت نقل روایت لانے کی چنداں ضرورت نہیں، تاہم ایک دو روایت نقل کی جاتی ہے

قسطلانی شرح بخاری میں کہا ہے: ’’ھذا النجاشی الذی ھاجر الیہ المسلمون کتب الیہ ﷺ کتاباً یدعوہ فیہ الی الاسلام مع عمرو بن امیہ سنۃ ست من الھجرۃ واسلم علی ید جعفر بن ابی طالب‘‘ (قسطلانی ج۶ ص۲۳۳)

یہ نجاشی (جس کی موت سے آنحضرت ﷺ نے خبر دی اور اس پر غائبانہ نماز جنازہ مدینہ میں پڑھی) وہ ہے جس کی طرف مسلمانوں نے ہجرت کی، آنحضرت ﷺ نے اس کی طرف نامۂ دعوت اسلام لکھا اور ۶ھ میں عمرو بن امیہ کے ہاتھ اس کے پاس بھیجا اور وہ خود حضرت جعفر کے ہاتھ پر (جو خود حبشہ میں ہجرت کر کے رہتے تھے) مسلمان ہوگیا تھا۔

امام نووی نے شرح مسلم میں کہا ہے ’’قال ابو عبید وخلیفۃ بن خیاط

**الجمهور تزوجها سنة ست وقيل تسع واختلفوا اين تزوجها فقيل بالمدينة بعد قدومها من الهجرة وقال الجمهور بارض الحبشة واختلفوا فيمن عقده عليها فقيل عثمان وقيل خالد بن سعيد العاصى وقيل النجاشى لانه كان امير الموضع وسلطانه''** (شرح مسلم ج۲،ص۳۰۴)

کہ بقول جمہور ام حبیبہ کا نکاح آنحضرت ﷺ سے ہجرت کے چھٹے سال حبشہ میں نجاشی بادشاہ حبشہ نے کیا۔ کیونکہ وہ اس ملک حبشہ کا امیر اور بادشاہ تھا۔ جب کہ آنحضرت ﷺ کے قول وعمل سے ثابت ہوا کہ جو بادشاہ یا قوم یا شخص خوشی سے مسلمان ہوجائے، تو اس کا ملک اور سلطنت اور گھر اور مال بدستور اس کے تصرف میں رہتا ہے۔

اور یہی سنت خاتم المرسلین ہے اور یہ بات پہلے ثابت ہوچکی ہے کہ حضرت امام مہدی اور ان کے ثانی اثنین حضرت مسیح آئیں گے تو آنحضرت ﷺ ہی کی سنت پر عمل کریں گے اور اس سے پہلے یہ ثابت ہوچکا ہے کہ جب حضرت امام مہدی اور حضرت مسیح آئیں گے تو تمام لوگ حتی کہ سنگدل یہودی بھی ان کے آسمانی نشانات اور روحانی برکات وکرامات دیکھ کر بخوشی مسلمان ہوجائیں گے۔

تو ان تینوں مقدمات (۱) جو مسلمان ہوجائے، اس کا ملک ومال بدستور اس کے ملک میں رہتا ہے (۲) حضرت مہدی ومسیح سنت سید المرسلین پر عمل کریں گے۔ (۳) ان کے برکات وکرامات سے تمام لوگ مسلمان ہوجائیں گے) ثابت ومسلمہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امام مہدی جب آئیں گے، وہ کسی سابق سلطنت کو ان کے بادشاہ سے نہ چھینیں گے اور اس کی سلطنت میں کسی قسم کی دست اندازی نہ کریں گے۔ وہی سابق بادشاہ ان سلطنتوں کے بادشاہ رہیں گے۔ وہی ان کے ویسراء، وہی گورنر، وہی کمانیر وغیرہ وغیرہ ان سلطنتوں میں صرف نام کا تغیر وتبدل ہوگا۔ پہلے وہ غیر اسلامی سلطنتیں کہلاتی تھی، پھر وہ اسلامی سلطنتیں کہلائیں گی۔ وبس۔

اور اسی طور سے وہ پیش گوئی آنحضرت ﷺ کی پوری ہوگی جس میں ارشاد ہے

**''عن المقداد انه سمع رسول اللہ ﷺ يقول لايبقىٰ على الارض بيت مدر ولا وبر الا ادخله الله كلمة الاسلام بعز عزيز وذل ذليل اما يعزهم الله فيجعلهم من اهلها او يذلهم فيدينون لها قلت فيكون الدين كله لله''** (رواہ احمد، مشکوٰۃ ص۸)

کہ تمام زمین کی پشت پر کوئی گھر خشت وخاک کا یا اون وپشم کا (جیسا کہ بادیہ نشینوں اور جنگلوں میں ہوتے ہیں) ایسا باقی نہ رہے گا۔ جس میں خداتعالیٰ کلمہ اسلام ''**لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**'' کو داخل نہ کرے گا۔ عزت والوں میں عزت سے ہو یا ذلیل لوگوں میں ان کی ذلت سے ہو یا تو ایسا ہوگا کہ خداتعالیٰ ان لوگوں کو عزت دے گا اور ان کو کلمہ گو بنادے گا۔ وہ اسلام کی خوبی اور روشنی دیکھ کر خود بخود مسلمان ہوجائیں گے (جیسا کہ پہلے ہوچکا اور آج کل یورپ وافریقہ وامریکہ میں ہورہا ہے اور ایسا ہی امام مہدی وحضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوگا) یا ان کو ڈیفنسو لڑائیوں سے ذلت پہنچا کر اور نیچا دکھا کر آخر مسلمان بنادے گا (جیسا کہ بعض سابق سلاطین اسلام کے وقت میں ہوا) راوی حدیث مقداد نے کہا آپ کی اس پیش گوئی پر میں نے کہا کہ پھر تو تمام زمین میں خدا ہی کا دین ہوجائے گا۔

الحاصل امام مہدی اور ان کے ثانی اثنین حضرت مسیح کسی جان کا خون نہ بہائیں گے اور صرف آسمانی نشانوں سے دین اسلام دنیا میں پھیلائیں گے اور یہی ہمارا اس مضمون سے مدعا ومقصود تھا، جو پورا ہوا۔ **الحمدللہ اوّلاً واخراً ظاھراً وباطناً!**

اب ہم اس مضمون کے متعلق اپنے مخاطبین اخوان اہل اسلام اور قادیانی مرزائی پارٹی سے اس مضمون کے متعلق داد چاہتے ہیں اور ان سے ایک سوال کرتے ہیں۔

**اخوان اہل اسلام سے یہ سوال:** ہے کہ اس مضمون میں جو ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت امام مہدی آئیں گے تو دین اسلام وسنت خیرالانام کی اشاعت آسمانی نشانات اور روحانی برکات سے کریں گے۔ اس میں وہ تلوار وتفنگ اور لڑائی وجنگ سے کام نہ لیں گے۔ اسلام کی روحانیت اور حضرت امام مہدی کی شان وشوکت اس میں زیادہ تر پائی جاتی ہے یا اس کے برخلاف اس اعتقاد میں جو عوام اور بعض خواص کالعوام میں پایا جاتا ہے کہ وہ جو کچھ کریں گے، تلوار کے زور سے کریں گے اور سالہا سال کافروں سے اور مخالف سنت مسلمانوں اور مذاہب اربعہ خصوصاً حنفی مذہب کے مقلدوں سے جنگ وجہاد میں مصروف وحیران وسرگرداں رہ کر ساتویں سال فتح کا منہ دیکھیں گے۔

جب کہ کتب حدیث میں دور سے بھی نگاہ کرنے کا اتفاق ہوگا، وہ اس شق دوم کو

ہرگز اختیار نہ کرے گا اور اگر کوئی ایسا ہی شیر بہادر نکلے اور عقل ونقل دونوں کا مقابلہ کر کے شق دوم کی صحت کا مدعی ہو جائے۔ تو اس سے ہم زیادہ نہیں چاہتے، وہ صرف ایک ہی حدیث ایسی پیش کرے، جس میں امام مہدی کا تلوار سے کام لینا اور بزور شمشیر اسلام وسنت کو زمین میں پھیلانا ثابت ہو۔

اس بات کے ثبوت میں کسی کشفی یا الہامی حاطب اللیل ملاّ مولوی کا قول بلا دلیل پیش کیا جائے گا۔ تو بحکم کالائے بد بریش خاوند وہ قول اسی کے قائل کے منہ پر مارا جائے گا۔ اعتقادیات میں قرآن وحدیث سے قطعی ثبوت پیش کرنا ضروری ہے کسی بے دلیل قول شاذ ونادر کی تقلید کسی مذہب سنی میں جائز نہیں ہے۔

## مرزائی پارٹی سے سوال

دین اسلام اور امام مہدی علیہ السلام کی عالی شان سے جبر واکراہ کا دھبہ مٹانا اور مخالفین اسلام کی بدگمانی اسلام سے اٹھانا اور غیر اسلامی سلطنت کا اسلامی سلطنت کی نسبت خیال مزاحمت بے جا ومداخلت ناروا کو دور کرنا اور اسلام کی روحانیت اور آمد مہدی کی برکت وکرامت کا خیال موافق ومخالف کے دلوں میں جمانا اس بیان ودعویٰ سے بآسانی اور بے تکلفی سے ہوسکتا ہے، جو ہم نے کیا اور اس کو ثابت کر دکھایا ہے یا اس طریق کے اختیار کرنے سے جو تمہارے لیڈر وپیغمبر نے اختیار کیا تھا کہ آنے والا مہدی میرے سوا (جو جہاد کو مطلق حرام جانتا ہوں اور گورنمنٹ کی تعریف میں شب وروز زبان سے اور قلم سے لگ رہا ہوں) اور کوئی نہیں ہے۔ کیا اس بات کو کروڑہا مسلمانوں نے جو آمد مہدی کے منتظر تھے، مان لیا اور ان کے مان لینے سے وہ خیال جو مسلمانوں کی طرف سے مخالفین اسلام کو تھا، جاتا رہا۔ نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔

مٹھی بھر مرزائیوں نے زبان سے (نہ دل سے) اس بات کو مان بھی لیا ہے تو اس سے تمام اسلامی دنیا پر کیا اثر ہوسکتا ہے۔ اس سوال کا مرزائی کچھ جواب نہ دیں (اور ہرگز نہ دے سکیں گے) تو ہمارے اسلامی بھائی ہی اس کا بھی جواب دیں اور انصاف سے کہیں کہ اسلامی دنیا کے خیالات پر مرزا کا طریق ودعویٰ مؤثر ہوسکتا ہے یا ہمارا خیال، جس کو ہم نے اسلامی دنیا کے مسلمہ ومستند کتابوں سے بتایا اور ثابت کر دکھایا ہے۔

## مرزائیوں کے ایک اعتراض کا جواب

کوئی مرزائی یا ان کے عقائد مخالفہ اسلام سے ناواقف کوئی ان کا حمایتی شاید یہ اعتراض کرے کہ اس مضمون میں جو مرزا کی کتاب (دافع الوساوس ص۶۰۱) کی عبارت نقل کر کے مرزا اور اس کے خلیفہ اور دیگر پیروان کی طرف سے گورنمنٹ کو بدظن کیا گیا ہے، یہ ایک مسلمان فرقہ پر حملہ ہے جو ایک مسلمان کی طرف سے نہ ہونا چاہئے تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ایفنسو (پیش قدمی سے) حملہ نہیں ہے، بلکہ ڈیفنسو (جوابی) حملہ ہے۔ اس نے تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو جو آمد مہدی کے قائل ہیں اس اعتقاد کی وجہ سے گورنمنٹ کا باغی و بدخواہ قرار دیا اور ہز میجسٹی امیر صاحب کابل کو جو گورنمنٹ کے سچے اور وفادار دوست ہیں، ان ہی میں شامل کیا تو اس کے جواب و ڈیفنس میں یہ جملہ لکھا گیا۔

اس ڈیفنسو جملہ کو کوئی ڈیفنسو حملہ سمجھے تو اس کی بھی ہم کچھ پرواہ نہیں ہے جو کچھ اس نے مخالف مذہب اشخاص کی نسبت (جس میں گورنمنٹ بھی داخل ہے) اپنا خیال اس عبارت دافع الوساوس میں ظاہر کیا تھا چونکہ وہ ایک غلط اور مذہب اسلام کے مخالف خیال تھا۔ لہٰذا ہمارا مذہبی اور منصبی فرض تھا کہ ہم اس خیال کی غلطی ظاہر کرتے اور اسلام اور مسلمانوں کو اس سے بری کرتے سو ہم نے ادا کیا۔

جس شخص کو مرزا کے حملہ میں جو ہز میجسٹی امیر صاحب افغانستان پر اس نے کیا تھا شک ہے وہ (اشاعۃ السنۃ ج۲۱ ص۴۴۶) ملاحظہ کرے اور جس کو باقی تمام مسلمانوں پر اس کے حملہ کرنے میں شک ہو وہ اس کا رسالہ کشف الغطاء اور اشتہارات متعلق پیشین گوئی ۱۱/ نومبر ۱۹۰۸ء ملاحظہ کرے۔ رسالہ (کشف الغطاء ضمیمہ، خزائن ج۱۴، ص۲۱۸) وہ لکھتا ہے: ”اگر اس کے ہم جنس مولویوں سے جیسے مولوی احمد اللہ امرتسری، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی عبدالجبار امرتسری، مولوی محمد بشیر بھوپالی، مولوی عبدالحق دہلوی، مولوی ابراہیم آروی، مولوی عبدالعزیز لدھیانوی اور خاص کر مولوی نذر حسین دہلوی استاد محمد حسین سے حلفاً پوچھا جائے کہ تم لوگ مہدی موعود کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہو، لڑائیوں کے لئے آنے والا ہے یا نہیں۔“ اسی طرح اس نے تمام رسائل میں تمام مسلمانوں پر حملہ کیا ہے کہ وہ خونی مہدی کے منتظر ہیں۔

(اشاعۃ السنۃ ج۲۲ نمبر۳ تا ۵ ص۷۳ تا ۱۵۶)

# حاشیہ جات

۱؎ ان ہی مصالح مذہبی کی نظر سے وہ مفصل بحث جس کا وعدہ (ج ۷و۹و۱۱) میں دیا گیا تھا اب تک پورا نہ ہوا، اس مضمون نے اس بحث تفصیلی سے ہم کو......

۲؎ اس شہتیر کے ٹوٹ جانے کی قادیانی اپنے انجام کو سوچ کر خود پیش گوئی کر چکا تھا جو امت محمدیہ پر رحم فرما کر خدائے تعالیٰ نے پوری کر دی۔

۳؎ دیکھو الحکم (نمبر ۵۲و۵۵و۶۰) مطبوعہ ۳۰؍ستمبر ۲۲، ۱۲و۱۸؍دسمبر ۱۹۰۸ء وغیرہ۔

۴؎ مرزا جس خاندان سے پیدا ہوا اس کے تقدس سے قادیان، بٹالہ، گورداسپور کے لوگ جو اس کے باپ بھائیوں کو دیکھ چکے ہیں، بخوبی واقف ہیں۔ مرزا کے باپ کا کوئی سنی مذہب نہ تھا، نہ احکام مذہب نہ روزہ حج زکوٰۃ کا وہ پابند تھا، اس کا ایک حقیقی بھائی عیاشی میں ایسا مستغرق ہوگیا تھا کہ اس کا بدن وخون بگڑ گیا تھا اور ناک بیٹھ گئی تھی۔ ایک بھائی ہلاک خوروں کا پیشوا بن کر مسلمانوں سے الگ ہوگیا تھا۔ ایک اپنی عضو تناسل کو کاٹ کر ہیجڑا بن بیٹھا تھا۔

اسی خاندان سے جس پر یہ مصرع صادق آتا ہے: ’’ایں خانہ ہمہ آفتاب است‘‘

پیدا ہو کر اس کا دعویٰ کہ میں مسیح موعود ہوں، میں نبی ہوں، میں مہدی ہوں، کس قدر لغو تھا۔

’’اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ‘‘

۵؎ صحیح مسلم (ص ۴۰۵) ملاحظہ ہو۔

۶؎ اس حدیث صحیح مسلم اور اس حدیث بخاری کے جو اس کے بعد منقول ہوئی ہے۔ صریح الفاظ ناطق ہیں کہ دجال کی آگ اور پانی صرف دیکھنے میں آگ اور پانی ہوں گے نہ درحقیقت۔ بلکہ حقیقت میں ان کا عکس ہوگا۔ آگ پانی ہوگا اور پانی آگ۔

اور یہ امر اس پر قطعی دلیل ہے کہ دجال کے افعال صرف شعبدہ بازی اور مسمریزم یا سحر کی قسم سے ہوں گے جو بشہادت قرآن صرف دوسرے کے خیال میں صورت پذیر ہوتے ہیں) ’’یخیل الیہ من سحرھم انھا تسعی (طٰہٰ:۶۶)‘‘ اور وہ افعال قلب حقائق کی تاثیر نہ رکھیں گے۔ (جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزے قلب حقائق کرتے، لاٹھی کو سانپ اور نار کو گلزار بنا دیتے) بلکہ ان افعال دجال کے برخلاف وبرعکس مومنوں کی کرامت اور کافروں کی اہانت کے لئے حقائق وجود پذیر ہوں گے۔

خدا تعالیٰ دجال کی خیالی آگ کو (جو مسمریزم سے وہ لوگوں کو دکھائے گا) مومنوں کی کرامت کے لئے درحقیقت پانی بنادے گا اور اس کے خیالی پانی کو (جو اپنے پیروان کفار کی آنکھ میں مسمریزم کی تاثیر سے متمثل کردے گا) ان کافروں کو ذلیل اور معذب کرنے کے لئے درحقیقت آگ بنادے گا۔

اسی قسم سے اس کا آسمان سے مینہ برسانا اور زمین سے سبزیاں اگانا، جانوروں کو موٹا کر کے دکھانا۔ زمین سے خزانے نکالنا ہوگا۔ دیکھنے میں سب کچھ ہوگا اور حقیقت میں کچھ نہ ہوگا اور بعض اشیاء میں شیطانی تمثل ہوگا۔ شیطان ان چیزوں کی صورت اختیار کر کے دکھائے گا۔

اسی قسم کے افعال اس زمانہ کے یوروپین مسمریزیسٹ اپنے تماشوں میں بہت کر دکھاتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک انگریز نے اپنے تماشہ میں حاضرین کے خیال میں یہ صورت جمادی کہ اس نے سب حاضرین جلسہ کی جیب گھڑیاں لے کر ان کو ہاون (کونڈا) دستہ میں کوٹ کر چور کر دیا ہے پھر ان کو ایک بندوق میں بھر کر چلا دیا۔ پھر وہ گھڑیاں ویسی کی ویسی دیوار سے لٹک رہی ہیں۔ جو درحقیقت کچھ نہ تھا جو تھا خیال تھا۔

دجال کے افعال میں ان مسمریزیسٹ ساحروں کے افعال سے بڑھ کر یہ بات بھی خدا کی طرف سے پائی جائے گی کہ اس کے افعال کے برخلاف وبرعکس حقائق پیدا ہوں گے، جو مسمریزیسٹ ساحروں کے افعال سے نہیں ہوتے۔ جن سے مومنوں کی کرامت اور کافروں کی اہانت مقصود ہوگی۔

ہماری اس تقریر سے خوارج وجہمیہ، معتزلہ، منکرین وجود دجال اور جبائی معتزلی وغیرہ منکرین افعال دجال کے اس شبہ کا اگر دجال سے ایسے افعال صادر ہونے ممکن ہوں تو پھر خوارق ومعجزات انبیاء کا کچھ اعتبار نہیں رہتا (جو اشاعۃ السنہ نمبر۵، ج۱۳، ص۲۵۸ میں منقول ہے) ایک یہ جواب بھی ادا ہوا کہ ان افعال میں قلب حقائق (جو معجزات انبیاء میں پایا جاتا ہے) نہ پایا جائے گا، بلکہ وہ مسمریزمی اثر ہوگا، جو صرف دوسرے کے خیال میں پایا جاتا ہے ومع ہذا ان افعال کے برعکس وبرخلاف حقائق واقعیہ کا اثبات ہوا، جس نے اس جواب کو مذہب جبائی وغیرہ معتزلہ سے جو ان افعال کو صرف تخیلات بلاحقائق کہتے ہیں، ممتاز کر دیا۔ وللہ الحمد!

۷ مرزائیو! کہو اب تو میں نے آمد (امام مہدی کی نسبت اپنا دلی اعتقاد صاف صاف الفاظ میں بیان کر دیا ہے اور باوجود بار بار اظہار اس امر کے کہ ’’احادیث متعلقہ امام مہدی صحیح نہیں ہیں اور اعلیٰ طبقہ

کتب حدیث امام مہدی کے اس لقب (مہدی) و نام واوصاف کے بیان سے جوسنن اربعہ میں پایا جاتا ہے، ساکت ہے۔'' صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ میں آمد امام کا جوحضرت مسیح سے پہلے آئیں گے معتقد وقائل ہوں۔ اس سے تمہارا وہ الزام دورخی جوریویو آف ریلیجنز نمبر جلد میں تم مجھ پر لگا چکے ہو، باطل ورفع ہوا؟ یا اس میں کچھ کسر رہ گئی ہے؟

ظالمو! میں نے کب اور کہاں کہا تھا کہ میں آمد امام مہدی کا منکر ہوں اور کب اور کہاں اس کے برخلاف اعتقاد آمد امام مہدی کا زبانی یا قلم سے اظہار کیا تھا۔ پھر دورخی کجا؟ اور اس کا الزام کیسا؟ کچھ تو انصاف کرو اور شرم وحیا سے کام لو۔ انصاف کے دشمنو میں نے جو اشاعۃ السنۃ ج۷ و۹ و۱۱ وغیرہ میں امام مہدی کی آمد کی نسبت انکار نقل وبیان کیا ہے تو وہ نہ تو اپنی طرف سے نقل کیا ہے اور نہ کل مسلمانوں کی طرف سے بلکہ وہ صرف بعض مسلمانان زمانہ سابق وحال کی طرف سے نقل کیا ہے۔

(اشاعۃ السنۃ ج۷ص۳۵۸) میں میرے یہ الفاظ پڑھو: ''اس وقت کے مسلمانوں سے کوئی اس کا قائل ہے، کوئی منکر۔'' اور (ج۹ص۴۹) میں میرے یہ الفاظ آنکھ کھول کر دیکھو۔ ''ابن خلدون حضرمی اور بعض اہل حدیث زمانہ سابق وحال مہدی سے منکر بھی ہیں۔'' اور (ج۱۱ص۳۱) میں ان الفاظ پر نظر ڈالو۔ ''جولوگ مہدی کو نہیں مانتے ہیں الخ!'' اور پھر خدا سے ڈر کر کہو کہ کیا ان الفاظ میں اعتقاد عام مسلمانوں کا یا خاص کر میرے اعتقاد کا اظہار پایا جاتا ہے۔ نہیں نہیں، ہرگز نہیں اور جو صفحات مذکورہ میں اور (ج۱۱ص۲۲) میں عدم صحت وقوع آمد مہدی کی نسبت دعویٰ کیا گیا ہے اور اس کے ثابت کرنے کا وعدہ دیا گیا ہے وہ بھی خاص کر ان صفات وحالات واسم ولقب (مہدی کی نسبت تھا جن کا ذکر سنن اربعہ میں وارد ہے اور صحیحین ان کے ذکر سے ساکت ہیں)

(ج۷و۹) کے صفحات مذکورہ میں ہمارے یہ الفاظ پڑھو، ''مہدی کی خبر وپیش گوئی سے اعلیٰ طبقہ کتب حدیث (بخاری ومسلم) ساکت ہے۔'' (ج۷،ص۳۵۵) ''اعلیٰ طبقہ کتب حدیث (بخاری ومسلم) مہدی موعود کے ذکر وبیان سے ساکت ہے۔ دوسرے طبقہ کی کتابوں میں جو اس مضمون کی حدیثیں پائی جاتی ہیں۔ وہ غوائل حرج سے خالی نہیں ہیں۔ قاضی ابن خلدون حضرمی نے اپنی کتاب العبر میں ان احادیث کو ایک ایک کرکے رد کردیا ہے۔'' (ج۹،ص۴۹) ''ان صریح اور صاف کے ہوتے تمہارا یا کسی اور کا میرے نقل

انکار و جرح احادیث مذکورہ سے یہ سمجھ لینا کہ میں اس امام کے قبل از مسیح آنے سے جس کا ذکر بخاری و مسلم کی احادیث صحیحہ اتفاقیہ میں آچکا ہے، منکر ہوں۔ اور میں نے اپنے انکار کا اظہار رسالہ یا فہرست انگریزی پولیٹیکل مضامین رسالہ میں کیا ہے۔ تمہارا کذب و بہتان وافترا و اتہام نہیں تو اور کیا ہے، رسالہ کے صفحات مذکورہ ہر ایک اردو خواں دیکھ سکتا ہے اور صحیحین کی اتفاقیہ صحیح حدیثیں متعلق آمد امام قبل از مسیح علیہ السلام جن کے دست آویز سے میں اور تمام سنی اہل حدیث آمد امام ممدوح کے قائل ہیں۔''

اہل حدیث کہلانے والے اور صحیح بخاری و مسلم کی احادیث کو صحیح ماننے والے اور اپنے عمل واعتقاد میں احادیث ان کتب کو دستور العمل بنانے والے لوگوں میں سے ایک بھی ایسا نہیں اور نہ ہوگا، جو ان احادیث میں وارد اور مذکور امام و امیر کے نزول حضرت مسیح کے پہلے آنے سے انکار کرتا ہو۔ ان احادیث میں گو اس امام و امیر کو مہدی کے خطاب سے یاد نہیں کیا گیا اور ان کے نام اور ان کے صفات سے جو سنن اربعہ وغیرہ میں وارد ہیں تعرض نہیں کیا گیا۔ مگر اہل سنت اہل حدیث اسی امام کو امام مہدی تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ خداتعالیٰ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہونے کی وجہ سے اس لقب و خطاب کے اور ہدایت یافتہ اولیاء اللہ سے زیادہ مستحق ہیں۔

پھر اس امام مہدی کی آمد سے انکار کرنے کو تم لوگوں کا یا کسی اور کا اس خاکسار کی طرف منسوب کرنا افتراء نہیں تو اور کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب تمہارے جعلی امام مہدی و فرضی و خیالی مسیح نے اپنی ایک جھوٹی پیش گوئی ۲۱ / نومبر ۱۸۹۹ء (مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج ۳، ص ۱۹۲) کو سچ بنانے کے لئے یہ جعل سازی و دجالی چال بازی کی کہ اپنے دو خلیفوں ڈاکٹر اسماعیل خان اور مرزا خدا بخش کو بعض علماء پنجاب و دہلی کے پاس ان کو یہ سوال سکھا کر بھیجا کہ مرزا غلام احمد قادیانی منکر آمد مسیح ہے اس کے حق میں علماء اسلام کیا فتوی دیتے ہیں اور یہ مکر سکھایا کہ تم نے علماء کے سامنے مجھے منکر مہدی بنا کر میرے حق میں فتویٰ حاصل کرنا۔

پھر جب ان علماء نے اس انکار کے سبب اس پر فتویٰ کفر و بدعت لگایا تو اس نے فہرست انگریزی مضامین اشاعۃ السنۃ میں میرا احادیث متعلقہ امام مہدی مذکور سنن اربعہ کو ضعیف کہنا اور بعض علماء اسلام سے ایسے امام کی آمد سے انکار نقل کرنا دیکھ کر بزعم فاسد خود مجھے بھی اپنی طرح منکر مہدی قرار دیا اور وہی فتوی جو اس پر لگایا تھا مجھ پر چسپاں کر دیا۔

تو اس پر میں نے ان ہی علماء سے استشہاد کیا کہ کہ آپ لوگوں نے میرے کسی کلام یا تصنیف میں

آمد مہدی سے میرا انکار پایا ہے اور وہ فتویٰ مجھ پر لگایا ہے تو سب نے بالاتفاق یہ جواب دیا کہ ہم نے تمہارے کلام میں نہ انکار پایا اور نہ تم پر وہ فتویٰ لگایا گیا ہے۔ بلکہ ہمارے پاس تو مرزاغلام احمد کا منکر مہدی ہونا بیان کیا گیا تھا اوراسی پر ہم نے وہ فتویٰ لگایا ہے اورازانجملہ خاص کرایک مفتی (مولوی رشید احمد صاحب مرحوم گنگوہی) نے تو بایں الفاظ اس انکار سے خاکسار کو بری کیا تھا'' اور چونکہ مہدی موعود کا ہونا صحیح مسلم سے ہی ثابت ہے،تو بندہ کا ہرگز گمان نہیں کہ مولوی محمد حسین نے اس سے انکار کیا ہو۔''

اس جعل سازی ودجالی چالبازی کی تفصیل رسالہ ''مسلمانوں کی حلفی شہادت'' میں چھپ کر مشتہر ہوئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ باعتراف قادیانی علماء اہل افتاء نے وہ فتویٰ مرزا پر لگایا تھا، نہ اس خاکسار پر۔

الحاصل میں آمد اس امام کا جو حضرت مسیح کے پہلے آویں گے اور مسلمانوں کے امام ہوں گے قائل ہوں اوران کی آمد سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا اور نہ ہی اس کا کبھی اظہار کیا ہے مرزائیوں کا مجھ پر الزام دورخی محض اتہام ہے۔اب میں نے نقارہ کی چوٹ کے ساتھ اپنا اعتقاد آمد امام مہدی کی نسبت ظاہر کردیا ہے۔مگر ساتھ ہی اس کے نقارہ ہی کی چوٹ کے ساتھ اس امر کا اظہار بھی کردیا ہے کہ حضرت امام مہدی حضرت مسیح کی طرح آسمانی نشانات اورروحانی برکات سے دین اسلام تمام دنیا میں پھیلائیں گے وہ تیر تلوار اور خونریزی سے کام نہ لیں گے۔اس لئے ان کی آمد کسی سلطنت کے لئے (غیر اسلامی کیوں نہ ہو) پولیٹیکل خطرہ کا محل نہیں ہے۔اس کی مزید تشریح آخر مضمون میں ہوگی۔

۸ ریویو آف ریلیجنز ۱۹۰۸ء میں ایک پیرو قادیانی نے اس حدیث کو زبردست دلیل قرار دیا ہے۔ مگر اس حدیث کی جرح کا کوئی جواب نہیں دیا۔معلوم ہوتا ہے کہ وہ علم حدیث سے محض ناواقف ہے۔

۹ جہاد کو مطلق حرام سمجھنا مسلمان کا کام نہیں ہے، جہاد اسلام کا ایک رکن اور قطعی فرض ہے مگر ہاں وہ ایسی شرائط سے مشروط ہے، جیسی نماز وروزہ وحج وزکوٰۃ کے واسطے شرائط ہیں۔مثلاً نماز کے واسطے وضوء روزہ کے واسطے عورت کا حیض سے پاک ہونا۔حج وزکوٰۃ کے واسطے مال دار ہونا وعلیٰ ہذا القیاس!

اوران شرائط کی تفصیل ہمارے رسالہ اقتصاد فی مسائل الجہاد (اردو، فارسی، انگریزی) میں ہوچکی ہے۔ان ہی شرائط سے ثابت کیا گیا ہے کہ مذہبی جہاد ان مخالفین اسلام سے جائز نہیں جو مذہب اسلام

سے تعرض نہ کریں اور مسلمانوں کو مذہب کی وجہ سے نہ ستاویں اور مسلمانوں کے ساتھ ان کو امن دے کر یا ان سے امن لے کر یک جا رہتے یا راستہ چلتے ہوں۔

۱۰ حاطب اللیل وہ کہلاتا ہے جو رات کے وقت ایندھن لاتا ہے اور اندھیرے کے سبب سے سوکھی گیلی ہر قسم کی لکڑی بھر لاتا ہے ایسے حضرات اور ان کی تصانیف کے حق میں شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم نے رسالہ عجالہ نافعہ کے (ص۷) میں فرمایا ہے وطبقۃ رابعہ احادیثے کہ نام ونشان آنہا در قرون سابقہ معلوم نبود ومتاخران آنرا روایت کردہ اند پس حال آنہا از دوشق خالی نیست یا سلف تفحص کردند وآنہارا اصلی نیافتند مشغول بروایت آنہا میشدند یا یافتند ودراں قدحے وعلتے ...... کہ باعث شد ہمہ آنہارا برترک روایت آنہا وعلی کل تقدیر ایں احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملی بآنہا تمسک کردہ شود ونعم ما قال بعض الشیوخ فی امثال ھذا شعر:

فان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ  وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

وایں قسم احادیث را بسیاری محدثین زدہ است وبجہت کثرت طرق ایں احادیث کہ دریں قسم کتب موجودند مغرور شدہ حکم بتواتر آنہا نمودہ ودر مقام قطع یقین بدان تمسک جستہ برخلاف احادیث طبقات اولی وثانیہ وثالثہ مذہبی برآوردند ودریں قسم احادیث کتب بسیار مصنفہ شدہ اند۔ برخے بشماریم کتاب الضعفاء لابن حبان وتصانیف الحاکم، کتاب الضعفا للعقیلی، کتاب الکامل لابن ابی عدی، تصانیف ابن مردویہ، تصانیف خطیب، تصانیف ابن شاہین، تفسیر ابن جریر، فردوس دیلمی، بلکہ سائر تصانیف او تصانیف ابی نعیم تصانیف جوزقانی، تصانیف ابن عساکر، تصانیف ابوالشیخ، تصانیف ابن نجار وبیشتر مسابلہ ووضع احادیث درباب مناقب ومثالب ودر تفسیر وبیان اسباب نزول ودر باب تاریخ وذکر احوال بنی اسرائیل وقصص انبیاء سابقین وذکر بلدان واطعمہ اشربہ وحیوانات واقعہ شدہ ودر طب ورقے وعزائم ودعوات وثواب نوافل نیز ایں حادثہ رو دادہ۔ ابن الجوزی در موضوعات خود غالب ایں احادیث را مجروح ومطعون ساختہ دلائل وضع وکذب آنہارا مبرہن نمودہ کتاب تنزیہۃ الشریعۃ در دفع فائلہ ایں احادیث کافی ست واکثر مسائل نادرہ مثل اسلام ابوین آنحضرتﷺ در روایات مسح الرجلین از ابن عباس وامثال ایں نوادر از ہمیں کتب مے برآید ومایہ تصانیف شیخ جلال الدین سیوطی در رسائل ونوادر خود ہمیں کتابہا ست۔ واشتغال باحادیث ایں کتب واستنباط احکام ازاہنا لاطائل می نمائند ومع ہذا اگر کسے را رغبت تحقیق ایں کتب باشد میزان الضعفا ذہبی

ولسان المیز ان ابن حجر عسقلانی برائے احوال رجال ایں کتب بکارش مے آید۔

۱۱۔ بانی مذہب فرقہ مرزا غلام احمد نے اپنی جھوٹی پیش گوئی ۲۱رنومبر کو سچ بنانے کے لئے جو اشتہارات ۳رجنوری ۱۸۹۸ء (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۹۸) اور پھر مرزانے ضمیمہ براہین پنجم (ص۱۸۷، خزائن ج۲۱ ص۳۵۶) میں لکھا ہے ''میں بھی کہتا ہوں کہ مہدی موعود کے بارے میں جس قدر حدیثیں ہیں تمام مجروح ومخدوش اور ایک بھی ان میں سے صحیح نہیں (۱۹۱) جس قدر افتراء ان حدیثوں میں ہوا، کسی اور حدیث میں ایسا افتراء نہیں ہوا۔''

الف...... اور رسالہ حقیقت المہدی کے سرورق کے (ص، خزائن ج۱۴، ص۴۲۹) میں لکھا ہے ''جو میرا اور میری جماعت کا عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ اس قسم کی تمام حدیثیں جو مہدی کے آنے کے بارے میں ہیں، ہرگز قابل وثوق وقابل اعتبار نہیں ہیں''۔ اوراس فرقہ کے ایک وکیل نے ریویو آف ریلیجز نمبر(۸، ج۷ کے ص۲۵، ۲۶) میں لکھا ہے کہ ''مہدی کے متعلق ایک کثیر تعداد ایسی احادیث وروایات کی ہے جو اعتبار کی رو سے بہت گری ہوئی ہیں۔'' اوراس کے (ص۳۲۶) میں لکھا ہے ''ان احادیث کے معتبر یا غیر معتبر ہونے کے متعلق اس امر سے یہی نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ صحیحین (صحیح بخاری وصحیح مسلم) میں مہدی کا کوئی باب نہیں رکھا گیا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم نے ان احادیث کو ایسے درجہ صحت پر نہیں پایا کہ ان کو اپنی تصانیف میں جگہ دیتے۔

صرف راویوں کے لحاظ سے ہی احادیث مہدی مجروح نہیں، بلکہ احادیث اور روایات بھی خود اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ اس قابل نہیں کہ ان کو معتبر قابل قبول تسلیم کرلیا جاوے۔ کیونکہ وہ اختلاف سے بھری ہوئی ہیں، مہدی کے نام کے متعلق اختلاف ہے اس کی نسب کے متعلق اختلاف ہے اس کے مکان وزمان ظہور میں اختلاف ہے، اس کے زمانہ خلافت میں اختلاف ہے۔ پھران اختلافات کو بتفصیل بیان کیا اور بزعم خود اس کا ثبوت دیا اوراس کے پرچہ ۱۱رستمبر ۱۹۰۹ء (ج۷ کے ص۳۵) میں کہا ہے کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم کتب حدیث میں اول نمبر شمار کی جاتی ہیں۔ اس اعتراف صحت احادیث بخاری ومسلم ناظرین یاد رکھیں یہ نتیجہ میں بہت کارآمد ہے۔

۱۲۔ ان کا دلی اعتقاد وہی ہے جو اس کی کتاب دافع الوساوس کے (ص۶۰۱) سے نقل کیا گیا ہے۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

# مفتح الکلام ومقطع الخصام

فی

# اثبات الحیوۃ والمجیئ للمسیح علیہ السلام

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

**الحمد للہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ سیدنا محمد سید الانبیاء والہ وصحبہ اھل التقی!**

امابعد! حضرت مسیح علی نبیا علیہ السلام کی حیات ومماۃ اور دوبارہ آمد کے متعلق بہت سے رسائل ومضامین شائع ہوچکے ہیں مگر جو رسالہ یا مضمون اس باب میں شائع ہوا ہے، اس میں فروعی بحث ہوئی ہے۔ جانبین کے دلائل قرآن وحدیث میں فریقین نے مسابقت کی۔ لیکن کبھی اصولی بحث کی طرف رجوع نہ کیا اور ایسے اصول سے تعرض نہ کیا، جن کے پابند ہوکر فریقین ان دلائل سے استدلال کرتے۔ اور وہ اصول ان کے نزدیک اصول موضوعہ یا علوم متعارفہ قرار پاکر ان کے پیش کردہ دلائل کو مفہم اہل تسلیم یا مفحم خصم بنادیتے ہیں اور ان کا جھگڑا ختم ہوجاتا ہے۔

فریقین میں اصول مسلم نہیں ہوتے، تب ہی ایک آیت اور ایک ہی حدیث کے معنی ایک فریق کچھ کرتا ہے اور دوسرا فریق کچھ اور کرتا ہے اور آئے دن پرانے جھگڑے نئی صورت اور نئی رنگ وڈھنگ سے پیش کئے جاتے ہیں۔ خاکسار علماء سلف کے زلہ خوار نے اس سے پہلے تین دفعہ چاہا تھا کہ حضرت مسیح ابن مریم علی نبینا علیہ السلام کی حیات ومماۃ اور ان کی آمد ثانی پر مرزا اور مرزائیوں سے اصولی بحث کرے۔

دفعہ اول ماہ فروری ۱۸۹۱ء میں مرزا کے جانشین حکیم نورالدین سے میں نے یہ تمہید اصول مباحثہ کرنا چاہا اور بمقام لاہور منشی امیرالدین مرحوم کے مکان پر ہمارا اور ان کا نصف دن تک مکالمہ ہوا۔ جس میں حکیم نورالدین کے سامنے میں نے تئیس اصول پیش کر کے تسلیم کرالئے۔ ازانجملہ (اصل یا بمحاورہ عام) اصول اول یہ تھا کہ کتاب وسنت اتفاقی حجج شرعیہ ہیں۔

دوسرا اصل یہ تھا کہ سنت سے وہ اقوال وافعال (لائق اقتداء) اور تقریرات نبویہ مراد ہیں جو کتب حدیث میں مروی ہیں۔ تیسرا اصول یہ کہ کتب حدیث سے صحیحین بلاوقفہ ونظر سنت نبویہ کے مثبت وشاہد ہیں۔ چوتھا اصل یہ کہ حدیث بخاری ومسلم میں اگر تعارض ہو تو حدیث بخاری مقدم ہے۔ ان اصول اربعہ کو سن کر حکیم صاحب نے یہ صاف الفاظ کہہ دیئے تھے کہ یہ اصول مسلم ہیں۔ حکیم صاحب کا ان اصول کو تسلیم کرنا اختیاری تھا، نہ اضطراری۔ اس

پر روشن دلیل یہ ہے کہ اس وقت سے اس وقت تک جس پر تیئیس برس گزر گئے ہیں وہ اس تسلیم پر قائم ہیں اور صحیح بخاری کی احادیث کو مثبت سنت نبویہ سمجھ رہے ہیں۔

چنانچہ صحیح بخاری کے طاعنون سے یہ سوال آپ نے کیا ہے جو اخبار اہل حدیث ۳؍جنوری ۱۹۱۳ء میں شائع ہوا ہے۔ اس اخبار کے (ص۳) میں ہے:

صحیح بخاری اور حکیم نورالدین صاحب خلیفہ قادیانی: حکیم صاحب ایک خط میں لکھتے ہیں، جناب مولوی فاضل صاحب السلام علیکم میں نے اہل فقہ سے دریافت کیا تھا، بخاری جیسی کتاب معتبر نہیں، تو بقیہ کتب احادیث کس قطار وشمار میں ہیں اور پھر کتب اصول فقہ حنفیہ نے بعد کتاب اللہ سنت سے استدلال کا ارشاد کیا ہے، تو اب دریافت طلب امر ہے کہ سنت کو کس جگہ سے لیں کیا آپ اس سوال کو پوچھ سکتے ہیں۔ نورالدین ۱۲؍دسمبر ۱۹۱۲ء قادیان۔

اس سوال سے ثابت ہے کہ دوسری اور تیسری اصل کا آپ کو اب تک اختیاری اعتراف ہے ورنہ ایک منکر صحیح بخاری سے یہ سوال نہ کرتے۔ کل میرے نام حکیم صاحب کا خط مؤرخہ ۲۵؍فروری ۱۹۱۳ء آیا ہے۔ اس میں آپ لکھتے ہیں ’’البخاری اصح الکتب بعد کتاب اللہ حق و صدق‘‘ (دستخط) نورالدین ۲۵؍فروری ۱۹۱۳ء

یہ بھی اس اختیاری اعتراف پر روشن دلیل ہے۔ وازانجملہ آٹھواں اصل (یا بمحاورہ عام) اصول یہ تھا کہ الفاظ کتاب اللہ اور حدیث کو ظاہری معنی پر حمل کرنا واجب ہے اوران کی تاویل بلادلیل قوی اور حجت قطعی جائز نہیں۔ کیونکہ یہ تاویل لغت اور شرع سے امان کی دافع ہے۔ اس اصول کو بھی حکیم صاحب نے مان لیا۔ مگر اس میں اتنا بڑھا دیا کہ اگر کسی پیشین گوئی یا خبر میں کوئی مجازی معنی مراد ٹھہرانا دلیل قوی سے ممکن ہو تو مجازی معنی استعارہ کے بھی لئے جائیں گے، خدا جانے اس اصول کو تسلیم کرنے کے بعد مجھ پر کیا پتھر ڈالو گے ((ج۱۳،ص۲۲) اشاعۃ السنۃ جوانہی دنوں چھپ کر شائع ہوگیا تھا اور حکیم صاحب اوران کے مرشد مرزا کی نظر سے گزر چکا تھا ملاحظہ ہو)

ازانجملہ نواں اصول یہ تھا کہ حقیقت، مجاز سے مقدم ہے اور حقیقت کے علامات یہ ہیں (۱) معنی لفظ کا متبادر (قریب الفہم) ہونا (۲) ایک امر (معنی) جائز پر لفظ کا اطلاق (بولا جانا) (۳) اس معنی سے حقیقت کی نفی کا صحیح نہ ہونا۔ اس اصول میں حکیم صاحب نے پہلے یہ عذر کیا کہ یہ اصطلاحات سلف سے کہاں مروی ہیں۔ جب اس کا جواب دیا گیا کہ جو

آپ نے لفظ استعارہ استعمال کیا ہے یہ سلف سے کہاں مروی ہے تو یہ جواب سن کر آپ دم بخود ہو کر اس اصول کو مان گئے۔

اور تیئسواں اصول یہ تھا، ابن مریم کا لفظ قرآن اور آنحضرت ﷺ کی کلام میں اور عام لوگوں کے کلام میں جب کبھی بولا جاتا تھا تو اس لفظ کے اصلی معنی کیا سمجھے جاتے تھے؟ آیا وہی حضرت ابن مریم اسرائیلی یا کوئی اور معنی بھی کسی کے خیال میں آتے تھے؟ اس اصول کے جواب میں حکیم صاحب نے کہا کہ قرآن مجید میں جہاں ابن مریم آیا ہے وہاں وہی عیسیٰ ابن مریم سمجھے جاتے ہیں اور احادیث میں جو ابن مریم بولا گیا ہے اس کی تشریح صحابہؓ کی جانب سے میں نے نہیں دیکھی کہ وہ اس کو مثیل ابن مریم سمجھتے تھے یا نبی بنی اسرائیلی مراد لیتے تھے۔

حکیم صاحب کا اس امر کو تسلیم کرنا قرآنی لفظ ابن مریم کے معنی ابن مریم سمجھے جاتے تھے۔ بعینہٖ اس امر کو تسلیم کرنا تھا کہ عیسیٰ ابن مریم اس لفظ سے ابن مریم کے حقیقی ہیں تو پھر اس امر سے ان کا تجاہل (جہل ظاہر کرنا) کہ صحابہ حدیث میں اس لفظ کے وارد ہونے پر اس لفظ سے عیسیٰ ابن مریم اسرائیلی مراد سمجھتے تھے یا کوئی مثیل ابن مریم۔ صحابہ کو (جو عرب عرباء تھے اور افصح الفصحاء اور الفاظ قرآن کے معنی حقیقی اور مجازی سے خوب واقف تھے) معانی الفاظ قرآن سے بے خبر ٹھہرانا اور خود اپنے مسلمہ اصول کا خلاف کرنا تھا۔

لہٰذا خاکسار نے اس تجاہل حکیم صاحب کو دور کرنے کی غرض سے یہ چوبیسواں اصول پیش کرنا اور بحوالہ ذکر آٹھویں اصول مسلمہ حکیم صاحب یہ کہنا چاہا تھا کہ جب بحسب اعتراف آپ کے قرآنی الفاظ میں ابن مریم کے معنی حقیقی حضرت مسیح اسرائیلی ہیں اور اصول ہشتم و نہم میں آپ مان چکے ہیں کہ ہر لفظ کا اس کے اصلی اور حقیقی معنی پر حمل کرنا واجب ہے اور بلاشہادت قرینہ قویہ اس کے مجازی معنی مراد لینے جائز نہیں تو ان دونوں مسلمہ اصول کا نتیجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی کلام میں بھی جو لفظ ابن مریم کا وارد ہوا ہے۔ اس کے معنی بھی صحابہ وہی معنی مسیح بن مریم کے سمجھتے تھے جو اس کے حقیقی معنی ہیں۔

مگر حکیم صاحب میرے منہ سے صرف اتنے الفاظ کہ آٹھویں اصول میں آپ تسلیم کر چکے ہیں کہ: ''احادیث و قرآن کے اصلی معنی'' سن کر مجلس سے اٹھ کر چلے گئے اور باوجودیکہ اس کے بعد نصف روز اور تمام شب لاہور میں رہے، مجلس مباحثہ میں نہ آئے۔ یہ

الفاظ سن کر آپ کو کامل یقین ہو گیا تھا کہ جس پتھر کے ڈالے جانے کا ہم نے اصل ہشتم کو تسلیم کرنے کے وقت خوف ظاہر کیا تھا وہ ہمارے سر پر آ ہی پڑا۔

اب اگر ہم اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ جہاں کہیں قرآن وحدیث میں لفظ ابن مریم وارد ہے وہاں اس لفظ کے حقیقی وظاہری معنی عیسیٰ علیہ السلام ہی مراد ہیں۔ تو ہمارے مذہب مرزائی کی بیخ وبنیاد اکھڑتی ہے اور اس مذہب کا تمام تار وپود ٹوٹ جاتا ہے اور اگر ہم اس لفظ کے معنی حقیقی کو چھوڑ کر تاویلی ومجازی معنی مراد ہونے کے مدعی ہوتے ہیں تو ہم کو بنا بر تسلیم اصول ہشتم ونہم اس معنی مجازی کے مراد ہونے پر کوئی دلیل قطعی اور قرینہ قوی پیش کرنا لازم آتا ہے اور واجب ہوتا ہے۔ جس کا وجود نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں ہے، نہ قرآن میں نہ حدیث میں، نہ دلائل عقلیہ میں، نہ مذاہب نقلیہ میں۔ لہٰذا اس پتھر سے بچاؤ کی بجز اس کے اور کوئی بھی صورت نظر نہیں آتی کہ یہاں سے فرار اختیار کریں۔

یہ سوچ کر آپ نے بہانہ تو یہ کیا کہ ہمیں جموں چلا جانا ضروری ہے اور مصرعہ:

خرجت من البازی علی سواء

پر عمل کر کے لاہور چھوڑ کر صبح کی گاڑی میں بجائے جموں جانے کے لدھیانہ کو سدھارے اور اس پتھر کے ڈالنے جانے کی شکایت اپنے مرشد صاحب مرزا قادیانی کی جناب میں پیش کر کے اس کے علاج وتدبیر کے خواستگار ہوئے۔ مرشد صاحب نے ان کو تسلی دی کہ تم بے فکر ہو جاؤ۔ میں اس مباحثہ کو ایک ہی لفظ سے ٹلا دوں گا اور ان اصول کو یونہی اڑا دوں گا۔ تم مزے اور چین سے جموں چلے جاؤ۔

خاکسار نے حکیم صاحب کے لدھیانہ پہنچنے پر ان کے مرشد کو اس مضمون کا تار دیا کہ تمہارے حواری نورالدین نے مباحثہ شروع کیا اور بھاگ گیا ہے، اس کو واپس کرو یا خود آؤ۔ ورنہ شکست یافتہ سمجھے جاؤ گے۔ اس تار کا جواب دوسرے روز خط میں یہ آیا کہ تمہارا ان کا مباحثہ ہی نہیں ہوا۔ میں خود مباحثہ کو آتا ہوں بشرط کہ تم منہ سے ایک لفظ نہ کہو، جو کہنا ہو بذریعہ ایک ہی تحریر کے پیش کرو، میں بھی اس کے جواب میں ایک ہی تحریر پیش کروں گا اور مباحثہ ختم ہوگا۔

پھر جب خاکسار نے اس شرط کا ناجائز ہونا اور مباحثہ سے گریز کا بہانہ ہونا ثابت کر کے دوسری دفعہ اصول تسلیم کرا کے ان سے مباحثہ کرنا چاہا اور اپنے خط نمبر ۲۰۰ مؤرخہ

۱۷ر اپریل ۱۸۹۱ء میں ان کو لکھا کہ میں قبل مباحثہ چند اصول آپ سے تسلیم کراؤں گا جیسے حکیم نورالدین سے تسلیم کرا چکا ہوں اور ضمیمہ خط میں لکھا کہ اگر آپ اصول کو مجلس مباحثہ میں تسلیم کرانے سے ڈریں اور حکیم صاحب کی طرح یہ کہیں کہ خدا جانے ان اصول کے تسلیم کرانے کے بعد مجھ پر کیا پتھر ڈالو گے تو میں ان اصول کو آپ کے پاس وہاں بھیج دوں، خوب سوچ کر اور سمجھ کر ان کو تسلیم کریں۔

تو اس کے جواب میں آپ نے خط ۲۰ر اپریل ۱۸۹۱ء میں صاف لکھ دیا کہ میں ان اصول کو محض لغو اور بیہودہ سمجھتا ہوں (حضرات ناظرین کسی مسلمان کی یہ تو شان نہیں کہ وہ کتاب وسنت کو اصل اصول ٹھہرائے یا احادیث صحیحین وغیرہ کتب حدیث کو مثبت سنت کہنے کو لغو اور بیہودہ کہے۔ قرآن وحدیث کے مقابلہ میں نیا دین کھڑا کرنے والے جو چاہیں، سو کہیں) آخر آپ نے ایک کارڈ بلا تاریخ میں اپنے آپ کو مباحثہ سے صاف چھوڑا لیا اور یہ لکھ دیا کہ آپ ازالہ اوہام کا رد لکھنا شروع کریں، لوگ خود دیکھ لیں گے۔ یہ کارڈ اور اس سے پہلے اور پچھلے خطوط جانبین اور اصول مباحثہ اشاعۃ السنۃ (ج۱۳ کے ص۱ سے ۲۰۰) تک منقول ہیں۔ (محاسبہ قادیانیت کی اوّل جلد میں بھی شائع شدہ ہیں۔ مرتب!)

ناظرین ان کو دیکھیں گے تو یقین کریں گے کہ خاکسار ابتداء سے اصول بحث کا خواہاں رہا اور یہ لوگ ان اصول کو پتھر گراں بار سمجھ کر ان سے گریزاں رہے۔ لدھیانہ کے زمانہ قیام میں مرزا نے لدھیانہ کے علماء کو مباحثہ کا اشتہار دیا اور اس پر مولوی محمد حسن صاحب مرحوم رئیس لدھیانہ کو مخاطب کیا، تو ان کے خطاب میں ان کی قلم سے خوش قسمتی سے یہ فقرہ بھی نکل گیا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو اپنی طرف سے مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کو بحث کے لئے وکیل مقرر کر دیں۔

اس کلمہ کو خاکسار غنیمت سمجھ کر اس مباحثہ کی تمنا میں لدھیانہ پہنچا اور تیسری دفعہ قبل از بحث اصول تسلیم کرا کے مرزا سے مباحثہ کے لئے تیار ہو گیا۔ تو جس منہ سے مرزا قادیانی نے ان اصول کو لغو اور بیہودہ کہا تھا اسی منہ سے اصول تسلیم کرانے کو مان لیا اور خدا خدا کر کے ایک مجلس میں ہمارا اور ان کا مقابلہ ہو گیا۔ بحث مسائل مقصودہ سے پہلے خاکسار نے وہی اصول ومسائل مطبوعہ پیش کئے جو حکیم صاحب سے تسلیم کرائے تھے۔ ازانجملہ میرا پہلا اور

تیسرا مسئلہ یا اصول یہ تھا کہ کیا کتاب اللہ اور سنت یعنی حدیث حجت شرعی ہیں اور کتب حدیث سے صحیحین بلاوقفہ سنت یعنی احادیث کی مثبت ہیں؟

آپ نے اس کے جواب میں کتاب اللہ کا حجت ہونا تو زبانی تو مان لیا مگر حدیث کے حجیت ماننے اور صحیحین کے مثبت احادیث کے ماننے سے گریز وفرار اختیار کرنا شروع کر دیا۔ سوال تو لفظ احادیث کی صحت وثبوت سے تھا اور آپ معنی احادیث کے پیچھے دوڑ پڑے۔

آپ کی تیسری تحریر کے الفاظ یہ ہیں کہ: ''کتاب اور سنت کے حجج شرعیہ ہونے میں میرا یہ مذہب ہے کہ کتاب اللہ مقدم اور امام ہے''۔ (مباحثہ لدھیانہ ص۹، خزائن ج۴ ص۱۱) (حضرات حاشیہ ص ہذا ملاحظہ ہو) جس امر میں احادیث نبویہ کے معنی جو کئے جاتے ہیں کتاب کے مخالف واقع نہ ہوں تو وہ معنی بطور حجت شرعیہ کے قبول کئے جاویں گے۔ لیکن جو معنی نصوص بینہ قرآنیہ سے مخالف واقع ہوں گے، ان معنی کو ہم ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ بلکہ جہاں تک ہمارے لئے ممکن ہوگا، ہم اس حدیث کے ایسے معنی کریں گے جو کتاب اللہ کے موافق ہوں گے۔

پھر چوتھی تحریر میں آپ نے لکھا ہے: ''میرے بیان کا خلاصہ یہ کہ ہر ایک حدیث خواہ بخاری کی ہو یا مسلم کی، اس شرط سے ہم کسی خاص معنی میں جو بیان کئے جاتے ہیں، قبول کریں گے کہ وہ حدیث ان معنوں کے رو سے قرآن کریم کے بیان سے موافق ومطابق ہو۔'' (مباحثہ لدھیانہ ص۱۱،۱۲، خزائن ج۴ ص۱۳،۱۴) پھر بہت سی فضول باتوں کے بعد کہا ہے کہ ''میرا مذہب یہی ہے کہ البتہ بخاری ومسلم کی حدیثیں ظنی طور پر صحیح ہیں۔ مگر جو حدیث صریح طور پر ان میں سے مبائن ومخالف قرآن کریم کے واقع ہوگی وہ صحت سے باہر ہو جائے گی۔''

(مباحثہ لدھیانہ ص۱۳، خزائن ج۴ ص۱۵)

پھر پانچویں تحریر میں آپ نے کہا ہے کہ: ''ائمہ حدیث جس طور سے صحیح اور غیر صحیح حدیثوں میں فرق کرتے ہیں...... وہ تو ہر ایک پر ظاہر ہے...... صوم وصلوٰۃ وحج وزکوٰۃ وغیرہ اعمال جو حدیثوں کے ذریعہ دریافت کئے گئے ہیں...... ان کے یقینی ہونے کا موجب یہ ہے سلسلہ تعامل ساتھ ساتھ چلا آیا ہے۔'' (مباحثہ لدھیانہ ص۲۳،۲۴، خزائن ج۴ ص۲۵،۲۶)

پھر کہا ہے: ''میرا مذہب مسلم اور بخاری کی نسبت یہ نہیں ہے کہ میں خواہ مخواہ ان کی کسی حدیث کو موضوع قرار دوں، بلکہ میں ہر ایک حدیث کو قرآن کریم پر پیش کرنا ضروری

سمجھتا ہوں۔ اگر قرآن کریم کی کوئی آیت صاف اور کھلے کھلے طور پر ان کے مخالف نہ ہوتو میں بسر وچشم اس کو قبول کروں گا بلکہ اگر مخالفت بھی ہوتو کوشش کروں گا کہ وہ مخالفت اٹھ جائے۔ لیکن اگر کسی طور سے وہ مخالفت دور نہ ہو سکے تو پھر البتہ کہوں گا کہ اس حدیث کے بیان میں کرنے میں تغیرّ الفاظ یا پیرایہ بیان میں کچھ فرق آ گیا ہوگا۔ یا جو کچھ کسی صحابہ نے بیان فرمایا ہوگا اس کے تمام الفاظ تابعی وغیرہ کے حافظہ میں محفوظ نہیں رہے ہوں گے۔ مگر اب تک تو مجھے ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ بخاری ومسلم کی کوئی حدیث صریح مخالف قرآن مجھ کو ملی ہو، جس کی میں کسی وجہ سے تطبیق نہ کر سکا۔ بلکہ جو کچھ بعض احادیث میں کچھ تعارض پایا جاتا ہے خدا تعالیٰ نے اس تعارض کے دور کرنے کے لئے بھی میری مدد فرمائی ہے۔‘‘

(مباحثہ لدھیانہ ص۲۴، خزائن ج۴ ص۲۶)

پھر بہت سی تطویل بلا طائل کے بعد کہا ہے: ’’میرا مذہب فرقہ ضالہ نیچریہ کی طرح نہیں کہ میں عقل کو مقدم رکھ کر قال اللہ قال الرسول پر کچھ نکتہ چینی کروں۔ ایسے نکتہ چینی کرنے والوں کو ملحد اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں، بلکہ میں جو کچھ آنحضرتﷺ نے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہم کو پہنچایا ہے اس پر ایمان لاتا ہوں۔‘‘ (مباحثہ لدھیانہ ص۲۸، خزائن ج۴ ص۳۰) نیچریوں کا اوّل دشمن میں ہوں۔ ان تحریرات کے جواب میں خاکسار کی طرف یہی سوال ہوتا رہا ہے کہ حدیث نبوی کے حجت ہونے اور احادیث بخاری ومسلم کے صحیح ہونے یا نہ ہونے کی نسبت قطعی جواب دو اور فضول باتوں سے تعرض چھوڑ دو۔ تو اپنی تحریر ششم میں میرے سوال کا مضمون بایں الفاظ...... بھی کیا کہ آپ کا سوال جو اس تحریر اور پچھلی تحریروں سے سمجھا جاتا ہے یہ ہے کہ احادیث، کتب حدیث خصوصاً صحیح بخاری وصحیح مسلم صحیح واجب العمل ہیں یا غیر صحیح و نا قابل عمل ہیں۔‘‘

مگر پھر بھی اس کا صاف اور قطعی جواب نہ آیا اور بہت ہی فضول باتوں کے ضمن میں اس قدر اعتراف کیا کہ ’’کسی حدیث بخاری ومسلم کو ابھی تک موضوع قرار نہیں دیا۔ بلکہ اگر کسی حدیث کو میں نے قرآن کریم کے مخالف پایا تو خدا تعالیٰ نے تاویل کا باب مجھ پر کھول دیا۔‘‘ (مباحثہ لدھیانہ ص۱۹، ۲۰، خزائن ج۴ ص۲۱، ۲۲) الغرض تیسری تحریر سے چھٹی تحریر تک آپ دو شرطوں کی ٹانگ پھنسا کر ناحق الجھتے اور ادھر ادھر بھاگتے رہے۔ ایک شرط (یا ٹانگ) یہ

کہ حدیث کے معنی کو قرآن کی کسوٹی پر لگایا جاوے گا، جس حدیث کے معنی قرآن کے موافق ہوں گے اس کو صحیح سمجھ کر قبول کیا جاوے گا، جس کے معنی مخالف قرآن ہوں گے اس کو غیر صحیح قرار دے کر رد کر دیا جاوے گا۔

دوسری شرط (یا ٹانگ) یہ کہ اگر تعامل (لوگوں کا عمل) مضمون حدیث کے مطابق پایا گیا اور اس کا مؤید وشاہد ہوا تو وہ حدیث صحیح مانی جاوے گی، نہیں تو نہیں۔ آپ کے اس الجھاؤ وگریز کے ساتھ خاکسار نے اصل سوال کہ احادیث صحیحین ان شرطوں کے مطابق صحیح ہیں یا نہیں کے جواب دینے پر مجبور کیا، تو خداتعالیٰ نے بھی بحکم ’’**والعاقبة للمتقین الحق یعلو ولا یعلی بالاخر**‘‘ حق کو غالب کرنا ہے۔

آخر تحریر ہفتم میں اس کی قلم سے یہ اعتراف نکلوا دیا کہ: ’’احادیث کے دو حصے ہیں ایک وہ حصہ جو سلسلہ تعامل کی پناہ میں کامل طور پر آ گیا ہے یعنی وہ حدیثیں جن کو تعامل محکم اور قوی لاریب سلسلہ نے قوت دی ہے اور مرتبہ یقین تک پہنچا دیا ہے، جس میں تمام ضروریات دین اور عبادات اور عقود اور معاملات اور احکام شرع متین داخل ہیں۔ سو ایسی حدیثیں تو بلا شبہ یقین اور کامل ثبوت کو پہنچ گئی ہیں...... لیکن دوسرا حصہ حدیثوں کا جس کو سلسلہ تعامل سے کچھ تعلق اور رشتہ نہیں ہے اور صرف راویوں کے سہارے اور ان کی راست گوئی کے اعتبار پر قبول کی گئی ہیں، ان کو میں مرتبہ ظن سے بڑھ کر خیال نہیں کرتا اور غایت کار مفید ظن ہوسکتی ہیں۔‘‘

(مباحثہ لدھیانہ ص۳۳، خزائن ج۴ ص۳۵)

اس کے بعد اس تحریر میں آپ سے یہ کہلوا دیا ہے: ’’میرا مذہب بخاری اور مسلم وغیرہ کتب حدیث کی نسبت یہی ہے جو میں نے بیان کر دیا ہے یعنی مراتب صحت میں یہ تمام حدیثیں یکساں نہیں ہیں۔ بعض بوجہ تعلق سلسلہ تعامل یقین کی حد تک پہنچ گئی ہیں اور بعض بباعث محروم رہنے کے اس تعلق سے ظن کی حالت میں ہیں۔‘‘

(مباحثہ لدھیانہ ص۳۴، خزائن ج۴ ص۳۶)

ان تحریرات کے مندرجہ اعترافات سے اس الجھاؤ کی پہلی ٹانگ (شرط توافق مضمون احادیث مضمون قرآن) ٹوٹ گئی اور آپ کے اعتراف سے ثابت ہوا کہ جن احادیث صحیحین کے مضمون پر مسلمانوں کا تعامل پایا گیا ہے وہ قرآن کی کسوٹی پر لگانے کی محتاج نہیں ہیں۔ اب رہی اس کی دوسری ٹانگ (شرط عمل) سو اس کو توڑنے کے لئے

خدا تعالیٰ نے اس کی قلم سے تحریر ہشتم میں ’’لفظ متعامل کے ساتھ لفظ متوارث بھی نکلوا دیا۔‘‘

(مباحثہ لدھیانہ ص۸۷، خزائن ج۴ ص۸۱)

جو عمل کے علاوہ اعتقاد کو بھی شامل ہے ومع ہذا ان احادیث کا جن کے مضمون کے مطابق کسی مسلمان کا عمل پایا نہیں جاتا۔ بلکہ صرف ان کے حکم کے مطابق ان کا اعتقاد رکھنا پایا جاتا ہے، جیسے گدھے کے حرام ہونے کی حدیث یا وشم (جسم کو گودنے) کی ممانعت کی حدیث، احادیث متعاملہ ومتوارثہ میں داخل ہونا اس سے تسلیم کرا دیا۔ چنانچہ تحریر ہشتم میں اس نے کہا ہے کہ: ’’احادیث کے دو حصے ہیں ایک وہ حصہ سلسلہ تعامل کی پناہ میں آ گیا ہے یعنی وہ حدیثیں جن کو تعامل کے محکم اور قوی اور لاریب سلسلہ نے قوت دی ہے اور دوسرا وہ حصہ ہے، جس کو سلسلہ تعامل سے کچھ تعلق اور رشتہ نہیں ہے اور صرف راویوں کے سہارے اور ان کی راست گوئی کے اعتبار پر قبول کی گئی ہیں...... اگرچہ میں صحیحین کی حدیثوں کو اس قوت اور مرتبہ پر نہیں سمجھتا کہ باوجود مخالف آیات صریحہ وبینہ قرآن ان کو صحیح سمجھ سکوں، لیکن سلسلہ تعامل کی حدیثیں میری اس شرط سے باہر ہیں...... سلسلہ تعامل کی حدیثیں مستثنیٰ ہیں...... سلسلہ تعامل کی حدیثیں بحث ما نحن فیہ سے خارج ہیں۔

اب مکرر آواز بلند کے ساتھ آپ پر کھولتا ہوں کہ سلسلہ تعامل کی حدیثیں یعنی سنن متوارثہ متعاملہ جو عاملین اور آمرین کی زیر نظر چلی آتی ہیں اور علیٰ قدر مراتب تاکید مسلمانوں کے عملیات دین میں قرناً بعد قرنٍ وعصراً بعد عصرٍ داخل رہی ہیں۔ وہ ہرگز میری آویزش کا مورد نہیں اور نہ قرآن کریم کو ان کا معیار ٹھہرانے کی ضرورت ہے اور اگر ان کے ذریعے کچھ زیادت تعلیم قرآن پر ہو تو ہم کو اس سے انکار نہیں...... وہ تمام حدیثیں بغیر اس کے کہ محکم قرآن سے آزمائی جائیں بوجہ جمع ہونے دونوں قوتوں تعامل اور صحت روایت کے اطمینان کے لائق ہیں۔ مگر ایسی حدیثیں جو سنن متوارثہ متعاملہ سے نہیں ہیں اور سلسلہ تعامل سے کوئی معتد بہ تعلق نہیں رکھتیں وہ اس درجہ صحت سے گری ہوئی ہیں۔‘‘

(مباحثہ لدھیانہ ص۸۷ تا ۹۰، خزائن ج۴ ص۸۰ تا ۸۲)

پھر اسی تحریر ہشتم میں کہا ہے ’’اور میں تمام مسلمانوں کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے کسی ایک حکم میں بھی دوسرے مسلمانوں سے علیحدگی نہیں، جس طرح سارے مسلمان احکام اسلام مبینہ قرآن کریم واحادیث صحیحہ وقیاسات مسلمہ مجتہدین کو واجب العمل جانتے ہیں، اسی طرح

میں جانتا ہوں صرف بعض اخبار گزشتہ ومستقبلہ کی نسبت الہام الٰہی کی وجہ سے جس کو قرآن سے بکلی مطابق پایا ہے، بعض اخبار حدیثہ کے میں اس طرح پر معنی نہیں کرتا جو حال کے علماء کرتے ہیں...... جو احادیث تعامل کے سلسلہ میں داخل ہوں، ان کو میں بحث متنازعہ فیہ سے باہر کر چکا ہوں اور اگر آپ کو یہ امر معلوم تھا تو پھر کیوں آپ نے گدھے کے حرام ہونے کی حدیث پیش کی۔

کیا کسی چیز کا حرام یا حلال کرنا احکام میں نہیں ہے اور کیا احکام اکل وشرب تعامل الناس سے باہر ہیں اور پھر آپ نے ’’لعنت علی الواشمات والمستوشمات ‘‘ کی بھی حدیث پیش کردی۔ آپ کو خیال نہ آیا کہ یہ تو سب احکام ہیں، جن کے لئے تعامل کے سلسلہ کے نیچے داخل ہونا ضروری ہے۔‘‘ (مباحثہ لدھیانہ ص۸۰،۸۱، خزائن ج۴ ص۸۲،۸۳)

’’ہاں! یہ سچ ہے کہ تعامل کے متعلق جو احکام ہیں وہ سب ثبوت کے لحاظ سے ایک درجہ پر نہیں، جن امور کی مواظبت ومداومت بلافتور واختلاف چلی آئی ہے وہ اول درجہ پر ہیں اور جس قدر احکام اپنے ساتھ اختلاف لے کر تعامل کے دائرہ میں داخل ہوئے ہیں اور بحسب اختلاف اس پہلے نمبر سے کم درجہ ہیں۔ مثلاً رفع یدین وعدم رفع یدین جو دونوں طور کا تعامل چلا آتا ہے، ان دونوں سے جو تعامل قرن اول سے آج تک کثرت سے پایا جاتا ہے، اس کا درجہ زیادہ ہوگا اور بایں ہمہ دوسرے کو بدعت نہیں ٹھہرائیں گے۔ بلکہ ان دونوں عملوں کے تطبیق کی غرض سے یہ خیال ہوگا کہ باوجود مسلسل تعامل کے پھر اس اختلاف کا پایا جانا اس امر پر دلیل ہے کہ خود آنخضرت ﷺ نے ہفت قرأت کی طرح طرق ادائے صلوٰۃ میں رفع تکلیف امت کے لئے وسعت دے دی ہوگی۔‘‘ (مباحثہ لدھیانہ ص۸۵، خزائن ج۴ ص۸۷)

ان آخری عبارات میں جو آپ نے لفظ سنن متعاملہ کے ساتھ لفظ متوارثہ بھی لگا دیا ہے اور لفظ عاملین کے ساتھ آمرین ملا دیا ہے اور سب سے آخری عبارت میں اختلافی تعامل جو باہم متخالف احادیث میں پایا جاتا ہے۔ (جیسے احادیث رفع یدین وعدم رفع ہیں) بھی معتبر رکھا ہے اور ایسی احادیث کو بھی احادیث متعاملہ متوارثہ میں داخل کردیا ہے اور پھر احادیث متضمنہ حرمت حمار وحرمت وشم (یعنی بدن گودنے) کا جو صرف اعتقاد کے متعلق ہیں نہ کسی عمل کے مثبت اور موجب سنن متعاملہ متوارثہ میں داخل ہونا تسلیم کرلیا ہے۔ اس تفصیل وتعمیم نے دوسری ٹانگ (شرط عمل) کو بھی توڑ دیا ہے۔

اور باواز بلند پکار کر کہہ دیا ہے کہ جن احادیث اعتقادیہ کے ارشاد سے آنخضرت ﷺ کا مقصود کوئی عمل کرانا نہیں، بلکہ صرف مسلمانوں کے خیال میں ان کے مطابق اعتقاد جمانا مقصود ہے اور یہ منظور ہے کہ مسلمان ان کے مضمون پر یقین رکھیں اور ان کے مطابق اعتقاد اختیار کرلیں اور وہ احادیث سنی مسلمانوں میں قرناً بعد قرنٍ وعصراً بعد عصرٍ بلا اختلاف متوارث چلی آرہی ہیں اور ہر خلف نے اپنے سلف سے انکا ورثہ پایا ہے اور ان احادیث کے متعلق آمرین کا امر سلف سے لے کر خلف تک ایسی تاکید شدید سے بلا اختلاف برابر چلا آیا ہے کہ اس کی نظیر عملی احادیث اختلافی میں پائی نہیں جاتی وہ حدیث اعتقادیہ سب کے سب بلا استثنا احادیث متعاملہ ومتوارثہ میں داخل ہیں اور قطع ویقین کے ساتھ واجب التسلیم والاعتقاد ہیں، بغیر اس کے کہ قرآن سے آزمائی جاویں۔

آپ کی اس جمہوری پکار سے جملہ وہ احادیث صحیحین جن میں حضرت مسیح کی آمد اور علامات کا ذکر ہے اور ایسے ہی احادیث متعلقہ آمد مہدی وخروج دجال (جن کو آپ نے تعامل کی قید لگا کر بخیال خود احادیث متعاملہ سے نکالنا چاہا تھا) وہ سب کے سب احادیث متعاملہ ومتوارثہ میں داخل ہوگئیں، کیونکہ وہ احادیث سنی مسلمانوں میں قرناً بعد قرنٍ وعصراً بعد عصرٍ بلا اختلاف متوارث چلی آئی ہیں۔ ہر خلف نے اپنے سلف سے ان احادیث کا ورثہ پایا ہے۔ چھوٹی سے بڑی اور نئی سے پرانی کتاب حدیث وتفسیر عقائد سنیوں کے ایسے نہ پاؤ گے، جس میں حضرت مسیح وامام مہدی ودجال کی آمد کے تسلیم کے متعلق ہدایت وتاکیدی امر آمرین پایا نہ جاتا ہو اور خاص کر امام مہدی کی آمد کے متعلق احادیث کے تسلیم وتوارث وتاکیدی امر میں شیعہ بھی سنیوں کے ہم اعتقاد ہم صفر چلے آئے ہیں۔

لہٰذا پہلے آپ کے آثار متعلقہ آمد مسیح کو احادیث متعاملہ سے خارج کرنے اور پھر احادیث متعاملہ کے ساتھ لفظ متوارثہ اور لفظ عاملین کے ساتھ لفظ آمرین کہہ کر ان احادیث کو احادیث متوارثہ متعلقہ اور آمرین میں داخل کردینے پر یہ مثل صادق آتی ہے ’’فر من المطر وقام تحت المیزاب‘‘ اور یہ مصرعہ:

مرا خواندی وخود بدام آمدی

بالجملہ آپ کے اعترافات تحریر ہشتم وہفتم سے صاف ثابت ہوگیا کہ احادیث صحیحین جو مسلمانوں کے توارث میں آگئی ہیں اور ان کے متعلق امر آمرین ثابت ہو چکا

ہے۔ایسی صحیح وقطعی الصحت ہیں کہ ان کو بغیر اس کے کہ قرآن سے آزمائی جاویں، صحیح تسلیم کرنا واجب ہے اور اصل دوم وسوم آپ کے مسلمہ اصول ہیں ’’**فالحمد ﷲ الذی اجری علی لسان القادیانی ما فرعنه**...... ‘‘اپنی تحریر ہشتم سنانے کے بعد آپ نے مجلس مناظرہ سے فرار اختیار کیا، بلکہ اس کے بعد دنیا ہی سے کوچ کیا۔

مگر اپنی تحریرات میں ہمارے پیش کردہ اصول کو مان لیا جو آپ کی امت کے لئے بمنزلہ اصول موضوعہ قرار پائیں اور اس وقت اثبات حیات وآمد مسیح علیہ السلام کے لئے ہمارے کام آئیں اور آئندہ بھی ہمیشہ مسلمانوں کے لئے مرزائیوں کے مباحثہ ومقابلہ میں کارآمد حجت بن سکیں (اور غالباً یہی آپ کو کھٹکا ہوگیا ہوگا، جس کی وجہ سے آپ نے مباحثہ سے فرار اختیار کیا) اور ہمارے پیش کردہ اصول سے کتاب اللہ وسنت رسول کا حجت (سند لائق دستاویز) ہونا تو آپ کے صریح الفاظ میں پایا جاتا ہے اور جملہ احادیث صحیح کا صحیح ولائق سند ہونے کا اعتراف آپ کی آخری تحریر کے الفاظ (لفظ متوارثہ وآمرین وغیرہ) کا مفہوم ومضمون ہے اور یہ اعتراف آپ کے منطوق کلام اور صریح الفاظ سے بھی پایا جاتا ہے۔

آپ اپنے اشتہار یکم راگست ۱۸۹۱ء میں یہ الفاظ مشتہر کر چکے ہیں ’’میں احادیث صحیحین کو بسر وچشم مانتا ہوں اور بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ جانتا ہوں۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات ج۱ص ۲۲۹)

آپ کا یہ اعتراف آپ کی دیگر تالیفات ازالہ اوہام وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔اس سے بڑھ کر ایک تعجب انگیز اور حیرت خیز دلیل ثبوت اعتراف صحت احادیث صحیحین پر آپ کی اور آپ کی کل امت کی جانب سے حاضرین وسامعین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے، اس کو ملاحظہ فرما کر اہل انصاف داد دیں کہ پھر آپ کا مباحثہ لدھیانہ میں صحت احادیث صحیحین کا اعتراف نہ کرنا اور فضول باتیں خارج از بحث پیش کر کے جانبین کے تین سواڑتالیس تحریر مباحثہ سیاہ کرانا ناخدا ترسی اور ہٹ دھرمی اور ضد نفسانی اور جہلاء عوام کو دھوکہ دہی نہیں اور کیا ہے۔

وہ دلیل یہ ہے کہ آپ اور آپ کی کل امت احادیث صحیحین متعلقہ آمد حضرت مسیح ابن مریم وآمد حضرت امام مہدی وخروج دجال ویاجوج وماجوج وغیرہ کی یہ تاویلیں کرتے ہیں کہ مسیح ابن مریم سے خود بدولت مراد ہیں اور نزول ابن مریم سے آپ کا قادیان میں رہنا اور ٹھہرنا مراد ہے اور منارہ مشرقی دمشق سے جس کے قریب حضرت مسیح

نازل ہوں گے، وہ منارہ مراد ہے جس کو آپ نے خود قادیان میں تعمیر کرایا ہے اور دمشق سے قادیان مراد ہے۔

اور مہزودتین (دو چادر زرد سے جو حضرت مسیح کا بوقت نزول لباس ہوگا وہ دو بیماریاں مراد ہیں جو آپ کے دامن گیر رہتی ہیں اور ملکین سے جن کے بازوؤں پر ہاتھ رکھ کر حضرت مسیح اتریں گے، آپ کے دوحواری (جن کے کندھے پر آپ ضعف بیماری کی وجہ سے ہاتھ رکھ کر سیر کیا کرتے ہیں) مراد ہیں اور دجال سے جو حضرت مسیح کے وقت میں خروج کرے گا پادری لوگ یا دنیا پرست علماء مراد ہیں، جو آپ کی مخالفت کر رہے ہیں اور خر دجال سے ریل گاڑی مراد ہے (جس پر خود بدولت بھی سوار ہوا کرتے تھے) اور یاجوج ماجوج سے انگریز اور روس مراد ہیں۔ وعلٰی ھذا القیاس!

اور یہ بات ظاہر ہے اور آفتاب سے روشن تر و باہر ہے کہ تاویل فرع تسلیم وقبولیت صحت ہے۔ آپ نے ان سب احادیث کو صحیح مان لیا، تب ہی ان کے معانی کی یہ تاویلیں کیں۔ اگر آپ ان احادیث کو صحیح اور واجب التسلیم والاعتقاد نہ مانتے تو صاف صاف یہ کہہ دیتے کہ یہ سب احادیث موضوع یا ضعیف ہیں، ان کو صحیح نہ ماننا اور از خود انکا کوئی مطلب و مضمون مراد قرار دے کر ان کے مطابق اعتقاد ٹھہرا لینا مومن متبع شریعت کا کام نہیں اور اگر آپ ایسا کہتے تو پھر آپ مسیح موعود اور مہدی مسعود نہ کہلا سکتے اور جاہل مسلمانوں کا لاکھوں روپیہ خورد و برد نہ کر سکتے اور ڈھائی اینٹ کی علیحدہ مسجد بنا کر دس کروڑ مسلمانوں سے علیحدہ ہو کر اپنا مشن اور نبوت کا سلسلہ قائم نہ کر سکتے۔

جب کہ یہ سارا کھیل وتماشا ان احادیث کے معنی بگاڑ کر ان کی صحت تسلیم کرنے کا صدقہ وظہور ہے، تو پھر ان احادیث کی صحت کا صاف الفاظ میں اعتراف نہ کرنا، احسان فراموشی بلکہ نمک حرامی اور مثل مشہور ''نمک خوردن ونمک دان شکستن'' کا مصداق نہیں تو اور کیا ہے۔

اور اگر آپ کا یہ خیال تھا جیسا کہ آپ کی شروط سے مفہوم ہوتا ہے یا آپ کی امت سے کوئی یہ دعویٰ کرے کہ ان احادیث کو ہم ان ہی معنی اور تاویلات سے صحیح مانتے ہیں اور اگر یہ معنی ان احادیث کے مسلم نہ ہوں، تو پھر ان احادیث کو صحیح نہ مانیں گے، موضوع کہہ دیں گے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا کہنا دو متنافی باتوں کا قائل ہونا ہے اور دو ضدوں کو جمع کرنا جس پر کوئی عاقل سلیم الحواس ذی ہوش جرأت نہیں کر سکتا۔

صحت الفاظ حدیث کو تسلیم کرنا تحقق شروط واصول روایت پر مبنی ہے، جن کو آپ اپنی تحریر پنجم میں بیان کر کے ظاہر قرار دے کر تسلیم کر چکے ہیں اور ان شروط کو معانی حدیث سے کوئی تعلق نہیں ہے اور معانی الفاظ حدیث وقرآن بلکہ تمام انسانی کلاموں کو قبول کرنا، اصول درایت پر مبنی ہے، جن کو شروط صحت روایت الفاظ سے کوئی تعلق نہیں اور وہ اصول کسی خاص شخص یا قوم یا زبان سے مخصوص نہیں، بلکہ تمام دنیا کے جملہ مذاہب اور سبھی ملکوں اور تمام زبانوں (عربی، فارسی، ہندی، انگریزی) میں ایک ہی وہ اصول ہے جو میں نے اپنے پیش کردہ اصول سے نویں نمبر پر پیش کیا تھا۔ اور حکیم صاحب نے اس کو مان لیا تھا کہ حقیقت مجاز سے مقدم ہوتی ہے، مجازی معنی کسی کلام کے ترک کر کے تاویلی معنی تب ہی اور اس صورت میں مراد ٹھہرانا جائز ہے جب کہ حقیقی معنی مراد ہونا متعذر ثابت ہوگا۔

بناءً علیہ کسی حدیث کے کوئی تاویلی معنی کرنے کا نہ آپ کو اختیار ہے نہ کسی اور کو، جس حدیث کے معنی میں آپ نے تاویل کی اس کی صحت تو آپ نے مان لی اور جو حقیقی معنی کے ممکن ہونے کے ساتھ آپ نے اس میں تاویل کی وہ اس یونی ورسل (تمام دنیا کی مسلم) قاعدہ کے حکم سے رد کی جائے گی اور آپ کی یہ بات کہ اگر ہماری تاویل کو نہ مانا جائے گا تو ہم اس حدیث کو صحیح نہ مانیں گے۔ ایک مجنون کی بڑ یا کسی فاتر الحواس کی بکواس سمجھی جا کر بحکم ''کالائی پیدائش خواند'' واپس ملے گی۔

اس دلیل کو چشم بینا سے دیکھ کر اور عقل وفہم رسا سے سمجھ کر آپ کی جماعت کو ماننا پڑے گا کہ ان احادیث میں تاویل کر کے آپ لوگوں نے ان احادیث کو صحیح تسلیم کر لیا ہے۔ اس تسلیم سے تیسرا اصول آپ لوگوں کا مسلمہ اصول بن گیا۔ یہ اصول ثلاثہ کے مسلم ہونے کا مرزا قادیانی اور اس کی تمام امت کے قول وفعل سے ثبوت ہے۔ ان اصول ثلاثہ پر آپ نے کچھ اضافہ بھی فرمایا ہے جو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

تحریر پنجم میں آپ نے فرمایا ہے کہ ''میرا مذہب فرقہ ضالہ نیچریہ کی طرح نہیں ہے کہ میں عقل کو مقدم رکھ کر 'قال وقال الرسول'' پر نکتہ چینی کروں، ایسی نکتہ چینی کرنے والوں کو میں ملحد اور دائرہ اسلام سے خارج جانتا ہوں...... اور نیچریوں کا اول دشمن میں ہی ہوں۔''

(مباحثہ لدھیانہ ص ۲۸، خزائن ج ۴ ص ۳۰)

اس اضافہ میں آپ نے ایک چوتھا اصول قائم کردیا ہے کہ جو امر نصوص کتاب وسنت سے ثابت ہوجائے، اس کے ردّ وتاویل میں اعتراضات عقلیہ وطبعیہ پیش کرنا نیچریوں وملحدوں دائرہ اسلام سے خارجوں کا کام ہے۔ یہ اصول آپ کے اور آپ کی امت کے ان اعتراضات عقلیہ کے ردومقابلہ میں جو حضرت مسیح کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے پر آپ لوگ کیا کرتے ہیں کہ کرہ ہوا کے اوپر کسی جان دار کا جانا ممکن نہیں اور اس قدر عرصہ تک حاجات بشریہ سے معطل رہ کر زندہ رہنا محال ہے۔

قوی آلہ اور مضبوط حربہ تیار ہوگیا ہے، ہمارے اصول اور اپنے اصل رابع کے تسلیم کے بعد مرزا قادیانی کے فرار وموت نے ہم کو اس جماعت کے مباحثہ سے مایوس کردیا تھا کہ ناگاہ ان ایام میں آپ کے تابعین سے ایک صاحب مولوی عبدالرحیم کٹکی نے لٹکا دکھایا اور مقولہ اگر ''پدر نتواست پسر تمام کند'' پر عمل پیرا ہوکر بہ تمہید اصول حیات مسیح پر مباحثہ کرنا چاہا اور ایک رسالہ ''القول العجیب'' میں مباحثہ قائم کیا ہے۔ اس رسالہ میں آپ نے پہلے تین مقدمے قائم کئے ہیں۔

پہلے مقدمے میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ جن احادیث میں نزول ابن مریم کا ذکر وارد ہے، ان میں لفظ ابن مریم سے ان کے حقیقی معنی ابن مریم مراد نہیں، بلکہ مجازی معنی بطور استعارہ حضرت ابن مریم کا مثیل ومشابہ مراد ہے۔ جو مرزا غلام احمد قادیانی ہے اور اس پر یہ دلیل پیش کی ہے کہ اصول فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ جہاں معنی حقیقی متعذر ہوں، وہاں معنی مجازی مراد لینا چاہئے۔ پھر اس مقدمہ اور اس کی دلیل سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جب متعدد آیات قرآن اور احادیث نبویہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہے تو پھر لفظ ابن مریم سے اس کے حقیقی معنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد قرار دینا اور وفات یافتہ انسانوں کو آسمان سے اتارنا جو خلاف اصول وسراسر جہالت فضول ہے۔

دوسرا مقدمہ یہ قائم کیا ہے کہ لفظ نزول جو ابن مریم کے حق میں وارد ہے یہ قرآن اور حدیث میں متعدد معنی میں مستعمل ہوا ہے (۱) آسمان سے نزول (۲) پیدائش (۳) بعثت (۴) کسی جگہ زمین پر اترنا (۵) ٹھہرنا (۶) قیام کرنا وغیرہ۔ پھر حدیث نزول ابن مریم میں اس نزول کے خاص کر آسمان سے اترنے کے معنی مراد ٹھہرانا دلیل سے چاہئے، جو پائی نہیں جاتی۔ کسی آیت یا حدیث میں وارد نہیں ہوا کہ ابن مریم آسمان سے اتریں گے۔ اس مقدمہ

کے ثبوت وتائید میں مولوی کٹکی صاحب چند آیات اور حدیث تو لائے ہیں جن میں یہ متعدد معنی پائے جاتے ہیں۔

مگر اس مقدمہ سے استدلال کرنے اور اس استدلال سے نتیجہ نکالنے میں جو دونوں ہنوز مثل مطلب شعر دربطن شاعر کا مصداق ہیں۔ ان کو اصول فقہ کا حوالہ دینا بھول گیا اور یہ قاعدہ اصول بیان کرنا، یاد نہ رہا کہ جو لفظ متعدد المعنی ہوتا ہے۔ اس سے بعض معانی کا مراد لینا کسی دلیل پر موقوف ہوتا ہے جو اس معنی کو دوسرے معنی پر ترجیح دی۔ (چنانچہ تلویح (ص۲۷) وغیرہ میں ہے)

مولوی کٹکی صاحب کی طرف سے یہ قاعدہ ہم نے بیان کر دیا ہے جو مولوی صاحب کے استدلال میں (جو مطلب شعر دربطن شارع کا مصداق ہے) کار آمد اور اس کا موقوف علیہ ہے۔ تیسرا مقدمہ یہ قائم کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت جو لفظ رفع قرآن مجید میں وارد ہے۔ یہ بھی لفظ نزول کی طرح متعدد المعنی ہے، رفع جسمانی پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اور رفع روحانی پر ہوتا ہے اور چونکہ رفع جسمانی مسیح کا آسمان کی طرف سے محال ٹھہرا اور قرآن وحدیث کے نصوص محکمہ اس سے مانع ہوئے تو بجز اس کے کہ رفع روحانی مراد لیا جائے اور کیا چارہ ہے۔

اس مقدمہ کی یہ تقریر بھی جو ہم نے تحریر کی ہے آپ سے ادا نہیں ہوسکی۔ آپ نے اس تقریر کو بھی دربطن قائل رکھا اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے جو ہم نے آپ کے الفاظ سے (جن پر خط لگایا گیا ہے) نقل کیا ہے۔ اور چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان کی طرف سے رفع جسمانی کا محال ہونا ایک مسلم امر نہ تھا بلکہ محتاج ثبوت ودلیل تھا۔ لہٰذا اس کے محال ہونے پر پہلی تو آپ نے (یہ عقلی ونیچری دلیل قائم کی ہے مگر اس کا جدا نمبر نہیں لگایا) کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے خاکی جسم کو (جو کھانے پینے، پیشاب وپاخانہ کا محتاج اور تغیر وتبدل کا محل ہے) آسمان پر لے جانا برخلاف عقل وقیاس ہے اور از آدم یا ایں دم تجارب صحیحہ کے برخلاف ہے، اس کے بعد آپ نے تین استدلال نقلی پیش کئے ہیں۔

**اوّل استدلال قرآنی:** اس میں آپ نے ایک آیت: ’’والعمل الصالح یرفعه‘‘ نقل کی ہے اور اس کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اعمال صالحہ کو بلند کرتا ہے، یعنی درجہ قبول عطا فرماتا ہے۔

دوسری آیت ’’ورفعناه مکاناً علیاً ‘‘جس کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ ہم نے ادریس علیہ السلام کو بلند مکان پر اٹھا لیا۔ پھر کہا کہ حضرت ادریس علیہ السلام کا جسم آسمان پر نہیں اٹھایا گیا۔ایسا ہوتا تو مسلمان ان کے نزول کے قائل ہوتے، حالانکہ کوئی اس کا قائل نہیں۔

تیسری آیت:’’ولو شئنا لرفعناه بها ‘‘جس کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ ہم چاہتے تو بلعم بن باعورا کے ان آیات کی برکت سے جو خدا تعالیٰ نے اس کو دی تھیں مدارج بلند کرتے۔

چوتھی آیت:’’فی بیوت اذن الله ان ترفع ‘‘جس کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے مسجدوں کو عزت دینے کا حکم دیا ہے۔

پانچویں آیت:’’فی صحف مکرمة ‘‘جس کے معنی یہ ہیں قرآن ان اوراق میں مکتوب ہے جو عزت والے اور بلند درجہ ہیں۔ یہ آیات ان معنی کے رو سے جو مولوی کٹکی صاحب نے کئے ہیں یا ہم نے بیان کئے ہیں، ان کی اس مدعا کی مثبت نہیں کہ آسمان کی طرف رفع جسم محال ہے، بلکہ دوسری آیت رفع جسم کی مجوز بھی ہوسکتی ہے۔جس کی تفصیل استدلال اول کے جواب میں ہوگی۔ان شاءاللہ تعالیٰ!

<u>دوسرا استدلال حدیثی:</u> اس میں ایک یہ حدیث آپ نے نقل کی ہے ’’ویرفع العلم ‘‘جس میں علم کے اٹھائے جانے کا ذکر آیا ہے۔دوسری حدیث ’’یرفعک الله یا عم ‘‘جس میں حضرت عباسؓ کو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اے چچا خدا تعالیٰ تجھے یعنی تیرا درجہ بلند کرے گا۔

تیسری حدیث’’من تواضع لله رفعه ‘‘یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے فروتنی کرتا ہے، خدا تعالیٰ اسی کو یعنی اس کا درجہ بلند کرتا ہے۔چوتھی حدیث’’وارفعنی واجبرنی ‘‘یعنی جلسہ کی دعا، جس میں سکھایا ہے کہ خدایا مجھے یعنی میرا درجہ بلند کر۔

ان احادیث اربعہ سے بھی مولوی کٹکی صاحب کا مدعا کہ رفع سے رفع جسمانی مراد ہونا محال ہے۔ثابت نہیں ہوتا، کچھ ہوتا ہے تو صرف یہ کہ ان احادیث میں لفظ رفع سے رفع غیر جسم مراد ہے۔مگر تعجب اور نہایت تعجب ہے کہ ان دونوں استدلال کے بعد آپ نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ رفع جسمانی محال ہے۔

تیسرا استدلال لغوی: اس استدلال میں آپ نے کمال غضب کیا اور بڑا ستم ڈھایا ہے، جو عبارت آپ نے ان کتابوں سے نقل کی ہیں۔ ان میں سے کسی عبارت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ درصورت کہ رفع کا صلہ الی آوے تو رفع سے بجز تقرب و رفع درجات اور معنی مراد نہیں ہوتے اور رفع جسمانی اس سے مراد نہیں لیا جاسکتا۔

جو دو عبارتیں آپ نے نقل کی ہیں، ان میں ایک عبارت لسان العرب کے الفاظ یہ ہیں ''**الرفع ضد الوضع ومن اسماء اللہ تعالٰی الرافع هو الذی یرفع المؤمنین بالا صعاد واولیائه بالتقرب قال الزجاج انه یخفض اهل المعاصی ورفع اهل الطاعة والرفع تقریبک الشئ بشئ وفی التنزیل وفرش مرفوعة ای مقربة لهم ومن ذالک رفعته الی السلطان ویقال نسآء مرفوعات مکرمات**''

اور دوسری عبارت صراح کی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں ''رفع نزدیک گردانیدن کسے را بکسے وصلتہ بالی'' **ومن ذالک قولم رفعته الی السلطان**''

ان دونوں عبارتوں میں کہیں بھی یہ تصریح نہیں ہے کہ رفع کے معنی رفع جسم کے نہیں ہوتے، بلکہ صراح اور لسان العرب سے جو آپ نے محاورہ ''**رفعته الی السلطان**'' نقل کیا۔ اس میں رفع جسمانی پر صاف تصریح ہے، جس شخص کو پادشاہ کا تقرب ہوتا ہے اور اس کے حق میں ''**رفعته الی السلطان**'' بولا جاتا ہے۔ اس کے جسم ہی کو بادشاہ کے حضور میں دخل یابی کا شرف حاصل ہوتا ہے نہ صرف اس کے خیالات واوصاف کو اور جس شخص کا صرف ذکر خیر ووصف پادشاہ کی مجلس میں پہنچے اور پادشاہ اس کی غائبانہ تعریف وعزت کرے، اس کی نسبت کوئی شخص نہیں کہہ سکتا ''**رفعته الی السلطان**''

قاموس وغیرہ کی عبارت کو آپ نے اس مقام میں اس لئے نقل نہیں کیا کہ ان میں صاف اور صریح طور پر رفع کا اطلاق رفع جسمانی پر ہوا ہے۔ ان میں بذیل الفاظ رفعہ کے کہا ہے: ''**رفع القوم اصعدوا فی البلاد والزراع حملوه بعد الحصاد الی البیدر وفرش مرفوعه ای بعضها فوق بعض ومنه رفعته الی السلطان**'' ان تینوں محاروں میں رفع جسم پایا جاتا ہے۔ قوم کا شہروں میں جانا رفع جسم سے ہوتا ہے۔ کھیتی کو کاٹ کر کھلیان میں اٹھا کر لے جانا جسم ہی سے ہوتا ہے۔

پھر معلوم نہیں کہ کٹکی صاحب نے ان محاورات سے آنکھ بند کر کے کیوں یہ دعویٰ کیا کہ ان کتابوں میں بجز رفع درجات کے کوئی معنی رفع کے بیان کئے نہیں۔ اس تصرف بے جا اور سرقہ ناروا پر کٹکی صاحب کا دعویٰ حلمیت اور روح القدس کی تائید ومعیت کا کمال افسوس کا محال ہے۔ یہ آپ کے متمسکہ کتب لغت سے لفظ رفع کے معنی جسمانی کا ثبوت ہے۔

اب اس سے بڑھ کر اور کتب لغت سے معنی رفع جسمانی کا ثبوت سنو’’**المصباح المنیر**‘‘ میں بطور قاعدہ کلیہ کے بیان کیا ہے۔’’**فالرفع فی الاجسام حقیقة فی الحرکت والا انتقال وفی المعانی علی یا یقتضیه**‘‘یعنی لفظ رفع کا استعمال اگر اجسام میں ہو تو اس کے حقیقی معنی انتقال اور حرکت جسمانی کے ہیں اور اگر اجسام کے علاوہ معانی میں استعمال ہو تو، حسب مقتضائے مقام ویسے معنی مراد لئے جائیں گے۔

لیجئے کٹکی صاحب! یہ قطعی فیصلہ لغوی ہے، اگر مصداق لفظ مسیح میں حضرت مسیح علیہ السلام کا جسم بھی داخل ہے، جس سے کوئی ذی ہوش عاقل مسلم ہو یا کافر انکار نہیں کر سکتا، تو اس کا لغت نے فیصلہ کر دیا ہے کہ رفع مسیح کے حقیقی معنی حضرت مسیح کا جسم مع الروح اٹھایا جانا ہے اور وہ معنی اسی وقت اور اسی حالت میں مہجور ومتروک ہوں گے، جب کہ اس معنی حقیقی کے مراد نہ ہونے پر آپ کوئی دلیل قائم کریں گے ودونہ خرط القتاد۔

کٹکی صاحب کے مقدمات ثلاثہ اور مقدمہ ثالثہ پر ان کے استدلالات ثلاثہ (قرآنی وحدیثی ولغوی) کا بیان ہم نے اس پیرائے سے کیا ہے کہ اس سے ان مقدمات کا لغو اور فضول ہونا اور استدلالات کا ناتمام ونامعقول ہونا ثابت ہو گیا۔ کسی صاحب علم کے آگے ان کی لغویت ونامعقولیت ثابت کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی، تاہم عام لوگوں کی فہمائش کے لئے ہر ایک مقدمہ اور ہر ایک استدلال کا جواب دیا جاتا ہے۔ جس سے ان مقدمات کا لغو اور فضول ہونا اور ان استدلالات کا ناتمام وغیر مثبت مراد ہونا ہر کسی پر ظاہر ہو۔

**پہلے مقدمہ کا جواب:** پہلے مقدمہ میں جو کٹکی صاحب نے اصول فقہ کا قاعدہ بیان کیا ہے کہ جہاں حقیقی معنی کا مراد ہونا متعذر ہو وہاں مجازی معنی مراد لینے چاہئیں۔ یہ ہمارے نزدیک بھی مسلم ہے اور یہ ہمارے ممہدہ اصول سے تیسرا اصول ہے۔ مگر یہ اصول آپ کے لئے اسی صورت میں مفید وکارآمد ہو سکتا ہے جب کہ آپ حضرت مسیح علیہ السلام کا فوت

ہونا ثابت کریں، جواب تک آپ سے نہیں ہو سکا۔ لہٰذا اس مقدمہ کی تمہید آپ کے لئے محض لغو اور فضول ہے۔

**جواب مقدمہ ثانیہ:** مقدمہ ثانیہ میں جو آپ نے بیان کیا ہے کہ لفظ نزول کثیر المعنی ہے یہ بھی ہمارے نزدیک مسلم ہے۔ مگر جو اس سے کٹکی صاحب نے استدلال کیا ہے، اس کی بناء جس اصول پر ہے وہ نہ ان کو سوجھا اور نہ انہوں نے بیان کیا۔ وہ اصول ہم نے کتاب تلویح سے نقل کیا ہے کہ لفظ متعدد المعنی سے بعض معنی کا مراد لینا کسی دلیل پر موقوف ہوتا ہے جو اس معنی کو دوسرے معانی پر ترجیح دے۔ اب چونکہ کٹکی صاحب نے اس مقدمہ میں نہ اس اصول کو بیان کیا ہے اور نہ کسی دلیل سے یہ ثابت کیا ہے کہ نزول حضرت مسیح علیہ السلام سے نزول غیر جسمانی مراد ہے۔ لہٰذا اس مقدمہ کی تمہید ان کے لئے محض عبث وفضول ہے۔

**جواب مقدمہ ثالثہ:** اس مقدمہ میں جو رفع کا کثیر المعنی ہونا بیان کیا ہے اس سے بھی ہم کو اتفاق ہے، مگر جو اس مقدمہ سے کٹکی صاحب نے نتیجہ نکالا اور کہا ہے کہ چونکہ رفع جسمانی مسیح کا آسمان کی طرف محال ٹھہرا ہے۔ تو اس سے بجز اس کے رفع روحانی مراد لیا جاوے کوئی چارہ نہیں ہے، یہ محض مغالطہ ہے۔

کٹکی صاحب نے اس وقت تک یہ ثابت نہیں کیا کہ مسیح کا رفع جسمانی آسمان کی طرف محال ہے، اس وجہ سے اس مقدمہ کی تمہید بھی ان کے لئے عبث وفضول ہے۔ اپنے خیال میں جو کٹکی صاحب نے رفع روحانی مسیح کے مراد ہونے اور رفع جسمانی کے محال ہونے پر چار دلیلیں پیش کی ہیں، ایک عقلی اور تین نقلی۔ ان دلائل سے انکا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کو نہ اصول فقہ میں دخل ہے اور اس کی کتابوں میں نظر، نہ قرآن وحدیث سے خبر اور نہ منطق وغیرہ علوم عقلی میں کچھ مداخلت۔ اس رسالہ میں جو کچھ ان کی قلم سے نکلا ہے وہ سنی سنائی باتوں کا مجموعہ وذخیرہ ہے۔

دیگر ہیچ۔ پہلی دلیل عقلی جو انہوں نے پیش کی ہے اس کے جواب میں ان کے امام ومرشد قادیانی کا قول پیش کرنا کافی ہے جو مناظرہ لدھیانہ کی تحریر پنجم میں ان کی قلم نے نکل چکا ہے اور رسالہ الحق اور رسالہ اشاعۃ السنۃ (ج۱۳) میں منقول ہے اور اس مضمون میں بھی (ص۱۶۸) میں نقل ہو چکا ہے۔

آپ لکھتے ہیں: ’’میرا مذہب فرقہ نیچریہ کی طرح نہیں کہ میں عقل کو مقدم رکھ کر قال اللہ اور قال الرسول پر نکتہ چینی کروں۔ ایسے نکتہ چینی کرنے والوں کو ملحد دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں‘‘۔ اور سرمہ چشمہ آریہ میں آپ نے معجزہ شق القمر پر اس قسم کے اعتراضات کرنے کو بے حیائی اور بے ایمانی قرار دیا ہے ’’دانا شریف حکیم اس بات کو بے شرمی وگستاخی سمجھتے ہیں۔‘‘

اس سے کٹکی صاحب کی عقلی دلیل کافور اور ہباء منثورا ہوئی اور منجملہ استدلالات ثلاثہ نقلیہ پہلی دلیل قرآنی کا جواب یہ ہے کہ جو آیات آپ نے اس استدلال میں نقل کی ہیں، ان سے جو ثابت ہوتا ہے وہ صرف اسی قدر ہے کہ لفظ رفع کا اطلاق ان آیات میں غیر جسمانی رفع پر قرآن میں ہوا ہے۔ جس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہے۔ ان آیات سے رفع جسمانی کا محال ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ کٹکی صاحب کا ان آیات کو رفع جسمانی کے محال ہونے پر دلیل ٹھہرانا اس امر کی دلیل ہے کہ کٹکی صاحب کو نہ قرآن سے مس ہے نہ عقل وفہم سے کچھ حصہ۔

یہی آپ کے دوسرے استدلال حدیثی کا جواب ہے، کسی حدیث سے منجملہ احادیث متمسکہ کٹکی صاحب یہ ثابت نہیں ہوتا کہ رفع جسمانی محال ہے اور آیات واحادیث متضمنہ ذکر رفع حضرت مسیح میں رفع جسمانی مراد لینا ناجائز ہے۔ ان احادیث سے کٹکی صاحب کا استدلال ان کے جنون اور دماغی اختلال کی دلیل ہے۔ وبس!

تیسرے استدلال کا جواب تو آپ کے استدلال ہی میں موجود ہے۔ صراح اور لسان العرب سے جو محاورہ آپ نے نقل کیا ہے۔ ’’**رفعته الی السلطان**‘‘ یہ رفع جسمانی کا مثبت ہے نہ رفع روحانی کا اور محاورہ قاموس اور نقل المصباح المنیر نے تو صاف اور قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ جب رفع کا استعمال اجسام میں ہو تو اس کے حقیقی معنی انتقال وحرکت جسمانی کے ہوتے ہیں۔

پھر معلوم نہیں کہ کٹکی صاحب نے (استدلال لغوی) کا لفظ ہی منہ یا قلم سے کیوں نکالا اور اس استدلال کو پیش کرنے کے وقت عقل اور فہم وشرم وحیا سے کیوں کام نہ لیا اور اس رباعی مشہور کا کیوں لحاظ نہ کیا:

آنانکہ چشم برگل واکنند | از ہر چہ فہم رنگ نگیر وحیا کنند
در مبحثے کہ غیر خموش علاج نیست | بر ہرزۂ ہست تکیہ چون وچرا کنند

ہم نے کٹکی صاحب کی شروع کلام میں لفظ اصول واستدلال کو دیکھ کر یہ خیال کیا تھا کہ اثبات وفات وعدم حیات مسیح علیہ السلام میں آپ نے کچھ عقل وعلم اصول سے کام لیا ہوگا۔ مگر جب آپ کے ان مقدمات واستدلال کو پڑھا تو ان کو اس بیت کا مصداق پایا:

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا جو چیرا تو اک قطرہ خون نکلا

اور اپنے امید وخیال کو ان کی اصولی مقال کی نسبت اس مصرعہ کا مصداق پایا:

خود غلط بود آنچہ من پنداشتم

اس رسالہ ''القول العجیب'' میں کٹکی صاحب نے فروعی بحث بھی کی ہے اور خاتمہ رسالہ میں آٹھ آیات نقل کر کے ان سے وفات مسیح علیہ السلام پر استدلال کیا ہے۔ اس استدلال میں انہوں نے اصول سے مطلق کام نہیں لیا۔ بلکہ بتقلید اپنے مرشد مرزا قادیانی اور ان کے مقلدین کی بے اصولی بحث کی ہے اور اندھا دھند چال اختیار کی ہے۔ یہی چال آج کل کے اور مرزائی جہاں چل رہے ہیں اور چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ (دوورقی رسائل) ہینڈ بل کے نام سے موسوم کر کے شائع ومشتہر کر رہے ہیں۔ ان ٹریکٹوں میں جو وفات مسیح کے دلائل واستدلالات شائع ومشتہر کر رہے ہیں، وہ بھی اسی اندھا دھند چال وبے اصولی مقال پر مبنی ہیں۔ ہم اس مقام میں سب کی خبر لیتے ہیں اور ان کے استدلالات کا اصولی جواب دیتے ہیں۔

مرزا نے ازالہ اوہام میں بیس آیتوں میں (جن کی تعداد اس نے انتیس بتائی ہے) لفظ توفی دیکھ کر اس معنی وفات قرار دے کر ان سے وفات مسیح پر استدلال کیا ہے۔ ان آیات کو ہم اشاعۃ السنۃ (ج۱۴) میں نقل کر کے بحوالہ لغت وتفاسیر واحادیث ثابت کر دیا ہے کہ توفی کے حقیقی معنی وفات نہیں ہیں۔ بلکہ ایک چیز کو پورا لینا اس کے حقیقی معنی ہیں۔ جو ایک جنس ہے اور موت اور نیند اور قبض جسم اس کے ماتحت متعدد انواع ہیں اور کسی کلام میں لفظ توفی سے کوئی خاص کر معنی ومراد قرار دینا بغیر کسی قرینہ کی شہادت کے جائز نہیں۔

چنانچہ تلویح وغیرہ کتب اصول فقہ میں مفصل اور مدلل بیان ہوا ہے اور کسی آیت یا حدیث (جیسے آیت: ''انی متوفیک'' یا آیت ''فلما توفیتنی'' یا حدیث کوثر جس میں یہ ارشاد نبوی منقول ہے: ''فاقول کما قال العبد الصالح عیسیٰ بن مریم فلما توفیتنی'' میں کوئی ایسا قرینہ پایا نہیں جاتا جس سے حضرت مسیح کے فوت ہو جانے کے معنی

مراد اور متعین ہوسکیں۔ بلکہ ایسے قرائن موجود ہیں جن سے حضرت مسیح کا جسم کے ساتھ آسمان پر زندہ اٹھایا جانا معلوم و متعین ہوتا ہے۔

(اشاعۃ السنۃ ۱۴ میں ص۵۷ سے ۱۰۸) تک اس کا مفصل ثبوت دیا گیا ہے۔ جس کا مرزا اور اس کے اتباع میں سے کسی نے آج تک کوئی جواب نہیں دیا۔ حدیث کوثر کے لفظ ’’**فاقول کما قال العبد الصالح عیسیٰ بن مریم فلما توفیتنی**‘‘ کے متعلق ایک نئی بات خاکسار کے خیال میں آئی ہے جو (ج۱۴) میں نہیں لکھی گئی اور نہ کسی دوسرے مناظر و مقابل قادیانی کی کلام میں دیکھی گئی ہے۔

وہ یہ ہے آنحضرت ﷺ نے اس کلام میں تو بے شک فرمایا ہے ’’**فاقول کما قال العبد الصالح. الخ**‘‘ مگر یہ نہیں فرمایا: ’’**اعنی بھذا القول ما قال العبد الصالح**‘‘ یعنی آپ نے یہ تو فرمایا ہے کہ میں اس وقت وہی کہوں گا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام مجھ سے پہلے کہہ چکے ہوں گے۔ مگر یہ نہیں فرمایا کہ جو معنی اس قول کے میں مراد رکھوں گا وہی معنی اس قول سے حضرت مسیح کی مراد ہوں گے۔ یہ تب ہوسکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کے حق میں: ’’**انی متوفیک ورافعک الیّ**‘‘ فرماتا اور اس کے مطابق آنحضرت ﷺ بھی حضرت مسیح کی مانند آسمان کی طرف زندہ اٹھائے جاتے اور ایک مدت مدیدہ تک آسمان پر رہتے اور اس مدت کے حالات آپ پر مخفی رہتے اور ان ہی حالات کی نسبت آپ اس قول میں لاعلمی ظاہر فرماتے جیسے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں اللہ تعالیٰ نے ’’**انی متوفیک ورافعک الیّ**‘‘ فرمایا ہے اور اس کے مطابق آپ آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور اسی زمانہ مابین رفع ونزول مسیحی کے حالات حضرت مسیح علیہ السلام پر مخفی رہے تھے اور ان ہی حالات کی نسبت حضرت مسیح اس قول سے اپنی لاعلمی ظاہر کریں گے۔

اور چونکہ ایسا ہرگز نہیں ہوا، بلکہ آنحضرت ﷺ کے توفی عند الموت اور قسم (رفع وقبض روح) کی تھی اور حضرت مسیح علیہ السلام کے توفی عند الرفع مذکورہ آیت اور قسم (رفع وقبض جسم) کی تھی تو آنحضرت ﷺ اپنے حق میں لفظ توفی سے وہ معنی کیونکر مراد لے سکیں گے، جو حضرت مسیح اپنے حق میں لفظ توفی سے مراد رکھیں گے اور وہ معنی خود آنحضرت ﷺ کو معلوم تھے۔ چنانچہ آپ ہی کی تعلیم واعلام سے ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان

فرمائے ہیں کہ اس توفی سے آپ کا جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھایا جانا مراد ہے نہ آپ کو وفات دے کر صرف آپ کی روح کو اٹھانا۔

چنانچہ (تفسیر فتح البیان ج اوّل میں ص۶۵۴) ہے: ’’اخرج سعید بن منصور والنسائی وابن ابی حاتم ابن مردویه عن ابن عباس قال لما اراداللّٰہ ان یرفع عیسٰی الی السمآء خرج الی اصحابه وفی البیت اثنا عشر رجلاً من الحواریین فخرج علیهم من عین فی البیت وراسه یقطر ماء فقال ان من منکم من یکفربی اثنی عشرة مرّة بعد ان اٰمن بی ثم قال ایکم یلقی علیه شبهی فیقتل مکانی ویکون معی فی درجتی فقام شاب من احدثهم سنا فقال له اجلس ثم اعاد علیهم فقام الشاب فقال له اجلس ثم اعاد علیهم فقام الشاب فقال اجلس ثم اعاد علهم فقام الشاب فقال انا فقال انت ذاک.

فالقی علیه شبه عیسٰی ورفع عیسٰی من روزنة فی البیت الی السمآء قال وجآء الطلب من یهود فاخذوالشبه فقتلوه ثم صلبوه فکفر به بعضم اثنی عشره مرة بعد ان اٰمن به قال ابن کثیر بعد ان ساقه بهذ اللفظ عن ثنا ابو معاویة عن الاعمش عن المنهال بن عمرو عن سعید بن جبیر عن ابن عباس وصدق ابن کثیر فهٰؤلاء کلهم من رجال الصحیح واخرجه النسائی من حدیث ابی کریب عن ابی معاویه بنحوه وقد رویت قصته علیہ السلام من طرق بالفاظ مختلفة وساقها عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر علٰی صفة قریبةٍ مما فی الانجیل‘‘ (فتح البیان ص۴۵۴)

کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ سعید بن منصور اور نسائی اور ابن مردویہ نے روایت کیا ہے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھانا چاہا تو آپ اپنے اصحاب کی طرف نکل کر آئے، اس وقت گھر میں بارہ حواری تھے۔ آپ ان کے سامنے آئے تو ایک چشمہ سے نہا کر آئے اس حالت میں کہ آپ کے سر سے پانی کے قطرہ ٹپک رہے تھے۔ آپ نے فرمایا تم میں سے ایک شخص بارہ دفعہ مجھ پر ایمان لا کر کفر اختیار کرے گا۔ پھر فرمایا تم میں سے کون شخص ہے جس کی شکل میری شکل کے مشابہ ہو جائے اور وہ میری جگہ قتل کیا جاوے اور میرے ساتھ بہشت میں ہو۔ ایک جوان سب سے چھوٹا تھا کھڑا ہو گیا۔ حضرت

مسیح علیہ السلام نے فرمایا تو بیٹھ جا۔ پھر آپ نے اسی بات کا اعادہ کیا تو پھر وہی جواب دوبارہ کھڑا ہوگیا۔ پھر حضرت مسیح نے اس کو دوبارہ فرمایا کہ تو بیٹھ جا۔ پھر آپ نے اسی بات کا اعادہ کیا تو پھر وہی جوان سہ بارہ کھڑا ہوگیا اور بولا کہ میں ہوں، جو آپ کا مشابہ ہونا اور قتل کیا جانا قبول کرتا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تو ہی وہ شخص ہے۔

پھر آپ کو خدا تعالیٰ نے ایک کھڑکی سے جو اس گھر میں تھی آسمان پر اٹھالیا۔ پھر یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے طالب آئے تو انہوں نے اس شخص کو مسیح سمجھ کر قتل کر ڈالا اور بعض حواری بارہ دفعہ حضرت مسیح سے انکاری ہوئے۔

ابن کثیر نے اس سند سے یہ حدیث بیان کر کے اور سند سے یہ حدیث ابن عباس سے نقل کی ہے اور کہا ہے کہ یہ سند حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تک صحت کو پہنچی ہے اور ابن کثیر نے یہ بات سچ کہی ہے۔ یہ سب راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں۔ امام نسائی نے مختلف الفاظ سے اس قصہ کو نقل کیا ہے۔ ایسا ہی عبد بن حمید ابن منذر ابن جریر نے نقل کیا ہے۔ اس بیان کے قریب قریب جو انجیل میں ہے ایسا ہی تفسیر معالم التنزیل وغیرہ میں ہے۔

اس تعلیم و اعلام نبوی کے مطابق ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آیت: ’’وان من اهل الا لیؤمنن به قبل موته ‘‘ کی تفسیر میں فرمایا ’’وان من اهل الکتاب احد الا لیؤمنن بعیسیٰ قبل موته عیسیٰ وهم اهل الکتاب الذین یکونون فی زمانه فتکون الملة ملة واحدة وهی الاسلام وبه جزم ابن عباس فی ما رواه ابن جریر من طریق سعید بن جبیر عنه باسناد صحیح‘‘ (قسطلانی ج۵، ص۶۸)

کہ قیامت کے پہلے حضرت مسیح علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو ان کی موت سے پہلے سب اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے۔ آیت: ’’وانه لعلم الساعة ‘‘ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے پہلے حضرت عیسیٰ کا نازل ہونا قیامت کی ایک علامت ہے۔

ایسا ہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سولہ صحابہ اور بہت سے تابعین (مجاہد و قتادہ وحسن وغیرہم) نے حضرت مسیح کا قیامت کے پہلے نازل ہونا اور دجال کو قتل کرنا بیان فرمایا ہے اور حسن نے قسم کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ اس وقت اللہ تعالیٰ کے پاس زندہ

موجود ہیں۔ قیامت کے پہلے وہ نزول فرمائیں گے تو سب لوگ ان پر ایمان لائیں گے۔ یہ بات آنحضرت ﷺ خود بھی فرما گئے ہیں۔ چنانچہ نسائی وغیرہ کی روایت میں آیا ہے کہ عیسیٰ بن مریم کو آسمان پر خدا تعالیٰ نے اٹھالیا ہے۔ قیامت کو نزول کریں گے تو تمام زمین کو عدل سے بھر دیں گے۔ کافران کی سانس سے مرجائیں گے، دجال کو وہ ہاتھ سے قتل کریں گے۔

یہ احادیث وآثار اشاعۃ السنۃ (ج۱۴ کے ص۷۴ و۸۳ و۸۵) میں صحیح بخاری وتفسیر در منثور وغیرہ سے منقول ہیں اور رسالہ اشاعۃ السنۃ (ج۱۳ کے ص۱۶۳، ۱۲۹) وغیرہ میں صحیح بخاری کے (ص۴۹۰) وصحیح مسلم کے (ص۸۷) میں آنحضرت ﷺ سے احادیث مرفوعہ نقل کی گئیں ہیں۔ جن میں آنحضرت ﷺ کا قول منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ نبی اللہ ایسے وقت میں نازل ہوں گے کہ مسلمانوں کے امیر (یعنی امام مہدی) ان کو نماز پڑھانے کے لئے بلائیں گے تو وہ کہیں گے کہ نہیں یہ کام یعنی نماز پڑھانا اس وقت کے امام کا کام ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو آیات مذکور کی تفسیر میں حضرت ابن عباس ؓ اور ابوہریرہ ؓ وغیرہ صحابہ نے کہا ہے وہ آنحضرت ﷺ ہی کی تعلیم سے کہا ہے۔

اور جب کہ آنحضرت ﷺ نے خود تعلیم دی تھی کہ حضرت مسیح زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے ہیں تو پھر کیونکر ممکن ومتصور ہے کہ جس معنی (وفات) سے لفظ توفی آنحضرت ﷺ اپنے حق میں بولیں گے، اسی معنی سے آپ سے پہلے حضرت مسیح اپنے حق میں وہ لفظ توفیتنی استعمال فرمائیں گے۔ باوجودیکہ مسیح کے توفّی بقول آنحضرت ﷺ اور آپ کے تلامذہ صحابہ اوران کے تلامذہ تابعین وغیرہ کے اور قسم کی (رفع وقبض زندہ جسم) تھے اور آنحضرت ﷺ کی توفی باتفاق کل اور قسم (وفات) سے ہے۔ یہ جواب آیت توفی سے استدلال مرزا و مرزائیوں کا ایسا جواب ہے کہ اس کا جواب ان لوگوں سے نہ پہلے ادا ہوا ہے اور نہ آئندہ ادا ہونا ممکن ہے، کوئی مرزائی اس کا جواب دے تو خاکسار سے ایک سو روپیہ نقد انعام لے اور جواب پیش کرنے سے پہلے کسی ثالث کے پاس جمع کرالے۔

ہمارے ایک شاگردان شاگرد مگر نافرمانبردار وسرکش مولوی ابراہیم سیالکوٹی نے مرزا کے استدلال بآیت توفیتنی کے جواب میں رسالہ شہادت القرآن کے (ص۲۰) میں مرزا کا تعاقب کیا ہے جس میں (ج۱۳ و۱۴) اشاعۃ السنۃ سے بہت سا اقتباس کیا ہے اور حدیث کوثر کے متعلق تمسک وتقریر مرزا کے جواب میں چار صفحہ لکھے ہیں۔ مگر یہ بات جو

خاکسار کہن سال کو خدا تعالیٰ نے سوجھائی ہے، اس کے خیال میں نہیں آئی۔ اگر آتی تو کیونکر آتی۔ یہ کام کہن سالہ مشخیہ کا ہے، نہ نوجوانان خام کار کا:

بسیار عمر باید تا پختہ شود خامی

ہماری ان موشگافیوں پر جو وقتاً فوقتاً عمل میں آتی رہی ہیں اور ہر ایک آیت ''**وما نریهم من اٰية الا وهي اكبر من اختها**'' (زخرف ۴۸) کا مصداق ہوتی ہے (**كما اقربه تلميذی مولوی الفاضل اللودهانی ذو الكنى ابو الظفر وابو الظفر وابوذر محمد غضنفر**) ان خام کار نوجوانوں کا ہم کو کبرسنی کی وجہ سے معذور اور لائق پنشن قرار دینا جیسا کہ اخبار اہل حدیث ۴ر ستمبر وغیرہ میں عمل میں آیا ہے، لائق تادیب ہے یا حق بجانب؟ خریداران اہل حدیث سے جن میں کچھ ایمان وانصاف وتمیز باقی ہے داد دیں، اندھے بہرے ہوکر اس اخبار کو نہ پڑھا کریں۔

تفسیر فتح البیان کے آخیر میں جو حضرت مسیح کے رفع جسمانی کی روایت کو انجیل کے مطابق کہا ہے اس کی تفصیل برناباس اور اس کی مؤید تقریر بیان جارج سیل مترجم قرآن کو نقل کرنا مناسب ہے۔

سیل صاحب ترجمہ انگریزی قرآن میں برناباس کی انجیل سے نقل کرتے ہیں کہ: ''جب یہود مسیح کو پکڑنے کے لئے جارہے تھے تو خدا نے بواسطہ چار فرشتوں کے ان کو آسمان پر اٹھا لیا اور آپ کی بجائے یہودا اسکریوطی صلیب دیا گیا، خدا تعالیٰ نے اسی کو یہودیوں کی نظروں میں مسیح کا ایسا مشابہ کردیا کہ یہود اس کو پکڑ کر پلاطوس کے پاس لے گئے۔ یہ مشابہت ایسی تھی کہ حواری اور حضرت مریم بھی بھول گئے۔ حضرت مسیح علیہ السلام ان کو تسلی دینے کے لئے پھر نازل ہوئے اور برناباس کو جو ایک حواری تھا فرماگئے کہ اے برناباس یقین جان کہ گناہ کیسا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو خدا اس کی سزا دیتا ہے۔ میری ماں اور شاگردوں نے جو دنیوی غرض سے مجھ سے محبت کی خدا اس سے ناخوش ہوا اور بمقتضائے عدالت یہ چاہا کہ ان کے نامناسب اعتقاد کی دنیا میں ان کو سزا دے، تاکہ وے دوزخ کے عذاب سے بچ جاویں اور اگرچہ میں دنیا میں بے قصور تھا پر اس لئے کہ بعض آدمیوں نے مجھ کو خدا اور فرزند خدا کہا۔ اس لئے خدا کی مشیت اس امر کی مقتضی ہوئی کہ بروز قیامت مجھ پر شیاطین نہ ہنسیں۔

سو اس نے اپنی مہربانی اور عنایت سے ایسا بہتر جانا کہ دنیا ہی میں میری ہنسائی

ہو جائے، یعنی بسبب موت یہودا کے ہر شخص یقین کرے کہ میں مصلوب ہو گیا ہوں اور تو (اے برناباس) جان لے کہ یہ ہنسائی محمد رسول اللہ کے آنے تک رہے گی، وہ دنیا میں آ کر ہر شخص کو اس غلطی پر آگاہ کر دے گا۔''

جارج سیل صاحب نے انجیل برناباس سے اس مضمون کو نقل کرنے سے پہلے کہا ہے یہود کے برخلاف اللہ تعالیٰ کا مکر یعنی اس کی چھپی تدبیر یہ تھی کہ عیسیٰ کو آسمان پر اٹھالیا اور آپ کی شباہت شکل ایک اور شخص پر ڈال دی، جو آپ کی بجا ماخوذ ہو کر صلیب پر چڑھایا گیا۔ یہ مسلمانوں کا مسلمہ مسئلہ ہے۔ بعض لوگ عیسائیوں سے گمان کرتے ہیں کہ یہ قصہ شباہت محمد رسول اللہ ﷺ کا اختراع ہے۔ مگر وہ لوگ یقیناً غلطی پر ہیں۔ یہ پیغمبر اسلام کے زمانہ سے بہت مدت پہلے عیسائیوں سے بہت سے فرقے بھی اعتقاد رکھتے تھے۔ پھر ان فرقوں کو تفصیل سے بیان کیا۔

اس قصہ شباہت پر ایک طرفہ شہادت خود بدولت بانی مذہب مرزائی، مرزا قادیانی کا وہ اعتراف ہے جو انجیل برناباس کی تصدیق و توثیق میں سرمہ چشم آریہ میں آپ کی قلم سے نکل چکا ہے۔ آپ پہلے کتابوں سے نبوت آنحضرت ﷺ کا ثبوت دیتے ہوئے حاشیہ در حاشیہ میں جارج سیل کے ترجمہ سے نقل کرتے ہیں کہ: ''فرامیر نیو جو ایک بزرگ راہب تھا وہ بیان کرتا ہے کہ اتفاقیہ مجھ کو ایک تحریر ابرنس صاحب کی جو فاضل مسیحی ہیں منجملہ اس کے اور تحریروں کے جن میں وہ پولوس کے برخلاف ہوا ہے، نظر سے گزری۔ اس تحریر میں ابرسن صاحب اپنے بیان کی صداقت میں انجیل برناباس کا حوالہ دیتے ہیں۔

تب میں اس بات کا شائق ہوا کہ انجیل برناباس کو میں بھی دیکھو اور اتفاقاً یہ تقریب نکل آئی کہ خدا کے فضل و کرم نے پوپ پنجم کا مجھ سے اتحاد و دوستانہ کرا دیا۔ ایک روز جب کہ پوپ مذکور کے کتب خانہ میں ہم دونوں اکھٹے تھے اور پوپ صاحب سو گئے تھے میں نے دل بہلانے کو ان کے کتب خانہ کا ملاحظہ شروع کیا۔ سب سے پہلے جس کتاب پر میرا ہاتھ پڑا، وہ یہی انجیل برناباس تھی، جس کا میں متلاشی تھا۔ اس کے مل جانے سے مجھے نہایت درجہ کی خوشی پہنچی اور میں نے نہ چاہا کہ ایسی نعمت کو آستین کے نیچے چھپاؤں۔ تب میں نے پوپ کے جاگنے پر ان سے رخصت ہو کر وہ آسمانی خزانہ اپنے ساتھ لے گیا، جس کے پڑھنے سے مجھے دین اسلام نصیب ہوا۔'' (سرمہ چشم آریہ حاشیہ ص۲۴۰، خزائن ج۲ ص۲۸۹)

اوراس انجیل برناباس میں جو آنحضرت ﷺ کے حق میں بلفظ فارقلیط پیش گوئی وارد ہے اوراس کی نسبت بعض متعصب عیسائی یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ لفظ اس انجیل میں مسلمانوں نے داخل کردیا ہوا ہے اس کے جواب میں حاشیہ میں مرزا نے کہا ہے کہ کیا رات کو عیسائیوں کے کتب خانہ میں مسلمان جا گھسے تھے اور کیا عبرانی یونانی میں اپنی طرف سے ہزارہا نسخے لکھ کر کتب خانہ عیسائیوں میں رکھ دیئے تھے، جب کہ وہ سو گئے تھے۔

یہ خلاصہ جواب مرزا ہے، جس کو اس نے مختلف پیرائیوں میں ادا کیا اور انجیل برناباس کا (جس میں حسب بیان جارج سیل صاحب یہ قصہ شباہت ومصلوب ہونا مشابہ کا مذکور ہے) معتبر ولائق ہونا بڑے زور سے ثابت کیا ہے۔

ہمارے ایک اقراری شاگرد مولوی نور احمد ساکن لودی تنگل ضلع گورداسپور جس نے اپنے رسالہ ''تحقیق الکلام فی حیات المسیح علیہ السلام'' میں تفسیر فتح البیان سے اور ترجمہ انگریزی جارج سیل سے یہ قصہ مشابہ ومصلوب ہونا مشابہ کا اور آسمان کی طرف زندہ اٹھایا جانا حضرت مسیح علیہ السلام کا نقل کر کے کہا ہے: ''اب ناظرین غور سے عبارت مذکورہ کا ملاحظہ فرماویں کہ اس میں بھی ایک دوسرے شخص کا بجز مسیح کے مصلوب ہونا محقق ہے۔ الغرض قرآن مجید سے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان سے حسب تحقیق جناب مرزا صاحب کے مسیح کے سوا ایک دوسرے کا مصلوب ہونا معلوم ہوتا ہے اور ٹھیک بھی یہی ہے۔ پس آپ کو اور آپ کے متبعین کو لازم بلکہ الزم ہے کہ اس پرانی تحقیق پر کاربند ہوں اور نئے الہام کو چونکہ خلاف شریعت ہے وساوس میں داخل کریں یا اس کی تاویل کریں۔ نئے کے شوق میں پرانی تحقیق کو ہاتھ سے نہ دیں، جدید کی لذت سے مسلمات قدیمہ کا انکار نہ کریں۔ آئندہ آپ کا اختیار ہے، ہمیں تو نصیحت سے سروکار ہے۔''

ہمارے تلمیذ عزیز مولوی نور احمد اس نصیحت وتقریر کو ٹھنڈے دل سے غور وانصاف کے ساتھ پڑھیں اوراس حق ونسبت تلمذ کو (جس کے وہ اقراری ہیں) پیش نظر رکھ کر کہیں کہ اس تقریر ونصیحت کے بعد وہ کون سی دلائل کتاب اللہ یا احادیث رسول اللہ یا آثار واقوال صحابہ بالفاظ صریح وسند صحیح ان کو پہنچے ہیں کہ وہ اس رسالہ تحقیق الکلام کو شائع کرنے سے بہت تھوڑے زمانے کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کو فوت شدہ مان کر ان کی جگہ مرزا کو مسیح موعود مان گئے اور مرزائی سلسلہ میں داخل ہوگئے۔ کوئی آیت یا حدیث یا اثر وقول صحابی صریح وصحیح وہ

عزیز پیش کریں گے تو ہم بجائے اس انعام کے جو دوسرے مرزائیوں کے لئے تسلیم وتجویز کر چکے ہیں (یعنی فی آیت یا حدیث یا قول صحابی ایک سو روپیہ) ان کو دوسو روپیہ انعام دیں گے۔

وہ اس امر کے مدعی ہوکر ہم کو اشارہ کریں گے تو ہم نقد روپیہ لے کر فوراً لودی تنگل یا اس کے قریب فتح گڑھ پہنچیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ان سے یہ نہ ہوسکے تو وہ اس طاغی وگمراہ فرقے سے علیحدہ ہوکر اپنے قدیم جماعت اہل سنت وجماعت واہل حدیث میں داخل ہوکر ہماری آنکھوں میں نور اور سینہ میں سرور پیدا ہونے کے موجب بنیں۔

ہمارے اس بیان سے جو قرآن اور انجیل اور احادیث نبویہ وآثار صحابہ وتابعین سے مدلل اور مؤید ہے۔ ہر کسی کو جو فہم وانصاف رکھتا ہو اور قرآن وانجیل وحدیث وآثار پر یقین وایمان رکھتا ہو، یقین حاصل ہوسکتا ہے کہ قرآن وحدیث وانجیل وآثار صحابہ وتابعین کا یہ قطعی فیصلہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان پر زندہ اٹھائے گئے ہیں اور اس وقت تک وہ فوت نہیں ہوئے۔

اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ مسئلہ وفات مسیح کا منشا وماخذ کیا ہے اور ایک مدت سے جو ہندوستان وپنجاب میں ایک جماعت مرزائی اس عقیدہ وفات مسیح پر مصر ہو رہے ہیں، اس کی وجہ کیا ہے وہ جو بڑے زوروں سے وفات مسیح کے مدعی اور قرآن اور صحیح بخاری کو اور اجماع صحابہ وغیرہ علماء کو اپنے دعویٰ کی دلیل بتاتے ہیں اس میں وہ کسی دھوکہ اور غلطی میں پڑے ہوئے ہیں یا دیدہ ودانستہ قرآن وحدیث وآثار صحابہ کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ اور رسول اور صحابہ اور امام بخاری وغیرہ پر محض افتراء پردازی کے مرتکب ہوئے ہیں۔

## مدعیان وفات مسیح کی قرآن وحدیث واجماع اہل سنت سے خلاف ورزی اور خدا اور رسول وصحابہ ودیگر ائمہ دین بخاری وغیرہ پر افتراء پردازی

قاضی عیاض وامام بغوی وغیرہ علماء اہل سنت نے جن کی اصل عبارات اشاعۃ السنۃ (ج ۱۳ میں ص ۱۵۵ الغایت ۱۶۳) منقول ہیں، بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا اور ان کے وقت میں دجال کا خروج کرنا اور حضرت عیسیٰ کا اس کو قتل کرنا تمام اصحاب نبوی اور ائمہ اہل سنت وجماعت، فقہا، محدثین کے اتفاق واجماع سے ثابت ومسلم ہے۔ اس میں خلاف کیا ہے تو بعض خوارج ومعتزلہ وجہمیہ نے کیا ہے۔

ان مبتدعین کے خلاف کا منشاء وماخذ تو ان علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ وہ ان احادیث کو جونزول عیسیٰ وخروج دجال کے متعلق وارد ہیں،نہیں مانتے اور بدست آویز آیت وخاتم النّبیین وحدیث لانبی بعدی ان احادیث کو رد کرتے ہیں اور دجال کے خوارق کو معجزات نبوت کا مبطل ومسقط اعتبار جانتے ہیں۔

اس زمانہ میں جوسب سے پہلے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کے قائل ہوئے وہ پیر نیچر سرسید ہوئے ہیں، جوحضرت مسیح کی پیدائش خلاف عادت اوران کی حیات اوران کے معجزات وخوارق ودیگر انبیاء کے معجزات کو بھی نہیں مانتے۔سرسید کا تمام معجزات وخوارق وحیات مسیح کے انکاراوران کی وفات کے اعتقاد کا اظہاران کے اس نیچرل اصول پر مبنی ہے، جوانہوں نے صاف الفاظ میں بیان کیا ہوا ہے کہ نیچر خدا کا فعل ہے اور مذاہب اس کا قول اور سچے خدا کا قول اس کے فعل کے برخلاف نہیں ہوتا۔

نیچر(جس کو وہ خدا کا فعل قرار دیتے ہیں) موجودات عالم کے وہ خواص وآ ثار وحالات ہیں جو کچھ تو ہرایک کے مشاہدہ میں آتے ہیں۔مثلاً آگ کا جلانا اور اکثر افراد انسان کا زوجین(ماں اور باپ) سے پیدا ہونا جوواقعی خدا کی قدرت کے آثار ہیں اور یہ نیچر محسوس کہلاتا ہے اور کچھ ان مشاہدات پر عقلی قیاس سے خدا کا نیچر قرار دیا جاتا ہے اوران مشاہدات کو خدا کی قدرت کا معیار وپیمانہ ٹھہرا کر خدا کی قدرت کوان ہی مشاہدات میں محصور اور بند کیا جاتا ہے اور خداتعالیٰ کی نسبت یہ حکم لگایا جاتا ہے کہ جس قدر آثار وخواص اشیاء موجودہ کو ہم نے دیکھا اور مشاہدہ کیا ہے،خدا کی قدرت اس میں بند اور محصور ہے۔

خداتعالیٰ میں یہ قدرت نہیں ہے کہ بغیر باپ کے فرزند پیدا کردے یا وہ آگ کو پانی یا گلزار بنادے۔ان کا یہ قیاس نیچر معقول کہلاتا ہے جودرحقیقت نامعقول ہے۔جوسمندر کوایک کوزہ سے ناپنا یا ایک کیڑے کا جوکسی پتھر میں مخفی ہوتا ہے اس پتھر کوآسمان وزمین قرار دینا ہے بقول:

کرمے کہ در سنگ نہاں ست     زمین وآسمان او ہمان ست

اس اپنے خیال نیچری اصول سے وہ صدہا حقائق قرآنیہ کو جوان کی سمجھ میں نہیں آئیں اوران کو مشاہدہ کے خلاف معلوم ہوئی ہیں اور وہ حقائق مسلمانوں میں ابتدائے اسلام

سے آج تک مسلم چلے آئے ہیں۔ مثلاً حضرت مسیح کا بلا پدر پیدا ہونا یا ان سے معجزات احیاء موتی واتبرأ اکمہ وابرص ظہور میں آنا اور ان کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا اور بلا غذاء دنیاوی زندہ رہنا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نار کا گلزار ہو جانا وغیرہ وغیرہ اور آسمانوں کا جسمانی وجود سے موجود ہونا۔ ملائکہ اور شیاطین کا صفات بشریہ کے علاوہ کوئی خارجی وجود رکھنا اور انبیاء پر طبعی الہام کے (جو مکھی اور چیونٹی اور ہر ایک جاندار اور نباتات وغیرہ کو ہوتا ہے) علاوہ غیبی اور آسمانی وحی الٰہی ہونا وغیرہ وغیرہ ان سے انکار کر کے ایسی تاویلیں کرنا جو مہبط وحی قرآن آنحضرت ﷺ اور ان کی صحبت وتربیت وتعلیم یافتہ اصحاب نبوی وغیرہ ائمہ مسلمین کے خیال میں نہیں آئیں۔

سرسید نے قرآن کے حقائق میں تو اس نیچرل اصول کے تابع ہو کر ایسی تاویلیں کر دیں اور اگر کوئی حدیث ان حقائق کی مبین ومفسر ان کو سنائی گئی تو اس کو رد کیا اور موضوع قرار دیا اور صاف کہہ دیا کہ یہ حدیث قانون قدرت کے برخلاف ہے۔ لہٰذا صحیح نہیں ہے، موضوع ہے۔ ان کے اس اصول نیچری کے رد وابطال میں علماء اسلام اہل سنت نے بہت سے رسالہ اور مضامین لکھے ہیں اور اشاعۃ السنۃ نے اس کا بہت بڑا حصہ لیا۔ (ج۴،۵،۸) وغیرہ میں ان کے رد میں بہت مضامین شائع کئے ہیں، جس میں سرسید کی زندگی میں ثابت کر دیا گیا ہے کہ خدا کا نیچر یا قانون قدرت اور ہے، جس پر کسی بشر نے احاطہ نہیں کیا اور سرسید کا نیچر اور ہے جو ان کے قیاس اور عقل نارسا کا نتیجہ ہے۔

جس کے جواب میں سرسید نے آخر عمر تک ایک لفظ قلم سے نہیں نکالا، بلکہ بعض مکاتیب میں ان کی نسبت رائے ظاہر کرنے سے عجز کا اظہار کیا۔ ایک خط میں آپ لکھتے ہیں: ’’جناب مولانا مخدوم ومکرم من جناب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب دام فیوضکم! آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ معزز کیا آپ کی تحریرات جو خلوص نیت اور بنظر احقاق حق اور اپنے بھائی مسلمانوں کی بھلائی اور ہدایت کی نظر سے ہوتی ہیں، قابل ادب اور لائق قدر ہیں۔ لیکن آپ کو خوب معلوم ہے کہ ہر ایک شخص کی رائے کا کسی تحریر کے اصول وفروع سب سے متفق ہونا کسی قدر دشوار ہے۔ اول تو میں اس لائق نہیں ہوں کہ آپ کی تحریرات پر رائے لکھوں اور اگر لکھوں تو شاید یہ بھی دیانت سے دور ہوگا کہ جو اصول میری سمجھ کے موافق ہوں، ان کا ذکر

کروں اور جو موافق نہ ہوں، ان کو چھوڑ دو۔ان کے لکھنے میں قوم کا نقصان سمجھتا ہوں۔

عام لوگوں کو مخالفین کو امور اختلافی سے بہت فائدہ اٹھانے اور چرچا کرنے کا موقع ملے گا اور میری دانست میں جو فائدہ آپ کی تحریرات سے قوم کو ہو رہا ہے اس میں احتمال حرج کا ہے۔اس لئے بہتر ہے کہ آپ کی تحریرات پر قوم دل سے بغیر اس بات کے کسی نے اس کی کسی فرع سے بھی اختلاف کیا ہے، متوجہ ہو اور اس سے ہدایت پاوے۔ **واللہ یهدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم!** والسلام علیکم

خاکسار سید احمد علی گڑھ ۲۶ر جولائی ۱۸۸۸ء

اس انکار حقائق قرآنی اور احادیث رسول رحمانی پر جو فتویٰ علماء اسلام نے سرسید پر لگایا وہ شائع ومشتہر ہو چکا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ سرسید نے جو کچھ کیا ہے۔علوم اسلام سے ناواقفی سے کہا ہے اور اس انکار اور تاویل میں ان سے خطا ہوئی ہے۔مگر انہوں نے دیدہ ودانستہ کسی غرض دنیاوی وجاہ طلبی کی وجہ اور حصول مال ومنصب کی طمع سے یہ خطا وغلطی نہیں کی۔نہ انہوں نے کسی کو مرید بنایا، نہ کسی سے اپنے ذاتی مصارف کے لئے چندہ لیا، نہ الہام کا دعویٰ دروغ کیا، نہ اپنی خلافت وامامت کا دعویٰ کیا، نہ نبوت اور امامت کا سکہ جمایا۔ان کے بعد ان کے جانشین وخلیفہ وشاگرد وتعلیم یافتہ مرزا قادیانی ہوا۔

جس کا (بجز دعویٰ وحی الہام) ہر ایک عقیدہ باطلہ وانکار حقائق قرآنیہ میں سرسید کا شاگرد ہونا اشاعۃ السنۃ (ج۱۴ میں بصفحہ ۱۶۵ لغایت ۱۹۲) بیان کیا گیا ہے اور جن جن مسائل میں وہ سرسید کا پیرو ہوا ہے۔ان مسائل کی تفصیل سرسید کی تصانیف اور قادیانی کی کتابوں سے (بہ نقل اصل عبارات کردی ہے) مرزا کا انکار حیات مسیح سے اور ان کے معجزات قرآنیہ اسی نیچری اصول پر مبنی ہے۔

چنانچہ (ازالہ اوہام ص۴۵، ۴۷، خزائن ج۳، ص۱۲۶) میں مسیح کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے پر اعتراض کرتے ہوئے اس نے کہا ہے: ’’ماسوائے اس کے اور کئی طرق سے ان پرانے خیالات پر سخت اعتراض عقلی کے وارد ہوتے ہیں، جن سے مخلصی حاصل کرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ...... ازانجملہ ایک یہ اعتراض کہ نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کر رہا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرہ زمہریر تک پہنچ سکے۔ بلکہ

علم طبعی کی نئی تحقیقاتیں اس بات کو ثابت کر چکے ہیں کہ بعض بلند پہاڑیوں کی چوٹیوں پر چڑھ کر اس طبقہ کی ہوا ایسی مضر صحت معلوم ہوتی ہے کہ جس میں زندہ رہنا ممکن نہیں۔ پس اس جسم کا کرہ ماہتاب یا کرہ آفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے‘‘ (حاشیہ) اس جگہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر جسم خاکی کا آسمان پر جانا محالات میں سے ہے تو پھر آنحضرت ﷺ کا معراج اس جسم کے ساتھ کیونکہ جائز ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا۔ بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۴۷، خزائن ج۳ ص۱۲۶)

اس کے (ص۴۸) میں ہے: ’’پھر مسیح کے بارے میں بھی یہ سوچنا چاہئے کہ کیا طبعی اور فلسفی لوگ اس خیال پر نہیں ہنسیں گے کہ جب کہ تیس چالیس ہزار فٹ تک زمین سے اوپر کی طرف جانا موت کا موجب ہے۔ تو حضرت مسیح اس جسم عنصری کے ساتھ آسمان تک کیونکر پہنچ گئے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۱۴۶، ۱۴۷، خزائن ج۳ ص۱۷۴، ۱۷۵)

اس قسم کے اعتراض مرزا اور مرزائی مسیح کے رفع جسمانی پر وارد کرتے ہیں کہ وہ آسمان پر کھانا کہاں سے کھاتے ہوں گے، پانی کہاں سے پیتے ہوں گے وعلیٰ ہذا القیاس۔ مگر ان اعتراضات کے وقت ان کو یہ شرم نہیں آتی کہ اس قسم کے اعتراضات فلسفیہ معجزہ شق القمر پر مرزا نے رسالہ سرمہ چشم آریہ میں آریہ وغیرہ مخالفین اسلام کی طرف سے نقل کر کے ان اعتراضات کو مرزا نے غلط و بے ایمانی اور بے حیائی قرار دیا ہوا ہے اور ان کے برخلاف امور ذیل کو ثابت کیا ہے (۱) عورتوں کا بلا مرد حامل ہو جانا (۲) نر بکرے کا دودھ دینا (۳) مرد کے دودھ سے ایک بچہ کا پرورش پانا وغیرہ وغیرہ۔

اور آپ کے خلیفہ اوّل حکیم نوردین نے ایک کتاب جو انگریزی سے عربی میں ترجمہ ہو کر ولایت میں چھپی ہوئی، میرے پاس اپنے ایک شاگرد کے ہاتھ بھیجی تھی (جو اس کے کتب خانہ میں قادیان میں اب تک موجود ہوگی) جس میں صاف لکھا ہے کہ ولایت میں ایک عورت ہسپتال میں لائی گئی جس کے بدن میں مرد وعورت دونوں اعضاء تناسل موجود تھے اور وہ اپنے آپ سے حامل ہوئی اور بچہ جنی۔ آیات قرآنیہ متعلقہ حیات مسیح ومعجزات کی تاویل وتحریف میں تو مرزا نے اپنے اسلام معتزلہ وخوارج وجہمیہ وسرسید کی پیروی کی مگر ردوانکار احادیث صحیحہ متعلقہ آمد ثانی حضرت مسیح وآمد امام مہدی میں وہ ان کا پیرو، اس لئے

نہ ہوا کہ اس کو خود حضرت مسیح موعود ومہدی مسعود بننا پیش نظر تھا۔

اگر وہ اپنے اسلاف کی طرح ان احادیث کو غیر صحیح وموضوع کہتا تو وہ مسیح ومہدی کیونکر بنتا۔ لہٰذا انکار حیات مسیح علیہ السلام وآمد امام مہدی کو صرف اسی اصول نیچری پر مبنی نہیں بتایا، بلکہ اس کے ساتھ محض کذب افتراء سے کام لے کر آیات قرآنیہ واحادیث صحیحہ کو صحیح مان کر ان کی تفسیر میں تحریف وملحدانہ تاویل سے کام لیا ہے اور علمائے سلف وائمہ شریعت، صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین پر بہتان اور افتراء اور دروغ کا ارتکاب کر کے یہ دعویٰ کیا کہ قرآن نے بھی حضرت مسیح کو وفات یافتہ قرار دیا ہے اور حدیث نبوی خصوصاً روایات امام بخاری نے بھی حضرت مسیح کو مردہ قرار دیا ہے اور اسی پر صحابہ اور دیگر علمائے امت کا وائمہ شریعت کا اتفاق واجماع ہے۔

قرآن پر اس کا بہتان وافتراء کرنا اشاعۃ السنۃ (ج۱۴) میں بھی ثابت کیا گیا ہے، جس کے جواب میں مرزا یا کسی مرزائی نے نہ قلم اٹھایا اور نہ کوئی آئندہ اٹھا سکتا ہے۔ اس مقام میں اس کے مزید تفصیل اور احادیث نبویہ خصوصاً احادیث صحیح بخاری پر بہتان وافتراء کی توضیح بادلیل کی جاتی ہے۔ (اشاعۃ السنۃ ج۲۳ نمبر۶ ص۱۶۱ تا ۱۹۰)

## حاشیہ جات

۱...... زبانی اس لئے کہا گیا ہے کہ دل سے وہ قرآن وحدیث کو بھی نہیں مانتا۔ دیکھو معجزات مسیح احیاء موتی وخلق طیور وابراء امراض صریح نصوص قرآن میں وارد ہیں۔ پھر وہ ان معجزات سے ایسا منکر ہے کہ ان کے قائلین اہل اسلام کو مشرک بتاتا ہے اور ان کی تاویل عمل نجاری ومسمریزم سے کرتا ہے اور ان معجزات کی نفی کے لئے حدیث میں ان کا ذکر نہ ہونے کا مدعی ہوگیا ہے۔ ازالہ اوہام کے پہلے ہی صفحے میں وہ لکھتا ہے کہ: ’’جس مسیح کے مسلمان لوگ منتظر ہیں، اس کی نسبت ہرگز حدیث میں یہ نہیں لکھا کہ اس کے دم سے مردہ زندہ ہوں گے، بلکہ یہ لکھا ہے کہ اس کے دم سے زندے مریں گے۔‘‘

پھر اس کے (ص۳۰۳، ۳۰۵، ۳۰۷، ۳۰۹) میں ان معجزات کا اثر عمل نجاری ومسمریزم ہونا بیان کیا ہے (ص۱۲۹) فتویٰ مطبوعہ علماء پنجاب ہندوستان مندرجہ (اشاعۃ السنۃ ج۱۳) ملاحظہ ہو۔ اس معجزات قرآنی سے انکار مرزا قادیانی دیکھ کر کیا کوئی مسلمان باانصاف وصاحب عقل یقین کرسکتا ہے کہ مرزا قادیانی قرآن کو دل سے مانتا تھا۔ نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

# تکفیر عقائد کفریہ قادیانی

حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حدیث از مطرب و مے گو و راز دھر کمتر جو ۔ کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معمّا را

نیچریوں، مرزائیوں، چکڑالیوں، ثنائیوں وغیرہ اہل بدعت والحاد وکفر وارتداد کی تکفیر وتفسیق وتبدیع کے فتوؤں میں ہمیشہ سے ہمارا اس اصول پر عمل رہا ہے، جو اس بیت سے مفہوم ہے (جس کو ہم نے اس مضمون کا ماٹو (زیب عنوان) بنایا ہے) کہ ان کے عقائد بدعیہ، الحادیہ، کفریہ پر حکم کفر یا بدعت لگایا جاوے، کسی شخص یا اشخاص خاص کو (خصوصاً جو فوت ہو چکے ہوں اور ان کے خاتمہ کا حال معلوم نہ ہوا ہو کہ کس عمل وعقیدہ پر ہوا (کما یروی عن الامام ابی حنیفۃ ولم یلعن یزیداً بعد موتٍ) دائرہ اسلام یا اہل سنت سے خارج نہ کیا جاوے۔

مسلمان پھر اہل سنت آ گے ہی دنیا میں مقابلہ اقوام غیر مسلم وفساق مخالفین سنت تھوڑے اور مٹھی بھر ہیں۔ ان کو اسلام یا اہل سنت سے نکالنے میں اسلام و مذہب اہل سنت کو کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ ان فتاویٰ سے ہمارا مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو مسلمان پھر اہل سنت کہلاتے ہیں اور علوم قدیم اہل اسلام واصول مذہب اہل سنت سے ناواقف یا کم علمی کے سبب عقائد کفریہ والحادیہ وبدعیہ اختیار کر چکے ہیں وہ ان عقائد سے تائب ہوکر پکے اور پورے سنی مسلمان بن جاویں۔ ہم یہ نہیں چاہتے اور نہ کوئی اور بھی خواہ اسلام و مذہب اہل سنت چاہتا ہوگا کہ مثلاً ثناء اللہ جیسے چلتے پرزے اور بمقابلہ مخالفین اسلام جاہل مسلمانوں کے لئے کارآمد آلہ کو (گو دھوکہ بازی وچالاکی ودروغ گوئی سے کیوں نہ ہو) اور قادیانی پارٹی کے ان اشخاص کو جو لنڈن میں دعوت اسلام کررہے ہیں اور بہت سے عیسائیوں کو اسلام میں

داخل کر چکے ہیں۔ چنانچہ انگریزی اخباروں میں مشتہر ہوا ہے کہ اس سال لنڈن میں عیدالفطر کی نماز میں چارسو مسلمان شریک تھے۔

جن میں بہت سے عیسائیوں سے مسلمان شدہ ہوں گے، کیونکہ ہندوستان قدیم مسلمانوں کی تعداد کبھی اس طرح حد کو نہیں پہنچی کافر کہا جاوے اور دائرہ اسلام سے خارج کہا جاوے۔ بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ باوجود ان کارناموں کے جو ان سے اصول اسلام و مذہب اہل سنت کا ناواقفی یا کم علمی کے سبب خلاف ہو رہا ہے، وہ ان سے چھوٹ جاوے اور ان سے تدارک مافات عمل میں آوے۔

ہمارا یہ فتویٰ تکفیر وتبدیع ان لوگوں کے حق میں صاحب سر رسول اللہ حضرت حذیفہ بن الیمان صحابیؓ کے آنحضرت ﷺ سے اس سوال کی نظیر ہے جو کتب حدیث میں ان سے مروی ہے ''کان الناس یسئلون رسول اللہ ﷺ عن الخیر و کنت اسأله عن الشر مخافة ان یدرکنی. الحدیث '' (بخاری ص۱۰۴۹) کہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر کی نسبت سوال کیا کرتے تھے اور میں شر (فتنوں وغیرہ) کی بابت پوچھا کرتا تھا کہ کہیں مجھ کو نہ آلگیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ان کو شر سے بچانے کے لئے وہ سوال کرتے تھے۔ ہم ان لوگوں کو کفر والحاد و بدعت سے بچانے کے لئے ایسے فتوے شائع کرتے ہیں۔ نہ کافر بنانے کے لئے اور خدا تعالیٰ کو اس پر گواہ کرتے ہیں۔ و کفیٰ باللہ شهیدا!

اس اصول و مقصود کو پیش نظر رکھ کر عقائد کفریہ قادیانی سے بحث کی جاتی ہے۔

''لعلهم یتقون اویحدث لهم ذکرا '' مدت ہوئی مدرسہ عربیہ دیوبند سے دوسوال ہمارے پاس بغرض استفتاء پہنچے تھے۔ جن کا جواب ہم نے دیا تھا جو اہل مدرسہ نے امید ہے

شائع کر دیا ہوگا۔ اب ان سوالات کو نقل کر کے اصولی طور پر ان کا جواب دیا جاتا ہے، اس کی خاص وجہ اور تازہ محرک یہ امر ہوا ہے کہ قادیانی کے نادان اتباع وجانشین اپنے دام افتادہ جاہلوں کو یہ کہہ کر بہکاتے ہیں کہ ابوسعید محمد حسین نے مرزا کی تکفیر سے رجوع کر لیا ہے اور اس افتراء کا ماخذ ودلیل ہمارا وہ قول پیش کرتے ہیں، جو عدالت مجسٹریٹ گوجرانوالہ میں ہم نے کہا تھا کہ ہم مرزائیوں کو مطلقاً کافر نہیں کہتے جیسا کہ چکڑالویوں کو کافر کہتے ہیں۔

ہمارے اس قول کو جس میں لفظ مطلقاً موجود ہے اور ان لوگوں نے یہ لفظ نقل کیا ہے، ان ہی دنوں قادیانی اخبار ''الفضل وپیغام صلح'' وغیرہ میں دست آویز ٹھہرا کر ان لوگوں نے اپنی ناواقفی وبے علمی سے اس سے ہمارا رجوع نکال لیا تھا اور ان ہی دنوں میں ہم نے سراج الاخبار میں اس کا یہ جواب دے دیا تھا کہ لفظ مطلقاً کہہ کر ہم نے جتایا تھا کہ وہ لوگ بہرحال اور بلاتفصیل کافر نہیں، بلکہ جو لوگ عقائد کفریہ قادیانی کے معتقد ہیں، وہ کافر ہیں اور جو لوگ ان عقائد کے معتقد نہیں اور مرزا کو غلطی سے صرف ایک بزرگ مستجاب الدعوات وپیر سمجھ کر اس کی بیعت میں مبتلا ہو گئے ہیں وہ کافر نہیں ہے۔ ان دنوں تو ہمارے جواب کو سن کر ان کا منہ بند ہو گیا تھا۔ ان دنوں میں پھر قادیان سے ایک اشتہار نکلا ہے جس میں ہمارے رجوع کا پھر دعویٰ کر کے اسی باسی کڑہی کو ابال دیا ہے۔ لہٰذا اس کے جواب وصلہ میں ہم کو یہ فتویٰ شائع کرنا پڑا اور یہ مشتہر کرنا واجب ہو گیا کہ ہم نے فتویٰ تکفیر سے رجوع نہیں کیا۔ (باقی آئندہ) (اشاعۃ السنۃ ج۲۳ نمبر۶ ص۱۹۱ تا۱۹۲)

(اس کے بقیہ رسائل میسر نہ آسکے۔ فقیر مرتب)

حق و باطل کا معرکۃ الآراء

# مُقدّمہ مرزائیّہ بہاولپور

## رُوداد ۱۹۲۶ء لغایت ۱۹۳۵ء

جس میں

جناب جج محمد اکبر خان صاحب ڈسٹرکٹ جج بہاول پور

نے مرزائیت کو ارتداد قرار دے کر مسماۃ غلام عائشہ کا نکاح

عبدالرزاق مرزائی سے فسخ فرمایا

**مکمل سیٹ 3 جلدیں**

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت

حضوری باغ روڈ، ملتان۔ 061-4783486